WORLDWIDE BC CLASSICS

فیودور دستوئیفسکی

کرامازوف برادران
ناول

ترجمہ: شاہد حمید

شاہد حمید اردو کے مایہ ناز ادیب، ماہر لسانیات اور
مترجم ہیں۔ وہ 1928ء میں جالندھر کے ایک گاؤں
برجیاں کلاں میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اسلامیہ
ہائی سکول ننگل انبیا میں حاصل کی۔ 1947ء میں
فسادات کے دوران پاکستان ہجرت کی۔ لاہور آ کر پہلے اسلامیہ کالج لاہور
سے بی اے کیا اور گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم اے انگریزی کی ڈگری
حاصل کی۔ ان کے اساتذہ میں خواجہ منظور حسین اور ڈاکٹر محمد صادق قابل ذکر
ہیں۔ مشہور نقاد مظفر علی سید فرسٹ ایئر سے سکستھ ایئر تک شاہد حمید کے کلاس
فیلو رہے۔ تعلیم کے دوران میں بطور صحافی ''روزنامہ آفاق'' میں کام کیا، پھر
سرکاری ملازمت اختیار کر لی۔ ایمرسن کالج ملتان، گورنمنٹ کالج ساہیوال اور
گورنمنٹ کالج لاہور میں انگریزی پڑھاتے رہے۔ 1988ء میں ریٹائر
ہوئے۔ ادب سے دلچسپی بہت پرانی ہے، لیکن انھوں نے فیصلہ کیا کہ تیسرے
درجے کی طبع زاد تحریروں سے عالمی کلاسک کا ترجمہ زبان و ادب کی بدرجہا بہتر
خدمت ہے۔ یہ سوچ کر زمانہ طالب علمی میں ہی ڈیل کارنیگی کی ہر دل عزیز
کتاب ''پریشان ہونا چھوڑیے، جینا سیکھیے'' کا اردو ترجمہ کیا، پھر لیو طالسطائی
کے عظیم ناول ''جنگ اور امن'' کا اردو میں ترجمہ کرنے کا بیڑا اٹھایا اور کئی
سال کی محنت شاقہ کے بعد اس کام کو مکمل کیا۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ
دستوئیفسکی کے ناول ''کرامازوف برادران'' کا اردو ترجمہ ہے۔ اس ناول کو
دنیا بھر میں دستوئیفسکی کی سب سے باکمال تصنیف سمجھا گیا ہے۔ اس کی اردو
میں دستیابی ہم سب کے لیے باعث فخر ہے۔ انھوں نے دنیا میں سب سے
زیادہ پڑھے جانے والے ان عظیم ناولوں کے تراجم پر نہ صرف عمر عزیز کا
بڑا حصہ صرف کیا، بلکہ متن سے مخلص رہنے کے لیے شب و روز محنت کی۔
انھیں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے معروف نقاد شمیم حنفی نے کہا تھا، ''یقین
کرنا مشکل ہے کہ ہزاروں صفحوں پر پھیلا ہوا یہ غیر معمولی کام ایک اکیلی ذات
کا کرشمہ ہے۔'' ممتاز فکشن نگار نیر مسعود نے محمد سلیم الرحمٰن کے نام خط میں
شاہد حمید کو حیرت خیز آدمی قرار دیا۔ ان کا انتقال 29 جنوری 2018ء کو ہوا
اور ڈیفنس لاہور کے قبرستان میں آسودۂ خاک ہیں۔

ختم نبوت ﷺ زندہ باد **عظمت صحابہ زندہ باد**

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

معزز ممبران: آپ کا وٹس ایپ گروپ ایڈمن "**اردو بکس**" آپ سے مخاطب ہے۔

آپ تمام ممبران سے گزارش ہے کہ:

- گروپ میں صرف PDF کتب پوسٹ کی جاتی ہیں لہذا کتب کے متعلق اپنے کمنٹس / ریویوز ضرور دیں۔ گروپ میں بغیر ایڈمن کی اجازت کے کسی بھی قسم کی (اسلامی وغیر اسلامی، اخلاقی، تحریری) پوسٹ کرنا سختی سے منع ہے۔
- گروپ میں معزز، پڑھے لکھے، سلجھے ہوئے ممبرز موجود ہیں اخلاقیات کی پابندی کریں اور گروپ رولز کو فالو کریں بصورت دیگر معزز ممبرز کی بہتری کی خاطر ریموو کردیا جائے گا۔
- کوئی بھی ممبر کسی بھی ممبر کو انباکس میں میسج، مس کال، کال نہیں کرے گا۔ رپورٹ پر فوری ریموو کرکے کاروائی عمل میں لائے جائے گی۔
- ہمارے کسی بھی گروپ میں سیاسی و فرقہ واریت کی بحث کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔
- اگر کسی کو بھی گروپ کے متعلق کسی قسم کی شکایت یا تجویز کی صورت میں ایڈمن سے رابطہ کیجئے۔
- سب سے اہم بات:

گروپ میں کسی بھی قادیانی، مرزائی، احمدی، گستاخِ رسول، گستاخِ امہات المؤمنین، گستاخِ صحابہ و خلفائے راشدین حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین، گستاخ اہلبیت یا ایسے غیر مسلم جو اسلام اور پاکستان کے خلاف پراپیگنڈا میں مصروف ہیں یا ان کے روحانی وذہنی سپورٹرز کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے لہذا ایسے اشخاص بالکل بھی گروپ جوائن کرنے کی زحمت نہ کریں۔ معلوم ہونے پر فوراً ریموو کردیا جائے گا۔

- تمام کتب انٹرنیٹ سے تلاش / ڈاؤنلوڈ کرکے **فری آف کاسٹ** وٹس ایپ گروپ میں شیئر کی جاتی ہیں۔ جو کتاب نہیں ملتی اس کے لئے معذرت کر لی جاتی ہے۔ جس میں محنت بھی صَرف ہوتی ہے لیکن ہمیں آپ سے صرف دعاؤں کی درخواست ہے۔
- عمران سیریز کے شوقین کیلئے علیحدہ سے عمران سیریز گروپ موجود ہے۔
- **لیڈیز کے لئے الگ گروپ کی سہولت موجود ہے جس کے لئے ویریفکیشن ضروری ہے۔**
- اردو کتب / عمران سیریز یا سٹڈی گروپ میں ایڈ ہونے کے لئے ایڈمن سے وٹس ایپ پر بذریعہ میسج رابطہ کریں اور جواب کا انتظار فرمائیں۔ برائے مہربانی اخلاقیات کا خیال رکھتے ہوئے موبائل پر کال یا ایم ایس کرنے کی کوشش ہرگز نہ کریں۔ ورنہ گروپس سے تو ریموو کیا ہی جائے گا بلاک بھی کیا جائے گا۔

نوٹ: ہمارے کسی گروپ کی کوئی فیس نہیں ہے۔ سب فی سبیل اللہ ہے

0306-7163117	0343-7008883	0333-8033313
محمد سلمان سلیم	پاکستان زندہ باد	راؤ ایاز

پاکستان زندہ باد — پاکستان پائندہ باد

اللہ تبارک تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو

''اگر تم دستوئیفسکی سے ملو تو اُسے کہنا کہ میں اُس سے پیار کرتا ہوں۔''

(لیو ٹالسٹائی)

...آپ کہتے ہیں کہ دستوئیفسکی نے اپنے ہیروؤں کے پردے میں خود اپنے کو پیش کیا ہے اور یہ تصور کیا ہے کہ سبھی لوگ اسی طرح کے ہوتے ہیں۔ تو کیا ہوا، اس کا نتیجہ ہے کہ ان غیر معمولی شخصیتوں میں نہ صرف ہم اپنے کو، بلکہ غیر ملکی بھی خود کو پہچانتے اور اپنی روح کو دیکھتے ہیں۔

(لیو ٹالسٹائی)

دستوئیفسکی واحد ماہرِ نفسیات ہے جس سے میں کچھ سیکھتا ہوں۔

(فریڈرک نطشے)

اب تک لکھے گئے ناولز میں سے سب سے عالی شان ناول۔

(سگمنڈ فرائیڈ)

دستوئیفسکی کے کمال کو سب مانتے ہیں، تصویر کشی میں اس کے ہنر کا اگر کوئی جواب ہو سکتا ہے تو وہ غالباً شیکسپیئر ہے۔

(میکسم گورکی)

میں آج کل دستوئیفسکی کا 'کرامازوف برادران' پڑھ رہا ہوں۔
میں نے آج تک جن عمدہ ترین کتابوں کو ہاتھ میں اٹھایا ہے، یہ اُن میں سب سے قابلِ تعریف ہے۔

(آئن سٹائن)

کرامازوف برادران نے مجھ پر بہت گہرا تاثر چھوڑا ہے۔

(جیمز جوائس)

ہزار سالوں میں اگر کوئی بہترین کتاب لکھی گئی ہے تو وہ دستوئیفسکی کی 'کرامازوف برادران' ہے۔
میں نے ایسی کوئی دوسری کتاب نہیں دیکھی جو اتنی دلکش شدت کے ساتھ ڈرامائی انداز اختیار کرتی ہو اور جس میں،
انسائیکلوپیڈیائی حد تک، اس دنیا میں رہنے کی مشکلات کا احاطہ کیا گیا ہو۔ لوگوں کے ساتھ
بسر کرنے کی مشکلات، اگلی دُنیا کا خواب دیکھنے کی مشکلات۔

(اورحان پاموک)

دستوئیفسکی نہ صرف یہ کہ میرے لکھنے پر بہت زیادہ اثر انداز ہوا ہے
بلکہ اس کو پڑھتے ہوئے میں نے بے پناہ لطف بھی اٹھایا ہے۔

(ولیم فاکنر)

کرامازوف برادران شاید ہر دور کا عظیم ترین ناول رہے گا۔

(واکر پرسی)

اگر میں دستوئیفسکی کا ناول 'برادرز کرامازوف' نہ پڑھتا تو کبھی ادیب نہ بنتا۔

(ماریو پوزو)

دستوئیفسکی نے رُوسی اور عالمی ادب میں ایک بڑے رومان پسند مصنف کی حیثیت سے اپنی جگہ بنائی۔
انھوں نے فلسفیانہ خیالات اور نفسیاتی گہرائیوں سے بھرپور ایسے خاص قسم کے ناولوں کی بنیاد ڈالی
جو اپنی انوکھی ''تحقیقات'' کے ذریعہ انسانی رُوح کو عریاں کر دیتے ہیں۔

(ل - روزنبلوم)

میں 'کرامازوف برادران' پڑھنے کی ہر اُس ریڈر کو دل سے سفارش کروں گا جو دستوئیفسکی کے رُوس کے قریب آنا چاہتے ہیں۔

(جوزف فرینک)

ایک معجزہ... 'کرامازوف برادران' کا ہر صفحہ مستقل معیار اور ایک الہام ہے۔

(دی ٹائمز - برطانوی اخبار)

فیودور دستوئیفسکی

(1821ء۔1881ء)

دستوئفسکی کی کتابوں کے اردو تراجم:

1975ء۔چچا کا خواب (ظ۔انصاری)

1975ء۔نہایت افسوس ناک واقعہ (ظ۔انصاری)

1975ء۔جواری (ظ۔انصاری)

1978ء۔بے چارے لوگ (ظ۔انصاری)

1980ء۔ذلتوں کے مارے لوگ (ظ۔انصاری)

1984ء۔جرم و سزا (تقی حیدر)

1981ء۔ایڈیٹ (ظ۔انصاری)

2002ء۔کرامازوف برادران (شاہد حمید)

Novels:

(1846) Poor Folk
(1846) The Double
(1847) The Landlady
(1849) Netochka Nezvanova
(1859) Uncle's Dream
(1859) The Village of Stepanchikovo
(1861) Humiliated and Insulted
(1862) The House of the Dead
(1864) Notes from Underground
(1866) Crime and Punishment
(1867) The Gambler
(1869) The Idiot
(1870) The Eternal Husband
(1872) Demons
(1875) The Adolescent
(1880) The Brothers Karamazov

Essay collections:

Winter Notes on Summer Impressions (1863)
A Writer's Diary (1873–1881)

Translations:

(1843) Eugénie Grandet (Honoré de Balzac)
(1843) La dernière Aldini (George Sand)
(1843) Mary Stuart (Friedrich Schiller)
(1843) Boris Godunov (Alexander Pushkin)

● وسیلی پیروف (1834ء۔1882ء): 1870ء کی دہائی کے ابتدائی عرصے میں پیروف کی مصوری نے روس کی عظیم ثقافت کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا۔ 1872ء میں اس نے دستوئفسکی کی یہ تصویر مکمل کی۔ یہ دستوئفسکی کا ادبی کام تھا جس نے پیروف کو اس طرح متاثر کیا کہ اس نے انیسویں صدی کے روس کی پریشان حال سیاسی، سماجی اور روحانی فضا میں انسانی نفسیات کی گتھیاں سلجھائیں۔ اس جدید طباعت کے سرورق پر دی گئی تصویر بھی پیروف کا ہی شاہکار ہے۔

دوسری کتاب

نازیبا مڈبھیڑ

تیسری کتاب

شہوت پرست

حصہ دوم

چوتھی کتاب

بحران

پانچویں کتاب

موافق ومخالف (دلائل)

گیارھویں کتاب

ایوان فیودورووچ

بارھویں کتاب

عدالتی سہو

تتمہ

تصریحات، ماخذ اور پس منظر

حواشی

بڑے کردار

فیودر پاولووچ کرامازوف: اوباش زمیندار

ایڈیلیدا ایوانوونا کرامازووا: (شادی سے پہلے مائی اوسوا): اس کی پہلی بیوی

دمتری فیودرووچ کرامازوف (متیا، متنکا، منکا، متری): اس کا بیٹا، پہلی بیوی کے بطن سے

سوفیا ایوانوونا کرامازووا: اس کی دوسری بیوی

ایوان فیودرووچ کرامازوف (وانیا، وانکا، ونیچکا): اس کا منجھلا بیٹا، دوسری بیوی کے بطن سے

الیکسی فیودرووچ کرامازوف (الیوشا، الیوشینکا، الیوشکا، الیوشچکا، لیوشچکا): اس کا سب سے چھوٹا بیٹا، دوسری بیوی کے بطن سے

پاول فیودرووچ سمردیاکوف: اس کا ناجائز بیٹا اور باورچی

پیوتر الیکساندرووچ مائی اوسف: اس کی پہلی بیوی کا دور پار کا رشتے دار

گریگوری واسیلی وچ کوتوزوف: اس کا گھریلو ملازم

مارفا اگناتیونا کوتوزووا: گریگوری کی بیوی اور فیودر پاولووچ کی ملازمہ

لزاویتا سمردیاشچیا: پاول فیودرووچ سمردیاکوف کی ماں

پیوتر فومچ کالگانوف: پیوتر الیکساندرووچ کا دور پار کا بیس سالہ قرابت دار

ماکسی موف (ماکسی، موشکا): نام نہاد زمیندار

کاترینا ایوانوونا ورخوف تسیوا (کاتیا، کاتکا، کاتینکا): دمتری کی منگیتر

اگرافینا (اگر اپینا) الیکساندرونا سویتلووا (گروشینکا، گروشا، گروشکا): دمتری کی معشوقہ

ماترینا: گروشینکا کی باورچن

فینیا: ماترینا کی پوتی یا نواسی، گروشینکا کی ملازمہ

کاترینا اوسی پوونا خوخلاکووا: کسی جاگیردار کی نوجوان بیوہ اور کاترینا ایوانوونا ورخوف تسیوا کی دوست

لیزہ: اس کی بیٹی اور ایک وقت پر الیوشا کی منگیتر

ہرزن ستوب: جرمن نژاد ڈاکٹر جو روس میں آباد ہو چکا ہے

ستارتس زوسیما: معجزاتی روحانی شخصیت

فادر پائیسی: پادری/راہب

فادر فیراپون: نیم پاگل تارک الدنیا

میخائل (میشا) اوسی پووچ رکیتن (رکتکا، رکتکوشکا): مذہبی مدرسے کا دنیادار اور جاہ طلب طالب علم

نکولائی الیچ سنگریوف: سٹاف کیپٹن

الیانکولائیوچ سنگریوف (الیوشا، الیوشچکا): اس کا بیٹا

اریناپیتروونا سنگریووا: اس کی معذور بیوی

وارو انکولائونا (نکولانا) سنگریووا: اس کی بڑی بیٹی، ماسکو یونیورسٹی کی طالبہ

نینا نکولائونا سنگریووا: اس کی چھوٹی اور معذور بیٹی

الیج پیوتر پرخوتن: سرکاری ملازم، گواہ استغاثہ

کولیا کراسوتکن: سکول کا طالب علم

میخائل مکاروویچ (مکاریچ) مکاروف: چیف آف پولیس

ایپولٹ کیریلوویچ: وکیل استغاثہ

نکولائی پارفینوویچ: تحقیقاتی مجسٹریٹ

ماوری ماورکیوچ (ماوریکچ): ضلعی پولیس آفیسر

فتیوکوویچ: وکیل صفائی

موسیالوویچ: گروشینکا کا "اولین اور غیر متنازعہ" عاشق

تریفون بوریسوویچ (بوریسچ): ہوٹل کا مالک، گواہ استغاثہ

مقامات

— سکوتوپریگونیفسک
— مکرالی
— چرماشنیا

اوقات نامہ

کرامازوف برادران

دستوئیفسکی کے "کرامازوف برادران" کے باب پنجم کے نوٹس کا عکس

БРАТЬЯ
КАРАМАЗОВЫ
РОМАНЪ
Томъ I
Части I и II

1881ء کے روسی ایڈیشن کا عکس

БРАТЬЯ КАРАМАЗОВЫ
РОМАНЪ
ОТЪ АВТОРА.

پہلی اشاعت کے صفحۂ اول کا عکس

مصنف کی جانب سے

اب جب کہ میں نے اپنے ہیرو الیکسی فیودرووچ کرامازوف کی داستانِ حیات کو قلم بند کرنا شروع کر دیا ہے، مجھے قدرے الجھن ہونے لگی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے: اگرچہ میں الیکسی فیودرووچ کو اپنا ہیرو کہتا ہوں، میں خوب اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ کسی لحاظ سے بھی کوئی عظیم آدمی نہیں اور میں پیشگی بھانپ سکتا ہوں کہ اس قسم کے سوال لازماً اٹھائے جائیں گے: اس الیکسی فیودرووچ میں خاص بات کیا ہے کہ تم نے اسے ہیرو کے طور پر منتخب کر لیا؟ اس نے صحیح صحیح کیا کیا ہے؟ اسے جانتا کون ہے اور کس سلسلے میں؟ آخر میں، یعنی قاری، اس کی داستانِ حیات کا مطالعہ کرنے پر اپنا وقت کیوں صرف کروں؟

یہ آخری سوال اہم ترین ہے اور میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں: غالباً ناول کے اختتام پر آپ کو خود ہی معلوم ہو جائے گا۔ لیکن اگر میرے قارئین سارا ناول پڑھ ڈالیں اور انہیں معلوم نہ ہو سکے، اگر وہ مجھ سے متفق نہ ہو سکیں کہ میرے الیکسی فیودرووچ میں خاص بات ہے، پھر؟ میں یہ اس لیے کہہ رہا ہوں کیونکہ مجھے اس بات کا پیشگی اندازہ ہو رہا ہے اور اس پر مجھے افسوس ہے۔ میرے لیے وہ خاص اور قابلِ توجہ ہے۔ لیکن کیا میں اپنے قارئین کو اپنا ہم نوا بنا سکوں گا، اس کے متعلق میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ایک لحاظ سے وہ مردِ عمل تو ضرور ہے لیکن دوسری طرف اس کی شخصیت واضح خدوخال سے محروم ہے اور اس کا مقصد غیر واضح ہے۔ تاہم جس قسم کے عہد میں ہم رہتے ہیں، اس میں یہ توقع رکھنا کہ اس کا اندر باہر عیاں ہو گا، عجیب معلوم ہو گا۔ لیکن ایک بات شک و شبے سے بالا ہے: وہ عجیب بلکہ نرالا شخص ہے لیکن غرابت اور نرالے پن کے لیے توجہ حاصل کرنا تو دور کی بات ہے، وہ تو الٹا باعثِ ضرر ثابت ہوتے ہیں، خاص طور پر ایک ایسے زمانے میں جب ہر شخص ان مل، بے جوڑ اور متفاوت اشیاء میں یک جائی پیدا کرنے اور ہماری آفاقی بے نظمی میں کچھ

نظم ڈھونڈنے کی جدوجہد میں مصروف ہو اور میرا خیال ہے کہ آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ اکثر صورتوں میں نرالا شخص انفرادیت کا مالک اور دوسروں سے الگ ہوتا ہے۔

تاہم اگر آپ کو اس آخری نکتے پر مجھ سے اتفاق نہ ہو اور آپ جواب دیں، "نہیں، ایسا نہیں ہوتا،" یا "ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا" تو پھر شاید اپنے ہیرو کی معنویت کے بارے میں میرا حوصلہ بڑھ جائے۔ چونکہ نرالا شخص "ہمیشہ ہی" دوسروں سے الگ اور جدا نہیں ہوتا بلکہ اس کے برعکس بعض اوقات ہوتا یہ ہے کہ عین ممکن یہی وہ شخص ہوتا ہے جو اپنے عہد کے جوہر کا نمائندہ بن جاتا ہے جب کہ اس کی نسل کے دوسرے لوگ، اس کی وجہ کچھ ہی کیوں نہ ہو، بے مقصد طور پر زمانے کی رو میں بہہ جاتے ہیں۔

میں ان مبہم اور اکتا دینے والی وضاحتوں میں نہ پڑتا بلکہ کسی تمہید کے بغیر سیدھا اپنی کہانی بیان کرنے لگتا — اگر قارئین کو پسند آئی تو وہ اسے پڑھ ڈالیں گے — لیکن مصیبت یہ ہے کہ میرے پاس داستان حیات تو صرف ایک ہے اور ناول دو (2)۔ اور حقیقتاً یہ دوسرا ناول ہی اصل ناول ہے اور اس میں موجودہ زمانے تک میرے ہیرو کے حالات وکوائف اور افعال کا بیان ہوگا۔ لیکن پہلے ناول میں جو کچھ دکھایا گیا ہے، وہ آج سے تیرہ سال پہلے وقوع پذیر ہوا تھا اور اسے ناول تو کہا بھی نہیں جا سکتا کیونکہ اس میں میرے ہیرو کی ابتدائی زندگی کا صرف ایک واقعہ پیش کیا گیا ہے۔ میں اس پہلے ناول سے دستبردار بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے بغیر دوسرا ناول ناقابل فہم ہو جائے گا۔ اس سے میری ابتدائی مشکل اور بھی پیچیدہ ہو گئی ہے کیونکہ اگر مجھے، سوانح نگار کو، اس قسم کے مسکین طبع اور واضح شخصیت سے محروم ہیرو کے لیے ایک ناول ہی بے جواز معلوم ہوتا ہے، پھر اگر میں امکانی طور پر اس کے بارے میں دو ناول لکھنے بیٹھ گیا تو میں اپنی جسارت کو کس طرح حق بجانب ثابت کر سکوں گا؟

چونکہ مجھے ان سوالوں کے جواب نہیں سوجھ رہے، میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں انہیں سلجھائے بغیر ہی چھوڑ دوں گا۔ یقیناً عقل مند اور زیرک قاری کو بہت دیر پہلے ہی یہ بات معلوم ہو چکی ہوگی کہ میں بالکل ابتدا ہی سے یہی ارادہ کیے ہوئے تھا۔ چنانچہ اسے مجھ پر جھنجھلاہٹ ہو رہی ہوگی کہ میں اس کا قیمتی وقت اتنی زیادہ غیر متعلق باتوں پر کیوں ضائع کر رہا ہوں۔ اس کا جواب میں بالکل صحیح صحیح دے سکتا ہوں: میں نے یہ قیمتی وقت محض دو چیزوں کی خاطر ضائع کیا ہے، اول، شائستگی کا تقاضا یہی تھا، دوسرے مجھے ثابت کرنا تھا کہ میں بہت ہوشیار اور کائیاں آدمی ہوں — چنانچہ قاری کم از کم یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ اس شخص نے تو ہمیں خبردار کرنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی تھی! بہرحال مجھے اس بات پر خوشی ہے کہ میرا ناول خود بخود دو کہانیوں میں منقسم ہو گیا

ہے۔ "جب کہ کل کی بنیادی وحدت بھی برقرار رہی ہے"۔ پہلی کہانی سے متعارف ہونے کے بعد قاری خود یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ دوسری کہانی اس قابل ہے کہ اسے پڑھا جائے۔ بہرحال کسی بھی شخص کو مجبور نہیں کیا جا سکتا، وہ چاہے تو پہلی کہانی کے پہلے دو صفحات پڑھنے کے بعد کتاب بند کر سکتا ہے اور اسے کبھی دوبارہ نہ کھولنے کا عہد کر سکتا ہے۔ لیکن ایسے قارئین بھی تو ہیں جو اتنے باضمیر اور دیانت دار ہیں کہ وہ لازب مین انجام تک پڑھنا چاہیں گے تاکہ غیر جانبدار فیصلے تک پہنچنے میں ان سے کسی غلطی کا احتمال نہ رہے: مثال کے طور پر ہمارے تمام روسی نقاد اسی زمرے میں آتے ہیں۔ چنانچہ جہاں تک ان باریک بین اور باضمیر قارئین کا تعلق ہے، مجھے کوئی چنتا نہیں ہو رہی کیونکہ میں نے انہیں معقول اور جائز عذر پیش کر دیا ہے کہ اگر وہ چاہیں تو وہ ناول کے پہلے ہی باب کے بعد اس کا مزید پڑھنا ترک کر سکتے ہیں۔ چنانچہ دیباچہ ختم ہوا۔ مجھے آپ سے پورا اتفاق ہے کہ یہ بالکل بے ضرورت اور فالتو ہے لیکن چونکہ یہ تحریر کیا جا چکا ہے، اسے یوں کا توں ہی رہنے دیں۔

اور اب ہم اصل چیز کی طرف چلتے ہیں۔

کرامازوف برادران

حصہ اوّل

پہلی کتاب

ایک خاندان کی کہانی

1
فیودر[a] پاولووِچ کرامازوف

الیکسی (a) فیودرووچ کرامازوف ہمارے ضلع کے جاگیردار فیودر پاولووچ کرامازوف کا تیسرا بیٹا تھا۔ آج سے تیرہ سال قبل جن پُر تشدد اور پُر اسرار حالات میں فیودر پاولووچ کرامازوف کی موت واقع ہوئی تھی (میں ان حالات کا ذکر مناسب مقام پر کروں گا)، ان کی وجہ سے اس کے اپنے زمانے میں اس کے نام کا ڈنکا دور دور تک بجا تھا۔ (اور اس علاقے کے لوگوں کو آج بھی سب کچھ یاد ہے۔) فی الحال میں اس جاگیردار کے (جیسا کہ ہم اسے کہا کرتے تھے حالانکہ اس نے پوری زندگی کے دوران میں شاید ہی کبھی اپنی جاگیر پر قیام کیا ہوگا) بارے میں صرف اتنا کہوں گا کہ وہ اپنی قسم کا نیارا آدمی تھا، ویسے اس طرح کے لوگ اتنے بھی خال خال نہیں، وہ نہ صرف نکما اور ہوس کار تھا بلکہ پراگندہ ذہن بھی تھا، تاہم اس کا شمار ان لوگوں میں کیا جاسکتا ہے جن کی ذہنی پراگندگی انہیں اپنے کاروباری امور احسن طریقے سے سرانجام دینے سے نہیں روکتی بلکہ یوں کہیں وہ

دیوانہ بکار خویش ہوشیار تھا۔ مثلاً جب فیودر پاولووچ نے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا، اس کے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی۔ وہ زمیندار ضرور تھا لیکن بہت ہی چھوٹا۔ وہ ادھر اُدھر گھومتا پھرتا رہتا تھا، مانگے تانگے کی روٹیوں پر گزارہ کرتا تھا، اپنے طفیلی ہونے پر مطمئن تھا لیکن جب اس کی موت واقع ہوئی، وہ پورے ایک لاکھ نقد روبل (5) کا مالک تھا۔ تاہم ہمارے ضلع میں اس کی تاحیات یہی شہرت رہی: سالا پاگل ہے، ایسا پاگل ڈھونڈے سے نہیں ملے گا۔ مجھے ایک بار پھر دُہرانے کی اجازت دیں: یہ کوڑھ مغزی کا معاملہ نہیں ـــــ اس قسم کے دیوانے خاصے تیز طرار اور عیار ہوتے ہیں ـــــ جہاں تک ان کی پراگندگیٔ ذہن کا تعلق ہے، وہ خاص نوعیت کی تھی اور صرف روسیوں کو ودیعت ہوئی ہے۔

اس کی دو مرتبہ شادی ہوئی تھی اور اس کے تین بیٹے تھے۔ سب سے بڑا دمتری (6) فیودروِوچ پہلی بیوی کے بطن سے تھا جب کہ دوسرے دونوں ایوان (7) اور الیکسی دوسری کی اولاد تھے۔ فیودر پاولووچ کی پہلی بیوی کا تعلق نسبتاً خوشحال اور معروف گھرانے سے تھا۔ یہ لوگ ہمارے ضلع کے بڑے جاگیرداروں میں شامل تھے۔ یہ ٹھیک ٹھیک کیونکر ہوا کہ ایک نوجوان دوشیزہ نے، جس نے اچھا خاصا جہیز تو لانا ہی تھا، جو حسب توقع حسین بھی تھی اور اس کے ساتھ ہی ذہین، ہوشیار اور حاضر جواب بھی (اس قسم کی دوشیزائیں ہماری نسل میں بکثرت مل جاتی ہیں اگرچہ پچھلی نسل میں بھی ان کی قلت نہیں تھی)، اس قسم کے ''گاؤدی'' شخص سے، جیسا کہ ہر کہ و مہ اسے کہتا تھا، بیاہ رچا لیا، میں اس کی لمبی چوڑی وضاحت نہیں کروں گا۔ خیر چھوڑیں، اس قصے کو۔ کوئی زیادہ عرصہ نہیں گزرا میں گزشتہ ''رومانی نسل'' کی ایک نوجوان خاتون سے واقف تھا، وہ کئی سال تک پُراسرار انداز سے ایک خاص اشراف زادے سے محبت کرتی رہی۔ وہ اگر چاہتی تو بڑی آسانی سے اس کے ساتھ شادی کر سکتی تھی اور اس سلسلے میں اسے معمولی سی مشکل بھی پیش نہ آتی۔ لیکن ہوا کیا؟ اس نے ایک روز اچانک اس سے تمام تعلقات منقطع کر لیے اور اپنے اس اقدام کے جواز میں بے شمار ایسی رکاوٹیں اور مشکلیں تراش لیں جن پر قابو پانا بقول اس کے، اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ پھر ایک طوفانی رات اس نے خطرناک حد تک اونچی اور عمودی چٹان سے خاصے گہرے اور تیز رفتار دریا میں چھلانگ لگا دی اور یوں اپنی تلوّن مزاجی کے باعث محض اس لیے اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھی کیونکہ اس نے ولیم شیکسپیئر کی اوفیلیا (8) کی نقل اتارنے کی کوشش کی تھی حالانکہ جس چٹان کو اس نے منتخب کیا تھا اور جس کی طرف وہ کشاں کشاں چلی گئی تھی، اگر وہ نسبتاً اتنی خوش منظر نہ ہوتی یا اس کی جگہ دریا کا کنارہ غیر دلکش انداز سے چوڑا چپٹا ہوتا تو خودکشی کی شاید نوبت ہی نہ آتی۔ یہ سچی کہانی ہے اور یہ فرض کر لینا قرین انصاف ہوگا کہ روس میں گزشتہ دو تین نسلوں کے دوران میں اس قسم کے

واقعات اچھی خاصی تعداد میں پیش آئے ہوں گے۔

بعینہ ایدیلیدا ایوانوونا مائی اسوا نے جو حرکت کی تھی، اُسے لاریب غیر ملکی اثرات کی گونج بھی قرار دیا جا سکتا ہے اور (رسوم و قیود کے خلاف) مقید روح کی بغاوت بھی (9)۔ شاید وہ اپنی نسوانی آزادی کا اِدعا کرنے، اپنے زمانے کی روایات کو پامال کرنے، اپنے عزیز و اقارب کے جور و جبر کے خلاف علم بلند کرنے چلی تھی اور ہم یہ فرض کر لیتے ہیں کہ اس کے زرخیز دماغ نے اسے یقین دلا دیا تھا کہ فیودر پاولووچ اپنی اس شہرت کے علی الرغم کہ کام کا نہ کاج کا، دشمن اناج کا، روشن خیالی کے دور سے قبل کے تمیز پذیر زمانے کا جری ترین اور زیرک ترین شخص ہے جب کہ حقیقتاً وہ محض مسخرہ تھا اور مسخرہ بھی اس قسم کا جسے دیکھتے ہی آدمی کو گھن آ جائے، اس کے علاوہ وہ کچھ بھی نہیں تھا اور یہ سارا معاملہ چٹ پٹا اس لیے ہو گیا کیونکہ اس کا انجام فرار پر ہوا تھا اور وہ فرار اس لیے ہوئے تھے کیونکہ فیودر پاولووچ ایدیلیدا ایوانوونا کے دل کو بھا گیا تھا۔ جہاں تک فیودر پاولووچ کا اپنا تعلق ہے، اسے اس زمانے میں اس قسم کی مہم جوئی سے قطعاً کوئی عار نہیں تھا کیونکہ معاشرے میں اس کا ناکافی مقام اسے ہر اس کام کی ترغیب دے سکتا تھا جس سے اس کا درجہ بلند ہو سکتا۔ ذرائع صحیح ہیں یا غلط، اس سے اسے کوئی غرض نہیں تھی۔ اگر اسے کسی اچھے گھرانے میں گھسنے اور لمبے چوڑے جہیز پر ہاتھ صاف کرنے کا موقع میسر آتا ہے، تو اسے اس سے پورا فائدہ اٹھانا چاہیے اور کسی دوسری چیز کو خاطر میں نہیں لانا چاہیے۔ جہاں تک باہمی الفت کا تعلق ہے، اس کا وجود، عدم وجود برابر تھا۔ یہ نہ تو دلہن کے دل میں تھی اور نہ ایدیلیدا ایوانوونا کے حسن کے باوجود اس کے دولہا کے دل میں۔ معلوم ہوتا ہے کہ فیودر پاولووچ کی زندگی میں یہ صورت حال فقید المثال تھی۔ وہ اپنی ساری زندگی اپنی نفسانی خواہشات کا بندہ بنا رہا۔ اگر کوئی خاتون اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ لیتی، تو وہ اسے کافی حوصلہ افزائی سمجھ لیتا اور اس کا پیچھا کرنے کے لیے تیار ہو جاتا۔ تاہم اس کی بیوی واحد عورت تھی جو اس کے دل میں کسی بھی قسم کا (جنسی) جذبہ ابھارنے میں قطعاً ناکام رہی۔

جونہی ایدیلیدا ایوانوونا اس کے ساتھ فرار ہوئی، اسے احساس ہو گیا کہ وہ اپنے شوہر سے مطلقاً نفرت کرتی ہے۔ چنانچہ ان کی شادی کے نتائج بہت جلد ظاہر ہونے لگے۔ اگرچہ بھگوڑی کے گھر والوں نے صورت حال کو بعجلت تسلیم کر لیا اور جائیداد میں اس کا حصہ بھی اسے دے دیا، نو بیاہتا جوڑے نے جس زندگی کا آغاز کیا، وہ کامل عدم اتفاق پر مبنی تھی اور ان میں مسلسل تو تو میں میں ہونے لگی۔ کہا جاتا ہے کہ اس عرصے کے دوران میں فیودر پاولووچ کی نسبت، جس نے، جیسا کہ اب ہمیں معلوم ہے، دلہن کے پچیس ہزار روبل موصول ہوتے ہی اپنی جیب میں ڈال لیے تھے اور یوں اس بے چاری کے لیے یہ رقم اسی طرح غائب ہو گئی جیسے گدھے کے سر سے سینگ، اس کی

نوجوان بیوی نے اس سے کہیں زیادہ باوقار طرز عمل اور راست بازی کا مظاہرہ کیا۔ اسے جہیز میں دیگر چیزوں اور نقد رقم کے علاوہ ایک چھوٹے سے گاؤں کی پوری اراضی اور شہر میں ایک عالی شان مکان بھی ملا تھا، اس کے شوہر نے بارہا سرتوڑ کوشش کی کہ ان دونوں چیزوں کی ملکیت کسی طرح اپنے نام منتقل کرا لے اور وہ شاید اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہو جاتا کیونکہ وہ مسلسل جس ڈھٹائی اور بے شرمی سے اپنی بیوی کی منت سماجت اور چاپلوسی کرتا رہتا، اس پر وہ اتنا پیچ و تاب کھاتی رہتی اور اس کے روم روم میں اس کے خلاف اتنی نفرت اور حقارت بھرتی رہتی کہ وہ محض اپنی جان چھڑانے اور پُرسکون زندگی بسر کرنے کی خاطر اس کا کہا مان جاتی لیکن خوش قسمتی سے اس کے خاندان کو خبر ہو گئی اور ان کی مداخلت پر وہ پست فطرت شخص اپنے مذموم مقاصد سے باز آ گیا۔ یہ کہ میاں بیوی کے مابین محض لفظی تکرار ہی نہیں ہوتی تھی بلکہ نوبت ہاتھا پائی تک بھی پہنچ جاتی تھی، اس کے بارے میں مضبوط شہادتیں موجود ہیں۔ تاہم سننے میں آیا ہے اور ویسے یہ بات ہے عجیب کہ گھونسے فیودر پاولووچ نہیں بلکہ ایڈیلیڈا ایوانوونا رسید کیا کرتی تھی جو سانولی رنگت کی آتشیں مزاج، جرأت مند اور غیر معمولی جسمانی قوت کی مالک تھی۔ آخر ایک روز وہ پادریوں کی تربیتی درس گاہ کے ایک عملاً کنگال طالب علم کے ساتھ فرار ہو گئی اور اپنے تین سالہ بیٹے میتیا کی ذمے داری اس کے باپ پر ڈال گئی۔ بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا، فیودر پاولووچ کے من کی مراد پوری ہوئی۔ اسے کھلی چھٹی مل گئی اور اس نے اپنے گھر کو حرم سرا بنانے میں کوئی دیری نہ دکھائی۔ وہ جی بھر کر شراب نوشی کرتا اور دوسرے مردوں اور عورتوں کے ساتھ مل کر خوب خرمستیاں کرتا۔ بیچ بیچ میں وہ علاقے کے مختلف مقامات کے دوروں پر نکل جاتا اور روتے بلکتے ہر ایرے غیرے سے شکوے شکایتیں کرتا رہتا، "دیکھو، ایڈیلیڈا ایوانوونا مجھے چھوڑ گئی ہے۔" اور وہ اپنی عائلی زندگی کی ایسی ایسی تفصیلات بے نقاب کرتا رہتا جو کسی بھی خاوند کو نہیں کرنا چاہئیں۔ سب سے مزے کی بات تو یہ ہے کہ جب وہ ایک ایسے خاوند کا، جس کی بیوی کسی دوسرے کے ساتھ بھاگ گئی تھی، مضحکہ خیز کردار ادا کر رہا ہوتا، کچھ یوں نظر آتا جیسے وہ خود بھی اپنی اس کارکردگی سے محظوظ ہو رہا ہو بلکہ اپنے لیے ایک قسم کی عزت افزائی بھی سمجھ رہا ہو۔ اسے جس بات کا شکوہ تھا، اسے جب بھی اس کی جزئیات بڑھا چڑھا کر پیش کرنے اور نمک مرچ لگا کر بیان کرنے کا موقع ملتا، وہ اس سے خوب لطف اٹھاتا۔ "اخاہ، فیودر پاولووچ!" لوگ اسے چھیڑتے، "اپنے شکووں شکایتوں کے باوجود تم بہت خوش نظر آ رہے ہو۔ معلوم ہوتا ہے تمہیں کوئی تمغہ مل گیا ہے۔" بہت سے تو یہاں تک کہہ دیتے: "اسے مسخرے کا جو نیا نیا رول ملا ہے، اس پر وہ بہت مسرور دکھائی دیتا ہے اور اپنے اس رول میں مزید رنگ بھرنے اور نکھارنے کے لیے یوں بن جاتا ہے جیسے اسے معلوم ہی نہ ہو کہ اس کی صورت حال کتنی مضحکہ خیز

ہے۔ پھر بھی کون جانتا ہے، ممکن ہے وہ واقعی سادہ لوح ہی ہو۔" بالآخر وہ ایک روز اپنی بھگوڑی بیوی کا اتا پتا معلوم کرنے میں کامیاب ہو ہی گیا۔ راز یہ کھلا کہ بے چاری قسمت کی ماری اپنے طالب علم کے ساتھ سینٹ پیٹرز برگ چلی گئی ہے۔ وہاں وہ بالکل ہی مادر پدر آزاد ہو گئی تھی۔ فیودر پاولووچ ادھر ادھر بھاگ دوڑ کرنے اور سینٹ پیٹرز برگ جانے کی تیاریاں کرنے لگا — لیکن کس مقصد کے لیے، اس کا اسے ذرا بھی اندازہ نہیں تھا۔ وہ شاید چلا ہی جاتا لیکن جونہی اس نے روانگی کا عزم باندھا، اسے فوراً خیال آیا کہ سفر بھی بخیر و خوبی کٹ سکتا ہے اگر وہ جانے سے پہلے خوب ڈٹ کر مے نوشی کرے۔ اسی دوران میں اس کے سسرال والوں کو اطلاع ملی کہ اس کی بیوی سینٹ پیٹرز برگ میں انتقال کر گئی ہے۔ اس کی موت کسی اجڑے چوبارے میں اچانک واقع ہوئی تھی۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ اس کا سبب ٹائفس (Typhus) ہے اور بعض اسے سیدھی سادی فاقہ کشی قرار دے رہے تھے۔ فیودر پاولووچ کو جب اپنی بیوی کے انتقال کی خبر ملی، وہ نشے میں دھت تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اسی عالم میں وہ باہر گلی میں بھاگ گیا اور آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے پُرمسرت اور بلند آواز میں پکارنے لگا "اے مالک، اب تو اپنے خادم کو (اپنے قول کے موافق) سلامتی سے رخصت کرتا ہے"(10)۔ تاہم بعض دوسرے لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ وہ اس موقع پر بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہا اور کانپ رہا تھا، اگرچہ عام طور پر اسے دیکھ کر طبیعت منغض ہونے لگتی تھی لیکن اس وقت اس کی حالت اتنی غیر تھی کہ آدمی کو خواہ مخواہ اس پر ترس آنے لگتا۔ عین ممکن ہے کہ یہ دونوں ہی بیان درست ہوں — یعنی وہ اپنے چھٹکارے پر خوش ہوا ہو اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اس عورت کے لیے آنسو بہا رہا ہو جس نے اسے چھٹکارا دلایا تھا۔ اکثر صورتوں میں لوگ، فاسق و فاجر لوگ بھی، اس سے کہیں زیادہ سادہ دل اور بھولے بھالے ہوتے ہیں جتنا کہ عام طور پر انہیں سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ بات دوسروں کی طرح آپ پر اور مجھ پر بھی اتنی ہی صادق آتی ہے۔

2

بڑے بیٹے کی بے دخلی

اس طرح کا شخص کس قسم کا باپ ثابت ہوگا اور وہ اپنی اولاد کو کس قسم کی تربیت دے گا، اس کا بس ذہن میں ہی تصور باندھا جا سکتا ہے۔ باپ کی حیثیت سے اس کا رویہ عین مین وہی تھا جس کی

توقع کی جا سکتی ہے ـــــ یعنی اس نے ایڈیلیڈا ایوانوونا کے بطن سے جنم لینے والے اپنے اس بیٹے کو کاملاً نظر انداز کر دیا، اس لیے نہیں کہ اسے اپنے بیٹے سے کوئی بغض تھا یا اپنی سابقہ رفیقہ حیات کے خلاف اس کے دل میں کوئی عناد تھا بلکہ اس کی وجہ محض یہ تھی کہ اسے یاد ہی نہ رہا کہ اس کا کوئی بیٹا بھی ہے۔ جب اس نے اپنے آنسوؤں اور شکایتوں سے برابر سے فیرے کی ناک میں دم کر رکھا تھا اور اپنے گھر کو ہر نوعیت کی سیاہ کاریوں اور معیوب حرکات کا اڈا بنا رکھا تھا، وفادار گھریلو ملازم گریگوری نے تین سالہ میتیا کو اپنی نگرانی میں لے لیا ورنہ بچہ کبھی اپنی قمیص بھی تبدیل نہ کر پاتا۔ مزید برآں ابتدا میں کچھ یوں معلوم ہوتا تھا کہ میتیا کے ننھیالی رشتے دار بھی اسے فراموش کر چکے ہیں۔ اس کا نانا اور ایڈیلیڈا ایوانوونا کا باپ یعنی بزرگ مائی اوسف راہی ملک عدم ہو چکا تھا۔ اس کی بیوہ یعنی میتیا کی نانی ماسکو چلی گئی تھی جہاں وہ بستر سے لگ گئی تھی اور رہیں ایڈیلیڈا کی بہنیں، وہ سب شادی شدہ تھیں ـــــ چنانچہ میتیا سال کا بیشتر وقت گریگوری کی معیت میں گزارتا اور گھن کے پار اس کے کوارٹر میں رہتا تھا۔ تاہم اگر وہ اپنے باپ کو کبھی یاد آتا بھی (ویسے یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ وہ اس کے وجود سے بالکل ہی لاعلم ہوگا)، وہ اسے اپنے گھر سے نکال کر گریگوری کے کوارٹر میں بھیج دیتا تاکہ وہ اس کی عیاشیوں اور ترمستیوں میں رکاوٹ نہ بن سکے۔ تقریباً انہی ایام میں ایک واقعہ پیش آیا۔ ہوا یہ کہ مرحومہ ایڈیلیڈا ایوانوونا کا چچا زاد بھائی پیوتر الیکساندروو چ مائی اوسف پیرس سے واپس آیا۔ اس کے بعد وہ دوبارہ کئی سال غیر ممالک میں مقیم رہا لیکن اس زمانے میں وہ ابھی بالکل ہی نوخیز شخص تھا۔ وہ مائی اوسفوں سے اس لیے مختلف تھا کیونکہ وہ تعلیم یافتہ تھا، فیشن اور کلچر کی باریکیاں جانتا تھا، مختلف ممالک میں جا چکا، بھانت بھانت کے لوگوں سے مل چکا اور ان کی تہذیب و تمدن سے آگاہ ہو چکا تھا، یوں وہ تنگ نظر نہیں رہا تھا بلکہ وسیع المشرب بن چکا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تا حیات سچا یورپی رہا۔ اس کا نقطہ نظر 1840 اور 1850 کی دہائیوں کے لبرل لوگوں جیسا تھا۔ اپنی زندگی کے دوران میں اس کے اپنے عہد کے انتہائی لبرل اشخاص کے ساتھ، جن میں روسی اور غیر ملکی دونوں شامل تھے، تعلقات رہے۔ وہ پرودھان (11) اور باکونن (12) کو ذاتی طور پر جانتا تھا۔ گھاٹ گھاٹ کا پانی پینے کے بعد وہ وطن واپس آیا تو وہ فروری 1848 کے انقلاب پیرس (13) کے تین ایام کا ذکر بڑے ذوق و شوق سے کرنے لگا اور اشاروں کنایوں میں جتلاتا رہتا کہ لوگوں نے جب سڑکوں پر عارضی رکاوٹیں کھڑی کی تھیں، تب وہ خود بھی وہاں موجود تھا۔ اپنے عنفوان شباب کی جو یادیں اس کے ذہن میں محفوظ تھیں، یہ ان میں عزیز ترین تھیں۔ وہ مالی طور پر خودمختار حیثیت کا مالک تھا اور اس کی یہ حیثیت ایک جاگیر کی مرہون منت تھی جس پر پرانے حساب کے مطابق ایک ہزار زرعی غلام (14) کام کرتے تھے۔ اس کی یہ پرشکوہ جاگیر ہمارے قصبے کے

بالکل قریب واقع تھی اور اس کی حدیں ہماری مشہور خانقاہ کی زمینوں سے آملتی تھیں۔ اس خانقاہ کے ساتھ پیوتر الیکساندروو چ کا ایک ایسا مقدمہ چل رہا تھا جو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ اس کا آغاز تب ہوا تھا جب پیوتر الیکساندروو چ نے ابھی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تھا اور اس کا تعلق دریا سے مچھلیاں پکڑنے یا عمارتی لکڑی کے حصول کے لیے درخت کاٹنے کے حقوق سے تھا ـــــ مجھے اچھی طرح صحیح یاد نہیں کہ دونوں میں سے کون سی بات درست ہے ـــــ بہرحال وہ "پادریوں" اور "راہبوں" کے خلاف قانونی کارروائی کرنا اپنی مدنی بلکہ روشن خیال ذمے داری گردانتا تھا۔ جب اس نے وہ سب کچھ جو ایڈیلیڈا ایوانوونا کے ساتھ بیتا تھا جو وہ اسے بہرحال یاد تھی اور جس کے ساتھ ایک مرتبہ اس کی ملاقات بھی ہوئی تھی، اور اسے میتیا کی حالت زار کے متعلق معلوم ہوا تو اس نے مؤخر الذکر کی جانب سے معاملے میں دخل اندازی کرنے کا فیصلہ کر لیا حالانکہ وہ فیودر پاولووچ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتا تھا کیونکہ وہ اسے گھٹیا شخص تصور کرتا تھا اور اس کے خلاف بالکل اسی غیظ و غضب کا مظاہرہ کرتا رہتا تھا جو عام طور پر کسی نوجوان کا شیوہ ہوتا ہے۔ یوں زندگی میں وہ پہلی مرتبہ فیودر پاولووچ سے متعارف ہوا۔ ملاقات کے دوران میں ادھر ادھر کی ہانکنے کی بجائے وہ اصل بات فوراً زبان پر لے آیا اور اس نے کوئی لگی لپٹی رکھے بغیر صاف صاف کہہ دیا کہ وہ بچے کی تعلیم و تربیت کی ذمے داری قبول کرنا چاہتا ہے۔ فیودر پاولووچ نے کس قسم کا کردار پایا تھا، کئی سال بعد اس کی وضاحت کے طور پر وہ بطور مثال اکثر یہ واقعہ بیان کیا کرتا: "جب میں نے پہلی مرتبہ میتیا کے بارے میں اس سے بات کی، وہ یوں بیوقوفوں کی طرح میرا منہ تکنے لگا جیسے اسے معلوم ہی نہ ہو کہ میں کس بچے کی بات کر رہا ہوں بلکہ وہ تو یہ سن کر ہی ششدر رہ گیا تھا کہ اس کے اپنے گھر میں بھی کہیں اس کا کوئی بیٹا بھی ہے۔" پیوتر الیکساندروو چ کی اس داستان میں اگر کچھ مبالغہ آرائی بھی پائی جاتی ہو، تو بھی اس میں بعض متعدد باتیں یقیناً ایسی ہیں جنہیں صحیح گردانا جا سکتا ہے۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ اپنی ساری زندگی کے دوران میں فیودر پاولووچ ڈرامے بازیاں کرتا رہا اور ان ڈرامے بازیوں کا اسے شوق بھی تھا۔ وہ آپ کے سامنے بیٹھا ہوتا اور پتا نہیں اچانک اسے کیا سوجھتا کہ وہ کسی ظاہری وجہ کے بغیر کچھ اس طرح کا وتیرہ اختیار کر لیتا جس کا آپ کو گمان تک نہ ہو سکتا اور جو اکثر اوقات اس کے اپنے مفادات کے خلاف ہوتا جیسا کہ اس خاص موقع پر ہوا۔ لیکن اس قسم کا وصف فیودر پاولووچ تک ہی محدود نہیں، یہ ان بے شمار لوگوں کا بھی خاصہ ہوتا ہے جو اس سے کہیں زیادہ ذہین ہیں۔ پیوتر الیکساندروو چ بڑے جوش و خروش سے مسئلے کی پیروی کرتا رہا تا آنکہ وہ فیودر پاولووچ کے ساتھ بچے کا مشترکہ ولی مقرر ہو گیا۔ کیونکہ معاملہ محض بچے کا نہیں تھا بلکہ بچے کی ماں کی املاک ـــــ جن میں قصبے کے مکان اور گاؤں شامل تھے ـــــ کا بھی تھا۔ اور میتیا نے

واقعتاً اپنے اس ماموں کے ہاں رہائش اختیار کر لی اور چونکہ مؤخرالذکر کے اپنے کوئی اہل و عیال نہیں تھے، جونہی اس کے اپنے معاملات سلجھ گئے اور جاگیروں سے آمدنی یقینی ہو گئی، اس نے جھٹ پٹ رخت سفر باندھا اور ایک اور طویل عرصہ بیرون ملک گزارنے کے لیے عازم پیرس ہو گیا لیکن روانگی سے پہلے وہ بچے کو اپنی ایک دور پار کی پھوپھی کی تحویل میں دے گیا جو ماسکو میں تنہا رہتی تھی۔ پھر ہوا یوں کہ جب وہ مستقل طور پر پیرس میں آباد ہو گیا، بچہ اس کے ذہن سے بھی نکل گیا، خاص طور پر اس کا باعث فروری (1848) کا انقلاب بنا تھا جو اس کے تخیل میں اس طرح رچ بس گیا تھا کہ اس کی یادیں ساری عمر اس کے قلب و دماغ میں سمائی رہیں۔ پھر ماسکو والی بڑھیا انتقال کر گئی اور میتیا اس کی ایک شادی شدہ بیٹی کی سپرداری میں آ گیا۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ میتیا نے چوتھی مرتبہ گھر بدلا تھا لیکن فی الحال میں اس بارے میں تفصیل سے گفتگو نہیں کروں گا۔ خاص طور پر اس لیے کیونکہ مجھے بعد ازاں فیودر پاولووچ کے اس بڑے بیٹے کے متعلق بہت کچھ بیان کرنا ہے — لیکن سردست میں اپنے آپ کو نہایت ضروری معلومات تک محدود رکھوں گا جن کے بغیر میں اپنے ناول کا آغاز تک نہیں کر سکتا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ دمتری فیودرووچ فیودر پاولووچ کے تین بیٹوں میں سے واحد بیٹا تھا جو اس یقین کو بڑھاوا دیتے جوان ہوا تھا کہ جب وہ بالغ ہو جائے گا اسے وراثت میں ایک عدد جاگیر مل جائے گی اور یوں وہ مالی طور پر کسی کا دست نگر نہیں رہے گا۔ اس کا لڑکپن اور اوائل شباب کا زمانہ کسی نظم و ضبط کے بغیر گزرا اور اس نے اپنی تعلیم مکمل کیے بغیر ہی سکول چھوڑ دیا۔ وہ ایک عسکری کالج میں داخل ہو گیا، کاکیشیا میں فوجی خدمات سرانجام دیتا رہا، پھر اس کی ترقی ہو گئی، اس نے ڈوئیل لڑی جس پر اس کی تنزلی ہو گئی، تاہم کچھ عرصے بعد وہ دوبارہ اپنے عہدے پر بحال ہو گیا۔ وہ شراب، شباب اور سنگیت کا رسیا بن گیا، ان سرگرمیوں پر پانی کی طرح روپیہ بہاتا رہا اور جب تک قانونی طور پر بالغ نہ ہو گیا، اسے اپنے باپ فیودر پاولووچ سے دھیلا تک موصول نہ ہوا لیکن تب تک اس کا بال بال قرضے میں جکڑ چکا تھا۔ بلوغت حاصل کرنے کے بعد اس کی پہلی مرتبہ اپنے باپ سے ملاقات اور تعارف ہوا، تب وہ اس کے ساتھ اپنی وراثت کا مسئلہ طے کرنے آیا تھا۔ بھی لوگوں کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بھی اسے اپنا باپ پسند نہیں آیا تھا اور وہ چند ہی روز کے قیام کے بعد واپس چلا گیا تھا۔ جب وہ رخصت ہوا اس کی جیب میں بس معمولی سی رقم تھی جو اسے اپنے باپ سے ملی تھی، یا پھر جاگیر سے آئندہ موصول ہونے والی آمدنی کے متعلق ایک قسم کا معاہدہ تھا لیکن وہ اس موقع پر (اور یہ بڑی اہم بات ہے) جاگیر کی مالیت یا آمدنی کے متعلق اپنے باپ کے منہ سے ایک لفظ بھی اگلوانے میں ناکام رہا۔ بالکل ابتدا ہی سے (اور یہ بات یاد رکھنے کے

قابل ہے) فیودر پاولووچ سمجھ گیا تھا کہ میتیا کے ذہن میں اپنی دولت کے بارے میں مبالغہ آمیز اور غلط تصور جاگزیں ہو چکا ہے۔ باپ بیٹے کے مابین جو کچھ ہوا اس پر فیودر پاولووچ خاصا مطمئن تھا کیونکہ یہ اس کے اپنے منصوبوں کے عین مطابق تھا۔ اس نے محض یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اس کا بیٹا ناعاقبت اندیش، لاابالی، سنجیدگی سے عاری، سرکش مزاج، بے صبرا اور عیاش طبع نوجوان ہے اور یہ کہ اگر اسے وقتاً فوقتاً چھوٹی موٹی رقم پہنچا دی جائے تو وہ فوراً، اگرچہ وقتی طور پر ہی سہی، مطمئن ہو جائے گا۔ چنانچہ فیودر پاولووچ نے اپنے اخذ کردہ نتیجے سے یوں فائدہ اٹھانا شروع کر دیا کہ وہ اسے گاہے بگاہے معمولی رقم بھیج دیتا لیکن کوئی چار سال بعد میتیا کا صبر و تحمل جواب دے گیا اور وہ اپنے باپ کے ساتھ آخری معرکہ آرائی کے لیے ایک بار پھر ہمارے قصبے میں وارد ہو گیا لیکن اسے یہ معلوم کر کے سخت تعجب ہوا کہ اس کے کھاتے میں کچھ باقی نہیں رہا اور یہ کہ اگرچہ صحیح اعداد و شمار حاصل کرنا ناممکن تھا، تاہم فیودر پاولووچ کا دعویٰ تھا کہ اس نے گزشتہ چند سالوں کے دوران میں اپنے بیٹے کو جو رقوم بھیجی تھیں، ان کی میزان میتیا کی وراثتی جائیداد کی مالیت کے برابر تھی بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس کے ذمے اپنے باپ کی کچھ رقم نکل آئے۔ پھر اسے مزید بتایا گیا کہ فلاں فلاں معاہدوں کے تحت جو اس نے ماضی میں فلاں فلاں تاریخوں پر کیے تھے، اس کا کسی اور چیز پر کوئی حق نہیں بنتا۔ نوجوان ہکا بکا رہ گیا۔ اسے شبہ گزرا کہ اس کے ساتھ بے ایمانی اور دھوکا کیا جا رہا ہے۔ اسے طیش آ گیا اور اس کا طرز عمل کچھ اس قسم کا ہو گیا جیسے اس کا دماغ چل گیا ہو۔ یہ تھے وہ حالات جو المناک انجام پر منتج ہوئے۔ یہی حالات اور ان کا انجام، یا زیادہ صحیح طور پر کم از کم اس کے خارجی پہلو، میرے پہلے تعارفی ناول کا موضوع ہو گا۔ لیکن اس ناول کو شروع کرنے سے پہلے مجھے فیودر پاولووچ کے دوسرے دونوں بیٹوں، میتیا کے دونوں بھائیوں کے متعلق کچھ کہنا ہو گا اور یہ بتانا ہو گا کہ ان کی کہانی میں کیا جگہ بنتی ہے۔

3

دوسری شادی، دوسری اولاد

جب فیودر پاولووچ نے چار سالہ میتیا سے پیچھا چھڑا لیا، تو اس کے کچھ ہی عرصہ بعد اس نے دوبارہ شادی کر لی۔ یہ دوسری شادی تقریباً آٹھ سال چلی۔ فیودر پاولووچ کی دوسری بیوی، سوفیا

ایوانوونا بھی بالکل نوخیز دوشیزہ تھی اور وہ اسے کسی دوسرے ضلع سے بیاہ کر لایا تھا جہاں وہ کسی یہودی کی شراکت میں کوئی چھوٹا موٹا کاروباری معاملہ طے کرنے گیا تھا۔ اگرچہ فیودر پاولووچ خرمستیوں اور شراب نوشیوں کا دلدادہ تھا اور اسے ایسی صورت ہائے حالات میں پھنسنے کا بڑا شوق تھا جو آدمی کو خواہ مخواہ کھسیانا کر دیتی ہیں، وہ اپنی گانٹھ کا بڑا پکا تھا۔ وہ جس کاروبار میں اپنا سرمایہ لگاتا تھا اس میں لامحالہ کامیاب رہتا تھا تاہم اس کی کامیابی میں تقریباً ہمیشہ ہی اس کی بے ایمانی کو بڑا دخل حاصل ہوتا تھا۔ سوفیا ایوانوونا کسی غیر معروف نائب پادری کی بیٹی تھی۔ وہ بچپن ہی میں یتیم ہو گئی تھی اور اس کی پرورش کسی جرنیل وروخوف کی بیوہ کے گھر ہوئی تھی۔ یہ خاتون تھی تو اشراف زادی اور ایک لحاظ سے وہ سوفیا ایوانوونا کی محسنہ اور سرپرست بھی تھی لیکن وہ تھی بڑی ظالم اور کٹھور دل، چنانچہ وہ اسے جی بھر کر جسمانی اور ذہنی اذیتیں پہنچاتی رہتی تھی۔ مجھے تفصیل کا تو علم نہیں لیکن اتنا ضرور سنا ہے کہ اس بیوہ کی مسکین، بے ضرر، بے زبان اور حرف شکایت زبان پر نہ لانے والی زیر کفالت لڑکی کو ایک مرتبہ پھانسی کے پھندے سے نیچے اتارنا پڑا تھا جو اس نے سٹور روم میں ایک کیل سے لٹکایا تھا۔ وہ بڑھیا کی جو فطرتاً بے مہر نہیں تھی لیکن جسے محض بوریت نے ناقابل برداشت حد تک سنگ دل اور آمرانہ مزاج کی مالک بنا دیا تھا، من مانیوں اور مسلسل زجر و توبیخ سے تنگ آ چکی تھی۔

فیودر پاولووچ نے شادی کا پیغام بھیجا۔ اس کے متعلق ادھر ادھر سے پوچھ گچھ کی گئی اور اسے دھتکار دیا گیا ـــ لیکن وہ ایک بار پھر آ دھمکا اور جیسا کہ پہلی بیوی کے سلسلے میں ہوا تھا، اس نے (نوخیز دوشیزہ کو) فرار کی تجویز پیش کر دی۔ یہ بات قرین قیاس ہے کہ اگر سوفیا ایوانوونا کو پیشگی اس کے متعلق مزید معلومات حاصل ہو جاتیں وہ ہرگز اس کے ساتھ کوئی سروکار نہ رکھتی۔ وہ کسی دوسرے ضلع کی رہنے والی تھی اور اس سے بھی بڑی بات یہ تھی کہ وہ محض سولہ سالہ ناتجربہ کار لڑکی تھی جو اپنی محسنہ سے اتنا تنگ آ چکی تھی کہ اس کے ساتھ رہنے پر دریا میں کود جانے کو ترجیح دے رہی تھی۔ ان حالات میں وہ بے چاری کرتی بھی تو کیا کرتی؟ اس کے سامنے ایک ہی صورت تھی اور یوں اس نے ایک محسنہ کا ایک محسن سے تبادلہ کر لیا۔ اس مرتبہ فیودر پاولووچ کو (جہیز میں) دھیلا تک نہ ملا کیونکہ جرنیل کی بیوہ نے غیظ و غضب کے عالم میں انہیں پھوٹی دمڑی بھی دینے سے صاف انکار کر دیا تھا؛ یہی نہیں، الٹا اس نے انہیں کوسنے دیے اور بددعاؤں سے نوازا۔ تاہم اس بار خود فیودر پاولووچ کو بھی کسی قسم کی آس نہیں تھی، وہ تو بس بھولی بھالی اور معصوم چھوکری کے قرب گیر حسن پر فدا ہو گیا تھا، خاص طور پر اس کی معصومانہ ادائیں اس کے دل کو بھا گئی تھیں ورنہ اب تک وہ ایک ایسا اخلاق باختہ، شہوت پرست شخص تھا جو محض بھونڈے قسم کے نسوانی حسن کا شیدائی رہا تھا۔

"اس کی معصومانہ آنکھوں نے میرے دل کو برچھی کی طرح چیر ڈالا۔" وہ بعد ازاں اپنی خباثت

سے بھرپور ہنسی ہنستے کہا کرتا تھا۔ اس جیسے عیاش طبع آدمی کے لیے (اس قسم کی لڑکی) شہوت انگیز کشش لیے بغیر رہ ہی نہیں سکتی تھی۔ چونکہ فیودر پاولووچ کو اپنی دوسری بیوی سے کوئی جہیز نہیں ملا تھا، وہ اس کے جذبات کو پاؤں تلے روندتا رہتا اور اکثر اس کے ساتھ بڑی بدتمیزی اور اکھڑ پن سے پیش آتا تھا۔ بس یوں کہیں کہ ایک لحاظ سے وہ اسے "مجرم" گردانتا تھا اور ہر وقت جتاتا رہتا تھا کہ عملاً وہ اسے "پھانسی کے پھندے" سے بچا کر لایا ہے۔ اس نے ان باتوں کا اور اپنی بیوی کی حد سے بڑھی ہوئی مسکینی کا یوں فائدہ اٹھانا شروع کر دیا کہ اس نے عائلی زندگی سے وابستہ عام شائستہ اصولوں کی مٹی پلید کرنا اپنا شعار بنا لیا۔ وہ بدچلن عورتوں کو اپنی شریک حیات کی موجودگی میں اپنے گھر بلاتا اور ان کے ساتھ خرمستیاں کرتا۔ حالات کس نہج پر جا رہے تھے، ان کا سرسری ذکر کرنے کے سلسلے میں میں اس کے ملازم گریگوری کی بابت چند باتیں کہنا چاہوں گا۔ گریگوری پرانے خیالات کا مالک تھا، وہ طبعاً پژمردہ، قنوطی اور کودن مغز تھا اور اخلاقی اقدار پر سختی سے عمل کرتا تھا۔ اسے اپنی سابقہ مالکہ ایڈیلیڈا ایوانوونا قطعاً پسند نہیں آئی تھی اور وہ اس سے سخت نفرت کرتا تھا لیکن سوفیا ایوانوونا کا معاملہ اسے مختلف نظر آیا اور وہ جی جان سے اس کا حمایتی بن گیا۔ جب بھی موقع ملتا، وہ اس انداز سے فیودر پاولووچ کے سامنے اس کا دفاع کرنے اور اس کے ساتھ تو تکار کرنے لگتا جو کسی نوکر کو قطعاً زیب نہیں دیتا۔ ایک مرتبہ تو اس نے بالکل ہی حد کر دی۔ فیودر پاولووچ نے اپنے گھر میں بے ہودہ اور ناشائستہ عورتوں کی جو منڈلی جمائی ہوئی تھی، اس نے وہ درہم برہم کر دی اور سب "مہمانوں" کو زبردستی باہر نکال دیا۔ بعد ازاں یہ بدقسمت نوجوان عورت، جس پر بچپن ہی میں لوگوں کا خوف و ہراس طاری ہو چکا تھا اور یوں جس کے حواس تقریباً مختل ہو چکے تھے، اس قسم کی اعصابی خلفشار میں مبتلا ہو گئی جس کی عام طور پر سیدھی سادھی دیہاتی لڑکیاں شکار ہوتی رہتی تھیں۔ (روس میں) جب کسی عورت میں اس طرح کی علامات ظاہر ہوتی تھیں تو اسے Klikusha (15) (چیخ مارنی) کا لقب دے دیا جاتا تھا۔ اس مرض کا، جس میں ہسٹیریا کے خوفناک دورے پڑا کرتے تھے، نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ بعض اوقات مریضہ اپنی عقل و فہم سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتی۔ تاہم اس عالم میں بھی سوفیا ایوانوونا نے فیودر پاولووچ کے دو بیٹوں، ایوان اور الیکسی کو جنم دے دیا، ان میں سے اول الذکر شادی کے پہلے اور مؤخر الذکر تین سال بعد پیدا ہوا۔ تاہم جب ماں کا انتقال ہوا، الیکسی بمشکل چار سال کا ہوا تھا۔ اگرچہ آپ کو یہ بات عجیب معلوم ہو گی لیکن حقیقت یہی ہے کہ الیکسی کو اپنی والدہ تمام عمر یاد رہی ـــ ویسے اصلیت کے طور پر نہیں بلکہ ایک ایسی چیز کے طور پر جو محض خواب میں دیکھی گئی ہو۔ سوفیا ایوانوونا کی موت کے بعد اس کے دونوں بیٹوں کے ساتھ ہو بہو وہی کچھ ہوا جو بڑے بیٹے متیا کے ساتھ ہو چکا تھا: ان کے باپ نے انہیں بھی مکمل طور پر نظر انداز کر

دیا اور بھلا دیا اور بالآخر وہ بھی گریگوری کے ساتھ اس کے کوارٹر میں رہنے لگے اور یہی وہ کوارٹر تھا جس میں انہیں ان کی ماں کی محسنہ اور سرپرست اور جرنیل کی آمرانہ طبیعت کی مالک بوڑھی بیوہ نے دریافت کیا۔ وہ ابھی تک بقید حیات تھی اور آٹھ سال گزر جانے کے باوجود اس گستاخی کو فراموش کرنے کے لیے تیار نہیں تھی جو اس کی شان میں کی گئی تھی۔ ان آٹھ سالوں کے دوران میں وہ اپنے خفیہ ذرائع سے ذرا ذرا سی بات کی ٹوہ لگائے رکھتی تھی کہ سوفیا ایوانوونا کیا کرتی ہے اور کن حالات میں زندگی بسر کر رہی ہے اور جب اسے اس کی بیماری کی خبر ملی اور معلوم ہوا کہ اس کی موجودگی میں اس کے گھر میں کیا کیا خرمستیاں ہوتی ہیں، تو اس نے دو تین مرتبہ اپنی سہیلیوں اور مصاحبوں سے کہا:

"اس کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے ٹھیک ہی ہو رہا ہے، خداوند اسے ناشکرے پن کی سزا دے رہا ہے۔"

سوفیا ایوانوونا کے انتقال کے پورے تین ماہ بعد جرنیل کی بیوہ ایک روز اچانک ہمارے قصبے میں آ دھمکی اور سیدھے فیودر پاولووچ کے گھر پہنچ گئی۔ اس نے ہمارے قصبے میں آدھ گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں گزارا لیکن اس مختصر مدت کے دوران میں ہی اس نے بہت کچھ کر دکھایا۔ یہ شام کا وقت تھا۔ فیودر پاولووچ، جس سے وہ گزشتہ آٹھ سالوں سے نہیں ملی تھی، اس کا استقبال کرنے گھر سے باہر آیا۔ نشے کے عالم میں اس کے پاؤں ڈگمگا رہے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ جونہی جرنیل کی بیوہ کی نگاہ اس پر پڑی، اس نے کسی قسم کی وضاحت کے بغیر اس کے چہرے پر دو زبردست تھپڑ جڑ دیے، دو تین مرتبہ بالوں سے پکڑ کر اسے زور زور سے جھنجھوڑ دیا اور پھر منہ سے ایک لفظ نکالے بغیر وہ نوکر کے کوارٹر میں گھس گئی۔ دونوں لڑکوں پر سرسری نظر ڈالتے ہی وہ سمجھ گئی کہ انہیں نہلایا دھلایا نہیں گیا اور وہ گندے کپڑوں میں ملبوس ہیں۔ اس نے جھٹ پٹ گریگوری کے گال پر بھی چپت جڑ دی اور اسے باآواز بلند بتایا کہ وہ دونوں لڑکوں کو اپنے ساتھ لے جا رہی ہے۔ وہ انہیں اسی حالت میں ہانکتے دھکیلتے باہر لے گئی، انہیں سفری کمبلوں میں لپیٹا، گاڑی میں ڈالا اور اپنے آبائی قصبے کی طرف واپس چل پڑی۔ گریگوری وفادار اور فرض شناس غلام کی طرح تھپڑ سہہ گیا اور زبان پر حرف شکایت تک نہ لایا۔ وہ بڑھیا کو اس کی گاڑی تک پہنچانے اس کے ساتھ چل پڑا۔ وہاں وہ خاصا جھک کر آداب بجا لایا اور گھمبیر صورت بنا کر کہنے لگا: "ان یتیموں کو اپنے ساتھ لے جانے پر خداوند آپ کو اجر دے گا۔" "تم بہرحال ہو گدھے کے گدھے!" جرنیل کی بیوہ نے گاڑی میں چلتے چلتے اسے جواب دیا۔

فیودر پاولووچ کچھ دیر سوچتا رہا اور پھر اس نتیجے پر پہنچا: "چلو، یہ بھی اچھا ہی ہوا! یہ قصہ بھی ختم ہوا۔" اس نے رسمی طور پر جرنیل کی بیوہ سے سمجھوتا کر لیا کہ اس کے بچوں کی پرورش و پرداخت کا بار

وہ اٹھائے گی اور اس سلسلے میں اس نے ایک بھی شرط پیش نہ کی۔ رہے وہ تھپڑ جو اس نے اپنے چہرے پر وصول کیے تھے، وہ سارے قصبے میں گھوم پھر کر اس کے اپنے پاس پہنچ گئے اور وہ خود اپنی زبان سے ہر کہ و مہ کو پورا قصہ سناتا رہا۔

تب ہوا یہ کہ اس واقعے کے کچھ ہی عرصہ بعد خود جرنیل کی بیوہ بھی فوت ہو گئی۔ اس نے اپنے وصیت نامے میں دونوں بچوں کی تعلیم کے لیے ایک ایک ہزار روبل چھوڑے۔ ساتھ ہی اس نے شرط عائد کر دی کہ یہ رقم کسی ہیر پھیر کے بغیر صرف انہیں پر صرف کی جائے لیکن اس طریقے سے کہ ان کے بالغ ہونے تک ختم نہ ہونے پائے۔ کیونکہ یہ رقم جیسی کیسی ہے، اس قسم کے بچوں کے لیے کافی ہے، تاہم اگر کوئی اور شخص اس کار خیر میں حصہ ڈالنا چاہے تو اسے بصد خوشی اجازت دے دی جائے۔ میں نے خود تو وصیت نامہ نہیں پڑھا تھا لیکن میں نے سنا ہے کہ اس میں اس قسم کی کوئی عجیب و غریب بات شامل ضرور تھی اور اسے بیان بھی کچھ انوکھے انداز سے کیا گیا تھا۔ بڑھیا کی وصیت سے سب سے زیادہ متمتع ہونے والا شخص یفیم پیتروویچ پولیانوف تھا۔ وہ دیانت دار آدمی تھا اور طبقہ شرفا کا ضلعی مارشل (16)۔ اس نے فیودر پاولووچ کو متعدد خطوط تحریر کیے لیکن اسے بہت جلد اندازہ ہو گیا کہ اپنے بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کے لیے وہ قطعاً کوئی رقم فراہم نہیں کرے گا (ویسے اس نے صاف صاف انکار بھی نہیں کیا تھا، وہ معاملے کو محض ٹالتا رہتا تھا اور کبھی کبھار جذباتی خطوط بھیج دیا کرتا تھا)۔ چنانچہ پولیانوف ذاتی طور پر یتیموں میں دلچسپی لینے لگا اور وہ خاص طور پر چھوٹے لڑکے الیکسی کا اس حد تک گرویدہ ہو گیا کہ بچے نے اپنے بچپن کا بیشتر وقت اس کے خاندان کے فرد کی حیثیت سے گزارا۔ میں قارئین سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس حقیقت کو شروع ہی سے ذہن نشین کر لیں۔ اگر کوئی شخص ایسا تھا جس کے یہ بچے تاحیات اپنی پرورش اور تعلیم کے سلسلے میں ممنون رہے تو وہ یقیناً یہی یفیم پیتروویچ تھا، اس جیسا فیاض، شفیق اور شریف النفس شخص خال خال ہی ملتا ہے۔ جرنیل کی بیوہ نے دونوں بچوں کے لیے جو ہزار ہزار روبل ترکے میں چھوڑے تھے، اس نے انہیں ہاتھ تک نہ لگایا چنانچہ جب وہ بلوغت کو پہنچے، تو رقم سود سمیت بڑھ کر دو دو ہزار روبل ہو چکی تھی۔ ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت پر وہ اپنی گرہ سے خرچ کرتا رہا اور اس کے اس خرچ کی میزان ایک ایک ہزار روبل سے کہیں زیادہ بنتی تھی۔ میں پھر عرض کیے دیتا ہوں کہ میں ان لڑکوں کے بچپن اور ابتدائی جوانی کے بارے میں فی الحال تفصیلات بیان نہیں کروں گا۔ میں محض چیدہ چیدہ اور بڑے بڑے واقعات کا ذکر کرنے پر اکتفا کروں گا۔ جہاں تک بڑے یعنی ایوان کا تعلق ہے، میں صرف اتنا کہوں گا کہ وہ قدرے زود رنج، اکھڑ اور دروں بین نوجوان تھا لیکن وہ شرمیلا بالکل نہیں تھا۔ اسے دس سال کی عمر میں ہی شدت سے یہ احساس ہو گیا تھا کہ وہ

اور اس کا بھائی کسی اجنبی خاندان میں پل رہے ہیں، دوسروں کی خیرات پر گزارہ کر رہے ہیں اور یہ کہ ان کا باپ کچھ اس قماش کا آدمی ہے کہ جس کا ذکر بھی زبان پر لاتے آدمی کو شرم آ جائے، وغیرہ وغیرہ۔ بہت جلد، بلکہ تقریباً شیر خوارگی کے زمانے ہی میں ——— بہرحال کہا تو یہی جاتا ہے ——— اس نے تعلیم کے لیے غیر معمولی اور زبردست رغبت کا اظہار شروع کر دیا تھا۔ جزئیات کا تو مجھے علم نہیں تاہم میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ وہ ابھی تیرہ سال کا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ اس نے یفیم پیوترووچ کے گھر کو خیر باد کہہ دیا اور ماسکو کے کسی گرامر سکول میں داخلہ لے لیا۔ اس نے جس شخص کے ہاں رہائش اختیار کی وہ یفیم پیوترووچ کا بچپن کا دوست تھا اور اپنے زمانے کا نہایت تجربہ کار اور بہت مشہور و معروف معلم بن چکا تھا۔ وہ کتاب پرست آدمی تھا لیکن شاگردوں کے معاملے میں بہت سخت گیر تھا۔ بعد ازاں خود ایوان اکثر کہا کرتا تھا کہ اس کی زندگی میں اس تبدیلی کا باعث یفیم پیوترووچ کا "نیک کاموں کے لیے شدید جذبہ" بنا تھا جس کے دل و دماغ پر یہ خیال غالب آ گیا تھا کہ غیر معمولی طور پر ذہین و فطین بچے کی تعلیم و تربیت غیر معمولی طور پر ذہین و فطین استاد کے ہاتھوں ہونا چاہیے۔ تاہم جب نوجوان طالب علم سکول سے فارغ ہوا، غیر معمولی طور پر ذہین و فطین استاد اور یفیم پیوترووچ دونوں ہی کا انتقال ہو چکا تھا۔ چونکہ یفیم پیوترووچ نے مرنے سے پہلے تمام امور طے نہیں کئے تھے اور جرنیل کی بیوہ نے لڑکوں کے لیے جوڑ کر چھوڑا تھا (اس پر جو سود کمایا گیا، اس سے اس کی مالیت بڑھ کر اصل سے دگنا ہو چکی تھی)، مختلف ضابطوں کی رسمی اور تاخیر پسندانہ کارروائیوں کی وجہ سے، جو ہمارے ملک میں ناگزیر بھی جاتی ہیں، وہ نوجوان صاحب زادے کو فوراً نہ مل سکا اور یوں اسے یونیورسٹی میں اپنی تعلیم کے پہلے دو سالوں کے دوران میں خاصی تنگی ترشی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس عرصے میں اسے کھانے پینے اور دیگر اشیاء کے حصول کے لیے اپنے دست و بازو پر انحصار کرنا پڑا اور بعض اوقات خاصی مشکلات میں سے بھی گزرنا پڑا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس نے مصیبت کے ان ایام کے دوران میں اپنے باپ کے ساتھ خط کتابت کرنے سے احتراز برتا ——— شاید اس کا سبب اس کا پندار تھا، (باپ کے لیے) نفرت تھی یا پھر ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچ بچار کا نتیجہ تھا جو اسے بتاتا تھا کہ اپنے باپ سے کسی قسم کی سنجیدہ امداد کی توقع باندھنا بالکل فضول ہے۔ تاہم حقیقت یہی ہے کہ اس نے ہمت نہیں ہاری۔ وہ گھر سے باہر نکلا اور اپنے لیے کام تلاش کرنے لگا۔ پہلے وہ بیس کوپک (17) فی گھنٹہ کے حساب سے ٹیوشن پڑھاتا رہا اور پھر "عینی شاہد" کے نام سے گلی کوچوں میں پیش آنے والے واقعات و حوادث کی دس سطری رپورٹیں مختلف اخباروں کے ایڈیٹروں کے نام بھیجنے لگا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ رپورٹیں ہمیشہ اتنی دلچسپ ہوتی تھیں کہ بہت جلد ان کی مانگ میں روز افزوں اضافہ ہونے لگا۔ اور محض اسی ایک شعبے میں اس نوجوان نے

ان داتی طور پر مفلس و نادار اور خستہ حال طالب علم لڑکوں اور لڑکیوں کے جم غفیر پر اپنی ذہنی اور علمی قابلیت کی دھاک بٹھا دی جو ہمارے بڑے بڑے شہروں میں طلوع سحر سے غروب آفتاب تک اخباروں اور رسالوں کے ایڈیٹروں اور پبلشروں کے دفتروں کے دروازے کھٹکھٹاتے رہتے ہیں اور جن کے ذہنوں پر بس ایک ہی دھن سوار رہتی ہے کہ انہیں کسی طرح فرانسیسی سے ترجمہ کرنے یا مضامین کی نقول تیار کرنے کا کام مل جائے۔ ایڈیٹروں کے ساتھ راہ و رسم پیدا کرنے کے بعد ایوان نے ہمیشہ ان کے ساتھ اپنا رابطہ برقرار رکھا اور اپنے یونیورسٹی کے آخری سالوں کے دوران میں تخصیصی موضوعات کی کتب پر تبصرے لکھنے لگا جو ہاتھوں ہاتھ لیے جاتے اور یوں وہ ادبی حلقوں میں بھی معروف ہو گیا۔ تاہم یہ محض حال ہی میں ہوا کہ وہ یک بیک قارئین کے کہیں زیادہ وسیع حلقے کی توجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا، چنانچہ بے شمار لوگوں نے اسے درخور اعتنا سمجھا اور اسے یاد رکھا۔ یہ معاملہ قدرے عجیب و غریب ہے۔ ایوان فیودرووچ اپنی تعلیم مکمل کر چکا اور یونیورسٹی کو خیر باد کہہ چکا تھا؛ وہ اپنے دو ہزار روبل کے ترکے کے بل بوتے پر ممالک غیر کے سفر کا عزم باندھ رہا تھا کہ ایک سرکردہ اخبار نے اس کا ایک انتہائی غیر معمولی مضمون چھاپ دیا جس نے عام قاری کی توجہ بھی اس کی طرف مبذول کرا دی اور اس سے بھی بڑی بات یہ ہوئی کہ اس کا یہ مضمون ایک ایسے موضوع کے بارے میں تھا جس سے وہ (عام قاری) قطعاً بالکل ہی ناآشنا تھا۔ ایوان نے ڈگری تو طبی سائنس میں حاصل کی تھی لیکن اس کا یہ مضمون کلیسائی عدالتوں (18) کے متعلق تھا اور یہ وہ موضوع تھا جس پر اس زمانے میں بہت بحث چل رہی تھی۔ بعض مروجہ آراء کا تجزیہ کرنے کے بعد اس نے اپنی ذاتی رائے پیش کی۔ تاہم اہم ترین چیز مضمون کا لب و لہجہ اور اس کے اخذ کردہ نتائج کی قطعی غیر متوقع نوعیت تھی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ بعض پادریوں نے اسے اپنے ہی فرقے کا فرد تصور کر لیا۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے پادریوں کے ساتھ ساتھ سیکولر نقطۂ نظر کے پرچارکوں اور دہریوں نے بھی اس کی داد و تحسین شروع کر دی اور آخر کار بعض ژرف نگاہیں اس نتیجے پر پہنچیں کہ مضمون کسی خاص اہمیت کا حامل نہیں، اس میں تو بس (موضوع کا) بڑے ڈھیٹ انداز سے تمسخر اڑانے کی کوشش کی گئی ہے۔ میں اس معاملے کا خاص طور پر اس لیے ذکر کر رہا ہوں کیونکہ یہ مناسب وقت پر ہمارے قصبے کے باہر واقع خانقاہ میں بھی پہنچ گیا جس نے ملک گیر شہرت حاصل کر لی تھی اور جہاں کلیسائی عدالتوں کے سارے مسئلے میں بڑی شدومد کے ساتھ دلچسپی لی جا رہی تھی۔ جب یہ مضمون اس خانقاہ کے کرتا دھرتا اشخاص کی نظروں سے گزرا تو ان میں فکر و تشویش کی لہر دوڑ گئی اور جب مصنف کے نام کا انکشاف ہوا اور یہ معلوم ہوا کہ وہ ہمارے ہی قصبے کا آبائی باشندہ ہے اور یہ کہ وہ فیودر پاولووچ کا بیٹا ہے، تو دلچسپی میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اور پھر خدا کی قدرت دیکھیں کہ عین اسی زمانے میں خود

مصنف بھی غیر متوقع طور پر وہاں آ دھمکا۔

آخر ایوان فیودروویچ کو ہمارے ہاں آنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ مجھے یاد ہے کہ میں نے اس وقت بھی یہ سوال اس جذبے سے پوچھا تھا جس کی سرحدیں تشویش سے جا ملتی ہیں۔ اس کی یہ دور رس اور خاص طور پر تباہ کن نتائج کی حامل آمد، جس کے بعد ازاں واقعی اتنے ناپسندیدہ اور بھیانک عواقب برآمد ہونا تھے، اس وقت بھی میرے لیے معما تھی اور غالباً ہمیشہ معما بنی رہے گی۔ کیا یہ بات عجیب نہیں کہ اتنا پڑھا لکھا، غیور، خوددار اور بظاہر محتاط شخص بدنام زمانہ گھر میں ایک ایسے باپ سے ملنے پہنچ جائے جس نے اسے ساری عمر نظرانداز کیے رکھا تھا، جو اسے جانتا تھا نہ پہچانتا تھا اور جو بڑے بیٹے کے مانگنے پر بھی کسی صورت اپنے زیر قبضہ املاک اور رقوم میں سے اُسے ایک دھیلا تک دینے کا روادار نہیں تھا، تاہم جسے بہر حال یہ خوف دامن گیر رہتا تھا کہ کسی نہ کسی روز اس کے دوسرے بیٹے ایوان اور الیکسی بھی اس کے سر پر نازل ہو جائیں گے اور اس سے مالی امداد کا مطالبہ کرنے لگیں گے؟ اور اب اس نوجوان نے اچانک اس کے گھر میں ڈیرا ڈال لیا تھا، وہ وہاں مہینہ دو مہینے مقیم رہا اور دونوں کی آپس میں خوب نبھنے لگی۔ اور یہ جو میں نے آخری بات کی ہے، اس نے نہ صرف مجھے بلکہ بہت سے دوسرے لوگوں کو بھی ششدر کر دیا۔ اسی زمانے میں فیودر پاولووچ کی پہلی بیوی کا دور پار کا رشتہ دار پیوتر الیکسانڈرووچ مائی اوسوف بھی، جس کا میں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں، ایک بار پھر پیرس سے، جہاں وہ مستقلاً آباد ہو چکا تھا، واپس آ چکا اور ہمارے قصبے کے نزدیک اپنی جاگیر پر رہائش اختیار کر چکا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ جب اس کا اس نوجوان سے تعارف ہوا تو سب سے زیادہ حیرت کا اظہار اسی نے کیا تھا۔ اسے نوجوان ایوان فیودروویچ میں بہت کشش نظر آئی۔ دونوں کی آپس میں دانشورانہ موضوعات کے متعلق بڑی زور دار بحثیں بھی ہوئیں لیکن ان بحثوں کے دوران میں پیوتر الیکسانڈرووچ دل ہی دل میں خاصا پریشان بھی ہوتا رہا۔ "یہ شخص پندار کا مارا ہوا ہے،" وہ اس کے متعلق کہا کرتا۔ "اسے روپے پیسے کی کمی بھی محسوس نہیں ہوئی اور اب جب کہ اسے غیر ممالک کا چکر لگانے کے لیے رقم مل چکی ہے، وہ جاتا کیوں نہیں، یہاں کیا کر رہا ہے؟ سب جانتے ہیں کہ وہ اپنے باپ سے مالی امداد حاصل کرنے نہیں آیا کیونکہ وہ اسے کچھ بھی نہیں دے گا، بس ٹھینگا دکھا دے گا۔ اُسے شراب نوشی کا شوق ہے نہ وہ خرمستیوں کا دلدادہ ہے، پھر بھی قرائن سے یہی مترشح ہوتا ہے کہ بوڑھے باپ کا اس کے بغیر گزارہ نہیں ہوتا، دیکھیں دونوں کی آپس میں کیا خوب نبھ رہی ہے!" یہ بات بالکل درست تھی۔ بوڑھا ایوان فیودروویچ کی مٹھی میں تھا اور یہ محسوس ہونے لگتا کہ اپنی ضدی اور بعض اوقات کینہ پرور طبیعت کے

باوجود وہ اپنے بیٹے کے سامنے بالکل بے بس ہے اور اس سے پوری طرح مغلوب ہو چکا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کبھی کبھی اس کا رویہ بھی خاصا شائستہ ہو جاتا۔

یہ صرف بعد میں معلوم ہوا کہ ایوان فیودروویچ کی آمد کی ایک وجہ یہ تھی کہ اس کے بڑے بھائی نے اس سے اس کی التجا کی تھی جس سے اس کی واقفیت ـــــ اور واقعہ تو یہ ہے کہ عملی طور پر زندگی میں دونوں کی پہلی ملاقات ـــــ اسی دورے کے دوران میں ہوئی تھی لیکن جس کے ساتھ اس کی ایک اہم معاملے کے بارے میں، جس کا زیادہ تر تعلق صرف دمتری فیودروویچ سے تھا، پہلے ہی خط کتابت ہو چکی تھی۔ یہ معاملہ کیا تھا، قارئین مناسب وقت پر اس کی پوری تفصیلات سے آگاہ ہو جائیں گے۔ اگرچہ خود مجھے اس معاملے کے متعلق معلوم ہو چکا تھا تاہم اس کے باوجود ایوان فیودروویچ میرے لیے معما ہی بنا رہا اور وہ ہمارے قصبے میں کیوں آیا تھا، مجھے اس کی کوئی قابل قبول وضاحت نہ مل سکی۔

اس موقع پر میں اتنا مزید ضرور کہوں گا کہ ایوان فیودروویچ کچھ اس قسم کا تاثر دیتا رہا جیسے وہ اپنے باپ اور بڑے بھائی دمتری فیودروویچ کے مابین، جس کا اپنے والد کے ساتھ زبردست تنازعہ چل رہا تھا اور جس نے اس کے خلاف عدالتی کارروائی بھی شروع کر رکھی تھی، وچولے اور مصالحت کنندہ کے فرائض سرانجام دے رہا ہو۔

مجھے ایک بار پھر کہنے کی اجازت دیں کہ یہ مختصر کنبہ اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ اکٹھا ہوا تھا اور اس کے بعض ارکان صرف اب پہلی بار ایک دوسرے سے ملے تھے۔ سب سے چھوٹا بیٹا الیکسی فیودروویچ ہمارے قصبے میں تقریباً ایک سال سے رہائش پذیر تھا اور یوں وہ اپنے بھائیوں سے پہلے ہمارے ساتھ متعارف ہو چکا تھا۔ خود ناول میں الیکسی کو پیش کرنے سے پہلے مجھے سب سے زیادہ دقت اس ابتدائیہ میں اس کا ذکر کرنے کے سلسلے میں پیش آ رہی ہے۔ تاہم میں سمجھتا ہوں کہ اس کا تعارف کرانے کی بھی ضرورت ہے، اور نہیں تو کم از کم ایک انتہائی اہم نکتے کی وضاحت کرنے کے سلسلے میں نہیں قارئین سے اپنے مستقبل کے ہیرو کا تعارف کرانے پر مجبور ہوں جو اس کہانی کے پہلے ہی منظر میں امید وار راہب کے چغے میں نظر آتا ہے۔ وہ اس کہانی کے آغاز سے تقریباً ایک سال قبل ہمارے قصبے کے قریب خانقاہ میں اقامت اختیار کر چکا تھا اور قرائن سے کچھ یوں نظر آ رہا تھا جیسے وہ اپنی بقایا زندگی وہیں گزارنے کی تیاری کر رہا ہو۔

4

تیسرا بیٹا، الیوشا

وہ اس وقت محض بیس سال کا تھا (اس کا منجھلا بھائی ایوان چوبیس اور بڑا بھائی دمتری ستائیس سال کا ہو چکا تھا)۔ میں ابتدا ہی میں بتاتا چلوں کہ نوجوان الیوشا نہ تو کسی انتہا پسند مذہبی فرقے کا جوشیلا اور سر پھرا نوجوان رکن تھا اور نہ وہ کم از کم میرے خیال میں کوئی رمزیت پسند تھا۔ میں اپنی بات کی قدرے وضاحت کر دیتا ہوں۔ وہ ابھی نوخیز تھا، عام انسانوں سے پیار کرتا تھا اور ان کے دکھ درد میں برابر شریک ہوتا تھا۔ یہ جو اس نے راہبانہ طرز زندگی اختیار کر لیا تھا تو اس کی وجہ محض یہ تھی کہ اس زمانے میں صرف یہی اس کے تخیل کو بھایا تھا اور اسی نے اس کی انتہائی پیاسی روح کو دنیوی شر کی تاریکیوں میں محبت کی تابندگی کا راستہ دکھایا تھا۔ یہ کہ اس راستے نے اسے جو اتنا مسحور کر دیا تھا تو اس کا سبب یہ تھا کہ اس پر چلتے چلتے اس کی ملاقات ایک ایسے شخص سے ہو گئی تھی جسے وہ غیر معمولی ہستی گردانتا تھا اور وہ شخص ہماری خانقاہ کا مشہور ستارتس (19) زوسیما تھا جس کے ساتھ وہ پہلی محبت کے جوش و خروش سے وابستہ ہو گیا جس کا اس کا کشادہ دل پوری طرح اہل تھا۔ خیر، میں اس بات سے انکار تو نہیں کروں گا کہ اس وقت بھی وہ بہت عجیب و غریب نوجوان تھا بلکہ واقعہ تو یہ ہے کہ وہ بالکل پالنے سے ہی ایسا تھا۔ چلتے چلتے یہ بھی عرض کر دوں کہ جیسا کہ میں پہلے بھی بتا چکا ہوں ابھی اس کی عمر بمشکل چار سال تھی کہ اس کی ماں انتقال کر گئی لیکن تعجب انگیز بات یہ ہے کہ اسے وہ، اس کا چہرہ، اسے اس کا تھپکنے اور چومنے کا انداز تا حیات یاد رہا۔ "مجھے یوں معلوم ہوتا ہے جیسے وہ ابھی زندہ ہو اور میرے سامنے کھڑی ہو" وہ اکثر کہا کرتا۔ جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ اس عمر کی، بلکہ اس سے بھی چھوٹی عمر کی، مثلاً دو سال کی یادوں کا دماغ میں محفوظ رہ جانا عین ممکن ہے جو آدمی کی پوری زندگی کے دوران میں اچانک اس طرح وارد ہوتی رہتی ہیں جیسے اندھیرے میں روشنی کے نقطے یا پھر ان کی مثال اس پردے کی مانند ہے جسے کسی لمبے چوڑے کینوس سے پھاڑ لیا گیا ہو جو اس ننھے پردے کے ماسوا بیکار پڑ چکا اور ناپید ہو چکا ہو۔ یہی حال اس نوجوان کا تھا۔ اسے ایک شام اچھی طرح یاد تھی جب ہوا بند تھی، (کمرے کی) کھڑکی کھلی تھی، اگرچہ آفتاب غروب ہو رہا تھا لیکن اس کی ترچھی کرنیں (اسے یہ کرنیں سب سے زیادہ یاد تھیں) ابھی تک چھن چھن کر اندر آ رہی تھیں، کمرے کے ایک کونے میں ایقونہ پڑا تھا جس کے سامنے رکھا چراغ روشن تھا اور اس کی ماں اس ایقونے کے روبرو جھکی ہوئی تھی۔ شدت جذبات سے مغلوب ہو کر وہ آہیں بھر رہی تھی،

چیخیں مار رہی تھی اور آہ و زاری کر رہی تھی۔ اس نے اپنے ننھے منے بچے کو اپنے دونوں بازوؤں میں سمیٹ رکھا تھا اور اسے یوں بھینچ کر اپنے سینے سے چمٹا رکھا تھا کہ بچے کو سخت اذیت کا احساس ہونے لگا تھا۔ وہ مادر خداوند سے اپنے بچے کے لیے دعائیں مانگ رہی تھی۔ دعا مانگتے مانگتے وہ دونوں ہاتھوں سے بچے کو یوں آگے بڑھا دیتی جیسے وہ اسے مادر خداوند کی پناہ میں دے رہی ہو... پھر اچانک ایک آیا اندر آ گئی تھی اور وہ خوف و دہشت کے عالم میں بچے کو اس سے چھین کر باہر لے گئی۔ یہ تھی وہ تصویر (جو الیوشا کے ذہن میں آ رہی تھی)! اس وقت اس کی ماں کے چہرے کی جو کیفیت تھی، الیوشا کو وہ بھی اچھی طرح یاد تھی۔ وہ اسے (اپنے آپ سے) بیان کرتا۔ جہاں تک اسے یاد پڑتا تھا یہ کیفیت ہذیانی تھی لیکن چہرہ بذات خود خوب صورت تھا۔ اپنی اس یاد میں وہ شاذ و نادر ہی کسی کو اپنا راز دان بناتا تھا۔ اپنے بچپن اور ابتدائے شباب کے زمانے کے دوران میں وہ اپنے جذبات کا کھل کر اظہار نہیں کرتا تھا اور نہ زیادہ باتیں بناتا تھا۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ اسے دوسروں پر اعتبار نہیں تھا یا وہ شرمیلا تھا یا وہ بدمزاج اور غیر ملنسار تھا بلکہ اس کا باعث ایک بالکل ہی مختلف چیز تھی۔ یہ ایک نوع کا داخلی استغراق تھا، بالکل ذاتی نوعیت کا تھا اور جس کا دوسروں کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں تھا لیکن جو خود اس کے اپنے لیے اتنا اہم تھا کہ معلوم ہونے لگتا جیسے وہ دوسروں کی موجودگی سے بالکل غافل ہو گیا ہو۔ تاہم وہ لوگوں سے نفرت نہیں بلکہ محبت کرتا تھا۔ اگرچہ کوئی شخص بھی اسے سیدھا سادھا اور بھولا سمجھنے پر تیار نہیں تھا، نظر کچھ یوں آتا تھا کہ اس نے اپنی ساری زندگی کچھ اس طور گزاری ہے جیسے اسے لوگوں پر مطلق اعتقاد ہو۔ اس میں کوئی ایسی بات تھی جو پکار پکار کر کہتی رہتی تھی اور دوسروں کو باور کراتی رہتی تھی (اور یہ کیفیت پوری زندگی اس کے ساتھ رہی) کہ اسے دوسروں کا محاکمہ کرنے کا کوئی شوق نہیں اور نہ کبھی وہ ان کی کوتاہیوں پر انہیں لعنت ملامت کرنے کا خواہش مند ہے۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ یہ برداشت کرنے کے لیے تیار ہے کہ ہر شخص کو ہر بات میں تھوڑی بہت من مانی کرنے کی اجازت ہونا چاہیے، تاہم جب اس قسم کا کوئی موقع آتا وہ زبان سے تو کچھ نہ کہتا، البتہ تلخ آزردگی ضرور اس پر حاوی ہو جاتی۔ اس کی قوت برداشت کا یہ عالم تھا کہ جوانی کے آغاز ہی سے اس کی یہ عادت بن گئی تھی کہ اسے نہ تو کسی چیز سے دہشت ہوتی اور نہ کوئی خوف محسوس ہوتا۔ بیس سال کی عمر میں جب وہ اپنے باپ کے گھر میں داخل ہوا، وہ بالکل معصوم اور پاک دامن تھا اور پھر جب وہ اپنے آپ کو سیاہ کاریوں کے بھٹ میں پاتا اور معاملہ اسے اپنی برداشت سے باہر نظر آتا، وہ چپکے سے واپس چلا جاتا لیکن اپنے قول و فعل سے اس امر کی ذرا سی علامت ظاہر نہ ہونے دیتا کہ وہ دوسروں کو حقارت کی نظروں سے دیکھ رہا ہے یا انہیں ملامت کر رہا ہے۔ اس کے باپ نے، جو کسی زمانے میں دوسروں کی خیرات پر پلتا رہا تھا اور نتیجتاً چڑ چڑا اور

ذو ورنج ہو گیا تھا، ابتدا میں اس کا بد ظنی سے اور بادلِ ناخواستہ خیر مقدم کیا تھا۔ "زیادہ باتیں نہیں کرتا اور اپنے دل کی دل میں رکھتا ہے۔" وہ اس کے متعلق کہا کرتا تھا، لیکن ابھی دو ہفتے بھی نہیں گزرنے پائے تھے کہ وہ قدم قدم پر اس سے معانقے کرنے اور اس کے ساتھ جوش و خروش سے بغل گیر ہونے لگا۔۔۔ یہ درست ہے کہ ان مواقع پر وہ نشے سے دُھت ہوتا، اس کی آنکھوں سے مدہوشی کے آنسو بہہ رہے ہوتے اور اس پر رقیق القلب جذباتیت طاری ہو رہی ہوتی۔ تاہم اس کی چاہت دکھاوے کی نہیں تھی بلکہ سچی اور گہری تھی اور اس نے اس طرح کی چاہت کا اظہار اس سے پہلے کبھی کسی سے نہیں کیا تھا۔

ویسے یہ بات بھی صحیح تھی کہ یہ نوجوان بچپن ہی سے سب کا چہیتا تھا، وہ جہاں بھی جاتا، اسے ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا۔ جب وہ اپنے محسن اور سرپرست یفیم پیترووچ کے ہاں رہنے لگا، سارا خاندان اس کا اتنا گرویدہ ہو گیا کہ اس کے ساتھ کسی حیص بیص کے بغیر گھر کے رکن کا سا برتاؤ ہونے لگا۔ مزید برآں وہ اس گھرانے میں اتنی چھوٹی عمر میں شامل ہوا تھا کہ اس کے متعلق شبہ بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ ارادی چالاکی، فریب کاری اور پرکار [illegible] کے ذریعے ان کے دلوں میں گھر کرنے اور ان کا منظورِ نظر بننے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہے۔ چنانچہ یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ اس میں دوسروں کے دل موہ لینے اور ان کے قلوب میں اپنے لئے محبت کے جذبات ابھارنے کا ملکہ خداداد تھا یا یوں کہیں کہ یہ اس کی فطرت میں شامل تھا، اس میں کسی مکر، فریب یا استادانہ چال کا کوئی دخل نہیں تھا اور عین یہی چیز سکول میں بھی ظہور پذیر ہوئی تھی لیکن اس سب کے باوجود بظاہر یہی نظر آتا کہ وہ بالکل اس قسم کا لڑکا ہے جو اپنے ہم درسوں اور سکول کے دیگر ساتھیوں کے دلوں میں کچھ اس طرح کے جذبات انگیخت کرتا ہے کہ وہ لامحالہ اسے شک و شبے کی نظروں سے دیکھنے، اسے نشانۂ تضحیک بنانے بلکہ اس سے نفرت بھی کرنے لگتے ہیں۔ مثلاً وہ بعض اوقات اپنے خیالات میں کچھ اس طرح کھو جاتا کہ اُسے اپنے گردوپیش کا قطعاً ہوش نہ رہتا۔ ابھی وہ اپنے بچپنے میں تھا کہ اسے کسی کونے کھدرے میں بیٹھنے اور دوسروں سے چھپ چھپ کر کتابیں پڑھنے کا شوق ہو گیا، تاہم ان تمام باتوں کے باوجود وہ جب تک سکول میں رہا، اس کے ہم سبق اس سے اتنی زیادہ محبت کرتے رہے کہ وہ لاریب سکول کا مقبول ترین طالب علم بنا رہا۔ وہ اودھم نہیں مچاتا تھا اور خوشی کے عالم میں کدکڑے نہیں لگاتا تھا اور یوں بھی وہ خوش خال ہی نظر آتا تھا لیکن اس پر ایک نظر ڈالتے ہی یہ بات سمجھ میں آ جاتی تھی کہ اس کا سبب یہ نہیں کہ وہ فطرتاً بد مزاج اور دل گرفتہ ہے بلکہ اس کے برعکس وہ دھیما مزاج اور متانت کا پتلا دکھائی دیتا تھا۔ اس نے اپنے ہمسروں کے مابین کبھی اپنی شخصیت جتانے یا شیخی بگھارنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ وہ کبھی کسی سے خوف زدہ نہیں ہوا اور اس کے باوجود دوسرے لڑکے فوراً سمجھ جاتے تھے

کہ وہ اپنی جرأت پر کبھی نازاں نہیں ہوتا بلکہ کچھ یوں معلوم ہوتا جیسے وہ اپنی دلیری اور بے خوفی سے آگاہ ہی نہیں۔ اس کے دل میں کسی بھی دوسرے شخص کے خلاف نہ کوئی عداوت تھی نہ بغض اور نہ کینہ۔ اگر کوئی شخص اس کی ہتک کر دیتا یا اس کے ساتھ کج خلقی سے پیش آتا تو وہ اسے فوراً بھول جاتا اور ایک گھنٹہ بھی گزرنے نہ پاتا کہ وہ اس حرکت کے مرتکب شخص کے یا تو کسی سوال کا (خندہ پیشانی سے) جواب دے رہا ہوتا یا کچھ اس انداز سے اس کے ساتھ کھلے بندوں گفتگو کر رہا ہوتا جیسے ان دونوں کو ایک دوسرے پر بہت اعتماد ہو اور یوں معلوم ہونے لگتا جیسے ان دونوں کے مابین کبھی کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہوتی تھی کہ وہ اپنی ہتک کو بھول گیا ہے یا اس نے دریدہ دہن شخص کو معاف کر دیا ہے۔ بات صرف اتنی ہوتی تھی کہ وہ ہتک کو ہتک سمجھتا ہی نہیں تھا اور اس کی یہی وہ ادا تھی جو دوسرے لڑکوں کو بہت بھاتی تھی اور وہ دل و جان سے اس کے گرویدہ ہو جاتے تھے۔ اس کی ذات میں صرف ایک بات ایسی تھی جو اسے سکول کے ابتدائی سے لے کر اعلیٰ ترین جماعت کے لڑکوں کو اس کے ساتھ چھیڑ خانی کرنے پر اکساتی تھی، اس لئے نہیں کہ انہیں اس کے ساتھ کوئی بغض تھا یا انہیں اس کا تمسخر اڑانے کا شوق تھا بلکہ اس لئے کیونکہ ان کے نزدیک یہ دل لگی کا ذریعہ تھا۔ اور وہ بات جو دوسروں کو اس کے ساتھ چھیڑ خانی کرنے کی ترغیب دیتی تھی، وہ اس کی حد سے بڑھی ہوئی انکساری اور جھینپو پن تھا جس پر اگر وہ چاہتا تو بھی قابو نہ پا سکتا۔ خواتین کے بارے میں بعض الفاظ اور جملے اسے سخت ناپسند تھے اور وہ انہیں برداشت نہ کر پاتا۔ لیکن بدقسمتی سے اس قسم کے جملے اور کلمات ہماری تعلیمی درسگاہوں میں عام استعمال ہوتے ہیں۔ نوخیز لڑکوں کو، جن کے دل اور روحیں بالکل اُجلی اور مصفا ہوتی ہیں لیکن وہ خود ابھی تک لڑکپن کی حدود میں سے گزر رہے ہوتے ہیں، ایسی چیزوں، تصویروں اور فحاشیوں کے متعلق سرگوشیاں کرنا بلکہ اونچی آوازوں میں بھی باتیں کرنا بہت پسند ہوتا ہے جن کا ذکر فوجی بھی کم کم ہی کرتے ہیں، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جو باتیں معاشرے کے اعلیٰ اور تعلیم یافتہ طبقوں کے نوجوان بچوں کو بہت اچھی طرح معلوم ہوتی ہیں فوجیوں کو ان کی ہوا تک نہیں لگی ہوتی۔ مانا ابھی یہاں لوگ اخلاقی انحطاط کا شکار نہیں ہوئے اور نہ وہ کسی حقیقی، اخلاقی اعتبار سے بد، داخلی کلبیت کی لپیٹ میں آئے ہیں۔ لیکن اس کی خارجی صورت بہرحال موجود ہے اور سکولوں کے طالب علم اسے اکثر اوقات شائستہ، پُرلطف اور جرأت مندانہ اور یوں قابلِ تقلید چیز گردان لیتے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے کہ جب وہ "اس چیز" کے متعلق گفتگو شروع کرتے ہیں، الیوشا کرامازوف اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتا ہے، اس کے ہم مکتب عمداً اس کا گھیراؤ کر لیتے، زبردستی اس کے ہاتھ اس کے کانوں سے ہٹا دیتے اور اس کے دونوں کانوں میں باآوازِ بلند فحش الفاظ و کلمات اور دیگر خرافات کی تکرار شروع کر دیتے۔ وہ اپنے آپ کو چھڑانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا اور تھک ہار کر فرش پر ڈھیر ہو جاتا، وہ اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے

ڈھانپ لیتا اور وہیں پڑا رہتا۔ وہ نہ تو منہ سے کوئی لفظ نکالتا اور نہ کسی قسم کا احتجاج کرتا بلکہ چپ چاپ اپنی بے عزتی برداشت کرتا رہتا۔ آخر کار وہ خود اسے تنگ کرنا ترک کر دیتے، اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتے، اسے "زنخا" کہہ کر اس کا مذاق اڑانے سے گریز کرنے لگتے بلکہ جو کچھ اس نے چپ چاپ سہا ہوتا اس پر انہیں اس کی حالت پر ترس آ جاتا۔ بر سبیل تذکرہ، وہ پڑھائی میں اپنی جماعت کے ہمیشہ پہلے پانچ سات لڑکوں میں ہوتا لیکن اول کبھی نہ آیا۔

یفیم پیترووچ کے انتقال کے بعد ایلیوشا مزید دو سال سکول میں رہا۔ یفیم پیترووچ کی موت پر اس کی بیوی کو اتنا صدمہ پہنچا کہ اس کے آنسو تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے، تاہم وہ اس کی تجہیز و تکفین کے فوراً بعد اپنے خاندان کے ہمراہ، جو تمام تر خواتین پر مشتمل تھا، طویل مدت کے لئے اٹلی چلی گئی اور ایلیوشا کو اس کے گھر میں دو عورتوں کی معیت میں رہنا پڑا جو یفیم پیترووچ کی دور پار کی رشتے دار تو تھیں مگر ایلیوشا ان سے قطعاً آشنا نہیں تھا کیونکہ اس نے اس سے پہلے انہیں کبھی دیکھا ہی نہیں تھا۔ ایلیوشا کو ان خواتین کے ساتھ کن شرائط کے تحت رہنا تھا، اس کا بھی اسے قطعاً کوئی علم نہیں تھا۔ اس کی ذات کا ایک اور نمایاں وصف یہ تھا کہ اسے اس بات کی قطعاً کوئی پروا نہیں ہوتی تھی اور نہ وہ اس کا کبھی اظہار کرتا تھا کہ مالی اعتبار سے اس کی اعانت کون کر رہا ہے۔ اس اعتبار سے وہ اپنے بڑے بھائی ایوان فیودرووچ کے بالکل الٹ تھا جس نے یونیورسٹی میں اپنی تعلیم کے پہلے دو سال سخت تنگی ترشی کے عالم میں گزارے تھے، جسے اپنے روٹی کپڑے اور دیگر اشیاء کے اخراجات پورے کرنے کے لئے اپنے زور بازو پر انحصار کرنا پڑتا تھا اور جو اپنے اوائل طفولیت کے زمانے ہی سے تکلیف دہ حد تک اس امر سے آگاہ تھا کہ وہ اپنے محسن کے ٹکڑوں پر پل رہا ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ایلیوشا کے کردار کے اس پہلو کا کڑا احتساب نہیں کیا جانا چاہیے کیونکہ جب بھی اس کے معمولی سے معمولی واقف شخص کو یہ سوال درپیش ہوتا، اسے فوراً یقین آ جاتا کہ ایلیوشا واضح طور پر ان نوجوانوں میں شامل ہے جن کے اردگرد پاک باز بدھو (20) کا ہالہ تنا ہوتا ہے اور یہ کہ اگر اچانک اس کے ہاتھ میں قارون کا خزانہ بھی آ جائے وہ پہلی ہی درخواست پر اسے دان کرنے سے قطعاً گریز نہیں کرے گا، مانگنے والے کا مقصد خواہ کوئی نیک کام کرنا ہو یا وہ محض ہاتھ کی صفائی دکھا رہا ہو۔ اگر لغوی نہیں بلکہ اصطلاحی معنوں میں بات کی جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ بظاہر یہی معلوم ہوتا تھا کہ اسے روپے کی قدر و قیمت کا قطعاً کوئی اندازہ نہیں۔ جب اسے جیب خرچ ملتا (وہ خود اس کا کبھی تقاضا نہیں کرتا تھا) تو بعض اوقات ہفتوں پڑے پڑے گزر جاتے لیکن اس کی سمجھ میں ہی نہ آتا کہ آخر وہ اس کا کرے تو کیا کرے یا پھر وہ اس کے متعلق بالکل لاپروا ہو جاتا اور وہ چٹکیوں میں اڑ جاتا۔

پیوتر الیکساندرووچ مائی اوسف نے، جو جہاں تک روپے پیسے اور بورژوا دیانت داری کا تعلق

ہے، احتیاط پسند اور پابند شعار شخص تھا، ایلیوشا کا قریب سے مشاہدہ کرنے کے بعد اس کا مندرجہ ذیل خاکہ پیش کیا تھا:

"وہ دنیا کا شاید واحد شخص ہے جسے اگر دس لاکھ اجنبی لوگوں کے شہر کے مرکزی چوک میں اچانک اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے اور اس کی جیب میں دھیلا تک نہ ہو، اسے کسی قسم کے ابتلا میں سے نہیں گزرنا پڑے گا، وہ کبھی بھوک یا سردی سے نہیں مرے گا کیونکہ کوئی نہ کوئی اسے جھٹ پٹ کھانا کھلا دے گا، جھٹ پٹ اپنی پناہ میں لے لے گا اور اس قسم کی کوئی بات نہ ہو سکے تو بھی وہ اپنی سوجھ بوجھ کو بروئے کار لا کر اپنی بقا کا اہتمام کر لے گا اور اس کوشش میں اسے نہ تو کوئی مشکل پیش آئے گی اور نہ اسے کسی قسم کی خفت اٹھانا پڑے گی، جب کہ جو شخص بھی اس کی مدد کا بیڑا اٹھائے گا، اسے اپنا کام بوجھل یا ناخوشگوار معلوم نہیں ہو گا بلکہ وہ اسے عین راحت تصور کرے گا۔"

ایلیوشا نے اپنی سکول کی تعلیم مکمل نہ کی۔ ابھی پڑھائی کا ایک سال باقی تھا کہ اس نے ان خواتین کو، جن کے گھر میں وہ رہتا تھا، بتایا کہ وہ ایک ایسے معاملے کے بارے میں، جو اچانک اس کے ذہن میں آ گیا ہے، اپنے باپ سے ملنے جا رہا ہے۔ وہ اس کی حفاظت اور دیکھ بھال کرنا اپنا فرض گردانتی تھیں اور وہ قطعاً نہیں چاہتی تھیں کہ وہ ان کا گھر چھوڑ کر کہیں اور جائے۔ بہرحال انہیں اجازت دینا ہی پڑی۔ کرایہ کوئی زیادہ نہیں تھا۔ وہ یہ کرایہ اپنی گھڑی، جو اس کے محسن کے گھر والوں نے بدیس روانہ ہونے سے پہلے اسے بطور تحفہ دی تھی، گروی رکھ کر ادا کرنا چاہتا تھا۔ خواتین نے اس کے اس ارادے کی مخالفت کی اور اپنی گرہ سے اسے نہ صرف نئے ملبوسات اور زیر جامے سلوا دیے بلکہ اچھی خاصی نقد رقم بھی تھما دی۔ تاہم اس نے نصف رقم واپس کر دی کیونکہ اس کا کہنا تھا کہ وہ تھرڈ کلاس کے ڈبے میں سفر کرنا چاہتا ہے۔ جب وہ ہمارے قصبے میں پہنچا اور اس کے باپ نے چھوٹتے ہی اس سے پہلا سوال یہ کیا کہ وہ اپنی تعلیم ادھوری چھوڑ کر کیوں چلا آیا ہے، تو اس نے اس کا براہ راست کوئی جواب نہ دیا لیکن بتانے والے بتاتے ہیں کہ وہ غیر معمولی طور پر گہرے سوچ بچار میں مستغرق تھا۔ بہت جلد یہ عقدہ کھلا کہ اسے اپنی ماں کی قبر کی تلاش ہے۔ اس وقت وہ اپنے آپ کو یہی بتا رہا تھا کہ وہ اسی مقصد کے تحت آیا ہے۔ تاہم اس کی آمد کی یہ واحد وجہ نہیں ہو سکتی تھی۔ اس بات کا امکان زیادہ ہے کہ اس وقت اسے نہ تو خود معلوم تھا اور نہ وہ یہ وضاحت کر سکتا تھا کہ آخر وہ کون سی چیز ہے جو اس کی روح کے اندر بیدار ہو گئی ہے اور اسے کشاں کشاں کسی نئے، ان جانے لیکن اٹل راستے پر لئے جا رہی ہے۔ فیودر پاولووچ اسے یہ بتانے سے قاصر رہا کہ اس نے اپنی دوسری بیوی کو کہاں دفن کیا تھا۔ تدفین کے بعد وہ ایک

مرتبہ بھی اس کی قبر پر نہیں گیا تھا۔ چنانچہ اتنے سال گزر جانے کے بعد اسے قطعاً یاد نہیں رہا تھا کہ اس نے اسے کہاں سپردِ خاک کیا تھا۔

اب کچھ ذکر فیودر پاولووچ کا ہو جائے۔ وہ اس سے قبل کافی عرصہ ہمارے قصبے کے کہیں باہر مقیم رہا تھا۔ اپنی دوسری بیوی کے انتقال کے تین چار سال بعد وہ جنوبی روس چلا گیا تھا اور آخر کار اودیسا (21) میں آباد ہو گیا جہاں وہ مسلسل کئی سال رہائش پذیر رہا۔ وہاں اس کے اپنے جملوں اس کا تعارف "طرح طرح کے بے شمار یہودیوں سے ہوا، لمبے تڑنگے یہودیوں، ناٹے یہودیوں، بچے یہودیوں یہاں تک کہ معزز یہودیوں نے بھی مجھے قبول کر لیا۔" یہ فرض کرنا پڑے گا کہ اس کی زندگی کا یہی وہ دور تھا جب اس نے جائز ناجائز ذرائع سے روپیہ کمانے کا ڈھنگ سیکھ لیا۔ وہ ایلیوشا کی آمد سے صرف تین سال قبل ہمارے قصبے میں واپس آیا تھا اور اب کی بار وہ مستقلاً یہیں رہائش پذیر ہو گیا تھا۔ اپنے پرانے واقف کاروں کو وہ بے حد عمر رسیدہ دکھائی دیا حالانکہ اسے کسی طور بھی بوڑھا نہیں کہا جا سکتا تھا۔ یہاں وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ مروت سے کم اور رعونت سے زیادہ پیش آتا تھا۔ اس کی مثال میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس سابقہ مسخرے میں دوسروں کا مذاق اڑانے اور ان کے ساتھ گستاخی سے پیش آنے کا کینہ توز رجحان موجود تھا۔ وہ اب بھی عورتوں کے ساتھ رنگ رلیاں مناتا تھا اور اگر کوئی فرق آیا تھا تو یہ کہ اس کا انداز پہلے سے بھی بدتر ہو گیا تھا اور وہ قابلِ نفرین حد تک تمام اخلاقی حدود پھلانگ گیا تھا۔ اس نے ہمارے ضلع میں جابجا نئے شراب خانے کھول لئے تھے جہاں شراب کے علاوہ کھانے پینے کی اشیا بھی فروخت ہوتی تھیں۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ اگر وہ ایک لاکھ روبل نہیں، تو اس کے لگ بھگ کا ضرور مالک ہو گا۔ ہمارے ضلع اور قصبے کے متعدد اشخاص اس سے قرضے لینے لگے تاہم ان کے لئے انہیں معقول اور محفوظ ضمانت مہیا کرنا پڑتی تھی۔ حال ہی میں اس کا بدن پھول کر پلپلا ہو گیا تھا اور گوشت لٹکنے لگا تھا۔ پہلے وہ ٹھنڈے دل و دماغ کا آدمی ہوا کرتا تھا اور اسے اپنے جذبات کو قابو میں رکھنے کا ہنر آتا تھا لیکن پچھلے کچھ عرصہ سے وہ اپنے ان اوصاف سے محروم ہونے لگا تھا۔ اب وہ مستقل مزاجی سے کوئی کام نہیں کر سکتا تھا بلکہ اس کا یہ وتیرہ ہو چلا تھا کہ کبھی وہ ایک کام میں ہاتھ ڈالتا اور کبھی دوسرے میں لیکن جم کر کچھ بھی نہ کر پاتا۔ پھر اس کی ہمہ تن متوجہ ہو کر کام کرنے کی صلاحیت بھی ختم ہوتی جا رہی تھی لیکن جہاں تک اس کی مے نوشی کا تعلق ہے، اس عرصے کے دوران میں اس میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا تھا بلکہ اب بھی ہو رہا تھا اور اگر اس کا ملازم گریگوری موجود نہ ہوتا جس کا ذکر اوپر آ چکا ہے، جو خود بھی اب خاصا معمر ہو چلا تھا اور جو نرس کی طرح اس کی دیکھ بھال کرتا رہتا تھا، تو غالباً

فیودر پاولووچ بعض غیر ضروری مشکلات سے پہلو بچانے میں ناکام رہتا۔ معلوم ہوتا تھا کہ ایلیوشا کی آمد نے اسے خوشگوار انداز سے متاثر کیا ہے اور اسے اخلاقی اعتبار سے بھی قدرے سدھار دیا ہے۔ کچھ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے اس شخص کے، جو وقت سے پہلے بوڑھا ہو گیا تھا، اندر کوئی چیز یکایک کروٹ لے کر جاگ گئی ہے جو مدتوں سے اس کی روح میں یوں لیٹی پڑی تھی جیسے کسی نے اس کا گلا گھونٹ دیا ہو۔

"تمہیں معلوم ہے،" وہ اکثر ایلیوشا کو بغور دیکھتے ہوئے کہتا، "تمہاری شکل اس سے — اس 'Klikusha' (چیخ مارنی) سے بالکل ملتی جلتی ہے۔" وہ اپنی مرحوم بیوی یعنی ایلیوشا کی ماں کو اسی نام سے یاد کرتا تھا۔ آخر یہ گریگوری تھا جس نے ایلیوشا کے سامنے "چیخ مارنی" کی قبر کی نشان دہی کی۔ وہ اسے ہمارے قصبے کے قبرستان میں لے گیا اور اس نے ایک کونے کھدرے میں ڈھلے ہوئے لوہے کا سستا لیکن خوش وضع کتبہ دکھایا جس پر مرحومہ کا نام، سماجی مرتبہ (22) اور سال وفات لکھا ہوا تھا۔ ان تفصیلات کے نیچے ایک پرانی طرز کی رباعی تحریر تھی جو کسی زمانے میں درمیانے طبقے کے لوگوں کے کتبوں پر عام نظر آتی تھی۔ حیران کن بات یہ تھی کہ یہ سنگِ مزار نصب کرانے میں گریگوری کا ہاتھ تھا۔ اس نے اپنے خرچ پر اسے تب بنوایا اور بے چاری "چیخ مارنی" کی قبر پر لگوایا تھا جب فیودر پاولووچ، جسے وہ اکثر قبر کے متعلق یاد دہانی کراتا رہتا تھا، نہ صرف تربت بلکہ ماضی کی تمام یادیں پس پشت ڈال کر اودیسا جا چکا تھا۔ ایلیوشا نے اپنی ماں کی قبر پر کسی خاص جذبے کا اظہار نہ ہونے دیا۔ وہ محض سر جھکا کر کچھ دیر گریگوری کی زبانی تختی کے نصب کئے جانے کی سادہ، سنجیدہ اور عقلی اعتبار سے قابلِ قبول کہانی سنتا رہا اور پھر ایک لفظ کہے بغیر وہاں سے چل دیا۔ اس کے بعد اس نے پورے سال کے دوران میں شاید ایک مرتبہ بھی قبرستان کا رخ نہ کیا۔ لیکن اس چھوٹے سے واقعے نے فیودر پاولووچ کو بھی متاثر کیا اور وہ جس انداز سے متاثر ہوا، وہ واقعی عجیب تھا۔ اس نے اچانک ایک ہزار روبل نکالے اور خانقاہ کو بطور خیرات دے دیے تاکہ اس کی مرحوم بیوی کے لئے دعائے خیر کرائی جا سکے — لیکن یہ بیوی ایلیوشا کی ماں "چیخ مارنی" نہیں بلکہ اس کی پہلی بیوی ایڈیلیڈا ایوانوونا تھی جو اس کی پٹائی کیا کرتی تھی۔ اسی رات وہ نشے میں دھت ہو گیا اور ایلیوشا کے سامنے راہبوں کا ٹھٹھا اڑانے لگا۔ وہ مذہب کے نام سے دور بھاگتا تھا اور اس نے غالباً اپنی پوری زندگی کے دوران میں کسی ایقونے کے سامنے پانچ کوپک کی موم بتی بھی نہیں جلائی تھی۔ اس قسم کے لوگ بھی کیا چیز ہیں! وہ بعض اوقات ایسے ایسے خیالات اور جذباتی افراط و تفریط کا شکار ہو جاتے ہیں جو اپنی فطرت کے اعتبار سے انوکھی ہوتی ہے اور جس کے متعلق پیشگوئی کرنا ناممکن ہوتا ہے۔

میں پہلے ہی ذکر کر چکا ہوں کہ فیودر پاولووچ کا جسم پھول چکا اور پلپلا ہو چکا تھا۔ وہ جس انداز کی زندگی بسر کر رہا تھا اس کا چہرہ اس کی خوب غمازی کر رہا تھا۔ اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں کے نیچے،

جو ہمیشہ دوسروں کا تمسخر اڑاتی، انہیں شک وشبہے سے دیکھتی اور ان سے یہ کبھی محسوس ہوتی تھیں کہ یہ کوئی مجھ جیسا، بڑے بڑے حلقے بن چکے تھے جن کا گوشت لٹکنے لگا تھا۔ اس کے پھولے پھولے چکنے چہرے پر گہری جھریوں کا جال بچھا ہوا تھا، اس کا کنٹھا جسیم، فربہ اور طویل تھا۔ یہ اس کی نوکیلی ٹھوڑی کے نیچے تھیلی کی طرح لٹک رہا تھا اور اس نے اس کے چہرے کو گھناؤنی ہوس رانی کا آئینہ دار بنا دیا تھا۔ مزید برآں اس کا موٹے موٹے ہونٹوں والا فراخ، گوشت خور دہانہ تھا جو اس کے بری طرح گلے سڑے دانتوں کے سیاہ ٹھنٹھوں کی نمائش کرتا رہتا تھا۔ وہ جب بھی کچھ کہنے کے لئے منہ کھولتا، رال کی پچکاریاں چلنے لگتیں۔ اگرچہ اسے خود اپنے ہی چہرے کو نشانہ تضحیک بنا کر مزہ آتا تھا، نظر کچھ یوں آتا تھا جیسے وہ اس پر بالکل مطمئن ہو۔ اسے خاص طور پر اپنی ناک کی طرف دوسروں کی توجہ دلانا پسند تھا جو اگرچہ بڑی تو نہیں تھی لیکن تھی بہت تیکھی اور واضح طور پر عقابی۔ "صحیح معنوں میں رومی ناک۔" وہ اکثر اس کے متعلق کہا کرتا، "میرے کنٹھے کے ساتھ مل کر اس نے مجھے انحطاط زدہ زمانے کے قدیم رومی اشراف کے خدوخال بخش دیے ہیں۔" معلوم ہوتا تھا کہ اسے واقعی اس پر فخر ہے۔

اپنی ماں کی قبر دریافت کرنے کے کچھ ہی دن بعد ایلیوشا نے اپنے باپ کو مطلع کیا، "میں خانقاہ میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔ وہاں کے راہب مجھے امیدوار راہب کے طور پر قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔" اس نے مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا، "یہ میری شدید آرزو ہے اور آپ چونکہ میرے باپ ہیں، میں پوری سنجیدگی کے ساتھ آپ سے آپ کی رضامندی حاصل کرنے کی درخواست کر رہا ہوں۔" بوڑھا پہلے ہی جانتا تھا کہ ستارتس زوسیما، جو ہمارے قصبے سے باہر خانقاہ میں زہد و پارسائی کی زندگی بسر کر رہا تھا، اس کے "چپ چاپ" بیٹے کو بے حد متاثر کر چکا ہے۔

"ہاں، یہ ستارتس ان سب میں دیانت دار راہب ہے" ایلیوشا نے جو کچھ کہا تھا، اسے پُرتفکر خاموشی سے سننے کے بعد اور اس کی التجا پر مطلقاً کسی قسم کی حیرت کا اظہار کئے بغیر اس نے کہا۔ "ہوں، میرے چپ چاپ بیٹے، تو تم یہ کچھ بننا چاہتے ہو۔" وہ نیم مدہوش تھا اور وہ اچانک کھیسیں نکال کر مسکرا پڑا۔ اس کے اس طور مسکرانے سے نہ صرف اس کا پورا منہ کھل گیا تھا بلکہ یہ نشے میں دھت آدمی کی مسکراہٹ تھی اور اس میں مدہوش آدمی کی عیاری اور پُرکار ذہانت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ "ہوں، تمہیں معلوم ہے میرا ماتھا پہلے ہی ٹھنکنے لگا تھا کہ تم کچھ اسی قسم کی شے بن جاؤ گے۔ تم بالکل اسی رخ بگٹٹ بھاگے جا رہے تھے۔ خیر، اب جبکہ تمہیں اپنے دو ہزار مل چکے ہیں، تمہیں وہاں داخلہ حاصل کرنے میں آسانی رہے گی اور جان من، میں تمہیں کبھی بے سہارا نہیں چھوڑوں گا۔ اگر انہوں نے اب کچھ مانگا تو وہ میں ادا کر دوں گا۔ لیکن اگر انہوں نے کچھ نہ مانگا، پھر زبردستی ادا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ تم میری بات سے اتفاق کرتے ہو نا؟ آخر تمہیں کھلانے پلانے پر اتنا بھی خرچ نہیں آتا جتنا کسی

کناری پرندے پر۔ آخر تم کھاتے ہی کیا ہو، بس ایک آدھ دانہ فی ہفتہ... ہوں، اور اس خانقاہ کے بارے میں کیا خیال ہے جو قریب کے ایک ننھے منے گاؤں (کی زمینوں) کا انتظام و انصرام کرتی ہے اور یہاں کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ وہاں صرف "رسولی بیبیاں" رہتی ہیں۔ لوگ انہیں یہی نام دیتے ہیں نا؟ ٹھیک؟ میرا خیال ہے کہ مل ملا کر یہ کل تیس بنتی ہوں گی... میں وہاں کا چکر لگا چکا ہوں۔ خدا کی پناہ، اپنے لحاظ سے یہ سب کچھ ہے بہت دل فریب ـــ اور عام روش سے ہٹ کر بھی۔ خرابی صرف ایک ہے۔ تمام عورتیں کیتھا رہی ہیں، کہیں ایک بھی فرانسیسی چھوکری نظر نہیں آتی حالانکہ وہ چند ایک کا بخوبی انتظام کر سکتے تھے۔ ایسی بھی بات نہیں کہ وہ ان کے اخراجات برداشت نہ کر سکتے ہوں۔ بس وہ ایک دفعہ منادی کرا کر تو دیکھیں، ان کے غول کے غول چلے آئیں گے۔ خیر، یہ جگہ (جہاں تم جا رہے ہو) بالکل ٹھیک ہے، یہاں 'رسولی بیبیاں' نہیں، صرف راہب رہتے ہیں اور وہ بھی دو سو کے لگ بھگ۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، غلط نہیں بالکل صحیح ہے۔ یہ بات بالکل درست ہے کہ وہ سب کے سب زہد و ریاضت کی زندگی بسر کرتے ہیں... تو تم راہبوں میں شامل ہونا چاہتے ہو، واقعی؟ ایلیوشا، میرا دل تمہارے لئے خون کے آنسو رو رہا ہے، واقعی میرے دل کا یہی حال ہو رہا ہے۔ کاش تمہیں معلوم ہوتا مجھے تم سے کتنی محبت ہو گئی ہے۔ خیر، یہ اچھا موقع ہے... تم ہم گنہگاروں کے لئے دعا کر سکتے ہو، ہم لوگوں سے یقیناً کچھ نہ کچھ گناہ ضرور سرزد ہوئے ہوں گے۔ میں ہمیشہ سوچتا رہتا ہوں ہمارے لئے دعا کون کرے گا اور کیا اس قسم کا کوئی شخص (جو ہم گنہگاروں کے لئے دعا کر سکے) اس دنیا میں موجود ہے بھی؟ جان من، کاش تمہیں معلوم ہوتا کہ میں اس طرح کے امور میں کتنا احمق ہوں، ویسے تمہیں میری بات کا یقین نہیں آئے گا۔ میں بالکل جاہل مطلق ہوں۔ سنو، ممکن ہے میں بالکل جاہل مطلق ہوں لیکن میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ میں ان امور کے بارے میں سوچتا ضرور ہوں، اکثر تو نہیں، پھر بھی کبھی کبھار تو سوچ لیتا ہوں۔ جب میری موت واقع ہو گی، اس بات کا یقیناً کوئی امکان نظر نہیں آتا کہ شیاطین مجھے اپنی کنڈیوں میں پھنسا (22 الف) کر جہنم کی طرف دھکیلنے میں ناکام رہیں گے۔ چنانچہ یہی چیز مجھے سوچنے پر مجبور کرتی رہتی ہے۔ کنڈیاں؟ وہ انہیں لاتے کہاں سے ہیں؟ یہ کس چیز سے بنی ہوتی ہیں؟ یہ انہیں گھڑتے کہاں ہیں؟ کیا ان کا وہاں اپنا کوئی کارخانہ ہے یا پھر کوئی اور چیز؟ تمہاری خانقاہ کے راہبوں کا غالباً خیال ہے کہ یہ جو جہنم ہے اس کے اوپر چھت ہے۔ میں جہنم پر یقین کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن اس کے اوپر چھت نہیں ہونا چاہیے۔ اگر اس کے اوپر چھت نہ ہو، پھر یہ خوش ذوقی، روشن خیالی اور روحانی بصیرت کا مظہر ہوگا، بالکل لوتھری طرح (23)؛ میں کیا کہہ رہا ہوں، تم سمجھ گئے ہو نا؟ لیکن سچی اور کھری بات تو یہ ہے کہ چھت ہو یا نہ ہو، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ سارا سوال اسی ملعون چیز کے بارے ہی میں تو ہے! کیونکہ اگر چھت نہیں ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہاں کوئی

کنڈی یا آنکڑا بھی نہیں ہوگا، اگر وہاں کنڈیاں نہیں، پھر یہ سب کچھ غلط ہے اور اس پر یقین کرنا اور بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ پھر مجھے کنڈیوں میں پھنسا کر کون گھسیٹے گا، اس کے بعد کیا ہوگا، روئے زمین پر سچائی اور انصاف کا کیا بنے گا؟ **Il faudrait les inventer**(انہیں ایجاد کرنا ضروری ہو جائے گا)، یہ کنڈیاں محض میرے لئے، میرے لئے، صرف میرے لئے ہیں، کیونکہ ایلوشا، کاش تمہیں معلوم ہوتا میں کن اتھاہ گہرائیوں میں جا گرا ہوں!"

"وہاں کوئی کنڈیاں نہیں!" ایلوشا نے اپنے باپ کی جانب بغور دیکھتے ہوئے ملائمت اور سنجیدگی سے کہا۔

"خیر، خیر، کنڈیوں کے محض سائے۔ مجھے معلوم ہے، مجھے معلوم ہے۔ کسی فرانسیسی نے جہنم کے متعلق یہ نہیں کہا تھا؟

J'ai vu l'ombre d'un cocher, qui avec l'ombre d'une brosse frottait l'ombre d'une carosse?

(میں نے ایک کوچوان(24) کے سائے کو ایک برش کے سائے سے گاڑی کے سائے کو رگڑ رگڑ کر صاف کرتے دیکھا۔) جان من، تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہاں کنڈیاں نہیں ہیں؟ جب تم راہبوں کی صحبت میں کچھ وقت گزار لو گے تو تم مختلف راگنی الاپنے لگو گے۔ بہرحال، میں تمہیں اشیرباد دیتا ہوں۔ جاؤ، کوشش کرو کہ تمہیں وہاں صداقت مل جائے، پھر واپس میرے پاس آنا اور مجھے بتانا۔ بالآخر اگر ایک مرتبہ آدمی کو یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ اگلی دنیا میں کیا ہے، وہاں کا سفر خاصا آسان ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں تم مجھ جیسے بوڑھے کھوسٹ، شرابی اور میری لڑکیوں کی صحبت کی نسبت راہبوں کی معیت میں زیادہ باعزت زندگی گزار سکو گے... تاہم تم جیسے فرشتہ صفت شخص کو کوئی چیز بھی داغ دار نہیں بنا سکتی۔ مگر یہ بھی تو کہا جا سکتا ہے کہ وہاں کی ساری پارسائی اور تقویٰ بھی شاید تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ یہی وجہ ہے کہ میں تمہیں جانے کی اجازت دے رہا ہوں کیونکہ مجھے اپنے دل کی گہرائیوں سے امید ہے کہ آخر ہوگا بھی کچھ۔ تم میں ابھی عقل سلیم باقی ہے، ابھی تمہارے اندر آگ جل رہی ہے لیکن ایک وقت آئے گا جب یہ بجھ جائے گی، یہ تمہارے جسم سے نکل جائے گی اور تم یہاں واپس آ جاؤ گے۔ میں تمہارا انتظار کروں گا کیونکہ، جان من، مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ روئے زمین پر تم واحد شخص ہو جس نے مجھے لعنت ملامت نہیں کی، مجھے یہ محسوس ہو رہا ہے، واقعی محسوس ہو رہا ہے میں اسے محسوس کئے بغیر کیسے رہ سکتا ہوں!"

اور وہ زوں زوں کرنے لگا۔ مے نوشی نے اسے رقیق القلب بنا دیا تھا۔ وہ بد اور رقیق القلب تھا۔

5

ستارتسی

میں جس نوجوان کا ذکر کر رہا ہوں، ممکن ہے بعض قارئین کی نظروں میں وہ روحانی بے اعتدالی کی طرف مائل، خام کار، کمزور و ناتواں اور ابھاگی انسان ہو جو ہر وقت بے کیف انداز سے خیالی پلاؤ پکاتا رہتا ہے۔ اس کے برعکس ایلوشا اس زمانے میں گٹھے ہوئے جسم، سرخ و سپید گالوں اور درخشندہ آنکھوں والا انیس سالہ چاق چوبند اور صحت مند نوجوان تھا۔ وہ شکیل و وجیہہ بھی بہت زیادہ تھا: اس کا بدن چھریرا، قد کاٹھ درمیانہ، بال گہرے بھورے، چہرہ قدرے لمبوترا، بیضوی لیکن متناسب اور خوش وضع اور اس کی خاکستری آنکھیں درخشندہ، موٹی اور گہری تھیں۔ وہ ہر وقت سوچ بچار میں مستغرق اور بظاہر آسودہ خاطر نظر آتا تھا۔ لوگ غالباً کہیں گے کہ گلابی گال آدمی کو مذہبی انتہا پسندی یا سریت کی جانب جانے سے نہیں روکتے، تاہم مجھے ایلوشا کسی دوسری چیز کی نسبت حقیقت پسند زیادہ نظر آتا تھا۔ یہ درست ہے کہ جب وہ خانقاہ میں تھا، اسے معجزوں اور کرامتوں پر مطلق یقین تھا لیکن میرے خیال میں معجزے حقیقت پسند انسان کو کبھی خلفشار میں نہیں ڈالتے۔ جو چیز حقیقت پسند شخص کو مذہب کی طرف مائل کرتی ہے وہ معجزہ یا کرامت نہیں ہوتی۔ ایک سچا حقیقت پسند شخص، اگر وہ کسی مذہب کو نہیں مانتا، معجزوں اور کرامتوں میں ایمان نہ لانے کی ہمیشہ اپنے پاس ہمت اور صلاحیت محسوس کرتا رہے گا اور اگر اس کے سامنے کسی معجزے یا کرامت کو ایسی مسلمہ حقیقت کے طور پر پیش کیا جائے جسے جھٹلایا نہ جا سکے تو وہ اسے حقیقتِ ثابتہ کے طور پر تسلیم کرنے کی بجائے اپنے ہوش و حواس پر شک کرنے کو ترجیح دے گا۔ اور اگر وہ اسے بطور حقیقتِ ثابتہ تسلیم کر بھی لے تو بھی وہ اسے ایک ایسا فطری واقعہ قرار دے گا جس سے وہ اس سے پیشتر آگاہ نہیں تھا۔ حقیقت پسند شخص کے نزدیک ایمان معجزوں کی پیداوار نہیں ہوتا بلکہ معجزے ایمان کے طفیل ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ جب حقیقت پسند ایمان لے آتا ہے، پھر بھی بات یہ ہے کہ اس کی اپنی حقیقت پسندی اس بات کی متقاضی ہوتی ہے کہ وہ معجزوں اور کرامتوں پر ایمان لے آئے۔ توما رسول(25) نے اعلان کیا تھا کہ وہ کسی ایسی چیز کا یقین نہیں کر سکتا جسے اس نے اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا ہو۔ لیکن جب اس نے دیکھ لیا وہ پکار اٹھا: "اے میرے خداوند، اے میرے خدا!"(26) کیا یہ معجزہ تھا جس نے اسے یقین کرنے پر آمادہ کیا؟ غالباً نہیں۔ اس نے یقین اس لئے کیا کیونکہ بالکل سیدھی بات ہے وہ یقین کرنا چاہتا تھا اور جب اس نے یہ کہا تھا: "میں جب تک دیکھ

نہ لوں، میں یقین نہیں کروں گا۔" تب بھی غالباً وہ اپنے نہاں خانہ دل میں پوری طرح یقین کر چکا تھا۔

شاید یہ کہا جائے کہ ایلوشا کند ذہن اور پھسڈی تھا، اس نے اپنی تعلیم مکمل نہیں کی تھی، علیٰ ہذا القیاس۔ یہ بات کہ اس نے اپنی تعلیم مکمل نہیں کی تھی، درست ہے مگر یہ کہنا کہ وہ غبی یا احمق تھا، انصاف کا منہ چڑانے کے برابر ہے۔ میں جو کچھ پہلے کہہ چکا ہوں، اس کا صرف اعادہ کروں گا۔ اس نے یہ راستہ اس لئے اختیار کیا تھا کیونکہ اس وقت بھی اس کے تخیل کو اپنی گرفت میں لے سکا تھا اور اس نے اس کی روح کو مثالی چھٹکارا دکھایا تھا جو ظلمت سے بچ بچا کر روشنی میں آنے کی جد و جہد کر رہی تھی۔ اس کے ساتھ میں مزید یہ کہوں گا کہ وہ پہلے ہی ایک حد تک ہمارے عہد کا نوجوان بن چکا تھا ـــ دوسرے الفاظ میں وہ فطرتاً دیانت دار تھا، صداقت پر اصرار کرتا تھا، اس کی تلاش میں رہتا تھا اور اس پر اعتقاد رکھتا تھا، اور جب ایک مرتبہ وہ اس پر ایمان لے آیا تو پھر اس کا تقاضا یہ تھا کہ وہ روح کی پوری قوت کے ساتھ اس کے ساتھ فوراً پیمان وفا باندھ لے، کسی تاخیر کو روا رکھے بغیر عظیم کارنامے سر انجام دینے کے لئے جد و جہد کرے اور (اس راہ پر چلتے چلتے) اپنا سب کچھ، بلکہ اگر ضرورت پیش آئے تو اپنی جان بھی، قربان کر دے۔ اگرچہ بدقسمتی سے اکثر نوجوان اتنی سی بات نہیں سمجھتے کہ اکثر صورتوں میں جان کی قربانی سب قربانیوں میں آسان ترین ہے لیکن محض اس لئے اپنی پُر جوش جوانی کے پانچ چھ سال سخت اور مشقت طلب مطالعے اور حصولِ علم کے لئے وقف کر دینا تا کہ وہ اس صداقت کی، جسے انہوں نے اپنے سینوں سے لگا لیا ہے، اور اس عظیم مقصد کی خاطر، جس کو حاصل کرنے کا انہوں نے پیمان باندھا ہے، اپنی فطری اہلیت میں دس گنا اضافہ کر سکیں ـــ تو یہ ایک عظیم قربانی ہے جو ان میں سے تقریباً اکثر کی صلاحیتوں سے ماورا ہے۔ جو راستہ باقی سب لوگ منتخب کرتے ہیں، ایلوشا نے محض اس کی مخالف سمت میں جانا چاہا لیکن اسی لگن کے ساتھ جو عظیم کاموں کو سرعت رفتار کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہنچانے میں برتی جاتی ہے۔ سنجیدہ غور و فکر کے بعد جونہی اسے یقین ہو گیا کہ خدا اور لافانیت (یا ابدیت) موجود ہیں، اس نے فی الفور اپنے آپ سے کہا: "میں لافانیت کی خاطر زندہ رہنا چاہتا ہوں اور (اس معاملے) میں کوئی سمجھوتہ بازی نہیں کروں گا۔" اسی انداز سے اگر اس نے فیصلہ کر لیا ہوتا کہ خدا اور لافانیت عدم موجود ہیں، پھر وہ دہریوں اور سوشلسٹوں میں شامل ہونے میں کوئی تاخیر روا نہ رکھتا (کیونکہ سوشلزم محض محنت کے حالات کار یا نام نہاد طبقہ چہارم (27) کا مسئلہ نہیں، بلکہ زیادہ تر دہریت کا، خاص طور پر آج کل کی دہریت کی مخصوص شکل کا مسئلہ ہے۔ یہ مینار بابل (28) ہے جس کی تعمیر خاص طور پر خدا کے بغیر عمل میں لائی گئی ہے، اس لئے نہیں کہ زمین سے آسمان تک رسائی حاصل کی جا سکے بلکہ اس لئے کہ آسمان کو گھسیٹ کر زمین پر لایا جا سکے)۔ ایلوشا

کو نظر آ رہا تھا کہ زندگی کی جس ڈگر پر وہ اب تک چلتا آ رہا تھا، اب اس کے لئے اس پر مزید چلنا ناممکن ہے۔ لکھا جا چکا ہے: "اگر تو کامل ہونا چاہتا ہے، جا، جو کچھ تیرے پاس ہے غریبوں میں بانٹ دے اور آ کر میرے پیچھے ہو لے۔" (29) ایلوشا نے اپنے آپ سے کہا: "میں 'سب' تو کیا، دو روبل بھی نہیں دے سکتا اور نہ 'میرے پیچھے چلا آ' کی جگہ 'گرجے چلا جا' کہہ سکتا ہوں۔" ہمارے قصبے کے مضافات میں جو خانقاہ ہے، اس کے بچپن میں اس کی ماں اسے عبادت کے لئے اس سے ملحقہ گرجے میں لے جاتی تھی اور شاید اس زمانے کی کچھ یادیں اس کے ذہن میں باقی رہ گئی ہوں یا شاید یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ڈوبتے سورج کی کرنوں نے اس کے دل پر گہرا نقش ثبت کر دیا ہو جو تب ایقونے پر پڑ رہی ہوں جب اس کی ماں "چیخ مارتی" اسے اس کے (ایقونے کے) آگے کر رہی تھی۔ ممکن ہے کہ وہ ان باتوں کے متعلق غور و فکر کرتا یہ دیکھنے کے لئے ہمارے قصبے میں آیا ہو کہ آیا وہ یہاں اپنا سب کچھ یا صرف "دو روبل" قربان کر سکتا ہے ـــ اور خانقاہ میں اس کی ملاقات اس ستارتس سے ہو گئی۔

جیسا کہ میں اوپر تحریر کر چکا ہوں کہ یہ ستارتس زوسیما تھا لیکن یہاں مجھے اس بات کی وضاحت کرنا ہو گی کہ روسی خانقاہوں کے ستارتس کیا ہوتے ہیں حالانکہ میرا خیال ہے کہ میں اس کام کا نہ تو پوری طرح اہل ہوں اور نہ میں اس بارے میں صحیح معنوں میں پُر اعتماد ہوں۔ تاہم میں کوشش کروں گا کہ زیادہ نہیں تو اس موضوع کا کم از کم اجمالی اور سطحی خاکہ ہی پیش کیا جا سکے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ماہر لائق فائق اور صاحب نظر اصحاب کا، جن کا فرمودہ سند کا درجہ رکھتا ہے، دعویٰ ہے کہ خانقاہی ستارتسوں کو برگزیدہ اور واجب التعظیم ہستیاں تسلیم کرنے اور ان کے آگے سر جھکانے کی روایت کوئی زیادہ پرانی نہیں، اس کے آغاز کو ابھی سو سال بھی پورے نہیں ہوئے جب کہ شرقی راسخ العقیدہ مسلک (30) کے ماننے والوں کے دوسرے علاقوں میں، خاص طور پر صحرائے سینا (31) میں اور کوہ اتھوس (31-اے) پر، اس کا سلسلہ ایک ہزار سال سے زیادہ عرصے سے پہلے ہی جاری ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کسی زمانے میں یہ روایت موجود تھی یا یقیناً موجود رہی ہو گی لیکن روس کو جن عظیم مصائب ـــ تاتاریوں کا جوا (32)، شورشوں کا دور (33)، سقوطِ قسطنطنیہ (34) کے بعد مشرقی مسیحی ممالک کے ساتھ ہمارے تعلقات کا انقطاع ـــ میں سے گزرنا پڑا، ان کے باعث خانقاہوں کے ستارتسوں کی تعظیم و بندگی کا یہ نظام طاقِ نسیان پر رکھ دیا گیا اور وقتی طور پر روایت تعطل کا شکار ہو گئی۔ گزشتہ صدی کے اختتام پر اس کے ایک زبردست اور کٹر مؤید اور پر جارک پائیسی ولچ کاوسکی (35) اور اس کے پیروکاروں نے اس کا دوبارہ احیا کیا لیکن سو سال گزر جانے کے باوجود یہ آج بھی محض چند خانقاہوں تک محدود ہے اور بعض اوقات اس توجیہہ کے ساتھ کہ یہ روس میں ناشنیدہ بدعت ہے، اس کی اس حد تک حوصلہ شکنی کی جاتی ہے کہ اس کے ماننے والوں کو ایذائیں دینے تک سے گریز نہیں کیا جاتا۔ یہ

خاص طور پر کوزیلسک (36) کی مشہور خانقاہ اوپتینا پستین میں پھلی پھولی۔ ہماری خانقاہ میں یہ سلسلہ کب اور کس نے شروع کیا، میں اس کے متعلق کچھ کہنے سے قاصر ہوں تاہم اتنا ضرور ہے کہ یہ یکے بعد دیگرے تین نسلوں سے جاری تھا اور ان میں سے آخری زوسیما تھا مگر اب وہ بوڑھا، کمزور اور ناتواں ہو چکا تھا اور گور کنارے پہنچ چکا تھا۔ اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس کا جانشین کون ہو گا۔ یہ ہماری خانقاہ کے لئے اہم سوال تھا جو ابھی تک کسی خاص چیز کے لئے مشہور نہیں ہوئی تھی۔ یہاں نہ تو اولیا (Saints) کے تبرکات تھے اور نہ ایسے مستند ایقونے جن کے ساتھ کرامات وابستہ ہوتی ہیں۔ اس کے ساتھ تاریخ کی جلیل القدر روایات وابستہ تھیں نہ تاریخی اعتبار سے کوئی اہم کامیابیاں اور نہ وطن کے لئے کوئی اہم خدمات۔ اس نے تیزی سے جو ترقی کی اور روس کے طول و عرض میں جو شہرت حاصل کی اس کا باعث وہ ستارتس تھے جو روس کے کونے کونے سے واقعی ہزاروں ورسٹ کا فاصلہ طے کرنے کے بعد آنے والے پرستاروں کو کشش کرتے کہ وہ آئیں اور ان کی باتیں سنیں۔

چنانچہ ستارتس (Starets) کیا ہے، کون ہے؟ دراصل ستارتس وہ شخص ہوتا ہے جو آپ کی روح کو، آپ کے ارادے کو اپنی روح اور ارادے میں جذب کر لیتا ہے۔ جب کوئی ستارتس آپ کو قبول کر لیتا ہے، آپ اپنے ارادے (Will) سے دست بردار ہو جاتے ہیں اور کامل اطاعت، کامل استغراق ذات (37) کے ساتھ اس کے سامنے سرنگوں ہو جاتے ہیں (یا دوسرے الفاظ میں فنا فی المرشد ہو جاتے ہیں)۔ وہ شخص جو اس مسلک کا پیروکار ہو جاتا ہے، اس اُمید میں رضاکارانہ طور پر بیعت تاک شاگردی اختیار کر لیتا ہے کہ طویل آزمائشوں اور صبر آزما مصائب و مشکلات میں سے گزرنے کے بعد اسے اپنے نفس پر قابو حاصل ہو جائے گا، وہ اپنے نفس کو اس حد تک کچل دے گا کہ آخر کار ساری زندگی کی اطاعت کے بعد اسے کامل آزادی یعنی اپنے نفس سے آزادی مل جائے گی اور وہ ان لوگوں کے مقدر سے بچ جائے گا جنہوں نے اپنی ساری زندگیاں اپنی صحیح ذات کو پائے بغیر گزار دیں۔ یہ ادارہ — ستارتسوں کی توقیر اور بندگی کرنے کا مسلک — اپنے آغاز کے لئے کسی نظریے کا مرہون منت نہیں بلکہ ایک عملی روایت ہے جس نے بتدریج بازنطینی مملکت (یعنی مشرق) میں ارتقا کی منازل طے کیں اور اب اس کی عمر ایک ہزار سال ہو چکی ہے۔ ستارتس کی جانب (شاگرد پر) جو فرائض عائد ہوتے ہیں، وہ اس عام "اطاعت" جیسے نہیں ہوتے جن کا ہماری روسی خانقاہوں میں ہمیشہ چلن رہا ہے۔ ان فرائض میں جو باتیں شامل ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے: شاگرد متواتر اپنے مرشد (ستارتس) کے سامنے (اپنے گناہوں کا) اعتراف کرتے رہیں۔ ان فرائض کی بجا آوری کا نتیجہ یہ ہو گا کہ مرشد اور شاگرد کے مابین پائیدار اور ناقابل تحلیل رابطہ استوار ہو جائے گا۔

مثلاً عیسائیت کے بالکل ابتدائی دور کی ایک کہانی (37-الف) بیان کی جاتی ہے کہ جب ایک

شاگرد اپنے اسی قسم کے ستارتس کی ایک لازمی شرط پورا کرنے میں ناکام ہو گیا، تو اس نے رخت سفر باندھا اور اپنی خانقاہ سے، جو ملک شام میں واقع تھی، رخصت ہو گیا۔ وہ مختلف صعوبتیں اٹھاتا اور مصائب جھیلتا مصر پہنچ گیا جہاں اسے طویل اور بے رحمانہ آزمائشوں کا نشانہ بنایا گیا اور جب وہ ان سب میں سے گزر گیا تب اسے اس قابل سمجھا گیا کہ وہ اذیتیں برداشت کر سکتا ہے اور مذہب کی خاطر شہید کی موت مر سکتا ہے۔ جب اہل کلیسا اس کی میت دفنا رہے تھے (اسے تجہیز و تکفین سے پہلے ہی سینٹ قرار دیا جا چکا تھا) تو اچانک جب نائب پادری۔ Catechumens, depart (38)(وہ لوگ جن کو ابھی تک بپتسمہ نہیں ملا، چلے جائیں) کے الفاظ دہرا رہا تھا، تو وہ تابوت، جس میں شہید کی میت بند تھی، اپنی جگہ سے اٹھا اور گرجے سے باہر جا گرا۔ یہ واقعہ تین مرتبہ پیش آیا۔ آخر کار معلوم ہوا کہ چونکہ اس سینٹ نے اپنے اطاعت کے حلف کی خلاف ورزی کی تھی اور اپنے ستارتس کو بلا اجازت چھوڑ آیا تھا، چنانچہ اپنی عظیم روحانی کامیابیوں کے باوجود اسے اپنے ستارتس کی اجازت کے بغیر بخشش کا سزاوار نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ صرف تب جب اس کے ستارتس کو بلایا گیا اور اس نے اسے اس کے حلف سے آزاد کر دیا، اسے دفنایا جا سکا۔ مانا یہ محض قدیم زمانے کا قصہ ہے (اسے صحیح تسلیم کریں یا نہ کریں، آپ کی مرضی ہے)، لیکن یہاں میں ایک اور وقوعے کا ذکر کروں گا جسے پیش آئے کوئی زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔

ایک روسی راہب (38-الف) کوہ ایتھوس پر اعتکاف میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے ستارتس نے اچانک اسے حکم دیا کہ وہ کوہ ایتھوس کو چھوڑ کر، جو اسے دل و جان سے پسند تھا کیونکہ وہ اسے مقدس مقام اور اپنا ملجا و ماویٰ سمجھتا تھا، یروشلم چلا جائے، وہاں مقدس مقامات پر عبادت کرے اور پھر جب روس واپس آئے تو شمال میں سائبیریا چلا جائے۔ "تمہارا مقام وہاں ہے، یہاں نہیں۔" اس حکم پر راہب کو حد سے زیادہ رنج ہوا اور اس نے قسطنطنیہ کے اقوامی البطریق (39) سے درخواست کی کہ اسے اس کے حلف سے آزاد کر دیا جائے۔ تاہم بطریق نے اسے جواب دیا: "نہ صرف یہ کہ میں بلکہ دنیا کی کوئی طاقت بھی تمہیں اس ذمے داری سے سبکدوش نہیں کر سکتی جو تمہارے ستارتس نے تمہیں سونپی ہے۔ ہاں اگر کوئی تمہیں اس بار گراں سے نجات دلا سکتا ہے تو یہ وہی ستارتس ہے جس نے یہ تمہارے اوپر لادا تھا۔" چنانچہ بعض صورتوں میں ستارتس کو لامحدود اور ناقابل تصور اختیارات حاصل ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہماری خانقاہوں میں اس مسلک کا آغاز ہوا تو شروع شروع میں اسے اختیار کرنے والوں کو وہ کچھ برداشت کرنا پڑا جسے سیدھے سادے الفاظ میں تقریباً ایذا کہا جا سکتا ہے۔ جہاں تک عوام الناس کا تعلق ہے، ان کی بیشتر تعداد ابتدا ہی سے ان ستارتسوں کو قدر کی نگاہوں سے دیکھنے اور ان کی تعظیم کرنے لگی تھی۔ مثلاً ہماری خانقاہ کو لیں۔ علاقے کے عام لوگ ہی نہیں بلکہ اعلیٰ

ترین طبقوں کے اشراف بھی یہاں جوق در جوق آنے لگے تھے۔ وہ اپنی آمد کے فوراً بعد ستارتس سے ملاقات کرنے کی کوشش کرتے اور جب ملاقات ہو جاتی، وہ اس کے سامنے زمین پر لیٹ جاتے، اپنے گناہوں، شکوک اور آلام و مصائب کا اعتراف کرتے اور رشد و ہدایت کے طالب ہوتے۔ ان چیزوں کو دیکھ کر ستارتسوں کے مخالف احتجاج کرتے اور بعض دوسری باتوں کے علاوہ دعویٰ کرتے کہ اعتراف کی مقدس رسم (ساکرامنٹ) کی من مانے اور بے ہودہ انداز سے تذلیل کی جا رہی ہے کیونکہ ستارتس کے سامنے کسی راہب یا عام آدمی کا مسلسل اعتراف (گناہ) کرتے رہنے ساکرامنٹ کی نفی ہے لیکن تمام تر مخالفتوں کے باوجود یہ مسلک زندہ رہا اور بتدریج روسی خانقاہوں میں رچ بس گیا۔ تاہم اغلباً یہ بات درست ہے کہ بنی نوع انسان کے اخلاقی احیائے نو کا یہ ہزار سالہ مصدقہ ذریعہ، جس نے انسان کو غلامی کی سطح سے اٹھا کر آزادی اور اخلاقی کاملیت کے درجے تک پہنچایا تھا، دو دھاری تلوار ثابت ہو سکتا تھا اور بعض اشخاص اس کے واسطے سے عاجزی اور تسخیر ذات کی نہایتی حد تک تو کیا پہنچتے، وہ تو الٹا مکمل طور پر شیطانی نخوت کے جال میں پھنس گئے تھے ـــــ یوں کہیں کہ ان کے حصے میں آزادی نہیں، غلامی آئی تھی۔

ستارتس زوسیما تقریباً پینسٹھ برس کا ہو چکا تھا۔ اس کا تعلق ایک زمیندار گھرانے سے تھا، اپنی دور افتادہ جوانی کے دوران میں وہ فوجی افسر رہ چکا اور کاکیشیا میں خدمات سرانجام دے چکا تھا۔ لاریب اس کی روح کسی خاص خوبی سے متصف ہوگی جس نے ایلوشا کو متاثر کیا ہوگا۔ ستارتس ایلوشا کا بہت گرویدہ ہو گیا تھا اور فی الحقیقت اس نے اسے اپنے حجرے میں رہنے کی اجازت دے دی تھی۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جب ایلوشا خانقاہ میں مقیم تھا، اس نے ابھی تک یہ عہد نہیں کیا تھا کہ وہ لازماً راہب ہی بنے گا۔ اس پر کوئی قدغن نہیں لگی تھی۔ وہ اپنی مرضی سے آ جا سکتا تھا اور اگر اس کا جی چاہتا تو وہ پورا پورا دن غیر حاضر رہ سکتا تھا اور اگرچہ وہ راہبوں کا چغہ (cassock) پہنتا تھا، اس کا یہ فعل رضاکارانہ تھا تاکہ وہ خانقاہ میں دوسروں سے مختلف نظر نہ آئے۔ تاہم یہ بات درست ہے کہ اسے چغہ پہن کر خوشی محسوس ہوتی تھی۔ شاید ستارتس کی قوت اور تقدس کے ہالے نے، جو ہر دم اسے محصور رکھتا تھا، ایلوشا کے نوجوان تخیل کو بہت متاثر کیا تھا۔ ستارتس زوسیما کے متعلق اکثر کہا جاتا تھا کہ چونکہ مدتوں اس کا یہ وتیرہ رہا تھا کہ وہ ان تمام لوگوں کو اپنے ہاں حاضر ہونے کی اجازت دے دیتا تھا جو اس کے سامنے اپنے دلوں کا حال کہتے، اس سے رشد و ہدایت حاصل کرنے اور اس سے شفا بخش کلمات سننے آتے تھے، چونکہ اس نے لاتعداد انکشافات اور اعترافات اپنے سینے میں چھپا لئے تھے اور اپنی روح میں (لوگوں کے) اتنے غم بھر لئے تھے کہ انجام کار اس نے وجدانی بصیرت حاصل کر لی تھی جو اس قدر پختہ ہو چکی تھی کہ وہ اجنبی کے چہرے پر ایک نظر ڈالتے ہی سمجھ جاتا تھا کہ وہ کیوں آیا ہے، اس کی

ضروریات کیا ہیں اور یہ بھی کہ اس کی روح کس قسم کی اذیت میں مبتلا ہے اور سوالی کے منہ سے ابھی ایک لفظ بھی نہ نکلا ہوتا کہ وہ اسے اس کے نہاں خانہ دل کا راز بتا کر اسے سراسیمگی میں مبتلا کر دیتا، بوکھلا دیتا اور اسے قریب قریب دہشت زدہ کر دیتا۔

لیکن ایلوشا کے ملاحظے میں ہمیشہ یہی آیا کہ بے شمار لوگ، جو ستارتس سے تخلیے میں ملاقات کی غرض سے آتے ہیں، ان میں تقریباً سارے کے سارے خوف و تردد کی کیفیت میں حاضر ہوتے ہیں مگر تقریباً ہمیشہ ہی مسرت سے چمکتے دمکتے چہروں کے ساتھ رخصت ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ غمگین ترین اشخاص کے چہروں پر تبسم کھیلتا نظر آتا۔ ایلوشا کو جو چیز خاص طور پر اچنبھے میں ڈالتی، وہ یہ تھی کہ ستارتس میں خشونت اور درشتی نام کو بھی نہیں تھی، اس کے برعکس وہ ہر ایک سے خندہ پیشانی اور شگفتہ روئی سے پیش آتا تھا۔ راہب اس کے متعلق کہا کرتے کہ وہ بدترین گنہگاروں کی طرف خاص طور پر کھنچا جاتا ہے۔ جو شخص جتنا زیادہ گنہگار ہوتا، اس سے وہ اتنا ہی زیادہ پیار کرتا تھا۔ تاہم راہبوں کے حلقے میں بعض ایسے اشخاص بھی موجود تھے جو اس کی زندگی کی آخری سانس تک اس کے جانی دشمن اور حریف بنے رہے لیکن ان کی تعداد روز بروز کم سے کم تر ہوتی جا رہی تھی۔ ویسے ستارتس کے یہ حریف اس کے خلاف عموماً اپنا منہ کھولنے سے گریز ہی کرتے تھے حالانکہ ان میں خانقاہ کی انتہائی اہم اور سرکردہ شخصیات شامل تھیں۔ مثلاً ان میں ایک انتہائی عمر رسیدہ مگر تقدس مآب گوشہ گیر راہب شامل تھا جو شاید ہی اپنے حجرے سے کبھی باہر آتا اور دوسروں سے ہم کلام ہوتا تھا۔ وہ مذہب کے معاملے میں انتہائی سخت گیر تھا اور کسی بھی سمجھوتے بازی کا مطلق قائل نہیں تھا۔ تاہم اس میں کوئی شک نہیں کہ راہبوں کی اکثریت ستارتس زوسیما کی طرف دار تھی، ان میں سے متعدد پورے جوش و جذبے اور خلوص کے ساتھ اس کے ارادت مند تھے۔ بعض کی ارادت مندی تو انتہا پسندی کی حدود کو چھونے لگی تھی اور وہ اس کے خلاف ایک لفظ بھی سننے کے روادار نہیں ہوتے تھے۔ وہ یہ دعویٰ کرتے تھے، اگرچہ بلند آواز سے نہیں، کوئی ڈھیل نہیں دکھاتے تھے کہ وہ تو سینٹ ہے۔ اس کے بارے میں پہلے ہی کسی شک و شبہے کی گنجائش نہیں تھی اور اب تو یہ بھانپتے ہوئے کہ اس کی موت سر پر کھڑی ہے، وہ یہ توقع باندھنے لگے تھے کہ عنقریب کرامات اپنا کرشمہ دکھانے لگیں گی اور یہ کہ جب مستقبل قریب میں ستارتس کا شمار مرحومین میں ہونے لگے گا، تو وہ خانقاہ کے لئے عظیم سرمایۂ فخر اور زبردست شہرت کا باعث بنے گا۔ ایلوشا کو بھی ستارتس کی کراماتی طاقتوں پر پختہ یقین تھا جس طرح اسے تابوت کے گرجے سے اڑ کر باہر جا گرنے کی کہانی پر تھا۔ وہ دیکھتا تھا کہ بہت سے لوگ، جو اپنے بیمار بچوں یا بالغ رشتے داروں کے ساتھ آتے ہیں اور ستارتس سے التجا کرتے ہیں کہ وہ اپنے ہاتھ ان کے سروں پر رکھے اور ان کے حق میں دعائے خیر کرے، بہت جلد، بلکہ بعض تو اگلے ہی دن، واپس آتے ہیں، باچشم نم اس

کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں اور اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اس نے ان کے عزیزوں کو شفایاب کر دیا ہے۔

اس قسم کی شفایابی کسی علاج کی مرہون منت تھی یا خاص مدت گزر جانے کے بعد مرض قدرتی طور پر خود بخود دور ہو گیا تھا، ایلیوشا کے ذہن میں اس طرح کے سوالات کے پیدا ہونے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں تھی کیونکہ اسے اپنے مرشد کی روحانی طاقتوں پر پہلے ہی پختہ یقین ہو چکا تھا جس کا عظمت و جلال اسے اپنا ہی عظمت و جلال محسوس ہونے لگتا تھا۔ اس کا دل بلیوں اچھلنے لگتا اور اس کی آنکھیں چمکنے لگتیں، خاص طور پر تب جب ستارتس زوسیما عام لوگوں کے سامنے نمودار ہوتا جو ہجوم کی صورت میں اس کے حجرے کے سامنے اس کا انتظار کر رہے ہوتے۔ یہ لوگ ستارتس کا دیدار کرنے اور اس سے دعائے خیر کرانے کے لئے مملکت روس کے کونے کونے سے چل کر آئے ہوتے اور جونہی ان کی نظر ستارتس پر پڑتی، وہ اس کے سامنے زمین پر سجدہ ریز ہو جاتے، آنسو بہاتے، اس کے پاؤں کو چومتے، زمین کے جس ٹکڑے پر وہ کھڑا ہوتا، اسے بوسے دیتے اور آہ و زاری کرنے لگتے۔ عورتیں اپنے بچے اس کی جانب آگے بڑھا دیتیں اور اپنی بیمار 'چیخ ماریاں' (Klikushi) اس کی طرف دھکیل دیتیں۔ ستارتس ان کے ساتھ ہم کلام ہوتا، ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتا اور ان کے لئے دعائے خیر کرتا، خداوند سے ان کے لئے برکت کی التجا کرتا اور انہیں رخصت کر دیتا۔ حال ہی میں، جب سے اس پر بیماری کا حملہ ہوا تھا، بعض اوقات اس پر اتنی نقاہت طاری ہو جاتی کہ اس کے لئے اپنے حجرے سے باہر نکلنا ناممکن ہو جاتا اور زائرین کو اس کے دیدار کے لئے دنوں خانقاہ میں انتظار کرنا پڑتا۔ ایلیوشا کے ذہن میں کبھی اس قسم کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوا تھا کہ وہ آخر اس سے اتنی محبت کیوں کرتے ہیں، اس کے سامنے سجدے میں کیوں گرتے ہیں اور اس کے محض چہرے کی جھلک دیکھ کر دھاڑیں مار کر کیوں روتے ہیں۔ اوہ، وہ خوب اچھی طرح سمجھتا تھا کہ روسی باشندوں کی ستم رسیدہ اور مظلوم روحوں کی، جن کا مشکلات، مصائب اور آلام اور سب سے بڑھ کر دائمی ناانصافیوں اور دائمی گناہوں نے، جو ان کے اپنے بھی ہیں اور دوسروں کے بھی، بھرکس نکال دیا ہوتا ہے اس سے بڑی ضرورت اور کوئی ہو ہی نہیں سکتی اور نہ انہیں اس سے زیادہ کہیں اور طمانیت مل سکتی ہے کہ وہ کسی خانقاہ یا سینٹ کو تلاش کریں اور احترام و عقیدت کے ساتھ اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں۔

"اگرچہ ہم گناہ کرتے رہے ہیں، جھوٹ بولتے رہے ہیں اور ترغیبات کے شکار ہوتے رہے ہیں، روئے زمین پر کوئی نہ کوئی ایسی ہستی ضرور موجود ہے جو پاک باز اور برگزیدہ ہے، جو سچائی کو سمجھتی ہے، جو سچائی کو جانتی ہے، اور اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ روئے زمین پر سچائی کا خاتمہ نہیں ہو

گا بلکہ اسی انداز سے کسی روز ہمیں بھی عطا کر دی جائے گی جیسا کہ وعدہ کیا گیا ہے اور وہ ساری دنیا پر حکمرانی کرے گی۔"

ایلیوشا جانتا اور سمجھتا تھا کہ لوگ یہ کچھ جانتے اور اسی انداز سے سوچتے ہیں۔ ان روتے، کلبلاتے کسانوں اور ان کی بیویوں کی طرح، جو اپنے بچوں کو اپنی باہنوں میں سمیٹ کر اس کے آگے کر رہی ہیں، اسے بھی مطلق شبہ نہیں تھا کہ ستارتس واقعی سینٹ اور خدا کی صداقت کا امین ہے۔ خانقاہ کے کسی بھی دوسرے شخص کی نسبت اس کے دل میں یہ اعتقاد کہیں زیادہ محکم انداز سے جاگزیں رہا کہ ستارتس کے انتقال کے بعد خانقاہ کو غیر معمولی عظمت و جلال حاصل ہو جائے گا۔ حال ہی میں ایک قسم کی عمیق، تاباں داخلی بے خودی و سرشاری اس کے دل میں اور بھی قوت سے دہکنے لگی تھی۔ اسے اس حقیقت سے قطعاً کوئی پریشانی یا الجھن نہیں ہوتی تھی کہ ستارتس کو جو مقام و مرتبہ حاصل ہے، اس کی وہ واحد مثال ہے اور اس ضمن میں اس کا کوئی حریف نہیں۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ مقدس اور پاک باز ہیں۔ ان کے دل میں سب کے احیائے نو کا راز موجود ہے: ان کے پاس وہ قوت ہے جو روئے زمین پر بالآخر سچائی کے جھنڈے گاڑے گی، تب سب مقدس اور پاک باز ہو جائیں گے، ایک دوسرے سے محبت کرنے لگیں گے، کوئی غریب ہو گا نہ امیر، کوئی برگزیدہ ہو گا نہ ستم رسیدہ، اور سب بالکل ایسے ہوں گے جیسے خدا کے بچوں کو ہونا چاہیے اور صحیح معنوں میں یسوع کی بادشاہت قائم ہو جائے گی۔" ایلیوشا کے دل کا یہی خواب تھا۔

معلوم ہوتا تھا کہ دونوں بھائیوں کی آمد نے، جن سے وہ پہلے آشنا نہیں تھا، ایلیوشا کے قلب و دماغ پر گہرا اثر چھوڑا ہے۔ اس حقیقت کے باوجود کہ اس کا سوتیلا بھائی دمتری فیودوروچ اس کے سگے بھائی ایوان فیودوروچ کے بعد پہنچا تھا، اس کے اس کے ساتھ کہیں زیادہ جلدی اور کہیں زیادہ قریبی اور دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے۔ وہ ایوان کو سمجھنے اور اس کے ساتھ دوستی کرنے کے لئے بہت بے قرار تھا مگر یہی بات یہی ہے کہ انہیں ایک دوسرے کے لئے کسی لحاظ سے بھی قطعاً کوئی کشش محسوس نہیں ہوئی تھی حالانکہ ایوان فیودوروچ کو اپنے باپ کے گھر میں رہتے دو ماہ سے اوپر گزر چکے تھے اور ایلیوشا کی اکثر اس سے ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔ ایلیوشا فطرتاً کم گو تھا اور آسانی سے دوسروں کے ساتھ گھلتا ملتا نہیں تھا۔ معلوم ہوتا تھا جیسے اسے کسی چیز کا انتظار ہو، کسی چیز کے بارے میں کھسیانا ہو رہا ہو جب کہ ایوان نے اس پر دھیان دینا ہی چھوڑ دیا تھا حالانکہ شروع میں وہ اسے تادیر متجسس نگاہوں سے دیکھتا رہتا تھا۔ اس کا یہ رویہ دیکھ کر ایلیوشا بوکھلا گیا۔ اس کا خیال تھا کہ ایوان اس کے ساتھ جو بے تعلقی برت رہا ہے، اس کی وجہ غالباً دونوں کی عمروں، خاص طور پر تعلیم میں، تفاوت

ہے۔ لیکن ایلوشا کے ذہن میں اس کی ایک اور توجیہہ بھی آئی۔ "ایوان مجھ میں جو دلچسپی نہیں لیتا، ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ کوئی ایسی چیز ہو جو مجھے معلوم نہ ہو۔" اسے کچھ یوں نظر آنے لگا تھا جیسے ایوان اپنے باطن میں کسی عمیق، کسی داخلی اور اہم چیز میں مستغرق ہو، شاید وہ کسی ایسے مقصود کے درپے ہو جس کا حصول غالباً بے حد مشکل ہو، یوں اس کے پاس اتنا وقت ہی نہ بچتا ہو کہ وہ ایلوشا پر کوئی توجہ دے سکے اور ممکن ہے کہ یہی وجہ ہو کہ وہ اس کی موجودگی میں یوں کھویا کھویا نظر آتا ہے۔ ایلوشا یہ بھی سوچتا تھا: "کیا اس عالم فاضل دہریے کے دل میں ایک بے وقوف امیدوار راہب کے لئے کوئی حقارت تو نہیں بھری ہوئی؟" (اسے اس بات کا یقین تھا کہ اس کا بھائی دہریہ ہے۔) اگر اس کے دل میں اس کے لئے واقعی محض حقارت ہے، تو بھی اسے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس کا برا منائے۔ اس کی بجائے وہ پرتشویش بوکھلاہٹ کے عالم میں، جسے وہ خود بھی سمجھ نہیں پا رہا تھا، اس بات کا منتظر رہا کہ اس کا بھائی کب اس کی طرف اخوت کا ہاتھ بڑھاتا ہے۔ دمتری فیودرووچ اپنے بھائی ایوان کا ذکر نہایت احترام اور ہمدردانہ لہجے سے کرتا تھا۔ ایلوشا کو صرف اسی کی زبانی اس اہم معاملے کی تفصیلات کا علم ہو سکا جس نے حال ہی میں دونوں بھائیوں کو توجہ گیر قریبی رشتے میں باندھ دیا تھا۔ دمتری اپنے بھائی ایوان کی تعریف میں جس انداز سے رطب اللسان رہتا تھا، وہ ایلوشا کے خیال کے مطابق بالکل فطری تھا کیونکہ ایوان کے مقابلے میں دمتری تقریباً جاہل مطلق تھا اور امر واقعہ بھی یہی ہے کہ جب وہ دونوں اکٹھے نظر آتے تھے، دونوں کی شخصیتوں اور کردار میں اتنا نمایاں تضاد دکھائی دیتا تھا کہ ان سے زیادہ دو مختلف اشخاص کا تصور بھی تقریباً ناممکن معلوم ہونے لگتا تھا۔

تقریباً یہی وہ ایام تھے جب ایک دوسرے سے برسر پیکار افراد کے خاندان کا اجلاس، بلکہ اسے اجتماع کہنا زیادہ مناسب ہوگا، ستارتس کے حجرے میں ہوا۔ (اس اکٹھ نے بعد میں ایلوشا پر نہایت گہرا اثر مرتب کیا۔) اس اجتماع کے لئے جو عذر تراشا گیا، وہ صریحاً باطل تھا۔ اس وقت تک وراثت اور جاگیر کے معاملے میں دمتری فیودرووچ اور اس کے باپ کے مابین اختلافات اس حد تک پہنچ چکے تھے کہ ان کا طے ہونا ناممکن نظر آنے لگا تھا۔ ان کے مابین تعلقات انقطاع کے مقام تک پہنچ چکے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ فیودر پاولووچ تھا جس نے سب سے پہلے مذاق مذاق میں یہ تجویز پیش کر دی تھی کہ انہیں ستارتس زوسیما کے حجرے میں آپس میں ملاقات کر لینا چاہیے۔ وہاں وہ بے شک اس سے ثالثی نہ کرائیں، پھر بھی (اس کی موجودگی میں) وہ کم از کم کسی معقول مفاہمت تک پہنچنے کی کوشش ضرور کر سکیں گے کیونکہ ستارتس کی شخصیت، وجاہت اور مقام و مرتبہ کسی نہ کسی طور ان پر اثر انداز ہو سکے گا اور یوں انہیں ایک دوسرے کے ساتھ مصالحت پر آمادہ کر سکے گا۔ دمتری فیودرووچ نے، جو ستارتس سے کبھی نہیں ملا تھا، فطرتاً سوچا کہ اس کا باپ اس کی سبکی کرانا چاہتا ہے لیکن چونکہ وہ دل ہی

دل میں اپنے آپ کو کوستا رہا تھا کہ اس نے حالیہ جھگڑے کے دوران میں اپنے باپ کے ساتھ اچھی خاصی بدتمیزی کا مظاہرہ کیوں کیا ہے، اس نے اس دعوت کو قبول کرنے میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہ کیا۔ ضمناً ہمیں یہ بات ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ ایوان فیودرووچ کی طرح اس نے اپنے باپ کے گھر میں قیام نہیں کیا تھا بلکہ وہ قصبے کے دوسرے سرے پر (کسی کرائے کے مکان میں) اکیلا رہ رہا تھا۔ پیوتر الیکساندرووچ کو، جو اتفاق سے اس زمانے میں ہمارے پڑوس میں رہائش پذیر تھا، خاص طور پر فیودر پاولووچ کی تجویز پسند آئی۔ وہ (اٹھارہ سو) چالیس اور پچاس کی دہائیوں کا روشن خیال اور مذہبی امور میں آزاد روی کا قائل دہریہ تھا۔ اس نے اس معاملے میں خاص طور پر بڑی دلچسپی لی۔ اس کا سبب یا تو یہ تھا کہ وہ یہاں پیرس کی رنگینیوں سے دور اکتاہٹ کی زندگی گزار رہا تھا یا پھر وہ کسی ہلکی پھلکی تفریح کی تلاش میں تھا۔ اچانک اس کے دل میں خانقاہ دیکھنے اور "پارسا" شخص سے ملنے کی اکساہٹ پیدا ہو گئی۔ چونکہ خانقاہ کے ساتھ اس کا دیرینہ تنازعہ ابھی تک چل رہا تھا، حد بندیوں کے بارے میں قانونی جھگڑوں، کٹے درختوں پر دعووں اور دریا سے مچھلیاں وغیرہ پکڑنے کے حقوق وغیرہ کا ابھی تک کوئی تصفیہ نہیں ہو پایا تھا، اس نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے میں کوئی ڈھیل نہ دکھائی اور وہ یہ بہانہ بنا کر وہاں چلا گیا کہ وہ خانقاہ کے سربراہ کے ساتھ کوئی سمجھوتا کرنے اور تنازعے کو خوش اسلوبی سے طے کرنے کے لئے کوئی حل ڈھونڈنے کی کوشش کرنا چاہتا ہے اور یہ بدیہی حقیقت ہے کہ جس آدمی کے عزائم اور مقاصد اتنے کھرے اور صاف ستھرے ہوں، اس کا خانقاہ میں استقبال اس شخص کی نسبت، جو محض تجسس کی خاطر وہاں چلا آیا ہو، کہیں زیادہ توجہ اور احترام سے کیا جائے گا۔ ان تمام دلائل سے راہب اس حد تک متاثر ہو گئے ہوں گے کہ وہ صاحب فراش ستارتس کو منانے کے لئے تیار ہو گئے ہوں گے کہ وہ انہیں شرف ملاقات بخش دے کیونکہ پچھلے کچھ عرصے سے وہ شاید ہی اپنے حجرے سے باہر نکلا ہوگا بلکہ وہ تو اپنے باقاعدہ ملاقاتیوں کو بھی شرف باریابی بخشنے سے انکار کرتا رہا تھا۔ انجام کار ستارتس اس اجتماع پر رضامند ہو گیا اور اس کے لئے ایک تاریخ کا تعین ہو گیا۔

ایلوشا کی جانب مسکرا کر دیکھتے ہوئے اس نے صرف اتنا کہا: "مجھے ان پر حَکَم (منصف)(40) کس نے بنایا ہے؟"

جب اس اجلاس کی اطلاع ایلوشا کو ملی وہ بہت پریشان ہوا۔ مقدمے اور تنازعے کے فریقین میں اگر کوئی شخص اس اجلاس کے بارے میں کوئی سنجیدہ رویہ اختیار کر سکتا ہے (ایلوشا نے سوچا)، تو وہ لازماً دمتری ہوگا۔ جہاں تک باقیوں کا تعلق ہے، وہ محض بے ہودہ مقاصد کے پیش نظر چلے آئیں گے اور ان کے اس رویے پر ستارتس کو بہت غصہ آئے گا۔ ایلوشا یہ بات اچھی طرح سمجھتا تھا۔ ایوان

اور مائی اوسف تو محض تجسس کی خاطر، اور ممکن ہے کہ تجسس بھی محض بدترین قسم کا ہی ہو، آ ئیں گے۔ رہا اس کا باپ، وہ شاید صرف مسخرگی یا جذباتی شور شرابے کا مظاہرہ کر سکے گا۔ اگر چہ ایلیوشا نے کوئی رائے دینے سے احتراز کیا، تاہم وہ اپنے باپ کی رگ رگ سے واقف تھا۔ میں پھر کہتا ہوں کہ یہ لڑکا اتنا سادہ، معصوم اور بھولا بھالا نہیں تھا جتنا کہ ہر شخص اسے تصور کرتا تھا۔ وہ بوجھل دل کے ساتھ مقررہ دن کا انتظار کرنے لگا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی دلی خواہش یہ تھی کہ خاندانی مناقشے کسی طور ختم ہو جائیں، تاہم اسے سب سے زیادہ تشویش ستارتس کے متعلق تھی۔ وہ ڈر رہا تھا کہ کہیں اس کی شہرت داغ دار نہ ہو جائے۔ اسے اندیشہ تھا کہ کسی نہ کسی شکل میں اس کی لازماً توہین ہو جائے گی، خاص طور پر اسے مائی اوسف کی شستہ، چست لیکن بالواسطہ پھبتیوں اور عالم فاضل ایوان کے پُرحقارت اور طعن آمیز اشاروں سے بھی خدشہ مل رہا تھا۔ اس کے ذہن میں اس اجتماع کی بس یہی تصویر بن پا رہی تھی۔ اس کے ذہن میں ایک مرتبہ تو یہ خیال بھی آیا کہ کیوں نہ ستارتس کو پیشگی خبردار کر دیا جائے اور اسے ان متوقع مہمانوں کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلومات فراہم کر دی جائیں، تاہم غور و خوض کے بعد اس نے اپنا ارادہ تبدیل کر دیا اور چپ سادھ لی۔ اس نے صرف اتنا کیا کہ اجتماع سے ایک روز قبل ایک واقف کار کے ذریعے دمتری کو پیغام بھجوا دیا کہ وہ اس سے بہت پیار کرتا ہے اور امید کرتا ہے کہ وہ اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ دمتری الجھن میں پڑ گیا کیونکہ کوشش کے باوجود اسے یاد نہیں آ رہا تھا کہ اس نے کوئی وعدہ کیا بھی تھا اور اگر کیا تھا تو وہ کیا تھا۔ اس نے خط کے ذریعے صرف اتنا جواب دیا کہ "رذالت اور کمینگی کے سامنے" وہ اپنے جذبات کو قابو میں رکھنے کی پوری کوشش کرے گا۔ اس نے مزید لکھا، "اگرچہ میں ستارتس اور اپنے بھائی ایوان فیودروویچ دونوں کی عزت کرتا ہوں مجھے پختہ یقین ہے کہ یا تو میرے لئے کوئی جال بچھایا جا رہا ہے یا پھر مجھے کسی نازیبا مسخرگی کا سامنا کرنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کر لینا چاہیے۔

"تاہم پارسا ستارتس کی، جن کا ہم اتنا احترام کرتے ہیں، بے ادبی کرنے کی بجائے میں اپنی زبان کٹوانے کو ترجیح دوں گا۔" اس نے اپنا رقعہ ختم کرتے ہوئے تحریر کیا۔ ایلیوشا یہ سب کچھ پڑھ کر کوئی زیادہ خوش نہ ہوا۔

دوسری کتاب

نازیبا مڈبھیڑ

1

ان کی خانقاہ میں آمد

وہ دن بہت سہانا، نیم گرم اور اُجلا تھا۔ یہ آخر اگست تھا۔ ستارتس کے ساتھ ملاقات کا وقت چاشت کی عبادت کے فوراً بعد تقریباً ساڑھے گیارہ بجے مقرر ہوا تھا۔ ہمارے مہمان عبادت کے لیے تو حاضر نہ ہوئے تاہم وہ اس کے تقریباً فوراً بعد ضرور پہنچ گئے۔ وہ دو مختلف گاڑیوں میں آئے تھے۔ پہلی گاڑی میں، جسے کالاش کا نام دیا جاتا ہے، پیوتر الیکساندرووچ مائی اوسف اپنے ایک دور پار کے عزیز بیس سالہ نوجوان پیوتر فومیچ کالگانوف کے ساتھ سوار تھا۔ گاڑی بہت نفیس تھی اور اس میں دو اعلیٰ نسل کے قیمتی گھوڑے جتے ہوئے تھے۔ مائی اوسف کا نوجوان عزیز کسی مقامی یونیورسٹی میں داخلہ حاصل کرنے کا منصوبہ بنا رہا تھا مگر مائی اوسف، جس کے ساتھ وہ کسی وجہ سے اس وقت قیام پذیر تھا، اسے قائل کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ اس کے ساتھ بیرون ملک زیورخ (41) یا جینا (42) چلے اور وہاں کی کسی یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرے۔ نوجوان ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا۔ اس نے جس قسم کا مزاج پایا تھا اس نے اسے غور و فکر کا عادی بنا دیا تھا اور یوں وہ قدرے غیر حاضر دماغ شخص بن گیا تھا۔

اس کا چہرہ خوش نما، جسم گٹھا ہوا اور قد درمیانہ تھا۔ اس کی نگاہیں بعض اوقات عجیب و غریب انداز سے ایک ہی مقام پر جم کر رہ جاتیں۔ جیسا کہ کبھی غیر حاضر دماغ لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہ بعض اوقات ٹکٹکی باندھ کر آپ کی طرف دیکھنے لگتا اور لمبے عرصے تک دیکھتا رہتا لیکن درحقیقت وہ آپ کو دیکھ نہیں رہا ہوتا تھا، اس کا دھیان کسی اور چیز پر ہوتا تھا۔ وہ کم سخن اور کچھ کچھ اڈھنگا تھا، تاہم بعض لمحات ایسے بھی آ جاتے تھے ـــــ لیکن صرف تب جب وہ کسی شخص کے ساتھ اکیلا ہوتا ـــــ جب وہ انتہائی درجے کا بسیار گو، جوشیلا اور مسخرہ بن جاتا مگر وہ ہنس کس بات پر رہا ہوتا اس کا علم یا تو اسے اور یا پھر صرف خدا کو ہوتا۔ لیکن اس کی یہ زندہ دلی اور چلبلاہٹ جس طرح تیزی سے اور دفعتہً شروع ہوتی، اسی طرح تیزی سے اور دفعتہً ختم ہو جاتی۔ اس کا لباس اعلیٰ ہی نہیں، عموماً خوش ذوقی کا بھی مظہر ہوتا تھا۔ وہ اپنے ذرائع آمدنی کے لیے پہلے بھی دوسروں کا محتاج نہیں تھا اور اب تو اسے توقع بندھنے لگی تھی کہ اس کی یافت میں پہلے سے بھی اضافہ ہو جائے گا۔ وہ الیوشا کے دوستوں میں شامل تھا۔

فیودر پاولووچ اور اس کا منجھلا بیٹا ایوان فیودرووچ ایک پرانی کھٹارا سی گاڑی میں، جو اندر سے خاصی فراخ تھی، لڑھکتے، پھسلتے اور ہچکولے کھاتے چلے آ رہے تھے۔ اس میں دو ادھیڑ عمر سرخی مائل بھورے گھوڑے جتے ہوئے تھے اور یہ مائی اوسف کی کالاش سے خاصا پیچھے تھی۔ دمتری فیودرووچ کو آنے میں تاخیر ہو گئی تھی حالانکہ اسے ایک روز قبل تاریخ اور وقت سے مطلع کر دیا گیا تھا۔ بہر حال دوسرے مہمانوں نے اپنی اپنی گاڑیاں خانقاہ کے باہر ایک شراب خانے کے احاطے میں کھڑی کر دیں اور داخلے کے دروازے میں سے پیدل گزرے۔ ممکن ہے کہ فیودر پاولووچ کے ماسوا ان میں سے کسی نے بھی اپنی زندگی میں اس سے پہلے خانقاہ کے اندر قدم نہ رکھا ہو اور جہاں تک مائی اوسف کا تعلق ہے، وہ گزشتہ تیس سالوں کے دوران میں خانقاہ تو کیا، غالباً کسی گرجے میں بھی کبھی نہیں گیا تھا۔ وہ کچھ اس قسم کے تجسس سے اپنے گردوپیش کا جائزہ لے رہا تھا جو بناوٹی خود اعتمادی اور چلبلاہٹ سے معرّیٰ نہیں تھا، تاہم اس کی متلاشی نگاہوں کو خانقاہ کے اندر راہبوں کی معمولی عبادت گاہوں اور رہائش گاہوں کے سوا، جن میں فن تعمیر کی کوئی خاص خوبی نہ تھی، اور کچھ دکھائی نہ دیا۔ گرجے میں عبادت کے لیے آنے والوں کا آخری اجتماع منتشر ہو رہا تھا۔ وہ اپنی ٹوپیاں سروں سے اتار رہے اور اپنے سینوں پر صلیب کے نشان بنا رہے تھے۔ عام لوگوں کے بیچ میں اونچے طبقے کے بعض اشخاص، دو تین خواتین اور ایک بہت ہی عمر رسیدہ جرنیل نظر آ رہے تھے اور یہ سب لوگ شراب خانے میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ نو وارد مہمانوں کے گرد دیکھتے ہی دیکھتے بھکاریوں نے نرغہ بنا لیا لیکن کسی نے بھی انہیں کچھ نہ دیا۔ صرف نوجوان کالگانوف نے کھسیاتے کھسیاتے اور جلد بازی کرتے ـــــ مگر خدا جانے کیوں ـــــ اپنے بٹوے سے دس کوپک کا سکہ نکالا، کھٹاک سے ایک کسان عورت کے ہاتھ میں تھمایا اور ساتھ ہی

عجلت سے بولا: "برابر برابر بانٹ لو۔" اُس کے کسی ساتھی نے کوئی تبصرہ نہ کیا، چنانچہ اسے کھسیانا ہونے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں تھی اور جب خود اسے احساس ہوا کہ اس کی حرکت پر کوئی توجہ نہیں دی گئی، وہ اور بھی کھسیانا ہو گیا۔

معلوم ہوتا تھا کہ خانقاہ میں کسی کو بھی ان کی آمد کی کوئی توقع نہیں تھی اور یہ بات بہت عجیب تھی۔ یوں ان کا کوئی استقبال نہ ہوا حالانکہ یہ ان کا حق بنتا تھا کہ ان کا استقبال کیا جاتا اور شاید کسی حد تک ان کے ساتھ احترام کا مظاہرہ بھی کیا جاتا کیونکہ ان میں سے ایک شخص نے حال ہی میں (خانقاہ کو) ایک ہزار روبل کا چندہ دیا تھا اور دوسرا علاقے کے متمول ترین اور انتہائی تعلیم یافتہ جاگیرداروں میں شامل تھا اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ دریا سے مچھلیاں پکڑنے کے حقوق سے متعلق جو مقدمہ عدالت میں زیر سماعت تھا، اس کے پیش نظر کسی حد تک خانقاہ کا مستقبل بھی اس کے ہاتھوں میں تھا۔ تاہم ان تمام امور کے باوجود خانقاہ کی کوئی بھی ذمے دار اور معزز شخصیت ان کا خیر مقدم کرنے کے لیے خانقاہ سے باہر نہ آئی۔

مائی اوسف نے بے دھیانی سے گرجے کے اردگرد قبروں کے کتبوں پر ہچکچاتی نظر ڈالی اور وہ کہنا چاہتا تھا: "اس قسم کی مقدس جگہ پر مرحومین کو دفنانے کے حقوق حاصل کرنے کے لیے ان کے اخلاف کو بھی خاصی رقم صرف کرنا پڑتی ہو گی۔" تاہم اس نے اپنی زبان کو لگام دیے رکھی۔ وہ بات بات پر جس طنز و تشنیع کا عادی تھا، وہ اب غصے میں منقلب ہونے لگی تھی۔ "لعنت ہو، کیا اس پاگل خانے میں ایک بھی شخص ایسا نہیں جس سے ہم کچھ پوچھ سکیں؟... ہمیں معلوم کرنا چاہیے کہ یہاں ہو کیا رہا ہے کیونکہ وقت گزرتا جا رہا ہے۔" وہ اچانک یوں پھٹ پڑا جیسے اپنے آپ سے باتیں کر رہا ہو۔

یکا یک ان کے سامنے ایک شخص وارد ہو گیا۔ اس شخص کی عمر ڈھلتی جا رہی تھی، سر کے بال ناپید ہوتے جا رہے تھے اور اس کی آنکھیں کچھ اس قسم کا عندیہ دے رہی تھیں جیسے وہ خوشامد درآمد سے دوسروں کے دل میں گھر کرنے کی کوشش کرتا رہا ہو۔ اس شخص نے خاصا لمبا چوڑا گرمائی کوٹ پہن رکھا تھا۔ اس نے اپنا ہیٹ فضا میں بلند کرتے اور اپنے تتلاتے لہجے میں شیرینی گھولتے نو وارد مہمانوں کے سامنے اپنا یوں تعارف کرایا کہ اس کا نام ماکسی موف ہے اور وہ تولا (43) کا جاگیردار ہے۔ اُس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، وہ جھٹ ہمارے مہمانوں کے معاملات میں دلچسپی کا اظہار کرنے لگا۔

"متارس زوسیما حجرے میں بالکل اکیلے رہتے ہیں۔ اُن کا حجرہ خانقاہ سے نصف ورسٹ سے زیادہ دور نہیں۔ راستہ جنگل میں سے گزرتا ہے، بس اسی جنگل والے راستے پر جائیں، جنگل والے ـــــ"

"مجھے معلوم ہے کہ یہ جنگل میں سے جاتا ہے،" فیودر پاولووچ نے جواب دیا، "لیکن ہمیں رستہ یاد نہیں آ رہا، ہمیں یہاں آئے لمبا عرصہ بیت چکا ہے۔"

"اس گیٹ میں سے باہر نکلیں اور بس جنگل کے بیچوں بیچ چلتے جائیں... جنگل کے بیچوں بیچ

سیدھے... چلیں، آئیں۔ اگر آپ برا نہ مانیں... میں بھی... میں خود... میرے پیچھے پیچھے چلے آئیں، میرے پیچھے پیچھے چلے آئیں...."

انہوں نے گیٹ پار کیا اور جنگل کے بیچوں بیچ چلنے لگے۔ جاگیردار ماکسی موف، جس کی عمر تقریباً ساٹھ سال تھی، اتنا چل نہیں رہا تھا جتنا بھاگ رہا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ پُراشتیاق، تقریباً نہ سیر ہونے والے تجسس کے ساتھ ان کا بغور جائزہ لیتا جا رہا تھا۔ حیرت سے اس کی آنکھیں پھٹی جا رہی تھیں۔

"ہم ایک نجی معاملے کے سلسلے میں ستارتس سے ملنے آئے ہیں،" مائی اوسف نے قدرے درشتی سے کہا۔ "یوں کہیں کہ ہمیں 'تقدس مآب' سے ملاقات کی اجازت مل چکی ہے۔ بہرحال ہم آپ کے احسان مند ہیں کہ آپ نے ہمیں راستہ بتایا لیکن ہم آپ کو اپنے ساتھ چلنے کی دعوت نہیں دے سکتے۔"

"میں ان سے مل چکا ہوں، مل چکا ہوں، میں ان سے پہلے ہی مل چکا ہوں... Un Chevalier Parfait" (44) اور جاگیردار فضا میں اپنی انگلیاں چٹخانے لگا۔

"کیسا Chevalier؟" مائی اوسف نے دریافت کیا۔

"ارے، ستارتس، عزت مآب اور مشہور و معروف ستارتس، فخرِ خانقاہ، شکوہِ خانقاہ۔ زوسیما۔ یہی آپ کے تقدس مآب ہیں..."

اس کی الجھی الجھی اور بے ربط وضاحت ابھی جاری تھی کہ ایک کوتاہ قامت راہب نے اسے ٹوک دیا جس نے اپنے سر پر کلاہ درویشی اوڑھ رکھی تھی، جس کے گال بے حد زرد اور اندر کو دھنسے ہوئے تھے، اور جو چلتے چلتے ان کے ساتھ آملا تھا۔ فیودر پاولووچ اور مائی اوسف نے اپنے قدم روک لیے۔ انتہائی احترام سے کمر تک جھکتے ہوئے راہب نے ان سے مخاطب ہو کر کہا،

"حضرات، ہماری خانقاہ کے تقدس مآب صدر راہب نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور عاجزانہ طور پر آپ کو دعوت دی ہے کہ حجرے کے طواف کے بعد آپ دوپہر کا ماحضر ان کے ساتھ تناول فرمائیں۔ پورے ایک بجے... اور آپ بھی۔" اس نے ماکسی موف کی جانب مڑتے ہوئے کہا۔

"مجھے بے حد خوشی ہوگی،" فیودر پاولووچ نے دعوت ملنے پر چہکتے ہوئے کہا۔ "ہم بلاناغہ ایک بجے حاضر ہو جائیں گے۔ اور میں آپ کو یہ بھی بتانا چاہوں گا کہ ہم وعدہ کر چکے ہیں کہ ہم یہاں بہترین طرزِ عمل کا مظاہرہ کریں گے... اور پیوتر الیکساندروویچ، تمہارا کیا ارادہ ہے؟ ہمارے ساتھ چلو گے؟"

"کیوں نہیں؟ کیا میں یہاں یہ دیکھنے نہیں آیا کہ یہ یہاں کیا کرتے ہیں؟ فیودر پاولووچ، جہاں

تک میرا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ واحد چیز جو سارا مزہ کرکرا کر دے گی وہ وہاں تمہاری موجودگی ہو گی۔"

"ابھی تک دمتری فیودوروچ کی آمد کے کوئی آثار نظر نہیں آئے۔"

"کاش وہ یہاں نہ آئے، تمہارا کیا خیال ہے مجھے تمہاری یہ مضحکہ خیز خرافات پسند ہیں اور وہ بھی تمہاری صحبت میں؟ خیر، ہم وہاں حاضر ہو جائیں گے۔" اس نے کوتاہ قامت راہب کی جانب مڑتے ہوئے کہا، "براہِ مہربانی تقدس مآب صدر راہب کا شکریہ ادا کریں۔"

"کاش میں ایسا کر سکتا کیونکہ مجھے حکم ملا ہے کہ میں آپ کو سیدھا ستارتس کی خدمت میں پہنچا دوں۔" راہب نے جواب دیا۔

"اس صورت میں میں تقدس مآب صدر راہب کی خدمت میں حاضری دینے چلا جاؤں گا، میں سیدھا ان کے حضور پہنچ جاؤں گا۔" جاگیردار ماکسی موف نے چہچہاتے ہوئے کہا۔

"فی الحال تقدس مآب صدر راہب بہت مصروف ہیں، ویسے آپ جو جی چاہے، کر سکتے ہیں..." راہب نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"یہ بڈھا بھی کیا وبالِ جان ہے!" جب ماکسی موف تیز تیز قدم اٹھاتا واپس خانقاہ کی طرف چلا گیا تب مائی اوسف نے خاصے اونچے لہجے سے حاشیہ آرائی کرتے ہوئے کہا۔

"اسے دیکھ کر مجھے وون سون (45) یاد آ گیا ہے،" فیودر پاولووچ نے اچانک قدرے اونچی آواز سے کہا۔

"کیا تم محض یہی کچھ سوچ سکتے ہو؟ — اس کی وون سون سے کیا مشابہت ہے؟ تم نے وون سون کو کبھی دیکھا ہے؟"

"میں نے اس کی تصویر دیکھی ہے۔ مسئلہ یہ نہیں کہ اس کے خدوخال کیسے ہیں بلکہ بات کچھ اور ہے، یہ بات کیا ہے میں اس کی صحیح صحیح توضیح نہیں کر سکتا۔ ویسے اس کی شکل ہو بہو وون سون سے مشابہ ہے۔ میں چہرے ہمیشہ پہچان لیتا ہوں۔"

"خیر، تم ان باتوں کے بڑے ماہر ہو، چلو، چھوڑو۔ ویسے فیودر پاولووچ، تم نے خود ابھی ابھی کہا تھا کہ ہم صحیح طرزِ عمل اختیار کرنے کا وعدہ کر چکے ہیں، کچھ یاد ہے؟ چنانچہ اپنے اوپر قابو رکھو۔ اگر تم مسخرے کا کردار ادا کرنے پر اُدھار کھائے بیٹھے ہو، پھر مجھے معاف رکھو، میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا۔ میں قطعاً نہیں چاہتا کہ تم مجھے بھی اس میں گھسیٹ لو... آپ دیکھ رہے ہیں نا کہ یہ کس قسم کا آدمی ہے۔" اس نے راہب کی جانب مڑتے ہوئے کہا۔ "میں اس کی معیت میں اچھے لوگوں کے ہاں نہیں جانا چاہتا۔"

کوتاہ قامت راہب کے خون پریدہ ہونٹوں پر کاغذی مسکراہٹ پھیل گئی جس میں ایک نوع کی مکاری بھی شامل تھی، تاہم اس نے منہ سے کچھ نہ کہا۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ خاموش اس لیے رہا کیونکہ اسے اپنے عجز و وقار کا خیال تھا۔ مائی اوسف کے ماتھے کی شکنیں گہری ہو گئیں۔

"بھاڑ میں جائیں یہاں کے سب لوگ! یہ سب لیپا پوتی ہے، ورنہ حقیقتاً سب کچھ جعلی اور لایعنی ہے۔" اس کے دماغ میں یہ سوچ کوندے کی طرح لپکی۔

"وہ رہا حجرہ، ہم پہنچ گئے ہیں!" فیودر پاولووچ نے گلا پھاڑتے ہوئے کہا۔ "وہ رہی دیوار، لیکن گیٹ پر تالا لگا ہوا ہے۔"

گیٹ کے اوپر اور اس کی دونوں جانب جو اولیا کی تصاویر کندہ تھیں، وہ اپنی بات ختم کرنے کے بعد ان کے سامنے بڑے مستعد انداز سے صلیب کے نشانات بنانے لگا۔

"جیسا دیس ویسا بھیس،" اس نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا: "اس خانقاہ میں کل پچیس پارسا اشخاص ہیں جو اپنی روحوں کو بچانے میں لگے ہوئے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کے بالمقابل بیٹھے رہتے ہیں اور گوبھی (45۔ الف) کا اچار کھاتے رہتے ہیں۔ اور ان دروازوں میں سے گزر کر ایک بھی عورت کو اندر آنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ اور یہی سب سے زیادہ قابل توجہ بات ہے۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، بالکل صحیح ہے۔ لیکن" اور وہ ایکا ایکی راہب کی طرف متوجہ ہوا: "بزرگوار، یہ میں کیا سن رہا ہوں کہ ستارتس آج کل خواتین کو بھی شرف ملاقات بخش رہے ہیں۔"

"جی ہاں، اب بھی چند کسان عورتیں موجود ہیں، وہ اُدھر برآمدے میں بیٹھی انتظار کر رہی ہیں۔ اور جہاں تک اونچے طبقے کی خواتین کا تعلق ہے، ان کے لیے برآمدے کی پرلی جانب دو کمرے تعمیر کر دیے گئے ہیں۔ ان کی کھڑکیاں اور دروازے دیوار کی بیرونی جانب کھلتے ہیں —— اور آپ حضرات کو یہ کھڑکیاں یہاں سے نظر آ سکتی ہیں —— اور جب ستارتس کی صحت اجازت دیتی ہے، وہ ایک اندرونی راہداری کے ذریعے ان تک پہنچ جاتے ہیں۔ جی ہاں، وہ دیوار سے خاصا ورے ہیں۔ اس وقت وہاں ایک خاتون مقیم ہے۔ وہ خارکوف سے آئی ہے۔ وہ اپنی علیل بیٹی کے ساتھ ان کے ساتھ ملاقات کا انتظار کر رہی ہے۔ انہوں نے ان کے ساتھ ملاقات کا وعدہ کر رکھا ہو گا۔ حالانکہ آج کل ان کی اپنی حالت خاصی پتلی ہو چکی ہے اور ان میں اتنی ہمت نہیں رہی کہ وہ باہر جا کر کسانوں اور دوسرے عام لوگوں سے ملاقات کر سکیں۔"

"چنانچہ خواتین تک پہنچنے کے لیے حجرے سے باہر نکلنے کا ننھا منا دروازہ بنا دیا گیا ہے۔ ویسے مقدس باپ، آپ یہ مت سمجھیں کہ میں کسی بات کو غلط معنی پہنا رہا ہوں، میں تو صرف مشاہدہ کر رہا ہوں۔ تاہم مجھے معلوم نہیں کہ آپ اس حقیقت سے آگاہ ہیں یا نہیں کہ کوہ ایتھوس پر نسائی زائرین کو ہی نہیں، بلکہ کسی بھی قسم کی عورتوں اور اس سے بھی بڑھ کر کسی بھی نوع کی زنانہ مخلوق کو مثلاً بطخوں، مرغیوں، گایوں وغیرہ کو

آنے کی کلی ممانعت ہے..."

"فیودر پاولووچ، اگر تم نے اپنی بکواس جاری رکھی پھر میں یہیں سے واپس چلا جاؤں گا اور اس کے بعد شاید تمہیں بھی [illegible] سے چلے جانے کو کہا جائے گا، چنانچہ میں نے تمہیں پیشگی خبردار کر دیا ہے!"

"پیٹر الیکساندرووچ، کیا میں نے کوئی ایسی بات کہہ دی ہے جس نے تمہیں پریشانی میں مبتلا کر دیا ہو؟" اس نے حجرے کے دروازے میں سے گزرتے ہوئے اچانک بلند آواز سے کہا۔ "دیکھو، یہ لوگ گلابوں بھری کتنی خوب صورت جگہ پر رہتے ہیں!"

اس کی بات درست تھی۔ اگرچہ اب وہاں گلاب کے پھول کہیں نظر نہیں آ رہے تھے لیکن جہاں جہاں بھی پودے لگانے کی گنجائش میسر تھی، وہاں موسم خزاں کے نایاب اور دور دراز ممالک کے خوش نما اور جاذب نظر پھول نظر آ رہے تھے۔ صاف دکھائی دے رہا تھا کہ ماہر اور کارشناس ہاتھوں نے ان کی نگہداشت کی ہے۔ پھولوں کی کیاریاں خانقاہ کی عمارتوں کی دیواروں کے اردگرد اور مقبروں کے بیچوں بیچ بنائی گئی تھیں۔ اور جس ایک منزلہ چھوٹے سے چوبی مکان میں ستارتس زوسیما رہائش پذیر تھا، وہ بھی پھولوں میں گھرا ہوا تھا اور اس کے اندر داخل ہونے والے دروازے کے سامنے برآمدہ تھا۔

"میں سوچ رہا ہوں: کیا سابق ستارتس ورسانوفی کے زمانے میں بھی یہ سب کچھ ایسے ہی تھا؟ لوگ کہتے ہیں کہ وہ اس قسم کی نفاستوں کا دلدادہ نہیں تھا اور جب وہ یہاں کا ستارتس تھا، وہ اچانک اچھل کر کھڑا ہو جاتا اور اپنی چھڑی سے لوگوں کو پیٹنا شروع کر دیتا۔ وہ عورتوں کو بھی نہیں بخشتا تھا!" فیودر پاولووچ نے سیڑھیاں چڑھتے چڑھتے کہا۔

"ستارتس ورسانوفی بعض اوقات واقعی پاگل یا بدھو دکھائی دینے لگتے تھے لیکن لوگ خواہ مخواہ بات کو بڑھا چڑھا دیتے ہیں اور احمقانہ باتیں کرنے لگتے ہیں،" راہب نے جواب دیا۔ "انہوں نے لوگوں کو کبھی چھڑی سے پیٹا نہیں تھا۔ خیر، حضرات، آپ یہاں انتظار فرمائیں۔ میں انہیں اطلاع دیتا ہوں کہ آپ لوگ آ گئے ہیں۔"

"فیودر پاولووچ، میں آخری بار تمہیں متنبہ کیے دیتا ہوں، تم نے سنا مجھے؟ اپنا وعدہ یاد رکھو،" مائی اوسف نے ایک بار پھر منہ سے جھاگ نکالتے ہوئے کہا۔ "اپنا رویہ درست رکھو ورنہ مصیبت آ جائے گی۔"

"سمجھ میں نہیں آتا تم اتنے پریشان کیوں ہو رہے ہو؟" فیودر پاولووچ نے استہزائی لہجے سے کہا۔ "کیا تمہارے گناہ تمہیں ستا رہے ہیں؟ لوگ کہتے ہیں کہ آدمی کی آنکھوں میں جھانک کر بتایا جا سکتا ہے کہ اس کے دل میں کیا ہے۔ لیکن مجھے حیرت تو اس بات پر ہو رہی ہے کہ تم جیسا ترقی پسند

شخص، پیرس کا باسی، اپنی رائے کو اتنی اہمیت دیتا ہے۔ مجھے واقعی بہت حیرت ہو رہی ہے۔"

لیکن مائی اوسف کو اتنا موقع ہی نہ مل سکا کہ وہ فیودر پاولووچ کی ان جلی کٹی باتوں کا جواب دے سکتا۔ انہیں ستارتس کی خدمت میں حاضر ہونے کا حکم مل چکا تھا اور جب وہ اندر داخل ہو رہے تھے، اسے شدید جھنجلاہٹ کا احساس ہو رہا تھا۔

"خیر، مجھے معلوم ہے کہ اب کیا ہوگا" یہ خیال کوندے کی طرح اس کے ذہن میں لپکا۔ "مجھے طیش آ رہا ہے اور میرا جھگڑا ہو جائے گا... مجھے جوش آ جائے گا — اور میں اپنی اور ہر اُس چیز کی، جو مجھے عزیز ہے، تذلیل کرا بیٹھوں گا۔"

2

بوڑھا مسخرہ

وہ اور ستارتس زوسیما، جوان کی شکل دیکھتے ہی اپنے تنگ بیڈروم سے باہر نکل آیا تھا، تقریباً ساتھ ساتھ کمرے میں داخل ہوئے۔ درویش خانے سے وابستہ دو راہب، جنھیں پادری (46) کے فرائض سرانجام دینے کا اختیار بھی حاصل تھا، پہلے ہی حجرے میں ستارتس کا انتظار کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک کتب خانے کا مہتمم تھا اور دوسرا فادر پائسی تھا۔ فادر پائسی کوئی خاص بوڑھا تو نہیں تھا لیکن زیادہ تر بیمار رہتا تھا۔ ویسے اس کے متعلق مشہور تھا کہ وہ بہت بڑا عالم ہے۔ ان دو کے علاوہ ایک تقریباً بائیس سالہ نوجوان ایک کونے میں کھڑا تھا اور پوری کارروائی کے دوران میں وہ وہیں کھڑا رہا۔ وہ الٰہیات کے سیمیناروں میں بطور طالب علم حصہ لیتا تھا اور مستقبل کا عالم الٰہیات تھا۔ کوئی خاص وجہ ہی ہوگی کہ اسے خانقاہ اور راہبوں کی سرپرستی حاصل ہو گئی تھی۔ اُس کا قد قدرے لانبا، چہرہ تر و تازہ، رخساروں کی ہڈیاں اُبھری ہوئی اور اس کی تنگ بادامی آنکھیں ذہین اور چوکس تھیں۔ اس کے خدوخال سے مکمل تعظیم کا اظہار ہوتا تھا لیکن ان سے وقار بھی جھلکتا تھا اور یہ عندیہ بھی ملتا تھا کہ یہ شخص خوشامدی ہرگز نہیں۔ اس کا مرتبہ بے شک ایک طالب علم کا تھا اور معاشرتی اعتبار سے اس کا مقام مہمانوں سے فروتر تھا مگر جب وہ اندر داخل ہوئے، اس نے ان کے سامنے جھک کر تسلیمات بجالانے سے گریز کیا۔

ستارتس زوسیما ایک امیدوار راہب اور الیوشا کی معیت میں اندر آیا۔ دونوں راہب پادری اٹھے اور اتنا زیادہ جھک کر آداب بجالائے کہ ان کی انگلیاں فرش کو چھونے لگیں اور جب ستارتس انہیں دعا

دے چکا، انہوں نے اس کے ہاتھ پر بوسہ دیا۔ دعا دینے کے بعد ستارتس جواب میں بالکل انہیں کی طرح انہیں تسلیمات بجالایا کہ اس کی اپنی انگلیاں فرش کو چھونے لگیں اور وہ خود ان سے باری باری دعا کا طالب ہوا۔ یہ ساری رسم انتہائی سنجیدگی، بلکہ پورے خلوص کے ساتھ بھی، ادا کی گئی۔ عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے کہ جب ہم اس قسم کی کوئی رسم ادا کرتے ہیں تو ان کا رویہ جعلی کھانے لگتا ہے کہ وہ یہ کام دل سے نہیں کر رہے بلکہ محض اپنے سر سے بلا ٹال رہے ہیں لیکن یہاں ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ تاہم مائی اوسف کو یوں لگا جیسے یہ سب کچھ محض انہیں متاثر کرنے کے لیے کیا جا رہا ہو۔ جب وہ کمرے میں داخل ہو چکے تو اسے محسوس ہونے لگا کہ اسے یہاں آنے والے گروہ کے سربراہ کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے کیونکہ وہ سب سے آگے تھا۔ سچ پوچھیں تو اسے آداب و اخلاق کے عام تقاضوں کے مطابق — اس کے اپنے خیالات کیا تھے، انہیں جانے دیں — ستارتس کے قریب جاتا اور خانقاہی دستور کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس سے دعائے خیر کا طالب ہونا چاہیے تھا۔ بے شک وہ اس کا ہاتھ نہ چومتا (درحقیقت اس نے گزشتہ رات اس معاملے پر خوب غور و خوض کیا تھا اور وہ اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ اسے بالکل یہی کرنا ہوگا یعنی ستارتس کے ہاتھ پر بوسہ دینا ہوگا) لیکن جب اس نے راہب پادریوں کو اس طرح جھکتے اور ہاتھ چومتے دیکھا تو اس نے جھٹ اپنا ارادہ بدل دیا اور جیسا کہ عام طور پر اعلیٰ طبقے میں ہوتا ہے، اس نے لیے دیے اور پُروقار انداز سے ذرا سا جھک کر آداب بجالانے پر اکتفا کیا اور واپس ایک کرسی کی طرف چلا گیا۔ فیودر پاولووچ نے بندر کی طرح مائی اوسف کی نقل اتارتے ہوئے بعینہٖ وہی کچھ کیا جو اس نے کیا تھا۔ ایوان فیودورووچ نے اگرچہ اپنے ہاتھ اپنے پہلوؤں پر ٹکا رکھے تھے تاہم وہ نہایت شائستہ اور پُروقار انداز سے تسلیمات بجالایا جب کہ کالگانوف اتنا گھبرایا ہوا تھا کہ وہ جھکنا ہی بھول گیا۔ ستارتس نے کچھ اس طرح کا انداز بنا لیا جیسے وہ دعائے خیر کرنا چاہتا ہو تاہم اس نے اپنے ہاتھ فوراً نیچے گرا دیے، وہ بس ایک بار ان کے سامنے جھکا اور پھر اس نے انہیں بیٹھنے کا حکم دے دیا۔ الیوشا کو اتنی خفت محسوس ہو رہی تھی کہ اس کا چہرہ لال ہو گیا۔ اس کی بدترین پیش اندیشیاں صحیح ثابت ہو رہی تھیں۔

ستارتس مہاگنی کے نہایت قدیم الوضع صوفے پر، جس پر چمڑا چڑھا ہوا تھا، بیٹھ گیا اور اس نے دونوں راہب پادریوں پر کوئی توجہ دیے بغیر چاروں مہمانوں کو مہاگنی کی چار کرسیوں پر، جن پر انتہائی بوسیدہ چمڑا چڑھا ہوا تھا اور جو سامنے کی دیوار کے ساتھ ساتھ رکھی ہوئی تھیں، بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ راہب پادری مہمانوں کی دونوں جانب، ایک دروازے اور دوسرا کھڑکی کے پاس، بیٹھ گئے۔ الٰہیات کا طالب علم، الیوشا اور امیدوار راہب کھڑے رہے۔ حجرہ نہ تو لمبا چوڑا تھا اور نہ اس میں دلچسپی کا کوئی سامان تھا۔ اس کا فرنیچر اور دیگر سامان گھٹیا کاریگروں کا گھٹیا انداز سے بنایا ہوا تھا اور یہ تھا بھی محض اتنا کہ بنیادی

ضروریات پوری ہو جائیں۔ کھڑکی کی دہلیز پر دو پھولوں کے گملے پڑے تھے۔ ایک کونے میں چند اقونے رکھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک مادر خداوند کا تھا جو غالباً تفرقے (47) سے کہیں بہت پہلے پینٹ کیا گیا تھا۔ اس کے سامنے اقونے کا لیمپ ٹمٹما رہا تھا۔ اس کے قریب چمکتے دمکتے رضائی (48) میں ملبوس دو اور اقونے، ایک منقش کرزی، چینی مٹی کے انڈے، ایک ہاتھی دانت کی صلیب، جس پر مسیح کو اپنی ماں کی آغوش میں، جوان کی موت پر آنسو بہا رہی تھی، دکھایا گیا تھا، اور باہر کے بعض قدیم اطالوی ماہرین فن کی منقش تصاویر دھری ہوئی تھیں جنہیں لکڑی یا دھات کو کھود کر بنایا گیا تھا۔ ان نفیس اور گراں قدر منقش تصویروں کے علاوہ دیواروں پر مختلف ولیوں، شہیدوں اور پارسا اشخاص کے چھاپے خانوں میں چھپے انتہائی مقبول عام قسم کے طغرے اور تصاویر، جنہیں کسی بھی میلے میں چند کوپک کے عوض خریدا جا سکتا تھا، چسپاں تھیں۔ دیواروں پر معاصر اور سابقہ بطریقوں کی عام چھاپے خانوں میں چھپی ہوئی تصاویر بھی آویزاں تھیں۔ مائی اوسف نے ان سستے متفرق کلیسائی نمونوں پر سرسری نظر ڈالی اور پھر اپنی نگاہیں ستارتس پر جما دیں۔ اسے اپنی اس صلاحیت پر ناز تھا کہ وہ ان کی شکلیں دیکھ کر ان کے بارے میں رائے قائم کر سکتا ہے۔ جس شخص کی عمر پہلے ہی پچاس سال ہو چکی ہو، اس کی یہ کمزوری قابل معافی ہے —— کیونکہ یہ وہ عمر ہے جب کوئی ذہین، کھاتا پیتا، دنیا دار شخص اپنے آپ کو ہم چو ما دیگرے نیست سمجھنے لگتا ہے، بعض اوقات ان صورتوں میں بھی، جب اس بات میں، جس کو وہ سمجھ دارانہ اور عقلمندانہ تصور کرتا ہے، اس کا رویہ اس کے بالکل الٹ ہوتا ہے۔

اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، جھٹ پٹ ستارتس کو ناپسندیدہ شخص قرار دے دیا اور ستارتس کے چہرے مہرے پر واقعی کوئی ایسی چیز تھی جو مائی اوسف کے علاوہ دوسرے لوگوں میں بھی ناپسندیدگی کے جذبات ابھار سکتی تھی۔ وہ کوتاہ قامت اور خمیدہ کمر شخص تھا۔ اس کی ٹانگیں کمزور تھیں اور ان میں رعشہ تھا۔ اگرچہ اس کی عمر کسی طور بھی پینسٹھ سے زیادہ نہیں بنتی تھی لیکن بیماری کے باعث وہ کم از کم دس سال زیادہ معلوم ہو رہی تھی۔ اس کا سارا چہرہ جھُر جھُر ہو رہا تھا اور اس پر، خاص طور پر آنکھوں کے اردگرد، جھریاں ہی جھریاں تھیں۔ یہ آنکھیں روشنی کے دو چھوٹے نقطوں کی طرح مہین، زردہ، چمکتی اور جھپکتی نظر آ رہی تھیں۔ اس کے سر پر بال صرف اتنے ہی رہ گئے تھے کہ کنپٹیوں کے آس پاس باریک باریک گچھے بن گئے تھے۔ اس کی چوہے نما مہین داڑھی گھنی نہیں تھی بلکہ صرف خال خال بالوں پر مشتمل تھی۔ اور اس کے ہونٹ، جو اکثر سکڑے اور مسکراتے دکھائی دیتے تھے، رسی کی طرح باریک تھے۔ اس کی ناک اتنی لمبی نہیں تھی جتنی کہ نوکیلی اور چونچ نما تھی۔

"بظاہر تو یہی نظر آتا ہے کہ یہ شخص کینہ پرور، خود پسندی کا مارا ہوا اور انا پسند ہے۔" اچانک مائی اوسف کے ذہن میں یہ خیال بھی بجلی کے کوندے کی طرح لپکا۔ اسے محسوس ہونے لگا تھا کہ وہ بڑا

چڑچڑا ہو گیا ہے۔

چھوٹے سے سستے پنڈولم والے دیواری کلاک نے یکے بعد دیگرے بارہ مرتبہ ٹن ٹن بجا دیا۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ کمرے میں سکوت ٹوٹ گیا۔

"عین وقت پر،" فیودر پاؤلووچ نے بلند آواز سے کہا۔ "لیکن ابھی تک میرے بیٹے دمتری فیودرووچ کی آمد کے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے۔ مقدس ستارتس، میں اس کی جانب سے آپ سے معافی کا خواستگار ہوں!" (ایلیوشا "مقدس ستارتس" کے الفاظ پر سرتاپا کانپ اٹھا۔) "جہاں تک میرا تعلق ہے میں ہمیشہ وقت کی پابندی کرتا ہوں، ایک منٹ بھی ادھر ادھر نہیں ہونے دیتا کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ پابندیٔ وقت (49) سے بادشاہوں کی شائستگی کا اظہار ہوتا ہے..."

"لیکن تم تو بادشاہ نہیں ہو یا ہو؟" مائی اوسف بڑبڑایا۔ کارروائی کا ابھی آغاز بھی نہیں ہونے پایا تھا کہ اس کا مزاج گرم ہونا شروع ہو گیا۔

"نہیں، تم نے بالکل صحیح کہا ہے۔ میں بادشاہ نہیں ہوں اور پیوتر الیکسانڈروویچ، تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں خود اس حقیقت سے اچھی طرح آگاہ ہوں، خدا شاہد ہے کہ میں بالکل صحیح کہہ رہا ہوں۔ یا شاید میرے منہ سے پھر کوئی غلط بات نکل گئی ہے۔ تقدس مآب!" وہ اچانک اپنے تخیل کی نگاہیں ڈھیلی کرتے ہوئے پکارا۔ "آپ اپنے سامنے مسخرہ دیکھ رہے ہیں، سچ مچ کا مسخرہ! اگر میں کبھی کبھار کوئی غلط بات کہہ دیتا ہوں یا دروغ گوئی کر جاتا ہوں، تو میں یہ سب کچھ جان بوجھ کر کرتا ہوں تاکہ میں لوگوں کے چہروں پر تبسم کی کرنیں بکھیر سکوں، ان پر ثابت کر سکوں کہ میں اچھا اور خوش اخلاق آدمی ہوں۔ آپ کو دوسروں کے ساتھ خوش اخلاقی برتنا پڑتی ہے۔ ٹھیک عرض کیا نا میں نے؟ تقریباً سات سال قبل مجھے ایک معمولی سے کام کے سلسلے میں چند تاجروں کی معیت میں ایک چھوٹے سے قصبے میں، جو اللہ میاں کے پچھواڑے واقع ہے، جانا پڑا۔ ہمیں کچھ معلومات درکار تھیں اور انہیں حاصل کرنے کے لیے ہم وہاں کے ضلعی پولیس آفیسر (Ispravnik)(50) سے ملنے اور اسے اپنے ساتھ ڈنر کھانے کی دعوت دینے چل پڑے۔ Ispravnik (اپنے دفتر سے) باہر آ گیا۔ وہ لمبا تڑنگا اور گم صم شخص تھا۔ اس کے سر کے بال ہلکے زرد رنگ کے تھے اور اس کے چہرے پر خشونت برس رہی تھی —— میرے خیال میں یہ ہوتے ہی نہایت خطرناک قسم کے ہیں، ان کی تمام خرابیوں اور مصیبتوں کے ذمہ دار ان کے جگر ہوتے ہیں۔ میں دنیا دار آدمی کی پوری خود اعتمادی کے ساتھ اس کے پاس گیا۔ "مسٹر اسپراونک! میں نے اس سے مخاطب ہو کر کہا، آپ ہمارے نیپراونک (Napravnik)(51) بننا پسند فرمائیں گے؟" "نیپراونک؟ کیا مطلب ہے تمہارا؟" اس نے دہاڑتے ہوئے کہا۔ میں جھٹ پٹ سمجھ گیا کہ میرا نشانہ خطا ہو گیا ہے۔ وہ وہاں کھڑا تھا، اس کے چہرے سے

سنجیدگی برس رہی تھی اور معلوم ہو رہا تھا کہ وہ ہماری کوئی بات نہیں مانے گا۔ 'قصہ ٹھوک دیں، میں تو محض مذاق کرنے کی کوشش کر رہا تھا تاکہ اپنے ساتھیوں کی طبیعت خوش کر سکوں۔ ہم یہاں جس کام کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں، یہ دیکھتے ہوئے کہ اسے خوش اسلوبی سے سرانجام دینے کے لیے ایک کنڈکٹر (رہبر) کی ضرورت ہے، میرا دھیان مشہور روسی کنڈکٹر (آرکسٹرا کے سازندوں کو ہدایات دینے والا) نیپراونک کی طرف چلا گیا... 'آپ تسلیم کریں گے کہ میں نے دونوں کے مابین جو موازنہ کیا تھا، وہ بڑا معقول اور موزوں تھا۔ میں معذرت سے عرض کروں گا۔' اس نے ذرا خفگی سے کہا، 'میں یہاں کا اسپراونک ہوں اور جو لوگ ذو معنی الفاظ کے ذریعے میرے عہدے کا مذاق اڑانا چاہتے ہیں، مجھے ان کی ذرہ برابر پروا نہیں۔' اس نے اتنا کہا، واپس مڑا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا اپنے دفتر کی طرف چل پڑا۔ میں اس کے پیچھے بھاگا اور اس سے چلا کر کہا، 'آپ بجا فرماتے ہیں، آپ اسپراونک ہی ہیں، نیپراونک نہیں!' 'نہیں' اس نے کہا، 'چونکہ تم نے مجھے نیپراونک کہا ہے، تو پھر میں نیپراونک ہی ہوں!' اور کیا آپ یقین کریں گے کہ ہم جس کام کی غرض سے اس کے پاس گئے تھے، اس کا ستیاناس ہو گیا! اس میں ذرا بھی کوئی پیش رفت نہ ہو سکی۔ میرے ساتھ ہمیشہ یہی کچھ ہوتا رہتا ہے، ہمیشہ۔ میں ہمیشہ شرفا کا رویہ اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہوں اور یہی چیز میرے لیے مصیبت کا باعث بن جاتی ہے! مثلاً کوئی دس سال ہوئے جب میں نے ایک بارسوخ شخص سے کہا تھا، 'آپ کی بیگم صاحبہ کو گدگدی بہت ہوتی ہے۔' جب میں نے یہ بات کہی تھی تو کسی بدنیتی کے پیش نظر نہیں کہی تھی، بلکہ میں تو اسے صرف یہ جتانا چاہتا تھا کہ اس کی شریک حیات بڑی معزز خاتون ہے اور اعلیٰ اخلاقی اوصاف کی مالک ہے۔ آپ میرا مطلب سمجھ گئے ہیں نا؟ لیکن اس ذات شریف نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، جھٹ مجھ سے دریافت کرنے لگا، 'کیا تم اسے گدگدی (52-الف) کرتے رہے ہو؟' میں نے سوچا کیوں نہ اس شخص کے ساتھ ذرا شریفوں کی طرح چھیڑ چھاڑ کروں اور جھٹ میرے منہ سے نکل گیا، 'جی جناب، کرتا رہا ہوں۔' اس پر اس نے میرے جو گدگدی کی، کچھ نہ پوچھیں... یہ واقعہ بیان کرتے وقت مجھے جو قطعاً حجاب نہیں آیا تو اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ اسے پیش آئے مدتیں گزر چکی ہیں۔ میں ہمیشہ خود ہی مصیبت کو دعوت دیتا رہتا ہوں۔"

"وہ تو تم اب بھی دے رہے ہو۔" مائی اوسف نے منہ بنا کر کہا۔

ستارتس منہ سے ایک لفظ کہے بغیر دونوں کا بغور جائزہ لینے لگا۔

"واقعی!" فیودر پاولووچ نے کہا، "پیوتر الیکسانڈروچ، درحقیقت یہ بات میرے ذہن میں بھی تھی اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جونہی میں نے یہ بات شروع کی تھی میں نے پیشگی اندازہ لگا لیا تھا کہ ہو گا یہی کچھ، میں اسی وقت بھانپ گیا تھا کہ سب سے پہلا شخص جو میری توجہ اس طرف مبذول کرائے

گا وہ تم ہو گے۔ ان ابتدائی لمحات میں، جب مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ میرا مذاق بالکل پھسپھسا ثابت ہو گا، جب میری زبان تالو سے یوں چپٹ جاتی ہے جیسے میرے منہ میں کوئی چیز پھنس گئی ہو۔ یہ کیفیت تب سے چلی آ رہی ہے جب میں جوانی کے عہد میں نیا نیا داخل ہوا تھا، شرفا کے ساتھ رہتا تھا اور زندہ رہنے کے لیے ان لوگوں کی چاپلوسی کر کے انہیں نچوڑنے کا فن سیکھ رہا تھا۔ میں پکا مسخرہ ہوں۔ مقدس مآب، اگر پیدائشی مسخرے نام کی کوئی چیز پائی جاتی ہے تو وہ میں ہوں۔ عین ممکن ہے کہ میرے اندر بھی کسی شیطان(52) کی روح حلول کر گئی ہو، کسی چھوٹے موٹے شیطان کی، کسی بڑے اور اہم شیطان کے نزدیک میری حیثیت ہی کیا ہے، وہ میرے اندر نہیں بلکہ کسی اور کے اندر اپنا ٹھکانا بنانا چاہے گا۔ پیوتر الیکسانڈروچ، میرا روئے سخن تمہاری طرف نہیں، تم بھی اس کی روح کے لیے کوئی بڑا ٹھکانا ثابت نہیں ہو گے۔ لیکن مجھ میں جو کمی ہے اس کی تلافی یوں ہو جاتی ہے کہ میں صاحب ایمان ہوں، میرا خدا پر ایمان ہے اور میرا یہ ایمان کبھی متزلزل نہیں ہوا، صرف حال ہی میں میرے ذہن میں چند شکوک ضرور در آئے تھے، ورنہ اس سے پہلے ایسی بات کبھی نہیں ہوئی تھی، لیکن اب میں یہاں بیٹھا تمہاری زبان سے پُرشکوہ الفاظ سننے کا منتظر ہوں۔ مقدس مآب باپ، میرا حال فلسفی دیدرو(53) سے ملتا جلتا ہے۔ مقدس مآب باپ، آپ کو معلوم ہے کہ جب فلسفی دیدرو ملکہ معظمہ کیتھرین کے عہد میں آرچ بشپ پلاتون(54) سے ملنے گیا تھا تو کیا ہوا تھا؟ وہ ان کے پاس گیا اور اچانک بک پڑا 'خدا کا کوئی وجود نہیں!' اس پر آرچ بشپ نے اپنی انگلی اوپر اٹھائی اور فرمایا، 'احمق نے اپنے دل میں کہا ہے کہ خدا کا کوئی وجود نہیں۔'(55) دیدرو فوراً اُس کے قدموں میں زمین پر گر پڑا اور چلا اٹھا، 'میں ایمان لے آیا، مجھے بپتسمہ دے دیں۔'(56) اُسے وہیں کھڑے کھڑے بپتسمہ دے دیا گیا۔ پرنس داشکووا(57) اس کی دینی ماں اور فیلڈ مارشل پوتمکن(58) دینی باپ بنا۔"

"فیودر پاولووچ، یہ مذاق کی بات نہیں!" مائی اوسف نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔ اس کے لیے اپنے اوپر قابو پائے رکھنا ناممکن ہوتا جا رہا تھا۔ "تم اس قسم کی باتیں کیوں کیے جا رہے ہو؟ تم خوب اچھی طرح جانتے ہو کہ تم جھوٹ بول رہے ہو اور تم جو احمقانہ کہانی سنا رہے ہو، وہ درست نہیں ہے۔"

"مجھے بھی ساری عمر یہی شک ستاتا رہا کہ یہ کہانی بالکل مضحکہ خیز ہے اور ہرگز درست نہیں ہو سکتی!" فیودر پاولووچ نے خوشی سے چہچہاتے ہوئے کہا۔ "مگر حضرات، میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اب مجھے پوری سچائی بیان کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ مقدس مآب ستارتس، میں نے اپنی بات کے اختتام پر دیدرو کے قصے کے متعلق جو کچھ کہا تھا، میں اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ دراصل میں نے یہ قصہ ابھی ابھی گھڑا تھا، مجھے اس سے پہلے اس کا کبھی خیال بھی نہیں آیا تھا۔ بس جب میں بات کر رہا تھا، اسی کے دوران میں یہ مجھ پر وارد ہونے لگا۔ سچی بات یہ ہے کہ میں نے

اسے محض آپ حضرات کو خوش کرنے کے لیے تراشا تھا۔ پیوتر الیکساندرووچ، میں اس قسم کی مسخریاں اکثر کرتا رہتا ہوں تاکہ میں لوگوں کی نگاہوں میں پسندیدہ ہو جاؤں۔ لیکن ایک بات اور بھی ہے، بعض اوقات خود مجھے بھی معلوم نہیں ہوتا کہ میں اس قسم کی حرکت کیوں کر رہا ہوں۔ جہاں تک دِدرو کا تعلق ہے تو میں نے جو یہ الفاظ کہے تھے: 'احمق اپنے دل میں کہہ چکا ہے' وہ میں نے اس علاقے کے جاگیرداروں اور زمینداروں سے تب درجنوں مرتبہ سنے تھے جب جوانی کے زمانے میں میری ان سے گاڑھی چھنتی تھی اور ہاں، پیوتر الیکساندرووچ، بر سبیل تذکرہ تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں نے انہیں تمہاری خالہ، ماورافوی بشنا کی زبان سے بھی سنا تھا۔ یہ لوگ آج تک اس بات پر یقین کیے چلے جا رہے ہیں کہ کافر دِدرو مطران پلاتون کے پاس خدا کے بارے میں بحث کرنے گیا تھا..."

مائی اوسف اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ غصے سے لال پیلا ہو رہا تھا اور اس کا صبر و تحمل بالکل جواب دے چکا تھا۔ وہ آتش زیر پا ہو رہا تھا اور اسے خود بھی اس بات کا احساس ہو چلا تھا کہ اس کا اپنا رویہ مضحکہ خیز بنتا جا رہا ہے۔

اور یہی بات تو یہ ہے کہ حجرے میں جو کچھ ہو رہا تھا، وہ بالکل ناقابلِ یقین تھا۔ سابقہ ستارتسوں کے زمانوں ہی سے گزشتہ چالیس یا شاید پچاس سالوں سے زائرین یہاں اس حجرے میں آ جا رہے تھے لیکن وہ ہمیشہ انتہائی احترام کے جذبے سے آتے تھے، اس کے برعکس کبھی نہیں۔ جن لوگوں کو اس حجرے میں داخلے کی اجازت ملتی تھی، ان میں سے تقریباً سبھی کو اس بات کا شعور ہوتا تھا کہ انہیں خصوصی استحقاق کا مستحق سمجھا گیا ہے۔ ان میں سے اکثر آتے ہی اپنے گھٹنوں پر جھک جاتے تھے اور ملاقات کے پورے عرصے کے دوران میں وہ دوبارہ کبھی سر اٹھا کر کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ وہ اشخاص بھی، جنہیں اس ملک میں بلند ترین مقام حاصل ہوتا (ان میں سے بعض تو زبردست عالم بلکہ آزاد خیال بھی شمار کیے جاتے تھے اور وہ محض تجسس کی خاطر یا کسی دوسری وجہ سے آتے تھے)، جب بھی اس حجرے میں، خواہ گروہ کی شکل میں یا فرداً فرداً، داخل ہوتے، ملاقات کی پوری مدت کے دوران میں بھی عمیق ترین احترام اور معاملہ فہمی کا اظہار کرنا اپنا اولین فریضہ تصور کرتے۔ اور یہ بات اس لیے اور بھی اہمیت اختیار کر جاتی تھی کیونکہ یہاں روپے پیسے کا کوئی چلن نہیں تھا، اگر کسی چیز کا چلن تھا تو وہ ایک جانب محبت اور شفقت کا اور دوسری جانب توبہ یا کسی دقیق مسئلے کو حل کرنے کی خواہش کا یا پھر اس نازک لمحے سے نپٹنے کی آرزو کا ہوتا تھا جو روح کی زندگی میں در آتا ہے۔

چنانچہ فیودر پاولووچ نے اپنے ماحول کا کاملاً عدم احترام کرتے ہوئے جس قسم کی مسخرگی اور بے ہودگی کا مظاہرہ شروع کر دیا تھا، اس پر ان لوگوں کے، جو یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے یا ان میں سے کم از کم چند ایک کے دلوں میں تشویش و غم کی لہر دوڑ گئی۔ دونوں راہب پادری، جن کے چہرے سپاٹ

اور جذبات سے بالکل عاری تھی، ستارتس کے چہرے پر نظریں جمائے ہوئے تھے اور انتظار کر رہے تھے کہ جواب میں وہ کیا کہتا ہے حالانکہ جس طرح مائی اوسف اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا، وہ بھی اسی طرح اپنی اپنی جگہوں سے اٹھ کر کھڑے ہونا چاہتے ہوں گے۔ الیوشا سر جھکائے کھڑا تھا اور اس کے آنسو نکلا ہی چاہتے تھے۔ اسے جس چیز نے سب سے زیادہ بھونچکا کیا، وہ یہ تھی کہ اس کا بھائی ایوان فیودرووچ، جس کے متعلق اس کا خیال تھا کہ وہ اس پر اعتماد کر سکتا ہے اور جس کے بارے میں وہ سمجھتا تھا کہ اسے ان کے باپ پر اتنا اثر و رسوخ حاصل ہے کہ وہ جب چاہے اسے روک سکتا ہے، کامل بے نیازی سے نظریں جھکائے اپنی کرسی پر بالکل ساکت بیٹھا رہا اور بظاہر ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ بڑا اشتیاق تجسس کے ساتھ اس بات کا منتظر ہو کہ دیکھیں یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے، گویا وہ محض تماشائی کی حیثیت سے وہاں آیا ہو۔ الیوشا کو سیمیناروں میں حصہ لینے والے طالب علم کی جانب بھی، جس کا نام رکیتن تھا، جسے وہ خوب اچھی طرح جانتا تھا اور جس کے ساتھ اس کی بے تکلفی تھی، آنکھ اٹھا کر دیکھنے میں دشواری پیش آ رہی تھی۔ رکیتن کے ذہن میں جو خیالات سر ابھار رہے تھے، الیوشا ان سے آگاہ تھا اور ساری خانقاہ میں وہ واحد شخص تھا جو انہیں جانتا تھا۔

"میں معافی کا خواستگار ہوں..." مائی اوسف نے ستارتس کی جانب متوجہ ہو کر اپنی بات کا آغاز کیا۔ "اگر آپ سمجھتے ہیں کہ میں اس شرمناک تماشے میں برابر کا شریک ہوں... پھر مجھے آپ سے معذرت کرنا ہو گی۔ میری غلطی یہ تھی کہ مجھے یقین ہو چلا تھا کہ جب فیودر پاولووچ جیسا شخص بھی آپ جیسے متقی اور محترم شخص کی بارگاہ میں حاضر ہو گا تو اسے بھی اپنی ذمے داریوں کا احساس ہو جائے گا... یہ تو کبھی میرے وہم و گمان میں بھی نہیں آیا تھا کہ مجھے صرف اس لیے معذرت کرنا پڑے گی کہ میں محض اس کی معیت میں یہاں چلا آیا تھا..."

پیوتر الیکساندرووچ بات کرتے کرتے اچانک چپ ہو گیا۔ وہ اتنا زیادہ کھسیانا ہو رہا تھا کہ یوں لگنے لگا جیسے وہ ابھی ابھی کمرے سے باہر نکل جائے گا۔

"براہ مہربانی، آپ اتنے پریشان نہ ہوں؛" ستارتس نے اپنی کمزور ٹانگوں پر کانپتے لرزتے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیوتر الیکساندرووچ کو پکڑا اور اسے دوبارہ اس کی نشست پر بٹھا دیا۔ "آپ شانت رہیں، آپ یہاں میرے مہمان ہیں۔" اس کے بعد اس نے اپنا سر جھکایا، واپس مڑا اور ایک بار پھر اپنی نشست پر بیٹھ گیا۔

"واجب الاحترام ستارتس، براہ مہربانی اتنا فرمائیں، آپ کو میری زندہ دلی اور شگفتہ مزاجی بری تو نہیں لگی؟" فیودر پاولووچ نے اچانک اپنی کرسی کے دونوں بازوؤں کو مضبوطی سے پکڑتے ہوئے کہا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اگر ضرورت پیش آئے تو وہ اس سے اچھل کر پرے ہٹنے میں کوئی تاخیر روا نہیں رکھے گا

لیکن اس کا انحصار سراسر ستارتس کے جواب پر تھا۔

"میں پورے خلوص کے ساتھ آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ مطلق پریشان نہ ہوں اور نہ کسی قسم کی خفت محسوس کریں۔" ستارتس نے اسے اطمینان دلاتے ہوئے کہا۔ "آپ بالکل شانت رہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اپنے بارے میں کوئی شرمندگی محسوس نہ کریں کیونکہ آپ کی مشکل کی ساری جڑ یہی ہے۔"

"بالکل شانت محسوس کروں! آپ کا مطلب ہے میں اپنا بالکل فطری رویہ اپنالوں! اوہ، یہ اتنی بڑی چیز ہے کہ میں اس کی کبھی توقع بھی نہیں کرسکتا تھا۔ لیکن ——— میں قبول کرتا ہوں، میں بے حد متاثر ہوا ہوں! مقدس باپ، آپ جانتے ہیں کہ میں اس بات کو ترجیح دیتا کہ آپ نے مجھ سے اپنا فطری رویہ اپنانے کو نہ کہا ہوتا، آپ کو اس قسم کا خطرہ مول نہیں لینا چاہیے تھا... میں خود اس حد تک جانا نہیں چاہوں گا۔ میں یہ سب کچھ آپ کے بھلے کے لیے کہہ رہا ہوں، آپ کو خبردار کر رہا ہوں۔ خیر، جناب عالی، ہو گا کیا، اس پر ابھی تک راز کا پردہ پڑا ہوا ہے حالانکہ یہاں بعض اشخاص ایسے بھی موجود ہیں جو مجھے بدنامی کے گڑھے میں گرا دیکھنا چاہتے ہیں۔ پیوتر الیکساندرووچ، میں جو کچھ کہہ رہا ہوں ٹھیک کہہ رہا ہوں کیونکہ میرا اشارہ یقیناً تمہاری ہی طرف ہے ——— اور مقدس ترین ستارتس، جہاں تک آپ کا تعلق ہے، میں آپ کے سامنے سرور و وجد کے عالم میں اپنے دل کی عمیق ترین گہرائیوں کے راز انڈیل دوں گا۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اپنے بازو اٹھا کر بولا، "مبارک ہے وہ رحم جس میں تو رہا اور وہ چھاتیاں جو تو نے چوسیں (59) ——— خاص طور پر چھاتیاں! آپ نے ابھی ابھی فرمایا تھا، آپ اپنے بارے میں کوئی شرمندگی محسوس نہ کریں کیونکہ آپ کی مشکل کی ساری جڑ یہی ہے ——— مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے آپ نے اپنے ان الفاظ کے ساتھ میری روح کی عمیق ترین گہرائیوں کو چھو لیا ہو۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جب میں لوگوں سے ملنے ملانے ان کے گھر جاتا ہوں، میں اپنے آپ کو حقیر ترین شخص سے بھی حقیر تر سمجھنے لگتا ہوں کیونکہ ہر کوئی مجھے محض مسخرہ گرداننے لگتا ہے۔ چنانچہ میں اپنے آپ سے کہنے لگتا ہوں، 'پھر میں مسخرہ ہی کیوں نہ بن جاؤں؟ آپ لوگ میرے متعلق کیا رائے قائم کریں گے مجھے اس سے کوئی خوف نہیں آتا کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ آپ لوگوں میں سے ہر شخص مجھ سے کہیں بدتر ہے۔' یہی وجہ ہے کہ میں مسخرہ بنا ہوا ہوں۔ عظیم ستارتس، میں وہ مسخرہ ہوں جو شرمندگی، جی ہاں شرمندگی کا بنا ہوا ہے۔ یہ سیدھی سادی اور خالص پریشانی ہی تو ہے جو مجھے بنتے سے انکاری رکھتی ہے۔ خیر، جب میں دوسرے لوگوں کی صحبت میں اٹھتا بیٹھتا ہوں، اگر مجھے صرف اتنا یقین ہو جائے کہ ہر شخص مجھے فوراً شفیق ترین اور ہوشیار ترین شخص سمجھنے لگے گا ——— خدایا، پھر میں کتنا اچھا انسان ثابت

ہوں گا! آہ، میرے مالک، میرے آقا!" اور وہ اچانک اپنے گھٹنوں پر جھک گیا۔ "میں کون سی نیکی کروں کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں۔" (60) اب بھی یہ فیصلہ کرنا دشوار تھا کہ وہ مذاق میں بات کر رہا تھا یا واقعی متاثر ہو چکا تھا۔

ستارتس نے نگاہیں اٹھا کر اوپر دیکھا اور تبسم بکھیرتے ہوئے کہا، "آپ خود بہت عرصے سے جانتے ہیں کہ آپ کو کیا کرنا چاہیے۔ آپ خاصے سمجھ دار ہیں۔ کثرت سے شراب نوشی نہ کیا کریں۔ اپنی زبان کو بے لگام نہ چھوڑیں، شہوت رانی سے گریز کریں، خاص طور پر لکشمی کی پوجا مت کریں اور اپنے شراب خانے بند کر دیں ——— اگر سارے کے سارے نہیں تو کم از کم دو تین ضرور (بند کر دیں)۔ لیکن سب سے بڑی اور اہم ترین بات یہ ہے ——— جھوٹ مت بولیں۔"

"آپ کی مراد ان باتوں سے ہے جو میں نے دیدرو کے بارے میں کی تھیں؟"

"نہیں، میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ اہم بات یہ ہے کہ اپنے آپ سے جھوٹ مت بولیں۔ وہ شخص جو اپنے آپ سے جھوٹ بولتا ہے اور اپنی ہی دروغ گوئیوں پر کان دھرتا ہے وہ ایک ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں سے اسے نہ تو اپنے اندر اور نہ دوسروں میں کوئی سچائی نظر آتی ہے، اور چنانچہ وہ اپنی اور دوسروں کی عزت کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ جب وہ ہر شخص کی عزت کرنا چھوڑ دیتا ہے، وہ محبت کرنا چھوڑ دیتا ہے اور پھر محبت کی عدم موجودگی میں اپنے آپ کو مصروف رکھنے اور اپنے آپ کو ناخوشگوار باتوں سے بچانے یا اپنا دل خوش کرنے کے لیے وہ اپنے سفلی جذبات کے سامنے سپر انداز ہو جاتا ہے اور عامیانہ قسم کی لذتوں میں تسکین ڈھونڈنے لگتا ہے جہاں تک کہ اس کی بد اطواریاں اسے حیوانیت کے درجے تک پہنچا دیتی ہیں اور یہ سب کچھ محض اس لیے ہوتا ہے کیونکہ وہ اس سے پہلے اپنے آپ سے بھی اور دوسروں سے بھی مسلسل جھوٹ بولتا رہا ہے۔ جو شخص اپنے آپ سے جھوٹ بولتا رہتا ہے، سب سے زیادہ اسی کے متعلق گمان کیا جا سکتا ہے کہ دوسروں کی باتوں یا رویوں پر اس کے جذبات کو بہت جلد ٹھیس پہنچے اور یوں اس کے ان سے ناراض ہونے کا بہت احتمال رہتا ہے۔ تاہم بعض اوقات یہ بھی تو ہوتا ہے کہ جب آدمی کو دوسروں کی باتوں پر غصہ آتا ہے تو اسے محسوس ہونے لگتا ہے کہ اس کے اپنے جذبات کی تسکین ہو گئی ہے، ٹھیک کہا نا میں نے؟ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی کو احساس ہو کہ دوسروں نے کوئی ایسی بات نہیں کی کہ اسے اس پر غصہ آ جائے بلکہ اسے جس بات پر غصہ آیا ہے وہ اس کے اپنے ہی ذہن کی پیداوار تھی، محض اپنی اس سوچ کا بھرم رکھنے کے لیے اس نے جھوٹ تراش لیا ہے اور دوسروں کی توجہ حاصل کرنے کے لیے اس نے اسے خواہ مخواہ بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے، جان بوجھ کر کوئی لفظ چن لیا ہے، اسے غلط معانی پہنا دیے ہیں، رائی کا پہاڑ بنا دیا ہے ——— ممکن ہے کہ وہ ان باتوں کو جانتا اور سمجھتا ہو لیکن اس کے باوجود وہ غصہ کھانے میں پہل کرتا ہے اور اس حد تک آگے نکل

جاتا ہے کہ اسے اس میں لطف و سرور حاصل ہونے لگتا ہے اور یوں وہ حقیقی دشمنی کے درجے تک پہنچ جاتا ہے... براہِ مہربانی اپنے گھٹنے سیدھے کر لیں اور اپنی کرسی پر تشریف رکھیں، یہ میری آپ سے التجا ہے۔ آپ جس قسم کے احترام کا مظاہرہ کر رہے ہیں، وہ بھی ایک قسم کا کذب ہے...''

''مقدس باپ! مجھے اپنے ہاتھ پر بوسہ دینے کی سعادت بخشیں۔''

فیودر پاولووچ برق رفتاری سے ستارتس کی جانب بڑھا اور اس نے اس کے لاغر و ناتواں ہاتھ پر مختصر بوسہ ثبت کر دیا۔ ''جی، آپ نے بجا فرمایا، آدمی کو غصہ کھا کر واقعی بڑا لطف آتا ہے۔ جس خوب صورتی سے آپ نے یہ نکتہ بیان کیا ہے میں نے اس سے پہلے کبھی کسی کو اس طرح بیان کرتے نہیں دیکھا۔ میں ساری زندگی (دوسروں کی باتوں اور حرکتوں پر) غصہ کھاتا اور محظوظ ہوتا رہا ہوں، اس سے جمالیاتی مسرت حاصل کرتا رہا ہوں کیونکہ غصہ کھانے سے محض تسکین ہی حاصل نہیں ہوتی بلکہ یہ تو مطلق مسرت ہے۔ انتہائی مقدس باپ، یہی وہ بات ہے جو آپ فرمانا بھول گئے۔ مطلق مسرت۔ میں اسے لکھ لیتا ہوں! میں جھوٹ بولتا رہا ہوں، میں اپنی ساری زندگی، ہر دن، ہر گھڑی جھوٹ بولتا رہا ہوں۔ یقیناً میں جھوٹ ہوں، جھوٹوں کا باپ (61) ہوں، نہیں، شاید جھوٹوں کا باپ، درست نہیں — میں جب بھی کسی تحریر کا حوالہ دیتا ہوں مجھ سے کوئی نہ کوئی گڑبڑ ہو ہی جاتی ہے — شاید یہ جھوٹوں کا بیٹا ہے، خیر، اگر یہ جھوٹوں کا بیٹا ہے تو بھی کام چل ہی جائے گا... محض... میرے مشفق... یقیناً کبھی کبھار دِدرو کا ذکر کرنے میں کوئی قباحت نہیں؟ بعض دوسری حکایتوں کے برعکس دِدرو کی حکایت سے کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔ فیض بخش باپ، اب جبکہ ہم اس بارے میں گفتگو کر رہے ہیں، پیشتر اس کے کہ میں بھول جاؤں کہ میں کیا کہہ رہا تھا حالانکہ میں دو تین سال سے ارادہ باندھ رہا ہوں کہ کسی روز یہاں آؤں اور خاص طور پر دریافت کروں، خدا کے لیے صرف اتنا کریں کہ اس پیوتر الیکسانڈرووچ کو منع کر دیں کہ وہ دخل در معقولات نہ کرے۔ خیر، عظیم باپ، جو بات میں دریافت کرنا چاہتا تھا وہ یہ ہے: کیا یہ درست ہے کہ 'سیرالاولیا' (62) میں ایک کرامات دکھانے والے نیک شخص (63) کا قصہ درج ہے جسے اپنے ایمان کی وجہ سے ایذائیں پہنچائی گئی تھیں اور آخر میں جب اس کا سر قلم کیا گیا تو وہ اٹھا، اس نے اپنا ہی سر اٹھایا، اپنے ہاتھوں پر رکھا اور پھر اسے 'پیار سے بوسے دیتے ہوئے' کافی دور تک چلتا گیا؟ واجب الاحترام باپ، کیا یہ قصہ صحیح ہے یا نہیں؟''

''نہیں، یہ صحیح نہیں ہے۔'' ستارتس نے جواب دیا۔

'''سیرالاولیا' میں اس قسم کی کوئی بات نہیں۔'' ایک راہب پادری نے کہا جو منتظم کتب خانہ تھا۔

''آپ نے جس بزرگ کے متعلق یہ حکایت سنائی ہے اس کا نام کیا تھا؟''

''مجھے اس کا نام معلوم نہیں، مجھے کچھ علم نہیں۔ ایک صاحب نے کچھ کہا تھا اور میں اس سے

فریب کھا گیا تھا۔ میں نے بس اتفاقاً اسے سنا تھا۔ ویسے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کس سے؟ اس پیوتر الیکسانڈرووچ سے جو ابھی ابھی دِدرو کا قصہ سن کر اتنا پریشان ہو گیا تھا۔ یہی ہے وہ شخص جس نے مجھے یہ حکایت سنائی تھی۔''

''میں نے تمہیں اس قسم کی کوئی بات کبھی نہیں سنائی۔ میں تو کبھی تم کو منہ بھی نہیں لگاتا۔''

''یہ ٹھیک ہے کہ تم نے یہ قصہ مجھے نہیں سنایا تھا لیکن جن لوگوں کی موجودگی میں تم نے اسے سنایا تھا، اتفاق سے میں بھی ان میں شامل تھا۔ یہ واقعہ کوئی تین چار سال پہلے کا ہو گا۔ پیوتر الیکسانڈرووچ، میں نے اس کا جو ذکر کیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے یہ مضحکہ خیز قصہ سنا کر میرا ایمان غارت کر دیا تھا، تمہیں اس بارے میں معلوم نہیں، تمہیں اس وقت کچھ اندازہ ہی نہ ہو سکا کہ اس روز میں اپنے گھر متزلزل ایمان کے ساتھ گیا تھا اور تب سے یہ بد سے بدتر ہو چکا ہے۔ ہاں، پیوتر الیکسانڈرووچ، میرا ایمان غارت ہو گیا تھا اور اس کی وجہ تم تھے! (جو کچھ تم نے کہا تھا) اس کے مقابلے میں دِدرو کا قصہ تو کچھ بھی نہیں، اس کا تو ذکر بھی زبان پر نہ لائیں۔''

فیودر پاولووچ پوری طرح اشتعال میں آ چکا تھا حالانکہ ہر شخص پر واضح ہو چکا تھا کہ وہ پھر ڈرامے بازی کر رہا ہے۔ تاہم مائی اوسف کے جذبات کو شدید ٹھیس پہنچی تھی۔

''کیا خرافات ہے! بالکل واہیات، مضحکہ خیز!'' وہ بڑبڑایا۔ ''شاید میں نے کچھ عرصہ پہلے اس قسم کی کوئی بات کی ہو... لیکن تم سے نہیں۔ خود میں نے یہ کہانی کسی اور سے سنی تھی۔ یہ مجھے پیرس میں کسی فرانسیسی نے سنائی تھی، اس کا کہنا تھا کہ یہ ہماری کتاب 'سیرالاولیا' میں موجود ہے اور وہ چرچ کی عبادت کے دوران میں اس کا ورد کیا جاتا ہے(64)... وہ بہت بڑا عالم ہے، اس نے روسی شماریات کا دقیق مطالعہ کیا ہے... وہ کئی برس روس میں قیام کر چکا ہے... میں نے خود کبھی 'سیرالاولیا' کی ورق گردانی نہیں کی... اور نہ میرا اسے کبھی پڑھنے کا ارادہ ہے... یہ محض گپ شپ تھی جو عموماً کھانے کی میز پر کی جاتی ہے، ان باتوں کو کوئی بھی سنجیدگی سے نہیں لیتا— اور ہم اس وقت ڈنر ہی کھا رہے تھے۔''

''جی ہاں، تمہارا تو ڈنر ہو گیا اور میرا ایمان جاتا رہا!'' فیودر پاولووچ نے اسے چڑاتے ہوئے کہا۔

''تمہارے ایمان سے مجھے کیا لینا دینا!'' مائی اوسف نے چیختے ہوئے کہا لیکن اس نے فی الفور اپنی زبان دانتوں تلے دبالی اور حقارت آمیز لہجے سے بولا، ''دراصل تم جس چیز میں بھی ہاتھ ڈالتے ہو، اسے واقعتاً پلید کر دیتے ہو۔''

ستارتس اچانک اپنی کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''حضرات، میں معذرت خواہ ہوں کہ مجھے چند منٹ کے لیے آپ لوگوں سے رخصت ہونا پڑ رہا ہے۔'' اس نے اپنے تمام ملاقاتیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''آپ حضرات کی تشریف آوری سے پہلے جو

لوگ یہاں آئے تھے، وہ میرا انتظار کر رہے ہیں۔ اور جہاں تک آپ کا تعلق ہے، جھوٹ بولنا بند کر دیں۔" اس نے فیودر پاولووچ کی جانب متوجہ ہو کر شگفتہ روئی سے کہا۔

جب وہ حجرے سے باہر جانے کے لیے اٹھا، ایلیوشا اور امیدوار راہب اس کی جانب بھاگے تاکہ وہ اسے سیڑھیاں اترنے میں مدد دے سکیں۔ ایلیوشا کی سانس پھول رہی تھی تاہم اسے باہر نکلنے کا جو بہانہ ملا تھا، وہ اس پر خوش تھا۔ اسے اس بات پر بھی خوشی تھی کہ ستارتس نے کسی بات کا برا نہیں منایا تھا بلکہ اس کے چہرے پر شگفتگی جھلک رہی تھی۔ ستارتس برآمدے کی جانب جا رہا تھا جہاں اس نے ان لوگوں کے حق میں دعائے خیر کرنا تھی جو اس کا انتظار کر رہے تھے۔ تاہم فیودر پاولووچ نے اسے حجرے کے دروازے پر روک لیا۔

"مقدس ترین بزرگ!" اس نے جذبات سے مغلوب ہو کر کہا۔ "مجھے ایک بار پھر اپنے ہاتھ پر بوسہ دینے کی سعادت بخشیں۔ جی ہاں، آدمی آپ سے بات کر سکتا ہے کیونکہ اسے آپ کے ساتھ جذباتی لگاؤ محسوس ہونے لگتا ہے اور وہ سمجھنے لگتا ہے کہ آپ اس کی بات کا مفہوم سمجھ جائیں گے۔ کیا آپ کو واقعی یہ خیال ہے کہ میں سدا کا جھوٹا ہوں اور مسخرگیوں سے کبھی باز نہیں رہ سکتا؟ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں یہ جو ڈرامے بازی کر رہا تھا، جان بوجھ کر کر رہا تھا کیونکہ میں آپ کا امتحان لینا چاہتا تھا۔ میں سارا وقت یہ جاننے کے لیے آپ کو ٹٹولتا رہا ہوں کہ ہماری آپس میں نبھ سکتی ہے یا نہیں۔ میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ آپ کے پندار کے پاس میری عاجزی کی کوئی گنجائش ہے۔ میں آپ کے سر پر فضیلت کی پگڑی باندھتا ہوں۔ ہمارا واقعی ایک دوسرے کے ساتھ نباہ ہو سکتا ہے۔ لیکن اب میں اپنی زبان بند کر لوں گا، مزید ایک لفظ بھی نہیں کہوں گا۔ میں اس کرسی پر بیٹھ جاؤں گا اور بالکل چپ رہوں گا۔ پیوتر الیکسانندرووچ، اب بات کرنے کی تمہاری باری ہے۔ اب تم یہاں کی اہم ترین شخصیت ہو، اگلے دس منٹوں کے لیے۔"

3

دین دار کسان عورتیں

درویش خانے کی دیوار کی بیرونی جانب تعمیر شدہ چوبی برآمدے کے قریب اس مرتبہ جو ہجوم اس کا منتظر تھا، وہ سراسر عورتوں پر مشتمل تھا جن کی کل تعداد تقریباً بیس بنتی تھی۔ انہیں مطلع کر دیا گیا تھا کہ

ستارتس کسی نہ کسی وقت ضرور تشریف لائیں گے اور چنانچہ وہ اس توقع میں وہاں اکٹھا ہو گئی تھیں۔ جاگیردار کی بیوہ مادام خوخلاکووا اور اس کی صاحبزادی بھی برآمدے میں پہنچ گئی تھیں۔ دوسروں کی طرح وہ بھی ستارتس کا انتظار کر رہی تھیں مگر وہ باقیوں سے الگ تھلگ علیحدہ جگہ پر بیٹھی ہوئی تھیں جو شرفا کی آنے والی بہو بیٹیوں کے لیے مخصوص کر دی گئی تھی۔ مادام خوخلاکووا واحد متمول خاتون تھی اور وہ ہمیشہ ایسے لباس میں ملبوس ہوتی تھی جس سے اس کی خوش ذوقی کا اظہار ہوتا تھا۔ وہ ابھی بالکل جوان تھی اور شکل صورت کے اعتبار سے بے حد پرکشش تھی۔ اس کی جلد کی رنگت قدرے پیلی تھی۔ اس کی آنکھیں چنچل تھیں اور ان کا رنگ تقریباً مکمل طور پر سیاہ تھا۔ اس کی عمر تینتیس سال سے زیادہ نہیں تھی اور اسے بیوہ ہوئے لگ بھگ پانچ برس گزر چکے تھے۔ اس کی چودہ سالہ بیٹی کی ٹانگیں مفلوج ہو چکی تھیں۔ بے چاری نوعمر دوشیزہ کوئی چھ ماہ سے چلنے پھرنے سے معذور ہو چکی تھی اور اسے ادھر اُدھر لے جانے کے لیے خاصی بڑی وہیل چیئر (Wheel Chair)، جسے اس زمانے میں ہاتھ چیئر کہا جاتا تھا اور جس کے پہیوں کے اوپر ربڑ منڈھی ہوتی تھی، استعمال کرنا پڑتی تھی۔ اس کا دلآویز چہرہ حسین تھا۔ بیماری نے اس چہرے کو حسین ضرور بنا دیا تھا مگر اس سے جو شگفتگی ٹپکتی رہتی تھی، وہ ختم نہیں ہو سکی تھی۔ اس کی موٹی موٹی سیاہ آنکھوں میں، جن کی پلکیں لانبی تھیں، نٹ کھٹ انداز کی چمک دمک بھری ہوئی تھی۔ اس کی ماں موسم بہار ہی سے اسے وسماور لے جانے کے لیے منصوبے بنا رہی تھی لیکن جاگیر کے معاملات سلجھانے میں ساری گرمیاں گزر گئیں اور یوں ان کی روانگی میں تاخیر ہو گئی۔ وہ تقریباً ایک ہفتے سے ہمارے قصبے میں مقیم تھیں۔ ان کے اس قیام میں کاروباری امور کا دخل زیادہ تھا اور خدا پرستی کا ہاتھ کم تھا۔ تاہم وہ تین روز قبل خانقاہ میں حاضری دے چکی اور ستارتس کا دیدار کر چکی تھیں۔ اب وہ اچانک ایک بار پھر آ گئی تھیں اور اگرچہ انہیں معلوم نہیں تھا کہ ستارتس (اپنی علالت اور ضعف کے باعث) اس حالت میں نہیں کہ کسی کو شرف ملاقات بخش سکے، تاہم وہ مایوس نہیں تھیں اور بڑے جوش و خروش سے "ایک بار پھر عظیم معالج کے دیدار سے مسرت حاصل کرنے" کی جویا تھیں۔

جب وہ ستارتس کی آمد کا انتظار کر رہی تھیں، ماں اپنی بیٹی کی وہیل چیئر کے پاس ایک دوسری کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی اور ان سے دو قدم کے فاصلے پر ایک بوڑھا راہب کھڑا تھا۔ اس راہب کا اس خانقاہ سے کوئی تعلق نہیں تھا بلکہ وہ کسی اور راہب خانے سے آیا تھا جو غیر معروف تھا اور کہیں دور دراز شمال میں واقع تھا۔ وہ بھی ستارتس کی دعائے خیر کا متمنی تھا۔

مگر جب ستارتس برآمدے میں داخل ہوا، نو وارد راہب وہاں سے کھسک گیا اور سیدھا کسان عورتوں کی طرف چلا گیا۔ ستارتس کے آتے ہی ہجوم میں کھلبلی مچ گئی اور عورتیں دھکم پیل کرتی اُن تین قدمچوں کی طرف بڑھنے لگیں جو برآمدے کو کھلے میدان سے جدا کرتے تھے۔ ستارتس اوپر کے

قد بچے پر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اسطولا (65) پہنا اور جن عورتوں نے اس کے گرد گھیرا ڈال رکھا تھا ان کے لیے دعائیہ کلمات کہنے لگا۔ ایک چیخ مارنی (Klikushi) کو دونوں ہاتھوں سے گھسیٹ کر اس کے پاس لایا گیا۔ جوں ہی اُس کی نظر ستارتس پر پڑی، وہ مہمل قسم کی چیخیں مارنے، ہچکیاں لینے اور سر سے پاؤں تک لرزنے لگی جیسے وہ دردِ زہ میں سے گزر رہی ہو۔ ستارتس نے اپنا اسطولا اس کے سر پر رکھا، اس کے لیے مختصر سی دعائے خیر کہی اور وہ آناً فاناً خاموش اور پُرسکون ہو گئی۔

آج کل کیا صورت حال ہے، مجھے کچھ معلوم نہیں لیکن مجھے یاد ہے کہ میں اپنے بچپن کے دوران میں دیہاتوں اور خانقاہوں میں ان چیخ مارنیوں کو اکثر دیکھا اور ان کے متعلق سنا کرتا تھا۔ انہیں دوپہر کی عبادت میں شرکت کے لیے لایا جاتا تھا۔ وہ کتیوں کی طرح اتنے زور زور سے چیختیں اور بھونکتیں کہ چھت کے گرنے کا احتمال ہونے لگتا مگر جب پاک ہوسطیہ (66) لایا جاتا اور انہیں اس کی طرف لایا جاتا، ان کی "شیلیت" جھٹ پٹ کافور ہو جاتی اور یہ مصیبت کی ماری عورتیں کچھ دیر کے لیے پُرسکون ہو جاتیں۔ چونکہ میں ابھی بچہ تھا، میں یہ سب کچھ دیکھ کر بہت حیران اور مسحور ہوتا رہتا۔ مگر اس زمانے میں جب میں اس بارے میں کچھ دریافت کرتا تو دوسرے زمیندار، جاگیردار اور خاص طور پر میرے اساتذہ مجھے یہ بتاتے کہ یہ سب حرکتیں محض کام چوری کے بہانے ہیں۔ اور اگر مناسب انداز سے سختی برتی جائے تو نہایت آسانی سے ان کا قلع قمع کیا جا سکتا ہے۔ اس دعوے کی تائید میں متعدد دلچسپ واقعات بیان کئے جاتے تھے۔ لیکن بعد ازاں میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب مجھے طبی ماہرین کی زبانی معلوم ہوا کہ اس میں بہانے بازی کا قطعاً کوئی دخل نہیں ہوتا بلکہ یہ تو عورتوں کا ایک خاص مرض ہوتا ہے جو زیادہ تر صرف روس میں پایا جاتا ہے اور یہ اس حقیقت کی پردہ کشی کرتا ہے کہ ہماری دیہاتی عورتوں کی زندگی کتنی تلخ، ترش اور کٹھن ہے۔ اس مرض کا باعث وہ پُرمشقت اور جان لیوا کام ہوتا ہے جو ان عورتوں کو بچوں کو جنم دینے کے نازک، مشکل اور پیچیدہ مرحلے میں سے، جس کے دوران میں انہیں کوئی طبی امداد دستیاب نہیں ہوتی، گزرنے کے فوراً بعد مجبوراً کرنا پڑتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ بے پناہ غربت، مارکٹائی وغیرہ، جس کی بعض عورتوں میں جسمانی ساخت کے باعث برداشت کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی تھی، ان عورتوں کی حالت اور بھی بدتر بنا دیتی تھی۔ ممکن ہے کہ پاگلوں کی طرح چیختی چلاتی اور بے بسی سے ہاتھ اور بازو لہراتی ان عورتوں کی، جن کے رویے کو میرے سامنے حیلہ سازی بلکہ فریب کاری بنا کر پیش کیا جاتا تھا اور جس کی غالباً خود "منتظمین کلیسا" شہ دیتے تھے، یہ انوکھی فوری شفایابی درحقیقت مکمل طور پر فطری بھی ہو سکتی تھی۔ جو عورتیں انہیں پاک ہوسطیا کے سامنے لاتی تھیں، وہ اور ان سے بھی بڑھ کر یہ علیل عورتیں غالباً سنجیدگی سے یقین رکھتی تھیں کہ جونہی وہ پاک ہوسطیا کے قریب پہنچیں گی اور اس کے

سامنے دوزانو ہوں گی، یہ بدروحیں، جنہوں نے انہیں اپنے شکنجوں میں جکڑ رکھا ہے، جھٹ پٹ انہیں آزاد کر دیں گی اور خود فرار ہو جائیں گی۔ اس صورت میں بے چین و مضطرب اور علاوہ ازیں یقینی طور پر ذہنی اعتبار سے علیل عورتوں کے پورے جسم کو، جب وہ پاک ہوسطیا کے سامنے جھکتیں، شدید دھچکا پہنچتا (اور انہیں یہ دھچکا پہنچنا ہی ہوتا تھا)، اس کا سبب وہ کرامت یا معجزہ بنتا تھا جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہوتا تھا کہ لازماً وقوع پذیر ہوگا اور جس کے وقوع پذیر ہونے کا انہیں خود بھی کامل یقین ہوتا تھا۔ اور یہ وقوع پذیر ہو بھی جاتا تھا خواہ اس کے اثر کی مدت کتنی ہی مختصر کیوں نہ ہوتی۔ یہاں بھی عین یہی چیز رونما ہوئی جب ستارتس نے اپنے اسطولے سے بیمار عورت کا سر ڈھانپا تھا۔

متعدد عورتیں، جنہوں نے ستارتس کے گرد حصار بنا رکھا تھا، اس موقع پر اتنا متاثر ہوئیں کہ وجد کے عالم میں ان کی آنکھوں سے آنسو چھلکنے لگے۔ بعض دھکم پیل کرتی آگے بڑھنے لگیں تاکہ وہ اس کے چغے کی جھالر کو چوم سکیں اور بعض گریہ و بکا کرنے لگیں (66-الف)۔ ستارتس نے ان سب کے لیے دعائے خیر کی۔ وہ چیخ مارنی کو جانتا تھا جو خانقاہ سے صرف چھ ورسٹ کے فاصلے پر واقع گاؤں سے آئی تھی اور جسے پہلے بھی متعدد مواقع پر اس کے سامنے پیش کیا جا چکا تھا۔

"اور یہ بی بی تو بہت دور سے آئی ہے۔" ستارتس نے ایک عورت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا جو اگرچہ بوڑھی تو نہیں تھی لیکن اس کا جسم بے حد لاغر اور نحیف و نزار تھا اور دھوپ نے اس کے چہرے کو اتنا سنولایا نہیں تھا جتنا کہ سیاہ کر دیا تھا۔ وہ دوزانو ہو چکی تھی اور ہلے جلے بغیر نگاہیں گاڑ کر ستارتس کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی نگاہوں سے ایک قسم کی دیوانگی جھلک رہی تھی۔

"جی ہاں، بہت دور سے، فادر، بہت دور سے، تین سو ورسٹ کے فاصلے سے، بہت دور سے، فادر، بہت دور سے،" وہ عورت ایک ہی لے میں کہے جا رہی تھی۔ اس نے اپنا ایک رخسار اپنی ہتھیلی میں تھام رکھا تھا اور اس کا سر بل کھاتے انداز سے ایک جانب سے دوسری جانب گھوم رہا تھا۔ وہ کچھ اس انداز سے بول رہی تھی جیسے نوحہ پڑھ رہی ہو۔

عام لوگوں میں ایک قسم کا رنج و غم ہوتا ہے جسے وہ حرفِ شکایت زبان پر لائے بغیر مدتوں سے سہتے چلے آ رہے ہوتے ہیں۔ اس کا رخ باطن کی طرح ہوتا ہے اور یہ صمٌ بکمٌ رہتا ہے مگر ایک غم و اندوہ اور بھی ہوتا ہے، یہ سارے جسم کو جھنجھنا کر رکھ دیتا ہے اور ایک وقت ایسا آتا ہے جب یہ ساری رکاوٹیں توڑ کر آنسوؤں کی شکل میں بہہ نکلتا ہے اور نوحے کا روپ دھار لیتا ہے۔ یہ خاص طور پر عورتوں میں پایا جاتا ہے۔ خاموش رنج و غم کی طرح اسے برداشت کرنا بھی آسان نہیں ہوتا کیونکہ رونے دھونے اور بین کرنے سے صرف اتنی تسکین ملتی ہے کہ یہ دل کو برانگیختہ کر دیتا اور بے دم بنا دیتا ہے۔ اس نوع کا غم تسکین کا متلاشی نہیں ہوتا۔ یہ اپنی ہی مایوسی پر پلتا ہے کہ حالات

بھی نہیں سدھریں گے اور اس کی شدت کم نہیں کی جا سکتی۔ گریہ وزاری اور آہ و بکا محض زخم کو مسلسل تر و تازہ رکھنے کی مجبوری ہے۔

"شکل صورت سے تو تم تاجر پیشہ معلوم ہوتی ہو۔" ستارتس نے اسے تجسس کی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی، فادر، ہم شہری لوگ ہیں۔ ہم اصلاً تو کسان ہیں لیکن رہتے شہر میں ہیں۔ فادر، میں آپ کا دیدار کرنے آئی ہوں۔ ہم آپ کے متعلق سُن چکے ہیں، فادر، ہم آپ کے متعلق سُن چکے ہیں۔ میں نے اپنا بچہ دفنایا اور زیارتوں پر نکل پڑی۔ میں تین خانقاہوں کی زیارت کر چکی ہوں اور سب نے یہی کہا: 'نستیوشکا (67)، وہاں بھی جاؤ۔' جناب عالی، ان کا اشارہ آپ کی جانب تھا۔ یعنی انہوں نے، محترم، مجھے آپ کا دیدار کرنے کی تلقین کی تھی۔ چنانچہ میں یہاں چلی آئی۔ دعائے نصف شب کا انتظار کرتی رہی، اس میں شریک ہوئی اور آج آپ کا دیدار کرنے چلی آئی ہوں۔"

"تم رو کیوں رہی ہو؟"

"اپنے ننھے (68) کے لیے۔ اس کی عمر تین سال سے ذرا ہی کم تھی۔ اگر تین مہینے اور گزر جاتے، وہ تین سال کا ہو جاتا۔ فادر، مجھے اپنے ننھے کا بہت دکھ رہتا ہے، اپنے ننھے کا۔ میرے اور نکیتوشکا (69) کے چار بچے تھے اور یہ ان میں آخری بچا تھا۔ ننھے ہمارے پاس ٹکتے ہی نہیں تھے، محترم، ٹکتے ہی نہیں تھے۔ میں نے پہلے تینوں کو دفنا دیا اور ان کا زیادہ سوگ بالکل نہیں منایا۔ میں نے اس آخری کو بھی دفنا دیا لیکن میں اسے بھول نہیں سکتی۔ یوں معلوم ہوتا رہتا ہے جیسے وہ میرے سامنے کھڑا ہو اور جانے کا نام ہی نہیں لے رہا۔ میں نے اس کے لیے رو رو کر اپنا برا حال کر لیا ہے۔ جونہی میری نظر اس کے چھوٹے چھوٹے کپڑوں، چھوٹی سی قمیص اور جوتوں پر پڑتی ہے ٹپ ٹپ میرے آنسو بہنے لگتے ہیں۔ اس کی جو چیزیں باقی رہ گئی ہیں، چھوٹی سے چھوٹی چیزیں، میں انہیں اپنے سامنے بچھا لیتی ہوں، انہیں دیکھتی رہتی ہوں اور اونچی آواز سے گریہ کرتی رہتی ہوں۔ میں نے اپنے خاوند نکیتوشکا سے کہا، 'میرے سرتاج، مجھے زیارتیں کرنے کی اجازت دے دو۔' وہ کوچوان ہے۔ ہم غریب نہیں، بالکل غریب نہیں۔ ہم اپنا تانگہ چلاتے ہیں۔ گھوڑا اور تانگہ، سب کچھ ہمارا اپنا ہے۔ لیکن اب ان سب کا فائدہ کیا ہے؟ یہ سب کچھ بے کار ہے، بے سود ہے۔ جب میں گھر پر نہیں ہوتی وہ شراب پینے لگتا ہے، میرا نکیتوشکا ہمیشہ ہی اس قسم کا رہا ہے۔ جونہی میری پیٹھ مڑی ہو گی، مجھے یقین ہے اس نے یہی کام شروع کر دیا ہو گا۔ مگر اب تو میں اس کے متعلق سوچتی بھی نہیں ہوں۔ مجھے گھر سے نکلے دو مہینے سے اوپر ہو چکے ہیں۔ میں تو یہ بھی بھول گئی ہوں کہ اس کا کوئی وجود ہے بھی یا نہیں۔ میں سب کچھ بھول چکی ہوں۔ میں اس مقام پر پہنچ چکی ہوں

کہ اب میں کسی کی بھی دیکھ بھال کرنے کے قابل نہیں رہی۔ مجھے اب اس (خاوند) کی ضرورت بھی کیا ہے؟ میرا اس سے تعلق ختم ہو چکا ہے، بالکل ختم ہو چکا ہے، میرا اب کسی سے بھی کوئی تعلق باقی نہیں رہا۔ میں تو اب اپنا گھر بھی دیکھنا نہیں چاہتی، بلکہ کوئی چیز بھی دیکھنا نہیں چاہتی جس کی میں بھی مالکہ تھی۔ میں نے ہر چیز سے منہ موڑ لیا ہے۔"

"بی بی، اب میری بات سنو۔" ستارتس نے کہا۔ "بہت عرصہ گزرا ایک عظیم سینٹ کی تمہاری جیسی ماں سے گرجے میں ملاقات ہوئی تھی۔ وہ بھی اپنے شیرخوار بچے کے لیے کلپ رہی تھی۔ یہ اُس کا واحد، اکلوتا بچہ تھا۔ اُسے بھی خداوند نے اپنے پاس بلا لیا تھا۔ 'تمھیں معلوم نہیں،' سینٹ نے اُس سے کہا تھا، 'خداوند کے تخت کے سامنے یہ ننھے بچے کتنا طیش کھاتے ہیں۔ آسمان کی بادشاہی میں ان سے زیادہ کسی کو طیش نہیں آتا۔' 'خداوند، آپ نے ہمیں زندگی عطا کی،' وہ خداوند سے کہتے ہیں، 'اور ابھی ہمیں یہ ملی ہی تھی کہ آپ نے اسے واپس لے لیا۔' اور وہ اتنی بے خوفی اور نڈرتا سے شور و غل کرتے اور جواب کا تقاضا کرتے ہیں کہ خداوند انہیں فوراً ملائکہ کا رتبہ عطا کر دیتے ہیں۔ اور چنانچہ،' سینٹ نے مزید کہا، 'بی بی تمہیں رونا نہیں، بلکہ خوشیاں منانا چاہئیں کیونکہ تمہارا ننھا بھی خداوند کے ملائکہ میں شامل ہو چکا ہے۔' تو یہ تھا جو اُس سینٹ نے نہایت ہی قدیم زمانے میں اس عورت سے کہا تھا۔ وہ بہت بڑے سینٹ تھے اور کسی عورت کے سامنے کذب بیانی نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ، بی بی، اب یہ بات جان لو کہ تمہارا ننھا بھی خداوند کے تخت کے سامنے کھڑا ہے۔ وہ بہت مسرور ہے اور خوشیاں منا رہا ہے، اور خداوند سے تمہارے لیے دعا کر رہا ہے۔ چنانچہ روؤ ضرور، لیکن خوشیاں بھی مناؤ۔"

عورت اپنا گال اپنے ہاتھ پر رکھے اور نگاہیں جھکائے اس کی باتیں غور سے سنتی رہی۔ اس نے گہری آہ بھری۔ "نکیتوشکا بھی مجھے اسی طرح کی تسلیاں دیا کرتا تھا، وہ لفظ بہ لفظ وہی کچھ کہتا تھا جو آپ کہہ رہے ہیں۔ 'احمق عورت،' وہ کہا کرتا تھا، 'تم رو کیوں رہی ہو۔ ہمارا ننھا یقیناً ہمارے مولا خداوند کے پاس ہے اور فرشتوں کے ساتھ گا رہا ہے۔' وہ مجھ سے کہتا اور خود رونے بیٹھ جاتا۔ مجھے صاف نظر آ جاتا کہ وہ میری ہی طرح کلپ رہا ہے۔ 'نکیتوشکا،' میں اس سے کہتی، 'مجھے معلوم ہے۔ اگر وہ مولا خداوند کے پاس نہیں، پھر اور کہاں ہو سکتا ہے؟ لیکن وہ یہاں تو نہیں، نکیتوشکا، وہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ وہ ہمارے پاس نہیں بیٹھا ہوا جیسے کہ وہ بیٹھا کرتا تھا۔' اُف، کاش کہ میں اس کی صرف ایک جھلک دیکھ سکتی، صرف ایک جھلک۔ کاش میں اسے صرف ایک بار اور دیکھ سکتی۔ میں اس کے قریب نہیں جاؤں گی، اُس سے ایک لفظ تک نہیں کہوں گی، چپ چاپ کونے میں بیٹھی رہوں گی، شرط صرف یہ ہے کہ مجھے محض ایک منٹ کے لیے اس کی شکل دیکھنے کا موقع مل جائے، اسے

کھیلتے کودتے، اندر کی طرف قلقلیں بھرتے دیکھ سکوں، اپنی توتلی زبان سے پکارتے سن سکوں جیسے کہ وہ اکثر کیا کرتا تھا: 'اماں، تم کہاں ہو؟' کاش میں اسے کمرے میں صرف ایک بار اور بھاگتے دوڑتے دیکھ سکوں، اپنے ننھے ننھے پاؤں سے فرش کو دھمکتے ہوئے سن سکوں۔ مجھے یاد ہے کہ وہ کس طرح چیختا چلاتا، ہنستا، قلقلیں بھرتا میرے پاس آیا کرتا تھا۔ کاش میں اس کے ننھے ننھے پاؤں کی دھمک، ہاں ننھے ننھے پاؤں کی دھمک سن سکتی، صرف ایک بار، میں فوراً (دھمک کی آواز) پہچان جاؤں گی! لیکن فادر، وہ تو جا چکا ہے، جا چکا ہے اور میں اس کی آواز کبھی دوبارہ نہیں سن سکوں گی، اُس کی شکل کبھی دوبارہ دیکھ نہیں سکوں گی! یہ رہی اُس کی پیٹی، لیکن اس کا فائدہ؟ وہ تو جا چکا ہے، میں اُسے نہ کبھی دوبارہ دیکھ پاؤں گی اور نہ کبھی سن سکوں گی!"

اور اس نے اپنے سینے سے اپنے بیٹے کی چھوٹی سی گندھی ہوئی پیٹی نکالی اور اس پر ایک نظر ڈالتے ہی اس کا سارا جسم سر سے پاؤں تک کپکپانے لگا اور اس کی انگلیوں کے بیچ میں سے، جن سے اس نے اپنی آنکھیں میچ رکھی تھیں، آنسوؤں کی دھار بہنے لگی۔

"یہ بالکل ویسے ہی ہے،" ستارتس نے کہا، "جیسا پرانے زمانے میں ہوا تھا جب راخل (70) اپنے بچوں کے لیے رویا کرتی تھی کیونکہ وہ نہیں تھے۔ یہاں زمین پر تم ماؤں کے مقدر میں یہی لکھا جا چکا ہے۔ تسلی مت قبول کرو کیونکہ تسلی قبول کرنے کی کوئی ضرورت بھی تو نہیں۔ چنانچہ تسلی مت قبول کرو اور روتی رہو۔ صرف اتنا کرو کہ جب تم روؤ، یہ یاد رکھنا مت بھولو کہ تمھارا ننھا ملائکہ کی محفل میں ہے، وہ تمھیں بلندیوں سے دیکھ رہا ہے اور تم اسے نظر آ رہی ہو۔ وہ تمھارے آنسوؤں پر شادمان ہوتا ہے اور آقا خداوند کو متوجہ کرتا ہے۔ تم ماؤں کی طرح بہت عرصہ تک عظیم سوگ مناتی اور آنسو بہاتی رہو گی لیکن بالآخر تمھیں پُرسکون مسرت (71) مل جائے گی اور تمھارے کڑوے کسیلے آنسو پُرسکون شفقت کے آنسو بن جائیں گے، تمہاری روح پاکیزہ ہو جائے گی اور اسے گناہوں کی معافی مل جائے گی۔ جب میں مرحومین کی روحوں کی مغفرت کے لیے دعا کیا کروں گا تو اس میں تمھارے ننھے کو بھی یاد رکھا کروں گا۔ اس کا نام کیا تھا؟"

"الیکسی، فادر۔"

"اچھا نام ہے۔ خدا کے بندے الیکسی (72) کے نام پر۔"

"جی ہاں خدا کا بندہ، فادر، خدا کا بندہ الیکسی، خدا کا بندہ۔"

"وہ واقعی خدا کا سینٹ تھا! بی بی، میں اسے یاد رکھوں گا، میں اپنی دعاؤں میں اُسے اور تمہارے رنج و محن کو یاد رکھوں گا، اور میں تمھارے شوہر کے لیے دعا کرتا رہوں گا۔ صرف یہ بات ہے کہ تم اسے جس طرح چھوڑ آئی ہو، یہ تمھاری بہت بڑی غلطی تھی۔ اپنے شوہر کے پاس واپس چلی

جاؤ اور اس کی خدمت کرو۔ اگر عالم بالا سے تمہارے بیٹے نے دیکھ لیا کہ تم اسے چھوڑ آئی ہو، وہ بہت رنجیدہ ہو گا اور تم دونوں پر آنسو بہانے لگے گا، تم اس کی مسرت میں کیوں کھنڈت ڈالنا چاہتی ہو؟ کیونکہ وہ زندہ ہے، یقیناً زندہ ہے، کیونکہ روح ہمیشہ زندہ رہتی ہے، وہ بھلے تمھارے گھر میں نہ ہو مگر تمھارے پہلو میں ضرور موجود ہے لیکن تم اسے دیکھ نہیں سکتیں۔ وہ تمھارے گھر میں داخل بھی کیسے ہو سکتا ہے جبکہ تم کہتی ہو کہ تمھیں اس (یعنی گھر) سے نفرت ہو گئی ہے۔ اگر وہ تمھیں، اپنی ماں اور باپ کو، اکٹھے نہیں پائے گا تو کس کے پاس آئے گا؟ اب وہ تمھیں اپنے خوابوں میں نظر آتا ہے اور تم نے اپنے آپ کو اذیت میں مبتلا کر رکھا ہے، لیکن اگر تم واپس گھر چلی جاؤ، وہ تمھیں خوشگوار خواب بھیجے گا۔ بی بی، اپنے خاوند کے پاس چلی جاؤ، آج ہی اُس کے پاس واپس چلی جاؤ۔"

"میرے محب، میں چلی جاؤں گی، جیسے آپ فرماتے ہیں میں ویسے ہی کروں گی، میں واپس چلی جاؤں گی۔ آپ نے مجھے بے پناہ تسلی دی ہے۔ نکیٹوشکا، نکیٹوشکا، تم میرا انتظار کر رہے ہو گے، مجھے یقین ہے کہ تم کر رہے ہو گے!" عورت نے ایک بار پھر آہ و بکا کرتے ہوئے کہا، لیکن ستارتس پہلے ہی کسی بہت ہی بوڑھی عورت کی طرف متوجہ ہو چکا تھا جو کسی زائرہ کے نہیں بلکہ شہری عورت کے لباس میں ملبوس تھی۔ اس کی آنکھوں سے صاف مترشح ہو رہا تھا کہ وہ کسی خاص مقصد کے پیش نظر ستارتس کی خدمت میں حاضر ہوئی ہے۔ اس نے کسی قریبی، درحقیقت ہمارے، قصبے کے کسی نان کمشنڈ افسر کی بیوہ کی حیثیت سے اپنا تعارف کرایا۔ اس کا بیٹا واسینکا کسی جگہ فوج کے محکمے میں خدمات سرانجام دیتا رہا تھا اور پھر سائبیریا کے شہر ارکتسک چلا گیا۔ وہاں سے اس کے دو خطوط آ چکے تھے لیکن اب ایک سال بیت گیا تھا لیکن اس نے اپنی کوئی خبر نہیں دی تھی۔ وہ ادھر ادھر پوچھ گچھ کرتی رہی تھی لیکن اس دوران میں اسے یہ تک معلوم نہ ہو سکا کہ صحیح شخص کون ہے، جس تک اسے رسائی حاصل کرنا چاہیے۔

"چنانچہ ایک روز ستیپانیدا ایلینیشنا بدریاگنا نے مجھ سے کہا — برسبیل تذکرہ، وہ ایک سوداگر کی بیوی ہے اور بہت امیر ہے — اس نے مجھ سے کہا: 'پروخاروونا، تم گرجے کیوں نہیں جاتیں اور وہاں کے کرتا دھرتا لوگوں سے کیوں نہیں کہتیں کہ جب وہ مرحوم لوگوں کی روحوں کی بخشش کے لیے دعا کراتے ہیں تو تمھارے بیٹے کو بھی یاد کر لیا کریں۔ اس سے تمھارے بیٹے کی روح کو چوٹ پہنچے گی اور وہ تمھیں خط لکھنے پر مجبور ہو جائے گا۔' ستیپانیدا ایلینیشنا کہتی ہے: 'میں جو کچھ کہہ رہی ہوں بالکل درست ہے، سو فیصد درست ہے، اسے متعدد بار آزمایا جا چکا ہے۔' صرف مجھے اس پر یقین نہیں رہا۔ فادر، اب آپ ہی فرمائیں جو کچھ ستیپانیدا ایلینیشنا کہتی ہے وہ درست ہے یا نہیں؟ کیا ایسا کام کرنا صحیح ہو گا؟"

"تمھیں اس قسم کی بات سوچنا بھی نہیں چاہیے۔ تمھیں ایسی بات پوچھتے بھی شرم آنا چاہیے تھی۔ کوئی شخص، خاص طور پر کوئی ماں کس طرح زندہ روح کی راحت کی دعا کرسکتی ہے! یہ گناہِ عظیم ہے، یہ جادوگری کی مانند ہے، تمہاری یہ حرکت محض تمہاری لاعلمی کی وجہ سے معاف کی جاسکتی ہے۔ بہترین کام جو تم کرسکتی ہو، وہ یہ ہے کہ تم اپنے بیٹے کے لیے مادرِ خداوند سے دُعا کرو جو ہماری مستقل مدد اور شفاعت کرتی رہتی ہیں اور ان سے یہ بھی دعا کرو کہ وہ تمہاری غلط سوچوں پر تمھیں معاف فرما دیں۔ اور پروخارووا، میں ایک اور بات بھی تمھیں بتائے دیتا ہوں۔ تمہارا بیٹا یا تو بہت جلد تمہارے پاس آجائے گا یا پھر وہ تمھیں خط ارسال کرے گا۔ خاطر جمع رکھو، میں تمھیں اتنا بتا سکتا ہوں کہ وہ تمہارا پیارا بیٹا زندہ ہے۔"

"ہمارے پیارے باپ، خداوند آپ کو اجر دے، آپ تو جو ہمارے محسن ہیں، جو ہم سب کے لیے اور ہمارے گناہوں کی بخشش کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں..."

لیکن ستارتس کو پہلے ہی ہجوم میں کسی لاغر، نحیف ونزار اور مدقوق لیکن ابھی تک نوجوان کسان عورت کی دہکتی آنکھیں نظر آ گئی تھیں۔ وہ اسے ٹکٹکی باندھ کر چپ چاپ ملتجیانہ نگاہوں سے دیکھ رہی تھی تاہم بادی النظر سے یہی دکھائی دے رہا تھا کہ وہ اس کے قریب آنے سے ڈرتی ہے۔

"بیٹی، تم یہاں کیوں آئی ہو؟"

"فادر، میری روح کی بخشش فرما دیں۔" اس نے جلدی کا مظاہرہ کیے بغیر ملائمت سے کہا اور دوزانو ہو کر اس کے پاؤں پر جھک گئی۔

"مائی ڈیئر فادر، مجھ سے بھاری گناہ سرزد ہو گیا ہے اور مجھے اپنے اس گناہ سے وحشت ہو رہی ہے۔"

ستارتس سب سے نچلے قدمچے پر بیٹھ گیا اور عورت اپنا سر اٹھائے بغیر کھسک کر اس کے قریب ہو گئی۔

"مجھے بیوہ ہوئے دو سال سے اوپر کا عرصہ بیت چکا ہے۔" اس نے نیم سرگوشی کرتے ہوئے کہا اور یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کے سارے جسم پر کپکپی طاری ہو گئی ہو۔ "مجھے اپنے خاوند کے ساتھ بڑی سخت زندگی گزارنا پڑی تھی۔ وہ بوڑھا تھا اور مجھے اس بری طرح مارتا تھا کہ میرے سارے جسم پر نیل پڑ جاتے تھے۔ پھر وہ بیمار پڑ گیا اور بستر سے لگ گیا۔ جب میں اسے اس حالت میں دیکھتی تھی میرے دل میں رہ رہ کر خیال آنے لگتا تھا: اگر یہ صحت یاب ہو گیا اور دوبارہ چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا، پھر کیا ہو گا؟ اور میں اٹھا ایک دن اچانک میرے دل میں خیال آیا..."

"ٹھہرو۔" ستارتس نے کہا، اور اس نے اپنا کان اس کے ہونٹوں کے قریب کر لیا۔ عورت نے

دبے لہجے میں اپنی بات جاری رکھی۔ اس کی آواز اتنی نیچی تھی کہ ستارتس کو بھی بمشکل سنائی دے رہی تھی۔ اس نے بہت جلد اپنی بات مکمل کر لی۔

"دو سال سے زیادہ ہو گئے؟" ستارتس نے پوچھا۔

"جی، جناب عالی۔ شروع میں تو میں نے کوئی خاص پروا نہ کی لیکن اب میرا حال بہت برا ہے۔ میری روح کو کچوکے لگ رہے ہیں۔"

"بہت دور سے آئی ہو؟"

"یہاں سے پانچ سو ورسٹ کے زیادہ فاصلے سے۔"

"تم نے (پادری کے سامنے) اپنے گناہ کا اعتراف کیا ہے؟"

"جی ہاں، دو مرتبہ۔"

"کیا تمھیں مقدس روٹی اور شراب کی تقسیم کی رسم میں شرکت کی اجازت مل چکی ہے؟"

"جی ہاں، لیکن مجھے خوف آ رہا ہے، مجھے موت سے خوف آ رہا ہے۔"

"کسی بھی چیز سے مت خوف کھاؤ، کبھی خوف نہ کھاؤ، اور اپنے آپ کو اذیت مت دو۔ صرف اپنی توبہ پر استقلال سے جمی رہو اور خداوند تمھیں سب کچھ معاف کر دے گا۔ کوئی گناہ ایسا نہیں اور نہ ساری دنیا میں کوئی ایسا گناہ ہو سکتا ہے جو خداوند صحیح طور پر توبہ کرنے والوں کو معاف نہ کر دے۔ انسان کے بس میں ہی نہیں کہ اس سے کوئی اتنا بڑا گناہ سرزد ہو جائے کہ خداوند کی بے پایاں رحمت اور شفقت بھی کام نہ آ سکے۔ تو کیا کوئی ایسا گناہ ہو سکتا ہے کہ وہ خداوند کی رحمت اور شفقت سے بھی بڑھ جائے؟ اپنے خیالات صرف توبہ پر مرکوز رکھو — اور وہ بھی مسلسل — اور اپنے ذہن سے خوف جھٹک دو۔ یہ مت بھولو کہ خداوند تمھیں تمہارے تصور سے بھی کہیں زیادہ پیار کرتا ہے، بے شک تم گنہگار ہو، تم نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے، اس کے باوجود وہ تم سے پیار کرتا ہے۔ مدتوں پہلے کہا گیا تھا ان راست بازوں(73) کی نسبت (جو توبہ کی حاجت نہیں رکھتے) ایک توبہ کرنے والے گنہگار کی توبہ پر آسمان پر زیادہ خوشی منائی جاتی ہے۔ چنانچہ جاؤ اور خوف مت کھاؤ۔ لوگوں کی وجہ سے اپنا دل دکھی مت کرو اور اگر وہ اپنے طرزِ عمل سے تمھیں اشتعال دلائیں تو ان کے خلاف دل میں غصہ مت پالو۔ مرحوم نے تمھیں خواہ کتنا ہی اشتعال کیوں نہ دلایا ہو، اسے دل سے معاف کر دو اور اس کی جانب صلح جویانہ رویہ اختیار کر لو۔ اگر تم توبہ کرتی ہو تو تمھیں محبت بھی کرنا چاہیے۔ اگر تم محبت کرتی ہو، پھر تمہاری نسبت خداوند سے بن جاتی ہے... محبت سب کچھ جیت لیتی ہے، ہر چیز کی خلاصی کرا لیتی ہے، اور اگر میرے جیسا شخص، جو تمہاری طرح گنہگار ہے، اتنا متاثر ہو سکتا اور تم پر ترس کھا سکتا ہے، پھر سوچو خداوند کتنا رحیم، کتنا غفور ہو گا۔ محبت اتنا انمول خزانہ ہے کہ تم اس سے

ساری دنیا خرید سکتی ہو اور نہ صرف اپنے گناہوں سے خلاصی حاصل کر سکتی ہو بلکہ دوسروں کو بھی خلاصی دلا سکتی ہو۔ اب جاؤ اور خوف مت کھاؤ۔"

ستارتس نے اس (عورت) کے سینے پر تین مرتبہ صلیب کا نشان بنایا۔ اپنے گلے سے ایک چھوٹا سا ایقونہ اتارا اور اس کے گلے میں ڈال دیا۔ وہ خاموشی سے اس کے سامنے سجدہ ریز ہو گئی۔ وہ نیم ایستادہ ہوا اور اس نے خندہ پیشانی سے ایک صحت مند دیہاتی دوشیزہ پر نظر ڈالی جو اپنے بازوؤں میں شیر خوار بچہ اٹھائے ہوئے تھی۔

"وِشے گوریے سے۔"

"تو تم اس بچے کو چھ ورسٹ اٹھا کر لائی ہو، تم تھک گئی ہو گی؟ یہاں کیوں آئی ہو؟"

"آپ کی ایک جھلک دیکھنے۔ میں پہلے بھی آپ کے درشن کر چکی ہوں، آپ بھول گئے ہیں؟ اگر آپ مجھے بھول چکے ہیں، پھر آپ کی یادداشت اچھی نہیں ہو گی۔ ہمارے گاؤں کے لوگ کہتے ہیں کہ آپ کی طبیعت ناساز ہے، چنانچہ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ میں خود چل کر دیکھتی ہوں۔ اب آپ میری نگاہوں کے سامنے ہیں اور صاف نظر آ رہا ہے کہ آپ بالکل بھلے چنگے ہیں۔ آپ ابھی مزید بیس سال زندہ رہیں گے، بالکل رہیں گے، خداوند آپ کا بھلا کرے۔ جب اتنے سارے لوگ آپ کے لیے دعائیں کر رہے ہیں، پھر آپ بیمار کیسے پڑ سکتے ہیں؟"

"بیٹی، تم نے جو اتنی تکلیف اٹھائی میں اس کے لیے تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

"زیر تکمیل تذکرہ، میں آپ سے ایک عنایت کی طلب گار ہوں۔ یہ ساٹھ کوپک ہیں۔ فادر، آپ انہیں کسی ایسے شخص کو دے دیں جو مجھ سے بھی غریب ہو۔ جب میں ادھر آ رہی تھی میں راستے میں سوچتی آ رہی تھی، بہترین بات یہی ہو گی کہ میں انہیں آپ کی خدمت میں پیش کر دوں۔ آپ بہتر جانتے ہیں کہ ان کا صحیح حق دار کون ہے۔"

"شکریہ، مائی ڈیئر، تم بہت رحم دل عورت ہو۔ میں تمہیں پسند کرتا ہوں۔ تمہاری درخواست لازماً پوری کی جائے گی۔ تم نے ہاتھوں میں بالک اٹھا رکھا ہے یا بالکی؟"

"جی، فادر، بالکی، لزاویتا۔"

"خداوند تم دونوں کا بھلا کرے، تمہارا بھی اور تمہاری بچی لزاویتا کا بھی۔ بی بی، تم نے میرا دل خوش کر دیا ہے۔ خدا حافظ میری پیاری بچو، خدا حافظ میری رحم دل اور پیاری بچیو۔"

اس نے تمام عورتوں کے لیے دعائے خیر کی اور سب کو جھک کر سلام کیا۔

4

تقریباً لادین خاتون

جاگیر دار کی بیوہ، جو کسان عورتوں کے ساتھ ستارتس کی باتیں بغور سن رہی اور اسے ان کے لیے دعائے خیر کرتے دیکھ رہی تھی، چپکے چپکے آنسو بہا رہی اور رومال سے اپنی آنکھیں پونچھتی جا رہی تھی۔ وہ حساس اور سماجی اعتبار سے سلجھی ہوئی خاتون تھی اور اکثر معاملات میں خلوص کا مظاہرہ کرتی نظر آتی تھی اور نیکی کی طرف مائل دکھائی دیتی تھی۔ جب آخر کار ستارتس اس کی جانب آیا، اس کی باچھیں کھل گئیں اور اس نے والہانہ انداز سے اسے خوش آمدید کہا۔

"میں اس سارے منظر کو دیکھ دیکھ کر بے حد، بے حد متاثر ہوئی..." شاید جذباتی تناؤ کے عالم میں وہ اپنا جملہ پورا نہ کر سکی۔ "آہ، اب میں سمجھ گئی ہوں کہ لوگ آپ سے محبت کیوں کرتے ہیں، میں بھی (عام) لوگوں سے محبت کرتی ہوں۔ میرے دل میں ان کے ساتھ محبت کرنے کی زبردست آرزو ہے، آدمی لوگوں سے، ہمارے قابل تحسین، سادہ مزاج، لاجواب روسی لوگوں سے محبت کیے بنا رہا ہی نہیں سکتا۔"

"تمہاری بیٹی کی طبیعت کیسی ہے؟ کیا تم مجھ سے دوبارہ گفتگو کرنا پسند کرو گی؟"

"آہ، میں ہر کس و ناکس سے التجا کرتی رہی، منت سماجت کرتی رہی اور میں یہ سب کچھ اس امید پر کر رہی تھی کہ آپ سے ملاقات کی کوئی صورت نکل آئے گی: میں تو آپ کی کھڑکی کے سامنے تین روز تک دو زانو ہو کر انتظار کرنے کے لیے تیار تھی۔ اے دکھوں کے درماں کرنے والے، ہم آپ تک اپنا بے پناہ شکریہ پہنچانے آئے ہیں۔ آپ نے میری لیسے (لیز) کا علاج کر دیا ہے، اسے کاملاً شفایاب کر دیا ہے — اور آپ نے یہ کارنامہ کیسے سرانجام دیا؟ یہی نا کہ آپ نے گزشتہ جمعرات کو اس کے حق میں دعائے خیر کی تھی اور اس کے سر پر اپنا دستِ شفقت رکھا تھا۔ ہم یہاں بھاگم بھاگ اس لیے آئے ہیں تاکہ آپ کے مبارک ہاتھوں کو چوم سکیں، اپنے جذبات کا اظہار کر سکیں اور آپ کو دکھا سکیں کہ ہم آپ کا کتنا احترام کرتے ہیں۔"

"صحت یاب ہو گئی ہے؟ تم کہنا کیا چاہتی ہو؟ کیا وہ ابھی تک بیماروں والی کرسی پر نہیں بیٹھی ہوئی؟"

"لیکن اس کا شبینہ بخار بالکل جاتا رہا ہے۔ جمعرات کے بعد مسلسل دو راتیں گزر چکی ہیں اور بخار نے اپنی شکل تک نہیں دکھائی۔" عورت نے گھبرائے گھبرائے لیکن پُرزور انداز سے کہا۔ "اس

سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ اس کی ٹانگیں پہلے کی نسبت کہیں زیادہ توانا ہو گئی ہیں۔ آج صبح جب یہ جاگی تو یہ پہلے سے بہتر محسوس کر رہی تھی۔ یہ ساری رات گھوڑے بیچ کر سوئی رہی۔ آپ اس کے گلابی رخساروں اور چمکتی دمکتی آنکھوں کا ہی ذرا ملاحظہ فرمائیں۔ پہلے یہ ہر وقت بسورتی رہتی تھی، لیکن اب یہ ہنستی ہے اور دل کھول کر ہنستی ہے، یہ خوش ہے، ہشاش بشاش ہے۔ آج صبح یہ ضد کرتی رہی کہ ہم اسے اپنی ٹانگوں پر کھڑا ہونے کی اجازت دے دیں اور یہ کسی چیز کا سہارا لیے بغیر پورا ایک منٹ کھڑی رہی۔ اس نے مجھ سے شرط لگائی کہ یہ دو ہفتے کے اندر اندر کوڈرل (75) ناچنے لگے گی۔ میں نے اپنے مقامی ڈاکٹر ہرزن سٹوب سے مشورہ کیا اور وہ محض کندھے اچکا کر رہ گیا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ کیا آپ واقعی یہی چاہتے ہیں کہ ہم نے یہاں آ کر آپ کو پریشان نہ کیا ہوتا؟ کیا آپ کی واقعی یہی خواہش ہے کہ ہم نے آپ کا شکریہ ادا کرنے کے لیے یہاں آنے میں جلد بازی نہ کی ہوتی؟ لیسے، فادر زوسیما کا شکریہ ادا کرو۔ چلو، ان کا شکریہ ادا کرو!"

لیسے کا ہنستا مسکراتا، خوب صورت، ننھا منا چہرہ یک دم سنجیدہ ہو گیا۔ جس قدر ممکن ہوا وہ اپنی کرسی پر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی اور ستارتس کی جانب دیکھتے ہوئے اس نے اپنے چہرے کے سامنے اپنے دونوں ہاتھ باندھ لیے، لیکن اس کے لیے اپنے قلبی جذبات پر قابو پائے رکھنا ناممکن ہو گیا اور وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"یہ وہی ہے، وہی ہے!" اس نے الیوشا کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ وہ اپنے آپ سے بچگانہ انداز سے خفا ہو رہی تھی کہ وہ اپنی ہنسی پر قابو پانے میں ناکام رہی تھی۔ جس شخص کی بھی الیوشا پر نظر پڑتی جو ستارتس کے عقب میں اس سے ایک قدم دور کھڑا تھا، فوراً تاڑ جاتا کہ اس کا چہرہ وقتی طور پر آناً فاناً سرخ ہو گیا تھا، اس کی آنکھوں میں چمک آ گئی تھی اور وہ اپنے پاؤں کی جانب دیکھنے لگا تھا۔

"الیکسی فیودرووچ، یہ تمہارے لیے ایک پیغام لائی ہے... تمہارا حال کیا ہے؟" ماں نے اچانک الیوشا کی طرف متوجہ ہو کر اور خوب صورت دستانوں میں ملفوف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ستارتس مڑا اور الیوشا کو بغور دیکھنے لگا۔ موخرالذکر لیسے کی جانب بڑھا۔ اس کے چہرے پر عجیب و غریب اور اذعب مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ لیسے نے اپنے چہرے پر دوبارہ سنجیدگی طاری کر لی۔

"کاتریا ایوانوونا نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اسے تم تک پہنچا دوں۔" اور اس نے اسے ایک چھوٹا سا لفافہ تھما دیا۔ "وہ خاص طور پر تم سے چاہتی ہے کہ تم جلد یا بدیر اسے ملنے ضرور آؤ گے، اور ہاں، اس بات کا خاص خیال رہے کہ اس ضمن میں میں نے تم سے جو توقعات استوار کی ہیں کہیں وہ

منہدم نہ ہو جائیں، تمہیں لازماً جانا ہو گا۔"

"وہ چاہتی ہیں کہ میں انہیں ملنے آؤں؟ میں؟ پر کیوں؟" الیوشا نے بے حد متعجب ہو کر بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر اچانک تشویش کے آثار نمودار ہو گئے۔

"اف، یہ سارا معاملہ دمتری فیودرووچ اور... ان تمام واقعات کے متعلق ہے، جو حال ہی میں پیش آئے ہیں۔" ماں نے عجلت سے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ "کاتریا ایوانوونا کوئی خاص فیصلہ کر چکی ہے... لیکن وہ سمجھتی ہے کہ اس کی ضرورت یہی ہے کہ تمہاری اس کے ساتھ ملاقات لازماً ہو جائے... کس لیے؟ بہر حال اس کا جواب مجھے معلوم نہیں تاہم وہ چاہتی ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو تم اس سے ملنے چلے آؤ۔ اور تم جاؤ گے، لازماً جاؤ گے، کیا خیال ہے؟ عیسائی ہونے کے ناتے تمہارا یہ فرض بنتا ہے۔"

"زندگی میں میری ان سے صرف ایک بار ملاقات ہوئی تھی۔" الیوشا نے کہا۔ وہ ابھی تک کچھ سمجھ نہیں پایا تھا۔

"وہ انتہائی عالی نسب، شریف النفس، بے مثال، ناقابل فہم خاتون ہے! اس کے محض مصائب... ذرا تصور کرو اسے کیا کچھ نہیں جھیلنا پڑا۔ اب وہ کیا کچھ بھگت رہی ہے، ذرا سوچو مستقبل میں اس کے لیے کیا رکھا ہے... یہ سب کچھ کتنا بھیانک ہے، بھیانک ہے!"

"بہت اچھا، میں چلا جاؤں گا۔" الیوشا نے مختصر، پُراسرار رقعے کو پڑھنے کے بعد فیصلہ کرتے ہوئے کہا۔ اس میں کوئی وضاحت تو نہیں تھی، صرف پُراسرار التجا کی گئی تھی کہ وہ لازماً آئے اور اس سے ملاقات کرے۔

"واہ، تم کتنے شفیق، کتنے نیک دل ہو!" لیسے نے اچانک وفورِ مسرت سے مغلوب ہو کر کہا۔ "اور میں نے امی کے ساتھ یہی رٹ لگائے رکھی، 'وہ بھلا کیوں جائے گا، اسے دُنیا کی کوئی طاقت جانے پر مجبور نہیں کر سکتی، آخر وہ راہب ہے۔' تم کتنے اچھے ہو، کتنے اچھے ہو! تمہیں معلوم ہی ہے کہ میں تمہارے متعلق ہمیشہ یہی سمجھتی رہی ہوں کہ تم بہت اچھے ہو اور تمہیں یہ بات بتاتے ہوئے مجھے کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہو رہی۔"

"لیسے!" اس کی ماں نے ذرا رعب دار اور متحکم لہجے میں کہا، اور پھر آناً فاناً اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"الیکسی فیودرووچ، تم نے تو ہمیں بھی بھلا دیا ہے۔ اب بھی ملنے ہی نہیں آتے۔ لیکن لیسے مجھے کئی بار بتا چکی ہے کہ اسے صرف تمہاری صحبت میں لطف آتا ہے۔" الیوشا نے اپنی جھکی ہوئی نگاہیں اوپر اٹھائیں، ایک بار پھر اس کے چہرے پر حیا کی سرخی دوڑ گئی اور وہ دوبارہ مجسم ہو گیا، لیکن

وہ متبسم کیوں ہوا تھا، یہ خود اسے بھی معلوم نہیں تھا۔ تاہم اب ستارتس کی نگاہیں اس پر نہیں جمی ہوئی تھیں، وہ اب نووارد راہب کے ساتھ گفتگو میں مشغول ہو گیا تھا اور یہ راہب، جیسا کہ ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں، لیسے کی کرسی کے قریب کھڑا تھا اور انتظار کر رہا تھا۔ تمام قرائن سے یہی نظر آ رہا تھا کہ وہ بالکل مسکین طبع شخص ہے، رعونت اس کو چھو کر نہیں گزری، کسی معمولی گھرانے میں پیدا ہوا ہوگا، دنیا کے بارے میں اس کا نقطۂ نظر تنگ اور محدود سا ہوگا مگر وہ پکا دین دار شخص ہے اور اپنے اعتبار سے اپنی ہٹ پر اڑا رہنے والا بھی۔ اس نے بتایا کہ وہ کہیں دور شمال سے آیا ہے، ابدرسک کی خانقاہ سے، جس کا نام سینٹ سلوسٹر کی خانقاہ ہے، یہ مفلوک الحال خانقاہ ہے اور اس میں صرف نو راہب مقیم ہیں۔ ستارتس نے اس کے لیے دعائے خیر کی اور اسے دعوت دی کہ اس کا جب جی چاہے، وہ اسے ملنے اس کے حجرے میں آ سکتا ہے۔

"آپ میں اس قسم کے کام کرنے کی صلاحیت کہاں سے آ جاتی ہے؟" راہب نے پُر معنی انداز سے لیسے پر ایک نگاہ ڈالتے ہوئے اچانک پوچھا۔ وہ اس کی "شفایابی" کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

"اس معاملے پر گفتگو کرنے کا ابھی صحیح وقت نہیں آیا۔ افاقہ ہوا ضرور ہے لیکن اتنا بھی نہیں کہ اسے کامل شفا کہا جا سکے۔ اور اس شفایابی کا باعث کچھ دوسری چیزیں بھی ہو سکتی ہیں۔ بہرحال اگر کوئی بات ہوئی بھی ہے، تو اس کا سبب خداوند کے فضل کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ یہ سب کچھ فضلِ ربی ہے، فادر۔" اس نے مزید کہا، "اگرچہ مجھے اپنے ملاقاتیوں کی تعداد محدود کرنا پڑی ہے، آپ کو کھلی اجازت ہے جب جی چاہے مجھے ملنے چلے آئیں۔ میں بیمار ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ میرے دن گنے جا چکے ہیں۔"

"اوہ نہیں، نہیں، خداوند آپ کو ہم سے نہیں چھینے گا، آپ ابھی لمبا عرصہ زندہ رہیں گے،" ماں نے چلاتے ہوئے کہا، "آپ کی صحت میں کوئی خرابی نہیں۔ آپ اتنے صحت مند، شگفتہ رو اور خورسند نظر آ رہے ہیں۔"

"آج میں بہت بہتر محسوس کر رہا ہوں لیکن مجھے معلوم ہے کہ یہ کیفیت محض عارضی ہے۔ مجھے اپنی علالت کے بارے میں اب کوئی غلط فہمی نہیں رہی۔ تاہم اگر میں اتنا شگفتہ رو دکھائی دے رہا ہوں، پھر میرے لیے اس سے زیادہ خوشی کا اور کوئی مقام نہیں ہو سکتا کہ میں تمہیں اس کا ذکر کرتے سنتا رہوں۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ آدمی پیدا ہی مسرت کی خاطر کیا گیا ہے اور جو شخص کامل طور پر مسرور و مطمئن ہے اسے یہ کہنے کا حق حاصل ہے: میں نے زمین پر خداوند کا منشا پورا کر دیا ہے۔ تمام راست باز انسان، تمام سینٹ، تمام شہدائے پاک مسرور و مطمئن تھے۔"

"اوہ، آپ کتنی شاندار، کتنی نفیس گفتگو کرتے ہیں، آپ کے الفاظ کتنے جرأت مندانہ، کتنے ارفع و اعلیٰ اور پُر شوکت ہیں،" ماں نے کہا۔ "جب آپ باتیں کرتے ہیں تو آپ کے منہ سے پھول جھڑنے لگتے ہیں اور آپ مجھے میری روح کی گہرائیوں تک متاثر کر دیتے ہیں۔ تاہم جہاں تک مسرت، مسرت کا تعلق ہے —— یہ کہاں پائی جاتی ہے؟ کہاں سے ملتی ہے؟ کون ہے جو دعوے سے کہہ سکے کہ وہ مسرور و مطمئن ہے؟ اوہ، آپ نے چونکہ بڑی نوازش فرمائی کہ آپ نے آج ہمیں دوبارہ ملاقات کا شرف بخش دیا، چنانچہ میں آپ سے التجا کرتی ہوں کہ آپ وہ سب کچھ غور سے سنیں جو میں نے پچھلی مرتبہ آپ کو نہیں بتایا تھا، جس کا انکشاف کرنے کی مجھے جرأت نہیں ہوئی تھی، وہ سب کچھ جو مجھے اتنے عرصے میں، اتنی طویل مدت سے دکھ دے رہا ہے، میں اذیت میں مبتلا ہوں، میں آپ سے معافی کی خواستگار ہوں، میں اذیت میں مبتلا ہوں..." اور اچانک کسی شدید جذبے سے مغلوب ہو کر اس نے منت سماجت کے انداز سے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔

"اس کے پیچھے کوئی خاص بات ہے؟"

"میں اذیت میں مبتلا ہوں... عقیدے کے فقدان کے باعث..."

"تم میں خدا پر عقیدے کا فقدان ہے؟"

"اوہ نہیں، بالکل نہیں۔ اس قسم کی بات تو میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی —— معاملہ صرف حیات بعد ممات کا ہے، یہ کتنا بڑا راز ہے، کتنا پُر اسرار ہے! اور آپ جانتے ہیں کہ کسی شخص کو، کسی بھی شخص کو، اس کا جواب معلوم نہیں! دیکھیں، آپ معالج ہیں، آپ کو انسانوں کی روحوں کا علم حاصل ہے اور میں یہ بات تو فرض بھی نہیں کر سکتی کہ آپ میری اس بات کا یقین کر لیں گے جو میں آپ سے کہتی ہوں لیکن میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ میں کوئی لاابالی انداز سے اس معاملے کا ذکر نہیں کر رہی۔ موت کے بعد زندگی کا مسئلہ مجھ پر آسیب بن کر سوار ہو گیا ہے اور اس نے میرا جینا حرام کر دیا ہے، مجھ پر دہشت طاری کر رہی ہے... مجھے معلوم نہیں کہ میں کس سے استمداد کی درخواست کروں، کس کو ہادی و رہنما بناؤں، کس کو اپنا سہارا بناؤں۔ زندگی بھر مجھ میں جرأت کی کمی رہی ہے... اف، خدایا! اب آپ میرے متعلق کیا سوچتے ہوں گے؟" اس نے جذبات کی رو میں بہتے ہوئے ایک بار پھر ہاتھ جوڑ دیے۔

"میری رائے کے بارے میں مت تردد کرو،" ستارتس نے جواب دیا۔ "میں صحیح معنوں میں یقین کر سکتا ہوں کہ تمہارا کرب بالکل ٹھیک ہے۔"

"اوہ، میں آپ کی کتنی شکر گزار ہوں! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں اپنی آنکھیں اکثر بند کر لیتی ہوں اور سوچتی رہتی ہوں۔ اگر سب لوگ ایمان کی دولت سے مالا مال ہیں، پھر یہ انہیں کہاں

سے ملتا ہے؟" اور تاہم ساتھ ہی ہمیں یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ یہ ابتدا میں اس خوف کی پیداوار تھا جو انسان کو فطرت کی ہیبت ناک قوتوں کے سامنے محسوس ہوتا تھا اور یہ کہ موت کے بعد حقیقتاً کچھ نہیں ہے! خیر، میرے ذہن میں جو خیال وارد ہوتا رہتا ہے وہ یہ ہے: میں زندگی بھر اپنے ایمان پر پختگی سے قائم رہتی ہوں، لیکن ایک روز میرا انتقال ہو جائے گا اور اچانک سب کچھ ختم ہو جائے گا، کچھ بھی تو نہیں رہے گا، 'صرف میری قبر پر گوکھرو (76) کا پودا اگ آئے گا' جیسا کہ ایک مصنف بیان کرتا ہے۔ کتنی وحشت ناک بات ہے! ایسے میں آدمی اپنا ایمان مضبوط کیسے بنا سکتا ہے۔۔۔ کیسے؟ سچی بات تو یہ ہے کہ صحیح معنوں میں میرا ایمان چلتے صرف تب تھا جب میں ابھی بچی تھی اور یہ ایمان کسی سوچ بچار کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ مشینی انداز سے اپنے آپ ذہن میں در آیا تھا۔ اس کا ثبوت کیا ہے، کیا ہے؟ میں آپ کے سامنے جبیں سائی کرنے، آپ سے اپنے سوال کا جواب پوچھنے آئی ہوں۔ اگر میں نے یہ موقع گنوا دیا، پھر کوئی شخص بھی مجھے اس کا جواب نہیں دے سکے گا۔ ثبوت کیا ہے، میں اپنے شکوک کہاں رفع کر سکتی ہوں؟ اف، میں کتنی ناشاد، کتنی رنجیدہ ہوں! اور جب میں اپنے اردگرد نظر دوڑاتی ہوں تو مجھے یوں نظر آنے لگتا ہے جیسے کسی کو بھی اس بارے میں ذرہ برابر تشویش نہ ہو یا عملی اعتبار سے اب کوئی بھی اس بارے میں قطعاً کوئی پروا نہیں کرتا اور صرف میں ہی ہوں جو اس کے متعلق فکر میں مبتلا رہتی ہے، گھلتی رہتی ہے اور یوں اپنی جان ہلکان کرتی رہتی ہے۔ یہ ناقابل برداشت ہے۔۔۔ قطعاً ناقابل برداشت۔"

"بجا، بالکل بجا۔ لیکن مسئلہ اتنا ثبوت حاصل کرنے کا نہیں جتنا شک رفع کرنے کا ہے۔"

"لیکن کیسے؟"

"فعال محبت کو عملی شکل دے کر۔ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ فعال اور پُر استقلال محبت کرنے کی کوشش کرو۔ تم محبت کو جتنا زیادہ عملی طور پر اپناؤ گی، خدا کے وجود اور اپنی روح کی لافانیت پر تمہارا ایمان اتنا ہی زیادہ بڑھتا جائے گا۔ اگر تم اپنے پڑوسی کی محبت میں اپنی ذات سے مکمل طور پر دست بردار ہو سکو، پھر تمہارا ایمان کامل ہو جائے گا اور کوئی شک وشبہ تمہاری روح کو چھو کے نہیں لگ سکے گا۔ یہ (طریقہ) آزمایا جا چکا ہے، امتحان کی بھٹی سے گزارا جا چکا ہے۔"

"فعال محبت؟ یہی تو مسئلہ ہے اور کتنا بڑا مسئلہ ہے، کتنا بڑا مسئلہ ہے! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ مجھے بنی نوع سے اتنی زیادہ محبت ہے، اتنی زیادہ محبت ہے کہ کچھ نہ پوچھیں۔ یقین مانیں بعض اوقات تو مجھے کچھ اس قسم کے خواب آنے لگتے ہیں کہ میں نے سب کچھ تیاگ دیا ہے، چھوڑ دیا ہے، حتیٰ کہ لیے کو بھی اور راہبات کی اس جماعت میں شامل ہو گئی ہوں جس کی ارکان استانیوں اور دیگر سماجی کارکنوں کی حیثیت سے کام کرتی ہیں۔ میں اپنی آنکھیں بند کر لیتی ہوں اور خواب

دیکھنے لگتی ہوں، اور ان لمحات کے دوران میں مجھے محسوس ہونے لگتا ہے کہ مجھ میں کوئی ناقابل تسخیر قوت سما گئی ہے۔ اب خواہ میرا یا دوسروں کا جسم زخموں سے چور چور ہو جائے، اس پر سر سے پاؤں تک پیپ بھرے پھوڑے ہی پھوڑے نمودار ہو جائیں، مجھ پر کسی قسم کی دہشت طاری نہیں ہو گی۔ میں اپنے ہاتھوں سے انہیں صاف کرتی اور ان کی مرہم پٹی کرتی ہوں۔ اور جو دوسرے بے چارے اور بے بس لوگ ان تکالیف میں مبتلا ہوتے ہیں، میں ان کی تیمارداری کرتی ہوں، میں ان کے زخموں اور پھوڑوں پھنسیوں کو چومنے کے لیے تیار ہوں۔۔۔"

"اتنا ہی کافی زیادہ ہے اور اچھی بات یہ ہے کہ تمہارے دماغ میں دوسرے نہیں بلکہ اس قسم کے خیالات آ رہے ہیں۔ کون جانتا ہے کہ تم کسی روز واقعی کوئی اچھا کام کرنے میں کامیاب ہو جاؤ۔"

"بجا، لیکن میں اس قسم کی زندگی کب تک جھیل سکوں گی؟" خاتون نے پورے جوش و جذبے سے، بلکہ یوں کہیں کہ جنونی انداز سے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ اہم ترین سوال ہے۔ یہ میرے تمام سوالوں میں سب سے زیادہ تکلیف دہ سوال ہے! میں اپنی آنکھیں بند کر لیتی ہوں اور اپنے آپ سے پوچھتی رہتی ہوں: میں اس طرح کا طرز حیات کب تک برداشت کر پاؤں گی؟ اگر وہ مریض، جن کے آپ پھوڑے پھنسیاں صاف کرتے ہیں اور مرہم پٹی کرتے ہیں، جواب میں فوری طور پر آپ کا شکریہ ادا کرنے میں ناکام رہتے ہیں بلکہ اس کے برعکس اپنی من موجی حرکتوں سے آپ کو اذیت پہنچاتے رہتے ہیں، آپ نے ان کی بھلائی کی خاطر جو نیک خدمات سرانجام دی ہوتی ہیں، ان کی نہ تو قدر کرتے ہیں اور نہ اعتراف، بلکہ آپ پر چیخنے چلانے لگتے ہیں، حکم چلانے لگتے ہیں، گستاخانہ مطالبات پیش کرنے لگتے ہیں، اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ حکام کے پاس شکایات کرنے لگتے ہیں۔ (جیسا کہ اکثر مریضوں کا شیوہ ہوتا ہے)، پھر کیا ہو گا؟ کیا آپ پھر بھی (ان سے) محبت کرتے رہیں گے یا اس کام سے ہاتھ اٹھا لیں گے؟ اور۔۔۔ ذرا تصور فرمائیں، مجھے اس سوال کا جواب پہلے ہی معلوم تھا اور اس پر مجھے اپنے آپ سے گھن آنے لگی ہے، اپنے آپ سے نفرت ہونے لگی ہے اور یہ جواب کیا تھا؟ جواب یہ تھا: اگر کوئی چیز فوری طور پر انسانیت کے لیے میری 'فعال' محبت کے جذبے کی شدت میں تخفیف کر سکتی ہے تو وہ ناشکرا پن ہو گا۔ دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہو گا کہ میں معاوضے کے لیے کام کرتی ہوں، میں فوری معاوضے کی خواہاں ہوں یعنی میں چاہتی ہوں کہ میری تعریف کی جائے (77)، میری محبت کا جواب محبت میں دیا جائے۔ میں دوسری شرائط پر محبت کرنے کی نااہل ہوں۔"

اسے پورے خلوص سے اپنی سرزنش آپ کرنے کا دورہ پڑ چکا تھا اور جب وہ اپنی بات ختم کر

چکی، اس نے ستارتس کی جانب کچھ ایسی نگاہوں سے دیکھا جن میں عزم بالجزم تھا، ستارتس کے لیے للکار تھی۔

"بہت مدت گزری بالکل یہی بات ایک ڈاکٹر نے مجھ سے کہی تھی:" ستارتس نے جواب دیا۔ "اگرچہ وہ پہلے ہی عمر رسیدہ ہو چکا تھا لیکن اس میں کوئی کلام نہیں کہ وہ عقل مند شخص تھا۔ اس نے بھی تمہاری ہی طرح صاف گوئی سے کام لیا تھا لیکن اس کے لہجے میں ظرافت تھی اگرچہ یہ ظرافت تلخی سے بھری ہوئی تھی۔ 'مجھے بنی نوع انسان سے محبت ہے' اس نے کہا تھا 'مجھے اپنے آپ پر حیرت ہوتی رہتی ہے۔ میں عمومی اعتبار سے بنی نوع انسان سے جتنی زیادہ محبت کرتا ہوں، مجھے فرداً فرداً انسانوں سے اتنی ہی کم محبت ہونے لگتی ہے' اس نے مجھ سے کہا تھا۔ 'اگر میرے خیالوں میں بنی نوع انسان کی خدمت کا سودا سما جاتا اور اگر ضرورت کبھی مجھ سے تقاضا کرتی تو میں واقعی بنی نوع انسان کی خاطر صلیب پر بھی چڑھ جاتا۔ مگر اس کے ساتھ ہی، جیسا کہ مجھے ذاتی تجربے سے معلوم ہے، یہ بات بھی ہے کہ میں ایک ہی کمرے میں کسی دوسرے انسان کے ساتھ دو دن بھی نہیں گزار سکتا۔ جونہی کوئی دوسرا شخص میرے قریب آتا ہے، اس کی شخصیت میری عزت نفس پر غالب آنے اور میری آزادی میں خلل ہونے لگتی ہے۔ ابھی پورا دن بھی گزرنے نہیں پائے گا کہ مجھے بہترین انسانوں سے نفرت ہونے لگے گی، بعض سے اس لیے کیونکہ وہ ڈنر کھانے میں بہت دیر لگاتے ہیں اور دوسروں سے اس لیے کیونکہ وہ زکام میں مبتلا ہو گئے ہیں اور ہر وقت اپنی ناک سڑکتے رہتے ہیں۔ جونہی میرا لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے، میں مردم بیزار ہو جاتا ہوں، اور میرے ساتھ ہمیشہ سے یہی ہوتا چلا آیا ہے۔ میں انفرادی انسانوں سے جتنی زیادہ نفرت کرتا رہا ہوں اتنی ہی شدت سے میں بنی نوع انسان سے مجموعی حیثیت سے محبت کرتا چلا آیا ہوں۔'"

"لیکن آدمی کرے تو کیا کرے؟ ان صورتوں میں اسے کیا کرنا ہو گا، کیا کرنا چاہیے؟ کیا وہ ناامیدی کی بھینٹ چڑھ جائے؟"

"نہیں، اتنا ہی کافی ہے کہ آدمی اس بارے میں سوچتا رہے، کڑھتا رہے۔ جو کچھ وہ کر سکتا ہے، کرتا رہے اور اسے اس کے کھاتے میں تحریر کر لیا جائے گا۔ تم پہلے ہی کافی کچھ کر چکی ہو کیونکہ تم اپنے آپ کو اتنی گہرائی سے اور اتنے خلوص کے ساتھ جان چکی ہو۔ تاہم اگر تم اتنی صاف بیانی سے محض اس لیے کام لیتی ہو جیسا کہ تم اس وقت کر رہی ہو کہ تمہاری راست گوئی پر تمہاری واہ واہ ہو جائے، پھر البتہ تم فعال محبت کبھی نہیں پا سکو گی، تم غور و فکر کی منزل سے کبھی آگے نہیں بڑھ سکو گی اور تمہاری ساری زندگی کسی سائے کی طرح پلک جھپکنے میں گزر جائے گی۔ پھر یہ قطعی فطری بات ہو گی کہ تم حیات بعد ممات کو بالکل بھول جاؤ لیکن آخر کار تمہیں کسی نہ کسی قسم کا سکون غالباً مل ہی جائے گا۔"

"آپ نے تو مجھے بالکل کچل کر رکھ دیا ہے! ابھی آپ اپنی بات مکمل نہیں کر پائے تھے کہ مجھے اس بات کا شعور ہونے لگا تھا کہ جب میں آپ سے یہ کہہ رہی تھی کہ مجھ میں ناشکرا پن برداشت کرنے کی سکت نہیں، میں واقعی امید کر رہی تھی کہ آپ میرے خلوص کی تعریف کریں گے۔ آپ نے میرے دلی خیالات بھانپ لیے ہیں، آپ نے میرے وجود کے اندر جھانک لیا ہے اور آپ نے کافی حد تک مجھے مجھ پر منکشف کر دیا ہے۔"

"کیا تم جو کچھ کہہ رہی ہو سچ کہہ رہی ہو؟ خیر، اس قسم کے اعتراف کے بعد مجھے یقین ہو چلا ہے کہ تم دیانت دار ہو اور دل کی نیک ہو۔ بھلے تمہیں مسرت نہ مل سکے لیکن ایک بات ہمیشہ یاد رکھو کہ تم صراط مستقیم پر جا رہی ہو اور اس سے منحرف ہونے کی کوشش مت کرو۔ اصل بات یہ ہے کہ بددیانتی سے، ہر قسم کی بددیانتی سے، سب سے بڑھ کر اس بددیانتی سے جو تم اپنے آپ سے کرتی ہو، بچنا سیکھو۔ اپنی بددیانتی سے آگہی حاصل کرو اور دن کی ہر گھڑی، ہر لمحہ اس پر غور کرتی رہو۔ دوسروں کے اور اپنے نقائص ڈھونڈنے میں باریک بین مت ہو۔ جو چیز تمہیں اپنے آپ میں قابل نفرت نظر آتی ہے، اس کی تطہیر اس حقیقت سے ہو جاتی ہے کہ تم نے اقرار کر لیا ہے کہ یہ تمہارے اندر موجود ہے۔ خوف کے سامنے سپر انداز ہونے سے گریز کرو کیونکہ خوف کذب کا نتیجہ ہوتا ہے۔ محبت کرنے کی کوشش میں اپنی کم ہمتی سے کبھی خوف نہ کھاؤ اور اس کوشش کے دوران میں اگر تم سے کوئی برا فعل سرزد ہو جائے بضرورت سے زیادہ خوف زدگی کا مظاہرہ مت کرو۔ مجھے افسوس ہے کہ میں ان سے زیادہ تسلی بخش الفاظ تم سے نہیں کہہ سکتا کیونکہ تفکرانہ محبت کے مقابلے میں فعال محبت ہمت شکن اور ہیبت ناک چیز ہے۔ تفکرانہ محبت کسی ہیرو کے شایان شان کارنامے کی متلاشی ہوتی ہے جسے بلاتاخیر اور ساری دنیا کی نگاہوں کے سامنے پایۂ تکمیل تک پہنچایا جا سکے۔ اگر یہ عمل بہت طول نہ کھینچ جائے بلکہ تیزی سے وقوع پذیر ہو جائے گویا کہ اسے پوری دنیا کے دیکھنے اور اس کی داد و تحسین حاصل کرنے کے لیے سٹیج کیا جا رہا ہو، تو پھر بعض لوگ اپنی جان قربان کرنے کے لیے بھی تیار ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس فعال محبت پیہم سخت محنت اور مستقل مزاجی ہے اور بعض لوگوں کے نزدیک تو یہی اصل سائنس ہے۔ لیکن میں تمہیں پیشگی بتائے دیتا ہوں: عین اسی لمحے جب تم پر یہ احساس کرنے کے بعد ہول طاری ہو جائے گا کہ اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود تم اپنی منزل کے کوئی خاص قریب تر تو کیا پہنچتیں، تم غالباً اس سے کچھ کچھ دور ہی ہو گئی ہو، تم صحیح معنوں میں اچانک اسے پا لو گی اور یقینی طور پر خداوند کی حیرت انگیز قوت کا مشاہدہ بھی کر سکو گی جو تمام وقت تم سے محبت کرتا اور پُراسرار انداز سے تمہاری رہنمائی کرتا رہا ہے۔ مجھے جو کچھ بتانا تھا، وہ میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ اب میں مزید تمہارے پاس نہیں ٹھہر سکتا۔ (دوسرے) لوگ میرا انتظار

کر رہے ہیں۔ خدا حافظ۔"

خاتون کے آنسو بہے جا رہے تھے۔

"مہربانی فرمائیں۔ میری لیسے کے سر پر دستِ شفقت پھیریں۔ اسے دعا دیں، مہربانی فرمائیں، میری لیسے کو دعا دیں!" اس نے چونکتے ہوئے کہا۔

"وہ محبت کی مستحق نہیں۔ جب میں باتیں کر رہا تھا، میں اس سارے عرصے کے دوران میں اسے نٹ کھٹ انداز سے شوخیاں کرتے دیکھتا رہا ہوں۔" ستارتس نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔ "اس سارے وقت کے دوران میں تم ایلیسی کو دیکھ دیکھ کر کھیسیں کیوں نکالتی رہی ہو؟"

لیسے اسے دیکھ دیکھ کر واقعی کھیسیں نکالتی رہی تھی۔ اس سے اپنی سابقہ ملاقات کے دوران میں ہی اسے احساس ہو گیا تھا کہ ایلوشا اسے دیکھ کر خواہ مخواہ شرمانے لگتا ہے اور کوشش کرنے لگتا ہے کہ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے۔ اب بھی وہ اس کی اس حرکت پر مسلسل محظوظ ہوتی رہی تھی۔ وہ اپنی طرف سے پوری کوشش کرتی رہی تھی کہ کسی طرح دونوں کی نگاہیں آپس میں ٹکرا جائیں۔ ایلوشا کے لیے اس کی پُر استقلال تکنکی کی تاب لانا ناممکن ثابت ہو رہا تھا جو اسے کسی ناقابلِ مزاحمت قوت کی طرح اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ اس کا عزم اچانک ڈھیلا پڑ جاتا اور یک بارگی نگاہیں اوپر اٹھ جاتیں، وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی جانب دیکھنے لگتا اور اس کی نظروں کا اس کی جنگجوئی، فاتحانہ مسکراہٹ سے سامنا ہو جاتا۔ اس پر وہ مزید کھسیانا ہو جاتا اور اپنے آپ سے چڑنے لگتا۔ آخر کار وہ اس سے بالکل ہی پرے کھسک گیا اور ستارتس کے پیچھے چھپ گیا۔ ابھی چند ہی منٹ گزرے ہوں گے کہ وہ ایک بار پھر اسی ناقابلِ مزاحمت قوت کی طرف کھنچ گیا اور دوبارہ یہ دریافت کرنے کے لیے مڑا آیا وہ اسے ابھی تک دیکھ رہی ہے۔ جب اس کی نظر اس پر پڑی تو اس نے دیکھا کہ وہ اپنی وہیل چیئر سے تقریباً باہر نکل آئی ہے، اس کی طرف تاک جھانک کر رہی ہے اور اپنی تمام ذہنی قوت صرف کر کے اسے اپنی طرف دیکھنے کے لیے آمادہ کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ جب وہ اس کی نظروں سے اپنی نظریں ملانے میں کامیاب ہو گئی، اس پر ہنسی کا زبردست دورہ پڑ گیا کہ ستارتس بھی ہنسے بغیر نہ رہ سکا۔

"اری شرارتی لڑکی، تم اسے اتنا کھسیانا کیوں بنا رہی ہو؟"

بالکل غیر متوقع طور پر لیسے اچانک شرما گئی، اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس کی آنکھوں سے شرارے برسنے لگے، اس پر گھمبیر سنجیدگی طاری ہو گئی اور وہ ایسی کانپتی ہوئی آواز میں بولی جس سے غصہ بھی ٹپک رہا تھا اور کچھ کچھ یہ بھی مترشح ہو رہا تھا جیسے وہ جواباً الزام تراشی کر رہی ہو:

"یہ سب کچھ کیوں بھول گیا ہے؟ جب میں چھوٹی تھی، یہ مجھے اپنے بازوؤں میں اٹھائے

پھرا کرتا تھا۔ ہم اکٹھے کھیلا کرتے تھے اور میں یہ بھی بتا دوں کہ یہ مجھے پڑھنا بھی سکھایا کرتا تھا۔ آپ سمجھتے ہیں کہ اس سب کچھ کا مطلب کیا ہے؟ دو سال ہوئے جب یہ مجھے خدا حافظ کہنے آیا تھا، اس نے مجھ سے کہا تھا کہ یہ مجھے ہمیشہ یاد رکھے گا اور ہم دونوں ہمیشہ دوست رہیں گے! ہمیشہ! اور اب یہ اچانک مجھ سے گھبرانے، خوف کھانے لگا ہے، جیسے میں اسے کچا چبا جاؤں گی یا کوئی اور حرکت کر بیٹھوں گی! یہ میرے قریب کیوں نہیں آتا، یہ مجھ سے بات کیوں نہیں کرتا؟ یہ ہمیں کبھی ملنے کیوں نہیں آتا؟ یقیناً آپ تو اسے روک سکتے نہیں ہوں گے یا روک سکتے ہیں؟ ہمیں خوب معلوم ہے کہ یہ ہر جگہ جاتا ہے، بس ہمارے ہاں ہی نہیں آتا۔ میرا اسے مدعو کرنا مناسب نہیں ہوگا، اسے اپنے طور خود پہل کرنا ہوگی، ہاں اگر یہ ہمارے ساتھ راہ و رسم بڑھانا نہیں چاہتا تو اس کی مرضی! ارے، میں تو بھول ہی گئی تھی کہ یہ راہب بن چکا ہے! آپ نے اسے یہ لمبا چوڑا جبہ کیوں پہنا دیا ہے؟... اگر اسے کبھی دوڑنا پڑا، یہ اس میں الجھ کر ٹھوکر کھا جائے گا اور نیچے گر پڑے گا!"

اور اچانک اس کے لیے یہ سب کچھ مزید برداشت کرنا ناممکن ہو گیا، اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا اور اس پر ایکا ایکی ہنسی کا مہیب، بے قابو، طویل، ہسٹریائی، بے آواز ہنسی کا دورہ پڑ گیا اور اس کا سارا وجود بے اختیار کانپنے لگا۔ ستارتس مسکرا مسکرا کر اس کی باتیں سنتا رہا اور پھر اس نے بڑے پیار اور ملائمت سے اس کے لیے دعائے خیر کی۔ لیکن جب وہ اس کا ہاتھ چومنے لگی، وہ اسے یک لخت اپنی آنکھوں پر لے گئی اور اس سے انہیں سہلانے لگی، اور پھر وہ یک دم زور زور سے رونے لگی۔

"آپ مجھ سے خفا نہ ہوں۔ میں ہوں ہی احمق، نکمی اور بے مصرف... اور ایلوشا غالباً اپنے رویے میں حق بجانب ہے اور اگر وہ کسی کے ہاں، جو اتنی مضحکہ خیز ہے، آتا اور اس سے ملنا نہیں چاہتا تو وہ شاید راستی پر ہے۔"

"میں یقیناً کچھ ایسا اہتمام کروں گا کہ وہ تمہیں ملنے چلا آئے۔" ستارتس نے وعدہ کیا۔

5

آمین، آمین

ستارتس حجرے سے تقریباً پچیس منٹ غیر حاضر رہا تھا۔ ساڑھے بارہ بج چکے تھے لیکن ابھی

تک دمتری فیودرووچ کی آمد کے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے تھے جس کی خاطر سب لوگ یہاں جمع ہوئے تھے۔ تقریباً کچھ یوں دکھائی دینے لگا تھا جیسے وہ اس کے متعلق بھول چکے ہوں اور جب ستارتس دوبارہ حجرے میں واپس آیا، اس نے دیکھا کہ اس کے ملاقاتی بڑے جوش و خروش سے آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔ زیادہ تر گفتگو ایوان فیودرووچ اور دونوں راہب پادریوں کے مابین ہو رہی تھی۔ مائی اوسف، جو واضح طور پر بہت مضطرب نظر آ رہا تھا، اس میں شریک ہونے کی کوشش ضرور کر رہا تھا لیکن ایک بار پھر اس کی کوئی دال نہ گل سکی ـــ اسے صریحاً نظر انداز کیا جا رہا تھا۔ دوسرے اسے جواب دینے کی بھی کوئی زحمت گوارا نہیں کرتے تھے اور ان کا یہ رویہ اس کی جھنجھلاہٹ میں مزید اضافے کا موجب بن رہا تھا۔ دراصل وہ اس سے پہلے بھی ایوان فیودرووچ کے ساتھ علمی امور پر پنجہ آزمائی کر چکا تھا اور اسے اس کا اپنے آپ کو دوسروں سے برتر سمجھنے کا انداز قطعاً پسند نہیں آیا تھا۔ "اب تک یورپ میں علمی میدانوں میں جو تازہ ترین ترقیاں ہوئی ہیں، کم از کم میں نے اپنے آپ کو ان سے باخبر رکھا ہے لیکن یہ نئی نسل ہمیں کوئی گھاس ہی نہیں ڈالتی۔" وہ اپنے دل میں سوچ رہا تھا۔

فیودر پاولووچ جو اپنا منہ بند رکھنے کا وعدہ کر چکا تھا، واقعی کچھ دیر خاموش بیٹھا رہا حالانکہ وہ پیوتر الیکسانڈرووچ کو حقارت آمیز تبسم کے ساتھ دیکھتا رہا تھا اور یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اس کی بکی کے منظر سے لطف اندوز ہوتا رہا ہو۔ وہ کچھ عرصے سے اس کے ساتھ اپنا پرانا بدلہ چکانے کے چکر میں تھا اور اب وہ اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتا تھا۔ آخرکار جب اس سے مزید نہ رہا گیا، وہ اپنے ہم پہلو شخص کی جانب جھکا اور نیم سرگوشی میں ایک بار پھر اس سے الجھنے لگا:

"جب میں نے اسے 'پیار سے چومتے ہوئے' کہا تھا تو تم اٹھ کر چلے کیوں نہ گئے؟ تم اس قدر کے بدنام زمانہ اور بے ہودہ لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے پر راضی کیسے ہو گئے؟ اس کی وجہ میں تمہیں بتاتا ہوں۔ تم سمجھتے تھے کہ یہاں تمہاری توہین ہوئی ہے، تمہاری تذلیل کی گئی ہے۔ چنانچہ تم یہاں ڈٹے رہے تاکہ تم اپنی ذات کی نمائش کر سکو اور یوں اپنا حساب برابر کر سکو۔ یوں تم یہاں سے تب تک نہیں ہلو گے جب تک اپنی ذہانت کا مظاہرہ کر کے ان پر اپنا سکہ نہ جما سکو۔"

"اب دوبارہ شروع نہ ہو جاؤ۔ تم بالکل غلطی پر ہو۔ میں اب جا رہا ہوں۔"

"تم ابھی نہیں جاؤ گے، تم سب سے آخر میں جاؤ گے، سب سے آخر میں!" فیودر پاولووچ نے اس کے صبر کا امتحان لیتے ہوئے کہا۔ عین اسی لمحے ستارتس واپس آ گیا۔

لفظی تکرار کچھ دیر کے لیے تھم گئی لیکن جب ستارتس دوبارہ اپنی نشست سنبھال چکا، اس نے اپنے مہمانوں پر مربیانہ نگاہ ڈالی جیسے وہ انہیں دعوت دے رہا ہو کہ وہ اپنی گفتگو جاری رکھیں۔ الیوشا

کو، جو بزرگ ستارتس کے چہرے کے ایک ایک تاثر سے اچھی طرح آگاہ ہو چکا تھا، صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ بری طرح تھک چکا ہے لیکن کوشش کر رہا ہے کہ اس کی یہ کیفیت دوسروں پر ظاہر نہ ہونے پائے۔ اپنی حالیہ علالت کے دوران میں اس پر تھکاوٹ کے سبب غشی کے دورے پڑنے لگے تھے۔ غشی کا دورہ پڑنے سے پہلے چہرے پر جو ایک قسم کی بے رونقی اور زردی نمودار ہو جاتی ہے، وہی اب اس کے چہرے پر دکھائی دینے لگی تھی اور اس کے ہونٹ بھی پیلے ہو چکے تھے۔ لیکن بظاہر یہی معلوم ہو رہا تھا کہ وہ کسی خاص وجہ سے اس محفل کو درہم برہم نہیں کرنا چاہتا ـــ لیکن وہ وجہ کیا تھی، الیوشا اسے دریافت کرنے کے لیے پورے انہماک سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔

"ہم ان صاحب کے انتہائی دلچسپ مقالے کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں:" مہتمم کتب خانہ فادر آئی اوسف نے ستارتس کی طرف رخ کرتے اور ایوان فیودرووچ کی جانب ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اس میں متعدد نئے نکات شامل ہیں تاہم میرا خیال ہے کہ اصل نکتے کی دو طریقوں سے تشریح کی جا سکتی ہے۔ یہ مقالہ کلیسائی عدالتوں اور ان کے دائرۂ اختیار کے بارے میں ہے اور یہ کلیسا کے ایک رکن (۷۷ الف) کے، جس نے اس موضوع پر پوری کتاب لکھ دی ہے، جواب میں تحریر کیا گیا ہے..."

"بدقسمتی سے میں تمہارا مقالہ پڑھ تو نہیں سکا، تاہم میں نے اس کے بارے میں سنا ضرور ہے۔" ستارتس نے دخل اندازی کرتے اور ایوان فیودرووچ کو عقابی اور باریک بین نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ ایک بہت ہی دلچسپ نقطۂ نظر سے لکھا گیا ہے:" مہتمم کتب خانہ نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے کہ جہاں تک کلیسائی عدالتوں کا تعلق ہے، اس میں کلیسا اور مملکت کی علیحدگی کے تصور کو مسترد کر دیا گیا ہے۔"

"بات ہے تو دلچسپ لیکن تمہارے خیال میں کن معنوں میں؟" ستارتس نے ایوان فیودرووچ سے پوچھا۔

مختصر وقفے کے بعد مؤخرالذکر جواب دینے لگا۔ اس کی گفتار میں اپنے آپ کو دوسروں سے برتر سمجھنے والی مربیانہ شائستگی کا شائبہ تک نہیں تھا جس کا الیوشا کو اندیشہ تھا بلکہ وہ خاصی احتیاط پسندی اور انکسار کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ جس انداز سے وہ گفتگو کر رہا تھا، صاف نظر آ رہا تھا کہ اس سے اس کا مقصد دوسروں کو اپنی بات سمجھانا ہے، اپنا کوئی ڈھکا چھپا مطلب حاصل کرنا مقصود نہیں۔

"میں اپنی گفتگو کا آغاز اس قضیے (Proposition) سے کرتا ہوں: اس حقیقت کے باوجود کہ کلیسا اور مملکت کو یکجا کرنے اور دونوں کے مابین موافقت پذیر تعلق استوار کرنے کا تو ذکر ہی

کیا، معمول کا تعلق قائم کرنا بھی ناممکن امر ہے کیونکہ اس کی بنیاد مغالطے پر رکھی گئی ہے، تاہم مختلف عناصر کو، یعنی کلیسا اور مملکت کے بنیادی عوامل کو علیحدہ و علیحدہ تصور کرتے ہوئے، یکجا کرنے کا عمل تا ابد جاری رہے گا۔ قانون کا نفاذ کیسے ہو اور عدالتیں کیسے قائم کی جائیں، میرے خیال کے مطابق اس قسم کے معاملات میں کلیسا اور مملکت کے مابین مصالحت ناممکن ہے کیونکہ اپنی روح اور فطرت کے اعتبار سے دونوں کے نقطۂ نظر میں بعد المشرقین ہے۔ کلیسا کے جس رکن کے ساتھ میرا اختلاف ہوا ہے، اس کا یہ کہنا ہے کہ کلیسا کو مملکت کے اندر واضح طور پر ایک متعین مقام حاصل ہے، تاہم میرا استدلال اس کے نقطۂ نظر کے بالکل برعکس ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کلیسا مملکت کے اندر اپنے لیے کوئی کونہ کھدرا تلاش کرنے کی بجائے ساری مملکت کو اپنا جزو بنا لے اور یہ کہ اگر کسی وجہ سے فی الحال یہ ممکن نہ ہو تو حالات کا تقاضا یہی ہے کہ وہ نصرانی معاشرے کی آئندہ کی پوری ترقی کا فریضہ اپنے ذمے لے لے اور اس کام کو باقی تمام کاموں پر ترجیح دی جائے۔"

"بالکل درست!" خاموش طبع اور صاحب علم فادر پائیسی نے اختصار سے کام لیتے ہوئے پُر وثوق انداز سے کہا۔

"یہ تو پوپ کے اختیارات میں توسیع (78) کرنے کا انتہا پسندانہ نظریہ ہے،" مائی اوسف نے واویلا کرتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے بے چینی کے عالم میں اپنی ایک ٹانگ دوسری پر رکھ لی۔

"لیکن ہمارے ہاں کوئی پہاڑ وہاڑ نہیں،" فادر آئی اوسف نے ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کہا اور اس نے ستارتس کی جانب متوجہ ہو کر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے مزید کہا، "ان صاحب نے اپنے مخالف کے، جو یاد رہے کلیسا کا رکن ہے، بنیادی اور لازمی عقائد کا یوں جواب دیا ہے: اول، کوئی بھی سماجی ادارہ اپنے ارکان کے شہری اور سیاسی حقوق بروئے کار لانے کا فریضہ نہ تو سنبھال سکتا ہے اور نہ اسے سنبھالنا چاہیے۔ دوم، فوجداری اور دیوانی قوانین کا اختیار کلیسا کی تحویل میں نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس قسم کا اختیار کلیسا کی فطرت سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا جو (دنیوی نہیں) الوہی ادارہ ہے اور مذہبی مقاصد کو حاصل کرنے کی غرض سے کام کرنے والے لوگوں کی جماعت ہے۔ تیسرا اور آخری نکتہ یہ ہے: کلیسا کی بادشاہی اس دنیا کی نہیں بلکہ..."

"یہ محض حجت بازی ہے،" فادر پائیسی نے، جس کے لیے مزید ضبط کرنا دشوار ہوتا جا رہا تھا، مخل اندازی کرتے ہوئے کہا، "ایسی بات کہنا کلیسا کے کسی بھی رکن کو زیب نہیں دیتا۔ میں نے وہ کتاب پڑھی ہے جس کی تم مخالفت کر رہے ہو،" اس نے ایوان فیودرووچ کی جانب متوجہ ہو کر کہا، "اور مجھے یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوتا ہے کہ کلیسا کا کوئی رکن اس قسم کا دعویٰ کر سکتا ہے کہ 'کلیسا کی

بادشاہی اس دنیا کی نہیں' (79)۔ اگر اس کا اس دنیا سے کوئی تعلق نہیں، پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کے لیے یہاں زمین میں مطلق کوئی گنجائش ہے ہی نہیں۔ مقدس صحائف میں 'اس دنیا کی نہیں' کے الفاظ مختلف مفہوم میں استعمال ہوئے ہیں۔ آدمی کو اس قسم کے الفاظ کے ساتھ شعبدے بازیاں نہیں کرنا چاہئیں۔ ہمارے خداوند مسیح دنیا میں خاص طور پر کلیسا ہی تو قائم کرنے آئے تھے۔ البتہ آسمان کی بادشاہی زمین پر نہیں بلکہ آسمان ہی پر ہے جس میں داخلہ صرف کلیسا کی، جس کی اساس اور قیام زمین پر عمل میں آیا ہے، وساطت سے ہی مل سکتا ہے، کسی اور کی وساطت سے نہیں۔ چنانچہ یہاں دنیاوی انداز سے الفاظ کے ساتھ حجت بازی ناقابل قبول ہے اور اس چیز کی مستحق نہیں کہ اس پر توجہ دی جائے۔ کلیسا حقیقتاً بادشاہی ہے اور حکم چلانا اس کا مقدر ہے اور آخرکار یہ لاریب ساری دنیا میں بادشاہی کی حیثیت سے قائم ہو جائے گا کیونکہ اس کا وعدہ کیا جا چکا ہے..." (80)

اس نے اچانک اپنی زبان روک لی اور چپ سادھ لی۔ ایوان فیودرووچ، جو احترام اور توجہ کے ساتھ اس کی گفتگو سنتا رہا تھا، انتہائی سکون اور دل جمعی لیکن پہلے جیسے ولولے اور معصومیت کے ساتھ ستارتس سے مخاطب ہوا۔

"میرے مقالے کا اصل اور بڑا استدلال یہ ہے کہ زمانہ قدیم میں عیسوی تقویم کی پہلی تین صدیوں کے دوران میں عیسائیت ہی کلیسا تھی اور کلیسا کے سوا اور کچھ نہیں تھی۔ تاہم جب کافر رومی مملکت (81) نے عیسائیت قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا اور ناگزیر طور پر ہوا یہ کہ مملکت نے کلیسا کو محض اپنے اندر مدغم کر لیا لیکن خود متعدد اعتبار سے کافر کی کافر مملکت ہی رہی۔ اگر حقیقت کی آنکھوں سے دیکھا جائے تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ وقوع پذیر صرف یہی صورت حال ہو سکتی تھی۔ عملاً کافر تہذیب اور دانش کے کچھ زیادہ ہی اجزا — مثلاً سلطنت کے اغراض و مقاصد اور بنیادی اصول — یوں کے توں برقرار رکھے گئے۔ تاہم صاف ظاہر ہے کہ جب مسیح کا کلیسا مملکت کا اتحادی بنا، وہ نہ تو اپنے کسی بھی اصول سے دستبردار ہو سکتا تھا، نہ وہ ان ٹھوس چیزوں سے انحراف کر سکتا تھا جن پر اس کی بنیادیں استوار کی گئی تھیں اور نہ وہ اپنے ان اغراض و مقاصد کے ماسوا کسی دیگر اغراض و مقاصد کی پیروی کر سکتا تھا جنہیں خود ہمارے خداوند مسیح نے منکشف کیا تھا اور جو مضبوطی سے قائم ہو چکے تھے یعنی ساری دنیا کی، جس میں یہ پوری کی پوری قدیم کافر سلطنت بھی شامل تھی، کایا پلٹ دی جائے گی اور اسے کلیسا بنا دیا جائے گا۔ چنانچہ (مستقبل میں جھانکتے ہوئے) یہ کلیسا کا کام نہیں کہ وہ کسی بھی دوسرے معاشرتی ادارے کی طرح یا 'لوگوں کی اس جماعت کی مانند جو مذہبی مقاصد کی پیروی کرتی ہے' جیسا کہ اس مصنف نے کہا ہے جس کے ساتھ میرا نزاع چل رہا ہے، مملکت میں اپنے لیے کوئی واضح طور پر متعین مقام تلاش کرتا پھرے، بلکہ اس کے برعکس ہونا یہ چاہیے کہ بالآخر

دنیا کی تمام مملکتیں اپنے آپ کو مکمل طور پر کلیسا میں، کسی اور چیز میں نہیں صرف کلیسا میں تبدیل کر لیں لیکن اس سے پہلے انہیں ان تمام مقاصد سے دست بردار ہونا پڑے گا جو کلیسا کے مقاصد سے لگا نہیں کھاتے۔ اس سے مملکت کی شان میں کوئی بٹا نہیں لگے گا، عظیم مملکت کی حیثیت سے اس کی شان وشوکت اور عزو وقار میں کوئی فرق نہیں آئے گا اور نہ اس کے رہنماؤں کے جاہ و جلال میں کوئی کمی واقع ہوگی بلکہ اس سے ہوگا محض یہ کہ یہ اپنے نادرست، کافرانہ اور غلط راستے سے ہٹ جائے گی اور اس واحد سچے اور سیدھے راستے پر چل پڑے گی جو ابدی مقاصد کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ 'کلیسائی عدالت کے اصول' کا مصنف صرف تبھی درست محاکمہ کر پاتا اگر اس نے ان اصولوں کی جانچ پرکھ کرنے اور انہیں پیش کرنے کے دوران میں انہیں محض عارضی اور ناگزیر مصالحت گردانا ہوتا جو ہمارے گناہوں سے بھرپور اور غیر کامل زمانے میں ضروری ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ لیکن جونہی ان اصولوں کا داعی مصنف ڈھٹائی سے یہ اعلان کرتا ہے کہ جن نظریات کی وہ ترویج کر رہا ہے (ان میں سے چند ایک فادر مائی اوسف نے ابھی ابھی گنوائے ہیں) وہ لامبدل، بنیادی اور فطری ہیں تو وہ کلیسا اور اس کے مقدس، ابدی اور لامبدل مقدر سے براہ راست برسرپیکار ہو جاتا ہے۔ میرے مقالے کا لب لباب بس یہی ہے۔"

"مختصراً،" فادر پائیسی نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا، "بعض نظریات کے مطابق جو ہماری اس انیسویں صدی میں کچھ زیادہ ہی مقبول ہو گئے ہیں، کلیسا کو لازماً مملکت میں تبدیل کر دینا چاہیے اور یوں سائنس، روحِ عصر اور تہذیب کے لیے راستہ ہموار کر دینا چاہیے۔ اگر یہ ایسا کرنے کے لیے راضی نہ ہوا، اس نے اس کی مزاحمت کی، تو یہ مملکت کا محض دم چھلا بن کر رہ جائے گا اور اس سے بھی بڑی بات یہ ہوگی کہ خود مملکت اس کی نگران بن جائے گی —— آج کل یورپ کے تمام جدید ممالک میں یہی کچھ ہو رہا ہے بلکہ ہو چکا ہے۔ تاہم روسی اندازِ فکر (82) کے مطابق ضرورت اس بات کی نہیں ہے کہ کلیسا کو مملکت میں تبدیل کر دیا جائے جیسے کوئی چیز نچلے سے اوپر کے درجے میں پہنچ جاتی ہے بلکہ اس کے برعکس مملکت کو بالآخر اپنے آپ کو اس قابل بنا لینا چاہیے کہ وہ کلیسا، صرف کلیسا، اور کچھ نہیں، بننے کی مستحق ہو جائے۔ آمین، آمین!"

"خیر، جناب عالی، مجھے اقرار کرنا پڑے گا کہ آپ نے میرا دل خوش کر دیا ہے،" مائی اوسف نے مسکراتے اور اپنی ہاتھوں کو ایک دوسرے کے اوپر رکھتے ہوئے کہا۔ "جہاں تک میں سمجھ پایا ہوں کہ یہ انتہائی مستقبل بعید میں، شاید مسیح کے ظہور ثانی کے عہد میں، کسی قسم کے آدرش کے حصول کا مسئلہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ بہتر جانتے ہیں۔ یہ ایک طرح کا خوب صورت اور پرشکوہ یوٹوپیائی خواب ہے جب جنگیں، سفارت کاری، بینک وغیرہ مفقود ہو جائیں گے۔ کوئی سوشلزم سے ملتی جلتی چیز

دکھائی دیتی ہے اور میں یہاں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ آپ پوری سنجیدگی سے گفتگو فرما رہے ہیں اور مثال کے طور پر اب کلیسا مجرموں کا محاکمہ شروع کرے گا اور انہیں کوڑوں، قید بامشقت، بلکہ موت تک کی بھی سزائیں سنانے لگے گا۔"

"خیر، اگر آج کل صرف کلیسائی عدالتیں ہی ہوتیں،" ایوان فیودورووچ نے ایک بار بھی پلک جھپکائے بغیر بڑے سکون سے کہا، "پھر بھی کلیسا لوگوں کو قید بامشقت یا موت کی سزائیں نہ سناتا۔ اس وقت تک لازماً جرم اور اس کے متعلق لوگوں کے رویے کو تبدیل ہونے کا موقع مل جاتا اور یہ سب کچھ ایکا ایکی یا برق رفتاری سے نہیں بلکہ دھیرے دھیرے، رفتہ رفتہ وقوع پذیر ہوتا —— لیکن ہوتا ضرور اور وہ بھی توقع سے کہیں جلدی...."

"کیا تم سنجیدگی سے بات کر رہے ہو؟" مائی اوسف نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"اگر کلیسا ہر چیز کو اپنی تحویل میں لینے میں کامیاب ہو گیا، پھر یہ لوگوں کی گردنیں اڑانے سے گریز کرے گا، اس کی بجائے یہ مجرموں اور نافرمانوں کو گرجوں میں عبادت کرنے یا ساکرامنت (83) کی مقدس رسم میں شریک ہونے کے حقوق سے محروم کرے گا۔" ایوان فیودورووچ نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "میں پوچھتا ہوں کہ ان حقوق سے محروم ہونے کے بعد مجرم اور نافرمان کہاں جائے گا؟ ذرا سوچیں، اسے نہ صرف اپنے عزیزوں، دوستوں اور دوسرے قریبی لوگوں کو چھوڑنا پڑے گا بلکہ خود مسیح سے بھی دست بردار ہونا پڑے گا۔ جرم کا ارتکاب کر کے وہ محض انسانوں ہی کے نہیں بلکہ خود مسیح کے کلیسا کے خلاف بغاوت کے جرم کا مرتکب ہوگا۔ اگر صحیح معنوں میں دیکھا جائے، آج کل بالکل یہی کچھ ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کا کھلے بندوں اقرار نہیں کیا جاتا اور زمانہ جدید کا مجرم اکثر اپنے ضمیر کے ساتھ مصالحت کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ 'درست، میں نے چوری کی ہے، لیکن میں نے کلیسا پر تو حملہ نہیں کیا، میں مسیح کا دشمن نہیں ہوں۔' موجودہ زمانے کا مجرم کچھ اسی قسم کی بات اپنے آپ سے کہتا رہتا ہے، لیکن اگر کلیسا مملکت کی جگہ لے لے، پھر پوری دُنیائے کلیسا (کے احکام) کو ٹھکرائے بغیر اس کے لیے یہ سب کچھ کہنا مشکل ہو جائے گا۔ پھر اسے کہنا پڑے گا، 'سب لوگ غلطی پر ہیں، ہر شخص سے سہو ہو رہا ہے، سارا کلیسا باطل ہے، صرف میں، یعنی قاتل اور چور، سچا مسیحی کلیسا ہوں۔' کسی شخص کے لیے بھی اپنے آپ سے اس قسم کی بات کہنا تقریباً ناممکن ہوگا۔ اس کے لیے غیر معمولی احوال اور حالات درکار ہوں گے جو بمشکل موجود ہو سکتے ہیں۔ اب اس کے برعکس جرم کے متعلق خود کلیسا کا نقطۂ نظر لیں: کیا اسے اپنا موجودہ، تقریباً کافرانہ رویہ تبدیل نہیں کرنا ہوگا اور اصلاحی طور پر غیر صحت مند عضو کو کاٹنے کی بجائے، جیسا کہ معاشرے کے تحفظ کے لیے آج کل کیا جاتا ہے، کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ یہ اپنے آپ کو مکمل طور پر منقلب کر لے

تا کہ انسان کے احیائے نو، اس کی نشاۃ ثانیہ اور نجات کے لیے کوشش کی جا سکے...؟"

"یہ سب کیا ہے؟ تم کیا کر رہے ہو؟ تم نے ایک بار پھر مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے۔" مائی اوسف نے اس کی بات میں دخل اندازی کرتے ہوئے کہا۔ "یہ تم جو گھٹ راگ گھڑ رہے ہو، کیا یہ تمہارا کوئی اور خواب ہے؟ جو کچھ تم کہہ رہے ہو اس کا کچھ مفہوم نہیں بنتا۔ تمہاری بات میرے پلے پڑی ہی نہیں۔ تمہارا مطلب کیا ہے، تم کہنا کیا چاہتے ہو ـــــ کلیسائی حقوق سے محرومی؟ حقے پانی کی بندش؟ کیسی محرومی، کیسی بندش؟ ایوان فیودوروچ، میرا خیال ہے تم ہمارا مذاق اڑا رہے ہو۔"

"درحقیقت آج کل کے حقائق و کوائف بالکل یہی ہیں۔" ستارتس اچانک بولنے لگا اور ہر شخص کی توجہ اس کی جانب مبذول ہو گئی۔ "اگر آج مسیح کا کلیسا موجود نہ ہو تو پھر مجرموں اور خطاکاروں کو بدی سے روکنے والی کوئی چیز نہیں رہے گی اور نہ بعد ازاں (جرم کے ارتکاب کے بعد) اسے کوئی سزا، صحیح سزا، ملے گی اور یہ سزا جس کا میں یہاں ذکر کر رہا ہوں اس اصطلاحی سزا کے بالکل الٹ ہے جس کا یہاں ذکر کیا گیا ہے اور جو اکثر صورتوں میں محض تلخی ابھارتی ہے جب کہ اصلی سزا، اپنی قسم کی واحد چیز ہے جو موثر ثابت ہوتی ہے، اپنی نوعیت کی واحد چیز ہے جو مجرم کو (آئندہ جرم کے ارتکاب سے) باز رکھتی ہے اور معاشرے کے ساتھ اس کی مصالحت کراتی ہے اور یہ اصلی سزا وہ سزا ہے جس کا احساس ضمیر کی آگہی کے ذریعے کرایا جاتا ہے۔"

"میں پوری طرح سمجھ نہیں پایا، آپ کی بڑی نوازش ہو گی اگر آپ اس کی وضاحت فرما دیں۔" مائی اوسف نے پُر جوش تجسس سے کہا۔

"اصل میں بات کچھ یوں ہے۔" ستارتس نے کہا۔ "آپ (خطاکاروں کو) قید بامشقت دے لیں یا جیسا کہ ماضی میں ہوتا رہا ہے انہیں کوڑوں کی سزا سنا دیں، اس سے نہ کسی کی اصلاح ہوئی ہے اور نہ ہو گی اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس سے مجرموں کی کوئی خاص حوصلہ شکنی بھی نہیں ہوتی اور جرائم کی تعداد میں نہ صرف یہ کہ کوئی کمی واقع نہیں ہوتی بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان میں اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے۔ میں نے جو کچھ کہا ہے یقیناً آپ اس سے متفق ہوں گے۔ چنانچہ حالت یہ ہو گئی ہے کہ معاشرہ بالکل محفوظ نہیں رہا کیونکہ اگرچہ تکنیکی اعتبار سے مجرم کو معاشرے سے خارج کر دیا جاتا ہے اور اسے کسی ایسی جگہ بھیج دیا جاتا ہے جہاں وہ عوام الناس کی نظروں سے اوجھل رہتا ہے، (عملاً ہوتا یہ ہے کہ) اس کی جگہ کوئی دوسرا مجرم، بلکہ ایک کی بجائے دو مجرم لے لیتے ہیں (اور یوں جرم کا کاروبار بند نہیں ہوتا بلکہ مزید پھیل جاتا ہے)۔ اس گئے گزرے زمانے میں بھی اگر کوئی چیز معاشرے کو تحفظ فراہم کر سکتی، مجرم کی اصلاح کر سکتی اور اسے نیا آدمی بنا سکتی ہے تو وہ صرف مسیح کا قانون ہے جو اس کے صرف اپنے ضمیر کے ذریعے کام کرتا ہے۔ صرف مسیح کی

جماعت یعنی کلیسا کے فرزند کی حیثیت ہی سے اپنے جرم کا اعتراف کر کے وہ جماعت یعنی کلیسا کے سامنے اپنے جرم کا اعتراف کر سکتا ہے۔ چنانچہ آج کا مجرم مملکت کی بجائے صرف کلیسا کے سامنے اپنے جرم کا اعتراف کر سکتا ہے۔ اب اگر فیصلہ کرنے کا اختیار جماعت کے پاس ہو جو کلیسا کی حیثیت سے کام کر رہی ہے، پھر جماعت کو معلوم ہو گا کہ کسے معاف کیا جا سکتا ہے اور دوبارہ ہم عقیدہ لوگوں کی صف میں واپس لایا جا سکتا ہے۔ تاہم اس وقت جو حالات کارفرما ہیں، ان میں چونکہ کلیسا کو کسی قسم کے حقیقی عدالتی اختیارات حاصل نہیں، وہ زیادہ سے زیادہ صرف اخلاقی تادیب کر سکتا ہے اور یوں وہ مجرم کو کوئی اصل سزا دینے سے گریز کرتا ہے۔ وہ نہ تو اسے گرجے میں عبادت کرنے اور ساکرامنٹ کی مقدس رسم میں شریک ہونے سے روکتا ہے اور نہ اسے (اپنے) دانش مندانہ مشورے سے محروم رکھتا ہے۔ مزید برآں، مجرم کے معاملے میں کلیسا روحانی طور پر رہنمائی کرنے کا اپنا پورا کردار برقرار رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ اسے عبادت میں شریک ہونے اور رفاقتِ مسیح کی رسم کی ادائیگی کے دوران میں مقدس روٹی کا لقمہ اور شراب لینے کی اجازت دیتا ہے، اسے صدقہ و خیرات سے نوازتا ہے اور اس کے ساتھ کچھ اس قسم کا سلوک کرتا ہے جیسے وہ ظالم نہ ہو، مظلوم ہو۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مملکت کا قانون اسے (یعنی مجرم کو) جس طرح مسترد کرتا ہے اور اس کا دوسروں کے ساتھ میل جول منقطع کر دیتا ہے، اگر خدانخواستہ مسیحی جماعت یعنی کلیسا بھی اسے اسی طرح مسترد کر دے، پھر اس (مجرم) کا کیا بنے گا؟ اگر مملکت کے قانون کے تحت سزا دیے جانے کے بعد کلیسا بھی فوراً اپنا فیصلہ سنا دے اور اسے گرجے میں عبادات اور دوسری مقدس رسوم میں شرکت کے حق سے محرومی کی سزا دے دے، پھر کیا ہو گا؟ پھر کم از کم روسی خطاکار کے لیے اس سے زیادہ یاس آور اور ہمت شکن چیز اور کوئی نہیں ہو گی کیونکہ روسی جرائم پیشہ اشخاص ابھی تک صاحبانِ ایمان ہیں۔ کون جانے پھر کیا ہو گا، شاید کوئی خوفناک چیز وقوع پذیر ہو جائے ـــــ شاید مایوسی میں محصور مجرم ایمان کی دولت سے ہی ہاتھ دھو بیٹھے۔ تب؟ لیکن کریم النفس اور شفیق ماں کی طرح کلیسا اصلی سزا سنانے سے گریز کرتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ خطاکار کو مملکت کے قانون کے تحت ہی کافی سزا مل چکی ہے اور کوئی تو ایسا ہو جو اس پر، اور کچھ نہیں، کم از کم ترس تو کھائے۔ تاہم کلیسا اصل سزا دینے سے کیوں گریز کرتا ہے، تو اس کی صحیح وجہ یہ ہے کہ کلیسا کا فیصلہ واحد فیصلہ ہوتا ہے جس میں صداقت شامل ہوتی ہے، چنانچہ یہ لغوی اور اصطلاحی دونوں ہی مفاہیم کے اعتبار سے تقاضائے مصلحت کے طور پر بھی کسی بھی دوسرے فیصلے کی موجودگی قبول نہیں کر سکتا۔ یہاں کسی قسم کی سودے بازی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کہا جاتا ہے کہ غیر ملکی مجرم شاذ و نادر ہی تائب ہوتا ہے کیونکہ عصرِ جدید کی تمام تعلیمات اس کا یہ یقین راسخ کر دیتی ہیں کہ اس کا جرم کوئی جرم نہیں بلکہ یہ تو

سفاک قوت کی ناانصافی کے خلاف محض بغاوت ہے۔ معاشرہ اسے اپنے سے کاٹ کر الگ پھینک دیتا ہے کیونکہ اسے جو دنیاوی طاقت حاصل ہے، وہ اس کے ذریعے اس پر غالب رہا ہے۔ وہ اس کا محض اخراج ہی نہیں کرتا بلکہ اس سے گھن بھی کھانے لگتا ہے اور یوں معاملے کو مزید بگاڑ دیتا ہے (کم از کم یورپ میں تو یہی ڈھول پیٹا جاتا ہے)۔۔۔ مجرم کا یہ جو اخراج کیا جاتا ہے اور اس سے بھرپور نفرت روا رکھی جاتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ بعد ازاں ایک ہم جنس انسان کی حیثیت سے اس پر جو کچھ بیتتا ہے، معاشرہ اس سے بالکل لاپروا ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ اغماض برتنے لگتا ہے۔ چنانچہ یہ سب کچھ ہوتا ہے اور کلیسا برائے نام بھی ہمدردی کا اظہار نہیں کر پاتا کیونکہ متعدد مقامات پر کلیسا کا حقیقتاً کوئی وجود ہی نہیں، صرف اس کے ارکان اور پرشکوہ عمارتیں پائی جاتی ہیں۔ کیوں؟ صرف اس لیے کیونکہ مدتوں سے کلیسا ادنیٰ کلیسائی مقام سے اٹھ کر اعلیٰ دنیاوی مقام تک پہنچنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے تاکہ وہ مکمل طور پر مملکت میں ضم ہو جائے۔ کم از کم ان ممالک میں، جہاں لوتھر کا تتبع کیا جاتا ہے، صورت حال یہی ہے۔ جہاں تک روم کا تعلق ہے(84)، اسے ایک ہزار سال قبل کلیسا کی بجائے مملکت قرار دے دیا گیا تھا۔ چنانچہ جرائم پیشہ شخص اب اپنے آپ کو کلیسا کا فرد نہیں گردانتا اور جب اس کا مقاطعہ ہوتا ہے، وہ مایوسی کی اتھاہ گہرائیوں میں گر پڑتا ہے۔ تاہم اگر اسے معاشرے میں واپس آنے کا جو موقع ملتا ہے، اکثر اس کے دل و دماغ میں اتنی تلخی بھر چکی ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس سے الگ کر لیتا ہے۔ اس کے نتائج و عواقب کیا ہوں گے، اس کا فیصلہ آپ خود کر سکتے ہیں۔ کئی لحاظ سے کچھ یوں نظر آتا ہے کہ اس کا اطلاق ہمارے اپنے ملک پر بھی ہوتا ہے لیکن کہنا یہ ہے کہ قانونی بنیادوں پر قائم دیوانی عدالتوں کے علاوہ ہمارے پاس سب سے بڑھ کر کلیسا بھی ہے جو جرائم پیشہ شخص کے ساتھ اپنا رابطہ ہمیشہ برقرار رکھتا ہے جسے ابھی تک چہیتا اور بیش بہا فرد تصور کیا جاتا ہے اور اہم بات یہ ہے کہ خیالوں میں ہی سہی، کلیسا کا فیصلہ بہرحال موجود ہے اور اسے برقرار رکھا جاتا ہے۔ فی الحال کلیسا واقعتاً مجرم کو کوئی سزا نہیں دیتا لیکن وہ اپنا فیصلہ محفوظ رکھتا ہے اور یہ خواب دیکھتا ہے کہ کم از کم مستقبل میں اس پر ضرور عمل ہوگا اور جرائم پیشہ شخص جبلی طور پر اس کا اعتراف کرتا ہے۔ یہاں چند لمحے پہلے جو کچھ کہا گیا تھا، وہ بالکل درست ہے۔ اگر کلیسا کے فیصلوں کا نفاذ پوری قوت کے ساتھ عمل میں آ جائے یعنی اگر سارا معاشرہ کلیسا کی شکل اختیار کر جائے، پھر ہوگا یہ کہ نہ صرف کلیسا کے فیصلوں سے جرائم پیشہ افراد کی پہلے کی نسبت کہیں زیادہ اصلاح ہو سکے گی بلکہ خود جرائم کی شرح بھی شاید واقعی کم ہو جائے گی اور بے شمار صورتوں میں مستقبل کا کلیسا مجرموں اور جرائم کے بارے میں بالکل ہی مختلف رویہ اختیار کر لے گا۔ یہ اس حیثیت میں ہوگا کہ کلیسا معاشرہ بدر لوگوں کو واپس جماعت میں لے آئے، متوقع خطاکاروں

کو بچا سکے اور گنہگاروں کی مدد کر سکے۔ ہاں،" ستارٹس نے مسکراتے ہوئے کہا، "نصرانی معاشرہ خود ابھی اس کے لیے تیار نہیں اور اپنی بقا کے لیے محض سات راست باز انسانوں (85) پر انحصار کرتا ہے، لیکن چونکہ یہ ہمیشہ ہی کافی ثابت ہوتے رہے ہیں، یہ اپنی جگہ مضبوطی سے کھڑا ہے اور اس دن کا انتظار کر رہا ہے جب یہ کم و بیش کافر سے کم و بیش مکمل طور پر آفاقی اور مکمل طور پر بااختیار کلیسا میں تبدیل ہو جائے گا اور یہ ہو کر رہے گا، بالکل ہو کر رہے گا خواہ اس کے ظہور پذیر ہونے کے لیے ابد تک کا عرصہ درکار ہو کیونکہ خداوند کی طرف سے صرف یہی مقدر ہو چکا ہے! وقتوں اور میعادوں کا جاننا تمہارا کام نہیں(86)، کیونکہ وقتوں اور میعادوں کا بھید خداوند کی حکمت، اس کی دوراندیشی اور اس کی محبت میں ہے۔ اور جو چیز انسان کے حساب سے ابھی بہت دور ہو، ہو سکتا ہے خداوند کی متعین کردہ تقدیر سے اس کے ظہور کا وقت قریب آ چکا ہو بلکہ وہ عین دروازے (87) پر پہنچ چکی ہو۔ آمین۔"

"آمین، آمین!" فادر پائیسی نے احترام اور سنجیدگی سے تائید کی۔

"عجیب، انتہائی غیر معمولی طور پر عجیب!" مائی اوسف نے کھلم کھلا غصے کا اظہار کرنے کی بجائے دبی دبی خفگی سے کہا۔

"آپ کو کون سی بات عجیب محسوس ہوئی؟" فادر آئی اوسف نے محتاط انداز سے پوچھا۔

"آخر ہم اس سے کیا مطلب اخذ کریں؟" مائی اوسف پھٹ پڑا۔ "روئے زمین پر مملکت کو نیست و نابود کر دیا جائے گا اور اس کی جگہ کلیسا کا درجہ بڑھا کر اسے مملکت کا مقام دے دیا جائے گا! یہ محض پاپائیت کا پرچار نہیں، بلکہ پکی پاپائیت ہے! خود پوپ گریگوری ہفتم (88) کے ذہن میں بھی اس قسم کی کوئی بات نہیں آ سکتی تھی!"

"آپ نے ستارٹس کے نقطۂ نظر کو بالکل غلط سمجھا ہے!" فادر پائیسی نے کرخت لہجے سے کہا۔ "آپ کی سمجھ میں یہ بات کیوں نہیں آ رہی کہ یہ کلیسا نہیں جو مملکت کی شکل اختیار کر لے گا؟ یہ ہمارا نہیں روم (رومن کیتھولک مسلک کے پیروکاروں) کا انداز فکر ہے۔ یہ ابلیس کی تیسری ترغیب ہے(89)۔ اس کے برعکس ہم سمجھتے ہیں کہ یہ مملکت ہے جو اپنے آپ کو کلیسا میں منقلب کر لے گی، اپنا درجہ بڑھا کر کلیسا کے درجے تک پہنچ جائے گی اور یوں ساری دنیا میں کلیسا بن جائے گی، اور یہ بہرحال کسی بھی قسم کی پاپائیت (یا رومی کیتھولک مسلک کے انداز فکر) اور خود تمہاری تشریح کے بالکل الٹ بات ہے جب ہم کہتے ہیں کہ روسی آرتھوڈوکس مسلک روئے زمین کا مقدر بن چکا ہے اور یہ بات اس سے کم تر نہیں۔ ستارہ مشرق ہی سے چمکے گا۔" (90)

مائی اوسف نے کچھ اس انداز سے چپ سادھ لی جیسے وہ دوسروں کو جتانا چاہتا ہو کہ وہ مزید

کچھ نہیں کہے گا۔ اس کے رویے سے عزّ و وقار ٹپک رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر کچھ اس قسم کا تبسم رقصاں تھا جیسے وہ اپنے آپ کو دوسروں سے کہیں برتر مخلوق تصور کرتا ہو اور ان کی صحبت میں بیٹھ کر ان پر احسان جتا رہا ہو۔ ایلیوشا نے اس سارے منظر کا دھڑ دھڑاتے دل کے ساتھ مشاہدہ کیا تھا۔ اس گفتگو نے اسے ذہنی طور پر بے حد پریشان کر دیا تھا۔ اتفاق سے اس کی نظر راکیتن پر پڑ گئی جو بے حس و حرکت دروازے کے قریب کھڑا تھا، جہاں وہ ساری گفتگو کے دوران میں کھڑا رہا تھا اور حالانکہ اس نے اپنی نگاہیں جھکا رکھی تھیں، وہ گفتگو میں شریک لوگوں کو بغور دیکھتا رہا اور ان کی باتیں پوری توجہ سے سنتا رہا تھا۔ اس کے لالوں لال چہرے کو دیکھ کر ایلیوشا نے اندازہ لگایا کہ وہ بھی اس کی طرح پریشان ہے اور اُس کی یہ پریشانی اس کی اپنی پریشانی سے شاید کم نہیں؛ ایلیوشا کو معلوم تھا کہ وہ کیوں پریشان ہے۔

”حضرات، اگر اجازت ہو تو میں آپ کو ایک چھوٹی سی کہانی سنانا چاہوں گا۔“ اچانک مِئی اوسف نے خاص طور پر بارُعب انداز سے کہا۔ ”چند سال گزرے، پیرس کے انقلاب دسمبر (91) کے فوراً بعد مجھے اپنے ایک واقف کار کے ہاں جانے کا اتفاق ہوا۔ وہ انتہائی اہم شخص تھا اور حکومتِ وقت کا رکن تھا۔ اس کے ہاں میری ملاقات ایک بہت دلچسپ ہستی سے ہوئی۔ یہ شخص حقیقتاً خود خفیہ ایجنٹ تو نہیں تھا لیکن وہ خفیہ ایجنٹوں کے پورے محکمے کا انچارج ضرور تھا — اور اپنی نوعیت کے اعتبار سے یہ بڑا بااثر عہدہ تھا۔ موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں نے محض تجسس کے جذبے سے اس کے ساتھ گفتگو شروع کر دی۔ اسے واقف کار کی حیثیت سے وہاں آنے کی دعوت نہیں دی گئی تھی بلکہ وہ کوئی رپورٹ دینے اپنی سرکاری حیثیت سے آیا تھا۔ جب وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا کہ اس کے افسرِ اعلیٰ نے میرا کس گرم جوشی سے استقبال کیا ہے تو اس نے مجھے قدرے صاف گوئی سے گفتگو کرنے کا اعزاز بخشا — ویسے یہ صاف گوئی ایک خاص حد تک ہی تھی، دراصل وہ اتنا صاف گو نہیں تھا جتنا کہ شائستہ تھا۔ اس کی یہ شائستگی بالکل فرانسیسی قسم کی تھی اور اس نے یہ رویہ خاص طور پر تب اپنایا تھا جب وہ بھانپ گیا تھا کہ وہ کسی فرانسیسی سے نہیں، بلکہ کسی غیر ملکی سے مخاطب ہے۔ خیر، میں اس کی باتیں بہت اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ گفتگو کا موضوع فرانس کے سوشلسٹ انقلابی تھے جن کا اس زمانے میں ناطقہ بند کیا جا رہا تھا۔ کہانی تو خاصی طویل ہے، میں بہرحال آپ کو مختصراً ایک انتہائی دلچسپ بات سنا رہا ہوں جو اس شخص کے منہ سے نکلی تھی۔ 'اگر میں آپ کو یہی بات بتاؤں؛ اس نے مجھ سے کہا؛ تو میں یہ عرض کروں گا کہ ہمیں ان سوشلسٹوں، نراجیوں، دہریوں، انقلابیوں اور ان جیسے دوسرے لوگوں سے ذرا بھی تشویش نہیں۔ ہم ان پر نگاہ رکھتے ہیں اور ہمیں ان کی حرکات و سکنات کا بخوبی علم ہوتا ہے۔ ان میں سے چند ایک — اگرچہ ان کی تعداد کوئی زیادہ

نہیں — خاص طرز کے لوگ ہیں۔ وہ خدا پر یقین رکھتے ہیں، عیسائیت کے پیروکار ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی وہ سوشلسٹ بھی ہیں۔ دراصل یہی وہ لوگ ہیں جن سے ہم سب سے زیادہ خوف زدہ ہیں۔ یہ بے حد وحشت ناک لوگ ہیں۔ دہریے سوشلسٹ سے عیسائی سوشلسٹ کہیں زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔' اس وقت بھی میرے دل پر اس کے ان الفاظ نے گہرا نقش ثبت کیا تھا اور اب آپ حضرات کی باتیں سن کر مجھے اس کے الفاظ پھر یاد آ گئے ہیں —“

”تو آپ کا خیال ہے کہ ان کا اطلاق ہم پر ہوتا ہے، آپ ہمیں سوشلسٹ سمجھتے ہیں؟“ فادر پائیسی نے کسی قسم کے ہیر پھیر کے بغیر سیدھے سبھاؤ اس سے پوچھا۔ لیکن پیشتر اس کے کہ پیوتر ایلیگزاندرووچ اس کے سوال کا کوئی جواب دیتا، دروازہ کھلا اور دمتری فیودرووچ، جس کا مدت سے انتظار ہو رہا تھا، اندر داخل ہوا۔ اس وقت تک سب لوگ اس کی آمد کی امید کھو بیٹھے تھے مگر اس کی اچانک آمد نے سب کو ششدر کر دیا۔

6

اس جیسا شخص زندہ رہنے کا مستحق نہیں

دمتری فیودرووچ اٹھائیس سال کا نوجوان تھا، اس کا قد درمیانہ اور خدوخال خوش گوار تھے لیکن وہ اپنے چہرے مہرے سے اپنی عمر سے کہیں زیادہ بڑا نظر آ رہا تھا۔ اس کا جسم گٹھا ہوا تھا اور اس کی شکل سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ جسمانی طور پر بہت قوی آدمی ہے۔ تاہم اس کا چہرہ قدرے مریضانہ تھا۔ یہ دبلا پتلا تھا، رخسار اندر کو دھنسے ہوئے تھے اور ان پر ایک طرح کی غیر صحت مندانہ زردی چھائی ہوئی تھی۔ اس کی سیاہ آنکھیں قدرے بڑی بڑی اور خاصی نمایاں تھیں، بظاہر تو ان سے بڑا عزم اور پکا ارادہ جھلکتا تھا لیکن ان میں کچھ ایسی بات ضرور تھی جو غمازی کر رہی تھی کہ یہ شخص قوتِ فیصلہ سے محروم ہے۔ جب وہ مضطرب و بے چین دکھائی دیتا تھا یا غصے کے عالم میں گفتگو کرتا تھا، اس کی آنکھیں اس کی داخلی کیفیت کی ترجمانی کرتی معلوم نہیں ہوتی تھیں بلکہ وہ کسی مختلف چیز کا، جس کا لمحہ موجود سے کوئی تعلق بنتا نظر نہیں آتا تھا، اظہار کرتی دکھائی دیتی تھیں۔ ”یہ بتانا مشکل ہے کہ وہ کیا سوچ رہا ہے،“ اس کے متعلق یہ رائے بعض اوقات وہ لوگ دیتے جو اس کے ساتھ مصروفِ گفتگو ہوتے۔ بعض دوسرے لوگ، جنہیں اس کی آنکھیں افسردہ اور کھوئی کھوئی نظر آتیں، کبھی کبھی

یہ دیکھ کر ششدر رہ جاتے کہ وہ اچانک کھلکھلا کر ہنسنے لگا ہے جو اس بات کی علامت تھی کہ عین اس لمحے، جب وہ اتنا غمگین اور پژمردہ معلوم ہوتا تھا، اس کے دماغ میں خوش کن اور پُر از ظرافت رو چل رہی ہے۔ اس وقت اس کے چہرے پر جو بیماروں جیسی زردی کھنڈی دکھائی دیتی تھی، اس کی ایک ممکن توضیح تھی: ہر شخص جانتا تھا کہ جب سے وہ (اس قصبے میں) آیا ہے، وہ بلا روک ٹوک ہنگامہ خیز اور فسق و فجور سے بھرپور زندگی گزارتا اور کثرت سے مے نوشی کرتا چلا آ رہا ہے۔ اور یہ بات بھی ہر شخص کے علم میں تھی کہ متنازعہ روپے پیسے کے سلسلے میں اس کا اپنے باپ سے جو مسلسل جھگڑا ہوتا رہتا ہے، اس نے اسے انتہائی زود رنج اور چڑچڑا بنا دیا ہے۔ یہ بات پہلے ہی قصبے میں گفتگو کا موضوع بن چکی تھی۔ یہ سچ ہے کہ وہ فطرتاً ذکی الحس، تنگ مزاج اور تند خو تھا، اور جیسا کہ ہمارے جسٹس آف دی پیس(92) سیمیون ایوانووچ کاچلنیکوف نے ہمارے قصبے کی ایک محفل میں فرمایا تھا اور صحیح فرمایا تھا کہ وہ متلون مزاج اور ڈانواں ڈول قسم کا آدمی ہے۔

جب وہ حجرے میں داخل ہوا، وہ بالکل بے عیب انداز سے لباس پہنے ہوئے تھے۔ اس کے فراک کوٹ(93) کے تمام بٹن بند تھے، ہاتھوں پر سیاہ دستانے تھے اور وہ اپنا ٹاپ ہیٹ ہاتھوں میں تھامے ہوئے تھا۔ ایک فوجی کی حیثیت سے، جس نے حال ہی میں اپنے کمیشن سے استعفیٰ دے دیا تھا، وہ ابھی تک اپنی مونچھوں کی نمائش ضرور کر رہا تھا تاہم اس کا باقی چہرہ صفا چٹ تھا۔ اس کے گہرے بھورے بال ترشوا کر چھوٹے کرا لیے گئے تھے اور کسی نہ کسی طرح کنگھی پھیر کر انہیں آگے کنپٹیوں تک پھیلا دیا گیا تھا۔ وہ عسکری انداز سے لمبے لمبے پُرعزم ڈگ بھرتا چلا آ رہا تھا۔ وہ ذرا کی ذرا دہلیز پر رکا، کھوجتی نظر کمرے میں ڈالی اور سیدھا ستارتس کے پاس چلا گیا جس کے متعلق اس نے قیافہ لگا لیا تھا کہ وہی میزبان ہوگا۔ وہ اس کے سامنے خاصا جھک گیا اور اس سے دعائے خیر کا طالب ہوا۔ ستارتس ذرا سا اوپر اٹھا اور اس نے اسے دعائے خیر سے نوازا۔ دمتری فیودورووچ نے عزت و احترام سے اس کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور انتہائی اضطراب بلکہ جھلاہٹ کے عالم میں اس سے مخاطب ہو کر کہنے لگا:

"میں نے آپ حضرات کو جو اتنا انتظار کرایا ہے، میں اس کے لیے آپ سے نہایت عاجزی سے معذرت خواہ ہوں اور مجھے امید ہے کہ آپ کرم فرمائی سے کام لیتے ہوئے مجھے معاف فرما دیں گے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ جب میں نے اپنے باپ کے ملازم سمردیاکوف سے خاص طور پر اجلاس کے وقت کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے دو مرتبہ واضح الفاظ میں مجھے بتایا کہ یہ ایک بجے ہوگا۔ مگر اب مجھے معلوم ہوا کہ..."

"پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں،" ستارتس نے اسے ٹوکتے ہوئے کہا "تمہیں بس ذرا

سی ذرا تاخیر ہوئی ہے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑا، کوئی قیامت نہیں ٹوٹی۔"

"میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں۔ مجھے پوری توقع تھی کہ آپ مجھ پر اتنی شفقت تو ارزاں فرمائیں گے۔" دمتری فیودورووچ جب ایک جھٹکے سے یہ الفاظ ادا کر چکا، وہ دوبارہ دو زانو ہو گیا۔ پھر وہ اپنے باپ کی جانب جھکا اور اس نے اسے بھی بالکل اسی انداز سے خاصا جھک کر عزت و احترام سے سلام عرض کیا۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ یہ سوچ کر آیا ہے کہ وہ کس طرح دو زانو ہو کر سلام کرے گا۔ تاہم یہ عندیہ بھی مل رہا تھا کہ اس کے عزائم پُرخلوص ہیں کیونکہ عاجزانہ انداز سے سلام کرنا اور یہ دکھانا اپنا فرض سمجھتا تھا کہ وہ اس کا احترام کرتا ہے اور اس کے اپنے عزائم بد نہیں، نیک ہیں۔ اگرچہ فیودر پاولووچ اس پر متعجب تو ضرور ہوا تاہم اس نے جھٹ پٹ اور مناسب انداز سے جوابی ردعمل کا مظاہرہ کیا۔ جب دمتری فیودورووچ اس کے سامنے دو زانو ہوا تو فیودر پاولووچ جواب میں اچھل کر کھڑا ہو گیا اور اس نے بالکل اسی کی طرح بہت جھک کر آداب کیا۔ اس کے چہرے پر اچانک گمبھیر سنجیدگی طاری ہو گئی، تاہم اس پر شدید کمینگی اور خباثت ٹپک رہی تھی۔ تب دمتری فیودورووچ ایک لفظ کہے بغیر باقی لوگوں کے سامنے جھک کر انہیں آداب بجا لایا، لمبے لمبے پکے قدم اٹھاتا کھڑکی کی جانب بڑھا اور فادر پائیسی کے قریب جو واحد خالی کرسی پڑی تھی، اس پر بیٹھ گیا اور اس نے اپنا سارا جسم یوں آگے کو جھکا لیا جیسے وہ اس گفتگو کو، جس میں اس نے اپنی آمد سے خلل ڈال دیا تھا، سننے کے لیے بالکل تیار ہو۔

دمتری فیودورووچ کو آئے ابھی بمشکل دو منٹ گزرے ہوں گے کہ گفتگو دوبارہ شروع ہو گئی۔ تاہم اب پیوتر الیکساندرووچ نے فادر پائیسی کے تقریباً جھنجھلاہٹ سے بھرپور سوال کا، جسے وہ پوچھنے پر تلا ہوا تھا، جواب دینا ضروری نہ سمجھا۔

"اگر آپ اجازت دیں تو میں اس موضوع سے انحراف کرنا چاہوں گا۔" اس نے لاابالی انداز سے کہا "ویسے یہ ہے بھی بہت پیچیدہ۔ ادھر ایوان فیودورووچ ہمیں دیکھ دیکھ کر مسکرا رہا ہے۔ لاریب وہ بھی اس بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوگا۔ اس سے پوچھ لیں!"

"مجھے ایک چھوٹے سے نکتے کے علاوہ اور کچھ نہیں کہنا۔" ایوان فیودورووچ نے فوراً جواب دیا۔ "اور وہ نکتہ یہ ہے: یورپ کے لبرل، بلکہ ہمارے اپنے عطائی لبرل بھی، سوشلزم کے نتائج کو عیسائیت کے نتائج سے خلط ملط کر دیتے ہیں اور کافی عرصے سے کرتے چلے آ رہے ہیں۔ ویسے یہ اوٹ پٹانگ انداز سے اخذ کردہ نتائج ان لوگوں کی مخصوص ذہنیت کے آئینہ دار ضرور ہیں۔ دراصل محض لبرل اور عطائی ہی سوشلزم اور عیسائیت(94) کو خلط ملط نہیں کرتے بلکہ متعدد صورتوں میں قانون نافذ کرنے والی طاقتیں بھی ـــ میری مراد بہرحال غیر ملکی طاقتوں سے ہے ـــ

بھی حرکت کرتی رہتی ہیں۔ پیوتر الیکسانڈرووچ، تمہاری پیرس والی کہانی بھی اسی مخصوص ذہنیت کی عکاسی کرتی ہے۔"

"میں آخری بار پُرزور التجا کرتا ہوں کہ اس موضوع کو ختم کر دیا جائے" پیوتر الیکسانڈرووچ نے اپنی بات دہراتے ہوئے کہا۔ "اس کی بجائے، حضرات، مجھے خود ایوان فیودرووچ کے متعلق ایک اور کہانی سنانے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ یہ کہانی بہت دلچسپ ہے اور اس سے ان لوگوں کی مخصوص ذہنیت عیاں ہو جاتی ہے۔ کوئی پانچ دن ہوئے مقامی لوگوں کی ایک محفل میں، جو زیادہ تر خواتین پر مشتمل تھی، کسی چیز پر بحث کے دوران میں اس نے نہایت سنجیدگی سے کہا تھا کہ دنیا میں قطعاً کوئی ایسی چیز موجود نہیں جو انسانوں کو اپنے ساتھی انسانوں کے ساتھ محبت کرنے پر آمادہ کر سکے، یہ کہ فطرت کا قطعاً کوئی ایسا قانون موجود نہیں جو انسان کو اس بات کا پابند کرتا ہو کہ وہ بنی نوع انسان سے محبت کرے۔ اور یہ کہ اگر دنیا میں محبت نام کی کوئی چیز موجود ہے اور اب تک بھی موجود رہی ہے تو اس کا باعث کوئی قانون فطرت نہیں بلکہ اس کا سہرا سراسر اس بات پر بندھتا ہے کہ انسان کو اپنی لافناپذیری کا یقین ہے۔ پھر اس نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کچھ اس انداز سے مزید کہا جیسے وہ محض اپنے آپ سے باتیں کر رہا ہو کہ ٹھیک ٹھیک بالکل یہی چیز ہے جو قانونِ فطرت کی تشکیل کرتی ہے یعنی اگر انسان کا اپنی لافناپذیری پر ایمان جاتا رہا، پھر نہ صرف یہ کہ اس کی محبت کی صلاحیت ناکارہ ہو جائے گی بلکہ وہ غیر مرئی قوتیں بھی، جو زمین پر زندگی کو قائم رکھے ہوئے ہیں، ختم ہو جائیں گی۔ مزید یہ کہ پھر کسی چیز کو بھی اخلاق کے منافی تصور نہیں کیا جائے گا، ہر چیز حتیٰ کہ مردم خوری کی بھی اجازت ہوگی۔ اور اس نے آخر میں دعویٰ کیا گویا کہ وہ جو کچھ اب تک کہہ چکا تھا کافی نہیں تھا، کہ ہر اس فرد کے لیے، مثلاً آپ یا میں، جو نہ تو خدا پر اور نہ اپنی لافناپذیری پر ایمان رکھتا ہو (95)، فطری اخلاق قانون لازماً فوری طور پر مذہب پر مبنی قانون کے، جو اس سے قبل وجود میں آیا تھا، معکوس ہو جائے گا اور یہ کہ انانیت کی، جس کو توسیع دے کر ارتکابِ جرم تک پھیلا دیا جائے گا، نہ صرف اجازت ہوگی بلکہ اسے لازمی، انتہائی معقول، یہاں تک کہ انسانی حالت کی اعلیٰ ترین علت غائی تسلیم کر لیا جائے گا۔ حضرات، اس متناقض بیان سے آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہمارا محبوب، انوکھا اور تناقضات کا ماہر ایوان فیودرووچ کیسے کیسے عجیب و غریب خیالات کا مالک ہوگا اور یہ شاید اب بھی ہمارے سامنے ان کا اظہار کرنا چاہتا ہو۔"

"ایک منٹ، ایک منٹ؛" دمتری فیودرووچ اچانک بیچ میں بول پڑا۔ "اگر میں نے تمہاری بات صحیح سمجھی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا: جرم کی نہ صرف اجازت ہونا چاہیے، بلکہ ہر منکرِ خدا اور منکرِ دین اپنے آپ کو جس صورت میں پاتا ہے، اُسے اس سے نکالنے کا اسے (جرم کو) انتہائی

ضروری اور انتہائی دانشمندانہ طریقہ بھی تسلیم کر لیا جانا چاہیے۔ کیا تم نے واقعی یہی کچھ کہا ہے؟"

"بالکل درست،" فادر پائیسی نے کہا۔

"میں اسے یاد رکھوں گا۔"

ان الفاظ کے ساتھ دمتری فیودرووچ بالکل اسی طرح غیر متوقع طور پر اچانک خاموش ہو گیا جس طرح اس نے گفتگو میں مداخلت کی تھی۔ ہر شخص اسے تجسس کی نظروں سے دیکھنے لگا۔

"کیا تمہارا واقعی یہی خیال ہے کہ اگر انسان کا روح کی لافناپذیری پر ایمان جاتا رہا تو اس کا نتیجہ یہی برآمد ہوگا؟" ستارتس نے دفعتاً ایوان فیودرووچ سے سوال کیا۔

"جی ہاں، میرا یہی استدلال تھا۔ لافناپذیری (کے عقیدے) کے بغیر کوئی نیک کام نہیں ہو سکتا۔"

"اگر تمہارا واقعی یہی عقیدہ ہے پھر (میں دعا کرتا ہوں کہ) تم پر خداوند کی رحمت ہو ورنہ تم بہت ناشاد رہو گے!"

"ناشاد کیوں؟" ایوان فیودرووچ مسکرا دیا۔

"کیونکہ اس بات کا پورا امکان ہے کہ تم نہ تو روح کی لافناپذیری پر ایمان رکھتے ہو اور نہ ان باتوں پر جو تم نے کلیسا اور معاشرے میں اس (کلیسا) کے کردار کے بارے میں تحریر کی تھیں۔"

"ممکن ہے آپ درست فرماتے ہوں!... تاہم میں عرض کروں گا کہ میں محض مذاق بھی نہیں کر رہا تھا..." ایوان فیودرووچ نے اچانک اور غیر متوقع طور پر اعتراف کر لیا اور فوراً اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"یہ بالکل درست ہے کہ تم مذاق نہیں کر رہے تھے۔ اپنے دل میں تم ابھی تک اس خیال کو قبول نہیں کر پائے اور اس سے تمہیں خاصی اذیت ہو رہی ہے مگر تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ کامل مایوسی کے عالم میں وہ شخص بھی، جسے بعد میں شہید قرار دے دیا جاتا ہے، بعض اوقات اس کیفیت کو جب وہ مرنے مارنے پر تل جاتا ہے، بے وقعت گردانے لگتا ہے۔ موجودہ صورتِ حال میں تمہارے ان مضامین کی، جو جرائد میں چھپتے رہتے ہیں اور تمہارے ان بحث مباحثوں کی، جو تم سماجی محفلوں میں کرتے رہتے ہو، اس سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں کہ وہ بھی ایسے ہی بے وقعت مشاغل ہیں جو مایوسی کی پیداوار ہیں۔ تمہیں خود اپنی جدلیات پر کوئی اعتبار نہیں رہا، چنانچہ تم اپنے دل میں فیصلے اور کڑوے کسیلے سنکی بن گئے ہو... تمہارے دماغ میں مسئلہ ابھی تک حل نہیں ہو پایا اور جب تک یہ حل نہیں ہو جاتا تم بے حد ناخوش رہو گے..."

"مگر سوال یہ ہے: کیا میں اسے سلجھا سکتا ہوں؟ کیا میں اسے مثبت مفہوم میں حل کر سکتا

ہوں؟" ایوان فیودرووچ نے عجیب و غریب انداز سے سوال پوچھنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ وہ ابھی تک ستارتس کو نہ سمجھ میں آنے والی پُراسرار مسکراہٹ سے دیکھے جا رہا تھا۔

"اگر اسے مثبت مفہوم میں نہیں سلجھایا جا سکتا، پھر اسے منفی مفہوم میں بھی کبھی سلجھایا نہیں جا سکے گا۔ تم خود اپنی روح کے اس وصف کو جانتے ہو اور یہی تمہاری اذیت کی کامل وجہ ہے۔ لیکن تمہیں اپنے خالق کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے تمہیں اتنی اعلیٰ و ارفع روح عطا کی ہے جو اس اذیت میں سے گزرنے کی اہل ہے۔ 'اپنی محبتیں عالم بالا کی (96) اشیاء پر مرکوز کر دو کیونکہ ہمارا صحیح وطن جنت میں ہے۔' خداوند سے دعا کرو کہ تمہاری روح میں جو سوال ہے، وہ تمہارے زمین پر قیام کے دوران میں ہی سلجھ جائے اور خداوند تمہارے راستے کو مقدس بنا دے!"

ستارتس نے اپنی نشست پر بیٹھے بیٹھے اپنا ہاتھ اوپر اٹھایا اور وہ ایوان فیودرووچ کے حق میں دعائے خیر کیا ہی چاہتا تھا کہ موخرالذکر اچانک اپنی کرسی سے اٹھا، اس کے قریب پہنچا، اس نے اس کی دعائے خیر قبول کی اور اس کے ہاتھ پر بوسہ دینے کے بعد چپ چاپ دوبارہ اپنی نشست پر بیٹھ گیا۔ وہ پُرعزم اور سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ ستارتس کے ساتھ اس کی پوری گفتگو کی طرح اس کا یہ فعل بھی اتنا غیر متوقع تھا اور اس میں اتنی پُراسراریت بلکہ گھمبیرتا بھی تھی کہ تمام حاضرین اس سے بے حد متاثر ہوئے۔ چنانچہ ایک لمحے کے لیے سارے کمرے پر سکوت طاری ہو گیا اور الیوشا کے چہرے پر تو خوف سے ملتا جلتا تاثر نمودار ہو گیا۔ لیکن اچانک میاں اوسف نے کندھے اچکائے اور عین اسی لمحے فیودر پاولووچ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"انتہائی واجب الاحترام اور مقدس ستارتس!" اس نے ایوان فیودرووچ کی طرف انگلی لہراتے ہوئے کہا۔ "یہ میرا بیٹا ہے، اس کا گوشت پوست میرا گوشت پوست ہے، میرا انتہائی پیارا گوشت پوست! یوں کہنا چاہیے کہ یہ میرا انتہائی باادب کارل مور ہے، جب کہ میرا یہ بیٹا، دمتری فیودرووچ، جو ابھی ابھی آیا ہے اور جس کے خلاف میں آپ سے انصاف کا جویا ہوں، انتہائی بے ادب فرانتس مور ہے — کارل مور اور فرانتس مور دونوں شلر (97) کے ڈرامے 'قزاق' کے کردار ہیں۔ چنانچہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ میں Regierender Graf von Moor (98) ہوں۔ اب آپ ہمارے منصف کے فرائض سرانجام دیں اور ہمیں بچائیں! ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے لیے محض دعا ہی نہ فرمائیں بلکہ ہماری خواہش ہے کہ آپ ہمیں روشنی بھی دکھائیں۔"

"یہ مسخرگی چھوڑ دو اور اپنے خاندان کی یوں تذلیل نہ کرو۔" ستارتس نے کمزور، تھکی تھکی آواز میں کہا۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ اس کی تھکن میں ہر آن اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور اس کی طاقت میں واضح طور پر کمی آتی جا رہی ہے۔

"یہ بالکل ناقابل قبول مسخرگی ہے۔ ویسے جب میں ادھر آ رہا تھا تو مجھے رہ رہ کر یہی خیال آ رہا تھا کہ ہو گا یہی کچھ۔" دمتری فیودرووچ نے جلتے بھنتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی وہ بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ "واجب الاحترام فادر،" اس نے ستارتس سے مخاطب ہو کر کہا۔ "میں جاہل آدمی ہوں، مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ آپ سے مخاطب ہونے کا صحیح طریقہ کیا ہے لیکن میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ آپ کو فریب دیا گیا ہے اور آپ نے ہمیں یہاں اکٹھے ہونے کی اجازت دے کر بے انتہا شفقت کا مظاہرہ کیا ہے۔ میرے باپ کو صرف کسی رسواکن واقعے کی تلاش ہے — اس کی اپنی وجوہ ہیں — اس کے پاس ہمیشہ اپنی وجوہ ہوتی ہیں۔ تاہم میرا خیال ہے کہ اس مرتبہ وہ جو کچھ کرنا چاہتا ہے، وہ مجھے معلوم ہے...."

"ہر شخص مجھے ہی الزام دیتا ہے، ہر شخص!" فیودر پاولووچ نے گلا پھاڑتے ہوئے کہا۔ "ادھر پیوتر الیکساندرووچ ہے، وہ بھی مجھے ہی الزام دیتا ہے!" اس نے یکا یک میاں اوسف کی جانب منہ پھیرتے ہوئے کہا حالانکہ موخرالذکر کا اسے ٹوکنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

"یہ مجھے الزام دیتے ہیں کہ میں اپنے بچوں کا مال کھا گیا ہوں اور میں نے انہیں دھیلا بھی نہیں دیا، لیکن اگر میں غلطی پر نہیں تو کیا میں یہ پوچھ سکتا ہوں کیا یہاں عدالتیں نہیں ہیں؟ دمتری فیودرووچ، جو تمہارا حق بنتا ہے وہ تمہیں مل جائے گا۔ تمہاری اپنی رسیدوں، خطوں، معاہدوں سے واضح ہو جائے گا کہ تم کیا کچھ وصول کر چکے ہو، کیا کچھ اللوں تللوں میں پھونک چکے ہو اور کیا کچھ تمہارے پاس ابھی باقی ہے۔ یہ پیوتر الیکساندرووچ کیوں کچھ نہیں کہتا؟ یہ دمتری فیودرووچ کے متعلق جانتا ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے ہو رہا ہے کیونکہ ہر شخص میرے خلاف ہے۔ جب سب کچھ کہہ سن لیا جائے گا، نتیجہ ایک ہی نکلے گا کہ میں دمتری فیودرووچ کا نہیں، بلکہ دمتری فیودرووچ میرا مقروض ہے اور مقروض بھی چند کوپک کا نہیں بلکہ ہزاروں روبل کا ہے، میرے پاس سب لکھت پڑھت موجود ہے! بچہ بچہ جانتا ہے کہ اس نے اپنی ناشدنی حرکات سے قصبے میں کیا قیامت ڈھا رکھی ہے! اور فوجی ملازمت کے دوران میں یہ جس قصبے میں مقیم تھا وہاں کسی قبول صورت اور شائستہ لڑکی کو پھانسنے کے لیے اس کے لیے ہزار دو ہزار روبل خرچ کرنا معمولی بات تھی۔ دمتری فیودرووچ، ہم ان تمام خفیہ تفصیلات سے بخوبی آگاہ ہیں۔ انتہائی واجب الاحترام فادر، کیا آپ یقین کریں گے کہ اس نے کچھ ایسا چکر چلایا کہ ایک اونچے گھرانے کی اشراف زادی اس کی محبت کے جال میں پھنس گئی۔ اس اشراف زادی کا تعلق ایک اچھے خاندان سے ہے اور وہ بہت دولت کی مالک ہے۔ وہ اس کے اپنے سابق کمانڈر کی دختر نیک اختر ہے جو ایک بہادر کرنل تھا اور آرڈر آف سینٹ این (99) حاصل کر چکا تھا۔ پھر اس نے اسے شادی کی پیش کش کر دی اور یوں اسے

ایک طرح سے پابند بنا دیا۔ اب وہ، اس کی منگیتر، یتیم ہو چکی ہے اور یہاں ماری ماری پھر رہی ہے۔
ادھر یہ ہے کہ اُسے پلا ہی نہیں پکڑا رہا اور رواجی قانون کے تحت اُس سے شادی کرنے سے گریزاں
ہے۔ کیوں؟ اس لیے کیونکہ اب یہ قصبے کی ایک لڑکی کا شیدائی ہو گیا ہے جو دوسروں کو رجھانے کا فن
جانتی ہے اور یہ اس کے پیچھے پیچھے پھر رہا ہے۔ اگرچہ یہ قطامہ زبانی کلامی شادی کرنے کے بعد
(زبانی کلامی اس لیے کیونکہ یہ شادی نہ تو گرجے میں ہوئی ہے اور نہ سول عدالت میں) ایک معزز
شخص کے ساتھ رہ رہی ہے لیکن وہ کسی کے کہنے سننے میں نہیں، بالکل خودمختار اور سن قیا عورت ہے،
قانونی بیوی کی طرح ایک ایسا قلعہ بن چکی ہے، جس میں کسی غیر شخص کو داخلہ نہیں مل سکتا۔ اس کی وجہ
محض یہ ہے کہ وہ ازار بند کی پکی ہے۔۔۔ جی ہاں، مقدس باپ، وہ ازار بند کی پکی ہے! لیکن دمتری
فیودوروویچ سونے کی چابی سے اس قلعے کو کھولنا چاہتا ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ اب یہاں آ گیا ہے، یہ
مجھے دھونس دے کر مجھ سے مزید رقم بٹورنا چاہتا ہے حالانکہ یہ پہلے ہی اس پر ہزاروں لٹا چکا ہے، یہی
وجہ ہے کہ یہ ہر وقت رقوم ادھار لیتا رہتا ہے اور ہاں، برسبیل تذکرہ، کیا آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ
یہ ادھار کس سے لیتا ہے؟ میتیا، انہیں بتا دوں؟"

"چپ ہو جاؤ!" دمتری فیودوروویچ نے دہاڑتے ہوئے کہا۔ "جب تک میں یہاں سے چلا
نہیں جاتا، صبر سے کام لو۔ میرے سامنے ایک انتہائی معزز خاتون پر کیچڑ اچھالنے کی جرات نہ
کرو... اگر تم نے اس کا نام لینے کی بھی ہمت کی تو یہ بھی اس کی توہین ہو گی... میں یہ برداشت نہیں
کروں گا!"

شدت جذبات سے اُس کا گلا رندھنے لگا تھا۔

"میتیا! میتیا!" فیودر پاولووچ نے اس کا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا اور اس نے اس کے ساتھ جب
چند آنسو بھی بہانے کی کوشش کی تو اس کی آواز کپکپانے لگی۔ "کیا تمہیں اپنے باپ کی دعاؤں کی ذرا
بھی پروا نہیں؟ اگر میں نے تمہیں بددعا دے دی پھر کیا ہو گا؟"

"بے شرم، بے حیا منافق!" دمتری فیودوروویچ نے چلاتے ہوئے کہا۔ وہ آپے سے باہر ہوا جا
رہا تھا۔

"اس کا اپنا باپ، اس کا اپنا باپ! ذرا سوچیں، تصور کریں، پھر اس کا دوسروں کے ساتھ کیا
برتاؤ ہوتا ہو گا! حضرات، ذرا سوچیں، تصور کریں، ہمارے اس قصبے میں ایک مفلس لیکن معزز شخص
رہتا ہے، وہ ریٹائرڈ کیپٹن ہے اور اس پر ایک بہت بڑے خاندان کا بوجھ لدا ہوا ہے۔ وہ کسی چکر
میں پھنس گیا اور اسے بے آبرو کر کے فوج سے نکال دیا گیا۔۔۔ لیکن یہ کام چپ چپاتے کیا گیا،
کھلے عام نہیں۔ اس کا کورٹ مارشل نہ ہوا اور یوں اس کی نیک نامی برقرار رہی۔ تین بیٹے ہوئے

ہمارے دمتری فیودوروویچ نے مے خانے میں اسے داڑھی سے پکڑ لیا اور سب لوگوں کی آنکھوں کے
عین سامنے اس کی ٹھکائی کر دی۔۔۔ اور اس نے یہ حرکت محض اس لیے کی کیونکہ اس نے میرا ایک
راز دارانہ پیغام کہیں پہنچانے کا کام اپنے ذمے لے لیا تھا۔"

"یہ بالکل جھوٹ ہے۔ بظاہر یہ بات درست ہے لیکن جب آپ اس معاملے کا بغور اور
بالتفصیل جائزہ لیں گے تو آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ یہ صریحاً دروغ گوئی ہے!" غصے سے دمتری
فیودوروویچ کا سارا بدن کانپ رہا تھا۔ "فادر، میں اپنے افعال حق بجانب قرار دینے کی کوشش نہیں کر
رہا۔ ہاں، میں اعتراف کرتا ہوں کہ اس کیپٹن کے ساتھ میں نے کوئی اچھا سلوک نہیں کیا تھا، میں
بالکل جنگلی درندہ بن گیا تھا اور اپنے اس بے قابو غصے پر مجھے اب اپنے آپ سے نفرت ہونے لگی
ہے۔ لیکن وہ کیپٹن، تمہارا وہ پیغام بر، اس خاتون کے پاس گیا تھا جسے تم قطامہ کہتے ہو اور اس نے
تمہاری ہدایات پر عمل کرتے ہوئے اس سے کہا تھا کہ اگر میں تم سے اپنی جائیداد کا حساب مانگنے پر
مُصر رہا، وہ میرے پرامسری نوٹ لے سکتی ہے جو اس وقت تمہارے قبضے میں ہیں اور ان کی مدد
سے مجھے سزا دلوانے اور جیل کی سلاخوں کے پیچھے بند کرانے کے لیے مجھ پر مقدمہ دائر کر سکتی ہے۔
اب تم مجھے ملامت کر رہے ہو کہ میں اس خاتون کا دیوانہ ہو رہا ہوں حالانکہ یہ تم تھے جس نے اسے
یہ پٹی پڑھائی تھی کہ مجھے کس طرح جال میں پھانسا جا سکتا ہے! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اس نے ان
باتوں کا مجھ سے اقرار کر لیا تھا، مجھے سب کچھ بتا دیا تھا اور یہ کہ وہ تو محض تمہارا مذاق اڑا رہی تھی۔
مگر تم مجھے جیل کیوں بھجوانا چاہتے ہو، اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ تم حسد کرتے ہو، کیونکہ تم نے خود
اس کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنا شروع کر دیے ہیں، مجھے تمہاری
ان کوششوں کے بارے میں پورا علم ہے اور جب وہ مجھے یہ قصہ سنا رہی تھی تو ہنس ہنس کر اس کے
پیٹ میں بل پڑتے جا رہے تھے۔۔۔ سنا تم نے؟۔۔۔ میں کہہ رہا ہوں کہ کہانی سناتے سناتے ہنسی
کے مارے اس کے پیٹ میں بل پڑے جا رہے تھے۔ تو واجب الاحترام فادر اور حضرات، یہ ہے وہ
شخص، وہ باپ جو اپنے عیاش بیٹے کو لعنت ملامت کر رہا ہے! آپ حضرات میرے گواہ ہیں، میں
نے جس غیظ و غضب کا مظاہرہ کیا ہے، اس کے لیے میں آپ سے معافی کا خواستگار ہوں لیکن مجھے
معلوم تھا کہ یہ بڈھا شیطان، جو دوسروں کو دھوکا دے کر اپنا الو سیدھا کرنے کے فن میں طاق ہے،
ہم سب کو یہاں اس لیے اکٹھا کرنے میں کامیاب ہو جائے گا تاکہ یہ کوئی سکینڈل کھڑا کر سکے۔
میں تو یہاں معاف کرنے اور فراموش کرنے آیا تھا بشرطیکہ اس نے مجھے اپنا ہاتھ تھمایا ہوتا! لیکن یہ
دیکھتے ہوئے کہ اس نے میری ہی نہیں بلکہ ایک انتہائی معزز خاتون کی بھی تذلیل کی ہے جس کا میں
اتنا احترام کرتا ہوں کہ مجھے اس کا نام بتانا بھی منظور نہیں، میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں اس کے

اس سارے کھیل کا سر عام بھانڈا پھوڑ دوں گا، بھلے یہ میرا باپ ہے یا نہیں!..."

اس کے لیے اپنی بات جاری رکھنا ناممکن ہو گیا۔ اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے اور اسے سانس لینے میں دشواری پیش آنے لگی تھی۔ حجرے میں دوسرے لوگ بھی مضطرب ہو چکے تھے۔ ستارتس کے ماسوا دیگر تمام اشخاص گھبرا کر کھڑے ہو گئے۔ راہب پادری خشم گین نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے مگر وہ انتظار کر رہے تھے کہ ستارتس کس قسم کے ردعمل کا مظاہرہ کرتا ہے۔ تاہم موخرالذکر اپنی نشست پر بیٹھا رہا۔ اس کا چہرہ اب بھی بے حد پیلا ہو رہا تھا لیکن اس پیلاہٹ کا باعث پریشانی نہیں، بلکہ بیماری کی تھکاوٹ تھی۔ اس کے ہونٹوں پر ملتجیانہ مسکراہٹ نمودار ہو رہی تھی۔ وہ بھی کبھار اپنا ہاتھ اوپر اٹھا تا رہا تھا جیسے اپنے جنونی مہمانوں کو لگام دینا چاہتا ہو اور یہ بات بالکل درست ہے کہ اس کا محض ایک اشارہ اس سارے تماشے کو ختم کرنے کے لیے کافی ہوتا، مگر معلوم ہوتا تھا کہ اسے بھی کسی چیز کا انتظار ہے اور وہ اسے انہماک سے اپنے گرد و پیش پر نگاہیں جمائے ہوئے تھا جیسے وہ کسی پُر اسرار یا مشکل چیز کو سمجھنا چاہتا ہو، جیسے وہاں کوئی ایسی شے تھی جس کا وہ ابھی تک ادراک نہیں کر سکا تھا۔ آخر پیوتر الیکساندروچ سے رہا نہ گیا اور وہ بول پڑا کہ اس کی یہاں سخت تذلیل ہوئی ہے، توہین ہوئی ہے۔

"ہم نے ابھی ابھی جس رسوا کن منظر کا مشاہدہ کیا ہے، اس کی ذمے داری ہم سب پر عائد ہوتی ہے۔" اس نے تاؤ کھاتے ہوئے کہا۔ "یقین کریں جب میں ادھر آ رہا تھا مجھے ایک مرتبہ بھی یہ خیال تک نہ آیا کہ یہاں یہ کچھ ہو گا حالانکہ میں خوب جانتا تھا کہ میرا واسطہ کن لوگوں سے پڑے گا... جنھیں یہ سب کچھ ابھی اور اسی وقت ختم کرنا ہو گا۔ تقدس مآب، آپ یقین کریں کہ یہاں جس قسم کی مذموم سرگرمیوں کا انکشاف ہوا ہے مجھے ان کی تفصیلات کا قطعاً کوئی علم نہیں تھا، میں ان پر یقین کرنا ہی نہیں چاہتا تھا اور اس قسم کی بات میں نے پہلی مرتبہ سنی ہے... ایک بدنام عورت کی خاطر باپ اپنے ہی بیٹے سے خار کھا رہا ہے اور اپنے بیٹے کو جیل کی ہوا کھلانے کے لیے اس چھلچھلی کے ساتھ مل کر ریشہ دوانیاں کرتا پھر رہا ہے... اور یہ ہیں وہ لوگ جن کی صحبت میں مجھے بیٹھنا پڑ رہا ہے... مجھے دھوکا دیا گیا ہے، میں آپ سے سچ عرض کر رہا ہوں کہ جس طرح یہاں باقی لوگوں کو فریب دیا گیا ہے مجھے بھی اسی طرح فریب دیا گیا ہے..."

"دمتری فیودروروچ!" فیودر پاولووچ نے اچانک کچھ ایسی آواز سے چلاتے ہوئے کہا جسے پہچاننا مشکل ہو رہا تھا، "اگر تم میرے بیٹے نہ ہوتے، میں تمھیں فوراً اور اسی وقت ڈوئیل لڑنے کا چیلنج دے دیتا... پستولوں کے ساتھ، تین قدم کا فاصلہ رکھ کر... بلکہ رومال کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک!" (100) اس نے دہاڑتے ہوئے اور زور سے پاؤں فرش پر پٹختے ہوئے کہا۔

بعض مواقع ایسے بھی آتے ہیں جب دیرینہ دروغ گو، جنھوں نے اپنی ساری زندگی ریاکاری اور منافقت میں گزاری ہوتی ہے، کچھ اس طرح جذبات کی رو میں بہہ جاتے ہیں کہ وہ جوش کے عالم میں بے اختیار کپکپانے اور آنسو بہانے لگتے ہیں اور یہ سب کچھ اس حقیقت کے باوجود ہوتا ہے کہ وہ عین اسی لمحے (یا محض ایک پلک جھپکانے کے بعد) اپنے آپ سے اقرار کر سکتے ہیں: "تم جھوٹ بول رہے ہو، پرانے پاپی، تم اب بھی محض ڈرامے بازی کر رہے ہو، یہ تم نے اپنے چہرے پر 'مقدس' غصے کا جو نقاب چڑھا رکھا ہے، اس کی پروا نہ کرو، یہ سب بناوٹی ہے، نقلی ہے۔"

دمتری فیودروروچ نے کینہ پرور انداز سے اپنی بھویں سکیڑ لیں اور اپنے باپ پر کچھ ایسی حقارت کی نظر ڈالی جس کا الفاظ میں بیان کرنا ناممکن ہے۔

"میرا خیال تھا... میرا خیال تھا۔" اس نے بڑے ضبط سے کام لیتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہا، "میں اپنے دل کی ملکہ، فرشتہ خو اور حور پیکر منگیتر کی معیت میں اپنے باپ کے گھر آؤں گا اور یہ کہ میں اس کے بڑھاپے میں اسے اپنی جان سے بڑھ کر عزیز رکھوں گا لیکن ہوا کیا، مجھے ایک ایسے شخص سے پالا پڑا جو بڑھاپے میں بھی عیاشیوں سے باز نہیں آتا اور جو بدترین قسم کا مسخرہ ہے!"

"آؤ، ڈوئیل لڑ لو!" بوڑھے پاپی نے دوبارہ دہاڑتے ہوئے کہا۔ وہ ہانپ رہا تھا اور ہر لفظ کے ساتھ اس کے منہ سے رال کے چھینٹے اڑنے لگتے تھے۔ "پیوتر الیکساندروچ، جہاں تک تمھارا تعلق ہے، تو جناب عالی، اتنا جان لو، تمھارے پورے خاندان میں کوئی ایسی عورت نہیں اور نہ غالباً کوئی ایسی عورت کبھی تھی جو اس 'چھلچھلی' سے، جیسا کہ تم نے ابھی ابھی اسے کہنے کی جسارت کی ہے، زیادہ عالی منش اور زیادہ دیانت دار ہو ــــ زیادہ دیانت دار، سنا تم نے؟ اور دمتری فیودروروچ، تم نے اپنی منگیتر کا اس 'چھلچھلی' کے ساتھ تبادلہ کر لیا ہے، اور چنانچہ اس سے یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ تمھاری منگیتر اس قابل نہیں کہ وہ اس کی جوتیوں کو بھی چھو سکے ــــ تو وہ اس قسم کی 'چھلچھلی' ہے۔"

"کچھ شرم کرو!" فادر آئی اوسف سے ضبط نہ ہو سکا۔

"واقعی بڑی بے شرمی اور ذلت کی بات ہے!" کالگانوف نے، جو ابھی تک مہر بلب بیٹھا تھا، اچانک چلاتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ لال بھبوکا ہو رہا تھا اور غصے سے اس کی نوخیز آواز کپکپا رہی تھی۔

"اس جیسا شخص زندہ رہنے کا مستحق نہیں!" دمتری فیودروروچ نے غراتے ہوئے کہا۔ وہ غصے سے پاگل ہوا جا رہا تھا اور اس نے جس کڈھب انداز سے اپنے کندھے اچکا رکھے تھے، اس سے یہ تاثر ملتا تھا جیسے یہ شخص کبڑا ہو۔ "آپ حضرات ہی بتائیں کیا اس شخص کو اپنے وجود سے اس دھرتی

کو پلید کرنے کی اجازت دی جا سکتی ہے؟" اس نے اپنے معمر باپ کی جانب انگلی لہراتے ہوئے مڑ کر باری باری ہر شخص کو دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ دھیرے دھیرے اور سوچ سوچ کر بول رہا تھا۔

"مقدس آبا، آپ حضرات نے سنا کہ یہ کیا کہہ رہا ہے؟ یہ قاتل کیا کہہ رہا ہے؟" فیودر پاولووچ نے خاص طور پر فادر آئی اوسف کو اپنے غصے کا نشانہ بناتے ہوئے کہا۔ "آپ کے اس 'کچھ شرم کرو!' کا جواب یہ ہے کہ: کیسی شرم! یہ 'مچھلی' ، 'یہ بدنام' عورت غالباً آپ تمام راہبوں سے، جو یہاں نجات کی تلاش کرتے پھر رہے ہیں، کہیں زیادہ پارسا ہے! ممکن ہے اس کی افتادگی کا تعلق اس کے شباب سے ہو یا اس کا باعث اس کا جابرانہ پس منظر ہو (جس میں عورت کھل کر سانس بھی نہیں لے سکتی) لیکن وہ 'محبت بہت' کرتی تھی (101) اور مسیح نے اس عورت کو بخش دیا تھا جو بہت محبت کرتی تھی..."

"مسیح نے جس محبت کی خاطر معافی دی تھی وہ اس قسم کی محبت نہیں تھی..." منکسر المزاج فادر آئی اوسف نے جھگڑالو انداز سے کہا۔

"مقدس راہب، آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں بالکل غلط کہہ رہے ہیں۔ معافی اسی قسم کی محبت کے لیے ملی تھی، بالکل اسی قسم کی محبت کے لیے! آپ لوگ یہاں گوبھی کے اچار (102) پر گزارہ کر کے اپنی روحیں بچانے کی کوشش کر رہے ہیں اور اپنے آپ کو نیکوکار اور راست باز تصور کر رہے ہیں! آپ لوگ اپنی خوراک میں وہ مچھلیاں کھاتے ہیں جو بڑی مچھلیاں پکڑنے کے لیے بطور چارہ استعمال ہوتی ہیں اور (اتنی چھوٹی اور حقیر) مچھلیاں کھاتے بھی کتنی ہیں؟ صرف ایک فی یوم، اور سمجھتے ہیں کہ آپ چارے کی حقیر مچھلی سے خدا کو خرید سکیں گے!"

"ناقابل برداشت! بالکل ناقابل برداشت!" یہ الفاظ سارے حجرے میں گونجنے لگے۔

لیکن اس سارے رسوا کن منظر کا اچانک خاتمہ ہو گیا۔ ستارتس ایکا ایکی اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اگرچہ الیوشا پر سراسیمگی اور دہشت نے غلبہ پا لیا تھا لیکن وہ کسی نہ کسی طرح آگے بڑھنے اور اسے اپنے بازو سے سہارا دینے میں کامیاب ہو گیا۔ ستارتس نے دمتری فیودرووچ کا رخ کیا اور جب وہ اس کے بالکل قریب ہو گیا، وہ اس کے سامنے دو زانو ہو گیا۔ ایک آدھ سیکنڈ کے لیے الیوشا کے دل میں خیال آ گیا کہ شاید تھکاوٹ کی وجہ سے وہ ڈگمگا گیا ہے لیکن ایسا تھا نہیں۔ جب ستارتس گھٹنوں کے بل جھکا تھا، وہ دراصل دمتری فیودرووچ کو آداب کر رہا تھا۔ یہ کامل، واضح، بے مبالغہ اور شعوری آداب تھا بلکہ وہ تو اتنا جھک گیا تھا کہ اس کی پیشانی دمتری فیودرووچ کے پاؤں کے قریب فرش کو چھونے لگی تھی۔ الیوشا اتنا ہکا بکا ہو چکا تھا کہ جب ستارتس اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی سعی کر رہا تھا وہ اسے سہارا دینا بھی بھول گیا۔ ستارتس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

"مجھے معاف کر دیں! آپ سب اصحاب مجھے معاف کر دیں!" اس نے چاروں طرف اپنے مہمانوں کے سامنے جھکتے ہوئے کہا۔

چند لمحوں کے لیے دمتری فیودرووچ پر سکتہ طاری ہو گیا: ستارتس اس کے قدموں پر جھک گیا تھا۔ اس کا مطلب کیا تھا۔ آخرکار اس کے منہ سے چیخ نکل گئی، "اف، خدایا!" اور وہ دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپے کمرے سے باہر بھاگ گیا۔ دوسرے مہمان بھی ہجوم کی صورت میں اس کے پیچھے پیچھے چلے گئے، وہ اس قدر بوکھلائے ہوئے تھے کہ انہیں اپنے میزبان سے اجازت لینا بھی یاد نہ رہا۔ صرف راہب پادری اس سے دعائے خیر کرانے دوبارہ اس کے پاس گئے۔

"وہ اس کے سامنے دو زانو کیوں ہوا تھا؟ ___ کیا یہ کسی قسم کا علامتی فعل تھا یا کچھ اور؟" گفتگو کرنے کی کوشش میں فیودر پاولووچ بڑبڑایا لیکن اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ کسی خاص شخص کو براہ راست مخاطب کر پاتا اور کسی وجہ سے وہ بالکل ہراساں نظر آ رہا تھا۔ اس وقت یہ پوری ٹولی درویش خانے کے بیرونی صدر دروازے میں سے باہر نکل رہی تھی۔

"میں کسی پاگل خانے یا اس کے اندر بند پاگلوں کے لیے ذمے دار نہیں ٹھہرایا جا سکتا،" مائی اوسف نے معاملہ ٹالتے ہوئے جواب دیا۔ "لیکن، فیودر پاولووچ، تمہاری صحبت سے تو میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھٹکارا حاصل کر لوں گا۔ وہ راہب اب کہاں ہے؟..."

اس راہب نے، جس نے انہیں صدر راہب کے ساتھ کھانا کھانے کی دعوت دی تھی، انہیں زیادہ انتظار نہیں کرایا۔ وہ انہیں ان نچلی سیڑھیوں پر ملا جو ستارتس کے حجرے میں جاتی تھیں جیسے وہ ازل سے ان کا منتظر ہو۔

"معزز فادر،" پیوتر الیکساندرووچ نے چڑچڑاتے ہوئے راہب سے کہا، "کیا آپ اتنی نوازش فرمائیں گے کہ واجب التعظیم صدر راہب تک میرا عمیق ترین عاجزانہ سلام پہنچا دیں اور ساتھ ہی میری طرف سے ان سے معذرت فرما دیں کہ بعض فوری اور غیر متوقع حالات کے پیش نظر میں ان کے ساتھ طعام کھانے کی سعادت حاصل نہیں کر سکوں گا۔"

"میرے خدایا، غیر متوقع حالات ___ اس کی مراد مجھ سے ہے!" فیودر پاولووچ نے جھٹ بیچ گفتگو میں شامل ہوتے ہوئے کہا۔ "فادر، آپ نے اس کی بات سنی؟ پیوتر الیکساندرووچ کو میری صحبت پر اعتراض ہے ورنہ یہ بلا تاخیر مان جاتا۔ پیوتر الیکساندرووچ، تمہیں لازماً چلنا چاہیے، تمہیں عزت مآب صدر راہب کی دعوت ضرور بالضرور قبول کر لینا چاہیے اور ___ خداوند تمہاری بھوک تیز کرے! اسے یاد رکھو، دعوت مسترد میں کر رہا ہوں، تم نہیں! میں سیدھا گھر جا رہا ہوں اور کھانا گھر پر کھاؤں گا۔ پیوتر الیکساندرووچ، میرے بہت پیارے میرے، مجھے یہاں کھانا کھانا ناممکن معلوم

ہوتا ہے۔"

"میں تمہارا میرا ابھی تھا اور نہ ہوں، ذلیل، کمینے، ملعون!"

"میں نے تمہیں چڑانے کے لیے جان بوجھ کر تمہیں میرا کہا تھا کیونکہ تم مجھے اپنا رشتے دار تسلیم کرنے سے ہمیشہ انکار کرتے رہے ہو، حالانکہ تم لاکھ کچھ تم رہو گے میرے قرابت دار ہی۔ میں اسے گرجے کے ریکارڈ سے ثابت کر سکتا ہوں۔ ایوان فیودروویچ، اگر چاہو تو تم یہاں ٹھہر سکتے ہو۔ تمہیں واپس لانے کے لیے میں مقررہ وقت پر گھوڑے بھیج دوں گا۔ اور پیوتر الیکساندرووچ، جہاں تک تمہارا تعلق ہے شائستگی کا تقاضا یہی ہے کہ تم واجب التعظیم صدر راہب کی خدمت میں حاضری دو اور ہم نے ابھی ابھی جو قابل مذمت حرکات کی ہیں، ان کے لیے ان سے معذرت کرو۔"

"تم واقعی گھر جا رہے ہو یا یہ بھی تمہاری چال ہے؟"

"پیوتر الیکساندرووچ، جو کچھ ہوا ہے اس کے بعد مجھ میں وہاں اپنی شکل دکھانے کا حوصلہ نہیں رہا! میں جذبات کی رو میں بہہ گیا تھا! حضرات، میں بے حد نادم ہوں کہ میں کالا جذبات کی رو میں بہہ گیا تھا! میرا روم روم کانپ رہا ہے! اور اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ میں شرمندہ ہوں! حضرات، بعض اشخاص کا دل سکندر اعظم جیسا اور بعض کا معمولی کتے جیسا ہو سکتا ہے۔ میرے اعصاب جواب دے چکے ہیں! اس قسم کے واقعے کے بعد میں یہاں لنچ کے لیے کیسے ٹھہر سکتا اور راہبوں کے پُرلطف کھانے اپنے حلق سے کیسے نیچے اتار سکتا ہوں؟ مجھے بے حد شرم آئے گی! نا بھئی نا، مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا، مجھے معاف فرما دیں!"

"صرف خدا ہی جانتا ہے کہ اس کا ارادہ کیا ہے!" ملی اوسف کچھ دیر سوچنے کے لیے چلتے چلتے رک گیا اور اس کے ساتھ ہی وہ بدگمان نگاہوں سے واپس جاتے ہوئے مسخرے کو دیکھتا رہا۔ موخرالذکر نے مڑ کر پیچھے نظر ڈالی اور جب اس نے دیکھا کہ پیوتر الیکساندرووچ اس کا بغور جائزہ لے رہا ہے تو اس نے اس کی طرف فضا میں بوسہ اچھال دیا۔

"تمہارے کیا ارادے ہیں، ہمارے ساتھ چلو گے؟" اس نے ایوان فیودروویچ سے رکھائی سے پوچھا۔

"کیوں نہیں؟ آخر صدر راہب نے اس دعوت کے لیے مجھے کل خاص دعوت نامہ بھیجا تھا۔"

"بدقسمتی سے مجھے کچھ یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے اس ملعون لنچ پر حاضر ہونا میرا فرض بنتا ہے۔" ملی اوسف نے کوتاہ قامت راہب کی موجودگی کو مطلق خاطر میں نہ لاتے ہوئے کڑوی کسیلی چڑچڑاہٹ سے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "آخر ہمیں اس تماشے کے لیے معذرت کرنا ہوگی جو ہم نے وہاں رچایا تھا اور بتانا ہوگا کہ اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں تھا۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"ہاں، ہمیں بتانا چاہیے کہ ہمارا کوئی قصور نہیں تھا۔ علاوہ ازیں ابا وہاں آ بھی تو نہیں رہے۔"
ایوان فیودروویچ نے گرہ لگائی۔

"تمہارا باپ آخری تنکا ثابت ہوگا لعنت ہو اس لنچ پر!"

آخر کار وہ سب چل پڑے۔ راہب خود چپ رہا، صرف دوسروں کی باتیں سنتا رہا۔ جب وہ جنگل میں سے گزر رہے تھے اس نے صرف اتنا کہا کہ صدر راہب کافی دیر سے انتظار کر رہا ہے اور انہیں آدھ گھنٹے کی تاخیر ہو چکی ہے۔ کسی نے بھی جواب میں کچھ نہ کہا۔ ملی اوسف نے ایوان فیودروویچ پر نفرت کی نگاہ ڈالی۔

"یہ لنچ پر یوں جا رہا ہے جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو!" اس نے دل ہی دل میں کہا۔ "بے غیرت چہرہ اور کرامازوفوں کا ضمیر۔"

7
جاہ طلب دینی طالب علم

الیوشا سٹارتس کو خواب گاہ میں لے گیا اور اس نے اسے پلنگ پر بٹھا دیا۔ یہ بے حد چھوٹا کمرا تھا اور اس میں صرف انتہائی ضروری فرنیچر موجود تھا۔ تنگ آہنی پلنگ پر گدا ناپید تھا، اس کی بجائے وہاں صرف پشمینے کی دھجی پڑی تھی۔ کمرے کے ایک کونے میں آئیکونوں کے قریب ایک اونچی رحل رکھی ہوئی تھی جس پر مسیح کی تصویر سے منقش صلیب اور 'نیا عہد نامہ' کا نسخہ دھرا ہوا تھا۔ سٹارتس کچھ اس انداز سے پلنگ پر گر پڑا جیسے وہ بے حد تھک چکا ہو۔ اس کی نگاہیں یونہی خلا کو تک رہی تھیں اور اسے سانس لینے میں دشواری پیش آ رہی تھی۔ پلنگ پر بیٹھ جانے کے بعد اس نے جسم کے آر پار ہو جانے والی نظروں سے الیوشا کی جانب یوں دیکھا جیسے وہ کسی چیز کے بارے میں گہرے سوچ بچار میں جتا ہو۔

"اب تم جا سکتے ہو، میرے عزیز، اب تم جا سکتے ہو، پرفاری میری دیکھ بھال کرے گا۔ تم بس جلدی کرو اور چلے جاؤ۔ تمہیں صدر راہب کے ہاں جانا اور وہاں مہمانوں کو کھانا کھلانے میں مدد دینا چاہیے۔"

"اگر آپ نوازش کریں اور اجازت مرحمت فرمائیں تو میں یہیں ٹھہرنے کو ترجیح دوں گا۔"

ایلوشا نے ملتجیانہ لہجے سے کہا۔

"تمہاری وہاں کہیں زیادہ ضرورت ہے۔ ان کی آپس میں قطعاً نہیں بنتی۔ تم وہاں کھانے کی میز پر خدمات سرانجام دے سکو گے اور یوں اپنے آپ کو سودمند ثابت کر سکو گے۔ اگر وہاں شیطنت سر اٹھائے، دل میں کوئی دعا پڑھ لینا۔ میرے بیٹے (ستارتس کو اس سے اس طرح مخاطب ہونا پسند تھا)، تمہیں معلوم ہونا چاہیے تمہارے لیے یہ جگہ موزوں نہیں ہوگی۔ میرے بیٹے، اس بات کو یاد رکھنا۔ جونہی خداوند کی مرضی ہوئی اور میرے جانے کا وقت ہوا — تم اس خانقاہ سے چلے جانا۔ ہمیشہ کے لیے چلے جانا۔"

ایلوشا پر کپکپاہٹ طاری ہو گئی۔

"خرابی کیا ہے؟ یہ جگہ تمہارے لیے نہیں۔ میں تمہارے حق میں دعائے خیر کرتا ہوں کہ تم دنیا میں فروتنی اور اطاعت (103) کے (جذبے کے) ساتھ جاؤ۔ تمہیں ابھی لمبا سفر طے کرنا ہے۔ تمہیں لازماً شادی کر لینا چاہیے — لازماً کر لینا چاہیے۔ تمہیں واپس آنے سے پہلے بہت کچھ جھیلنا ہوگا، بہت کچھ کرنا اور بہت کچھ پایہ تکمیل تک پہنچانا ہوگا۔ لیکن مجھے تم پر اعتماد ہے، اسی لیے میں تمہیں بھیج رہا ہوں۔ میری دعا ہے یسوع ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیں۔ ان کا دامن کبھی نہیں چھوڑنا اور وہ تمہیں کبھی نہیں چھوڑیں گے۔ تمہیں بہت کچھ رنج والم میں سے گزرنا ہوگا اور اسی رنج والم میں تمہیں مسرت ملے گی۔ میرا تمہارے لیے حکم یہ ہے: رنج والم میں مسرت تلاش کرو! محنت کرتے رہو، مسلسل اور ان تھک محنت کرتے رہو! آج سے میرے الفاظ ہمیشہ یاد رکھو کیونکہ یہاں اس دنیا میں میرے دن ہی نہیں بلکہ میری گھڑیاں بھی گنی جا چکی ہیں۔ ویسے یہ بھی عین ممکن ہے کہ مجھے تمہارے ساتھ دوبارہ گفتگو کرنے کا موقع دستیاب ہو جائے۔"

ایلوشا کا چہرہ ڈھے گیا اور اس کے ہونٹ کپکپانے لگے۔

"اب کیا گڑبڑ ہے؟" ستارتس حلیمی سے مسکرایا۔ "جب عام آدمیوں کے عزیز و اقارب فوت ہوتے ہیں تو وہ آنسو بہانے لگتے ہیں، انہیں آنسو بہاتے رہنے دو۔ لیکن جب یہاں کسی فادر کا انتقال ہوتا ہے تو ہمارے لیے یہ خوشی کا مقام ہوتا ہے۔ ہم خوشیاں مناتے اور اس کے حق میں دعائیں کرتے ہیں۔ اب مجھے اکیلا چھوڑ دو۔ میں عبادت کرنا اور دعا مانگنا چاہتا ہوں۔ جاؤ، شتابی سے جاؤ۔ اپنے بھائیوں کے پاس جاؤ۔ صرف ایک کے پاس نہیں، بلکہ دونوں کے پاس۔"

ستارتس نے دعائے خیر کے لیے ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔ اگرچہ ایلوشا کا دل تو بہت چاہتا تھا کہ وہ وہیں ٹھہرا رہے لیکن بحث کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ وہ ایک سوال — "آپ نے میرے بھائی دمتری کے سامنے جس طرح دو زانو ہو کر اسے آداب کیا، اس کی اہمیت کیا تھی؟" — پوچھنے کے

لیے مرا جا رہا تھا۔ سوال اس کی زبان پر آتا لیکن وہیں رہ جاتا کیونکہ اس میں دریافت کرنے کا حوصلہ نہیں تھا۔ ویسے بھی وہ جانتا تھا کہ اگر ممکن ہوتا تو ستارتس اپنی مرضی سے اس سوال کا جواب دے سکتا تھا اور یوں اس کے پوچھنے کی نوبت ہی نہ آتی۔ لیکن قرائن سے معلوم ہوتا تھا کہ ستارتس کی یہ خواہش ہی نہیں تھی۔ اس نے جس طرح دو زانو ہو کر دمتری فیودرووچ کو آداب کیا تھا، اس نے ایلوشا کے قلب و دماغ پر غیر معمولی نقش ثبت کیا تھا! اسے اندھا یقین تھا کہ اس کا کوئی پُر اسرار مقصد تھا۔ پُر اسرار اور شاید بھیانک بھی۔

جب وہ درویش خانے کے بیرونی دروازے میں سے گزرتا تیز قدموں راہب خانے کی طرف جا رہا تھا تا کہ وہاں وہ کھانے میں شریک ہو سکے (ویسے اس نے خود کھانا نہیں کھانا تھا بلکہ محض دوسروں کو کھلانا تھا)، اس کا دل تکلیف دہ انداز سے سکڑنے لگا اور وہ جہاں تھا وہیں کھڑا ہو گیا۔ بات کچھ یوں تھی کہ ستارتس کے وہ الفاظ، جن میں اس نے اپنی موت کی پیش گوئی کی تھی، ایک بار پھر اس کے کانوں میں گونجنے لگے تھے۔ ستارتس نے جس چیز کی، خاص طور پر اتنے تیقن کے ساتھ، پیش گوئی کی تھی، ایلوشا کو پختہ یقین تھا کہ وہ لاریب وقوع پذیر ہو کر رہے گی کیونکہ وہ اس کی باتوں کو الہام کا درجہ دیتا تھا۔ لیکن مسئلہ یہ تھا: ستارتس کے بغیر وہ خود کیسے زندہ رہ پائے گا؟ جب وہ اس کی باتیں سن سکے گا نہ اسے دیکھ سکے گا، پھر کیا ہوگا؟ اور وہ جائے گا کہاں؟ "انہوں نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں آنسو نہ بہاؤں اور خانقاہ سے چلا جاؤں۔ اف خدایا!" ایلوشا کو اس نوعیت کے شدید ذہنی کرب میں سے گزرنے کا تجربہ مدتوں سے نہیں ہوا تھا۔ اس نے اس جنگل میں سے، جو درویش خانے کو خانقاہ سے علیحدہ کرتا تھا، گزرنے کے لیے اپنی رفتار تیز کر دی۔ جن خیالات نے اس کے دماغ پر یلغار کر رکھی تھی، اب اس کے لیے انہیں برداشت کرنا ناممکن معلوم ہو رہا تھا۔ وہ صنوبر کے بے حد قدیم درختوں کو دیکھنے لگا جو جنگل کے بیچوں بیچ گزرنے والی پگڈنڈی کے دونوں جانب کھڑے تھے۔ راستہ لمبا نہیں تھا، زیادہ سے زیادہ صرف پانچ سو قدم ہی تو تھے، ان سے زیادہ ایک بھی نہیں، دن کے اس وقت وہاں کسی اور سے مڈبھیڑ ہونے کا بھی کوئی خاص اندیشہ نہیں تھا۔ لیکن اچانک پہلے ہی موڑ پر اسے رکیتن کی شکل نظر آ گئی۔ وہ کسی کا انتظار کر رہا تھا۔

"کس کا انتظار کر رہے ہو، میرا تو نہیں؟" ایلوشا نے اس کے برابر پہنچتے ہوئے کہا۔

"بالکل، مجھے تمہارا ہی انتظار تھا،" رکیتن نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تمہیں صدر راہب کے ہاں پہنچنے کی جلدی ہے۔ ٹھیک؟ مجھے معلوم ہے۔ وہاں لنچ کا اہتمام کیا گیا ہے۔ تمہیں یاد ہے کہ ایک مرتبہ یہاں آرچ بشپ اور جنرل پخاتوف کے اعزاز میں زبردست دعوت برپا ہوئی تھی؟ اس کے بعد اب تک یہاں ایسے لنچ کا بندوبست نہیں ہوا۔ میں تو وہاں نہیں ہوں گا لیکن تم ضرور جاؤ اور

دوسروں کی مرغن کھانے سے خدمت کرو۔ ویسے الکسی، مجھے ایک بات بتاؤ: آج وہاں جو کچھ ہوا، اس کا مطلب کیا تھا؟ میں تم سے بس یہی پوچھنا چاہتا تھا۔"

"کیا ہوا تھا؟"

"تمہارے بھائی کے سامنے وہ جس طرح جھک کر آداب بجا لایا تھا بلکہ اس نے اس کے سامنے فرش پر اپنی پیشانی رکھ دی تھی۔"

"تم فادر زوسیما کی بات کر رہے ہو؟"

"ہاں، فادر زوسیما کی۔"

"ان کی پیشانی؟"

"آخ، میں بھی کتنی بڑی گستاخی کا مرتکب ہو رہا ہوں۔ خیر، اگر مجھ سے واقعی گستاخی ہوئی ہے تو یہ بہت بری بات ہے۔ خیر، اس نے جو یہ حرکت فرمائی، اس کا مطلب کیا تھا؟"

"رکتا، مجھے معلوم نہیں۔"

"آخ، مجھے معلوم تھا کہ وہ تمہارے سامنے اس کی کوئی توجیہہ نہیں کرے گا۔ خیر، اس میں معمول سے ہٹ کر کوئی نئی چیز تو تھی نہیں، بس وہی روز کی مقدس اڑنگ بڑنگ (103 الف) ہی معلوم ہوتی تھی۔ پھر بھی میں کہوں گا کہ اس کی یہ حرکت تھی سوچی سمجھی۔ اس قصبے کے تمام اشخاص کی، جو بنتے تو بڑے پارسا ہیں لیکن اصلاً منافق ہیں، زبانیں کھل جائیں گی اور وہ وقت بہت جلد آ جائے گا جب یہ قصہ سارے صوبے کے لوگوں کی زبان پر ہو گا اور ہر شخص یہ جاننے کے لیے بے قرار ہو جائے گا کہ یہ سب کچھ کس لیے کیا گیا تھا۔ میرا خیال ہے بڈھا بہت کائیاں ہے: اس نے فضا میں جرم سونگھ لیا ہے۔ تمہارے خاندان سے اس کی بساند آ رہی ہے۔"

"کیسا جرم؟"

صاف نظر آ رہا تھا کہ رکیتن اپنی جاننے کے لیے مرا جا رہا ہے۔

"تمہارے خاندان کے کسی نہ کسی فرد کو ضرور ضرر پہنچنے والا ہے۔ تمہارے بھائیوں اور تمہارے متمول باپ کے مابین کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے۔ چنانچہ جو کچھ ہونے والا ہے، اس کو بھانپتے ہوئے زوسیما نے اپنی پیشانی زمین پر رگڑ دی۔ اس کے بعد لوگوں کی زبانیں قینچی کی طرح چلنے لگیں گی اور وہ کہنا شروع کر دیں گے: 'اس پارسا شخص نے تو پہلے ہی اس بارے میں پیشگوئی کر دی تھی اور اس کی پیش گوئی صحیح ثابت ہوئی ہے۔' پیش گوئی، اوغ تھوا بھلا زمین پر پیشانی رگڑنا بھی کوئی پیشگوئی ہوتی ہے انہیں، کہنے والے کہاں باز آئیں گے، وہ دھڑے سے کہیں گے: یہ علامت تھی، نشانی تھی، شگون تھا اور خدا جانے کیا کچھ! اس کے کھلے بندوں تعریفوں کے پل باندھے جائیں گے، اس کے

ذکر کیے جائیں گے، لوگ کہیں گے۔ اس نے جرم کی پیش گوئی کی تھی، مجرم کی شناخت کر دی تھی۔ یہ پاک باز بدھو ہمیشہ یہی کچھ کرتے چلے آئے ہیں: وہ نے خانوں کے سامنے صلیب کے نشانات نصب کرنے پر اصرار کرتے ہیں اور گرجوں پر پتھر پھینکتے رہیں گے۔ تمہارے اس ستارتس کا بھی یہی حال ہے: وہ نیکوکار کو چھڑی مار کر بھگا دیتا ہے۔ اور قاتل کے پاؤں پر اعلیٰ انداز سے اپنا ماتھا رگڑنے لگتا ہے۔"

"کیسا جرم؟ کیسا قاتل؟ یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟" الیوشا اور رکیتن دونوں ہی اپنی اپنی جگہ پتھر کے بت بن کر کھڑے رہے۔

"کیسا قاتل؟ جیسے تمہیں کچھ معلوم ہی نہ ہو! میں شرط لگاتا ہوں کہ تمہارے دماغ میں بھی یہ بات پہلے ہی آ چکی ہے۔ درحقیقت مجھے اس بارے میں بڑا تجسس ہو رہا ہے۔ سنو، الیوشا، تم ہمیشہ سچ بولتے رہے ہو، بے شک انجام کار نتیجہ یہی برآمد ہو کہ تم سے کوئی فیصلہ ہی نہ ہو پائے (103 ب)۔ اب سچ سچ بتاؤ تمہارے دماغ میں یہ خیال آیا تھا یا نہیں؟ اب منہ سے کچھ پھوٹو بھی!"

"ہاں، آیا تو تھا۔" الیوشا نے زیرِ لب کہا۔ اس کے جواب پر رکیتن بھی سٹپٹا گیا۔

"کیا؟ تمہارے ذہن میں واقعی یہی خیال آیا تھا؟" اس نے متعجب ہو کر پوچھا۔

"میں... میں نے بعینہٖ تو اس طرح نہیں سوچا تھا۔" الیوشا بڑبڑا رہا تھا۔ "لیکن جب تم نے اس بارے میں ابھی ابھی عجیب و غریب انداز سے باتیں شروع کر دی تھیں مجھے کچھ یوں لگا جیسے یہ بات تو پہلے ہی میرے ذہن میں آ چکی تھی۔"

"تم جو کچھ کہہ رہے ہو میں اسے اس سے بہتر انداز سے نہیں کہہ سکتا تھا۔ تم سمجھ گئے ہو نا، سمجھ گئے ہو نا؟ آج تم جب اپنے باپ اور اپنے بھائی متیا کی جانب دیکھ رہے تھے تو تمہارے ذہن میں خیال آیا تھا کہ کوئی نہ کوئی جرم سرزد ہونے والا ہے۔ خیر، میں بہرحال غلطی پر نہیں تھا؟"

"ٹھہرو، صرف ایک منٹ!" الیوشا نے گھبراہٹ کے عالم میں اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "تم یہ سب کچھ کیوں کہہ رہے ہو؟... ویسے بھی سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ تمہیں اس بارے میں کیوں تشویش ہے؟"

"تم نے دو مختلف لیکن بالکل سمجھ میں آنے والے سوال اٹھائے ہیں۔ میں ان کا باری باری جواب دوں گا۔ آخر وہ کون سی چیز ہے جو مجھ سے یہ سب کچھ کہلوا رہی ہے؟ میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ میں اس بارے میں اپنی زبان بالکل بند رکھتا بشرطیکہ میں نے آج اچانک تمہارے بھائی دمتری فیودوروچ کو سمجھ نہ لیا ہوتا کہ وہ اصلاً کیا ہے، سارا کا سارا، سر سے پاؤں تک۔ صرف ایک واحد چیز نے مجھے معاً اس کے متعلق وہ سب کچھ بتا دیا جو اس کے متعلق جاننا ضروری ہے۔ یہ

جو کافی دیانت دار لیکن شہوانی جذبات کے ضرورت سے زیادہ اسیر لوگ ہوتے ہیں، ان کی ایک حد ہوتی ہے جسے انہیں عبور نہیں کرنا چاہیے۔ اگر وہ ایسا کرتے ہیں پھر اس بات کا پورا پورا امکان ہوتا ہے کہ (جب بھی موقع ملے) وہ کسی بھی شخص کے، حتیٰ کہ اپنے باپ کے پیٹ میں بھی، چاقو گھونپ دیں۔ اور اگر باپ شرابی اور بے لگام انداز سے عورتوں کا رسیا ہو، جس میں اتنی بھی سوجھ بوجھ نہ ہو کہ ہر چیز میں کوئی نہ کوئی حد قائم کرنا ضروری ہوتا ہے، یہی نہیں بلکہ وہ تو یہ بھی نہ جانتا ہو کہ یہ حد کہاں قائم کی جانا چاہیے، وہ انجام کار سر کے بل کھائی میں جا گرے گا...''

''نہیں، بیٹا، نہیں، اگر بات محض اتنی ہی ہے جتنی کہ تم مجھے بتا رہے ہو پھر تم نے میری تسلی کر دی ہے۔ معاملہ وہاں تک نہیں جائے گا۔''

''پھر تم سر سے پاؤں تک کیوں کانپ کیوں رہے ہو؟ کیا تمہیں کچھ معلوم ہے؟ ممکن ہے وہ دیانت دار آدمی ہو — میرا مطلب دمتیا سے ہے (وہ احمق ضرور ہے لیکن دیانت دار ہے) — لیکن وہ شہوت پرست ہے، اس سے پتا چل جاتا ہے کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے، یہ ایک لفظ بتا دیتا ہے کہ وہ کیسا آدمی ہے۔ اس نے یہ گھٹیا شہوت پرستی اپنے باپ سے ورثے میں پائی ہے۔ مگر الیوشا، حیرت مجھے تم پر ہوتی ہے۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ تم ابھی تک اپنی 'دوشیزگی' سے محروم نہیں ہوئے حالانکہ تم بھی آخر کرامازوف ہی ہو؟ تمہیں ماننا پڑے گا کہ تمہارے خاندان میں شہوت مرض کا درجہ اختیار کر چکی ہے۔ چنانچہ تمہارے خاندان میں تین شہوت پرست ہیں جو دبے پاؤں ایک دوسرے کا پیچھا کر رہے ہیں... انہوں نے اپنے اپنے ہتھیار تیار کر لیے ہیں۔ تینوں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں، ممکن ہے چوتھے تم نکل آؤ۔''

''تمہیں اس عورت کے بارے میں غلط فہمی ہوئی ہے۔ دمتری... اس سے نفرت کرتا ہے۔'' الیوشا نے کپکپاتے ہوئے کہا۔

''تمہاری مراد گروشینکا سے ہے؟ نہیں، میرے دوست، وہ اس سے نفرت نہیں کرتا۔ چونکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس نے علانیہ اپنی منگیتر کا اس سے تبادلہ کر لیا ہے، چنانچہ ثابت ہوا وہ اس سے نفرت نہیں کرتا۔ یہ... میرے دوست، یہ ایک ایسی چیز ہے جو فی الحال تمہاری سمجھ سے بہت بعید ہے۔ مرد کسی حسینہ کی محبت میں گرفتار ہو سکتا ہے، کسی عورت کے جسم پر مر مٹ سکتا ہے بلکہ وہ تو عورت کے جسم کے محض ایک حصے پر بھی فدا ہو سکتا ہے (شہوت پرست شخص یہ بات سمجھ لے گا)، وہ اس کی خاطر اپنے بچوں سے منہ موڑ لے گا، اپنے ماں باپ کو بیچ ڈالے گا بلکہ اپنی مادر وطن کا سودا کرنے سے بھی گریز نہیں کرے گا۔ اگر وہ دیانت دار ہے تو اپنی تمام تر دیانت داری کے باوجود وہ اس کی خاطر چوری کرے گا، ڈاکا ڈالے گا۔ اگر وہ مسکین طبع ہے تو اپنی ساری مسکینی کے باوجود قتل کا

ارتکاب کر ڈالے گا۔ اگر وہ وفادار ہے، وہ غداری پر اتر آئے گا اور ساری وفاداری دھری کی دھری رہ جائے گی۔ عورتوں کے پاؤں کے شاعر پوشکن (104) نے عورتوں کے پاؤں کے قصیدے پڑھے ہیں اور انہیں اتنا بڑھا چڑھایا ہے کہ خاک سے پاک بنا دیا ہے۔ دوسرے لوگ قصیدے تو نہیں پڑھتے لیکن ان کی ایک جھلک دیکھتے ہی ان پر بھی وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ محض پاؤں کی بات نہیں... مائی ڈیئر فیلو، اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ وہ گروشینکا سے نفرت کرتا ہے تو بھی اس معاملے پر نفرت کھانے کا اطلاق نہیں ہوتا۔ ممکن ہے وہ اس سے نفرت بھی کرتا ہو لیکن اس کے لیے اپنے آپ کو اس سے جدا کرنا بھی ناممکن نظر آتا ہو۔''

''میں یہ بات سمجھتا ہوں۔'' اچانک الیوشا کے منہ سے نکل گیا۔

''واقعی؟ ہاں، اگر تم اتنی سرعت سے اس کا اقرار کر سکتے ہو پھر تم واقعی سمجھ گئے ہو۔'' راکیتن نے خبث باطن کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ ''تمہارے پاس اس کا اقرار کیے بنا چارہ ہی نہیں تھا، الفاظ تمہاری زبان سے اپنے آپ پھسل گئے۔ ٹھیک؟ اس سے اقرار اور بھی قابل قدر ہو گیا ہے: اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم موضوع سے پہلے ہی شناسا ہو، تم اس کے متعلق سوچ بچار کرتے رہے ہو، جب میں اس کے 'متعلق' کہتا ہوں تو میری مراد جسمانی گناہوں یا شہوت رانی سے ہے۔ ارے تم نے تو ابھی تک اپنی 'دوشیزگی' کو بچا کر رکھا ہوا ہے! ویسے تم ہو بڑے گھنے! اپنے تو یوں ہو جیسے تم بہت معصوم ہو... میں مانتا ہوں کہ تم سینٹ ہو، لیکن اس بات کے باوجود کہ تم بڑے چپ چپیتے ہو لیکن صرف ابلیس جانتا ہے کہ تم اپنے دل میں کیا کچھ سوچتے رہتے ہو! تم عورت کے کبھی قریب بھی نہیں پھٹکے، مگر اس کے باوجود تم اتھاہ گہرائیاں ماپ چکے ہو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں طویل عرصے سے تمہاری حرکات و سکنات کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔ تم کرامازوف ہو، تم سرتاپا کرامازوف ہو — آخر نسل اور فطری انتخاب کا کچھ نہ کچھ مطلب تو ہو گا۔ اپنے باپ کی طرف سے تم شہوت پرست ہو اور اپنی ماں کی جانب سے پارسا بدھو۔ تم کانپ کیوں رہے ہو؟ کیا میں سچ نہیں کہہ رہا؟ گروشینکا مجھ سے بار بار تقاضا کرتی رہی ہے: 'اسے (اس کی مراد تم تھے) بس ایک مرتبہ میرے پاس لے آؤ، پھر دیکھنا میں نے اس کی پارسائی تار تار نہ کر دی تو میرا نام گروشینکا نہیں۔' وہ جس انداز سے التجائیں کرتی رہی ہے، خود اپنے کانوں سے سنتے تو تمہیں پکا اعتبار آ جاتا، اُسے میرے پاس لاؤ، اسے میرے پاس لاؤ!' سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ تم پر اتنی لٹو کیوں ہو رہی ہے۔ ویسے تو تمہیں معلوم ہے کہ عورت ذات ہوتی ہی بڑی عجیب ہے لیکن وہ تو سب پر بازی لے گئی ہے۔''

''اسے میرا سلام پہنچا دو اور اسے میرا پیغام پہنچا دو کہ میں نہیں آؤں گا۔'' الیوشا نے اپنے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے کہا۔ ''میکائیل، تم اپنی بات ختم کر لو، پھر میں تمہیں بتاؤں گا

کہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔"

"مزید رہ ہی کیا گیا ہے؟ سب کچھ بالکل واضح ہے، میرے عزیز دوست، یہ وہی نئی پرانی کہانی ہے۔ لیکن اگر تم بھی شہوت پرست ہو، پھر تمہارا بھائی ایوان کیا ہے؟ وہ بھی کرامازوف ہے۔ سارے کرامازوف خاندان کا مسئلہ صرف یہ ہے: تم شہوت پرست، زر پرست اور پاک باز بدھو ہو! اس بات کے باوجود کہ تمہارا بھائی ایوان دہریہ ہے، وہ کسی نامعلوم احمقانہ وجہ سے محض مذاق کے طور پر دینی موضوعات پر مضامین چھپواتا رہتا ہے اور اپنی اس ذہنیت پر قطعاً شرمندگی محسوس نہیں کرتا۔۔۔ تو یہ ہے تمہارا بھائی ایوان۔ اس کے علاوہ تمہارا یہ بھائی اپنے بڑے بھائی کی منگیتر ہتھیانے کی فکر میں ہے اور وہ جو کچھ چاہتا ہے غالباً اسے حاصل بھی کر لے گا۔ اور کیا تم تصور کر سکتے ہو کہ وہ سب کچھ میتیا کی رضامندی سے کرے گا کیونکہ میتیا محض اس لیے اپنی منگیتر پلیٹ پر رکھ کر پیش کرنے کو تیار ہے کیونکہ وہ اس سے جان چھڑانا چاہتا ہے تاکہ وہ جس قدر جلد ممکن ہو، گروشینکا کی خدمت میں حاضر ہو سکے۔ وہ یہ سب کچھ کرنا بھی چاہتا ہے اور اپنی غیرت، دیانت اور صداقت کا ڈھنڈورا بھی پیٹنا چاہتا ہے۔۔۔ کچھ سمجھے؟ آدمی ایسے لوگوں کا کیا کرے گا؟ تم سب لوگ کیا شے ہو، صرف ابلیس ہی جانتا ہے۔۔۔ یہ شخص اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ ہوسناک آدمی ہے اور وہ اپنی اس ہوسناکی سے بالآخر جی بھر کر لطف اندوز ہونا چاہتا ہے اور ہوتا رہتا ہے! معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہوتا: اس کا اپنا باپ اس کے رنگ میں بھنگ ڈالنے پر تلا ہوا ہے۔ بڈھا گروشینکا کے لیے پاگل ہوا جا رہا ہے، جب بھی اس کی نظر اس پر پڑتی ہے، اس کی رال ٹپکنے لگتی ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ اس نے حجرے میں سارا جھگڑا محض اس (عورت) کی خاطر کیا تھا اور یہ سب کچھ محض اس لیے کیونکہ میئی اوسف نے اسے بدکار عورت (چھنال) کہنے کی جرات کی تھی۔ وہ (اپنی محبوبہ کے) فراق میں گھل گھل کر مر جانے والے بیٹے سے بھی بدتر ہے۔ وہ کبھی اس کی تنخواہ دار ملازمہ ہوا کرتی تھی، اس کے مشکوک نوعیت کے کاروباری سودوں کو طے کرانے اور اس کے شراب خانوں کو چلانے میں اس کی معاونت کیا کرتی تھی لیکن اب جب کہ وہ واقعی اس کی نظروں میں سما گئی ہے وہ اس کا دیوانگی کی حد تک شیدائی ہو گیا ہے، اور مختلف حیلوں بہانوں سے، جن میں ایک بھی شریفانہ نہیں ہوتا، اس کے گھر کے چکر کاٹتا رہتا ہے۔ چنانچہ باپ بیٹے کا پھسلواں راستے پر تصادم ناگزیر ہے۔ اور گروشینکا فی الحال دونوں میں سے کسی کو بھی پلہ نہیں پکڑائے گی، وہ تب تک دونوں کو اپنی ران تلے دبائے رکھے اور ان کے جنسی جذبات کو بھڑکائے رکھنے کی پوری پوری کوشش کرتی رہے گی جب تک وہ یہ فیصلہ نہیں کر لیتی کہ اس کا اپنا فائدہ کس کے ساتھ منسلک ہونے میں ہے کیونکہ تمہارے باپ سے بے شک ڈھیروں روپیہ ہتھیایا جا سکتا ہے لیکن وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ کوئی عورت اس سے

شادی کرنے پر راضی ہو جائے اور ویسے بھی یہ ہو سکتا ہے کہ وہ آخر میں حسب عادت یہودیوں کا سا وتیرہ اختیار کر لے اور بالکل ہی شوہر بن جائے۔ اس صورت میں میتنکا کی قدر و قیمت بڑھ جاتی ہے۔ اس کے پاس روپیہ پیسا تو نہیں لیکن وہ خود دستیاب ہے۔ یعنی اس سے توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اپنی منگیتر، بے بدل حسین و جمیل کاترینا ایوانوونا کو، جو متمول ہے، عالی نسب ہے اور کسی کرنل کی دختر نیک اختر ہے، ٹھکرا دے گا اور گروشینکا کے ساتھ شادی کر لے گا جو کسی زمانے میں ٹاؤن کونسل کے سربراہ کی داشتہ ہوا کرتی تھی۔۔۔ ٹاؤن کونسل کا کون سا سربراہ، وہی جو پہلے معمولی قسم کا چکری دکاندار اور اس سے قبل نفس پرست کسان ہوا کرتا تھا۔ ان سب باتوں کا نتیجہ نہایت آسانی سے تصادم کی صورت میں نکل سکتا ہے اور جب تصادم ہوگا تو انجام کار جرم کا راستہ بھی کھل جائے گا، اور یہی تو وہ چیز ہے جس کا تمہارے بھائی ایوان کو انتظار ہے۔ اس کے تو وارے نیارے ہو جائیں گے۔ اسے کاترینا ایوانوونا مل جائے گی جس کے لیے وہ مرا جا رہا ہے اور مستزاد یہ کہ ساٹھ ہزار روبل کا جہیز بھی اس کے ہاتھ آ جائے گا۔ اس جیسے چیونٹی کے بچے کو سیڑھی پر پاؤں رکھنے کے لیے ابتدا ہی تو چاہیے اور اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ اپنی اس کامیابی سے وہ نہ صرف یہ کہ میتیا کی کسی قسم کی ہراسگی مول نہیں لے گا بلکہ الٹا عمر بھر کے لیے اسے اپنا احسان مند بنا لے گا۔ اتفاق سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ گزشتہ ہفتے جب کسی شراب خانے میں میتیا چند جپسی لڑکیوں کی صحبت میں نشے میں دھت ہو چکا تھا، وہ چلا چلا کر کہہ رہا تھا کہ اپنی منگیتر کاترینا ایوانوونا کے لائق وہ نہیں بلکہ اس کا بھائی ایوان ہے۔ اور جہاں تک کاترینا ایوانوونا کا تعلق ہے۔۔۔ اور میری بات یاد رکھو کہ انجام کار وہ ایوان فیودرووچ جیسے طلسم کار کو ہرگز نہیں ٹھکرائے گی لیکن فی الحال اس کی سمجھ میں ہی نہیں آ رہا کہ وہ ترجیح دے تو کس کو دے۔ اور ادھر میرا حال یہ ہے کہ میں کچھ نہیں پا رہا کہ آخر تمہیں ایوان میں کیا نظر آ گیا ہے کہ تم اس کے فدائی بن گئے ہو؟ وہ تم سب پر ہنس رہا ہے: 'مزے میں کر رہا ہوں،' وہ اپنے آپ سے کہتا رہتا ہے، اور 'بھرنا سب کچھ تم لوگوں کو پڑ رہا ہے!'"

"تمہیں یہ سب کیسے معلوم ہوا؟ تم یہ سب کچھ اتنے وثوق سے کیسے کہہ سکتے ہو؟" ایلیوشا نے اچانک ناک بھوں چڑھاتے ہوئے خشمگین لہجے سے پوچھا۔

"تم مجھ سے یہ کیوں پوچھ رہے ہو اور میرا جو جواب ہوگا، تم اس پر خوف زدہ کیوں ہو؟ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ تم مانتے ہو کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ بالکل صحیح ہے۔"

"تم ایوان کو پسند نہیں کرتے، ایوان کبھی روپے پیسے کے لالچ میں نہیں آئے گا۔"

"واقعی؟ اور کاترینا ایوانوونا کی خوب صورتی کے بارے میں کیا خیال ہے؟ یہ محض روپے پیسے کا معاملہ نہیں، ویسے ساٹھ ہزار روبل اتنی معمولی رقم بھی نہیں کہ اسے یونہی ٹھکرا دیا جائے۔"

''نہیں، ایوان کے عزائم اس سے کہیں بلند تر ہیں۔ ہزاروں روبل بھی اسے بھٹکا نہیں سکتے۔ اسے نہ روپے پیسے کی طمع ہے اور نہ وہ ذہنی سکون ڈھونڈتا پھر رہا ہے۔ شاید وہ دکھ کی تلاش میں ہے۔''

''کسے فریب دے رہے ہو؟ تمہاری باتیں سن کر مجھے ہنسی آ رہی ہے... اونچے بلنے والو، کیا بات ہے تمہاری!''

''یقیناً وہ بے چین روح کا مالک ہے۔ اس کا دماغ شکنجے میں پھنس چکا ہے۔ اس کے ذہن میں عظیم حل طلب خیالات کا انبار لگا ہوا ہے۔ وہ لاکھوں روبل کا بھوکا نہیں۔۔۔۔ اس کی ضرورت اپنے تصورات وخیالات کو سلجھانا ہے۔''

''ایلوشا، تم سرقے کے مرتکب ہو رہے ہو۔ تم اپنے ستارتس کے الفاظ کو آسان بنا کر پیش کر رہے ہو۔ ایوان نے بوجھنے کے لیے تم سب لوگوں کو کیسی پہیلی پیش کر دی ہے!'' رکیتن نے اپنا غصہ چھپائے بغیر کہا۔ اس کے چہرے کے تاثرات حقیر ہو گئے اور اس کے ہونٹ ٹیڑھے میڑھے ہو گئے۔ ''اور یہ پہیلی ہے بھی اچھی خاصی احمقانہ، اسے حل کرنا کوئی اتنا مشکل کام نہیں۔ اپنی عقل سلیم استعمال کرو اور تم میرا مطلب سمجھ جاؤ گے۔ اخبار میں اس کا جو مضمون شائع ہوا تھا، وہ بے وقوفانہ اور مضحکہ خیز تھا۔ اور تم نے اس کا بے تکا نظریہ سنا تھا: 'روح کی لافانیت کا کوئی وجود نہیں، چنانچہ نیکی کا بھی کوئی وجود نہیں اور یوں ہر چیز کی کھلی اجازت ہے...' برسبیل تذکرہ، تمہارے بھائی میتیا نے جو گلا پھاڑ کر یہ کہا تھا: 'میں اسے یاد رکھوں گا' وہ تمہیں یاد ہے؟ اپنے عمیق، اتھاہ خیالات کے ساتھ اس قسم کے نظریے لفنگوں کو تو اپنی طرف راغب کر سکتے ہیں!... میں نے دشنام طرازی شروع کر دی ہے، یہ نا احمقانہ حرکت؟... لفنگوں کو نہیں، ڈینگیں مارنے والے طالب علموں کو... وہ صرف ڈینگیں مارنا جانتا ہے اور اس کی ساری باتوں کا لب لباب صرف یہ ہے: 'ایک طرف تم انکار نہیں کر سکتے... دوسری طرف تمہیں ماننا پڑے گا'؛ یعنی چت بھی میری پٹ بھی میری! اس کا پورا نظریہ جعلی اور بناوٹی ہے۔ انسان روح کی لافانیت کو مانے بغیر بھی نیکی اور پارسائی کی زندگی گزارنے کے لیے اپنی ذات کے اندر سے قوت حاصل کر سکتے ہیں! انسان حریت، مساوات اور اخوت کو اپنا کر طاقت حاصل کر لے گا...''

رکیتن اس قدر جوش میں آ گیا کہ اس کے لیے اپنے جذبات کو قابو میں رکھنا تقریباً مشکل ہو گیا۔ مگر وہ اچانک چپ ہو گیا جیسے اسے کچھ یاد آ گیا ہو۔

''خیر، خیر، اتنا ہی کافی ہے۔'' وہ منہ بگاڑ کر پہلے سے بھی زیادہ طنزیہ انداز سے مسکرا رہا تھا۔

''تم ہنس کیوں رہے ہو؟ تمہارا خیال ہے میں کوئی کندۂ ناتراش احمق ہوں؟''

''نہیں، اس قسم کی سوچ کبھی میرے ذہن میں نہیں آئی۔ تم بہت ہوشیار ہو لیکن... خیر، جانے دو، میں جو ہنسا یہ میری نری حماقت تھی! یقیناً، مجھے معلوم ہے کہ تم اس قدر گرم کیوں ہو رہے ہو۔ تمہارے رویے سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ کاترینا ایوانوونا کے بارے میں تم خود بے نیاز نہیں۔ میرے دوست، مجھے اس کے متعلق مدت سے شبہ تھا اور یہی وجہ ہے کہ تم میرے بھائی ایوان کو پسند نہیں کرتے۔ کیا اس سے حسد کرتے ہو؟''

''اور مجھے اس (کاترینا ایوانوونا) کی دولت سے بھی حسد ہے۔ چپ کیوں ہو گئے ہو؟ کہہ دو!''

''نہیں، جہاں تک روپے پیسے کا تعلق ہے، میں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہوں گا۔ میرا تمہاری توہین کرنے کا قطعاً کوئی ارادہ نہیں۔''

''میں تمہاری یہ بات اس لیے صحیح تسلیم کر رہا ہوں کیونکہ یہ تم نے کہی ہے، لیکن مجھے تمہاری اور تمہارے بھائی ایوان کی قطعاً کوئی پروا نہیں، میری طرف سے تم دونوں جہنم میں جاؤ! معلوم ہوتا ہے کہ تم دونوں کو اس بات کا قطعاً احساس نہیں کہ وہ (ایوان) فی نفسہٖ انتہائی ناپسندیدہ شخص ہے، اور یہ کہ کاترینا ایوانوونا کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ آخر میں اسے (ایوان کو) پسند کروں بھی تو کیوں کروں؟ لعنت ہو اس پر! اس نے مجھے برا بھلا کہنے میں کبھی تامل نہیں کیا، پھر میں اسے برا بھلا کہنے میں کیوں پس وپیش کروں؟''

''میں نے تو اسے کبھی تمہارے متعلق کوئی بات، اچھی یا بری، کرتے نہیں سنا۔ وہ تو کبھی تمہارا نام بھی زبان پر نہیں لاتا۔''

''اس کے باوجود مجھے خبر ملی ہے کہ وہ پرسوں کاترینا ایوانوونا کے ہاں گلا پھاڑ پھاڑ کر میرے خلاف دشنام طرازی کر رہا تھا اور اس ضمن میں اسے جو لفظ بھی سوجھا اس نے اسے کہنے میں قطعاً کوئی دریغ نہ کیا۔۔۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ تمہارے اس ناچیز خادم کے بارے میں کتنا لاتعلق ہے! اب میرے دوست، تم خود ہی بتاؤ کہ کون کس سے حسد کرتا ہے! اس نے میرے متعلق تو یہاں تک کہہ دیا، 'اگر اس نے عنقریب کسی خانقاہ کا سربراہ بننے کا کیریئر اختیار کرنے پر اکتفا نہ کیا اور وہ بہت جلد راہب نہ بنا تو پھر یقین مانیں وہ لازماً سینٹ پیٹرز برگ (104۔الف) چلا جائے گا اور دانش وروں کے جریدے کے عملہ ادارت میں شامل ہو جائے گا جہاں وہ یقیناً اس جریدے کے ادبی حصے میں کام کرے گا۔ وہاں وہ دس سال تک لکھتا لکھاتا رہے گا اور پھر کچھ ایسا چکر چلائے گا کہ جریدے کا انتظام وانصرام اس کے ہاتھ آ جائے گا۔ وہ جریدہ شائع تو کرتا رہے گا مگر اسے لازماً لبرل اور ملحدانہ خیالات کا، جن میں کچھ کچھ سوشلزم کی چاشنی ہوگی، ترجمان بنا دے گا۔ وہ اتنا ہوشیار

اور کائیاں آدمی ہے کہ اپنے آپ کو حالات اور نئے نئے رجحانات سے پوری طرح باخبر رکھنے میں کوئی دقت محسوس نہیں کرے گا۔ کسی کو بھی، خواہ وہ ایک دوسرے کے کتنے ہی مخالف کیوں نہ ہوں، ناراض ہونے کا کوئی موقع نہیں دے گا اور یوں ان احمقوں پر اس کا مکمل کنٹرول ہو گا۔' تمہارے بھائی کے بقول میرے کیریئر کا نقطۂ عروج وہ ہوگا جب میں اپنے سوشلسٹ رجحانات کے باوجود جریدے کے چندوں کی رقوم اپنے ذاتی بینک اکاؤنٹ میں منتقل کرنا شروع کر دوں گا اور بینک کو ہدایت کر دوں گا کہ وہ ان رقوم سے کسی ایسے کاروبار میں سرمایہ کاری کرے، جس کا انتظام کسی یہودی کے ہاتھ میں ہوتا کہ میں خوب منافع کما سکوں اور اس قابل ہو جاؤں کہ سینٹ پیٹرز برگ میں ایک پرشکوہ عمارت تعمیر کر سکوں جس میں نہ صرف اپنے جریدے کے ادارتی دفاتر منتقل کر لوں گا اور جو منزلیں باقی بچیں گی انہیں کرائے پر اٹھا دوں گا۔ اس کے بقول میں نے اس مجوزہ عمارت کے لیے جگہ کا انتخاب بھی کر لیا ہے: یہ پتھر کے اس نئے پل کے قریب ہو گی جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ سینٹ پیٹرز برگ میں دریائے نیوا پر تعمیر کیا جا رہا ہے تاکہ لیتائنی (محلے) کو وائی بورگ (محلے) سے ملایا جا سکے۔"

"واہ، شاباش، واہ، تمہارے تو مزے ہو گئے۔ ایوان نے جو کچھ کہا ہے، وہ غالباً حرف بحرف صحیح ثابت ہوگا۔" الیوشا نے چہچہاتے ہوئے کہا۔

"الیکسی فیودوروچ، تو تم بھی طنز کے تیر چلانے لگے ہو۔"

"نہیں، بالکل نہیں، میں تو محض مذاق کر رہا تھا۔ مجھے معاف کر دو۔ میرے ذہن میں اس وقت کچھ اور ہی سمایا ہوا ہے۔ خیر، چھوڑو اسے۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ تمہیں کس نے بتایا ہے۔۔۔ تم نے کہاں سے سنا ہے؟ صاف ظاہر ہے کہ جب میرا بھائی اس قسم کی باتیں کر رہا تھا تو اس وقت تم خود تو کاترینا ایوانوونا کے ہاں موجود نہیں ہو گے؟"

"یہ درست ہے کہ میں خود وہاں موجود نہیں تھا لیکن دمتری فیودوروچ ضرور تھا۔ میں نے اپنے کانوں سے دمتری فیودوروچ کو یہ سب کچھ بیان کرتے سنا ہے۔۔۔ ویسے اگر صحیح کہا جائے تو اس نے خود مجھے یہ سب کچھ نہیں بتایا تھا، میں نے تو یہ باتیں محض اتفاقاً سن لی تھیں۔۔۔ تاہم اس میں میرے کسی ارادے کا دخل نہیں تھا۔۔۔ کیونکہ اس وقت میں گروشینکا کے ہاں تھا۔ میں نے اپنے آپ کو اس کی خواب گاہ میں بند کر رکھا تھا کیونکہ جب تک دمتری فیودوروچ وہاں، اگلے کمرے میں، موجود تھا، میں کہیں نہیں جا سکتا تھا۔"

"ارے ہاں، میں تو بھول ہی گیا تھا۔ آخر وہ تمہاری رشتے دار جو ٹھہری، ٹھیک؟"

"رشتے دار؟ گروشینکا اور میری رشتے دار؟ تمہیں کس نے کہہ دیا؟" رکیتن نے اونچی آواز

سے چلاتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ "تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا؟" "ارے، تم سچ مچ پاگل ہو گئے ہو!"

"اچھا؟ کیا وہ واقعی تمہاری رشتے دار نہیں؟ میں نے تو یہی سنا تھا..."

"تم نے یہ کہاں سے سنا تھا؟ مجھے معلوم ہے کہ تم کرامازوف یوں بنتے رہتے ہو جیسے تمہارا تعلق کسی قدیم، نامور، اعلیٰ اور معزز خاندان سے ہو جس کے کارناموں اور کامرانیوں کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیلی پچی ہو جب کہ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا باپ دربدر کی ٹھوکریں کھایا کرتا تھا، وہ وقت کی روٹی کے لیے لوگوں کے گھروں میں مسخریاں کیا کرتا تھا اور اسے محض ترس کھا کر باورچی خانے میں جانے کی اجازت دے دی جاتی تھی تاکہ وہاں وہ گھر والوں کا جھوٹا کھا سکے۔ مانا، میں محض ایک معمولی دیہاتی پادری کا بیٹا ہوں اور تم شرفا کے مقابلے میں میری حیثیت دمڑی کی بھی نہیں لیکن میری یوں بلا روک ٹوک اور بے وجہ توہین مت کرو۔ الیکسی فیودوروچ، مجھے بھی اپنی عزت کا پاس ہے۔ گروشینکا میری رشتے دار نہیں ہو سکتی۔۔۔ میری بات کان کھول کر سن لو، وہ بدکردار عورت ہے۔"

رکیتن غصے سے پاگل ہوا جا رہا تھا۔

"خدا کے لیے مجھے معاف کر دو۔ مجھے بالکل معلوم نہیں تھا۔ ویسے تمہارا 'بدکردار عورت' سے مطلب کیا ہے؟ یقیناً وہ ایسی تو نہیں۔۔۔ اس قسم کی؟" الیوشا کا چہرہ اچانک سرخ ہو گیا۔ "میں پھر کہتا ہوں، میں نے لوگوں کی زبانی سنا تھا کہ وہ تمہاری رشتے دار ہے۔ تم اکثر اسے ملنے جاتے رہتے ہو اور تم نے خود مجھے بتایا تھا کہ تم دونوں کا آپس میں کوئی چکر وکر نہیں... میں نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ توقعات کے برعکس تم اس سے اتنی نفرت کرتے ہو گے! کیا وہ واقعی اس کی مستحق ہے؟"

"اگر میں اس سے ملنے جاتا ہوں تو میری اپنی وجوہ ہیں اور تمہارے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ جہاں تک رشتے داری کا تعلق ہے تو تمہیں جس شخص کی نگرانی کرتے رہنا ہو گی وہ تمہارا بھائی بلکہ تمہارا باپ بھی ہے ورنہ تمہیں پتا بھی نہیں چل سکے گا اور تم، میں نہیں، بلکہ تم اس کے سسرالی رشتے دار بن چکے ہو گے۔ خیر، ہم پہنچ گئے ہیں۔ تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ اب تم سیدھے باورچی خانے چلے جاؤ۔ ارے، یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ کیا ہے؟ وہ اتنی جلدی کھانے سے فارغ نہیں ہو سکتے! یا تم کرامازوف کوئی نیا شوشہ چھوڑ رہے ہو؟ معلوم کچھ بھی ہوتا ہے۔ وہ رہا تمہارا باپ اور ایوان فیودوروچ اس کے پیچھے پیچھے بھاگا جا رہا ہے۔۔۔ وہ صدر راہب کی رہائش گاہ سے بگٹٹ بھاگے آ رہے ہیں۔ ادھر دیکھو، فادر آئی اوسف دور برآمدے میں کھڑا ہے اور ان سے چلا چلا کر کچھ کہہ رہا

ہے۔ تمہارا باپ بھی چلاّ رہا اور بازو لہرا رہا ہے، وہ غائبانہ گالیاں بک رہا ہے۔ وہ رہا مائی اوسف، اپنی گاڑی میں، لو اس کی گاڑی چل پڑی ہے، نظر آیا؟ ادھر ماکسی موف سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا جا رہا ہے ـــــ معلوم ہوتا ہے کوئی جھگڑا ہوا ہے۔ تیج دھرے کا دھرا رہ گیا ہے۔ کہیں انہوں نے صدر راہب کی ناک تو نہیں توڑ دی؟ یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خود اس نے ان میں سے کسی کی توڑ دی ہو؟ اس سے انہیں خوب سبق مل جائے گا...."

رکیتن کی قیاس آرائی صحیح ثابت ہوئی۔ وہاں واقعی جھگڑا ہوا تھا، غیر متوقع اور بے مثال۔ سب کچھ "فی البدیہہ" ہوا تھا۔

8

شرم ناک منظر

جب مائی اوسف اور ایوان فیودرووچ راہب کی رہائش گاہ میں داخل ہو رہے تھے، پیوتر الیکساندرووچ کو، جو فی الاصل صحیح معنوں میں شائستہ اور حساس آدمی تھا، فی الفور احساس ندامت نے آ گھیرا ـــــ اسے شرمندگی ہو رہی تھی کہ وہ خواہ مخواہ طیش کھا گیا تھا۔ اس کے نزدیک بے مصرف فیودر پاولووچ اتنا گھٹیا اور فرومایہ تھا کہ اس سے نفرت جتانا بھی اسے اپنی شان کے خلاف نظر آتا تھا، چنانچہ اب اسے ندامت ہو رہی تھی کہ اس نے اسے ستارتس کے حجرے میں خواہ مخواہ اشتعال دلا دیا تھا اور یوں اسے بک بک کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ "بہرحال اس میں راہبوں کا کوئی قصور نہیں تھا:" اس نے صدر راہب کے برآمدے میں کھڑے کھڑے نتیجہ اخذ کیا اور "اگر یہاں کے لوگ نفیس اور شائستہ ہیں (معلوم ہوتا ہے کہ صدر راہب کا تعلق شرفاء کے کسی خاندان سے ہے)، پھر آخر ان کے ساتھ نفاست، شرافت اور طیبی سے کیوں پیش نہ آئے؟... میں کٹ حجتی نہیں کروں گا، وہ جو کچھ کہیں گے، میں اس پر صاد کر دوں گا، میں اپنے شائستہ رویے سے ان کے دل موہ لوں گا... اور.... انہیں جتا دوں گا کہ میری اس لقمان، اس مسخرے، اس بیٹو (105) کے ساتھ کوئی قدر مشترک نہیں اور یہ کہ باتوں کے ساتھ میں خود بھی فریب کھا گیا تھا۔"

جہاں تک درخت کاٹنے اور مچھلیاں پکڑنے کے اختلافی حقوق کا تعلق تھا (اسے تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ زیر بحث علاقے ہیں کہاں)، اس نے تہیہ کر لیا کہ وہ اس معاملے سے آج ہی اور ہمیشہ

ہمیشہ کے لیے دست بردار ہو جائے گا اور خانقاہ کے خلاف دائر شدہ مقدموں کو واپس لے لے گا۔ وہ یہ کام اس لیے بھی کرنا چاہتا تھا کیونکہ جن رقوم کا دعویٰ کیا گیا تھا، وہ بالکل معمولی تھیں۔

جب وہ صدر راہب کے طعام خانے میں داخل ہوئے، اس کے یہ مخیرانہ خیالات مزید مستحکم ہو گئے۔ دراصل صدر راہب کا کوئی طعام خانہ نہیں تھا۔ اس کے زیر تصرف صرف دو ہی کمرے تھے اور اگرچہ یہ ماننا پڑے گا کہ ستارتس کے کمروں کے مقابلے میں یہ کمرے کہیں زیادہ فراخ اور آرام دہ تھے، تاہم اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ وہاں آرام و آسائش کی ہر چیز مہیا کر دی گئی تھی یا یہ کہ وہ بڑے کیلے انداز سے چمک دمک رہے تھے۔ مہاگنی کا چمڑا چڑھا فرنیچر پرانی وضع کا تھا اور 1820 کی دہائی کا بنا ہوا تھا۔ چوبی فرش بالکل ننگا تھا، اس پر قالین تو کجا، عام دری بھی نہیں بچھی ہوئی تھی۔ تاہم ایک بات ضرور تھی، ہر چیز بے عیب انداز سے صاف ستھری تھی اور کھڑکیوں میں بدیسی پھولوں کے گملے ترتیب اور سلیقے سے سجے ہوئے تھے۔ کمرے کی انتہائی ٹھاٹ دار چیز (دوسری اشیا کے مقابلے میں) پُر تکلف انداز سے سجائی گئی میز تھی۔ اس کا میز پوش بے داغ اور انتہائی صاف ستھرا تھا۔ اس پر چینی مٹی کے برتن چمچما رہے تھے، خوب صورتی سے پکی ہوئی تین قسم کی ڈبل روٹی تھی، دو انگوری شراب کی بوتلیں تھیں، دو بوتلیں شہد اور پانی کی آمیزش سے خانقاہ میں تیار کردہ مشروب کی تھیں اور ایک بلوریں جگ کواس (106) کا تھا۔ یہ کواس بھی خانقاہ میں ہی تیار ہوتا تھا اور آس پڑوس میں اس کا بہت شہرہ تھا۔ ووڈکا کا کہیں نام و نشان تک نہیں تھا۔ رکیتن کو بعد ازاں کھنے پر معلوم ہوا کہ یہ لنچ پانچ مختلف کورسوں پر مشتمل تھا: سٹرلٹ (107) مچھلی کا سوپ، جس کے ساتھ مچھلی کی پائیاں تھیں، اس کے بعد ابلی ہوئی مچھلی تھی جسے ایک خاص طریقے سے نہایت نفاست سے تیار کیا گیا تھا، جب یہ ختم ہو جاتی تب سامن کے رسول، آئس کریم اور شربت میں محفوظ کیے گئے یا پکائے گئے پھل پیش کیے جانے تھے اور آخر میں کسٹرڈ سے ملتے جلتے بہت ہی عمدہ میٹھے کی باری آنا تھی جسے Blancmange (108) کہا جاتا ہے۔ رکیتن یہ سب کچھ پہلے ہی سونگھ چکا تھا کیونکہ وہ صدر راہب کے باورچی خانے میں جانے کی اپنی خواہش پر قابو نہیں پا سکا تھا جہاں اس کی جان پہچان کے چند اشخاص کام کرتے تھے۔ اس نے ہر جگہ بااثر اور با رسوخ اشخاص کے ساتھ اور ان لوگوں کے ساتھ بھی، جو اس کے لیے جاسوسی کرتے تھے، تعلقات قائم کر رکھے تھے۔ وہ اپنی قسمت پر قانع نہیں تھا اور حسد سے جل بھن کر کباب ہوتا رہتا تھا۔ یہ کہ وہ اچھی خاصی صلاحیتوں کا مالک ہے، اسے اچھی طرح معلوم تھا مگر اپنی حد سے بڑھی ہوئی انا پسندی کی وجہ سے وہ اپنی صلاحیتوں کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کرتا رہتا تھا۔ اسے پختہ یقین تھا کہ وہ کسی روز کسی نہ کسی نوع کی بااثر ہستی بن جائے گا لیکن الیوشا کو، جو اس کے ساتھ وابستہ تھا، یہ حقیقت زبردست ذہنی اذیت دیتی رہتی تھی کہ

وہ بددیانت آدمی ہے— اور یہ کہ اسے نہ صرف خود اس کا بالکل علم نہیں بلکہ وہ اپنے آپ کو مخلص اس لیے اس اعلیٰ ترین درجے کا ایماندار شخص تصور کرتا ہے جس پر بھولے سے بھی انگلی نہیں اٹھائی جا سکتی کیونکہ اگر اس کے سامنے میز پر کوئی رقم پڑی ہو تو وہ اسے اٹھا کر اپنی جیب میں نہیں ڈالے گا۔ کوئی شخص بھی، حتیٰ کہ ایلوشا بھی، اسے قائل نہیں کر سکتا تھا کہ وہ وہ نہیں جو وہ بنتا ہے بلکہ اس کے بالکل الٹ ہے۔

چونکہ رکیتن معمولی شخص تھا اور اس کی کوئی سماجی حیثیت نہیں تھی، اس لیے اسے لنچ پر نہیں بلایا جا سکتا تھا۔ مگر فادر آئی اوسف، فادر پائیسی اور ایک اور راہب پادری کو اس اعزاز کا مستحق سمجھا گیا تھا۔ وہ ازیں پیشتر ہی طعام گاہ میں پہنچ چکے تھے اور صدر راہب کا انتظار کر رہے تھے۔ اتنے میں پیوتر الیکساندرووچ، کالگانوف اور ایوان فیودرووچ اندر داخل ہو گئے۔ جاگیردار ماکسی موف پہلے ہی وہاں موجود تھا لیکن وہ اس انداز سے کونے میں دبکا بیٹھا تھا کہ حتی الوسع کسی کی بھی اس پر نظر نہ پڑ سکے۔ صدر راہب اپنے مہمانوں کو خوش آمدید کہنے کے لیے لمبے لمبے قدم اٹھاتا کمرے کے وسط میں پہنچا۔ وہ دراز قد، دبلا پتلا اور معمر شخص تھا مگر چاق چوبند تھا۔ اس کے بال یوں تو سیاہ تھے مگر اب ان میں سفیدی جھلکنے لگی تھی۔ اس کا چہرہ کتابی تھا اور اس سے پارسائی اور گہری سنجیدگی ٹپک رہی تھی۔ اس نے خاموشی سے جھک کر ہر شخص کو آداب کہا اور سب اس سے دعائے خیر کرانے آ گئے۔ مائی اوسف تو اس حد تک آگے بڑھ گیا کہ اس کے بالکل قریب پہنچ گیا اور اس نے اس کے ہاتھ پر بوسہ دینے کی کوشش کی لیکن صدر راہب نے عین وقت پر اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا اور یوں اس کی کوشش ناکام بنا دی۔ اس کے برعکس اس نے ایوان فیودرووچ اور کالگانوف کو اپنی پوری دعاؤں سے نوازا اور اس کا جواب انہوں نے یوں دیا کہ کسانوں کے انداز سے اس کے ہاتھوں پر بھرپور، فراخ دلانہ بوسہ ثبت دیا۔

"تقدس مآب، ہم پورے خلوص سے آپ سے معذرت خواہ ہیں،" پیوتر الیکساندرووچ نے خوش خلقی سے مسکراتے لیکن پُر وقار اور پُر احترام لہجہ برقرار رکھتے ہوئے کہا، "ہم اپنے ساتھی فیودر پاولووچ کے بغیر ہی حاضر ہو گئے ہیں حالانکہ آپ نے اسے بھی کھانا کھانے کی دعوت دی تھی۔ اسے آپ کی پُر شفقت دعوت کو ٹھکرانا پڑا ہے لیکن اس کی ایک وجہ ہے۔ تقدس مآب فادر زوسیما کے حجرے میں اپنے بیٹے کے ساتھ افسوس ناک خاندانی جھگڑے کے دوران میں وہ بدقسمتی سے اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکا اور اس کے منہ سے ایک دو انتہائی نامناسب باتیں نکل گئیں... اگر دیانت داری سے کام لیا جائے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس کے الفاظ بالکل ناشائستہ اور نازیبا تھے۔ میرا خیال ہے کہ اس معاملے کے متعلق" (یہاں اس نے دزدیدہ نگاہوں سے دونوں راہب

پادریوں کی جانب دیکھا) "جناب کو پہلے ہی اطلاع مل چکی ہو گی۔ چونکہ اسے اپنی تقصیر کا پورا احساس تھا اور وہ اپنے کیے پر پورے خلوص سے نادم تھا، وہ اپنی شرمندگی پر قابو نہ پا سکا اور اس نے ہم دونوں کے، میرے اور اپنے بیٹے ایوان فیودرووچ کے ذمے یہ فرض لگا دیا کہ ہم آپ کے سامنے اس کی طرف سے پُرخلوص معذرت، ندامت اور پشیمانی کا اظہار کریں... قصہ مختصر، وہ امید کرتا اور توقع رکھتا ہے کہ وہ بعد ازاں ان سب کوتاہیوں کی تلافی کر دے گا لیکن فی الحال وہ آپ کی دعاؤں کا طالب ہے اور وہ آپ سے درخواست کرتا ہے کہ جو کچھ ہوا ہے، آپ اس پر اسے معاف فرما دیں گے..."

مائی اوسف خاموش ہو گیا۔ جب وہ اپنی تقریر کے آخری الفاظ ادا کر چکا، اسے احساس ہوا کہ وہ جو کچھ کہہ چکا ہے اس پر اسے کامل اطمینان ہے۔ چنانچہ ازیں پیشتر اسے جو جھلاہٹ ہو رہی تھی، اس کا اب شائبہ تک باقی نہیں رہ گیا تھا۔ ایک بار پھر اس کے دل و دماغ میں بنی نوع انسان کی محبت انگڑائیاں لینے لگی تھی۔

صدر راہب نے، جو اس کی باتیں انتہائی سنجیدگی سے سن رہا تھا، اپنا سر ذرا سا جھکایا اور جواب میں بولا:

"مجھے بے حد افسوس ہے کہ ہمارا مہمان یہاں آنے سے قاصر ہے۔ شاید ہمارے دسترخوان پر ہم اسے پسند آ جاتے، اسی طرح وہ ہمیں پسند آ سکتا تھا۔ حضرات، میں اپنے دسترخوان پر آپ سب کو خوش آمدید کہتا ہوں اور ماحضر تناول کرنے کی درخواست کرتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی وہ ایقونے کے سامنے ایستادہ ہو گیا اور آغاز طعام کی دعا پڑھنے لگا۔ سب حاضرین نے احتراماً سر جھکا دیے اور جاگیردار ماکسی موف تو اتنا زیادہ آگے کی جانب جھک گیا کہ سب کو نظر آنے لگا کہ وہ کیا کر رہا ہے: اس نے اپنے دونوں ہاتھ بھی انتہائی عقیدت کے ساتھ باندھ لیے تھے۔

عین یہی وہ لمحہ تھا جب فیودر پاولووچ نے اپنا آخری داؤ کھیل دیا۔ یہ بات ملحوظ خاطر رہنا چاہیے کہ اس کا ارادہ واقعی رخصت ہو جانے کا تھا اور ستارٹس کے حجرے میں اپنے شرم ناک طرز عمل کے بعد اسے صدر راہب کے ہاں اس طرح لنچ کھانا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو، بالکل ناممکن معلوم ہو رہا تھا۔ وہ جو لنچ کھانا نہیں چاہتا تھا تو درحقیقت اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ اسے کوئی خاص شرمندگی ہو رہی تھی یا اس کا ضمیر اسے ملعون کر رہا تھا— غالباً اس کی ذہنی کیفیت اس کے بالکل برعکس تھی— تاہم اسے محسوس یہی ہو رہا تھا کہ اس کا لنچ میں شریک ہونا کچھ زیب نہیں دیتا۔ لیکن عین اس وقت جب وہ اپنی کھٹارا سی گھوڑا گاڑی کلاش میں سوار ہوا چاہتا تھا جو اسے اٹھانے کے لیے شراب خانے

کے دروازے کے سامنے پہنچ چکی تھی، وہ اچانک ہچکچانے لگا۔ اسے ستارتس کے حجرے میں کہے گئے اپنے ہی الفاظ یاد آ گئے: "جب میں لوگوں سے ملتا ہوں، مجھے ہمیشہ یہی محسوس ہوتا ہے کہ میں ادنیٰ ترین میں سے بھی ادنیٰ ترین ہوں۔ ہر شخص مجھے یوں دیکھنے لگتا ہے جیسے میں کوئی مسخرہ ہوں۔ چنانچہ میں دل ہی دل میں اپنے آپ سے کہنے لگتا ہوں: 'جب میں دیکھتا ہوں کہ تم مجھ سے کہیں بڑے احمق، خبیث اور ارذل ہو، پھر میں مسخرہ ہی کیوں نہ بن جاؤں؟'" وہ جس قسم کی نازیبا حرکتیں کرتا رہتا تھا، اس کا انتقام وہ دوسروں سے لینا چاہتا تھا۔ اسے اچانک یاد آیا کہ مدتوں پہلے ایک مرتبہ اس سے سوال پوچھا گیا تھا: "تم فلاں شخص سے اتنی نفرت کیوں کرتے ہو؟" اور اس نے مسخرگی کے عالم میں بڑی ڈھٹائی سے جواب دیا تھا: "میں آپ کو کس طرح بتاؤں۔ یہ درست ہے کہ اس شخص نے مجھے کبھی ضرر نہیں پہنچایا۔ لیکن ایک مرتبہ میں نے اس کے خلاف بڑا گھٹیا اور شرم ناک داؤ کھیلا تھا مگر جونہی مجھ سے یہ حرکت سرزد ہوئی، میرے لیے اچانک اس کا وجود ناقابل برداشت ہو گیا اور مجھے اس سے شدید نفرت ہو گئی۔"

اس واقعے کو یاد کرتے اور اس پر کچھ غور کرتے وہ کینہ توز انداز سے دل ہی دل میں مسکرانے لگا۔ اس کی آنکھوں میں چمک آ گئی اور اس کے ہونٹ کپکپانے لگے۔ "خیر، اب جب کہ میں شروع ہو گیا ہوں میں رکوں گا نہیں!" اس نے یک لخت فیصلہ کر لیا۔ اس وقت اس کے باطنی جذبات کیا تھے، انہیں شاید کچھ اس طور پیش کیا جا سکتا ہے: "اب جب کہ میری نیک نامی پر حرف آ ہی چکا ہے اور میں اسے کسی صورت بحال نہیں کرا سکتا، میں ان کے مونہوں پر تھوک دوں گا۔ میرا جو بگڑنا تھا، وہ بگڑ چکا ہے، اب مزید کیا بگڑے گا، زیادہ سے زیادہ کچھ فضیحت ہی ہو جائے گی! میں ان کے سامنے کسی طرح کی شرمساری ظاہر نہیں ہونے دوں گا اور نہ اس قسم کی کوئی اور چیز کروں گا۔"

اس نے اپنے کوچوان کو انتظار کرنے کا حکم دیا، خود خانقاہ کی جانب مڑا اور تیز قدموں چلتا سیدھا صدر راہب کی رہائش گاہ کے اندر چلا گیا۔ وہ ابھی تک واضح طور پر اپنے دل میں فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ اس کا آئندہ اقدام کیا ہو گا لیکن وہ اتنا ضرور جانتا تھا کہ اسے اپنے اوپر قابو نہیں رہا۔۔۔ بس ذرا سا بہانہ ملنے کی دیر ہے اور اس سے کوئی انتہائی قبیح حرکت سرزد ہو جائے گی۔۔۔ مگر یاد رہے کہ یہ حرکت قبیح یا شرم ناک تو ضرور ہو گی لیکن اسے کسی صورت بھی نہ تو جرم کہا جا سکے گا اور نہ کوئی ایسا فعل گردانا جا سکے گا جس کی وجہ سے اس کے قانون کی گرفت میں آنے کا احتمال ہو۔ (پہلے بھی) جب معاملہ حد سے آگے نکلتا دکھائی دیتا تھا، وہ ہمیشہ اپنے اوپر قابو پانے میں کامیاب ہوتا رہا تھا اور بعض اوقات تو اپنی اس صلاحیت پر وہ خود بھی حیران رہ جاتا تھا۔

وہ صدر راہب کی طعام گاہ میں عین اس وقت داخل ہوا، جب آغاز طعام کی دعا ختم ہو چکی تھی اور سب لوگ کھانے کی میز کی طرف جا رہے تھے۔ وہ چوکھٹ پر ہی رک گیا، چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں اور خاصی دیر تک بدتمیز اور بدخصال انداز سے ہنستا اور کمرے میں موجود ہر شخص کو بڑی ڈھیٹ نظروں سے دیکھتا رہا۔

"ان کا خیال تھا میں جا چکا ہوں، لیکن میں گیا نہیں، یہیں ہوں!" اس نے پوری طرح گلا پھاڑتے ہوئے کہا۔

کچھ دیر تو سب لوگ اس پر نگاہیں جمائے بالکل چپ چاپ بیٹھے رہے اور پھر اچانک انہیں احساس ہوا کہ یہاں کوئی انتہائی ناشائستہ اور کریہہ واقعہ پیش آنے والا ہے۔ اور یہ واقعہ لاریب ہو گا بھی رسوا کن۔ پیوتر الیکساندروویچ کا مزاج انتہائی شگفتگی سے کامل برہمی میں تبدیل ہو گیا۔ جو باتیں وہ اپنے دل میں ختم کر چکا اور دفنا چکا تھا، اب معاً دوبارہ جنم لے چکی اور بیدار ہو چکی تھیں۔

"نہیں، اب معاملہ بالکل ہی حد سے گزر چکا ہے!" اس نے غصے کے عالم میں چیختے ہوئے کہا: "میں بر۔۔۔بر۔۔۔ میں یہ بالکل برداشت نہیں کر سکتا!"

اس کا چہرہ بالکل سرخ ہو گیا۔ اس کی گفتگو میں بے ربطی آنے لگی تھی لیکن اس کے نزدیک اب رکھ رکھاؤ اور آداب محفل کو ملحوظ خاطر رکھنے کا وقت گزر چکا تھا اور اس نے جھپٹ کر اپنا ہیٹ اٹھا لیا۔

"یہ کیا برداشت نہیں کر سکتا؟" فیودر پاولووچ نے بلند آواز سے کہا۔ "معاملہ بالکل ہی حد سے گزر چکا ہے، میں ہرگز نہیں کر سکتا! آخر یہ کہنا کیا چاہتا ہے؟ مقدس مآب، میں اندر آ سکتا ہوں یا نہیں؟ آپ مجھے اپنے دسترخوان پر بٹھائیں گے یا نہیں؟"

"میں تمہیں صدق دل سے خوش آمدید کہتا ہوں،" صدر راہب نے جواب دیا۔ "حضرات،" اس نے یک لخت مزید کہا، "میں پورے خلوص کے ساتھ آپ حضرات سے التجا کرتا ہوں کہ آپ اپنے چھوٹے موٹے اختلافات بالائے طاق رکھ دیں اور خاندانی یگانگت اور رواداری کا مظاہرہ کرتے اور خداوند کی حمد و ثنا کرتے ہماری اس دعوت شیراز میں شامل ہو جائیں۔۔۔"

"نہیں، نہیں، ناممکن،" پیوتر الیکساندروویچ نے، جو اب غصے سے پاگل ہوا جا رہا تھا، حلق کا پورا زور لگاتے ہوئے کہا۔

"اگر یہ پیوتر الیکساندروویچ کے لیے ناممکن ہے، پھر میرے لیے بھی ناممکن ہے اور میں بھی یہاں نہیں ٹھہروں گا۔ میں تو آیا ہی اس لیے تھا۔ میں آج سے ہمیشہ پیوتر الیکساندروویچ کے ساتھ نتھی رہوں گا: اگر پیوتر الیکساندروویچ جاتا ہے تو میں بھی چلا جاؤں گا اور اگر یہ ٹھہرتا ہے پھر میں بھی

ٹھہرا رہوں گا۔ مگر تقدس مآب، آپ نے خاندانی پچ گت کا واسطہ دے کر اسے واقعی ناراض کر دیا ہے۔ یہ مجھے اپنا رشتے دار تسلیم نہیں کرتا۔ ٹھیک کہا نا میں نے، دون سون؟ (109) دون سون کو دیکھیں تو سہی، کیسے کھڑا ہے! دون سون، کیا حال ہے؟"

"آپ... جناب، آپ کا مطلب مجھ سے ہے؟" حیران پریشان جاگیردار ماکسی موف نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"بالکل، ہاں، تم سے۔" فیودر پاولووچ نے چلاتے ہوئے کہا۔ "اور کس سے؟ صدر راہب تو دون سون نہیں ہو سکتے، تمہارا کیا خیال ہے؟"

"خیر، میں بھی دون سون نہیں ہوں، میں ماکسی موف ہوں۔"

"ارے نہیں، تم ماکسی موف نہیں، دون سون ہو۔ تقدس مآب، آپ کو معلوم ہے دون سون کون تھا؟ ایک قتل کی واردات ہوئی تھی۔ اسے کسی رنڈی کے چوبارے میں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا ـــ میرا خیال ہے ان جگہوں کو یہاں یہی نام دیا جاتا ہے، میں نے ٹھیک عرض کیا نا؟ ـــ اسے قتل کر دیا اور لوٹ لیا گیا۔ اور اس بات کے باوجود کہ وہ بوڑھا آدمی تھا، اسے صندوق میں بند کر کے، اس پر نام پتے کی چٹ لگا کر، مال گاڑی میں سینٹ پیٹرزبرگ سے ماسکو بھیج دیا گیا۔ جب اسے صندوق میں بند کر کے میخیں ٹھونکی جا رہی تھیں، نچنیاں گا رہی اور سرود، میرا مطلب ہے، پیانو بجا رہی تھیں۔ یہ واقعی وہی دون سون ہے۔ تم مُردوں میں سے جاگ اٹھے ہو، ہے نا دون سون؟"

"یہ سب کیا ہے؟ یہ کیا کہہ رہا ہے؟" راہب پادری کہتے ہوئے سنے گئے۔

"آؤ، یہاں سے چلیں!" پیوتر الیکساندرووچ نے بلند آواز میں کالگانوف سے کہا۔

"نہیں جناب، مجھے اجازت دیں!" فیودر پاولووچ نے چیختے ہوئے اور اندر کی جانب ایک اور قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔ "مجھے اجازت دیں کہ میں اپنی بات کہہ سکوں۔ ستارتس کے حجرے میں مجھ پر الزام لگایا گیا تھا کہ میں نے بدتمیزی کی ہے، محض اس لیے کیونکہ میں نے چارہ مچھلیوں کے متعلق چلا کر کچھ کہہ دیا تھا۔ میرا رشتے دار پیوتر الیکساندرووچ مائی اوسف کا حال یہ ہے کہ **Plus de noblesse que de sincerite** (یعنی اپنی اشراف زدگی کا ڈھنڈورا زیادہ پیٹتا ہے، خلوص کا مظاہرہ کم کرتا ہے)، لیکن میں اس کے بالکل الٹ ہوں۔ میں **Plus de sincerete que de noblesse** ہوں (مجھے اشراف زادہ بننے کی نسبت خلوص کا مظاہرہ کرنا زیادہ پسند ہے) ـــ اور تمہاری اس اشراف زدگی پر خدا کی مار! کیوں دون سون، میں نے ٹھیک بددعا دی ہے نا؟ تقدس مآب، میں آپ سے معذرت چاہتے ہوئے عرض کروں گا کہ ممکن ہے میں مسخرہ ہی ہوں اور

مسخرگیاں کرتا رہتا ہوں لیکن میں (110) '**Veray parfit gentil knight**' ہوں اور میں اپنی سنا کر رہوں گا۔ جی جناب، '**Parfit gentil knight**'، جب کہ پیوتر الیکساندرووچ میں مجروح انانیت کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ بس اتنی سی بات ہے۔ میں یہاں اس لیے آیا تھا کہ میں غالباً یہ معلوم کرنے کی کوشش کر سکوں گا کہ اصل معاملہ کیا ہے اور اس کے متعلق اپنی رائے دے سکوں گا۔ میرا بیٹا الیکسی یہاں نجات حاصل کرنے آیا ہے؛ میں اس کا باپ ہوں، مجھے اس کے مستقبل کی فکر ہے، اور مجھے یہ فکر ہونا بھی چاہیے۔ میں جتنے عرصے سے یہاں ہوں، میں محض دوسروں کی سنتا رہا ہوں اور کچھ ایسا طرزِ عمل اپنائے رہا ہوں جیسے میں بالکل بدھو ہوں اور مجھے کسی چیز کا علم نہیں۔ اگرچہ میں نے اپنی زبان نہیں کھولی اور ایک لفظ تک نہیں کہا، میں نے اپنی آنکھیں کھلی رکھی ہیں مگر اب میں اس سارے ڈرامے کا آخری منظر پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اس قصبے میں ہوتا کیا ہے؟ یہی نا کہ اگر ایک مرتبہ آپ پستی میں جا گرے، پھر آپ ہمیشہ وہیں رہیں گے۔ اگر ایک مرتبہ آپ کا پاؤں رپٹ گیا، پھر آپ کبھی اوپر نہیں اٹھ سکیں گے۔ اس کے علاوہ اور بھی کیا سکتا ہے؟ لیکن میں اوپر اٹھنا چاہتا ہوں۔ مقدس آبائے خانقاہ، آپ مجھے طیش دلا رہے ہیں۔ توبہ عظیم ساکرامنٹ (111) ہے، میں بھی اس کا احترام کرتا ہوں اور میں اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کو تیار ہوں لیکن اس حجرے میں کیا ہوتا ہے، سب لوگ اچانک گھٹنوں کے بل جھک جاتے ہیں اور باآوازِ بلند (اپنے گناہوں کا) اعتراف کرنے لگتے ہیں۔ لیکن مسئلہ یہ ہے: کیا بلند آواز سے گناہوں کا اعتراف کرنا جائز ہے؟ کلیسا کے بڑوں نے خفی اعتراف (112) کا سلسلہ شروع کیا تھا، یہ زمانہ قدیم سے جاری ہے اور صرف اسی شکل میں یہ ساکرامنٹ کہلا سکتا ہے۔ ورنہ مثال کے طور پر مجھی کو لیں، میں ہر شخص کے سامنے اس کو (اس نے ایک راہب پر طائرانہ نظر ڈالی) کیسے بتا سکتا ہوں کہ میں نے یہ کیا، میں نے وہ کیا... میرا مطلب یہ ہے... آپ سمجھ گئے ہیں نا؟ بعض اوقات بعض چیزوں کا ذکر کرنا انتہائی نامناسب ہو سکتا ہے۔ سچ پوچھیں تو رسوائی کا موجب ہو سکتا ہے! نہیں، مقدس آبائے خانقاہ، آپ لوگ نہایت آسانی سے کسی بھی شخص کو اس مقام پر لا کر کھڑا کر سکتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو کوڑے مارتا (113) مناسب خیال کرنے لگے۔ میں اولین موقع ملتے ہی سنود (114) کو خط لکھوں گا اور میں اپنے بیٹے الیکسی کو گھر لے جا رہا ہوں۔"

Nota bene (غور فرمائیں)۔ فیودر پاولووچ صورت حال سے **An fait** تھا (یعنی صورت حال سے بخوبی آگاہ تھا)۔ کسی زمانے میں (نہ صرف ہماری بلکہ دوسری خانقاہوں میں بھی، جہاں ستارتسوں کی حد سے زیادہ تکریم و تحریم کا رواج مضبوطی سے قائم ہو چکا تھا بلکہ ایک مسلک کی شکل اختیار کر چکا تھا) کینہ توز اور معاندانہ افواہیں گردش کرتی رہی تھیں بلکہ بشپ تک بھی پہنچ چکی تھیں کہ

ستارتسوں کو کچھ ضرورت سے زیادہ ہی تقدس کا درجہ دے دیا گیا ہے۔ اس کا ایک نتیجہ تو یہ ہوا ہے کہ صدر راہب کے عہدے کو ضعف پہنچنے لگا ہے اور دوسری باتوں کے علاوہ ستارتس اعتراف کے ساکرامنت کو غلط مقاصد کے لیے استعمال کرنے لگے ہیں، علیٰ ہٰذا القیاس۔ یہ بڑے ہی احمقانہ اور بے ہودہ الزامات تھے اور شدہ شدہ یہ ہماری خانقاہ میں بھی اور دوسرے مقامات کی خانقاہوں میں بھی اپنی موت آپ مر گئے، اور ان کا نام ونشان تک باقی نہ رہا۔ لیکن اس حماقت کی بد روح نے، جو فیودر پاولووچ سے چمٹی تھی اور جو اسے بے عقلی کی مزید سے مزید تر گہرائیوں میں دھکیلے جا رہی تھی، اسے یہ گئے گزرے الزامات یاد دلا دیے حالانکہ اسے ان کی ابجد کی بھی سمجھ نہیں تھی۔ وہ اس موضوع پر کوئی ٹھیک ٹھاک بات کرنے سے قاصر تھا، خاص طور پر اس لیے بھی کیونکہ اس موقع پر ستارتس کے حجرے میں نہ تو کوئی شخص دو زانو ہوا تھا اور نہ کسی شخص نے باآواز بلند (اپنے گناہوں کا) اعتراف کیا تھا۔ چنانچہ فیودر پاولووچ کو اس قسم کی کوئی چیز اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا موقع نہیں مل سکا تھا، وہ محض پُرانی افواہوں اور گپّوں کی جگالی کر رہا تھا جو کسی طور اسے یاد رہ گئی تھیں۔

تاہم ان فضولیات کو بک دینے کے بعد اسے احساس ہوا کہ اس کے منہ سے تو احمقانہ باتیں نکل گئی ہیں، چنانچہ وہ فوراً ہی اپنے سامعین کو، اور سب سے بڑھ کر اپنے آپ کو، یقین دلانے کے لیے بے چین ہونے لگا کہ جو کچھ وہ کہہ چکا ہے، وہ نرا لاؤ بڑ بونگ نہیں ہے۔ اور اگرچہ وہ خوب اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ جو مہمل باتیں کہہ چکا ہے، اس کے بعد وہ جو کچھ کہے گا اس کا ایک ایک لفظ مزید صادر کرتا جائے گا کہ وہ نری بڑی بکواس کرتا رہا ہے، اب وہ اپنے آپ پر قابو پانے کے قابل نہیں رہا اور یوں اس نے اپنے جذبات کو خواہ مخواہ پوری طرح کھل کھیلنے کا موقع فراہم کر دیا۔

"شرم ناک، نفرت انگیز!" پیوتر الیکسانڈرووچ نے قدرے بلند آواز سے کہا۔

"اگر آپ مجھے کچھ عرض کرنے کی اجازت دیں:" صدر راہب اچانک بول پڑا، "کسی زمانے میں کہا گیا تھا(115): 'اور وہ میرے متعلق بہت باتیں بنانے لگے، بلکہ وہ بعض ایسی باتیں بھی کہہ جاتے جن سے میرے جذبات کو سخت ٹھیس پہنچتی۔ یہ سن کر میں اپنے آپ سے کہتا: "یہ تو یسوع مسیح کا فرستادہ علاج ہے تاکہ میری متکبر روح کو شفا حاصل ہو سکے۔"' چنانچہ، پیارے مہمان، ہم پوری عاجزی سے آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں!"

اور وہ اپنی کمر پوری طرح جھکا کر فیودر پاولووچ کے سامنے دو زانو ہو گیا۔

"اخ تھو! تھو اور خالی خولی پُرانی باتیں! چیش پا افتادہ ترکیبیں اور گھسے پٹے اشارے! وہی فرسودہ جھوٹ اور وہی روایتی فرشی سلام! ہم ان فرشی سلاموں کی حقیقت خوب سمجھتے ہیں! جیسا کہ شلر کے ڈرامے 'قزاق' میں کہا گیا ہے، 'ہونٹوں پر بوسہ اور دل میں چھرا'(116)۔ مقدس آبائے خانقاہ،

مجھے دروغ گوئی قطعاً پسند نہیں، مجھے سچائی چاہیے۔ لیکن سچائی گجن مچھلی کھانے سے منکشف نہیں ہو گی۔ میں یہ لکھ کر دینے کو تیار ہوں! مقدس مآب آبائے خانقاہ، آپ لوگ روزے کیوں رکھتے ہیں؟ آپ کا خیال ہے آپ کو جنت میں ان کا اجر ملے گا؟ اس قسم کے اجر کے لیے تو میں بھی روزے رکھنے کو تیار ہوں! نہیں، مقدس راہب، اس زندگی میں نیکوکار بن، معاشرے کی کوئی خدمت کر۔ جنت کی توقع میں اپنے آپ کو خانقاہ میں بند کر لینے اور دوسروں کی روٹیوں پر پلنے سے یہ کام کہیں زیادہ مشکل ثابت ہو گا۔ تقدس مآب، دیکھا آپ نے، مجھے بھی اپنی بات کہنے کا ڈھنگ آتا ہے؟ تو آپ نے یہاں دسترخوان پر کیا کچھ سجا رکھا ہے؟" وہ میز کے قریب گیا "اخاہ، نفیس ترین پورٹ وائن(117)، ایلیسیف برادران(118) کی میڈوک(119)، مقدس آبائے خانقاہ، آپ لوگوں نے تو کمال کر دیا ہے، آپ لوگ فخر سے اپنا سر بلند کر سکتے ہیں۔ گجن(120) مچھلی کا کہیں نام ونشان تک نہیں۔ ذرا دیکھیں تو سہی، فادرز نے کیسی کیسی بوتلیں سجا رکھی ہیں۔ ہی! ہی! ہی! اور یہ سب آپ کے لیے کس نے فراہم کیا ہے؟ روسی کسانوں نے، روسی مزدوروں نے، جنہوں نے اپنے اور اپنے بچوں کے پیٹ کاٹے ہیں، مملکت کی ضروریات کو پس پشت ڈالا ہے، کس لیے؟ اس لیے تاکہ وہ چندہ دیں، جو انہوں نے اپنے سخت اور کھردرے ہاتھوں سے کمائے ہیں، آپ کی نذر کر سکیں۔ مقدس آبائے خانقاہ، آپ لوگوں کا خون چوستے ہیں!"

"جو کچھ تم کہہ رہے ہو تمہیں زیب نہیں دیتا:" فادر آئی اوسف نے کہا۔

فادر پائیسی ہٹ دھرمی سے منہ میں گھنگنیاں ڈالے بیٹھا رہا۔ مائی اوسف دروازے کی جانب بھاگ پڑا اور کالگانوف بھی اس کے پیچھے پیچھے چلا گیا۔

"خیر، تقدس مآب فادر، میں بھی پیوتر الیکسانڈرووچ کے پیچھے پیچھے چلا جاؤں گا! میں دوبارہ کبھی ادھر کا رُخ نہیں کروں گا، خواہ تم گھٹنوں پر جھک کر گڑگڑا کر مجھ سے التجا ہی کیوں نہ کرو، میں نہیں آؤں گا! میں نے تم لوگوں کو ایک ہزار روبل بھجوائے تھے، چنانچہ اب تمہاری حریص آنکھیں اُبلی پڑ رہی ہیں اور مل من مزید پکار رہی ہیں، ہی، ہی، ہی! لیکن میں تمہیں پھوٹی کوڑی بھی اور نہیں دوں گا۔ میں اپنے گم گشتہ شباب، اپنی ان تمام ذلتوں اور اہانتوں کا، جو مجھے برداشت کرنا پڑیں، انتقام لے رہا ہوں!" اور اس نے مصنوعی طیش کھاتے میز پر مکا مار دیا۔

"یہ خانقاہ میری زندگی میں بڑے معنی رکھتی ہے! یہ مجھے خون کے آنسو رلاتی رہی ہے! تم لوگوں نے میری بیوی کو، چیخ مارنی کو، میرے خلاف بھڑکایا تھا۔ تم ساتوں مجالس(121) میں مجھ پر پھٹکار بھیجتے رہے، تم نے سارے ضلع میں میرے خلاف افترا پردازی کی ہے، بس، بس، آبا، بس، کافی ہو گیا ہے۔ یہ روشن خیالی کا دور ہے، یہ بحری دُخانی جہازوں اور ریل گاڑیوں کا دور ہے۔ ہزار

چھوڑ، تمھیں مجھ سے سو روبل بلکہ سو کوپک بھی نہیں ملیں گے، میں تمھیں پھوٹی کوڑی بھی نہیں دوں گا!"

اور ایک بار پھر غور فرمائیں (Nota bene): اس کی زندگی میں ہماری خانقاہ کی بھی کوئی اہمیت نہیں رہی تھی اور اس کی وجہ سے اس نے کبھی خون کے آنسو نہیں روئے تھے۔ مگر اپنے مگر مچھ کے آنسوؤں کی وجہ سے وہ اس حد تک جذبات کی رو میں بہتا چلا گیا کہ ایک مختصر لمحے کے لیے خود اسے بھی اپنی باتوں پر تقریباً یقین آ گیا؛ وہ اتنا متاثر ہو چکا تھا کہ اس کے آنسو قریب قریب چھلک پڑے لیکن اسی لمحے اسے محسوس ہوا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو سنبھالے۔

اس کی کینہ توز غلط بیانیوں پر صدر راہب نے اپنا سر ایک طرف جھکایا اور ایک بار پھر سنجیدگی سے کہنے لگا:

"دوبارہ لکھا گیا ہے(122): 'تمہاری جب تذلیل ہوتی ہے، اسے خوشی خوشی برداشت کرو، اپنے خیالات کو گندہ نہ ہونے دو اور جو شخص تمہاری تذلیل کرتا ہے، اس کے خلاف دل میں نفرت نہ پیدا ہونے دو۔' ہم بھی کریں گے۔"

"چھی، چھی، چھی، پراگندہ خرافات! آبائے خانقاہ، تم اپنے ذہن پراگندہ کرتے رہو، میں تو چلا۔ جہاں تک میرے بیٹے الیکسی کا تعلق ہے، اس کے باپ کی حیثیت سے اپنا اختیار استعمال کرتے ہوئے میں اسے ہمیشہ کے لیے یہاں سے لے جا رہا ہوں۔ میرے مؤدب ترین فرزند، ایوان فیودرووچ، مہربانی سے میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ، اور یہ حکم ہے! وون سون، تم یہاں کیوں چپکے ہوئے ہو؟ اٹھو اور میرے ساتھ گھر چلو، ہم خوب مزے اڑائیں گے۔ میرا گھر کوئی زیادہ دور نہیں، یہاں سے صرف ایک ہی ورسٹ تو ہے! یہاں تمھیں گوشت کے بغیر پائیاں (pies) کھانے کو ملیں گی اور میں تمھیں نوخیز دودھ پیتے خنزیر کا گوشت کھلاؤں گا جس میں پستہ، کھمبیاں، بادام، قیمہ وغیرہ بھرا ہو گا۔ ہم پُرلطف ضیافت اڑائیں گے۔ میں تمھیں پہلے کونیاک (123) اور بعد میں Liqueur(124) پلاؤں گا۔ یہی نہیں رس بھری کی برانڈی بھی موجود ہو گی... خیر، وون سون، ایسے مواقع بار بار نہیں آتے، اسے مت گنواؤ!"

وہ اپنے بازو لہراتا اور غل غپاڑا کرتا چل پڑا۔ یہی وہ لمحہ تھا جب اس پر رکیتن کی نظر پڑی اور اس نے اس طرف الیوشا کی توجہ دلائی۔

"الیکسی!" اس کے باپ نے اسے دور سے دیکھتے ہوئے آواز دی۔ "تم آج ہمیشہ ہمیشہ کے لیے میرے ساتھ گھر چل رہے ہو، اپنا بوریا بستر ــــ اپنی ذاتی اشیا اور اَلم غلم سب کچھ اپنے ساتھ لے آؤ۔"

الیوشا جہاں تھا، وہیں پتھر کا بت بن کر کھڑا رہا؛ وہ خاموش انہماک کے ساتھ سارے منظر کا جائزہ لے رہا تھا۔ دریں اثنا فیودر پاولووچ اپنی کالاش میں بیٹھ چکا تھا۔ اس کے پیچھے پیچھے ایوان فیودرووچ بھی، جس کے چہرے پر گھمبیرتا چھائی ہوئی تھی، آ چکا تھا۔ وہ ایک لفظ تک کہے بغیر اپنے باپ کے قریب بیٹھ گیا، اس نے تو الیوشا کو خدا حافظ کہنے کا بھی تکلف نہ کیا۔ لیکن اس سارے ڈرامے کو چار چاند لگانے کے لیے ایک اور انتہائی مضحکہ خیز اور ناقابلِ یقین واقعہ پیش آ گیا۔ اچانک کالاش کے پائیدان پر جاگیردار ماکسی موف کی شکل نظر آئی۔ وہ ہانپتا کانپتا دوڑے آ رہا تھا۔ اسے یہ خوف کھائے جا رہا تھا کہ کہیں وہ پیچھے نہ رہ جائے۔ رکیتن اور الیوشا نے اسے تیز تیز آتے دیکھا۔ وہ ایک پاؤں پہلے ہی پائیدان پر رکھ چکا تھا جہاں ابھی تک ایوان فیودرووچ نے اپنا پاؤں رکھا ہوا تھا اور وہ کالاش کے پہلو کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے اندر کودنے کی تیاری کرنے لگا۔

"میں بھی، میں بھی تمہارے ساتھ چل رہا ہوں!" اس نے اچھلتے کودتے، اپنی پُرمسرت ننھی منی ہنسی ہنستے اور چیختے چلاتے کہا۔ اس کا چہرہ تمتما رہا تھا اور وہ اس وقت کچھ بھی کرنے کو تیار ہو سکتا تھا۔ "مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو!"

"خیر، میں نے کیا کہا تھا؟" فیودر پاولووچ نے فاتحانہ انداز سے چلاتے ہوئے کہا۔ "یہ وون سون ہے! یہ اصلی وون سون ہے! یہ مُردوں میں سے جی اٹھا ہے! لیکن تم بچ کر کیسے آ گئے؟ تم نے وہاں وون سون والا کون سا گر آزمایا تھا اور تم نے بچ کیسے چھوڑ دیا؟ تم لازماً بڑے ڈھیٹ آدمی ہو گے! میں خود بھی اچھا خاصا ڈھیٹ ہوں لیکن میرے دوست، تم، تم سب پر بازی لے گئے ہو! آ جاؤ، آ جاؤ، جلدی اندر آ جاؤ! وانیا، اسے اندر آنے دو، بڑا مزہ رہے گا۔ یہ یہیں کہیں ہمارے قدموں میں بیٹھ سکتا ہے۔ وون سون، تم یہاں بیٹھ جاؤ گے یا تمھیں کوچوان کے ساتھ اس ڈبے میں بٹھا دیں؟... وون سون، ڈبے میں کود جاؤ!..."

لیکن ایوان فیودرووچ نے، جو پہلے ہی اپنی نشست پر بیٹھ چکا تھا، ایک لفظ کہے بغیر ماکسی موف کے سینے پر ایسا زبردست گھونسا رسید کر دیا کہ وہ فضا میں تیرتا دو تین قدم دور جا لگا۔ یہ اس کی خوش نصیبی تھی کہ وہ نیچے نہیں گرا تھا۔

"گاڑی چلاؤ!" ایوان نے غصے سے گلا پھاڑتے ہوئے کوچوان سے کہا۔

"یہ تم نے کیوں کیا؟ تمھیں ہوا کیا ہے؟ آخر تمھیں اس قسم کا برتاؤ کرنے کی ضرورت کیوں پیش آ گئی؟" فیودر پاولووچ نے احتجاج کرتے ہوئے کہا۔

لیکن کالاش کی رفتار پہلے ہی تیز ہو چکی تھی۔ ایوان فیودرووچ نے کوئی جواب نہ دیا۔

"خیر، تم بھی خوب آدمی ہو!" فیودر پاولووچ نے ایک بار پھر کہا۔

کوئی دو منٹ کی خاموشی کے بعد اس نے اپنے بیٹے پر ناپسندیدگی کی نظر ڈالی اور بولا: "ہم جو خانقاہ میں آئے ہیں، تمہاری ہی وجہ سے آئے ہیں۔ تمہیں مجھ سے تقاضا کرتے رہے، میری ایک نہ چلنے دی اور اب تم بگڑ رہے ہو، کیوں؟"

"آپ اپنا جہنم جباڑا بند نہیں کر سکتے؟ اور نہیں، تو محض تنوع کی خاطر ہی دو منٹ خاموش بیٹھ جائیں۔" ایوان فیودرووچ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

فیودر پاولووچ دوبارہ دو منٹ کے لیے خاموش ہو گیا۔

"آج تو ڈھیر ساری برانڈی پینا پڑے گی تبھی طبیعت کا تکدر دور ہوگا۔" اس نے بڑے گمبھیر لہجے سے کہا لیکن ایوان فیودرووچ نے کوئی جواب نہ دیا۔

"جب ہم گھر پہنچیں گے تم بھی کچھ نہ کچھ تو پیو گے ہی؟ ٹھیک؟"

ایوان فیودرووچ نے چپ سادھے رکھی۔

فیودر پاولووچ ایک بار پھر دو منٹ کے لیے چپ ہو گیا۔

"تمہیں خواہ کتنا ہی برا لگے، معزز کارل وون مور، میں الیوشا کو بہر حال خانقاہ سے اٹھا لوں گا۔"

ایوان فیودرووچ نے حقارت سے اپنے کندھے اچکا دیے اور اپنا سر دوسری جانب گھما کر اپنی نگاہیں سڑک پر گاڑ دیں۔ باقی سفر کے دوران میں کسی نے بھی ایک لفظ تک نہ کہا۔

تیسری کتاب

شہوت پرست

1

ملازمین کے کوارٹر میں (124الف)

اگرچہ فیودر پاولووچ کا مکان کسی لحاظ سے بھی قصبے کے وسط میں نہیں تھا لیکن وہ صحیح معنوں میں مضافات میں بھی نہیں تھا۔ یہ ایک منزلہ عمارت تھی۔ ہاں، اس کی اوپر کی مدور چھت اور بیچ کی اصل چھت کے مابین ایک اٹیک (Attic) ضرور تھا۔ مکان کی دیواروں پر خاکستری روغن پھیرا گیا تھا اور اس کی بیرونی آہنی چھت سرخ رنگ کی تھی۔ بظاہر یہ قدرے خستہ حال دکھائی دیتا تھا تاہم دیکھنے میں بھلا معلوم ہوتا تھا۔ مکان کشادہ اور آرام دہ تھا، اور یہ توقع کی جا سکتی تھی کہ یہ ابھی عرصہ دراز تک اپنی جگہ پر قائم رہے گا۔ اس میں متعدد طرح طرح کے عجیب الوضع چھوٹے چھوٹے کمرے، کونے کھدرے اور ایسے ایسے زینے موجود تھے جن کے بارے میں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اس میں ہر وقت چوہے دندناتے پھرتے رہتے تھے لیکن فیودر پاولووچ کو ان کے بارے میں کبھی کوئی تشویش نہیں ہوتی تھی۔ "چھوڑو، یار، جب آدمی کسی شام کو یہاں اکیلا رہ جائے تو یہ اور کچھ نہیں، کم از کم بوریت ہی دور کرنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔" کیونکہ اس نے درحقیقت اپنی یہ عادت بنالی تھی کہ جونہی اندھیرا چھاتا، وہ رات بسر کرنے کے لیے ملازموں کو اپنے کوارٹر میں

بھیج دیتا اور خود بڑے مکان کو تالا لگا کر شب بھر کے لیے اندر محصور ہو جاتا۔ یہ کوارٹر باہر صحن میں واقع تھا۔ یہ خاصا فراخ اور مضبوط تھا۔ حالانکہ بڑے مکان کے اندر بھی باورچی خانہ موجود تھا، فیودر پاؤلووچ نے کوارٹر میں بھی ایک عدد مطبخ تعمیر کرا دیا تھا۔ کھانے پکانے کے دوران میں جو بو اٹھتی ہے، اسے وہ قطعاً پسند نہیں تھی اور جاڑے ہوں یا گرمیاں، دونوں موسموں میں کھانا صحن کے باورچی خانے میں ہی پکتا اور وہیں سے اندر پہنچایا جاتا تھا۔ مکان کسی لمبے چوڑے کنبے کے لیے بنایا گیا تھا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اس میں پانچ گنا افراد خانہ اور نوکر چاکر سما سکتے تھے لیکن ہمارے قصے کے زمانے میں اس مکان میں صرف فیودر پاؤلووچ اور اس کا منجھلا بیٹا ایوان فیودرووچ ہی مقیم تھے جب کہ بیرونی کوارٹر میں تین ملازمین ـــ بوڑھا گریگوری، اس کی اہلیہ مارفا اگناتیونا اور ایک نوجوان، جس کا نام سمردیاکوف تھا ـــ رہتے تھے۔ ان تینوں ملازمین کے متعلق چند مزید تفصیلات پیش کرنا نہایت ضروری ہے۔ گریگوری واسیلی وچ کوتزوف کے متعلق ہم پہلے ہی کافی کچھ بتا چکے ہیں۔ وہ پُر استقلال، دھن کا پکا اور اپنی ہٹ پر اَڑنے والا آدمی تھا۔ وہ بلا تاخیر اصل موضوع پر آ جاتا بشرطیکہ یہ کسی وجہ سے (اور یہ وجہ اکثر غیر منطقی ہوتی تھی) اسے غیر متنازعہ طور پر اصل حقیقت کا ساتھ دیتا معلوم ہوتا۔ مثلاً اس کی بیوی مارفا اگناتیونا نے اس امر کے باوجود کہ وہ ساری عمر اپنے شوہر کی بلاچون و چرا اطاعت کرتی چلی آئی تھی، زرعی غلاموں کے آزاد کیے جانے کے بعد (125) اس کا مسلسل ناک میں دم کر رکھا تھا کہ وہ فیودر پاؤلووچ سے پیچھا چھڑا لے، ماسکو چلا چلے اور وہاں کوئی چھوٹا موٹا کاروبار شروع کر دے (انہوں نے کچھ رقم پس انداز کر لی تھی)، لیکن گریگوری نے ہمیشہ کے لیے فیصلہ کر دیا کہ دیگر عورتوں کی طرح اس کی اپنی بیوی بھی فضول باتیں کرتی رہتی ہے، یہ کہ اس بات کے قطع نظر کہ اس کا قدیمی آقا خواہ کیسا ہی کیوں نہ ہو، اسے چھوڑ کر جانا قطعی مناسب نہیں ہوگا کیونکہ "ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم ان کا ساتھ نبھاتے رہیں۔"

"بشرطیکہ تمہاری سمجھ میں آتا ہو کہ فرض ہوتا کیا ہے!" وہ اپنی بیوی مارفا اگناتیونا سے کہتا۔

"گریگوری واسیلی وچ، مجھے معلوم ہے کہ فرض کیا ہے مگر یہاں ٹھہر کر ہم کون سا فرض نبھا رہے ہیں؟ یہ بات میری سمجھ میں بالکل نہیں آتی۔" مارفا اگناتیونا ہٹ دھرمی سے جواب دیتی۔

"بہت اچھا، اگر تمہاری سمجھ میں نہیں آتا تو سمجھنے کی کوشش بھی نہ کرو۔ بس اب اپنی زبان سنبھال کر رکھو اور آئندہ خاموش رہو۔"

چنانچہ یہی ہوا۔ وہ ماسکو نہیں گئے۔ فیودر پاؤلووچ نے انہیں معمولی سی اُجرت دینا منظور کر لیا تھا اور وہ انہیں یہ اجرت باقاعدگی کے ساتھ ادا کرتا رہا۔ گریگوری یہ بھی جانتا تھا کہ بلا شک و شبہ اس کے آقا کی اس سے کور دبتی ہے۔ وہ اس چیز کو محسوس کرتا تھا اور یہ بات ویسے تھی بھی درست۔

عیار اور ضدی مسخرہ، فیودر پاؤلووچ، جو اس کے اپنے بقول "بعض معاملات میں" اپنی دھن کا پکا تھا، یہ دیکھ کر ہکا بکا رہ جاتا تھا کہ وہ "بعض دیگر" "امور" میں ارادے کا بالکل کچا واقع ہوا ہے۔ وہ خود جانتا تھا کہ یہ معاملات کیا ہیں اور مانتا تھا کہ وہ بعض باتوں سے یقیناً خائف ہے۔ اس زندگی میں بعض ایسی صورت ہائے حالات آ جاتی ہیں جب آدمی کو بے حد محتاط اور ہوشیار رہنا پڑتا ہے۔ ان صورتوں میں کسی ایسے شخص کے بغیر جو وفادار ہو، آنچ آئے بغیر صحیح سلامت بچ نکلنا ناممکن ہوتا ہے اور گریگوری انتہا درجے کا وفادار تھا۔ فیودر پاؤلووچ کی زندگی میں ایسے متعدد اوقات آئے تھے جب اس کے بری طرح پٹ جانے میں کوئی کسر باقی نہیں رہی تھی لیکن گریگوری ہمیشہ اس کا نجات دہندہ ثابت ہوا تھا، ویسے وہ بعد میں بے شک اپنے مالک کو اچھی خاصی جھاڑ بھی پلا دیتا تھا۔ لیکن فیودر پاؤلووچ کو صرف پٹ جانے کا ہی خوف لاحق نہیں رہتا تھا، بعض اوقات نہایت اہم مواقع ـــ نازک اور پیچیدہ ـــ آ جاتے تھے جب فیودر پاؤلووچ کے لیے یہ ظاہر کرنا غالباً ناممکن ہوتا کہ اسے کسی ایسے شخص کی زبردست ضرورت ہے جو اس کے بہت قریب بھی ہو اور اس کا وفادار بھی ہو؛ غیر متوقع لمحات پر اسے اپنے اندر اس ضرورت کا احساس کچھ ایسے انداز سے ہونے لگتا جس کی الفاظ میں تشریح ممکن نہیں۔ یہ لمحات تقریباً اذیت ناک ہوتے۔ خرمستیوں کے دلدادہ اور شہوت کے عالم میں تقریباً کسی موذی حشرے (125 الف) کی طرح سنگ دل فیودر پاؤلووچ کو انتہائی نشے کی کیفیت میں ایکا ایکی ایک طرح کے روحانی ہول اور اخلاقی کرب کا تجربہ ہونے لگتا۔ یہ ہول، یہ کرب، اتنا شدید ہوتا کہ اسے محسوس ہونے لگتا کہ اس نے مادی پیکر اختیار کر لیا ہے۔ "ان لمحات کے دوران میں مجھے یوں محسوس ہونے لگتا ہے جیسے میری روح میرے حلق میں کپکپانے لگی ہو" وہ کہا کرتا تھا۔ جب اس طرح کے لمحات آتے، اسے اپنے پہلو میں، اپنے قریب ـــ قریب سے اس کی مراد اپنا پلنگ یا کمرا ہی نہ ہوتا بلکہ بیرونی کوارٹر بھی اسی زمرے میں آتا تھا ـــ کسی ایسے شخص کی موجودگی بہت پسند تھی جو مضبوط کردار کا مالک ہو، وفادار ہو، خود اس سے بالکل مختلف ہو، اس کی طرح خرمستیوں کا دلدادہ نہ ہو، تاہم خرمستیوں کے یہ تمام مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہو اور اس کے تمام رازوں کا امین ہو، جو اپنی وفاداری کے صدقے یہ سب کچھ برداشت کرنے کی سکت رکھتا ہو اور اہم ترین بات یہ تھی کہ وہ نہ ہی موقع پر اور نہ آئندہ کبھی اسے ملامت کرے اور نہ ڈانٹ پلائے اور اگر ضرورت پیش آئے تو اس کا تحفظ کرے ـــ کس سے؟ کسی ایسے شخص سے جو ہے تو نامعلوم لیکن ہے بے حد دہشت ناک اور خطرناک۔ اصل بات یہ تھی کہ یہ لازماً کوئی دوسرا شخص ہونا چاہیے جو جانا پہچانا اور آزمودہ دوست ہو جسے تکلیف دہ لمحات پر بلایا جا سکے تاکہ وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال سکے اور شاید اس سے چند باتیں بھی کر سکے، خواہ یہ باتیں اَن مل،

بے جوڑ اور بالکل ہی غیر متعلق کیوں نہ ہوں اور اگر ایسے موقع پر اس شخص کو غصہ نہ آئے، پھر بہت خوب، کسی نہ کسی طور آدمی کو اپنے دل کا بوجھ ہلکا محسوس ہونے لگے گا اور اگر وہ طیش میں آ جائے، پھر آدمی کیا کر سکتا ہے یہی نا کہ بس ذرا افسردہ ہو جائے۔ ایسا ہوا بھی تھا—— ویسے اس قسم کے مواقع بہت ہی کم آئے تھے کہ فیودر پاولووچ رات کو گریگوری کو جگا دیتا اور اسے فوراً ہی مکان کے اندر آنے کو کہتا۔ وہ آ جاتا اور فیودر پاولووچ بالکل ہی معمولی نوعیت کے روز مرہ کے معاملات کے بارے میں اس سے باتیں کرنے لگتا اور پھر پلک جھپکنے میں اسے واپس جانے کا حکم دے دیتا۔ جب وہ واپس جا رہا ہوتا، بعض اوقات وہ اس پر پھبتیاں کسنے لگتا، اس کا تمسخر اڑانا شروع کر دیتا، پھر اپنے کندھے اچکاتا، اپنے بستر میں گھستا اور بالکل معصوموں کی نیند سو جاتا۔ کبھی کبھار اس قسم کا واقعہ تب پیش آتا جب ایلیوشا آیا ہوتا۔ ایلیوشا کا یہ رویہ کہ وہ "دیکھتا تو سب کچھ ہے لیکن مذمت کسی چیز کی نہیں کرتا" اس کے دل پر گہرا اثر کرتا۔ اس کے علاوہ وہ ایک ایسی چیز بھی لاتا تھا جس کی اس نے اپنی زندگی میں پہلے کوئی مثال نہیں دیکھی تھی—— اور وہ چیز اس کے—— بوڑھے کے—— خلاف نفرت و حقارت کا مکمل فقدان تھا، اس کے برعکس اس میں محبت کرنے کی لامتناہی صلاحیت تھی، وہ اس کے ساتھ بالکل فطری اور سیدھے سادے انداز سے الفت کا اظہار کرتا رہتا تھا حالانکہ وہ خود اس کا کوئی خاص سزاوار نہیں تھا۔ بے لگام بڈھے شہوت پرست کے لیے، جس کا کوئی فخر تھا نہ ضمیر، یہ سب کچھ بڑا تعجب خیز تھا؛ اس کے لیے، جس نے اب تک "غلاظت" کے ماسوا کسی چیز سے پیار نہیں کیا تھا، یہ سب کچھ غیر متوقع تھا۔ ایلیوشا کے جانے کے بعد وہ اپنے آپ سے اقرار کرتا: "میں بعض ایسی باتیں سمجھنے لگا ہوں جو میں اب تک سمجھنا ہی نہیں چاہتا تھا۔"

میں پہلے ہی اپنی کہانی کے آغاز میں ذکر کر چکا ہوں کہ گریگوری کو فیودر پاولووچ کی پہلی بیوی اور اس کے بڑے بیٹے دمتری فیودورووچ کی ماں ایڈیلیڈا ایوانوونا سے نفرت تھی لیکن اس کے برعکس وہ اس کی دوسری بیوی "چیخ مارنی" سوفیا ایوانوونا کا اس کے شوہر اور ان تمام لوگوں کے خلاف، جو اس کے متعلق کوئی بُرا لفظ یا توہین آمیز بات کرنے پر مائل ہو سکتے تھے، دفاع کرنے پر کمربستہ رہتا تھا۔ اس ستم رسیدہ اور قسمتوں کی ماری عورت کے ساتھ اس کی ہمدردی مذہبی جنون کی حد تک پہنچ چکی تھی اور بیس سال گزرنے کے باوجود اگر اسے معمولی سا شائبہ بھی ہوتا کہ کوئی شخص اس کے نام پر بٹا لگانے کی کوشش کر رہا ہے، وہ اس پر چڑھ دوڑنے میں مطلق دریغ نہ کرتا۔ بظاہر گریگوری سرد مہر، پُروقار اور کم سخن آدمی تھا مگر وہ باتیں خوب سوچ سمجھ کر اور تول تول کر کرتا تھا۔ پہلی نظر میں یہ بتانا ناممکن تھا کہ وہ اپنی منکسر المزاج اور اطاعت شعار بیوی کو چاہتا بھی ہے یا نہیں لیکن سچی بات یہ ہے کہ اسے اس سے واقعی محبت تھی اور وہ بھی اس بات کو خوب جانتی تھی۔

مارفا اگناتیونا نہ صرف یہ کہ بے وقوف نہیں تھی بلکہ وہ اپنے شوہر کی نسبت کہیں زیادہ زیرک اور تیز فہم تھی—— کم از کم دنیوی امور میں وہ اس سے زیادہ سمجھدار تھی—— لیکن شادی کے ابتدائی دور ہی سے وہ بڑی منکسر المزاجی سے اور شکوہ شکایت کیے بغیر اس کی ہر بات مانتی چلی آ رہی تھی اور بلاشک وشبہ وہ اس کی روحانی برتری کے باعث اس کا بڑا احترام کرتی تھی۔ یہ بات قابل غور ہے کہ اپنی ساری متاہل زندگی کے دوران میں غالباً روز مرہ کے ضروری مسائل کے ماسوا ان کی آپس میں بہت کم بات چیت ہوتی آئی تھی۔ پُر رعب اور باوقار گریگوری اپنے امور اپنے تک ہی محدود رکھتا تھا اور اپنی پریشانیوں پر صرف تنہائی میں غور کرتا تھا، اور مارفا اگناتیونا نے بہت عرصہ پہلے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سمجھ لیا تھا کہ وہ اس کے مشوروں کا قطعاً محتاج نہیں۔ اسے محسوس ہوتا تھا کہ وہ جس طرح اپنی زبان بند رکھتی ہے اس کا شوہر اس کی قدر کرتا ہے اور یوں تسلیم کر رہا ہے کہ وہ دماغ کی مالک ہے۔ اس نے ماسوائے ایک موقع کے اسے کبھی پیٹا نہیں تھا اور اس وقت بھی صرف معمولی سا۔ (ہوا یہ تھا کہ) ایڈیلیڈا ایوانوونا اور فیودر پاولووچ کی شادی کے پہلے سال کے دوران میں ایک روز گاؤں کی تمام لڑکیاں اور عورتیں ناچنے اور گانے کے لیے جاگیردار کی حویلی کے صحن میں اکٹھا ہو گئی تھیں۔ (یہ زمانہ ابھی تک کھیت مزدوروں کی غلامی کا تھا۔) انہوں نے ابھی گیت "چراگاہ میں" شروع کیا ہی تھا کہ مارفا اگناتیونا، جو ان دنوں الہڑ دوشیزہ تھی، دھم سے ان کے سامنے کود پڑی اور "روسی" رقص کرنے لگی۔ وہ اترا اترا کر ناچ رہی تھی۔ اس کا انداز وہ نہیں تھا جو اس زمانے میں دیہاتی عورتوں کا ہوتا تھا بلکہ وہ تھا جو اس نے تب سیکھا تھا جب وہ دولت مند مائی اوسفوں کی گھریلو خادمہ ہوا کرتی تھی اور ان کے نجی تھیٹر میں رقص کیا کرتی تھی جس میں ماسکو سے آنے والا رقص کا استاد اداکاروں کو رقص کی تعلیم دیا کرتا تھا۔ گریگوری نے اپنی بیوی کو ناچتے ہوئے دیکھ لیا، ایک گھنٹہ بعد اس نے اسے اپنے کوارٹر میں چوٹی سے پکڑا، ادھر ادھر دو چار جھٹکے دے کر اسے آئندہ کے لیے سبق سکھا دیا اور معاملہ یہیں ختم ہو گیا۔ یہ واحد مار تھی جو مارفا اگناتیونا نے کھائی اور اس کے بعد اس کے خاوند نے اسے کبھی ہاتھ تک نہ لگایا—— اور نہ اس نے خود بھی دوبارہ رقص کرنے کا نام لیا۔

خدا نے انہیں اولاد کی نعمت سے محروم رکھا تھا، ایک بچہ پیدا ضرور ہوا تھا لیکن وہ بھی مر گیا تھا۔ گریگوری بچوں پر جان نثار کرتا تھا—— وہ اس حقیقت کو چھپاتا نہیں تھا اور نہ اس کا اظہار کرتے ڈرتا تھا۔ جب ایڈیلیڈا ایوانوونا گھر سے فرار ہو گئی، وہ تین سالہ دمتری فیودورووچ کی انگلی پکڑ کر اپنے گھر لے گیا اور تقریباً ایک سال اس کی نگہداشت کرتا رہا۔ وہ خود ہی اس کے بالوں میں کنگھی کرتا تھا بلکہ ٹب میں اسے نہلاتا بھی خود ہی تھا۔ پھر اس نے ایوان فیودورووچ اور ایلیوشا کو اپنی تحویل میں لے لیا جس کا صلہ جنرل کی بیوہ نے یہ دیا کہ اس کے منہ پر تھپڑ جڑ دیا۔ لیکن یہ سب کچھ میں پہلے ہی بیان

کر چکا ہوں۔ اس کا اپنا بچہ صرف تب تک اسے خوشی کی امید دلاتا رہا جب تک مارفا اگناتیونا حاملہ تھی۔ جب وہ پیدا ہوا، اسے رنج والم اور دہشت نے گھیر لیا۔ بات دراصل یہ تھی کہ جب لڑکا عالم وجود میں آیا تھا، اس کے ایک ہاتھ کی چھ انگلیاں تھیں۔ گریگوری صدمے سے اتنا نڈھال ہوا کہ اس کی زبان کو تالا لگ گیا اور جب تک بپتسمے کا دن نہ آ گیا وہ کسی سے بھی ہم کلام نہ ہوا۔ اس کی بجائے وہ ارادتاً باغیچے میں چلا جاتا اور اپنے مصائب پر غور وفکر کرتا رہتا۔ یہ بہار کا موسم تھا۔ وہ کڑھتا بھی رہتا اور ساتھ ساتھ سبزیوں کے باغیچے میں کیاریوں کی کھدائی بھی کرتا رہتا۔ یہ سلسلہ تین دن تک چلتا رہا۔ چوتھے دن بچے کو بپتسمہ دیا جانا اور اس کا مسیحی نام رکھا جانا تھا۔ اس وقت تک گریگوری طویل غور وفکر کے بعد فیصلہ کر چکا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ گھر میں آنے کے بعد، جہاں پادری اور مہمان جمع ہو چکے تھے جن میں فیودر پاولووچ بھی شامل تھا کیونکہ وہ دینی باپ کے فرائض سرانجام دے رہا تھا، اس نے اچانک اعلان کیا: "بچے کو نہ تو بپتسمہ دیا جائے گا اور نہ اس کا مسیحی نام رکھا جائے گا۔" اس نے یہ سب کچھ دھیمی آواز اور مختصر الفاظ میں کہا۔ اس نے اپنی بات کی وضاحت کرنا بھی ضروری نہ سمجھا، بس عدم دلچسپی سے پادری کو دیکھتا رہا۔

"آخر کیوں؟" پادری نے شگفتہ پیشانی سے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"کیونکہ یہ... یہ انسان نہیں، عفریت ہے۔" (125ب) گریگوری نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا — عفریت، کیسا عفریت؟"

گریگوری کچھ دیر منہ میں گھنگھنیاں ڈالے کھڑا رہا۔

"یہ قدرت کا قابل نفرت اعجوبہ ہے..." وہ مبہم لیکن پُرعزم انداز سے بڑبڑایا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ اپنی بات کی مزید وضاحت نہیں کرنا چاہتا۔

وہ سب ہنس پڑے، تاہم بچے کو بپتسمہ دے دیا گیا اور اس کا مسیحی نام بھی رکھ دیا گیا۔ گریگوری حوض اصطباغ کے سامنے ایمان افروز انداز سے دعائیں مانگتا رہا لیکن اس نے نومولود کے متعلق اپنی رائے تبدیل نہ کی۔ تاہم اس نے مداخلت بھی کوئی نہ کی۔ نومولود شکل صورت سے ہی مریض دکھائی دیتا تھا۔ وہ دو ہفتے زندہ رہا اور اس پورے عرصے کے دوران میں گریگوری نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور بیشتر وقت اپنے گھر سے غیر حاضر رہا۔ جب ایک روز بچے کا قلاع سے انتقال ہو گیا، اس نے خود اسے تابوت میں لٹایا، بڑے رنج والم کے عالم میں نگاہیں گاڑ کر اسے دیکھتا رہا اور جب لوگوں نے اس کی نسبتاً کم گہری قبر مٹی سے بھر دی، وہ اس کے سامنے کافی دیر تک سر نہوڑائے کھڑا رہا۔ اس کے بعد وہ کئی سالوں تک بچے کا نام بھی کبھی زبان پر نہ لایا اور مارفا اگناتیونا نے بھی اس کی موجودگی میں کبھی اپنے بچے کا ذکر نہ کیا، جب کبھی اسے دوسروں کے سامنے اپنے

"ننھے" کے بارے میں گفتگو کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی تھی وہ ہمیشہ دھیمے لفظوں کرتی تھی، گریگوری خواہ موجود ہوتا یا نہ ہوتا۔ مارفا اگناتیونا کے مشاہدے میں آیا کہ تجہیز وتکفین کے روز سے ہی وہ بیشتر وقت مذہبی امور میں مستغرق رہنے لگا ہے اور تنہائی میں بیٹھا "سیرالاولیا" کا مطالعہ کرتا رہتا ہے۔ اس مقصد کے لیے وہ بڑے بڑے گول شیشوں والی عینک، جس کا فریم چاندی کا تھا، استعمال کیا کرتا تھا۔ وہ اونچی آواز میں شاذ ہی کبھی پڑھا کرتا تھا، صرف لینٹ (126) کے ایام اس سے مستثنیٰ تھے۔ اسے "پرانے عہد نامے" میں "ایوب" (127) کا باب بے حد پسند تھا۔ اسے کہیں سے ہمارے "بابرکت فادر آئزک شامی" (128) کے اقوال اور مواعظ پر مشتمل مجموعہ ہاتھ آ گیا تھا، وہ اسے کئی سالوں سے مسلسل پڑھتا چلا آیا تھا، عملاً وہ اس کا ایک لفظ بھی سمجھ نہیں پایا تھا اور غالباً ٹھیک یہی وجہ ہے کہ وہ اس کتاب کی بے حد قدر کرتا اور اسے سینے سے لگا کر رکھتا تھا۔ حال ہی میں وہ اپنے آپ کو یا دوسروں کو کوڑے مارنے والوں (128 الف) یا کوڑے کھانے والوں کے نظریات میں گہری دلچسپی لینے لگا تھا۔ اس قسم کا ایک فرقہ پچھلے دنوں اس کے پڑوس میں بس گیا تھا اور اسے ان کے طور طریقے دیکھنے کا موقع مل گیا تھا۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا تھا کہ وہ ان سے بے حد متاثر ہوا ہے، تاہم اس نے اپنے عقائد تبدیل کرنا مناسب نہیں جانا تھا۔ بہرحال مذہبی معاملات میں اس قدر مستغرق ہونے کے بعد اس کے چہرے پر اور بھی گھمبیرتا چھا گئی تھی۔

غالباً وہ فطری طور پر پراسراریت کی جانب مائل تھا اور پھر، گویا یہ اس کے مقدر میں لکھ دیا گیا تھا، عین ان ایام کے دوران میں ایک انتہائی عجیب، غیر متوقع اور انوکھا واقعہ پیش آ گیا جب اس کا چھ انگلیوں والا بیٹا اس دنیا میں آیا اور بعد ازاں موت کی بھینٹ چڑھ گیا تھا۔ جیسا کہ بعد ازاں اس نے خود بتایا تھا، یہ واقعہ اس کی بالکل روح پر نقش ہو گیا تھا۔ ہوا یہ کہ جس روز اس کے شش انگشت بچے کو دفنایا گیا، اسی رات مارفا اگناتیونا کو کسی ایسی آواز نے جگا دیا جو کسی نومولود بچے کے رونے کی آواز سے مشابہ تھی۔ وہ خوف زدہ ہو گئی اور اس نے بڑبڑاہٹ کے عالم میں اپنے خاوند کو اٹھا دیا۔ وہ کان لگا کر سننے لگا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ کسی کے، "غالباً کسی عورت کے" کراہنے کی آواز ہے۔ وہ بستر سے نیچے اترا اور اپنا لباس تبدیل کرنے لگا۔ یہ مئی کی رات تھی اور خاصی گرم تھی۔ جب وہ باہر نکلا اور پورچ کے قریب پہنچا، اسے صاف سنائی دینے لگا کہ کراہوں کی آوازیں باغیچے سے آ رہی ہیں۔ لیکن باغیچے اور صحن کے مابین دروازے پر تالا لگا ہوا تھا اور باغیچے میں جانے کا اور کوئی راستہ نہیں تھا کیونکہ اس کے اردگرد بہت اونچی خاردار باڑ بنی ہوئی تھی۔ گریگوری الٹے قدموں لوٹا، اس نے لالٹین جلائی، باغیچے کے دروازے کی چابی اٹھائی اور اپنی بیوی کی، جسے یقین تھا کہ اسے کسی بچے کے رونے کی آواز سنائی دی تھی، یہ بچہ غالباً اس کا اپنا بچہ تھا اور اسے مدد کے لیے پکار رہا تھا،

ہسٹریائی دہشت کو نظر انداز کرتے ہوئے ایک لفظ کے بغیر باغیچے کے اندر گھس گیا۔ وہاں اسے واضح طور پر احساس ہوا کہ کراہنے کی آوازیں باغیچے کے غسل خانے سے آ رہی ہیں جو دروازے سے زیادہ دور نہیں تھا اور وہاں واقعی کوئی عورت درد سے کراہ رہی تھی۔ غسل خانے کا دروازہ کھولنے پر اسے ایک ایسا منظر دکھائی دیا جس کی دہشت نے اس کے پاؤں وہیں گاڑ دیے۔ بلّی لڑکی، جو گلیوں میں بے مقصد گھومتی پھرتی رہتی تھی اور جسے سارا قصبہ "لزاویتا سمردیاش چایا" (129) کے نام سے جانتا تھا، کسی طرح غسل خانے میں پہنچ گئی تھی اور وہاں اس نے ایک بچے کو جنم دے دیا تھا۔ بچہ اس کے پہلو میں لیٹا ہوا تھا اور وہ خود اس کے قریب پڑی موت کے منہ میں جا رہی تھی۔ اس نے کچھ نہ کہا کیونکہ وہ بولنے سے لاچار ہو چکی تھی۔ اس کی کہانی کیا تھی، اس کے لیے الگ باب کی ضرورت ہے۔

2

لزاویتا سمردیاش چایا

یہاں اس معاملے کا خاص پہلو تھا جس نے گریگوری کو دہلا کر رکھ دیا اور جس نے بالآخر ایک سابقہ، پریشان کن بھی اور بالکل کراہت انگیز شبہے کی تصدیق کر دی تھی جسے وہ اپنے دل میں اٹھائے اٹھائے پھر رہا تھا۔ اس لزاویتا کا قد بے حد چھوٹا تھا۔ جیسا کہ بعد میں قصبے کی خدا ترس اور دین دار عورتیں کہنے لگی تھیں کہ وہ دو آرشن (130) سے بس ذرا سا اونچی تھی۔ بیس سال کی عمر میں اس کا چہرہ صحت مند، گدرایا گدرایا اور سرخ و سپید تھا لیکن یہ چہرہ تھا ایک بلّی عورت کا۔ اس کی آنکھوں کو دیکھ کر یہ تاثر ابھرتا تھا کہ وہ بلا چوں و چرا فرماں برداری کرنے والی لڑکی ہو گی مگر وہ جدھر دیکھتی تھی ٹکٹکی باندھ کر دیکھتی رہتی تھی اور اس کا یہ انداز دوسروں کو خاصا ناگوار معلوم ہوتا تھا۔ گرمیاں ہوں یا سردیاں، وہ پوری زندگی ننگے پاؤں پھرتی رہی اور اس کے بدن پر ہمیشہ ایک ہی کتان (130 الف) کے دھاگے کی قمیص نظر آتی رہی تھی۔ اس کے تقریباً سیاہ بال جو بے انتہا گھنے اور بھیڑ کی اون کی طرح بل دار تھے، ٹوپی کی طرح اس کے سر کو ڈھانپے رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ ہمیشہ مٹی، کیچڑ اور گرد و غبار سے لتھڑے رہتے تھے کیونکہ وہ جب بھی سوتی تھی، کیچڑ اور دھول میں زمین پر سوتی تھی۔ اس کا باپ جس کا نام الیا تھا، قصبے کا بے گھر اور بے در باشندہ تھا۔ کثرت شراب نوشی نے

مالی اور جسمانی دونوں طور پر اس کا ستیاناس مار دیا تھا۔ وہ قصبے ہی کے کھاتے پیتے گھرانوں کے چھوٹے موٹے کام کر کے اپنی روزی کی سبیل پیدا کر لیا کرتا تھا اور کئی سال سے اس کا یہی دستور چلا آ رہا تھا۔ لزاویتا جس کی ماں عرصہ ہوا فوت ہو چکی تھی، جب کبھی گھر آتی، سدا کا روگی اور مزاج چڑچڑا الیا اس کی بے رحمی سے دھنائی کر دیتا۔ ویسے وہ گھر آتی بھی شاذ و نادر ہی تھی کیونکہ سارا قصبہ اسے معصوم اور پاک بلّی گردانتا تھا اور وہ اس کی خیرات پر پلتی رہتی تھی۔ الیا کے مالکوں، بلکہ خود الیا اور قصبے کے متعدد اشخاص نے بھی، جو زیادہ تر دکاندار یا ان کی بیویاں تھیں، اپنی طرف سے بہتیری کوشش کی کہ وہ قمیص کے علاوہ کچھ اور بھی پہن لے تاکہ کم از کم اس کا ستر ہی ڈھکا رہے، اور جاڑوں میں وہ اسے بھیڑ کی کھال کا کوٹ اور جوتے پہنانے میں کامیاب ہو بھی جاتے لیکن وہ اللہ کی بندی اگرچہ لباس وغیرہ پہنائے جانے کے دوران میں فرماں برداری کا مظاہرہ کرتی رہتی لیکن اس کے فوراً بعد کسی گرجے کے پورچ میں یا کسی اور جگہ چلی جاتی اور جو کچھ اسے دیا گیا ہوتا — خواہ یہ رومال ہوتا یا سکرٹ، بھیڑ کی کھال کا کوٹ ہوتا یا بوٹ — جھٹ پٹ اتارتی، ہر چیز وہیں چھوڑتی اور پہلے کی طرح صرف قمیص پہنے جدھر جی چاہتا ننگے پاؤں چلی جاتی۔ ایک دفعہ یوں ہوا کہ صوبے کا نیا گورنر ہمارے قصبے کے دورے پر آ نکلا۔ اس نے جب لزاویتا کو دیکھا تو اسے محسوس ہوا کہ اس کے شائستہ جذبات کو سخت ٹھیس پہنچی ہے اور اگرچہ وہ صورت حال سمجھ گیا تھا کیونکہ اسے تفصیل سے بتا دیا گیا تھا کہ وہ "معصوم اور پاک باز بلّی" ہے، وہ پھر بھی اپنی رائے پر اڑا رہا کہ کسی نوجوان لڑکی کے قمیص کے سوا کوئی اور چیز پہنے بغیر یوں گلیوں میں بے مقصد گھومتے پھرتے رہنے سے شرم و حیا کے تقاضوں کی نفی ہوتی ہے، چنانچہ اسے اس حرکت سے روکا جانا چاہیے۔ گورنر تو چلا گیا لیکن لزاویتا جیسی تھی ویسی ہی رہی۔ پھر ایک روز اس کے باپ کا انتقال ہو گیا اور وہ قصبے کے دین دار لوگوں کی نگاہوں میں یتیم کی حیثیت سے اور بھی عزیز ہو گئی۔ سچی بات تو یہ ہے کچھ یوں معلوم ہونے لگا تھا جیسے ہر شخص کو اس سے الفت ہو گئی ہو، جہاں تک لڑکے بالے بھی اسے چھیڑتے تھے نہ تنگ کرتے تھے اور نہ اس کی بے عزتی کرتے تھے حالانکہ ہمارے قصبے کے لونڈے، خاص طور پر وہ جو سکولوں میں زیر تعلیم تھے، پکے الفتے تھے۔ وہ اجنبیوں کے گھروں میں چلی جاتی اور کوئی شخص بھی اسے باہر نہ نکالتا۔ اس کے برعکس سب لوگ اس کی آؤ بھگت میں مصروف ہو جاتے اور اس کے ہاتھ میں کوئی نہ کوئی سکہ تھما دیتے۔ وہ یہ سکے لے تو لیتی لیکن اس کے فوراً ہی بعد اسے کسی گرجے یا قید خانے کے باہر (چندے کی) صندوقچی میں ڈال دیتی۔ اگر بازار میں اسے کوئی شخص رول (Roll)، بند، بسکٹ یا اس قسم کی کوئی دوسری چیز دیتا، وہ اپنی عادت کے موافق آگے چل پڑتی اور جو پہلا بچہ اسے دکھائی دیتا وہ رول، بند وغیرہ اُسے تھما دیتی یا پھر وہ قصبے کی کسی امیر ترین

عورت کو پکڑتی اور یہ اسے پیش کر دیتی۔ اور وہ خاتون بہت خوش ہو کر اُسے قبول کر لیتی۔ خود وہ صرف رائی کی سانولی روٹی کھاتی اور پانی پیتی تھی۔ بعض اوقات وہ کسی فیشن ایبل دُکان کا رخ کرتی اور اس کے اندر بیٹھ جاتی۔ دکان میں قیمتی اشیاء بجی ہوتیں اور نقدی ادھر ادھر بکھری پڑی ہوتی لیکن مالک کو کوئی فکر نہ ستاتی کیونکہ اسے معلوم ہوتا تھا کہ اگر وہ ہزاروں روبل بھی وہاں بکھرے پڑے رہنے دے اور بھول جائے کہ اتنی رقم وہاں موجود ہے، وہ ایک کوپک کو بھی ہاتھ نہیں لگائے گی۔ وہ گرجے کے اندر شاذ ہی جاتی تھی لیکن وہ سوتی یا تو کسی گرجے کے پورچ میں تھی یا پھر کسی ٹھاٹر کی باڑ — ہمارے ہاں، آج بھی لکڑی کی بجائے ٹھاٹر کی بے شمار باڑیں ہیں — پھلانگنے کے بعد کسی کے سبزیوں کے باغیچے میں۔ اپنے گھر یعنی ان لوگوں کے مکان میں جن کے ساتھ اس کا مرحوم باپ رہتا تھا، وہ ہفتے میں صرف ایک بار ہی شکل دکھاتی تھی تاہم جب جاڑے شروع ہو جاتے، وہ روزانہ آنے لگتی لیکن صرف رات کو جو وہ یا تو پورچ میں یا پھر گائیوں کے باڑے میں گزارتی تھی۔ لوگ تعجب کرتے تھے اور سوچتے تھے کہ وہ اس قسم کی زندگی کیسے برداشت کر لیتی ہے مگر وہ اس کی عادی ہو چکی تھی؛ حالانکہ وہ پست قامت تھی لیکن اس میں بے پناہ جسمانی قوت اور مشکل سے مشکل حالات سے عہدہ برآ ہونے کی زبردست صلاحیت تھی۔ بعض شرفاء کا خیال تھا کہ وہ یہ سب کچھ اپنے پندار کے سبب کرتی ہے لیکن ایک چیز ایسی تھی جس سے ان کے دعوے کو درست تسلیم کرنے میں مشکل پیش آتی تھی۔ وہ ایک لفظ بھی صحیح طریقے سے ادا نہیں کر سکتی تھی، زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا تھا کہ وہ کوئی غیر مربوط آواز نکالنے کے لیے اپنی زبان کو جنبش دینے لگتی — اس میں اس کے پندار کا کون سا پہلو تھا؟

اب ہوا یوں (اور اسے بیتے بھی کافی عرصہ گزر چکا ہے) کہ ستمبر کے مہینے میں پورن ماشی کی گرم رات کو، جب ہمارے قصبے کے حساب سے خاصی دیر ہو چکی تھی، پانچ چھ نشے میں دھت فیشن ایبل نوجوانوں کی ٹولی، جو غل غپاڑا کرنے سے کبھی نہیں چوکتے، مکانوں کی عقبی گلیوں میں سے گزرتی اپنے گھروں کو واپس جا رہی تھی۔ گلی کے دونوں جانب ٹھاٹر کی باڑیں تھیں اور باڑوں کے پیچھے مکانوں سے ملحق سبزیوں وغیرہ کے باغیچے تھے۔ گلی ایک خاصے لمبے چوڑے، بدبودار جوہڑ کے اوپر بنے پل پر سے گزرتی تھی جسے بعض اوقات "دریا" کا نام دے کر خاصا باوقار بنا دیا جاتا تھا۔ پل کے قریب ٹھاٹر کی باڑ کے پار ہماری ٹولی کی نظر لزاویتا پر پڑ گئی جو بچھوے اور گوکھرو جیسے پودوں کے درمیان سوئی پڑی تھی۔ نشے میں مست نوجوان اس کے پاس ٹھہر گئے اور ہنسنے لگے۔ وہ اتنا ہنسے کہ ان کے پیٹوں میں بل پڑ گئے۔ پھر وہ اس پر ناشائستہ چٹکلے کسنے لگے۔ ان میں سے ایک اشراف زادے کے جی میں جانے کیا آیا کہ وہ ایکا ایکی ایک ناممکن موضوع کے بارے میں نہایت ہی

احمقانہ سوال پوچھنے لگا: "ہے کوئی مائی کا لال، ہے کوئی مائی کا لال — جو اس جانور کے قسم کو عورت گردان سکے — اب، اسی وقت؟" تقریباً سبھی نے کانوں کو ہاتھ لگایا اور بُرے بُرے منہ بنا کر اپنی نفرت کا اظہار کرنے لگے۔ اتفاق سے اس ٹولی میں فیودر پاولووچ بھی شامل تھا، اس نے آگا دیکھا نہ پیچھا، جھٹ آگے بڑھا اور بڑھک مار کر کہنے لگا "اس میں کون سی مشکل بات ہے، اسے یقیناً عورت گردانا جا سکتا ہے، بالکل گردانا جا سکتا ہے بلکہ اسے تو خاص طور پر لقمۂ لذیذ تصور کیا جا سکتا ہے،" وغیرہ وغیرہ۔ یہ درست ہے کہ وہ اس وقت اپنے مسخرے کے کردار کو ضرورت سے زیادہ ہی بڑھا چڑھا کر دکھانے کو تیار تھا، اسے ویسے بھی ڈون کی لینے اور شرفاء کو محظوظ کرنے کا بڑا شوق تھا کیونکہ وہ ان کے ساتھ برابری کرنے کا بہت خواہش مند تھا۔ جبکہ اصل بات یہ ہے کہ خود ان کی نگاہوں میں وہ بالکل ہی اجڈ اور ناکندہ تراش تھا۔ اسے ابھی ابھی سینٹ پیٹرز برگ سے اپنی پہلی بیوی ایڈیلیڈا ایوانوونا کے انتقال کی خبر بھی موصول ہوئی تھی اور وہ اگرچہ بظاہر سوگ منانے کے دور میں سے گزر رہا تھا، اس کے ڈٹ کر مے نوشی اور قصبے میں آوارہ گردی کرنے کے طور طریقوں میں کوئی فرق نہیں آیا تھا بلکہ وہ یہ دونوں حرکتیں اتنے تواتر اور کثرت سے کرتا تھا کہ بڑے سے بڑے عیاش کا جی بھی اسے دیکھتے ہی متلانے لگتا۔ اب اس نے ٹولی کے دوسرے افراد کی توقعات کے برعکس جو بڑ ہانکی، اس پر ان کی ہنسی نکل گئی۔ ان میں سے ایک نے تو فیودر پاولووچ کو بڑھاوا بھی دینا شروع کر دیا، "واہ، میرے شیر، کیا بات ہے!" مگر دوسرے نفرت سے زمین پر تھوکتے رہے حالانکہ انہیں ابھی تک یہ سب کچھ نہایت محظوظ کن نظر آ رہا تھا۔ آخر کار وہ وہاں سے چل پڑے اور اپنے اپنے گھروں کو جانے لگے۔ فیودر پاولووچ بعد میں قسمیں کھا کھا کر کہتا تھا کہ وہ بھی دوسروں کے ساتھ ہی وہاں سے چلا گیا تھا اور شاید وہ چلا بھی گیا ہو لیکن قصبے میں آپ کو ایک شخص بھی ایسا نہیں ملے گا جو یقین سے کہہ سکے کہ وہ واقعی چلا گیا تھا۔ اس بات کو ابھی چھ مہینے بھی نہیں گزرے تھے کہ قصبے کا بچہ بچہ انتہائی اور بے تصنع نفرت کے ساتھ اس حقیقت کا بیان کرنے لگا کہ لزاویتا کا پاؤں بھاری ہو چکا ہے۔ اب ہر کس و ناکس اس سوال کا جواب ڈھونڈنے کے لیے دماغ سوزی کرنے لگا کہ یہ گناہ کس کا ہو سکتا ہے۔ پھر اچانک قصبے میں یہ عجیب و غریب افواہ پھیل گئی کہ مجرم درحقیقت فیودر پاولووچ ہے۔ یہ افواہ کہاں سے آئی تھی، کس نے شروع کی تھی، اس کا کوئی واضح جواب سامنے نہیں آ رہا تھا۔ تب تک اس رنگین مزاج اور مے پرست ٹولی کا صرف ایک فرد قصبے میں باقی رہ گیا تھا اور وہ شخص درمیانی عمر کا معزز سرکاری کونسلر تھا، اس کا اپنی جوان بیٹیوں پر مشتمل پورا خاندان تھا اور اگر اس افواہ میں کوئی حقیقت ہوتی تو بھی اس کے متعلق یہ قطعاً گمان نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ اسے پھیلانے کی حرکت کرے گا۔ جہاں تک ٹولی کے باقی افراد کا تعلق ہے، وہ تعداد میں

تقریباً پانچ تھے اور وہ سب کے سب ملک کے مختلف حصوں میں بکھر چکے تھے۔ چنانچہ افواہ کام کرتی رہی اور انگلی سیدھی فیودر پاولووچ کی طرف اٹھی اور اٹھتی رہی۔ یہ درست ہے کہ اس نے کسی چیز کا اقرار نہیں کیا تھا لیکن وہ الزامات سے صاف صاف انکار بھی نہیں کرتا تھا کیونکہ وہ معمولی دکانداروں اور نودولتیوں کے ساتھ الجھنا نہیں چاہتا تھا۔ اس زمانے میں اس کا دماغ عرش پر تھا اور صرف اپنے برابر کے لوگوں سے ہی —— سرکاری حکام اور شرفاء، جنہیں وہ دل لگی کا سامان نظر آتا تھا —— کلام کرتا تھا۔

ان ایام میں یہ گریگوری ہی تھا جو پورے جوش و خروش اور اپنی ساری قوت کے ساتھ اپنے آقا کا ساتھ دیتا رہا۔ وہ نہ صرف ہر قسم کی تہمتوں اور افتراپردازیوں کے خلاف اس کا دفاع کرتا بلکہ اس کی جانب سے لوگوں سے جھگڑے مول لیتا اور پُر زور احتجاج بھی کرتا رہتا اور یوں اس نے بہت سے اشخاص کو اپنی رائے تبدیل کرنے پر قائل کر لیا۔ "قصوروار وہ خود ہے، پوری حرام جنی ہے،" وہ کامل یقین سے کہتا۔ وہ اشاروں اشاروں میں سمجھاتا کہ مجرم "کارپ پیچ کش" کے سوا اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ (کارپ اس زمانے کا انتہائی خطرناک سزا یافتہ مجرم تھا۔ وہ مقامی طور پر خوب جانا پہچانا تھا۔ وہ صوبائی جیل سے فرار ہو گیا تھا اور ہمارے قصبے میں روپوشی کی زندگی بسر کر رہا تھا۔) گریگوری کی قیاس آرائی قابل قبول معلوم ہوتی تھی۔ لوگوں کو کارپ یاد تھا اور انہیں خاص طور پر یہ بات نہیں بھولی تھی کہ ابتدائی خزاں کی بالکل انہی راتوں کے دوران میں وہ قصبے میں ادھر ادھر گھومتا پھرتا دیکھا گیا تھا اور پھر اس نے تین اشخاص کو لوٹا بھی تو تھا۔ اس سارے واقعے اور قیاس آرائیوں کے باوجود اس ہمدردی میں قطعاً کوئی تخفیف نہ ہوئی جو عام طور پر اس بگلی کے لیے محسوس کی جاتی تھی بلکہ اب تو لوگوں نے اس کا اور بھی خیال رکھنا اور اسے اپنی پناہ میں لینا شروع کر دیا۔ ایک خوش حال تاجر کی بیوہ کوندراتیوا تو اس حد تک چلی گئی کہ وہ اپریل کے اواخر میں لزاویتا کو اپنے گھر لے گئی تاکہ وہ بچے کی پیدائش تک اس کے سایۂ عاطفت میں رہے۔ اس کی سخت نگرانی کی جاتی تھی لیکن معلوم ہوا کہ تمام نگرانی کے باوجود لزاویتا آخری دن کی شام کو کوندراتیوا کے گھر سے کھسک جانے میں کامیاب ہو گئی اور فیودر پاولووچ کے باغیچے میں پہنچ گئی۔ اپنی اس حالت میں اس نے باغیچے کی اونچی اور مضبوط خاردار تار کو کس طرح پھلانگا، اس پر ابھی تک راز کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا تھا کہ اسے کسی شخص نے اٹھا کر باڑ کے پار پہنچایا تھا جب کہ بعض دوسروں کا دعویٰ تھا کہ یہ کام کسی "روح" کا تھا۔ غالب اکثریت کا خیال تھا کہ یہ سب کچھ بالکل فطری انداز میں ہوا ہو گا جس میں شاید کچھ مشاقی کا بھی دخل ہو۔ لزاویتا، جو دوسرے لوگوں کے باغیچوں میں سونے کے لیے خاردار باڑیں پار کرنے میں بڑی ماہر تھی، کسی نہ کسی طرح فیودر پاولووچ کی باڑ پر چڑھ گئی ہو گی اور پھر

اپنی حالت کے باوجود اس نے نیچے چھلانگ لگا دی ہو گی اور یوں اپنے آپ کو زخمی کر لیا ہو گا۔

گریگوری بھاگا بھاگا مارفا اگناتیونا کے پاس پہنچا اور اس پر زور دینے لگا کہ وہ اٹھے اور جا کر لزاویتا کی مدد کرے، جب کہ وہ خود بوڑھی دائی جمائی کو، جو اسی قصبے کی رہنے والی تھی اور قریب ہی سکونت پذیر تھی، بلانے دوڑ پڑا۔ بچہ تو بچ گیا لیکن لزاویتا تقریباً پو پھٹنے فوت ہو گئی۔ گریگوری نومولود کو گھر لے گیا۔ اس نے اپنی بیوی کو نیچے بٹھایا اور بچہ اس کی گود میں ڈال دیا تاکہ وہ اسے اپنی چھاتی سے لگا سکے۔ "خداوند کا بچہ —— خاص طور پر اگر وہ یتیم بھی ہو —— سب کا، خصوصاً ہمارا، قرابت دار ہوتا ہے۔ اسے ہمارے مرحوم بیٹے نے بھیجا ہے۔ اس کا باپ ضرور شیطان صفت ہے لیکن اس کی ماں صداقت شعار اور معصوم عورت تھی۔ اب اسے پکڑو، پالو پوسو اور اپنا رونا دھونا بھول جاؤ۔"

چنانچہ مارفا اگناتیونا نے بچے کی پرورش کا کام سنبھال لیا۔ اس کا نصرانی نام پاول رکھا گیا اور تمام لوگوں نے، جن میں وہ خود بھی شامل تھے، فی البدیہہ اسے اس کا پدری نام فیودرووچ دے دیا۔ فیودر پاولووچ نے کوئی اعتراض نہ کیا بلکہ اسے یہ سب کچھ بہت محظوظ کن محسوس ہوا۔ قصبے کے لوگ خوش تھے کہ اس نے لاوارث بچے کو اپنا لیا ہے۔ بعد میں فیودر پاولووچ نے اس کا خاندانی نام بھی گھڑ لیا۔ وہ اسے اس کی ماں کی عرفیت سمردیاشچایا کی مناسبت سے سمردیاکوف (131) پکارنے لگا۔

چنانچہ یہ سمردیاکوف فیودر پاولووچ کا دوسرا نوکر (132) بن گیا اور ہماری کہانی کے آغاز تک وہ گریگوری اور مارفا کی بوڑھی جوڑی کے ساتھ بیرونی کوارٹر میں رہتا رہا۔ اس کے ذمے باورچی کے فرائض سونپ دیے گئے۔ دراصل مجھے اس کے متعلق مزید بہت کچھ کہنا چاہیے تھا لیکن اس قسم کے بے حیثیت نوکروں کا اتنا طویل ذکر کرنے پر میں پہلے ہی قارئین سے شرمندہ ہوں اور اس امید پر اپنی کہانی دوبارہ شروع کرتا ہوں کہ سمردیاکوف کے متعلق مزید معلومات کہانی کے آگے بڑھنے پر فطرتاً کہیں نہ کہیں منکشف ہو جائیں گی۔

3

قلبِ پُر جوش کے اعترافات —— در شعر

الیوشا اپنے باپ کا حکم سن کر، جو اس نے خانقاہ سے نکلتے نکلتے گاڑی میں سے چلا کر دیا تھا،

حیرت سے کچھ دیر کے لیے جہاں تھا کچھ اس طور وہیں کھڑا رہا جیسے زمین نے اس کے پاؤں پکڑ لیے ہوں۔ تاہم وہ زیادہ دیر تک تذبذب کی کیفیت میں نہ رہا کیونکہ یہ اس کا طریقہ نہیں تھا۔ اس کی بجائے اپنی ذہنی پریشانیوں کے باوجود وہ سیدھا صدر راہب کے باورچی خانے میں چلا گیا تاکہ وہ یہ معلوم کر سکے کہ اس کا باپ اوپر کی منزل پر کیا گل کھلاتا رہا ہے۔ پھر وہ اس امید کے سہارے شہر کی جانب روانہ ہو گیا کہ شاید اسے راستے میں اس مسئلے کا حل مل جائے جس نے اسے ذہنی اذیت میں مبتلا کر رکھا تھا۔ مجھے ابتدا ہی میں یہ بات صاف کر دینا چاہیے کہ اسے نہ تو اپنے باپ کی چیخم دھاڑ سے کوئی اندیشہ لاحق ہوا تھا اور نہ اس کے اس حکم سے کہ وہ "اپنے بوریے بستر سمیت" گھر واپس آ جائے۔ وہ اچھی طرح سمجھتا تھا کہ گھر آنے کا حکم، جو اتنی بلند آواز سے برملا اور کھلے عام دیا گیا تھا، شدید برافروختگی کے عالم میں دیا گیا تھا — یوں کہنا چاہیے کہ بالکل اسی قسم کے بھڑکیلے اور توجہ گیر انداز سے جس کا اظہار ہمارے قصبے کے ایک باسی نے کیا تھا کہ کچھ زیادہ ہی جوش و خروش سے کوئی جشن مناتے مناتے اپنے ہی گھر میں اور اپنے ہی مہمانوں کے سامنے اس کے غصے کا پارہ محض اس لیے چڑھ گیا تھا کیونکہ کسی نے اسے مزید ووڈکا نہیں پیش کی تھی اور یوں وہ اپنے ہی برتن اٹھا اٹھا کر پھینکنے، اپنے اور اپنی بیوی کے کپڑے پھاڑنے اور فرنیچر توڑنے پھوڑنے لگا تھا۔ اس نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ آخر میں کوئی بھاری چیز اٹھائی اور اس سے اپنے مکان کی کھڑکیاں تہس نہس کر ڈالیں۔ اس نے یہ سب کچھ دوسروں کو متاثر کرنے کے لیے کیا تھا — اب الیوشا کے باپ کا رویہ بھی کچھ اسی قسم کا تھا۔ جب اگلے روز ضرورت سے زیادہ جوشیلے انداز سے رنگ رلیاں منانے والے شخص کا نشہ اترا تو فطرتاً اسے اپنی پلیٹیں اور پیالیاں توڑنے پر افسوس ہوا۔ الیوشا جانتا تھا کہ اس کا باپ اسے اگلے روز یا شاید اسی روز خانقاہ واپس جانے کی اجازت دے دے گا اور مزید برآں اسے پورا اعتماد تھا کہ اس کا باپ دوسروں کے لیے خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو، خود اسے وہ کوئی ضرر نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ الیوشا کو کامل یقین تھا کہ اس کا اپنا باپ تو کیا، دنیا کا کوئی بھی شخص اسے ضرر نہیں پہنچانا چاہے گا بلکہ پہنچا سکتا ہی نہیں، اس لیے یہ بات مسلمہ اور بدیہی کلیہ بن چکی تھی جو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے طے ہو چکا تھا، جسے کسی قسم کا سوال یا اعتراض اٹھائے بغیر تسلیم کر لیا جانا چاہیے تھا اور اسی جذبے کے تحت وہ ڈگمگائے بغیر دنیا کا سامنا کر سکتا تھا۔

لیکن اسی لمحے ایک بالکل ہی مختلف قسم کے خوف نے اس کے دل میں سر اٹھانا شروع کر دیا تھا۔ یہ اس لیے اذیت ناک تھا کیونکہ اس کے لیے اس کی نوعیت بیان کرنا مشکل تھا — یہ درحقیقت عورتوں کا، خاص طور پر کاترینا ایوانوونا کا خوف تھا جس نے ایک رقعے میں، جو مادام خوخلاکووا نے اسے پہنچایا تھا، کسی خاص وجہ سے اس سے پُرزور التجا کی تھی کہ وہ اس سے ملاقات کے

لیے اس کے گھر آئے۔ اس کی اس پُرزور التجا نے کہ وہ کسی طرح کی کوتاہی دکھائے بغیر لازماً اس سے ملنے آئے، اس کے دل میں اچانک چبھن پیدا کر دی تھی اور ساری صبح اس احساس میں مزید سے مزید تر اضافہ ہوتا رہا تھا۔ بعد ازاں ستارتس کے کمرے اور پھر خانقاہ میں جو واقعات رونما ہوئے تھے، ان سے اس چبھن میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ اس کے خوف کا سبب یہ نہیں تھا کہ وہ اس سے جس موضوع پر بات کرنا چاہتی تھی اور خود اسے جو جواب دینا چاہیے تھا، وہ اس سے لاعلم تھا۔ اور عمومی معنوں میں یہ اس کے اندر کی عورت نہیں تھی جس سے وہ خائف تھا۔ عورتوں کے متعلق اس کا علم نہ ہونے کے برابر تھا حالانکہ شیر خوارگی سے لے کر خانقاہ میں داخلے تک وہ ساری عمر انہی اور صرف انہی کے ساتھ رہتا چلا آیا تھا۔ یہ کاترینا ایوانوونا وہ خاص عورت تھی جس سے وہ لرزہ بر اندام تھا اور وہ اس سے اسی وقت سے خوف کھانے لگا تھا جب اس کی اس پر اولین بار نظر پڑی تھی۔ اس کی اس سے دو یا ملا کر کل تین مرتبہ ملاقات ہوئی تھی اور صرف ایک بار اس سے بات کرنے کا موقع ملا تھا۔ اسے وہ ایک حسین وجمیل دوشیزہ کی حیثیت سے یاد تھی، اس کے ساتھ ہی وہ اسے متکبر، تحکم پسند اور بد دماغ بھی معلوم ہوئی تھی، لیکن یہ اس کا حسن و جمال نہیں تھا جس نے اسے اذیت میں مبتلا کر رکھا تھا۔ یہ کوئی اور ہی چیز تھی۔ یہ صحیح صحیح اس کے خوف کی ناقابلِ تشریح نوعیت تھی جس نے اس کے اندر کے خوف میں مزید اضافہ کر دیا تھا۔ وہ مانتا تھا کہ لڑکی کے عزائم اخلاقی اعتبار سے بلند ترین ہیں؛ وہ اس کے بھائی کو بچانے کی کوشش کر رہی تھی جس نے اس کے ساتھ بڑا گھٹیا سلوک کیا تھا اور اب وہ جو کچھ کر رہی تھی محض عالی ظرفی کے جذبے کے تحت کر رہی تھی۔ تاہم ان بلند و بالا اور فراخ دلانہ عزائم سے آگاہ ہونے اور ان کو جائز و صحیح تسلیم کرنے کے باوجود اس کے سارے جسم میں دہشت کی لہر دوڑنے لگی اور وہ جوں جوں اس کے گھر کے قریب ہوتا گیا، توں توں اس کی اس دہشت کی شدت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر دلیلیں جمع کرتا جا رہا تھا کہ اس کا بھائی ایوان فیودوروویچ، جس کے اس (کاترینا ایوانوونا) کے ساتھ اتنے دوستانہ مراسم تھے، وہاں نہیں ہوگا، وہ اس وقت یقیناً اپنے باپ کے ہاں ہوگا۔ اور اس بات کا تو اور بھی کم امکان تھا کہ دمتری وہاں ہوگا۔ وہ کیوں وہاں نہیں ہو سکتا الیوشا اس کے حق میں دلائل کی صرف قیاس آرائی کر سکتا تھا۔ چنانچہ وہاں جو گفتگو بھی ہو گی ان دونوں کے درمیان ہی ہو گی۔ دور رس اور امکانی طور پر تباہ کن نتائج کی حامل اس گفتگو سے قبل اسے اپنے بھائی دمتری سے ملنے اور اسے خط دکھائے بغیر شاید اس سے مختصر بات چیت کرنے کی شدید خواہش تھی۔ لیکن دمتری خاصی دور رہتا تھا اور غالباً اس وقت گھر پر بھی نہ ہو۔ وہ کچھ دیر کھڑا رہا اور سوچتے سوچتے کسی فیصلے پر پہنچ گیا۔ جیسا کہ اس کی عادت تھی، اس نے اپنے سینے پر صلیب کا نشان

بتایا، وقتی طور پر کسی چیز کے بارے میں مسکرایا اور پھر پُرعزم قدم اٹھاتا اس عورت سے ملنے چل پڑا جس نے اس کے دل میں اتنا خوف پیدا کر رکھا تھا۔

اسے اس کے گھر کا اتا پتا معلوم تھا لیکن اگر وہ قصبے کے بڑے بازار میں سے گزرتا چوک میں پہنچتا اور وہاں سے آگے گیا، فاصلہ بہت طویل ہو جائے گا۔ یوں تو ہمارا قصبہ کوئی خاص بڑا نہیں لیکن اس نے بے ڈھنگے انداز سے رقبہ بہت زیادہ گھیر رکھا ہے۔ مضافات میں نکل جائیں تو مکانات ایک دوسرے سے خاصے دور دور بنے نظر آئیں گے۔ علاوہ ازیں اس کا باپ غالباً ابھی تک اپنے اس حکم کو بھولا نہیں ہوگا جو اس نے اسے خانقاہ چھوڑنے کے متعلق چلا چلا کر دیا تھا اور یوں شاید اسے خوش کرنا آسان نہ ہو، چنانچہ اسے ان دونوں جگہوں پر پہنچنے کے لیے خاصی جلدی کرنا ہوگی۔ ان تمام حقائق پر غور و فکر کرنے کے بعد اس نے عقبی گلیوں کے بیچوں بیچ مختصر ترین راستہ اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا کیونکہ اسے قصبے کے تمام گلی کوچے زبانی یاد تھے۔ اس راستے کو اختیار کرنے کا مطلب یہ تھا کہ اسے ویران قطعات زمین میں سے گزرنا پڑے گا جہاں مناسب گلیاں اور سڑکیں ناپید تھیں، باڑوں کے گرد چکر کاٹنا پڑے گا اور بعض مقامات پر تو لوگوں کی قطار کی باڑیں پھلانگنا ہوں گی اور ان کے صحنوں میں سے اپنا راستہ بنانا ہوگا، تاہم اندیشے کی کوئی بات نہیں تھی، ساری دنیا اسے جانتی تھی، وہ اسے لعن طعن تو کیا کرے گی، الٹا خوش آمدید ہی کہے گی۔ یہ راستہ اختیار کر کے وہ نصف وقت میں بڑے بازار میں پہنچ جائے گا۔

ایک مقام پر اسے اپنے باپ کے مکان کے خاصا قریب سے گزرنا تھا۔ وہاں سے اسے ایک باغیچے میں داخل ہونا تھا جو اس کے باپ کی پڑوسن کا تھا۔ اس باغیچے سے ملحق جو مکان تھا وہ چھوٹا اور بوسیدہ تھا۔ اس کی چار کھڑکیاں تھیں۔ الیوشا کو معلوم تھا کہ اس باغیچے اور مکان کی مالکہ قصبے کی ایک اپاہج بڑھیا ہے جو اپنی بیٹی کے ساتھ اس میں رہائش پذیر ہے۔ اس کی یہ بیٹی پچھلے دنوں تک دارالسلطنت میں مختلف جرنیلوں کے گھروں میں بطور خادمہ کام کرتی رہی تھی مگر اپنی ماں کی بیماری کی وجہ سے کوئی ایک سال قبل واپس آ گئی تھی۔ اسے بڑھیا اور بھڑکیلے ملبوسات پہن کر ادھر ادھر گھومنا پھرنا اور اپنی نمائش کرنا بہت پسند تھا۔ تاہم ان دنوں بڑھیا اور اس کی بیٹی کی مالی حالت بہت سقیم ہو چکی تھی اور وہ کوڑی کوڑی کو ترس رہی تھیں۔ چنانچہ اب انہیں سوپ اور روٹی کے حصول کی خاطر روزانہ اپنے ہمسائے فیودر پاولووچ کے باورچی خانے کے چکر لگانے سے بھی کوئی عار محسوس نہیں ہوتی تھی۔ مارفا اگناتیونا انہیں یہ اشیاء خوش دلی سے دے دیا کرتی تھی لیکن بیٹی نے، جو سوپ لینے کی غرض سے آتی رہتی تھی، اپنا ایک بھی ڈریس بیچنا گوارا نہ کیا جن میں ایک کا لمبا دامن تو بہت ہی طویل تھا۔ الیوشا نے اس کے بارے میں اتفاق سے اپنے دوست راکیتن سے سنا تھا جسے ہمارے

قصبے کی جاننے کے لائق تمام باتیں معلوم ہوتی تھیں۔ کہنے کو تو الیوشا بھی جان چکا تھا لیکن یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ وہ اسے فوراً ہی بھول بھی گیا تھا۔ لیکن اب جب وہ بڑھیا کے باغیچے کے قریب پہنچا، اسے یک بیک طویل لمبا دامن یاد آ گیا، وہ گھبرا گیا، اس نے اپنی سوچوں کو جھٹکا، سر اوپر اٹھایا... اور اتفاقاً اسے بالکل ہی انتہائی غیر متوقع ملاقات کا سامنا کرنا پڑ گیا۔

اگلے باغیچے کی قطار کی باڑ کے پیچھے اس کا بھائی دمتری کسی چیز پر بیٹھے بیٹھے باڑ کے اوپر جھکا ہوا تھا اور زور شور سے اشارے کرتا اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کرانے کی کوشش کر رہا تھا۔ بظاہر یہی نظر آ رہا تھا کہ وہ اونچی آواز سے چلانے بلکہ بولنے کا بھی خطرہ مول لینے سے گھبرا رہا ہے کہیں اس کی خواہش کے علی الرغم کوئی دوسرا اس کی بات نہ سن لے۔ الیوشا جھٹ پٹ باڑ کی جانب دوڑ پڑا۔

"اچھا ہی ہوا کہ تم نے نگاہ اٹھا کر اوپر دیکھ لیا ورنہ مجھے مجبوراً تمہیں پکارنا پڑ جاتا!" دمتری فیودرووچ نے تیز تیز اور جوشیلے انداز سے کانا پھوسی کرتے ہوئے کہا۔ "جلدی کرو، ادھر سے اوپر چڑھ آؤ۔ تمہیں یہاں پا کر بہت اچھا لگ رہا ہے۔ میں ابھی ابھی تمہارے متعلق ہی سوچ رہا تھا۔"

الیوشا بھی بہت خوش تھا مگر اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ باڑ کیسے پھلانگے۔ میتیا اس کی مشکل سمجھ گیا۔ اس نے اپنے طاقتور بازو سے اس کی کلائی کو سہارا دیا اور اسے جست لگانے میں مدد دینے لگا۔ الیوشا نے اپنا چغہ اوپر اٹھایا اور اس نے کسی ننگے پاؤں بے گھر چھوکرے کی طرح باڑ کے اوپر چھلانگ لگا دی۔

"کدھر؟" الیوشا نے چاروں طرف نظریں گھماتے ہوئے زیرلب پوچھا۔ وہ دیکھ چکا تھا کہ ان دونوں کے علاوہ باغیچے میں کوئی متنفس نہیں ہے۔ باغیچہ کوئی خاص بڑا نہیں تھا لیکن وہ جس مکان سے ملحق تھا، وہ ان سے کم از کم پچاس قدم کے فاصلے پر تھا۔

"یہاں تو کوئی بھی نہیں۔ پھر کانا پھوسیاں کیوں کر رہے ہو؟"

"میں کانا پھوسیاں کیوں کر رہا ہوں؟ بیڑا غرق! مجھے بالکل معلوم نہیں کہ کیوں!" دمتری فیودرووچ نے اچانک پوری قوت سے گلا پھاڑتے ہوئے کہا۔ "خود ہی سمجھ جاؤ کہ بعض اوقات آدمی اتنا احمق کیوں ہو جاتا ہے۔ میں چھپ چھپا کر یہاں آیا ہوں اور ایک راز کی تلاش میں آیا ہوں۔ یہ راز کیا ہے، میں اس کی وضاحت بعد میں کروں گا۔ چونکہ یہ راز تھا، میں نے رازدارانہ لہجے سے بولنا شروع کر دیا اور کسی گھن چکر کی طرح سرگوشیاں کرنے لگا۔ حالانکہ اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ خیر چھوڑو، آؤ۔ اس طرف! منہ سے ایک لفظ بھی مت نکالو۔ لیکن پہلے میرے گلے لگ جاؤ!"

روئے زمین پر ارفع ترین کی تمجید ہو(133)
مجھ میں ارفع ترین کی تمجید ہوا...

"یہ ہے وہ جو میں تمہارے آنے سے پہلے ابھی ابھی یہاں بیٹھا کہہ رہا تھا..."

باغیچہ کوئی ایک دسیتینا (deeyatina)(2.7 ایکڑ) یا اس سے کچھ ہی زیادہ رقبے پر پھیلا تھا اور اس میں درخت —— سیب، میپل، لیموں اور برچ —— چاروں طرف صرف باڑ کے ساتھ ساتھ لگے ہوئے تھے۔ باغ کا وسطی حصہ ان سے خالی تھا، وہاں صرف گھاس اگی ہوئی تھی۔ گرمیوں میں جب گھاس خشک ہو جاتی تو اسے کاٹ لیا جاتا اور اس کے متعدد گٹھے (134) بنا لیے جاتے۔ مالک مکان بہار کے ایام کے دوران میں ہی چند روبل کے عوض باغیچہ لگان پر اٹھا دیتا تھا۔ بیرونی دیوار کے ساتھ ساتھ رس بھری، گوز بھری اور بعض دیگر اقسام کی بیریوں (135) کے پودوں اور جھاڑیوں کی قطاریں بھی تھیں اور حال میں مکان کے قریب ترین حصے میں زمین کھود کر سبزیوں کی کیاریاں بھی بنا دی گئی تھیں۔ دمتری فیودوروچ ایلیوشا کو باغیچے کے بعید ترین حصے میں لے گیا۔ وہاں وہ لیموں اور ایلڈر کے درختوں، مختلف الاقسام بیریوں، کرنٹ کی پُرانی جھاڑیوں، گلڈ روز اور لائلک (Lilac) کے پودوں کے ایک جھنڈ کے قریب ایک طرح کے پُرانے سبز رنگ کے سمر ہاؤس (136) کے کھنڈرات کے قریب پہنچے۔ امتدادِ زمانہ سے یہ کھنڈرات اب سیاہ اور ٹیڑھے میڑھے ہو چکے تھے۔ دیواروں کے ساتھ چوبی یا آہنی سلاخوں پر مشتمل چوکھٹے، جن کے اوپر پھل اور پھول دار پودوں اور دیگر بیلوں کو چڑھایا جاتا ہوگا، ابھی کھڑے تھے۔ چھت ابھی اتنی اچھی حالت میں تھی کہ بارش کے پانی کو اندر آنے سے روک لیتی تھی۔ صرف خدا ہی جانتا ہوگا کہ یہ سمر ہاؤس کب تعمیر کیا گیا ہوگا۔ افواہوں کے مطابق اسے پچاس سال قبل ایک ریٹائرڈ لیفٹیننٹ کرنل نے، جس کا نام الیگزانڈر کارلووچ وان شمٹ تھا، بنوایا تھا جب وہ مکان کا مالک تھا۔ تاہم اس کی شکست و ریخت کا عمل پہلے ہی شروع ہو چکا تھا۔ فرش بیٹھنے لگا تھا، اس کے تختے ڈھیلے پڑ چکے تھے اور ساری لکڑی سے رطوبت ٹپک رہی تھی۔ مکان کے اندر سبز رنگ کی چوبی میز پڑی تھی، اس کی ٹانگیں نیچے زمین میں پھنسا دی گئی تھیں۔ میز کے اردگرد چند بنچ رکھے ہوئے تھے۔ ان کا رنگ بھی سبز تھا۔ ابھی ان کی حالت اس قابل تھی کہ ان پر بیٹھا جا سکتا تھا۔ ایلیوشا کو معاً احساس ہوا کہ اس کا بھائی خوشی سے نہال ہوا جا رہا ہے اور اب جب وہ سمر ہاؤس کے اندر داخل ہو چکے تھے، اسے میز پر آدھی بوتل برانڈی کی اور ایک گلاس نظر آیا۔

"یہ برانڈی ہے!" میتیا نے ہنستے ہوئے کہا، "اور میں تمہارا چہرہ دیکھ کر بتا سکتا ہوں کہ تم کیا

سوچ رہے ہو۔ 'اس نے پھر پینا شروع کر دیا ہے۔' ٹھیک؟ لیکن نتائج اخذ کرنے میں جلد بازی نہ کرو۔

جھوٹے اور کم عقل ہجوم (137) کا اعتبار نہ کرو
اور شکوک بھول جاؤ...

میں پی کر مدہوش نہیں ہو رہا بلکہ جیسا کہ تمہارا وہ سور کا بچہ رکیتن کہتا ہے اور اگر وہ کسی روز سٹیٹ کونسلر بن جائے تب بھی کہتا رہے گا، 'میں تو ذرا لطف اٹھا رہا ہوں۔' ایلیوشا، بیٹھ جاؤ، میں تمہیں گلے لگانا چاہتا ہوں، ہاں، بالکل ریچھ کی طرح بھینچ دینے والے انداز سے کیونکہ اس پوری وسیع و عریض دنیا میں... اپنے دل کی گہرائیوں سے (سنو! میری بات غور سے سنو!)... میں جس واحد شخص سے محبت کرتا ہوں وہ تم ہو!"

اس نے یہ آخری الفاظ کچھ اس انداز سے کہے جیسے اس پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی ہو۔

"صرف تم سے اور اس چڑیل سے جس کی محبت میں میں گرفتار ہو چکا ہوں اور یوں اپنی بربادی کو دعوت دے چکا ہوں۔ لیکن محبت میں گرفتار ہونا اور محبت کرنا دو مختلف چیزیں ہیں۔ تم کسی شخص سے نفرت کرنے کے باوجود اس کی محبت میں گرفتار ہو سکتے ہو۔ اسے یاد رکھو! لیکن فی الحال میں شاداں و فرحاں ہوں اور مجھے (تمہارے ساتھ) گفتگو کر کے بہت مزہ آ رہا ہے۔ یہاں میز کے قریب بیٹھ جاؤ اور میں تمہارے قریب بیٹھ جاؤں گا جہاں سے میں تمہیں دیکھ سکوں گا۔ اور میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔ تم بس چپ چاپ سنتے جاؤ۔ باتیں میں کروں گا کیونکہ اب ان کا وقت آ گیا ہے۔ اور ہاں، بر سبیل تذکرہ، بتاتا چلوں کہ ہمیں اپنی آوازیں دھیمی رکھنا ہوں گی کیونکہ یہاں... یہاں... گھاس کے بھی لمبے کان ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں میں ہر چیز تفصیل سے بیان کر دوں گا، جو بچے گا وہ اپنے آپ منکشف ہو جائے گا۔ میں تمہارے ساتھ گفتگو کرنے کے لیے اتنا بے قرار کیوں ہوں —— میں اس وقت، پچھلے چند دنوں سے اور خاص طور پر اس وقت؟ (مجھے یہاں کے پھیرے لگاتے پہلے ہی پانچ دن گزر چکے ہیں۔) اتنا سارا عرصہ کیوں؟ اس لیے کیونکہ تم واحد شخص ہو جس کے سامنے میں پوری سچائی بیان کر سکتا ہوں، کیونکہ مجھے اسے لازماً بیان کرنا ہے، کیونکہ مجھے تمہاری ضرورت ہے، کیونکہ کل مجھے اندھیروں سے باہر نکلنا ہے، کیونکہ کل میرے لیے زندگی ختم ہو گی اور شروع ہو گی۔ کیا تمہیں کبھی یہ احساس ہوا ہے، کیا تم نے کبھی یہ خواب دیکھا ہے کہ تم کسی بلند و بالا اور عمودی چوٹی سے نیچے کھائی میں گر رہے ہو؟ خیر، مجھے اب کچھ ایسا ہی

محسوس ہو رہا ہے لیکن میں خواب نہیں دیکھ رہا۔ اور میں خوف زدہ نہیں، تمہیں بھی خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔ درحقیقت میں خوف زدہ ہوں لیکن شانت ہوں، نہیں، نہیں، شانت نہیں، وجد اور سرور کی کیفیت میں ہوں... بڑا فرق، یہ سب کچھ ایک ہی چیز ہیں، مجھے کوئی پروا نہیں! مضبوط جذبہ، کمزور جذبہ، مخنون جذبہ — کیا فرق پڑتا ہے! آؤ، ہم فطرت کی تعریف میں گیت گائیں: دیکھو، ہر چیز دھوپ میں نہائی ہوئی ہے، فضا اور فلک کتنے صاف شفاف ہیں، پتے بالکل سبز ہیں، ابھی گرما پورے جوبن پر ہے، سہ پہر کے چار بجے ہیں اور ہر چیز کتنی ساکت اور پُرسکون ہے! ویسے تم جا کہاں رہے تھے؟"

"مجھے جانا تو ابا کے ہاں ہے لیکن اس سے پہلے میں کاترینا ایوانوونا کے ہاں جانا اور اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"تم اُس کے اور پھر ابا کے ہاں جانا چاہتے ہو! بہت خوب! کیسا اتفاق ہے! اسی لیے تو میں نے تمہیں آواز دے کر بلایا تھا، میں اپنے دل کی گہرائیوں سے تم سے ملنے کا خواہش مند تھا۔ میرا روم روم تمہارے لیے کلبلا رہا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ پہلے تم ابا کے ہاں جاؤ اور پھر اس کے یعنی کاترینا ایوانوونا کے ہاں، اور یوں تم ایک تیر سے دو شکار کر سکو گے۔ میں کسی فرشتے کو بھیجنا چاہتا تھا۔ میں کسی کو بھی بھیج سکتا تھا لیکن مجھے فرشتہ بھیجنے کی ضرورت تھی۔ کیا اتفاق ہے، میں سوچ رہا تھا کہ تم آ گئے اور مجھے بتا رہے ہو کہ تم اپنی مرضی سے کاترینا ایوانوونا اور ابا کے ہاں جا رہے ہو!"

"لیکن تم یقیناً ہرگز نہیں چاہتے ہو گے کہ میں تمہاری طرف سے (ان دونوں کے ہاں) جاؤں؟" الیوشا نے دکھ سے بلبلاتے اور رنج و غم سے کلبلاتے کہا۔

"رک کیوں گئے! بولو، بولتے جاؤ۔ تمہارا چہرہ دیکھ کر مجھے صاف اندازہ ہو رہا ہے کہ تم سب کچھ فوراً سمجھ گئے تھے۔ لیکن خیر، چپ ہو جاؤ، ایک لفظ بھی مت کہو۔ مجھ پر ترس نہ کھاؤ اور آنسو نہ بہاؤ!"

دمتری فیودرووچ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کچھ یوں نظر آ رہا تھا جیسے وہ سوچ بچار میں مستغرق ہو اور پھر اس نے اپنی پیشانی پر انگلی رکھ دی۔

"اُس نے خود تمہیں بلایا ہے، اُس نے تمہیں کوئی خط نما چیز لکھی ہے ورنہ تم اُسے ملنے نہ جا رہے ہوتے؟"

"ہاں، اس نے رقعہ لکھا تھا، یہ رہا۔" الیوشا نے اسے جیب سے نکالتے ہوئے کہا۔ متیا نے اسے جلدی جلدی پڑھ ڈالا۔

"اور تم ان گلیوں میں سے چھوٹا راستہ اختیار کر رہے تھے — ارخ، دیوتاؤ — میں تمہارا

شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تم نے اسے سیدھا میری طرف بھیج دیا، بالکل اسی طرح جس طرح پری کہانی (138) میں سنہری مچھلی بوڑھے مچھیرے کے ہاتھ آ گئی تھی۔ سنو، الیوشا، میرے چھوٹے بھائی، سنو۔ اب میں تمہیں کچھ بتانے والا ہوں۔ اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے مجھے یہ سب کچھ کہنا ہی پڑے گا۔ میں یہ سب کچھ سماوی فرشتے کو پہلے ہی بتا چکا ہوں اور اب یہ مجھے زمینی فرشتے کو بھی بتانا ہو گا۔ زمین پر تم ہی میرے نزدیک فرشتے ہو۔ تم میری بات غور سے سنو گے، میرا محاکمہ کرو گے اور مجھے معاف کر دو گے... مجھے جس چیز کی ضرورت ہے — وہ یہ ہے کوئی مجھ سے بلندتر شخص مجھے معاف کر دے۔ سنو، اگر دو اشخاص تمام زمینی اشیا سے اپنا تعلق قطع کر لیں اور وہ دونوں، یا ان میں سے کم از کم ایک، نامعلوم کی طرف پرواز کر جائے اور تباہی تک پہنچے یا اس کی طرف پرواز کرنے سے پہلے کسی تیسرے شخص کے پاس چلا جائے اور اس سے کہے: 'میرا یہ کام کر دو' — جس عنایت کا وہ طلب گار ہے، اس سے پہلے اس کی کبھی خواہش نہیں کی جاتی، صرف بسترِ مرگ پر ہی آدمی اس کا طلب گار ہوتا ہے — تو کیا تیسرا شخص اگر وہ بھائی یا دوست ہو، اس خواہش کو مسترد کر دے گا؟"

"تم جو چاہتے ہو میں کر دوں گا، صرف اتنا بتا دو کہ تم چاہتے کیا ہو اور بتاؤ بھی عجلت سے،" الیوشا نے کہا۔

"عجلت سے... اُفوہ، الیوشا، اتنے عجلت پسند مت ہو۔ تم صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑتے جا رہے ہو اور ادھر میرا ذہن بھٹک رہا ہے۔ جلد بازی کی کوئی ضرورت نہیں۔ اب دنیا ایک نئے دور میں داخل ہو رہی ہے۔ ارخ، الیوشا، کتنے افسوس کی بات ہے کہ تم وجد کبھی دریافت نہیں کر سکے! لیکن میں تم سے کہہ کیا رہا ہوں؟ جس نے وجد کبھی دریافت نہیں کیا وہ تو میں ہوں! میں بھی کتنا بڑا احمق ہوں کہ بک رہا ہوں:

حضرتِ انسان، بھلے مانس بن جاؤ! (139)

یہ (مصرعہ) کس نے لکھا تھا؟"

الیوشا نے فیصلہ کر لیا کہ وہ انتظار کرے گا۔ اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ اس کا فرض بنتا ہے کہ وہ یہیں رہے اور اسے غالباً یہاں کے ماسوا کہیں اور نہیں جانا چاہیے۔ متیا اپنی کہنی میز پر ٹکائے اور اپنا سر ہتھیلی پر رکھے اپنے ہی خیالوں میں کھویا ہوا تھا۔ کچھ دیر تک وہ دونوں منہ بند بیٹھے رہے۔

"الیوشا!" متیا نے کہا، "تم واحد شخص ہو جو میرا تمسخر نہیں اڑائے گا! میں شلر کی نظم "Ode to Joy"

(140) کے ساتھ... اپنا اعتراف... شروع کروں گا۔ لیکن مجھے جرمن نہیں آتی۔ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ یہ ہے An die Freude (بہت پُرلطف) (141)۔ یہ مت سمجھو کہ میں یہ باتیں برانڈی کے نشے میں کر رہا ہوں۔ میں قطعاً نشے میں نہیں ہوں۔ برانڈی برانڈی ہے اور مجھ پر نشہ صرف دو بوتل پینے کے بعد ہی چڑھتا ہے۔

لال بھبوکا سلی نس(142)
ٹھوکریں کھاتے گدھے پر سوار

لیکن میں نے تو ابھی چوتھائی بوتل بھی نہیں پی اور میں سلی نس بھی نہیں۔ سلی نس نہیں، ہرکولیس(143) ہوں کیونکہ میں نے دلیرانہ فیصلہ کیا ہے۔ مماثلت معاف کر دو، تمہیں آج مماثلتوں کے علاوہ اور بھی بہت کچھ مجھے معاف کرنا ہوگا۔ خیر، گھبراؤ نہیں، میں بے ربط باتیں نہیں کر رہا، میں سنجیدہ گفتگو کر رہا ہوں اور میں ایک آدھ لمحے کے بعد اصل موضوع کی طرف لوٹ آؤں گا۔ میں مختصر بات کروں گا۔ صرف ایک منٹ، یہ کس طرح بیان کی گئی ہے؟..."
اس نے اپنا سر اٹھایا، کچھ دیر کے لیے سوچا اور پھر وجد میں آ کر پڑھنے لگا:

"گوشہ گیر غار نشین(144) سہما سہما
ننگ دھڑنگ اپنے بھٹ میں چھپا ہوا۔
(خانہ بدوش) لوگ میدانوں میں آج یہاں کل وہاں
تباہی بربادی پھیلاتے سرگرداں۔
شکاری نیزہ تانے، تیر اٹھائے
جنگل جنگل پھرتا ہوا۔
اس غریب کی شامت آئی جسے موجوں نے
اس جان لیوا کنارے پر لا پھینکا!

کوہ اولمپس کی بلندیوں سے سیرس دیوی(145) نے
اپنی پیاری گم گشتہ بیٹی پروسرپائن کو
ڈھونڈنے کے لیے تیزی سے اڑان بھری۔

ساری دنیا ویران اور اجاڑ پڑی تھی۔
نہ کہیں آرام کی جگہ نہ کوئی سہارا۔
نہ کہیں دیوتاؤں کے نام کے مندر۔
نہ پکی فصلیں نہ انگوروں کے وہ خوشے
جن سے پیار کے تہوار کی شان بڑھے۔

مذہب اور منحوس قربان گاہوں سے
بس دکھیوں کے لہو کے نالے رواں۔
غم زدہ سیرس کو، وہ جدھر دیکھتی ہے
لوتھوں اور لوتھڑوں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔
جدھر دیکھو عمیق ترین خواری میں ڈوبی
برائی برا جمان۔ سیرس کی دکھی
آنکھوں کے سامنے گندگی ہی گندگی
آدمی اپنا انگوری پنا دکھاتے پھرتے ہوئے۔"

اچانک میتیا کی ہمت جواب دے گئی اور وہ بلکنے لگا۔ اس نے ایلوشا کا ہاتھ اپنی گرفت میں لے لیا۔

"میرے بھائی، میرے پیارے بھائی، ہبوطِ آدم، ہبوطِ آدم — وہ ابھی تک چاروں شانے چت گرا پڑا ہے۔ زمین پر انسان کا مقدر یہی ہے کہ وہ بھیانک اذیتیں برداشت کرتا رہے، خوف ناک آفات کا سامنا کرتا رہے! یہ مت سوچو کہ میں افسر کی وردی پہن کر سنگ دل اور بے حس بن گیا ہوں اور لہو و لعب کی زندگی کو اپنا شعار بنا لیا ہے۔ میرے بھائی، میں تو صرف ہبوطِ آدم کے بارے میں سوچتا رہتا ہوں، میں تمہارے ساتھ بالکل ایماندارانہ گفتگو کر رہا ہوں۔ خدا نہ کرے میں جھوٹ بولوں یا لن ترانیاں کرنے لگوں۔ میں انسان کی حالت ہبوط کے بارے میں سوچتا رہتا ہوں۔ کیونکہ میں خود اسی حالت میں سے گزر رہا ہوں۔

آدمی کو اپنی روح کی سربلندی کی خاطر(146)
بدترین حالت سے اوپر اٹھنا چاہیے،

لازم ہے کہ وہ اپنی پرانی ماں کے،
دھرتی ماتا کے، سینے سے جا لگے جو سب سے اچھی سگی ہے۔

لیکن یہی تو ساری مصیبت ہے — میرا دھرتی کے ساتھ ملاپ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں دھرتی کو چوم نہیں سکتا اور نہ اس کا سینہ چیر سکتا ہوں — کیا مجھے ہالی بن جانا چاہیے یا گڈریا؟ میں چلتا تو ہوں لیکن یہ جانے بغیر کہ میں کہاں جا رہا ہوں — ذلت و رسوائی کی سڑاند کی طرف یا تابندگی اور مسرت کی جانب؟ یہی مصیبت ہے، یہاں دھرتی پر ہر چیز معما ہے، چیستان ہے۔ اور جب میں پست ترین، بھیانک ترین ذلت کی دلدل میں دھنس جاتا ہوں (اور یہ میرے ساتھ ہوتا چلا آیا ہے)، میں سیرس اور انسان کی ذلت کے بارے میں اس نظم کو ہمیشہ پڑھتا چلا آیا ہوں۔ کیا اس سے میری حالت کچھ بہتر ہوئی ہے؟ بالکل نہیں، کبھی نہیں! کیونکہ میں کرامازوف ہوں۔ کیونکہ اگر میں پاتال میں جا گروں، میں سر کے بل گروں گا بلکہ ذلت کی جن گہرائیوں تک جا سکوں گا، مجھے اس پر خوشی بھی ہو گی بلکہ اس میں مجھے ایک قسم کا حسن بھی نظر آنے لگے گا۔ ذلت کی ان گہرائیوں میں پہنچ کر میں کوئی حمد الاپنے لگوں گا۔ مجھے مردود ٹھہرایا جا سکتا ہے، مجھے سفلہ اور ارذل قرار دیا جا سکتا ہے لیکن میں اس عبا کی جھالر کو چومتا ہوں جس میں میرا خدا ملفوف ہے۔ ممکن ہے کہ اس کے ساتھ میں ابلیس کا پجاری بھی ہوں لیکن میرے مالک، میرے مولا، میں ہنوز تمہارا فرزند ہوں، میں تم سے محبت کرتا ہوں اور مجھے وہ مسرت محسوس ہوتی ہے جس کے بغیر اس دنیا کا وجود باقی نہیں رہ سکتا۔

دائمی آسمانی رحمت (147) سے
تمام عالم کی روح سرشار ہے۔
ہیجان کی چھپی ہوئی طاقت
زندگی کے جام میں آگ بھر دیتی ہے۔
وہی پھول کھلاتی پھل لگاتی ہے
اور بعید ترین خلاؤں سے،
جہاں تک تیز سے تیز نظر بھی نہیں پہنچ سکتی،
سورج طلوع ہو کر اپنی اپنی جگہ جا ٹکتے ہیں۔

ہر سانس لینے والی شے
فیض رساں فطرت کے سینے سے لگ کر خوش ہے۔
سب قوموں، جملہ مخلوق کو اس کی خوشنودی منظور ہے۔
غم زدہ آدمی کو غم خوار ملے تو اسی کی طرف سے۔
وہی انگوروں میں رس بھرے، پھولوں کے ہار دے۔
وہی حقیر سے حقیر کیڑے میں ہوس کی جوت جگائے۔
عرش پر فرشتہ خدا کے حضور میں حاضر
ان مسرتوں پر عش عش کرتا ہے۔

لیکن شاعری کافی ہو چکی ہے! میں آنسو بہا چکا ہوں، خیر، مجھے رونے دھونے کا شغل جاری رکھنے دو۔ ممکن ہے یہ نری پری بے وقوفی ہو جس کا ہر شخص ٹھٹھا اڑائے گا لیکن تم نہیں۔ تمہاری آنکھیں بھی جگمگا رہی ہیں۔ اب مزید شاعری نہیں ہو گی۔ اب میں تمہیں ان 'حشرات' کے متعلق بتاؤں گا جنہیں خداوند نے شہوت سے سرفراز کیا ہے:

وہی حقیر سے حقیر کیڑے میں ہوس کی جوت جگائے،
اور اس کا دل مسرت سے بھر دے!

میں وہی کیڑا ہوں، اس سے مراد میں ہی ہوں۔ ہم کرامازوفوں میں کوئی بھی کوئی خاص مختلف نہیں۔ بے شک تم فرشتے ہو لیکن یہ ہوس، یہ شہوت تمہارے اندر بھی موجود ہے، تمہارے خون میں رچی بسی ہے اور اس میں طوفان اٹھاتی رہتی ہے۔ ہاں — طوفان: کیونکہ شہوت طوفان ہے، طوفان سے بڑھ کر ہے! حسن ہیبت ناک ہے، بھیانک ہے! ہیبت ناک اس لیے کیونکہ اس کی تعریف متعین نہیں کی جا سکتی، یہ اتنا ناقابلِ تعریف اور پُر اسرار ہے جتنی کہ خدا کی مخلوق میں باقی تمام چیزیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں ضدین کا ملاپ ہوتا ہے، جہاں تضادات کی حکمرانی چلتی ہے! البتہ، میں کوئی خاص پڑھا لکھا شخص نہیں لیکن میں نے اس بارے میں سوچا بہت کچھ ہے! اسرار ان گنت ہیں! اس دھرتی پر انسان بے شمار اسرار میں محصور ہے، بساط بھر ان کا کھوج لگانے، انہیں حل کرنے کی کوشش کرو، لیکن کچھ اس طرح کہ خود تمہیں کوئی گزند نہ پہنچنے پائے تبھی تم زندہ بچ سکو گے۔ حسن! بعض اوقات جب آدمی کسی ایسے ارفع و اعلیٰ قلب و دماغ کے مالک شخص کو دیکھتا ہے کہ شروع میں تو اس کا آدرش

میڈونا(148) تھی لیکن انجام کار وہ سدوم (149) کا دلدادہ بن گیا ہے، تو برداشت کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس سے بھی بدتر بات یہ ہے کہ آدمی کا دل میڈونا کی اکملیت سے درخشاں ہو سکتا ہے جیسا کہ وہ اپنی ابتدائے شباب کی معصومیت کے دنوں میں ہوتا بھی ہے ـــــ اور اس کے باوجود وہ سدوم (بدی) ترک کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ ہاں، ہر لحاظ سے ـــــ قد کاٹھ میں، مرتبے میں ـــــ وہ جسیم ہے، کچھ زیادہ ہی جسیم ہے، میں اسے وہ بنا دوں گا جو کہ دراصل وہ ہے؛ یہ سارا کارخانہ کیا ہے، صرف ابلیس جانتا ہوگا، یہ میری رائے ہے! عقل و دانش جس چیز کو باعثِ ننگ سمجھتی ہے، دل اسے حسن کامل تصور کرتا ہے! کیا سدوم (بدی) میں حسن ہے؟ میری بات پلے باندھ لو، انسانوں کی بہت بڑی اکثریت کے نزدیک بھی وہ مقام ہے جہاں حسن دستیاب ہو سکتا ہے اور کہیں نہیں۔ تمہیں تو یہ راز معلوم نہیں تھا۔ معلوم تھا؟ حسن کا ہیبت ناک راز! ہیبت ناک بات یہ ہے کہ حسن بھیانک ہی نہیں پُر اسرار چیز بھی ہے۔ یزدان اور اہرمن دونوں ہی تقلب کی جنگ لڑ رہے ہیں اور میدان جنگ انسان کا قلب ہے۔ تاہم آدمی اپنے دکھ درد کی بات کر سکتا ہے۔ سنو، اب کام کی بات ہو جائے۔"

4

قلبِ پُرجوش کے اعترافات ـــــ سچے واقعات کی شکل میں

"میں وہاں عیاشی اور اوباشی کی زندگی بسر کرتا رہا۔ ابا نے حال ہی میں مجھ پر الزام لگایا ہے کہ میں نے ہزاروں روبل لڑکیوں کو پھانسنے پر لٹا دیے ہیں۔ یہ بالکل پلید اختراع ہے، جھوٹ ہے، اس میں نام کو بھی سچائی نہیں، میں نے اس قسم کا کبھی کوئی کام نہیں کیا اور حقیقت تو یہ ہے کہ اگر اس قسم کا کوئی وقوعہ ہوا بھی تھا تو محض اس کے لیے مجھے روپے پیسے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں تھی۔ میرے نزدیک روپیہ پیسہ فروعی چیز ہے، یہ جذبات میں ہلچل مچاتا اور لوازمات ضرور فراہم کرتا ہے لیکن خود اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ آج کسی اونچے خاندان کی خاتون میری معشوقہ ہے تو کل کلاں کو گلی بازاروں میں گھوم پھر کر گاہک تلاش کرنے والی عورت اس کی جگہ لے سکتی ہے۔ میں دونوں کی آؤ بھگت کرتا ہوں اور انہیں خوش وقتی کا سامان فراہم کرتا ہوں۔ موسیقی ہو، ہلا گلا ہو، خوبصورت لڑکیاں ہوں ـــــ میں سب پر روپیہ پانی کی طرح بہاتا ہوں اور اگر ضرورت پیش آئے تو لڑکی کو نقد رقم بھی دے دیتا ہوں کیونکہ یہ ماننا پڑے گا کہ کوئی لڑکی ایسی نہیں تھی، روپیہ پیسہ لینے میں کوئی ہچکچاہٹ

محسوس ہوتی ہو، سب لے لیتی ہیں بلکہ بے حد خوش ہوتی ہیں اور ممنون بھی۔ اعلیٰ طبقے کی دوشیزائیں میری محبت میں گرفتار ہوتی رہی ہیں ـــــ ساری تو نہیں لیکن چند ایک ضرور ـــــ لیکن ذاتی طور پر مجھے تنگ گلیاں ـــــ کسی بڑے چوک کے پچھواڑے ویران، سنسان، اندھیرے گلی کوچے پسند ہیں۔ وہاں آدمی کئی مہم جوئی کر سکتا ہے، اصلی اور حقیقی حیرتوں سے دوچار ہوتا ہے ـــــ دھول اور کثافت میں تحلیل ہو جاتے ہیں۔ ایلیوشا، میرے بھائی، میں استعارتاً بات کر رہا ہوں۔ میں جس چھوٹے سے قصبے میں رہتا تھا، دراصل وہاں کوئی تنگ گلی کوچے نہیں تھے، لیکن اگر استعارتاً بات کی جائے تو وہ بالکل موجود تھے۔ اگر تم میرے جیسے ہوتے تو تم فوراً میری بات سمجھ جاؤ گے۔ میں اوباشی پر جان دیتا تھا اور اوباشی سے مجھے جو گھن آتی تھی، مجھے وہ بھی پسند تھی۔ مجھے سنگ دلی جی جان سے پیاری تھی: کیا میں حشرہ، بے رحم کیڑا مکوڑا نہیں؟ ـــــ یہ مت بھولو کہ میں کرامازوف ہوں! ایک مرتبہ تقریباً سارے کا سارا قصبہ سات ٹرائیکا گاڑیوں پر سوار ہو کر تفریح کے لیے باہر چلا گیا۔ یہ سردیوں کا موسم تھا۔ میں جس گاڑی میں سوار تھا، اس میں میرے قریب ایک نوجوان لڑکی بیٹھی تھی، میں نے تاریکی میں اس کا ہاتھ دبانا شروع کر دیا۔ وہ کسی سول ملازم کی بیٹی تھی ـــــ شرمیلی، لجائی لجائی، پُرکشش، پیاری پیاری، اپنا دفاع کرنے کے فن سے نا آشنا، بے چاری! میں نے زبردستی اس کا بوسہ لے لیا، ایک مرتبہ نہیں، کئی مرتبہ۔ اس نے اندھیرے میں مجھے کھل کھیلنے، پوری طرح کھل کھیلنے کی اجازت دے دی۔ اس کا خیال تھا، خدا اس کا بھلا کرے، کہ میں اگلی صبح اس کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور اسے شادی کی پیش کش کر دوں گا (قصبے کی سبھی لڑکیاں میری بڑی قدر کرتی تھیں کیونکہ وہ سمجھتی تھیں کہ میں رشتے کے لیے بڑا موزوں بر ہوں)۔ اس واقعے کے بعد میں نے اس لڑکی سے ایک لفظ تک نہ کہا اور یونہی پانچ مہینے گزر گئے۔ اکثر اجتماعی رقص کی محفلوں میں (یہ محفلیں ہمارے قصبے میں اکثر منعقد ہوتی رہتی تھیں) ہال کے کسی کونے سے اس کی نگاہیں میرا تعاقب کرتی نظر آتی تھیں اور اس کی آنکھوں سے معمولی سا غصہ جھلکتا دکھائی دے جاتا۔ میں نے اپنے اندر جو حشراتی ہوس پال رکھی تھی، اس کھیل سے اس کی تسکین ہو جاتی۔ پانچ ماہ بعد اس نے کسی سول ملازم سے شادی کر لی اور قصبے سے کہیں باہر چلی گئی۔ وہ ابھی تک مجھ سے ناراض تھی اور شاید میری محبت میں بھی گرفتار۔ اب وہ ہنسی خوشی رہ رہے ہیں۔ یاد رکھو میں نے یہ بات کسی کو نہیں بتائی، اس کی نیک نامی پر کوئی حرف نہیں آنے دیا۔ اپنی گھٹیا خواہشات اور گھٹیا پن سے لگاؤ کے باوجود میں گھٹیا آدمی نہیں ہوں۔ تم شرما رہے ہو، تمہارا چہرہ سرخ ہو رہا ہے اور تمہاری آنکھیں دہک رہی ہیں۔ خیر، میرا خیال ہے تمہارے لیے اتنی ہی گندگی کافی ہے۔ تاہم اتنا سمجھ لو کہ یہ تو محض ابتدا ہے پال ڈکوک (150) کے چند موتی۔ دریں اثنا میرے اندر سفاک حشرہ روز بروز بڑا اور توانا ہوتا جا رہا تھا۔ میرے پاس

یادداشتوں کا پورا خزانہ ہے۔ خداوند ان سب کا، ان پیاری پیاری لڑکیوں کا، بیبیوں کا بھلا کرے۔ میں جب کسی عورت کے ساتھ اپنے تعلقات ختم کرتا تو کسی قسم کا جھگڑا نہ ہوتا۔ میں نے ان میں سے نہ تو کبھی کسی کا راز افشا کیا ہے اور نہ اس کی نیک نامی پر کبھی کوئی آنچ آنے دی ہے۔ خیر، یہ باتیں کافی ہو چکی ہیں۔ یقیناً تم اپنے دل میں سوچتے ہو گے کیا میں تمہیں محض اس لیے یہاں لایا ہوں تا کہ تمہیں اس قسم کی خرافات سنا سکوں؟ نہیں، بالکل نہیں، تمہیں سنانے کے لیے میرے پاس ان سے کہیں زیادہ دلچسپ چیزیں موجود ہیں۔ لیکن تمہارے سامنے میں جو کسی قسم کی شرمندگی یا خجالت کا اظہار نہیں کر رہا اس پر تمہیں کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیے؛ واقعہ یہ ہے کہ تمہیں یہ باتیں سنا کر مجھے خفت نہیں بلکہ خوشی محسوس ہو رہی ہے۔"

"تم یہ اس لیے کہہ رہے ہو کیونکہ میں شرما رہا ہوں اور میرا چہرہ سرخ ہو رہا ہے؟" ایلیوشا نے اسے اچانک ٹوکتے ہوئے کہا۔ "لیکن مجھے جو ندامت ہو رہی ہے اس کی وجہ وہ نہیں جو تم مجھے بتا رہے ہو اور نہ وہ جو تم کرتے رہے ہو۔ اصل وجہ یہ ہے کہ حقیقتاً میں بھی وہی ہوں جو تم ہو۔"

"تم؟ چھوڑو یار، تم کچھ زیادہ ہی آگے نکل گئے ہو۔"

"نہیں، میں آگے نہیں نکلا،" ایلیوشا نے جوش میں آ کر کہا (بظاہر یہی نظر آ رہا تھا کہ یہ خیال مدتوں پہلے اس کے ذہن میں سما چکا تھا)۔ "ہم سب ایک ہی سیڑھی کے سوار ہیں۔ میں سب سے نچلے ڈنڈے پر کھڑا ہوں اور تم خاصا اونچا جا چکے ہو، کوئی تیرھویں ڈنڈے پر۔ ویسے جہاں تک میں سمجھ پایا ہوں ہم میں مطلق کوئی فرق نہیں ہے۔ جب آدمی پہلے ڈنڈے پر پاؤں رکھ دیتا ہے تو وہ لازماً آخری سرے تک پہنچ ہی جائے گا۔"

"تو تمہارا خیال ہے کہ آدمی کو پاؤں رکھنا ہی نہیں چاہیے، ہو جب؟"

"ہاں، اگر ایسا ممکن ہو۔"

"کیا تم احتراز کر سکتے ہو؟"

"میرا خیال ہے کہ نہیں۔"

"چپ، ایلیوشا، چپ، میرے بھائی، ایک لفظ بھی مزید مت کہو۔ میں (تمہاری بات سن کر) اتنا متاثر ہوا ہوں کہ تمہارا ہاتھ چومنے کو جی چاہنے لگا ہے۔ وہ عیار شیطان کی بچی گروشینکا مردوں کے متعلق سب کچھ جانتی ہے۔ اس نے ایک مرتبہ مجھ سے کہا تھا کہ وہ جلد یا بدیر تمہیں اپنی مٹھی میں لے کر ہی دم لے گی۔ بہت اچھا، بہت اچھا، میں مزید کچھ نہیں کہوں گا۔ اس غلاظت پر، گوبر کے اس ڈھیر پر، جس پر مکھیاں ہی مکھیاں بھنبھنا رہی ہیں، مٹی ڈالتے ہیں اور مجھے جس المیے کا سامنا ہے، اس کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں۔ میرا المیہ بھی تو غلاظت اور گوبر کا بدبودار ڈھیر ہے؛ اس پر بھی

مکھیاں ہی مکھیاں بھنبھنا رہی ہیں، یہ ہر قسم کی رذالت سے اٹا پڑا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب وہ بڈھا احمق مجھ پر الزام لگا رہا تھا کہ میں معصوم لڑکیوں کو ورغلاتا ہوں تو وہ صریحاً جھوٹ بول رہا تھا لیکن اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ میری المناک زندگی میں ایک، یاد رکھو صرف ایک، موقع ایسا ضرور آیا تھا لیکن اصلاً ہوا کچھ بھی نہیں تھا۔ جب وہ مجھ پر الزامات کی بوچھاڑ کر رہا تھا جو اس نے خواب میں ہی سوچے ہوں گے، تو اسے اس بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں تھا۔ میں نے اس کے متعلق کبھی کسی کو کچھ بتایا ہی نہیں۔ تم پہلے شخص ہو جسے میں یہ سب کچھ بتا رہا ہوں۔ ایوان کی بات البتہ مختلف ہے وہ اس بارے میں سب کچھ جانتا ہے۔ اور مدتوں سے جانتا ہے لیکن وہ شہرِ خموشاں کی طرح چپ ہے۔"

"ایوان — شہرِ خموشاں کی طرح چپ؟"

"ہاں۔"

ایلیوشا بہت توجہ سے سنتا رہا۔

"تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اگرچہ میں سائبیریا کے اس دور افتادہ قصبے میں باقاعدہ فوج میں بطور لیفٹیننٹ تعینات تھا لیکن میری کچھ اس طور نگرانی ہوتی تھی جیسے میں کوئی سزا یافتہ عادی مجرم ہوں۔ تاہم جہاں تک قصبے کے باسیوں کا تعلق ہے، میں ان میں بے حد مقبول تھا اور ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا تھا۔ میں روپیہ پانی کی طرح بہاتا تھا اور لوگ سمجھتے تھے کہ میں کوئی رئیس زادہ ہوں؛ خود مجھے بھی اس کا یقین تھا۔ لیکن وہ مجھے جس طرح پسند کرتے تھے، اس کی کوئی اور وجہ بھی ہو گی۔ اگرچہ وہ مجھے دیکھ کر سر ہلا کر افسوس کا اظہار کرتے تھے، لیکن سچ پوچھو تو میں یہ کہوں گا کہ وہ حقیقتاً میرے بڑے شیدائی تھے۔ لیکن بیٹھے بٹھائے پتا نہیں کیا ہوا کہ میرا کمانڈنگ افسر، جو بلحاظ مرتبہ لیفٹیننٹ کرنل تھا لیکن سن رسیدہ ہو چکا تھا، ایکا ایکی مجھے ناپسند کرنے لگا؛ وہ بات بے بات مجھ میں خامیاں تلاش کرتا رہتا اور مجھ پر نکتہ چینی کرنے کے بہانے ڈھونڈتا رہتا۔ لیکن میں بھی کوئی گیا گزرا نہ تھا، میرے بہت سے جاننے والے تھے اور یہ بااثر اور بارسوخ لوگ تھے؛ پھر سارا قصبہ میرا احاتی تھا۔ چنانچہ لیفٹیننٹ کرنل سرتوڑ کوشش کے باوجود حقیقتاً میرا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ مجھ میں کوئی خامی نہیں تھی یا مجھے کوئی الزام نہیں دیا جا سکتا تھا۔ تاہم میں اپنے آپ کو ہم چو ما دیگرے نیست سمجھتا تھا اور میں جان بوجھ کر اس کے ساتھ اس احترام سے پیش نہیں آتا تھا جو اس کا حق بنتا تھا۔ بڑے میاں اصلاً برا آدمی نہیں تھا، بلکہ وہ بے حد مشفق، رحم دل اور مہمان نواز تھا لیکن یہ کیسے بتا رہا نہیں جانتا کہ وہ تھا بہت ہٹیلا اور اپنی ضد کا پکا۔ وہ دو دفعہ شادی کر چکا تھا اور اس کی دونوں ہی بیویاں خداوند کو پیاری ہو چکی تھیں۔ اس کی پہلی بیوی کا تعلق کسی کسان خانوادے سے تھا۔ وہ اپنے پیچھے

ایک بیٹی چھوڑ گئی تھی۔ یہ بیٹی اپنی ماں پر گئی تھی اور جب میرا پہلی مرتبہ اس سے آمنا سامنا ہوا، وہ چوبیس کے پیٹے میں داخل ہو چکی تھی اور اپنے باپ اور خالہ کے ساتھ رہتی تھی۔ خالہ خاموش طبع اور مسکین طبع عورت تھی جبکہ اس کی بھانجی یعنی لیفٹیننٹ کرنل کی بڑی بیٹی چلبلی اور گرم جوش دوشیزہ تھی۔ مائی ڈیئر الیوشا، جب میں بھولی بسری باتیں یاد کرتا ہوں تو میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس لڑکی کی موجودگی میں مجھے جو مسرت حاصل ہوتی تھی کسی اور لڑکی کی موجودگی میں کبھی نہیں ملی۔ اس کا نام اگافیا، اگافیا ایوانوونا تھا اور روسی اعتبار سے وہ ہرگز بدشکل نہیں تھی —— کشیدہ قامت، بھری بھری، خوش اندام، خوب صورت آنکھیں اور بڑی بڑی چھاتیاں لیکن بدقسمتی سے اس کے خدوخال قدرے غیر متناسب تھے۔ اگرچہ اسے شادی کی دو پیشکشیں آ چکی تھیں لیکن وہ ابھی تک ناکتخدا تھی اور اپنی چلبلاہٹ برقرار رکھے ہوئے تھی۔ میری اس سے گاڑھی چھننے لگی تھی —— ان معنوں میں نہیں: ہمارے تعلقات بالکل معصومانہ تھے، ہم محض اچھے دوست تھے۔ تم جانتے ہو گے کہ میری متعدد خواتین کے ساتھ بالکل معصومانہ دوستیاں تھیں۔ میں اس کے سامنے بعض اوقات ایسی کھلی باتیں کہہ جاتا جو مجھے کسی بھی شریف زادی کے سامنے نہیں کہنا چاہیے تھیں —— لیکن وہ محض کھلکھلا کر ہنس دیتی۔ یاد رکھو کہ متعدد عورتوں کو کھلی باتیں بہت پسند ہوتی ہیں اور وہ تو ابھی تھی ہی نوجوان اور اس پر مستزاد کنواری؛ چنانچہ جب میں کوئی کھلی بات کہتا اور اس کا ردعمل صرف یہ ہوتا کہ وہ کھلکھلا کر ہنس پڑتی، تو میں قدرے متعجب ہو جاتا۔ ایک بات طے تھی کہ اسے جنس اور عریانی جیسے موضوعات پر گفتگو سننے یا کرنے میں کوئی حجاب محسوس نہیں ہوتا تھا۔ وہ اور اس کی خالہ اس کے باپ کے ساتھ ایک طرح کی خود اختیار کردہ متابعت کی زندگی گزار رہی تھیں اور باقی معاشرے کے برعکس انہیں (مردوں کے ساتھ) برابری کا کوئی دعویٰ نہیں تھا۔ اسے ملبوسات تیار کرنے میں جو مہارت حاصل تھی، اس کی وجہ سے اسے بہت پسند کیا جاتا تھا اور اس کی بے حد قدر ہوتی تھی۔ اس کے ہاتھ میں واقعی ہنر تھا۔ اگرچہ اسے اپنی خدمات وصول کرنے کی کوئی خاص خواہش نہیں تھی (وہ محض اپنی طبعی نیک دلی کے باعث دوسروں کے کام آتی تھی)، تاہم اگر کوئی اسے معاوضہ دینے پر اصرار کرتا، وہ انکار نہیں کرتی تھی۔ جہاں تک لیفٹیننٹ کرنل کا تعلق ہے، اس کے ہر بُن مُو سے افسری ٹپکتی تھی۔ اس کا شمار علاقے کی اہم ترین شخصیات میں ہوتا تھا۔ وہ روپے پیسے کے معاملے میں خسیس نہیں تھا اور اپنے عشائیوں اور اجتماعی رقص کی محفلوں میں سارے قصبے کو بلا لیتا تھا۔ جب میں قصبے میں پہنچا اور بٹالین میں شامل ہوا، اس بات کا چرچا ہو رہا تھا کہ اس کی دوسری بیٹی، جس کے حسن و جمال کا شہرہ دور دور تک پہنچ چکا تھا، دارالسلطنت میں اپنی ہائی سکول کی تعلیم مکمل کر چکی ہے اور عنقریب قصبے میں واپس پہنچنے والی ہے۔ یہ دوسری بیٹی —— کاترینا ایوانوونا —— لیفٹیننٹ کرنل کی دوسری بیوی

کے بطن سے تھی اور دوسری بیوی کا تعلق، جو اب مرحوم ہو چکی تھی، ایک مشہور و معروف اور اہم فوجی خاندان سے تھا، تاہم مجھے باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا تھا کہ وہ اپنے ساتھ لیفٹیننٹ کرنل کے لیے کوئی جہیز نہیں لائی تھی۔ اس کا پس منظر تو ضرور تھا اور (لیفٹیننٹ کرنل کو مالی منفعت کی) کچھ توقعات بھی ہوں گی لیکن جب شادی ہوئی تو نتیجہ کچھ نہ نکلا۔

"خیر جب نوخیز دوشیزہ پہنچی (وہ محض ملنے ملانے آئی تھی، مستقلاً قیام کرنے نہیں)، یوں معلوم ہونے لگا جیسے ہمارے سارے قصبے میں نئی جان پڑ گئی ہو۔ ہمارے اعلیٰ ترین طبقے کی خواتین نے —— ان میں دو خطاب یافتہ تھیں اور ایک کسی کرنل کی اہلیہ تھی —— اسے ہاتھوں ہاتھ لینے میں پہل کی اور باقی لوگ ان کی تقلید کرنے لگے۔ اسے ہر جگہ دعوتوں پر مدعو کیا جانے لگا، وہ سماجی تقریبات، اجتماعی رقصوں اور پکنک پارٹیوں کی ملکہ ہوتی تھی۔ بعض گورنسوں کی، جن کی مالی حالت سقیم تھی، مدد کے لیے چند فنکشن منعقد ہوئے اور ان میں بھی اس کی خاص آؤ بھگت ہوئی۔ میں نے کسی دلچسپی کا اظہار نہ کیا بلکہ اپنی رنگ رلیوں میں مصروف رہا۔ درحقیقت ایک بار تو میں نے اتنی ذلیل حرکت کر ڈالی کہ سارا قصبہ اس کے بارے میں باتیں بنانے لگا۔ پھر ایک روز ہم بیٹری کمانڈر کے ہاں مدعو تھے۔ وہاں میں نے دیکھا کہ وہ میرا سر سے پاؤں تک جائزہ لے رہی ہے۔ خیر، میں اس کے قریب بھی نہ پھٹکا۔ تم کہہ سکتے ہو کہ میں نے اس کے ساتھ متعارف ہونے کا کوئی تردد تک نہ کیا۔ تاہم بعد ازاں ایک اور دعوت پر میں اس کے پاس چلا گیا۔ میں نے اس کے ساتھ بات کرنا چاہا لیکن اس نے میری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور بڑی نفرت سے اپنے ہونٹ سکوڑ لیے۔ میں نے اپنے دل میں سوچا، "تم جاؤ گی کہاں، بس ذرا انتظار کرو، میں اپنا انتقام لے کر ہی رہوں گا" میں اس زمانے میں کچھ اچھا شخص نہیں تھا۔ میں دوسروں، خاص طور پر خواتین کے ساتھ، بدتمیزی سے پیش آتا تھا اور اپنے اس گھٹیا رویے کا مجھے خود بھی شعور تھا۔ اس سے بھی زیادہ میں اس بات سے آگاہ تھا کہ 'ڈیئر کاتینکا' سکول کی کوئی ننھی منی اور احمق طالبہ نہیں، اس کی اپنی ایک شخصیت ہے، اعلیٰ اخلاقی اصولوں کی پاسداری ہے اور اس بات پر اپنے آپ پر نازاں ہے اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ انتہائی ذہین اور پڑھی لکھی تھی، اور جبکہ میں نہ ذہین تھا اور نہ کوئی خاص پڑھا لکھا، تمہارا کیا خیال ہے کہ میں اسے اپنی بنانا چاہتا تھا؟ بالکل نہیں، میں تو اس سے محض انتقام لینا چاہتا تھا کیونکہ اس نے مجھے گھاس تک نہیں ڈالی تھی، یہ مان کر نہیں دیا تھا کہ میں کتنا رئیس آدمی ہوں اور میں اپنے آپ کو کسی ہیرو سے کم تر نہیں سمجھتا تھا اور ایک وہ تھی کہ میرے اس ادعا کو مانتی ہی نہیں تھی۔

"دریں اثنا میں نے اپنی رنگ رلیاں جاری رکھیں۔ آخر ایک روز لیفٹیننٹ کرنل نے مجھے

گرفتار کرا دیا اور تین دن تک مجھے جیل میں بند کرائے رکھا۔ عین انہی ایام میں لیفٹیننٹ کرنل نے مجھے چھ ہزار روبل بھجوائے اور مجھ سے لکھوالیا کہ میں اس کے خلاف اپنے تمام حقوق سے دست بردار ہوتا ہوں، ہمارا حساب برابر ہو گیا ہے اور میں اس سے کسی قسم کا مزید مطالبہ نہیں کروں گا۔ اس وقت میری سمجھ میں مطلق کچھ نہ آیا کہ معاملہ کیا ہے۔ جب میں یہاں آ گیا، نہ اس وقت، نہ چند دن پہلے تک، میں بالکل کچھ نہیں پایا اور نہ آج سمجھ رہا ہوں کہ آخر اس کے باپ کے ساتھ میرا مالی تنازعہ کیا تھا۔ خیر، فی الحال اس کا ذکر جانے دو، میں اس کے متعلق بعد میں بات کروں گا۔ لیکن جب، جب مجھے وہ چھ ہزار روبل کی رقم تازہ تازہ موصول ہوئی تھی، مجھے ایک دوست کا خط موصول ہوا جس میں باوثوق ذرائع کے حوالے سے اطلاع دی گئی تھی جو مجھے ذاتی طور پر بے حد دلچسپ معلوم ہوئی کہ ہمارے لیفٹیننٹ کرنل صاحب کی نیک نامی دھندلا گئی ہے کیونکہ اس پر کسی بے قاعدگی کا شبہ کیا جا رہا ہے—— مختصراً یہ کہ اس کے دشمن اس کے ساتھ ہاتھ کرنے کی تیاری کر رہے تھے۔ واقعہ بھی یہی ہے کہ ایک روز ڈویژنل کمانڈر آ پہنچا اور اس نے اسے خوب کھری کھری سنائیں۔ کچھ دنوں بعد اسے مستعفی ہونے پر مجبور کر دیا گیا۔ یہ سب کچھ کیسے ہوا، میں اس کی تفصیلات بتا کر تمہیں بور نہیں کروں گا؛ بعض لوگ اس سے واقعی خار کھاتے تھے۔ اچانک سارے قصبے میں اس کے اور اس کے اہل خانہ کے ساتھ اچھوتوں کا سا سلوک ہونے لگا اور ہر شخص ان سے دور بھاگنے لگا۔ یہی وہ ایام تھے جب میں نے اپنا پہلا داؤ کھیلا۔ میں نے اگافیا ایوانوونا سے ملاقات کی جس کے ساتھ میں نے ہمیشہ دوستی برقرار رکھی تھی۔ میں نے اس سے کہا: 'بٹالین کے فنڈ سے ساڑھے چار ہزار روبل کی رقم غائب ہے اور شک تمہارے باپ پر کیا جا رہا ہے۔'

''یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ خدا کے لیے چپ رہو! چند روز پہلے جرنیل صاحب یہاں تشریف لائے تھے، اس وقت تو یہ رقم حساب میں موجود تھی۔'

''تب تھی، لیکن اب نہیں۔'

یہ سن کر وہ سناٹے میں آ گئی۔

''مجھے مت ڈراؤ، یہ تم نے کہاں سے سنا ہے؟'

''فکر مت کرو،' میں نے کہا، 'میں کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گا۔ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں اس قسم کے معاملات کے متعلق قطعاً لب کشائی نہیں کرتا۔ میرے منہ میں تالا لگ جاتا ہے۔ خیر، اب جبکہ اس موضوع پر گفتگو شروع ہو ہی گئی ہے میں مزید کچھ کہنا چاہوں گا مبادا کوئی ایسی ویسی بات ہو جائے۔ اگر وہ تمہارے پاپا سے ان چار ہزار روبلوں کے بارے میں سوال جواب کریں جو ان کے پاس نہیں ہیں، تو بڑھاپے میں ان کا مردہ خراب نہ ہونے دو اور کورٹ مارشل کے ذریعے ان کی

رسوائی کا موقع نہ آنے دو۔ تم یوں کرو کہ اپنی اس سکول میں پڑھنے والی بہن کو چپکے سے میرے گھر بھیج دو۔ مجھے حال ہی میں کچھ رقم ملی ہے، میرا خیال ہے کہ میں اس میں سے چار ہزار روبل آپ لوگوں کو دے سکوں گا۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ جو کچھ ہوگا، اس کی کانوں کان کسی کو خبر تک نہیں ہونے پائے گی۔'

''ٹھہرو تو سہی! بدمعاش، لچے، لفنگے!' یہ ہو بہو اس کے اپنے الفاظ ہیں۔ 'تم میں شرم و حیا کی رمق بھی نہیں۔ تمہیں اس قسم کی باتیں کہنے کی ہمت کیسے ہوئی؟'

''اس نے یہ کہا اور غصے سے کھولتی اور پاؤں پٹختی وہاں سے چل دی اور میں پیچھے سے بلند آواز سے پکار کر کہتا رہا: 'یہ راز راز ہی رہے گا، میں اسے قطعاً منکشف نہیں ہونے دوں گا۔' مجھے یہ اقرار کرنا ہو گا کہ سارے معاملے میں ان دونوں سادہ لوح عورتوں کا—— اگافیا ایوانوونا اور اس کی خالہ—— کردار ملائکہ کی طرح مصفا اور بے داغ رہا، وہ اپنی خود پسند بہن کاتیا کو دل و جان سے چاہتی تھیں، اس کی پرستش کرتی تھیں، اس کے سامنے بالکل مسکین بن جاتی تھیں، وہ اس کی بہنیں نہیں، کنیزیں تھیں... لیکن ہم دونوں کے مابین جو گفتگو ہوئی تھی اگافیا ایوانوونا نے وہ حرف بہ حرف اس کے سامنے دہرا دی، کچھ بھی تو نہ چھپایا۔ اس کا علم مجھے بعد میں ہوا۔ میں اس بارے میں تمہارے سامنے قطعاً کوئی غلط بیانی نہیں کر رہا۔ اس نے جو کچھ کیا، وہ بالکل وہی تھا جو میں چاہتا تھا۔

''بٹالین کی کمان سنبھالنے کے لیے اچانک ایک نیا میجر آ گیا۔ اس نے آتے ہی چارج لے لیا۔ بوڑھا لیفٹیننٹ کرنل صدمہ برداشت نہ کر سکا، وہ یکا یک بیمار پڑ گیا اور بستر سے لگ گیا۔ وہ چلنے پھرنے سے معذور ہو چکا تھا۔ وہ دو دن یونہی گھر پر پڑا رہا اور بٹالین کی رقم واپس نہ کر سکا۔ ہمارے ڈاکٹر کراف چینکو نے ہر شخص کو بتا دیا تھا کہ وہ واقعی علیل ہے۔ یہاں میں تمہیں ایک راز کی بات بتا رہا ہوں۔ یہ مجھے بہت مدت سے معلوم تھی اور بالکل صحیح تھی۔ ہوتا یہ تھا کہ ہر سال جب حساب کی جانچ پڑتال ہوتی تھی، اس کے فوراً بعد کچھ رقم وقتی طور پر غائب ہو جاتی تھی اور پچھلے چار سال سے یہی ہوتا چلا آ رہا تھا۔ دراصل لیفٹیننٹ کرنل یہ رقم اپنے ایک انتہائی قابل اعتبار دوست کو، جو مقامی تاجر تھا، بطور قرض دے دیتا تھا۔ اس شخص کا نام تریفونوف تھا، وہ ادھیڑ عمر تھا، باریش تھا، سنہرے فریم کی عینک پہنتا تھا اور اس کی بیوی کا انتقال ہو چکا تھا۔ وہ لیفٹیننٹ کرنل کی دی ہوئی رقم لے کر میلے چلا جاتا، وہاں اسے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتا اور واپسی پر سارا اصل زر سود سمیت واپس کر دیتا، ساتھ میں چند تحائف بھی نتھی کر دیتا۔ صرف اس مرتبہ (اتفاق سے میں نے یہ سب کچھ اس کے بیٹے اور وارث سے سنا تھا جس کے منہ سے ہر وقت رال بہتی رہتی تھی اور وہ اول درجے کا چھٹا ہوا بدمعاش اور بدچلن شخص تھا، اس جیسا تمہیں اور کہیں نہیں ملے گا) جب تریفونوف

میلے سے واپس آیا تو اس نے لیفٹیننٹ کرنل کو دھیلا تک واپس نہ کیا۔ لیفٹیننٹ کرنل بھاگا بھاگا دوڑتا اس کے پاس پہنچا لیکن اسے کورا جواب ملا۔ تریفونوف نے بڑی ڈھٹائی سے اسے کہہ دیا: 'تم نے تو کبھی مجھے کچھ نہیں دیا، تمہارے پاس ہے ہی کیا جو مجھے دو۔' لیفٹیننٹ کرنل کی سٹی گم ہو گئی، وہ اپنے گھر آ گیا اور تولیے میں سر لپیٹ کر بیٹھ گیا۔ تینوں عورتوں نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو وہ اس کا سر دبانے اور باری باری اس کی پیشانی پر برف کی ٹکیاں رکھنے لگیں۔ اتنے میں ایک اردلی بلا اطلاع پہنچ گیا۔ اس کے ہاتھ میں حساب کتاب کا رجسٹر تھا اور ساتھ ہی ایک حکم نامہ کہ 'بٹالین کی رقم فوراً، دو گھنٹے کے اندر اندر، واپس کر دو۔' اس نے رجسٹر پر دستخط کئے (بعد ازاں میں نے یہ دستخط دیکھے تھے)، اٹھ کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا، 'میں اپنی وردی پہننے جا رہا ہوں،' بھاگا بھاگا اپنی خواب گاہ میں پہنچا، دو نالی بندوق اٹھائی جس میں پانچ کارآمد کارتوس بھرے ہوئے تھے، اپنا دایاں بوٹ اتارا، بندوق اپنے سینے پر رکھی اور اپنے پاؤں کی انگلی سے اسے داغنے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن اگافیا ایوانوونا کو، جسے میری باتیں یاد آ گئی تھیں، کچھ شبہ ہو گیا تھا اور وہ اس کے کمرے کی طرف لپکی۔ وہ بھاگتی دوڑتی عین وقت پر اندر پہنچی، اس نے اپنے باپ کو پیچھے سے پکڑا اور اسے اپنے بازوؤں میں تھام لیا... بندوق چل گئی اور گولی چھت کو جا لگی، یوں کسی کو کوئی گزند نہ پہنچا۔ بندوق کی آواز سن کر اس کی سالی اور دوسری بیٹی بھی بھاگ کر اندر آ گئیں، انہوں نے اسے پکڑا، بندوق چھینی اور پھر اس کے بازوؤں کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ مجھے یہ تمام تفصیلات بعد میں معلوم ہوئیں۔ میں گھر پر تھا، جھٹ پٹے کا وقت ہو چلا تھا اور میں کہیں باہر جانے کے لیے پر تول رہا تھا۔ میں نے کوٹ پہنا، بالوں کو کنگھی سے سنوارا، رومال پر کچھ خوشبو چھڑکی، اپنا پوستین کا ہیٹ اٹھایا کہ اچانک دروازہ کھلا ——— اور وہاں میرے سامنے کاتریا ایوانوونا کھڑی تھی۔

''بعض اوقات واقعی عجیب و غریب واقعات ظہور پذیر ہو جاتے ہیں: کسی بھی شخص نے اسے سڑک پر میرے ہاں آتے نہیں دیکھا تھا، جیسے کسی بھی فرد کو میرے ہاں اس کی آمد کا علم نہیں ہو سکا تھا۔ میں جس عمارت میں رہائش پذیر تھا، اس کی مالک سول ملازمین کی دو بیوائیں تھیں۔ دونوں بہت عمر رسیدہ عورتیں تھیں۔ وہ میری ضروریات کا خیال رکھتی تھیں، میرے ساتھ بہت عزت سے پیش آتی تھیں، بن کہے مجھ پر اعتبار کرتی تھیں، اور اگر میں ان سے کہتا، وہ مرتے مر جاتیں لیکن کوئی راز کسی پر افشا نہ کرتیں۔ خیر، میں پلک جھپکنے میں ساری صورت حال سمجھ گیا۔ وہ اندر داخل ہوئی اور سیدھی میرے پاس پہنچ گئی، اس کے چہرے سے عزم صمیم کا اظہار ہو رہا تھا اور اس کی سیاہ آنکھوں سے قدرے درشتی جھلک رہی تھی لیکن اس کے ہونٹوں اور دہانے سے مجھے کچھ کچھ جھجک بھی دکھائی دے رہا تھا۔

''میری بہن نے مجھے بتایا تھا کہ تم مجھے ساڑھے چار ہزار روبل دے دو گے،' اس نے کہنا شروع کیا، 'بشرطیکہ انہیں لینے میں تمہارے گھر آؤں... لو، میں آ گئی ہوں... لاؤ، رقم مجھے دے دو...'

''اس کی ہمت جواب دے گئی، اس کا گلا رُندھ گیا۔ اسے خوف نے اپنے شکنجے میں جکڑ لیا، اس کی آواز اس کے گلے میں پھنس گئی، اس کے ہونٹ اور پورا دہانہ کپکپانے لگے۔ الیوشا، تم سن رہے ہو یا سو گئے ہو؟''

''متیا، مجھے معلوم ہے تم پوری سچائی بتا دو گے، کچھ نہیں چھپاؤ گے،'' الیوشا نے گھبراتے ہوئے کہا۔

''میں بالکل بتا رہا ہوں۔ اگر تم پوری سچائی جاننا چاہتے ہو، پھر جو کچھ ہوا میں تمہیں بتائے دیتا ہوں۔ میں کچھ بھی تو نہیں چھپاؤں گا۔ میرے دل میں جو اولین خیال آیا ——— وہ وہی خیال تھا جو کسی کرامازوف کے ذہن میں آ سکتا ہے۔ الیوشا، ایک مرتبہ مجھے بچھو نے ڈنک مار دیا تھا۔ میں دو ہفتے بخار میں پھنکتا رہا اور بستر پر لیٹا رہا تھا۔ اور اس وقت بھی مجھے یہی کچھ محسوس ہوا تھا ——— مجھے یوں لگا تھا جیسے بچھو نے، بدباطن حشرے نے، میرے دل پر ڈنک مار دیا ہو۔ میں بڑی دلچسپی کے ساتھ اس کے سراپے کا جائزہ لینے لگا۔ الیوشا، تم اسے دیکھ چکے ہو، اسے مل چکے ہو، وہ حسین ہے، ایمان سے کہو، ہے نا؟ لیکن اس وقت یہ اس کا حسن نہیں تھا جس نے مجھے اس کا گرویدہ بنا دیا تھا، اس وقت جس چیز نے اسے خاص طور پر پُرکشش بنا دیا تھا، وہ یہ تھی کہ وہ پاکیزہ تھی اور میں ایک لفنگا؛ اس کی وسیع القلبی اور اپنے باپ کے لیے قربانی کے جذبے نے اسے وقار اور عظمت و جلالت بخش دی تھی اور میں اس کے سامنے بونا تھا، ذلیل اور قابل نفرین لفنگا۔ وہ سراپا، جسم اور روح دونوں سمیت، میرے رحم و کرم پر تھی۔ میں نے اسے اس طرح اپنے جال میں پھانس لیا تھا کہ اس کے لیے فرار کا کوئی راستہ نہیں رہا تھا۔ میں تمہیں کامل دیانتداری سے اور کسی تذبذب کے بغیر بتا رہا ہوں کہ میرے ذہن میں جو خیال، حشراتی خیال، آ رہا تھا مجھے اس سے شیریں تر چیز کا کبھی تجربہ نہیں ہوا۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ اس کی طرف سے کسی قسم کی مزاحمت کا مسئلہ پیدا نہیں ہو گا۔ پھر میں رکوں کیوں، کیوں نہ بچھو کی طرح، بدباطن حشرے کی طرح جو کہ میں ہوں، ضمیر کی ہلکی سی کسک محسوس کیے بغیر اس پر اپنا ہونا ظاہر کر دوں؟ میری سانس رک گئی تھی۔ سنو، یہ بات بتانے کی ضرورت نہیں کہ اگلے روز میں لازماً اس کے ہاں چلا جاتا اور اس سے شادی کی درخواست کرتا، بہ الفاظ دیگر معاملہ باعزت انجام تک پہنچا دیتا اور یوں کسی کو اصل صورت حال کی بھنک بھی نہ ملتی۔ اپنی تمام تر سفلی خواہشات کے باوجود میرا اب بھی یہ دعویٰ ہے کہ میں عزت دار شخص ہوں۔ اور پھر اچانک اسی لمحے مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی میرے کان میں سرگوشی کر رہا ہو، میاں، تم کس بھول میں ہو! مان لیا کہ تم اس کے پاس شادی کی تجویز لے کر چلے جاؤ گے لیکن وہ جس کینڈے کی عورت ہے، اس

کے پیش نظر وہ تمہیں اپنی شکل تک دکھانے کی روادار نہیں ہوگی اور اس سے بڑی بات یہ ہوگی کہ وہ کوچوان کو حکم دے دے گی کہ وہ تمہیں اٹھا کر باہر پھینک دے۔ 'تم چاہو تو گھر جا کر مجھ پر کیچڑ اچھال سکتے ہو، مجھے بدنام کر سکتے ہو۔' وہ کہے گی، 'لیکن میں تم سے خوف زدہ نہیں ہوں۔' میں نے آنکھ اٹھا کر لڑکی کی جانب دیکھا، آواز غلط نہیں کہہ رہی تھی، یقیناً ہوگا یہی کچھ۔ اس کا چہرہ سب کچھ صاف صاف بتا رہا تھا۔ مجھے واقعی اٹھا کر سر کے بل باہر پھینک دیا جائے گا۔ میں اچانک آتشِ غضب میں جلنے لگا۔ مجھے افسوس ہونے لگا کہ میں اس کے ساتھ گھٹیا ترین، غلیظ ترین داؤ کھیلنے کا آرزومند ہوں، وہی داؤ جو کوئی معمولی اور گھٹیا دکاندار اپنے گاہک کے خلاف کھیلتا ہے: اسے اپنے سامنے کھڑی کر کے بازاری لہجے میں اس سے یہ کہہ کر اس کا تمسخر اڑانا چاہتا ہوں، اس کی عزت خاک میں ملانا چاہتا ہوں:

"'چار ہزار! مادام، آپ کیا بات کر رہی ہیں! میں تو محض مذاق کر رہا تھا اور آپ نے اسے صحیح سمجھ لیا اور وہ بھی پوری سنجیدگی سے۔ کیا کہنے آپ کے! آپ بالکل سادہ لوح ہیں کہ اس قسم کی بات پر یقین کر لیا! میں آپ کو دو اڑھائی سو روبل تو دے سکتا ہوں اور دے بھی خوشی سے دوں گا لیکن چار ہزار ــــ نہیں، مادام، نہیں، میں اتنی بڑی رقم یونہی نہیں اچھال سکتا۔ یہ درختوں پر نہیں اگتی! آپ یہاں آ کر اپنے آپ کو بے وقوف ثابت کر رہی ہیں!'

"خیر تم خود سمجھ سکتے ہو کہ میں کھیل ہار جاتا، وہ وہاں سے بھاگ جاتی اور میرے ہاتھ کچھ نہ آتا لیکن یہ شیریں ترین انتقام ہوتا۔ مجھے جو زک اٹھانا پڑی تھی، اس کی ہر لحاظ سے تلافی ہو جاتی، اگلا پچھلا سارا حساب بے باق ہو جاتا۔ مگر مجھے معلوم ہے کہ اس کے بعد میں تاحیات ندامت کے آنسو بہاتا رہتا لیکن اب بھی میری خواہش ہے کاش میں نے یہ سب کچھ کر لیا ہوتا۔ تم یقین نہیں کرو گے کہ اس سے پہلے ساری زندگی کے دوران میں میرے ساتھ اس قسم کا کبھی کوئی واقعہ پیش نہیں آیا تھا، خاص طور پر وہ جس میں کوئی عورت بھی شامل ہو، میں ان تمام اشیاء کی جو مقدس ہیں، قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے کبھی کسی عورت کے لیے اتنی نفرت محسوس نہیں کی تھی جتنی اس وقت وہ تین سیکنڈ کے لیے اس عورت کے لیے کی تھی۔ اور نفرت بھی ایسی جو محبت سے، انتہائی جنونی محبت سے، صرف بال برابر دور ہوتی ہے۔

"میں دریچے کی جانب چلا گیا، اپنی پیشانی سے اس کے شیشے پر دباؤ ڈالا اور مجھے یاد ہے کہ میری جلد پر برف اس طرح جل رہی تھی جیسے وہ برف نہیں، آگ ہو ــــ پریشان مت ہو، میں نے اسے زیادہ دیر انتظار میں نہیں رکھا تھا۔ میں پلک جھپکتے دریچے سے پیچھے ہٹا، واپس مڑا، اپنی ڈیسک کے پاس پہنچا، ایک دراز کھولی، اس میں سے پانچ ہزار روبل کا پرومیسری نوٹ نکالا جس پر پانچ فیصد سود واجب الادا تھا، اس کے خالی خانوں میں کوئی نام درج نہیں تھا (یہ وہاں میری فرانسیسی

لغت کے اندر رکھا ہوا تھا)۔ میں نے یہ اسے دکھایا، البتہ منہ سے ایک لفظ بھی نہ کہا، اسے تہ کیا اور اس کے حوالے کر دیا۔ پھر میں نے اس کے لیے دروازہ کھول دیا، ایک قدم پیچھے ہٹا اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تب میں نے نہایت احترام اور بالکل صحیح طریقے سے جھک کر اسے سلام کیا! اس نے ایک سیکنڈ نگاہیں گاڑ کر مجھے دیکھا، اس کا روم روم کانپ رہا تھا اور اس کا رنگ ہلدی کی طرح زرد ہو رہا تھا۔ پھر اس نے ایک لفظ کہے بغیر یک بیک تحمل، ملائمت اور خاموشی سے اپنا سر میرے قدموں پر جھکا دیا، اس کی پیشانی نیچے فرش کو چھو رہی تھی، کسی سکول کی طالبہ کی طرح نہیں بلکہ خالص روایتی روسی انداز سے! اس کے بعد اس نے جست لگائی اور وہاں سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ جب وہ بھاگی تھی میں تلوار سے مسلح تھا۔ میں نے اسے نیام سے باہر نکالا، میں اسے وہیں اور اسی وقت اپنے جسم میں اتار لینا چاہتا تھا، کیوں؟ ــــ میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔ مانتا ہوں یہ نری حماقت تھی لیکن میرا خیال ہے کہ اس میں لمحے کا وجد اور سرور شامل تھا۔ تمہیں اندازہ ہے کہ بعض اوقات آدمی اپنے آپ کو عین وجد کی کیفیت میں ہلاک کر سکتا ہے؟ لیکن میں نے اپنے آپ کو ہلاک نہیں کیا، بس تلوار کو بوسہ دیا اور اسے واپس نیام میں رکھ دیا ــــ ویسے مجھے یہ بات تمہیں نہیں بتانا چاہیے تھی۔ اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ میں نے اپنی تمام داخلی کشمکشیں بیان کر دی ہیں، انہیں شاید کچھ بڑھا چڑھا بھی دیا ہو تاکہ میں اپنے منہ میاں مٹھو بن سکوں۔ خیر، چھوڑو، جو ہوا تھا وہ ہو چکا اور ان تمام لوگوں پر خدا کی پھٹکار جو دلوں کے اندر جھانکتے ہیں۔ خیر، میرے اور کاتریا ایوانوونا کے مابین جو کچھ ہوا تھا، وہ میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ اس سے پہلے صرف ایوان کو اس کا علم تھا اور اب تم بھی جان گئے ہو ــــ اور کوئی نہیں۔"

دمتری شدید روحانی جذبات سے مغلوب ہو چکا تھا۔ اس نے پہلے ایک قدم اٹھایا، پھر دوسرا، اپنا رومال نکالا، پیشانی سے پسینا پونچھا اور دوبارہ بیٹھ گیا لیکن وہاں نہیں جہاں وہ اب تک بیٹھا رہا تھا بلکہ دوسرے بنچ پر جو مخالف دیوار کے ساتھ پڑا تھا، چنانچہ الیوشا کو اس سے روبرو ہونے کے لیے پورا مڑنا پڑا۔

5

قلبِ پُرجوش کے اعترافات ــــ "سر کے بل"

"تمہاری باتیں خاصی معقول ہیں،" الیوشا نے کہا۔ "یہ معاملہ کیا ہے، کچھ کچھ میری سمجھ میں آ

گیا ہے۔"

"یہ تو اچھی بات ہے کہ تم سمجھ گئے ہو۔ خیر، پہلا حصہ ڈراما ہے اور یہ کسی دوسرے قصبے میں ظہور پذیر ہوا تھا۔ دوسرا حصہ المیہ ہے اور یہ یہاں ظہور پذیر ہوگا۔"

"دوسرا حصہ کیا ہے، میں مطلق سمجھ نہیں سکا۔" ایلوشا نے کہا۔

"میرے متعلق کیا خیال ہے؟ تمہارے خیال میں نہیں اسے سمجھ سکتا ہوں؟"

"دمتری، ذرا ٹھہرو، اس میں ایک چیز ہے جو واقعی بہت اہم ہے۔ اس کے ساتھ تمہاری منگنی ابھی تک برقرار ہے یا نہیں؟"

"ہم نے فوراً نہیں بلکہ تین ماہ بعد آپس میں منگنی کی تھی۔ جس روز یہ سب کچھ ہوا تھا میں نے اپنے آپ سے کہا تھا کہ سارا معاملہ ختم ہو گیا ہے، اب کچھ باقی نہیں رہا، ہر چیز اپنے انجام کو پہنچ گئی ہے۔ اس وقت اسے شادی کی تجویز پیش کرنا انتہائی گھٹیا اور رذیل چیز ہوتی۔ اور جہاں تک اس کا تعلق ہے، ان چھ ہفتوں کے پورے عرصے کے دوران میں، جو اس نے بعد ازاں اس قصبے میں گزارے تھے، ایک موقع کے ماسوا مجھے اس کا کوئی پیغام نہیں ملا تھا اور یہ موقع اس کی میرے گھر آمد کے اگلے روز پیدا ہوا تھا جب اس کی ملازمہ میرے ہاں آئی تھی اور ایک بھی لفظ کہے بغیر مجھے ایک لفافہ تھما گئی تھی۔ اس پر میرا نام پتا تحریر تھا۔ میں نے اسے کھول لیا۔ اس میں پانچ ہزار روبل کی رقم کا کچھ بقایا تھا۔ انہیں صرف ساڑھے چار ہزار روبل چاہئیں تھے۔ لیکن پانچ ہزاری نوٹ کو بھنانے میں تقریباً دو سو روبل صرف ہو گئے تھے۔ میرا خیال ہے کہ اس نے مل ملا کر کوئی دو سو ساٹھ روبل واپس کیے تھے۔ صحیح رقم مجھے یاد نہیں ___ خیر، لفافے میں محض کاغذی نوٹ تھے، کوئی خط، رقعہ بلکہ ایک لفظی تحریر تک نہیں تھی۔ میں نے لفافے کا اندر باہر سے بغور جائزہ لیا کہ اس پر شاید پنسل سے ہی کہیں کچھ لکھ دیا گیا ہو ___ کچھ بھی تو نہیں تھا چنانچہ میرے پاس جو باقی ماندہ روبل آ گئے تھے، میں ان سے دل کھول کر شراب نوشی کرنے لگا اور یہ شراب نوشی اس حد تک بڑھ گئی کہ نیا میجر مجھے ڈانٹنے پر مجبور ہو گیا۔

"جہاں تک لیفٹیننٹ کرنل کا تعلق ہے، اس نے اپنے ذمے تمام بقایا جات قانونی تقاضوں کے مطابق ادا کر دیے۔ اس پر بھی لوگوں کو بہت تعجب ہوا کیونکہ کسی کو بھی یقین نہیں تھا کہ اتنی بڑی رقم اس کے پاس ہو سکتی ہے۔ جونہی وہ اپنا حساب بے باق کر چکا، وہ بیمار پڑ گیا اور بستر سے لگ گیا۔ وہ تقریباً تین ہفتے اپنے گھر پر لیٹا رہا۔ پھر وہ ضعف دماغ میں مبتلا ہو گیا اور پانچ دن بعد انتقال کر گیا۔ اسے پورے فوجی اعزاز کے ساتھ دفن کیا گیا کیونکہ وہ درحقیقت فوج سے ریٹائر نہیں ہوا تھا۔ اس کی تجہیز و تکفین کو ابھی دس دن بھی نہیں گزرے تھے کہ کاترینا ایوانوونا اپنی ہمشیرہ اور اس

کی خالہ کے ساتھ ماسکو منتقل ہو گئی۔ ہمارے قصبے میں ان کے قیام کے عین آخری روز ان کی روانگی سے ذرا ہی پہلے (دریں اثنا میں نے ان کے ساتھ کوئی میل ملاپ نہیں رکھا تھا اور نہ میں انہیں الوداع کہنے گیا تھا) مجھے ایک مختصر سا رقعہ ملا، یہ نیلے رنگ کے آرائشی کاغذ پر لکھا صرف ایک سطر پر مشتمل تھا اور وہ سطر یہ تھی: 'میں تمہیں پھر لکھوں گی، انتظار کرو۔ ک۔'

"اب میں باقی باتیں تمہیں مختصراً بتائے دیتا ہوں۔ ماسکو میں ان کا نصیب آسمانی بجلی کی رفتار سے اور الف لیلیٰ کی کہانیوں کے انداز میں بالکل غیر متوقع طور پر تبدیل ہو گیا۔ ان کی قریبی رشتے دار جو کسی جرنیل کی بیوہ تھی، یک بیک اپنی دونوں وراثت داروں سے محروم ہو گئی جو اس کی بھانجیاں تھیں ___ ان دونوں کا ایک ہی ہفتے میں چیچک سے انتقال ہو گیا تھا۔ غم رسیدہ بڑھیا نے کاتیا کی آمد پر اس کا یوں والہانہ استقبال کیا جیسے وہ اس کی اپنی بیٹی ہو اور اس کے ساتھ کچھ اس طرح کا سلوک کرنے لگی جیسے وہ اس کی نجات دہندہ بن کر آئی ہو۔ اس نے اپنا وصیت نامہ اس کے حق میں تبدیل کر دیا ___ اس وصیت نامے پر عمل تو کہیں مستقبل میں ہونا تھا لیکن فوری طور اس نے اسی ہزار روبل نقدی کی صورت میں اس کے حوالے کر دیے اور کہا 'یہ تمہارے لیے ہیں، یہ تمہارا جہیز ہے، ان کا جو جی چاہے کرو۔' جیسا کہ بعد ازاں اپنے ماسکو کے قیام کے دوران میں خود مجھے دریافت کرنے کا موقع ملا، وہ دنیا جہان سے بالکل مختلف اور انتہائی نرالی خاتون تھی۔

"پھر ایک روز بیٹھے بٹھائے مجھے ڈاک سے ساڑھے چار ہزار روبل کی رقم موصول ہوئی۔ میں بالکل سُن ہو کر رہ گیا۔ تین دن بعد موعودہ خط موصول ہو گیا۔ یہ اب بھی میرے پاس ہے، میں اسے ہمیشہ اپنی جیب میں رکھتا ہوں، یہ قبر میں بھی میرے ساتھ جائے گا ___ تمہیں دکھاؤں؟ تمہیں یہ لازماً پڑھنا چاہیے: (اس میں) وہ مجھے شادی کی پیشکش کر رہی ہے، اپنا آپ مجھے پیش کر رہی ہے: 'میں دیوانگی کی حد تک آپ کو چاہنے لگی ہوں،' وہ کہتی ہے۔ 'اگر آپ کو مجھ سے محبت نہیں تو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ (میں صرف اتنا چاہتی ہوں کہ) آپ میرے خاوند بن جائیں۔ مجھے اپنا بنا لیں۔ گھبرائیں مت، فکر نہ کریں، میں کسی طرح بھی کوئی ایسی چیز نہیں ہوں گی جو آپ کے لیے خفت یا سبکی کا سبب بن سکے۔ میں آپ کی باندی بن کر رہوں گی، آپ کے لیے فرنیچر کی کوئی چیز بن جاؤں گی، میں آپ کے پاؤں تلے کا قالیچہ بن جاؤں گی... میں آپ سے تاازل محبت کرنا چاہتی ہوں، میں آپ کو آپ سے بچانا چاہتی ہوں...' ایلوشا، میں اس لائق نہیں کہ اپنے گھٹیا الفاظ میں، اپنے شرم ناک لہجے میں، اس شرم ناک لہجے میں جو میں ہمیشہ استعمال کرتا رہتا ہوں اور جس سے میں کبھی چھٹکارا حاصل نہیں کر سکا، ان سطور کو دہرا سکوں! اس خط نے میری روح کو انتہائی گہرائیوں تک چھید ڈالا۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ اس خط نے مجھے جس کرب میں مبتلا کیا تھا، میں نے اس سے

نجات پالی ہے، نہیں، بالکل نہیں۔ یہ آج بھی مجھے چھیدے جا رہا ہے۔

"خیر، میں نے اپنا جواب بلا تاخیر بھجوا دیا (میرے لیے خود ماسکو جانا ممکن نہیں تھا)۔ میں نے اسے اپنا خط اپنے آنسوؤں سے بھگو کر لکھا تھا؛ تاہم ایک شرمناک چیز اب بھی میرا پیچھا کرتی رہتی ہے، میں نے دوسری باتوں کے علاوہ یہ بھی لکھ دیا تھا: 'تم اب امیر ہو، تمہارے پاس جہیز ہے، رہا میں، میں تو کچھ بھی نہیں، جاہلِ مطلق، کوڑی کوڑی کا محتاج۔' کتنی بڑی حماقت ہوئی کہ میں روپے کو بیچ میں گھسیٹ لایا حالانکہ مجھے اس کا نام بھی نہیں لینا چاہیے تھا، بس قلم چوک گیا اور میں مار کھا گیا پھر میں نے بلا تاخیر ایک خط ایوان کے نام لکھا اور اس کے پتے پر ماسکو بھیج دیا۔ اس میں میں نے ہر چیز کھول کر بیان کر دی، ہر وہ بات لکھ دی جو میں خط میں لکھ سکتا تھا، پورے چھ صفحے سیاہ کر ڈالے اور آخر میں اس سے التجا کی کہ وہ جائے اور اس سے ملے۔ تم مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو؟ ہاں، یہ درست ہے کہ ایوان جھٹ پٹ اس کی محبت میں گرفتار ہو گیا، وہ اب بھی اس کی محبت میں گرفتار ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ میں نے ایوان کو جو خط لکھا تھا، وہ تمہارے نزدیک، پوری دنیا کے نزدیک، بڑی بھاری حماقت تھی لیکن ہو سکتا ہے کہ یہی حماقت ہماری نجات کا سبب بن جائے، ہمیں ہماری موجودہ مشکلات سے باہر نکال لے۔ یقیناً یہ تو تمہیں بھی نظر آ رہا ہو گا کہ وہ اس کا احترام کرتی ہے، اس سے توقعات وابستہ کیے ہوئے ہے؟ وہ جب ہم دونوں کے مابین موازنہ کرتی ہو گی اسے یقیناً محسوس ہوتا ہو گا کہ وہ مجھ جیسے شخص سے محبت کر ہی نہیں سکتی، خاص طور پر ان حالات کے پیشِ نظر جو اب تک پیش آ چکے ہیں؟"

"مجھے یقین ہے کہ وہ محبت تم جیسے شخص سے کرتی ہے، اس جیسے شخص سے نہیں۔"

"وہ محبت مجھ سے نہیں بلکہ اپنی پاک دامنی سے کرتی ہے۔" غیر ارادی طور پر دمتری فیودورووچ کے منہ سے نکل گیا۔ اس کے لہجے میں قدرے تلخی بھی تھی۔ وہ ہنس پڑا لیکن ایک لمحے بعد اس کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔ اس کا چہرہ تمتمانے لگا اور اس نے پوری قوت سے میز پر مکا دے مارا۔

"الیوشا، میں حلفاً کہتا ہوں:" اس نے اپنے آپ پر غصہ کھاتے ہوئے کہا جو بناوٹی نہیں تھا۔ "تم مانو یا نہ مانو مگر اگرچہ میں نے ابھی ابھی اس (کاتیا) کے بلند پایہ احساسات کا تمسخر اڑایا ہے لیکن میں پاک خداوند اور اپنے آقا مسیح کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے معلوم ہے کہ میری روح اس (کی روح) کے مقابلے میں لاکھوں گنا کمتر ہے اور یہ کہ اس کے ارفع و اعلیٰ خیالات و جذبات اتنے ہی پُر خلوص ہیں جتنے کسی سماوی فرشتے کے ہو سکتے ہیں! المیہ یہ ہے کہ مجھے اس کا بخوبی علم ہے۔ اگر آدمی تھوڑی بہت مبالغہ آرائی کر دے تو اس میں ہرج ہی کیا ہے؟ کیا میں مبالغہ آرائی نہیں کر رہا؟ لیکن اس کے باوجود میں منافقت نہیں کر رہا ــــ جو کچھ کہہ رہا ہوں، حقیقتاً خلوص سے کہہ رہا

ہوں۔ جہاں تک ایوان کا تعلق ہے، میں خوب اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ وہ اس وقت کس طرح پوری کائنات پر پھنکار کر رہا ہو گا اور پھنکار بھی اس ذہانت کے ساتھ کر رہا ہو گا جو اسے قدرت سے ودیعت ہوئی ہے! اسے ترجیح دی گئی ہے، وہ کون ہے؟ مجھ جیسے بھینے چھورے کو، جس کی منگنی ہو چکی ہے اور جو اس بات کے باوجود کہ ساری دنیا کی نگاہیں اس پر لگی ہوئی ہیں، اپنی حرام کاریوں سے باز آنے کو تیار نہیں جن کا ارتکاب وہ اپنی منگیتر کی، جی ہاں اپنی منگیتر کی، کسی اور کی نہیں، عین ناک تلے کرتا رہتا ہے۔ کتنی بڑی زیادتی ہے کہ مجھ جیسے شخص کو تو ترجیح دی جائے اور اس جیسے آدمی کو ٹھکرا دیا جائے! اور یہ سب کچھ اس لیے ہو رہا ہے کیونکہ ایک نوجوان دوشیزہ جذبۂ سپاس گزاری کے تحت اپنی زندگی اور مستقبل تباہ کرنے پر تلی ہوئی ہے! کتنی مضحکہ خیز بات ہے! فطری طور پر میں نے اس بارے میں ایوان سے کبھی ایک لفظ تک نہیں کہا اور نہ ایوان نے کبھی مجھ سے کچھ کہا ہے، اشارۃً کنایۃً بھی نہیں۔ لیکن مقدر ٹالا نہیں جا سکتا، جو ہونا ہے ہو کر رہے گا، اور آخر میں کامیابی اس کے قدم چومے گی جو مستحق ہو گا، غیر مستحق یہاں سے کھسک جائے گا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کسی تنگ گلی میں جا چھپے گا ــــ اپنی غلیظ تنگ تنگی گلی میں، اپنی محبوب گلی میں، اپنے گھر کی چار دیواری میں، جہاں وہ اپنی مرضی سے اور خوشی خوشی غلاظت اور تعفن میں فنا ہو جائے گا۔ میں جذبات کی رو میں بہا جا رہا ہوں، میرے پاس الفاظ کا ذخیرہ ختم ہوتا جا رہا ہے، میں جنون میں جانے کیا کچھ بک رہا ہوں مگر ہو گا وہی جو میں نے کہا ہے۔ میں اپنی ہی سیاہ کاریوں کے ہاتھوں مارا جاؤں گا اور وہ ایوان کے ساتھ شادی کر لے گی۔"

"بھیا، سنو،" الیوشا نے ایک بار پھر انتہائی اضطراب کے عالم میں اسے ٹوکتے ہوئے کہا، "تمہیں معلوم ہے ابھی ایک چیز باقی ہے جس کی تم نے کوئی وضاحت نہیں کی۔ تمہاری سگائی ہو چکی ہے، تمہاری اس کے ساتھ سگائی ہو چکی ہے، ہوئی ہے یا نہیں؟ اگر تمہاری منگیتر یہ سگائی نہیں توڑنا چاہتی تو تم اسے کیسے توڑ سکتے ہو؟"

"میں اس کا منگیتر ہوں، ہماری منگنی پر باقاعدہ دعائے خیر ہوئی تھی اور اس سلسلے میں بڑے تزک و احتشام سے ایقونوں کی موجودگی میں مذہبی رسوم سرانجام دی گئی تھیں۔ یہ سب کچھ ماسکو میں ہوا تھا جب میں وہاں گیا تھا۔ جرنیل کی بیوہ نے ہمیں اپنی دعاؤں سے نوازا تھا اور کیا تم یقین کرو گے کہ اس نے کاتیا کو مبارکباد بھی دی تھی؟ 'تمہارا انتخاب بہت اچھا ہے،' اس نے کاتیا سے کہا تھا، 'مجھے نظر آ رہا ہے کہ یہ بہت نفیس شخص ہے۔' اور کیا تم تصور کر سکتے ہو کہ ایوان اسے ایک آنکھ نہیں بھایا تھا اور وہ اس کے ساتھ بڑی بے رخی بلکہ حقارت سے پیش آئی تھی۔ جب میں ماسکو میں تھا، میں نے کاتیا کے ساتھ لمبی چوڑی گفتگوئیں کی تھیں اور میں نے بڑی دیانت داری، بڑے خلوص کے

ساتھ اپنا سارا کچا چٹھا اس کے سامنے کھول دیا تھا، کچھ بھی تو نہیں چھپایا تھا مجھے جو کچھ کہنا تھا وہ ہمہ تن گوش ہو کر سنتی رہی:

کیسے حرے کی ابتری (151)
کتنے ملائم لفظ تھے...

خیر، سرکش اور متمرد الفاظ بھی استعمال ہوئے۔ اس نے مجھ سے سنجیدگی سے وعدہ لے لیا کہ میں اپنے طور طریقے درست کرلوں گا۔ میں نے وعدہ کرلیا اور اب..."

"اب کیا؟"

"اب میں نے تمہیں روک لیا ہے، تمہیں یہاں گھسیٹ لایا ہوں — آج، بالکل آج — اسے یاد رکھو — تاکہ یہاں اور اس وقت تم سے کہہ سکوں کہ آج اور اسی وقت جاؤ اور میری خاطر کاترینا ایوانوونا سے ملاقات کرو اور..."

"اور؟"

"اسے بتا دو کہ میں اس سے دوبارہ کبھی نہیں ملوں گا اور اسے بتا دو کہ میں اسے آخری سلام (151۔الف) بھیج رہا ہوں۔"

"تم یہ نہیں کر سکتے!"

"ہاں، میں (خود) یہ نہیں کر سکتا۔ اسی لیے اپنی جگہ تمہیں بھیج رہا ہوں۔ امکان بھی ہے کہ میں خود اس سے یہ نہیں کہہ سکوں گا۔"

"اور تم کہاں جاؤ گے؟"

"واپس بدرو میں۔"

"تمہارا مطلب ہے گروشینکا کے پاس؟" الیوشا نے اس کے ہاتھ پکڑتے ہوئے پُر ملال لہجے سے کہا۔ "تو کیا رکیتن واقعی سچ کہہ رہا تھا؟ اور میں سمجھے بیٹھا تھا کہ تم گروشینکا پر جس طرح ریجھے ہوئے ہو وہ محض وقتی ابال ہے جو اب بیٹھ چکا ہوگا۔"

"کیا کوئی منگیتر محض وقتی طور پر کسی دوسری عورت پر فریفتہ ہو سکتا ہے؟ کیا ایسا ممکن ہے اور وہ بھی اتنے کھلے عام؟ بہرحال ابھی مجھ میں کچھ عزت نفس موجود ہے۔ میں اتنی بات سمجھتا ہوں کہ جس لمحے میری گروشینکا کے ساتھ ملاقاتیں شروع ہوئیں، وہ میری منگنی کا نقطۂ اختتام ہی نہیں تھا بلکہ میں باعزت آدمی بھی نہیں رہا تھا۔ مجھے اس طرح گھور گھور کر مت دیکھو! سنو، جب میں پہلی

مرتبہ اس (گروشینکا) کے ہاں گیا تھا تو میرا ارادہ اس کی ٹھکائی کرنے کا تھا۔ مجھے معلوم ہوا تھا اور اب تو یقین ہو چلا تھا کہ وہ سٹاف کیپٹن (152)، جو ابا کا دلال تھا، اس خیال سے میرا پرومیسری نوٹ اس کے پاس لے گیا تھا کہ وہ چند لوگوں کی موجودگی میں مجھے ذلیل کرنے اور میرا منہ بند کرنے کے لیے مجھ سے اس پرومیسری نوٹ کی ادائیگی کا مطالبہ کرے گی۔ ان سب کا مقصد مجھے محض ڈرانا دھمکانا تھا۔ چنانچہ میں سیدھا گروشینکا کے ہاں چلا گیا تاکہ اس کی کچھ پٹائی کرسکوں۔ میں اسے ادھر ادھر پہلے ہی دیکھ چکا تھا، دیکھنے میں اس کا حسن ہوش ربا نہیں۔ جس پیرانہ سال تاجر کے ساتھ وہ رہتی تھی میں اسے جانتا تھا۔ وہ ستر ابہترا ہو چکا تھا اور بیمار رہنے لگا تھا، اور اپنی موت پر اس نے گروشینکا کے لیے اچھی خاصی رقم چھوڑ جانا تھا۔ مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ وہ روپیہ بنانے کی بڑی شوقین ہے، دوسروں کو ناقابل برداشت حد تک شرح سود پر قرض دیتی ہے، پوری ٹھگ ہے اور بے رحم کتیا ہے۔ میں اس کی ٹھکائی کرنے اس کے گھر چلا گیا۔ پٹائی تو خیر میں کیا کرتا، الٹا اس کے گھر ٹک گیا۔ بجلی کڑکی، بخار نے حملہ کیا اور طاعون بن کر مجھ سے چمٹ گیا۔ یہ ابھی تک مجھ سے چمٹا ہوا ہے۔ میں اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ میری تقدیر پر مہر لگ چکی ہے اور یہی معاملے کا انجام ہے۔ پہیہ اپنا چکر پورا کر چکا تھا اور دوبارہ وہیں پہنچ گیا تھا جہاں سے چلا تھا۔ چنانچہ میں اس طرح وہاں پھنس گیا۔ پھر ہوا یوں کہ مجھ بدقسمت اور ناچیز شخص کو بالکل غیر متوقع طور پر کہیں سے تین ہزار روبل مل گئے۔ ہم دونوں سیدھے مکرائی چلے گئے جو یہاں سے پچیس ورسٹ دور ہے۔ ہم نے وہاں کے تمام کسانوں، ان کی بیویوں اور بیٹیوں اور چند جپسیوں کو دعوت پر بلایا۔ شیمپین کی بوتلیں کھلیں اور ہم سب نشے میں دھت ہو گئے۔ پھر جوا شروع ہو گیا اور میرے ہزاروں روبل پار ہو گئے۔ تین دنوں میں میں بالکل کنگال ہو گیا لیکن ہمت نہ ہاری۔ تمہارے خیال میں مجھے کچھ حاصل بھی ہوا؟ میرا جواب ہے کہ نہیں، بالکل نہیں۔ اس نے کبھی مجھے اپنے قریب پھٹکنے بھی نہ دیا۔ سنو، میں تمہیں بتاتا ہوں: اس عورت کا جسم کوئی جسم ہے! اس شیطان کی بچی کے سارے جسم پر سر سے لے کر پاؤں تک قوسیں ہی قوسیں ہیں، یہاں تک کہ اس کے بائیں پاؤں کی چھنگلیا بھی پوری قوس ہے، میں نے اس چھنگلیا کو دیکھ لیا اور اسے چوم لیا۔ مگر میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا۔ اس نے مجھ سے کہا، 'اگر تم چاہو تو میں تم سے شادی کر سکتی ہوں کیونکہ تم بالکل کنگلے ہو۔ تم صرف اتنا کہہ دو کہ تم میری پٹائی کبھی نہیں کرو گے، مجھے اپنی مرضی کرنے دو گے اور پھر شاید میں تم سے نکاح کرلوں گی۔' وہ ہنس پڑی — اور وہ ابھی تک ہنسے جا رہی ہے!"

دمتری فیودوروچ یوں اٹھ کر کھڑا ہو گیا جیسے اس پر جنون طاری ہو گیا ہو۔ اس کی کیفیت ایک ایسے شخص کی تھی جو اچانک مدہوش ہو گیا ہو۔ اس کی آنکھیں اچانک بالکل سرخ ہو گئیں جیسے ان

میں خون اتر آیا ہو۔

"کیا تم واقعی اس سے شادی کرنا چاہتے ہو؟"

"اگر وہ مان جائے تو فوراً کر لوں گا۔ اگر وہ نہیں مانی، پھر بھی اسی کے پاس پڑا رہوں گا۔ میں اس کے چھوٹے موٹے کام کرتا رہوں گا۔ الیوشا، تمہیں... تمہیں..." اس کی زبان قدرے لڑکھڑا گئی، اس نے اسے کندھوں سے پکڑا اور اسے اچھا خاصا جھنجھوڑ دیا۔ "تمہیں اندازہ ہے، معصوم بچے، یہ سب ہذیان ہے، خالص ہذیان ہے کیونکہ یہ المیہ ہے؟ الیوشا، تم جان لو، ممکن ہے میں بہت کمینہ آدمی ہوں، بھٹکی ہوئی روح ہوں، گھٹیا جذبات کا اسیر ہوں، لیکن میں، دمتری کرامازوف، معمولی چور، گرہ کٹ، سارق کبھی نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن اب تم خود دیکھ سکتے ہو کہ میں معمولی چور، گرہ کٹ، سارق بن چکا ہوں! عین اس وقت جب میں ٹھکائی کے ارادے سے گروشینکا کے پاس جانے کا عزم باندھ رہا تھا، کاتریا ایوانوونا نے بڑی راز داری سے مجھے پیغام بھیجا (راز داری سے اس لیے تاکہ کسی کو معلوم نہ ہو سکے، کیوں معلوم نہ ہو سکے مجھے کچھ اندازہ نہیں، اس کی اپنی وجوہ ہوں گی) کہ میں صوبائی صدر مقام جاؤں اور اس کی بہن اگافیا ایوانوونا کو ماسکو کے پتے پر تین ہزار روبل بذریعہ ڈاک بھیج دوں ــــ یہ رقم مجھے وہاں کے ڈاک خانے میں اس لیے جمع کرانا تھی تاکہ اس قصبے کے کسی بھی شخص کو اس بارے میں کچھ معلوم نہ ہو سکے۔ میں نے تین ہزار روبل جیب میں ڈالے اور گروشینکا کے پاس چلا گیا۔ یہی وہ رقم ہے جسے لے کر ہم کرائی گئے تھے۔ بعد ازاں میں نے جھوٹ موٹ کہہ دیا کہ میں شہر گیا تھا لیکن میں نے اسے ڈاک خانے کی رسید نہ دی اور نہ ابھی تک دی ہے کیونکہ میں نہایت آسانی سے بہانہ بنا دیتا ہوں کہ 'بھول گیا ہوں۔' خیر، اگر آج تم اس کے پاس چلے جاؤ (جاؤ گے نا؟) اور اس سے کہو، 'اس نے تمہیں آخری سلام بھیجا ہے،' اور وہ تم سے پوچھے، 'اور اس رقم کا کیا بنا؟' تو تم اسے جواب دے سکتے ہو، 'وہ تو بڑا ذلیل ہے، نفس پرست ہے، خبیث ہے، اسے اپنی نفسانی خواہشات پر کوئی قابو ہی نہیں۔ اس نے تمہارے روپے کا منی آرڈر نہیں کیا تھا، وہ تو اسے کھا پی چکا ہے، اس پر موج اڑا چکا ہے کیونکہ وہ جانور ہے بڑا جانور، اسے اپنے اوپر کوئی قابو نہیں۔' تاہم مزید برآں تم یہ کہہ سکتے ہو، 'لیکن وہ چور نہیں ہے، یہ رہے تمہارے تین ہزار روبل، وہ انہیں واپس کر رہا ہے، تم انہیں ڈاک کے ذریعے خود اگافیا ایوانوونا کو بھیج سکتی ہو، اور ہاں، چلتے چلتے یاد آیا وہ تمہیں آخری سلام بھیج رہا ہے۔' وہ تمہاری بات کا کوئی خاص جواب نہیں دے گی، صرف یہ کہہ پائے گی، 'خیر، وہ روپیہ کہاں ہے؟'"

"متیا، اتنا بالکل واضح ہے کہ تم ناخوش ہو، رنجیدہ ہو، لیکن حالات اتنے خراب نہیں جتنے کہ تم سمجھتے ہو۔ خدا کے لیے مایوسی کو اپنے اوپر غالب نہ آنے دو!"

"تمہارے خیال میں میں کیا کرنے والا ہوں، اگر مجھے اسے واپس کرنے کے لیے تین ہزار روبل نہ ملے تو میں اپنے آپ کو گولی مار لوں گا؟ خیر، فکر مت کرو، میں اپنے آپ کو گولی نہیں ماروں گا، اس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ فی الحال مجھ میں اس کا حوصلہ ہی نہیں، شاید بعد میں میں یہ کام بھی کر گزروں۔ اب تو میں گروشینکا سے ملنے جا رہا ہوں... دنیا جائے جہنم میں، مجھے کیا!"

"جب تم وہاں پہنچ جاؤ گے پھر کیا کرو گے؟"

"میں اس کا خاوند بنوں گا، میں ثابت کر دوں گا کہ میں اس کا خاوند بننے کا مستحق ہوں اور جب اس کا کوئی عاشق آئے گا میں دوسرے کمرے میں چلا جایا کروں گا۔ میں اس کے چاہنے والوں کے کیچڑ آلود بوٹ صاف کیا کروں گا، میں سماوار کے نیچے کوئلے جلایا کروں گا، میں اس کے سندیسے پہنچایا کروں گا، اس کے لیے سودا سلف خرید کر لایا کروں گا..."

"کاتریا ایوانوونا یہ سب کچھ سمجھ جائے گی،" الیوشا نے سنجیدگی سے کہا۔ "وہ انتہائی ذہین خاتون ہے۔ وہ تمہارے رنج و الم کی گہرائی کی تفہیم کر لے گی اور وہ تمہیں معاف کر دے گی۔ وہ بڑی دردمند اور غم خوار ہے، زبردست قوت برداشت کی مالک ہے اور وہ اپنے آپ سمجھ جائے گی کہ تم سے زیادہ رنجیدہ اور ناشاد شخص ہو ہی نہیں سکتا۔"

"وہ ہر چیز معاف نہیں کرے گی،" متیا نے دانت کوستے ہوئے کہا۔ "میرے برادر خورد، بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو کوئی بھی عورت معاف نہیں کر سکتی۔ تمہیں معلوم ہے بہترین بات کیا ہوگی؟"

"کیا؟"

"تین ہزار روبل کی واپسی۔"

"تم اتنی بڑی رقم لاؤ گے کہاں سے؟ سنو، میرے پاس دو ہزار روبل ہیں، ایک ہزار ایوان دے دے گا، یوں تین ہزار بن جاتے ہیں۔ یہ لے لو اور اسے دے دو۔"

"اور یہ تمہارے تین ہزار مجھے ملیں گے کب؟ تم ابھی (قانونی طور پر) نابالغ ہو (اور یوں تمہیں رقم نہیں مل سکتی) اور ادھر یہ بات انتہائی اہم ہے کہ تم آج ہی اس کے پاس جاؤ اور میری طرف سے اسے منگنی توڑنے کی اطلاع دے دو۔ روپیہ واپس کیا جا سکتا ہے یا نہیں، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ حالات جس نہج پر پہنچ چکے ہیں ان کے پیش نظر میں یہ کام مزید ملتوی کرنے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ کل بہت دیر ہو جائے گی۔ یوں کرو کہ میری طرف سے ابا کے پاس چلے جاؤ۔"

"ابا کے پاس؟"

"ہاں، اس کے پاس جانے سے پہلے ابا کے پاس جاؤ اور اس سے تین ہزار مانگ لو!"

"مگر متیا، تم جانتے ہو کہ وہ اتنی بڑی رقم مجھے نہیں دیں گے۔"

''ہاں، بہت اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ اتنی بڑی رقم تمہیں کبھی نہیں دے گا۔ الیکسی، تمہیں معلوم ہے مایوسی کیا ہوتی ہے؟''

''بالکل معلوم ہے۔''

''سنو، قانونی طور پر اس کے ذمے میری کوئی رقم نہیں بنتی۔ میں جانتا ہوں میرا جو حصہ بنتا تھا وہ مجھے مل چکا ہے۔ لیکن اخلاقی طور پر میرا اس پر کچھ نہ کچھ حق بنتا ہے، نہیں؟ اتنا تو طے ہے کہ اس نے میری ماں کے اٹھائیس ہزار روبل سے اپنا کاروبار شروع کیا تھا اور ایک لاکھ روبل کما لیے ہیں۔ اگر وہ ان اٹھائیس ہزار میں سے مجھے صرف تین ہزار روبل دے دے تو وہ میری روح کو جہنم کی آگ سے بچا لے گا۔ اس سے اس کے گناہوں کی بھی اچھی خاصی تلافی ہو جائے گی! جہاں تک میرا تعلق ہے میں تین ہزار پر مطمئن ہو جاؤں گا۔ میں تم سے پکا وعدہ کرتا ہوں، اور میں اسے آئندہ کبھی پریشان نہیں کروں گا۔ میں اسے باپ کا رویہ اختیار کرنے کا آخری موقع دے رہا ہوں۔ اسے بتا دو کہ خود خداوند نے اسے یہ موقع فراہم کر دیا ہے۔''

''متیا، میں انہیں خواہ کچھ ہی کیوں نہ کہوں وہ یہ رقم تمہیں نہیں دیں گے۔''

''میں جانتا ہوں کہ وہ بالکل نہیں دے گا، خاص طور اب تو وہ کسی صورت بھی نہیں دے گا۔ مزید برآں مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ اسے بالکل حال ہی میں، بلکہ شاید کل پہلی مرتبہ سنجیدگی سے احساس ہوا ہے (غور سے سنو، میں 'سنجیدگی سے' کہہ رہا ہوں) کہ عین ممکن ہے کہ گروشینکا حقیقتاً مذاق نہ کر رہی ہو بلکہ شاید جلد بازی میں آ کر مجھ سے شادی کرنے پر تیار ہو گئی ہو۔ ابا کو معلوم ہے کہ وہ بڑی چالباز ہے، دوسروں کو الو بنا جانتی ہے اور ہر کسی سے دوستیاں گانٹھنے کے فن میں طاق ہے۔ پھر تم خود ہی بتاؤ کہ جب وہ خود اس پر دیوانہ وار فدا ہو رہا ہے، وہ اس واقعے کو ظہور میں لانے کے لیے اتنی بڑی رقم دے کر میری مدد کیوں کرے گا؟ لیکن بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی مجھے ابھی تم سے اور بھی کچھ کہنا ہے۔ میری اطلاع یہ ہے کہ پانچ روز قبل اس نے سو سو روبل کے نوٹوں کی صورت میں بینک سے تین ہزار کی رقم نکلوائی تھی۔ اس نے یہ رقم خاصے بڑے لفافے میں رکھی، اس پر پانچ مہریں لگائیں اور دونوں طرف سے اسے سرخ ربن سے باندھ دیا۔ کچھ سمجھے؟ مجھے سب تفصیلات کا بالکل صحیح صحیح علم ہے! لفافے کے اوپر لکھا ہوا ہے: 'اپنی فرشتہ صفت گروشینکا کے لیے بشرطیکہ وہ یہاں میرے پاس آ جائے۔' اس نے یہ کلمات نہایت رازداری سے خود لکھے تھے۔ اور اس کے ملازم سمردیاکوف کے سوا، جس کی دیانت داری پر اسے ذرہ برابر شک نہیں، کوئی نہیں جانتا کہ اس کے پاس اتنی بڑی رقم ہے۔ اور وہ گزشتہ تین چار روز سے اس امید میں گروشینکا کا انتظار کر رہا ہے کہ وہ لفافے کی خاطر چلی آئے گی کیونکہ وہ اسے اس کے متعلق بتا چکا ہے اور وہ بھی اسے پیغام

بھیج چکی ہے: 'شاید میں آ سکوں۔' یوں اگر وہ بڈھے کے پاس چلی گئی، اس کے ساتھ شادی کرنے کا میرا منصوبہ خاک میں مل جائے گا، ٹھیک؟ چنانچہ تم اب سمجھ گئے ہو گے کہ میں یہاں کیوں چھپا ہوا ہوں اور چپکے چپکے نگرانی کیوں کر رہا ہوں؟''

''اس (گروشینکا) کے لیے؟''

''ہاں، اس کے لیے۔ فوما نے ان بوڑھی بیبیوں سے، جو مکان کی مالک ہیں، یہاں ایک کوٹھڑی کرائے پر لے رکھی ہے۔ فوما سابق فوجی ہے اور اسی علاقے کا رہنے والا ہے۔ رات کو وہ ان عورتوں کے لیے چوکیدار کے فرائض سر انجام دیتا ہے اور دن کو گراؤس کے شکار پر نکل جاتا ہے۔ ان کا ذریعہ معاش بس یہی دو چیزیں ہیں۔ فی الحال اس کی کوٹھڑی میں میں قیام پذیر ہوں۔ نہ تو اسے اور نہ مکان کی مالکوں کو اصل بات کا علم ہے ـــ یعنی کہ میں یہاں نگرانی کر رہا ہوں۔''

''صرف سمردیاکوف کو معلوم ہے؟''

''ہاں، اگر وہ ابا کے ہاں گئی تو وہ مجھے مطلع کر دے گا۔''

''لفافے کے متعلق اسی نے تمہیں بتایا تھا؟''

''ہاں، یہ بہت بڑا راز ہے۔ ایوان کو بھی رقم یا کسی دوسری چیز کا کچھ علم نہیں۔ ابا چاہتا ہے کہ وہ (ایوان) دو تین دن کے لیے چرماشنیا (152۔الف) چلا جائے۔ ایک گاہک مل گیا ہے جو عمارتی لکڑی کے درختوں کو آٹھ ہزار روبل کے عوض خریدنے اور کاٹنے پر تیار ہو گیا ہے، چنانچہ ابا ایوان سے اصرار کر رہا ہے، 'میری مدد کرو اور دو تین دن کے لیے وہاں چلے جاؤ۔' لیکن اصل بات کچھ اور ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ جب گروشینکا آئے، وہ وہاں موجود نہ ہو!''

''تو انہیں توقع ہے گروشینکا آج آئے گی؟''

''نہیں، وہ آج نہیں آئے گی، کم از کم میرا ابھی خیال ہے۔ اصل پوچھو تو مجھے پورا یقین ہے کہ وہ بالکل نہیں آئے گی!'' متیا نے اچانک چیختے ہوئے کہا۔ ''سمردیاکوف کا بھی یہی خیال ہے۔ ابا اس وقت ایوان کے ساتھ کھانے کی میز پر بیٹھا ہو گا اور پی پی کر اپنے اوپر نشہ طاری کر رہا ہو گا۔ الیوشا، جاؤ اور اس سے تین ہزار مانگو...''

''میرے پیارے بھائی، متیا، تمہیں ہو کیا گیا ہے؟'' الیوشا نے اچھلتے اور دمتری فیودوروچ کے مجنونانہ چہرے پر نظریں گاڑتے ہوئے کہا۔ ایک لمحے کے لیے الیوشا کے دل میں خیال آیا کہ وہ (دمتری) شاید اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا ہے۔

''فکر نہ کرو، میں پاگل نہیں ہوا۔'' دمتری فیودوروچ نے اس پر سنجیدہ اور چبھ جانے والی نظریں جماتے ہوئے کہا۔ ''درست، میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ تم ابا کے ہاں جاؤ اور مجھے معلوم ہے کہ

میں کیا کر رہا ہوں۔ مجھے معجزوں پر یقین ہے۔"

"معجزے؟"

"خدائے پروردگار کے معجزے۔ خداوند جانتا ہے کہ میرے دل میں کیا ہے، وہ میری ساری مایوسی کو دیکھ رہا ہے۔ وہ اس سارے منظر کو دیکھ رہا ہے۔ وہ بھلا کوئی بُری چیز وقوع پذیر نہیں ہونے دے گا؟ الیوشا، مجھے معجزوں پر یقین ہے۔ چلو، اب تم جاؤ!"

"میں چلا جاتا ہوں، کیا تم یہیں انتظار کرو گے؟"

"ہاں، میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس میں وقت لگے گا۔ تم یہ کرنے سے تو رہے کہ جاتے ہی اس سے پوچھنا شروع کر دو۔ وہ اب پی پی کر مدہوش ہوتا جا رہا ہوگا۔ میں تین، چار، پانچ، چھ، بلکہ سات گھنٹے بھی انتظار کروں گا ـــ لیکن اتنا یاد رکھو کہ رقم ملے یا نہ ملے، تمہیں آج ہی، خواہ آدھی رات ہی کیوں نہ ہو جائے، کاترینا ایوانوونا کے ہاں لازماً جانا اور اسے میرا سلام پہنچانا ہوگا۔ تمہیں میرا پیغام لفظ بہ لفظ دہرانا ہوگا: 'اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں تمہیں آخری سلام پہنچا دوں۔'"

"لیکن میتیا، فرض کرو آج گروشینکا آ جاتی ہے... اگر آج نہیں تو کل، کل نہیں تو پرسوں؟"

"گروشینکا؟ اسی کا تو میں یہاں انتظار کر رہا ہوں۔ میں بزور مکان کے اندر گھس جاؤں گا اور اسے روک لوں گا..."

"لیکن اگر...."

"اس صورت میں کوئی مارا جائے گا۔ میں یہ برداشت نہیں کر پاؤں گا۔"

"مارا کون جائے گا؟"

"ابا، اسے (گروشینکا کو) تو مارنے سے رہا۔"

"میتیا، تمہیں اندازہ ہے تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"میرا خیال ہے کہ نہیں۔ میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا... شاید میں ابا کا خون نہ کروں، شاید کر ڈالوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ جونہی میری نگاہیں اس کے چہرے پر پڑیں، مجھے گھن آنے لگے گی۔ مجھے اس کی بڑھی ہوئی توند، اس کی ناک، اس کی آنکھوں، اس کی بدلحاظ مسخریوں، غرضیکہ اس کی ہر چیز سے نفرت ہے۔ مجھے جسمانی طور پر کراہت ہونے لگتی ہے۔ جس چیز سے مجھے خوف آ رہا ہے وہ یہ ہے کہ میں اپنے اوپر قابو نہیں رکھ سکوں گا۔"

"میتیا، میں چلا جاؤں گا۔ مجھے یقین ہے کہ خداوند کچھ ایسا انتظام کر دے گا کہ ہر چیز انجام کار بہتری پر منتج ہوگی، وہ کوئی ناخوشگوار واقعہ نہیں ہونے دے گا۔"

"اور میں یہیں ٹھہرا رہوں گا اور کسی معجزے کا انتظار کرتا رہوں گا۔ لیکن اگر کوئی معجزہ رونما نہ

ہوا، پھر..."

الیوشا گہری سوچ میں مستغرق اپنے باپ کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔

6

سمردیاکوف

اور اس نے دیکھا کہ اس کا باپ واقعی ابھی تک کھانا کھانے میں مصروف تھا ـــ حالانکہ گھر میں اچھا بھلا ڈائننگ روم موجود تھا، وہ حسبِ معمول سٹنگ روم میں بیٹھا ہوا تھا۔ سٹنگ روم گھر میں سب سے بڑا کمرا تھا اور اس کی آرائش دقیانوسی انداز سے کی گئی تھی۔ فرنیچر بے حد پُرانا اور گھسا پٹا تھا، یہ سفید لکڑی سے بنا ہوا تھا اور اس پر سرخ ساٹن کے غلاف چڑھے ہوئے تھے جن کا رنگ پھیکا پڑ چکا تھا۔ دریچوں کے مابین پیچیدہ نقش و نگار سے مزین قدیم الوضع چوکھٹوں کے اندر، جن پر سفید اور سنہری رنگ کیا گیا تھا، آئینے آویزاں تھے۔ دیواروں پر، جن کا سفید دیواری کاغذ پہلے ہی جگہ جگہ اکھڑ اور پھٹ چکا تھا، دو بڑے بڑے پورٹریٹ لٹک رہے تھے۔ ان میں سے ایک کسی پرنس (153) کا تھا جو تقریباً تیس برس قبل مقامی گورنر جنرل کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے چکا تھا۔ دوسرا کسی آرچ بشپ کا تھا۔ وہ بھی کبھی کا راہیِ ملکِ عدم ہو چکا تھا۔ دروازے کے قریب ترین کونے میں متعدد ایقونے سجے ہوئے تھے۔ ان کے سامنے رات کو چراغ روشن کر دیا جاتا تھا ـــ ویسے اس چراغ کو جلانے میں مذہبی عقیدت کا اتنا دخل نہیں تھا جتنا کمرے کو روشن کرنے کا جذبہ کارفرما تھا۔ فیودر پاولووچ رات ڈھلنے کے خاصی دیر بعد، کوئی دو تین بجے، بعض اوقات چار بجے صبح، سونے کے لیے بستر پر دراز ہوتا تھا۔ وہ اتنی رات گئے تک یا تو اپنی کرسی پر بیٹھا کچھ سوچتا رہتا اور یا پھر کمرے میں اِدھر اُدھر چکر لگاتا رہتا۔ یہ اس کی عادت بن چکی تھی۔ اگرچہ سمردیاکوف عام طور پر رات اس کے پاس گزارتا تھا (وہ ڈیوڑھی میں صندوق پر سوتا تھا)، فیودر پاولووچ اکثر گھر میں اکیلا ہی ہوتا تھا کیونکہ وہ ملازمین کو بیرونی کوارٹر میں بھیج دیا کرتا تھا۔

جب الیوشا پہنچا، ڈِنر ختم ہو چکا اور کافی اور ڈبوں میں بند پھل میز پر رکھے جا چکے تھے۔ فیودر پاولووچ کو ڈِنر کے بعد اپنی برانڈی کے ساتھ کوئی میٹھی چیز کھانا بہت پسند تھا۔ ایوان فیودورووچ بھی میز پر بیٹھا کافی کی چسکیاں لے رہا تھا۔ ملازمین گریگوری اور سمردیاکوف قریب کھڑے تھے۔

مالک اور ملازم میں دونوں پر غیر معمولی شگفتگی کی کیفیت طاری تھی۔ فیودر پاولووچ نے اپنے بلند بانگ قہقہوں سے چھت سر پر اٹھا رکھی تھی: الیوشا کو وہ کانوں کے پردے پھاڑ دینے والی آواز، جس سے وہ اتنا مانوس تھا، پورچ میں ہی سنائی دینے لگی تھی اور وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ اس کے باپ کے نشے میں غرق ہونے میں ابھی خاصی دیر ہے اور وہ فی الحال محض دل لگی کرنے پر مائل ہے۔

"لو، وہ آ گیا! وہ آ گیا!" فیودر پاولووچ نے مسرت کے عالم میں بلند آواز سے چلاتے ہوئے کہا۔ الیوشا کو دیکھ کر اس کی باچھیں کھِل گئی تھیں۔ "آؤ اور ہمارے ساتھ گفتگو میں شامل ہو جاؤ۔ بیٹھو اور کافی پیو —— فکر نہ کرو، اس میں دودھ نہیں ڈالا گیا، اب سوز ہے، بالکل ابھی ابھی تیار ہوئی ہے! میں تمہیں برانڈی پیش نہیں کروں گا —— تم روزے رکھ رہے ہو، پھر بھی تھوڑی بہت تو پینا چاہو گے ہی، ٹھیک؟ نہیں، اس کی بجائے میں تمہارے لیے کچھ میٹھی اور خوشبودار شراب انڈیلتا ہوں، یہ بہت اعلیٰ قسم کی ہے! سمردیاکوف، الماری کھولو، یہ دائیں طرف کے دوسرے خانے میں پڑی ہے —— یہ رہیں چابیاں، جلدی کرو!"

الیوشا نے میٹھی شراب پینے سے انکار کر دیا۔

"بہرحال ہم اسے گلاسوں میں انڈیلیں گے ہی، تم نہیں پیو گے تو ہم پی لیں گے،" فیودر پاولووچ نے چہکتے ہوئے کہا۔ "ٹھہرو، تم نے کھانا کھایا یا نہیں؟"

"ہاں، میں کھا چکا ہوں،" الیوشا نے جواب دیا حالانکہ سچی بات یہ ہے کہ اس نے صدر راہب کے باورچی خانے میں ایک سوکھا سڑا توس کھایا تھا یا پھر ایک گلاس کواس (154) پیا تھا۔ "تاہم میں ایک کپ کافی بخوشی پی لوں گا۔"

"بہت اچھا، میرے پیارے بیٹے، تم کافی ہی پیو گے۔ کیا ہم اسے گرم کر دیں؟ ویسے ضرورت تو کوئی نہیں، یہ ابھی تک گرم ہے۔ یہ بہت عمدہ کافی ہے، سمردیاکوف نے بنائی ہے۔ اگر کافی یا مچھلی کی پائیاں بنانا ہوں تو سمردیاکوف سے کہو، اس کا کوئی جواب نہیں، وہ فن کار ہے۔ یہی بات اس کے مچھلی کے سوپ کے متعلق کہی جا سکتی ہے۔ تم کسی روز مچھلی کا سوپ پینے آؤ لیکن مجھے پیشگی اطلاع کر دینا... ٹھہرو، ایک منٹ ٹھہرو، میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ اپنا بوریا بستر سمیت کر آج ہی گھر چلے آؤ؟ اپنا بستر وغیرہ لے آئے ہو، کیوں... کیوں... کیوں..."

"نہیں، میں نہیں لایا،" الیوشا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن آج صبح تم پر خوف سوار ہو گیا تھا؟ ہو گیا تھا نا، ہو گیا تھا نا؟ میرے پیارے بچے، چاہے مجھے کوئی ساری دنیا بھی دے دے میں کوئی ایسا کام نہیں کروں گا جس سے تمہارے جذبات کو ٹھیس پہنچے۔ دیکھو، ایوان، دیکھو، یہ تمہیں کس طرح نگاہیں جما کر دیکھ رہا اور مسکرا رہا ہے۔ جب یہ اس

طرح دیکھتا اور مسکراتا ہے، آدمی بالکل ڈھیر ہو جاتا ہے، میرا سارا اندرونی وجود اس کے ساتھ مل کر کھِلنے لگتا ہے۔ مجھے واقعی اس سے محبت ہے! الیوشا، آؤ، میں تمہارے لیے پدرانہ دعائے خیر کرتا ہوں!"

الیوشا اٹھ کر کھڑا ہو گیا لیکن فیودر پاولووچ کے ذہن میں پہلے ہی اس سے بہتر خیال آ چکا تھا۔

"نہیں، نہیں، تم وہیں بیٹھ جاؤ۔ فی الحال میں تمہارے سر پر محض صلیب کا نشان بنانے پر اکتفا کروں گا۔ خیر، اب میں جو کچھ کرنے والا ہوں تم اس سے خوب لطف اندوز ہو گے —— ہنس ہنس کر تمہارے پیٹ میں بل پڑ جائیں گے۔ ہمارے بلعام کی گدھی (155) بول پڑی ہے —— اور ایک ایسے موضوع کے متعلق جو تمہیں دل سے عزیز ہے، وہ کیسے بڑھ بڑھ کر باتیں بنا رہی ہے، کیسے بڑھ بڑھ کر باتیں بنا رہی ہے!"

بلعام کی گدھی دراصل گدھا تھا اور یہ گدھا سمردیاکوف تھا۔ یوں تو وہ ابھی تک محض چوبیس برس کا نوجوان تھا لیکن وہ تھا بے حد گرم مزاج، غیر ملنسار، معاشرہ گریز اور کم آمیز۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ شرماتا تھا یا اسے کسی وجہ سے حجاب آتا تھا؛ اس کے برعکس وہ فطرتاً بددماغ تھا اور یوں نظر آتا تھا کہ وہ ہر کہ و مہ سے نفرت کرتا ہے۔ لیکن کہانی ایسے موڑ پر پہنچ چکی ہے کہ اس کے متعلق کچھ کہنے سے گریز کرنا ناممکن ہو گیا ہے۔ مارفا اگناتیونا اور گریگوری واسیلی ویچ نے اسے پالا پوسا تھا لیکن جیسا کہ گریگوری نے خود کہا تھا لڑکا "احسان مندی کے معمولی ترین جذبے کے بغیر" جوان ہو گیا تھا، وہ شوریدہ سر، غیر ملنسار اور معاشرہ گریز نوجوان تھا جو دنیا کو شک کی نگاہوں سے دیکھتا تھا اور سمجھتا تھا کہ وہ اس کے کسی کونے کھدرے میں پھندے میں پھنسا پڑا ہے۔ بچپن میں اسے بلیوں کو گلے میں رسی ڈال کر ہلاک کرنے اور پھر انہیں پورے تزک و احتشام سے دفن کرنے کا شوق تھا۔ وہ اپنے جسم کے اردگرد چادر لپیٹ لیتا جیسے یہ کوئی (پادریوں کے پہننے کا) اوپری جبہ ہو اور مردہ بلی کے اوپر عوددان سے ملتا جلتا برتن گھماتا کوئی حمد یا نغمہ گنگنانے لگتا۔ وہ یہ سب کچھ دوسروں کی نگاہوں سے چھپ کر کسی خفیہ جگہ کرتا تھا۔ ایک مرتبہ گریگوری نے اسے یہ حرکت کرتے دیکھ لیا اور ڈنڈے سے اس کی خوب دھنائی کی۔ لڑکا ایک کونے میں دبک کر بیٹھ گیا اور ایک ہفتہ وہیں بیٹھا رہا۔ اگر کوئی شخص اس کے قریب جاتا، وہ اسے بے زاری سے گھور گھور کر دیکھنے لگتا۔ "اس عفریت کے بچے کو ہم سے کوئی محبت نہیں،" گریگوری مارفا اگناتیونا سے کہا کرتا، "اسے ہم سے کیا، دراصل کسی سے بھی محبت نہیں... تم انسان کا بچہ نہیں ہو سکتے،" اس نے ایک مرتبہ سمردیاکوف سے براہ راست مخاطب ہو کر کہہ دیا، "تم انسان نہیں ہو، تم جانور کی غلاظت میں پلنے والے کیڑے مکوڑے

ہو۔ تم بس یہی کچھ ہو...." جیسا کہ بعد میں معلوم ہوا سمردیاکوف نے اسے اس کی اس بات پر کبھی معاف نہ کیا۔ گریگوری نے اسے پڑھنا لکھنا سکھایا اور جب وہ بارہ سال کی عمر کو پہنچا، وہ اسے کتاب مقدس کی تعلیم دینے لگا لیکن بہت جلد معلوم ہو گیا کہ یہ محض تضیع اوقات ہے۔ دوسرے تیسرے سبق کے بعد ہی ایک دن لڑکا کھلکھلا کر ہنسنے لگا۔

"یہ تم کھیسیں کیوں نکال رہے ہو؟" گریگوری نے اپنی عینک آنکھوں سے، جو شعلے برسا رہی تھیں، اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں، جناب۔ خداوند نے روشنی (156) تو پہلے ہی دن تخلیق کر دی لیکن سورج، چاند اور ستاروں کی باری چوتھے روز آئی۔ پھر پہلے روز روشنی کہاں سے آئی؟"

گریگوری بدحواس ہو گیا اور اس کی زبان کو تالا لگ گیا۔ لڑکا اپنے استاد کو تمسخرانہ انداز سے دیکھنے لگا۔ اس کی نگاہوں سے ایک قسم کی دیدہ دلیری بھی جھلک رہی تھی۔ گریگوری پر غصہ سوار ہو گیا اور وہ چلا کر بولا "میں بتاتا ہوں کہاں سے آئی تھی۔" اور اس نے اپنے شاگرد کے چہرے پر زنانے کا تھپڑ رسید کر دیا۔ لڑکے نے تھپڑ تو چپ چاپ برداشت کر لیا لیکن وہ ایک بار پھر اپنے کونے میں گھس گیا اور مزید کئی دن وہیں پڑا رہا۔ ایک ہفتے بعد اسے پہلی بار مرگی کا دورہ پڑا جو تاحیات اس کے لیے مصیبت کا باعث بنا رہا۔ جب فیودر پاولووچ کو اس بارے میں اطلاع ملی تو کچھ یوں نظر آنے لگا جیسے لڑکے کے متعلق اس کا رویہ یک دم تبدیل ہو گیا ہو۔ اس سے پہلے وہ اس کے ساتھ اچھا خاصا اغماض برتا کرتا تھا حالانکہ اس نے اسے کبھی جھڑکا نہیں تھا بلکہ جب کبھی وہ اسے دیکھتا تھا اسے ہمیشہ ایک کوپک تھما دیا کرتا تھا۔ جب کبھی اس کا مزاج خوشگوار ہوتا تھا وہ لڑکے کو دسترخوان سے کوئی میٹھی چیز بھیج دیا کرتا تھا۔ لیکن اب اس کی علالت کی خبر سن کر وہ اس کے متعلق سچی تشویش کا اظہار کرنے لگا اور اس نے اس کے علاج کے لیے ڈاکٹر بلا بھیجا، مگر مرض لاعلاج ثابت ہوا۔ اوسطاً اسے مہینے میں ایک بار بے قاعدہ وقفوں کے بعد دورہ پڑا کرتا تھا۔ شدت کے اعتبار سے بھی وہ ایک دوسرے سے مختلف ہوتے تھے ___ بعض بالکل ہلکے ہوتے تھے اور بعض انتہائی شدید۔

فیودر پاولووچ نے گریگوری کو سختی سے ہدایت کر دی کہ وہ آئندہ اسے جسمانی سزا دینے سے گریز کرے۔ اس نے لڑکے کو اپنے گھر آنے کی اجازت بھی دے دی۔ اس نے وقتی طور پر اسباق بھی بند کر دیے۔ ایک دفعہ، جب لڑکا پندرہ سال کا ہو چکا تھا، فیودر پاولووچ نے اسے کتابوں کی الماری کے قریب دبکے بیٹھے اور شیشے میں سے کتابوں کے نام پڑھتے دیکھا۔ فیودر پاولووچ کے پاس کتابوں کا خاصا بڑا ذخیرہ ___ تقریباً سو ___ تھا لیکن کسی نے اسے کتاب کھولتے دیکھا نہیں تھا۔ اس نے بلاتامل الماری کی چابی سمردیاکوف کو دے دی۔ "خیر، اگر تمہیں پڑھائی کا اتنا ہی شوق ہے تو

پھر ہو جاؤ شروع۔ تم اور کچھ نہیں تو میرے لائبریرین ہی بن سکتے ہو۔ گھر میں آوارہ گھومنے کی بجائے بہتر یہ ہے کہ تم یہاں بیٹھ جایا کرو اور کتابیں پڑھا کرو۔ اچھا، ذرا یہ پڑھ کر دکھاؤ" اور فیودر پاولووچ نے الماری سے ایک کتاب نکال لی جس کا نام "دیکنکا کے نزدیک ایک زرعی فارم پر چند شامیں" (157) تھا۔

لڑکے نے کتاب پڑھ تو لی لیکن وہ متاثر نہ ہوا۔ اس کے مطالعے کے دوران میں اس کے چہرے پر مسکراہٹ تک نہ آئی بلکہ جب وہ کتاب ختم کر چکا، اس کی طبیعت سخت منغض ہوئی اور اس کی بھویں تن گئیں۔

"تمہیں یہ خندہ آور معلوم نہیں ہوئی؟" فیودر پاولووچ نے پوچھا۔

سمردیاکوف چپ رہا۔

"احمق کے بچے، مجھے جواب دو۔"

"ان میں سے ایک بھی سچی نہیں،" سمردیاکوف نے کچھ اس انداز سے کہا جیسے وہ فیودر پاولووچ کو چڑانے کی کوشش کر رہا ہو۔

"اچھا، پھر جہنم میں جاؤ۔ تم نے بالکل وہی بات کی ہے جو عام طور پر بچے کہتے ہیں۔ ٹھہرو، بتاؤ، تم نے سمارا گدوف (158) کی Universal History پڑھی ہے؟ تمہیں یہ سچی معلوم ہو گی۔ جاؤ اور اسے پڑھو۔"

لیکن سمردیاکوف نے سمارا گدوف کے دس صفحات بھی نہ پڑھے؛ وہ اتنا ہی پڑھ کر سخت بے زار ہوا۔ چنانچہ کتابوں کی الماری کو دوبارہ تالا لگ گیا۔

چند ہی دنوں بعد مارفا اور گریگوری نے فیودر پاولووچ کو اطلاع دی کہ سمردیاکوف بے حد نازک مزاج اور باریک بین ہوتا جا رہا ہے۔ وہ ہر چیز میں مین میکھ نکالتا رہتا ہے اور اسے کچھ بھی آسانی سے پسند نہیں آتا۔ وہ سر جھکا کر میز پر بیٹھا رہتا ہے اور بڑے انہماک سے سوپ میں چمچ ہلاتا رہتا ہے جیسے کوئی چیز تلاش کر رہا ہو۔ پھر وہ ایک چمچ بھرتا ہے اور اسے روشنی کے سامنے کئے رکھتا ہے۔"

"کیا ہے؟ کاکروچ؟" گریگوری اس سے پوچھتا۔

"شاید مکھی،" مارفا حاشیہ آرائی کرتی۔

نازک مزاج اور باریک بین نوجوان کوئی جواب نہ دیتا بلکہ وہ دو قدم اور آگے چلا جاتا اور ڈبل روٹی، گوشت اور باقی انواع و اقسام کے کھانوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کرتا۔ وہ لقمہ کانٹے پر رکھتا، اسے روشنی کے سامنے لاتا اور اس کا اچھے غور سے جائزہ لینے لگتا جیسے وہ اس کا خوردبین سے

معائنہ کر رہا ہو۔ فیصلے پر پہنچنے اور بالآخر اسے اپنے منہ میں ڈالنے کا خطرہ مول لینے میں خاصا وقت لگا دیتا۔

"اس کی شکل تو دیکھو،" گریگوری اسے بغور دیکھتے منہ ہی منہ میں بڑبڑاتا، "سمجھتا ہے شاید یہ کسی نواب کا فرزندِ ارجمند ہے!"

جب فیودر پاولووچ نے نوجوان کے نئے نخروں کے بارے میں سنا تو اس نے دل میں ٹھان لی کہ وہ اسے باورچی بنا کر ہی دم لے گا۔ چنانچہ اس نے اسے تربیت کی غرض سے ماسکو بھیج دیا۔ وہاں وہ کئی سال طباخی سیکھتا رہا اور جب واپس آیا تو اس کا حلیہ اچھا خاصا تبدیل ہو چکا تھا۔ پتہ نہیں کیسے لیکن وہ بہر حال غیر معمولی طور پر معمر دکھائی دینے لگا تھا؛ اس کے چہرے اور جسم کے دیگر حصوں پر وقت سے کئی سال پہلے ہی جھریاں پڑ چکی تھیں اور زردی کھنڈ چکی تھی۔ شکل صورت کے اعتبار سے وہ مخنث (158الف) نظر آنے لگا تھا۔ جذباتی طور پر اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی، وہ جیسا جاتے وقت پر تھا ویسا ہی واپسی پر تھا پہلے ہی کی طرح غیر ملنسار، معاشرہ گریز اور دوسروں کی صحبت سے دور بھاگنے والا۔ معلوم ہوا کہ وہ ماسکو میں بھی کسی سے گھلتا ملتا نہیں تھا، بالکل الگ تھلگ رہتا تھا۔ ماسکو اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکا تھا اور نہ اپنے میں اس کی دلچسپی ابھار سکا تھا۔ چنانچہ سمردیاکوف نے اگرچہ شہر کو مطلق نظر انداز تو نہیں کیا تھا مگر اس میں دلچسپی بھی کوئی خاص نہیں لی تھی۔ ایک مرتبہ وہ تھیٹر بھی چلا گیا تھا لیکن جب واپس آیا تو بجھا بجھا، کبیدہ خاطر اور غیر مطمئن تھا۔ تاہم اگر انصاف سے کام لیا جائے تو یہ کہنا نا مناسب نہیں ہوگا کہ اس نے ماسکو سے کچھ نہ کچھ سیکھا ضرور تھا۔ جب وہ ماسکو میں اپنے قیام کے بعد واپس آیا تو دیدہ زیب کپڑوں میں ملبوس تھا۔ اس کا فراک کوٹ صاف ستھرا اور سفید قمیص بالکل بے داغ تھی۔ وہ دن میں دو مرتبہ اپنے کپڑوں پر برش پھیرتا تھا اور ایک خاص قسم کے انگریزی پالش سے اپنے بچھڑے کے چمڑے سے بنے ہوئے نفیس جوتوں کو چمکا کر بہت خوش ہوتا تھا۔ وہ اعلیٰ پائے کا باورچی ثابت ہوا۔ فیودر پاولووچ نے اس کی تنخواہ مقرر کر دی اور وہ یہ تقریباً ساری کی ساری کپڑوں، خوشبوؤں، کریموں جیسی اشیا۔ پر صرف کر دیتا۔ تاہم نظر یہ آتا تھا کہ وہ عورتوں سے بھی اتنی ہی نفرت کرتا ہے جتنی کہ مردوں سے۔ وہ ان کے ساتھ گھلنے ملنے سے گریز کرتا تھا اور سچ تو یہ ہے کہ وہ ان کے لیے ناقابلِ رسائی ہو چکا تھا۔ اس کے متعلق فیودر پاولووچ کی رائے میں رفتہ رفتہ تبدیلی رونما ہونے لگی۔ اصل بات یہ تھی کہ اس کے مرگی کے دورے بد سے بدتر ہوتے جا رہے تھے اور ان مواقع پر مارفا اگناتیونا کو کھانا پکانا پڑتا تھا جو فیودر پاولووچ کو ذرا بھی پسند نہیں آتا تھا۔

"یہ ان دنوں تمہیں اتنی کثرت سے دورے کیوں پڑنے لگے ہیں؟" وہ اس کے چہرے پر

سرسری نگاہیں ڈال کر اکثر اوقات پوچھتا رہتا۔ "تم شادی کیوں نہیں کر لیتے؟ کہو تو میں تمہارے لیے دلہن تلاش کروں؟ کیا خیال ہے؟"

لیکن اس قسم کی گفتگو سے سمردیاکوف کا خون کھول اٹھتا اور اس کی رنگت پیلی پڑ جاتی۔ وہ جواب دینے سے صاف انکار کر دیتا۔ فیودر پاولووچ اپنے کندھے اچکاتا کسی دوسری طرف چل پڑتا۔ اہم ترین بات یہ تھی کہ اسے اس کی دیانت داری پر پختہ یقین ہو چکا تھا، اسے ذرا سا شبہ نہیں رہا تھا کہ وہ نہ تو کبھی کوئی چیز اٹھائے گا اور نہ چرائے گا۔ ایک مرتبہ یوں ہوا کہ فیودر پاولووچ نشے کی حالت میں اپنے گھر کے صحن میں سے گزر رہا تھا کہ دھول میں اس کے تین سو روبل گر گئے جو اسے تازہ تازہ کہیں سے ملے تھے اور اسے اگلے دن تک اپنے نقصان کا کوئی احساس نہ ہوا۔ ابھی اس نے اپنی جیبیں الٹا پلٹنا شروع کی ہی تھیں کہ اچانک اس کی نظر نوٹوں پر پڑ گئی، وہ سارے کے سارے میز پر پڑے تھے۔ یہ کہاں سے آ گئے؟ انہیں سمردیاکوف اٹھا کر لایا تھا اور وہی انہیں گزشتہ شب میز پر رکھ گیا تھا۔

"واہ، برخوردار، میں نے تم جیسا شخص کبھی نہیں دیکھا،" اس نے جھلا کر کہا اور اسے دس روبل دے دیے۔ یہاں یہ مزید کہنا پڑے گا کہ اسے نہ صرف اس پر مکمل اعتماد تھا بلکہ وہ کسی وجہ سے اس کا شیدائی بھی بن گیا تھا حالانکہ وہ اسے بھی اسی طرح شبہے کی نظروں سے دیکھتا تھا جس طرح وہ دوسروں کو دیکھتا تھا اور یوں چپ سادھے رکھتا تھا جیسے اس نے نہ بولنے کی قسم کھا رکھی ہو۔ اگر وہ بات کرتا بھی تو بے حد مختصر اور وہ بھی خال خال مواقع پر۔ اگر اس زمانے میں کوئی شخص جاننا چاہتا کہ سمردیاکوف کی دلچسپی کس چیز میں ہے اور دراصل اس کے دل میں کیا ہے تو اسے زبردست ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا کیونکہ اس کے خدوخال سے کوئی اندازہ لگانا قطعاً ناممکن تھا۔ تاہم بعض اوقات وہ گھر میں، صحن میں یا گلی میں چلتے چلتے اچانک رک جاتا اور بعض مواقع پر تو وہ دس دس منٹ وہیں کھڑا رہتا جیسے وہ اپنے ہی خیالات میں کھو چکا ہو۔ ان لمحات پر اگر کوئی قیافہ شناس اسے دیکھتا تو کہتا کہ اس کے دماغ میں خیالات یا تصورات تو کوئی نہیں البتہ وہ مبہم طور پر سوچ بچار میں ضرور غرق ہے۔ مصور کرام سکوئی (159) نے ایک بہت زبردست تصویر بنائی تھی۔ اس کا عنوان "استغراق" ہے۔ اس میں سردیوں کے جنگل کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ جنگل میں ایک پگڈنڈی پر پھٹے پرانے کفتان میں ملبوس اور زیزفون کی چھال کے جوتے پہنے ایک پست قامت کسان بالکل تنہا کھڑا ہے۔ وہاں وہ اکیلا کھڑا یوں دکھائی دے رہا ہے جیسے وہ اپنے خیالات میں گم صم ہو۔ لیکن وہ سوچ بالکل نہیں رہا، وہ محض "مستغرق" ہے۔ اگر آپ اسے کہنی سے ٹہوکا دیں وہ ہڑبڑا جائے گا اور آپ کی طرف یوں دیکھنے لگ جائے گا جیسے وہ ابھی ابھی جاگا ہو اور اپنے گرد و پیش سے مانوس نہ ہو

پایا ہو۔ ٹھیک ہے اسے خواب کی کیفیت سے نکلنے میں کوئی زیادہ دیر نہیں لگے گی اور اگر آپ اس سے پوچھ بیٹھیں کہ وہ کھڑا کیا سوچ رہا تھا، اسے غالباً کچھ بھی یاد نہیں ہوگا حالانکہ اسے اپنے محسوسات کی یادیں، جن کا اسے اس "استغراق" کے دوران میں تجربہ ہوا تھا اپنے اندر کہیں دور گہرائی میں منتقل کرنے سے روکا نہیں جا سکے گا۔ اسے یہ محسوسات بہت عزیز ہیں اور وہ غالباً کسی شعوری سوچ کے بغیر محض جبلی طور پر ان کا ذخیرہ کرتا ہے۔ کیوں اور کس لیے؟ ان سوالوں کا جواب البتہ وہ نہیں جانتا۔ شائد کئی سال تک ان کا ذخیرہ کرتے کرتے وہ ایک روز غیر متوقع طور پر سب کچھ چھوڑ چھاڑ کسی سیلانی زائر کی حیثیت سے یروشلم چلا جائے، اپنے آبائی گاؤں کو نذر آتش کر دے یا دونوں ہی کام کر گزرے۔ کسانوں میں اس قسم کے "مستغرقین" کی اچھی خاصی تعداد پائی جاتی ہے۔ اس بات کا پورا امکان ہے کہ سمردیاکوف بھی غالباً اسی قبیل کا کوئی شخص تھا، وہ بھی بلاشک وشبہ بڑے شوق اور ولولے کے ساتھ اپنے تاثرات جمع کر رہا تھا، کس لیے، یہ غالباً وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔

7

گرما گرم مناقشہ

لیکن تب اچانک بلعم کی گدھی بولنے لگی۔ اور موضوع بہت عجیب تھا۔ اس صبح دکاندار لوکیانوف کے کھوکھے پر سودا سلف خریدتے ہوئے گریگوری نے اس سے ایک روسی فوجی (160) کے متعلق سنا جسے ایک دور دراز مقام پر چند ایشیائیوں نے پکڑ لیا تھا۔ یہ ایشیائی اسے دھمکیاں دے رہے تھے کہ اگر اس نے عیسائیت چھوڑ کر اسلام قبول نہ کیا تو اسے آہستہ آہستہ اذیتیں دے کر موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ اس نے ان کا مذہب قبول کرنے سے انکار کر دیا اور شہادت کو اس طرح گلے لگا لیا کہ وہ اذیتوں پر اذیتیں سہتا رہا، جیتے جی اپنی کھال اُدھڑوا لی اور مسیح کی مدح کرتے اور ان کی شان میں قصیدے پڑھتا فوت ہو گیا — اس کے اس بہادرانہ کارنامے کی خبر اخبار میں چھپ چکی تھی جو اسی روز پہنچا تھا۔ گریگوری نے اسے دسترخوان پر موضوع گفتگو بنا لیا۔ ڈنر کے اختتام پر میٹھا کھانے کے دوران میں یا اس کے فوراً بعد فیودر پاولووچ کو ہنسی مذاق کرنے اور گپ شپ مارنے کا بہت شوق تھا خواہ اس کام کے لیے اس وقت صرف گریگوری موجود ہو۔ اس موقع پر

اس کی ذہنی کیفیت بہت خوشگوار تھی اور وہ کچھ تفریح طبع چاہتا تھا۔ جب اس نے برانڈی کی چسکیاں لیتے یہ خبر سنی تو اس نے جھٹ پٹ گرہ لگائی کہ "اس فوجی کو بلاتاخیر سینٹ کا درجہ دے دیا جانا چاہیے اور اس کی کھال کو کسی خانقاہ کے سپرد کر دیا جانا چاہیے۔ پھر تم دیکھو گے کہ زیارت کرنے والوں کا تانتا بندھ گیا ہے اور چڑھاووں میں بھی کئی گنا اضافہ ہو گیا ہے۔"

گریگوری کے ماتھے پر شکنیں پڑ گئیں کیونکہ اسے صاف نظر آ رہا تھا کہ فیودر پاولووچ نہ صرف یہ کہ متاثر نہیں ہوا بلکہ اپنی عادت کے عین مطابق تمسخر بازی بھی کرنے لگا ہے۔ سمردیاکوف، جو دروازے کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا، دانت نکوس کر ہنسنے لگا۔ اسے پہلے بھی اکثر اندر آنے اور میز کے پاس کھڑا ہونے کی اجازت دی جاتی رہی تھی تاہم اس وقت تک نہیں جب تک ڈنر اختتام کے قریب نہ پہنچ جاتا۔ تاہم جب سے ایوان فیودورووچ شہر سے آیا تھا، وہ تقریباً ہر روز ڈنر پر موجود رہنے لگا تھا۔

فیودر پاولووچ نے جب اسے یوں ہنستے دیکھا تو جھٹ پوچھنے لگا، "اس میں ہنسی کی کون سی بات ہے؟" ویسے وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ ہنسی کا نشانہ گریگوری ہے۔

"جناب عالی، میں تو محض یہ سوچ رہا تھا،" سمردیاکوف اچانک اور وہ بھی بلند آواز سے بولنے لگا، "اگرچہ اس نیک طینت فوجی کی قربانی قابل تحسین ہے مگر جن حالات میں وہ گھرا ہوا تھا، ان میں اگر وہ اپنی جان بچانے کے لیے مسیح کے مقدس نام اور اس کے ساتھ ہی اپنے عقیدے سے منکر ہو جاتا تو میرے خیال میں وہ کسی گناہ کا مرتکب نہ ہوتا کیونکہ یوں اسے زندگی کے چند مزید سال مل جاتے جن کے دوران میں وہ نیک کام کر کے اپنے گناہ کی تلافی کر سکتا تھا۔"

"تم جو کچھ کہہ رہے ہو اس کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ وہ (اپنا مذہب چھوڑ کر) کسی گناہ کا مرتکب نہ ہوتا؟ کیا زبردست ڈھٹائی ہے! تم یہ کفر بکنے پر سیدھے جہنم میں جاؤ گے اور وہاں تم یوں بھون دیے جاؤ گے جیسے تم انسان نہیں گوشت کا کوئی ٹکڑا ہو،" فیودر پاولووچ نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

یہی وہ لمحہ تھا جب الیوشا اندر داخل ہوا۔ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں فیودر پاولووچ اس کی آمد پر بے حد خوش ہوا تھا۔

"آؤ اور ہماری گفتگو میں شامل ہو جاؤ۔ اس میں تمہیں بہت دلچسپی ہوگی،" اس نے خوشی سے چہچہاتے اور الیوشا کو بیٹھنے اور گفتگو سننے کا اشارہ دیتے ہوئے کہا۔

"جناب، جہاں تک گوشت کا تعلق ہے وہاں اس قسم کی کوئی چیز نہیں ہوگی۔ اگر انصاف نام کی کوئی چیز باقی بچ گئی ہے تو بالکل نہیں ہوگی، ہونا بھی نہیں چاہیے،" سمردیاکوف نے باوقار انداز سے کہا۔

"انصاف نام کی کوئی چیز باقی بچ گئی ہے؟ ہونہہ، تمہاری یہ بات میں کبھی نہیں مان سکتا!" فیودر پاولووچ نے پہلے سے بھی زیادہ چہچہاتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے گھٹنے سے ایلیوشا کو ٹہوکا دیا۔

"لفنگا! یہ بالکل لفنگا ہے!" گریگوری کے لیے ضبط کرنا ناممکن ہو گیا تھا۔ وہ سمردیاکوف کو کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔

"جہاں تک لفنگوں کا تعلق ہے، گریگوری واسیلی وچ، تمہیں اپنی رائے کا اظہار کرنے میں اتنی جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے،" سمردیاکوف نے بڑے تحمل اور سردمہری سے کہا۔ "میں جو بات تم سے لازماً کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے: اگر مجھے مسیحی دنیا کے دشمنوں نے کبھی پکڑ لیا اور انہوں نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں خداوند کے نام پر پھٹکار کروں اور مقدس بپتسمے سے منکر ہو جاؤں، میرا خیال ہے میری عقل مجھے ان کے سامنے سرنگوں ہونے کا اختیار دے دے گی کیونکہ اس طرح میں کسی قسم کے گناہ کا مرتکب نہیں ہوں گا۔"

"خیر، یہ بات تو تم پہلے بھی کہہ چکے ہو۔ ضرورت اسے کھول کر بیان کرنے کی نہیں، ثابت کرنے کی ہے!" فیودر پاولووچ نے چلاتے ہوئے کہا۔

"ہانڈی میں ڈوئی پھیرنے والا!" گریگوری زیر لب بڑبڑایا۔

"محترم، میں تم سے معافی کا خواستگار ہوں اور عرض کروں گا کہ تم نے مجھے 'ہانڈی میں ڈوئی پھیرنے والا' کہہ کر ایک بار پھر جلد بازی کا ثبوت دیا ہے۔ گریگوری واسیلی وچ، آؤ، ہم اس موضوع کے بارے میں معقولیت کا مظاہرہ کریں اور ایک دوسرے کی توہین کرنے سے گریز کریں۔ تم اتنا تو سمجھتے ہو گے کہ جونہی میں نے اپنے اذیت دینے والوں سے کہا، 'نہیں، میں عیسائی نہیں ہوں اور میں اپنے سچے خدا پر پھٹکار کرتا ہوں،' مجھے فوراً ہی مردود قرار دے دیا جائے گا اور مقدس کلیسا سے نکال دیا جائے گا۔ میں اسی لمحے جب میں نے یہ الفاظ کہے ہوتے، کہے نہیں بلکہ انہیں کہنے کے متعلق سوچا بھی ہوتا، میں کافروں سے مختلف نہ رہ جاتا۔ چنانچہ سیکنڈ کا چوتھائی حصہ بھی گزرنے نہ پایا ہوتا کہ مجھے دین سے خارج سمجھ لیا جاتا۔ گریگوری واسیلی وچ، کیا یہ بات درست نہیں؟"

صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ گریگوری سے مزے لے لے کر مخاطب ہو رہا ہے جبکہ حقیقتاً وہ فیودر پاولووچ کے سوالوں کے جواب دے رہا تھا۔ وہ اس بات سے بخوبی آگاہ تھا لیکن وہ عمداً تاثر یہ دے رہا تھا کہ سوال پوچھنے والا فیودر پاولووچ نہیں بلکہ گریگوری ہے۔

"ایوان!" اچانک فیودر پاولووچ نے کہا۔ "ذرا میری بات سنو۔ اس نے یہ سارا کھٹ راگ تمہاری خاطر کھڑا کیا ہے، وہ تم سے اپنی تعریف کرانا چاہتا ہے۔ اس سے کوئی اچھی بات کہہ دو۔"

ایوان فیودرووچ نے اپنے باپ کی پُرجوش تجویز کو پوری سنجیدگی سے سنا۔

"سمردیاکوف، ذرا ایک منٹ کے لیے خاموش ہو جاؤ۔ ایوان، ایک بار پھر میری بات دھیان سے سنو۔"

ایوان فیودرووچ نے ایک بار پھر اپنے اوپر سنجیدگی طاری کر لی اور اپنے باپ کی جانب جھک گیا۔

"میں تم سے اتنی ہی محبت کرتا ہوں جتنی کہ ایلیوشا سے۔ یہ بات کبھی مت بھولنا۔ اور برانڈی لو گے؟"

"جی بالکل..." ایوان فیودرووچ نے کہا۔ "بزرگو، آپ پہلے ہی حد سے زیادہ پی چکے ہیں،" ایوان نے اپنے باپ پر استفہامی نظر ڈالتے ہوئے سوچا۔ جہاں تک سمردیاکوف کا تعلق ہے، وہ اسے بالکل ہی مسحور ہو کر دیکھ رہا تھا۔

"تم مردود ہو، تم پر مزید پھٹکار ہو!" گریگوری نے پھنکارتے ہوئے کہا۔ "اس کے بعد تمہیں اس قسم کی بات کہنے کی جرأت کیسے ہوئی اگر..."

"گریگوری، گالیاں مت بکو۔ گالی دینے کی کوئی ضرورت نہیں!" فیودر پاولووچ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"گریگوری واسیلی وچ، ذرا تحمل سے کام لو، کسی سانڈ کی طرح اندھا دھند مجھے اپنے حملوں کا نشانہ نہ بناؤ۔ میری بات ابھی ختم نہیں ہوئی، اسے دھیان سے سنو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جونہی مجھ پر خداوند کی پھٹکار ہوئی عین اسی لمحے میں بالکل کافروں جیسا ہو جاؤں گا، میرا بپتسمہ فاسد قرار پائے گا اور مجھے دین سے خارج قرار دے دیا جائے گا — حضور، تم میری بات سن رہے ہو یا نہیں؟"

"برخوردار، کام کی بات کرو۔ جلدی کرو اور کام کی بات کرو،" فیودر پاولووچ نے مزے مزے سے چپ چپ برانڈی سڑکتے ہوئے کہا۔

"اور جب میں عیسائی نہیں رہ جاتا تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ جب میرے ایذا دہندہ مجھ سے پوچھیں گے، 'تم عیسائی ہو؟' تو میں نے جواب میں جھوٹ نہیں بولا ہو گا کیونکہ محض اس سوچ ہی کی وجہ سے میرے اپنے ایذا دہندوں سے ایک لفظ کہنے سے پہلے ہی، میرا خداوند خود مجھے میری عیسائیت سے محروم کر چکا ہو گا۔ چنانچہ اگر مجھے میرے دین سے پہلے ہی نکالا جا چکا ہو تو پھر کیسے اور کس انصاف کی رُو سے مجھے دوسری دنیا میں اس بات کا ذمے دار ٹھہرایا جائے گا کہ ایک عیسائی کی حیثیت سے میں مسیح سے منکر ہو گیا تھا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ میرا محض اس سوچ کی وجہ سے میرے

انکار کرنے سے پہلے ہی میرا بپتسمہ باطل قرار دیا جا چکا تھا؟ اگر میں عیسائی ہی نہیں رہا پھر میں کیسے منکر نہیں ہو سکتا کیونکہ جو چیز میرے پاس ہے ہی نہیں میں اس سے منکر کیسے ہو سکتا ہوں؟ تو پھر، گریگوری واسیلی وچ، جنت میں کسی کافر تاتاری کو کون اس بات کا ذمے دار ٹھہرا سکے گا کہ وہ کسی عیسائی کے گھر کیوں پیدا نہیں ہوا تھا اور اس کی (اس کوتاہی کی) کی سزا اسے کون دے گا کیونکہ جیسا کہ کہاوت کہتی ہے کہ ایک ہی بیل کی دو مرتبہ کھال نہیں اتاری جا سکتی؟ اگر خود قادر مطلق خداوند تاتار کو اس کے مرنے پر اس بات کا ذمے دار ٹھہراتا ہے (کہ وہ کسی عیسائی کے گھر کیوں پیدا نہ ہوا) تو پھر میرے خیال کے مطابق اسے ہلکی ترین سزا ہی سنائے گا (سزا تو اسے بہر حال ملے گی کیونکہ اسے مفت میں تو بری نہیں کیا جائے گا) کیونکہ اس کی دلیل یہ ہو گی کہ اگر وہ اس دنیا میں بے دین کی حیثیت سے آیا تھا یا کسی بے دین ماں باپ کے گھر پیدا ہو گیا تھا تو قصور اس کا نہیں تھا۔ ہم قطعاً توقع نہیں کر سکتے کہ قادر مطلق خداوند کسی تاتاری کو گردن سے پکڑے گا اور اس سے کہے گا، 'تم بھی تو عیسائی تھے؟' کیونکہ اس کا مطلب یہ ہو گا کہ قادر مطلق خداوند کیا جھوٹ بول رہا ہے اور جناب عالی، قادر مطلق، جو ارض و سما کا مالک ہے، یقیناً جھوٹ نہیں بول سکتا خواہ یہ ایک چھوٹے سے لفظ پر کیوں نہ مشتمل ہو۔"

گریگوری کی سٹی گم ہو گئی، اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا اور وہ حیرت سے منہ کھولے چرب زبان مقرر کی شکل تکنے لگا۔ اگرچہ جو کچھ کہا گیا تھا وہ اسے مناسب طور پر سمجھ نہیں پایا تھا تاہم ان مہملیات میں سے کچھ نہ کچھ اس کے پلے ضرور پڑ گیا تھا اور وہ بالکل پتھر کا بت بنا کھڑا رہا۔ اس کے چہرے کے تاثرات کچھ اس شخص کے سے تھے جس کا سر اچانک دیوار سے جا ٹکرایا ہو۔ فیودر پاولووچ نے اپنا گلاس خالی کیا اور اپنی تیکھی آواز میں چیخنے لگا۔

"ایلیشا، ایلیشا، کچھ سنا تم نے؟ سوفسطائی، کتنا بڑا سوفسطائی! ایوان، یہ لازماً کہیں نہ کہیں یسوعیوں (161) سے متاثر رہا ہو گا۔ ارے تم پر خدا کی پھٹکار، یسوعی، تم! یہ سب کچھ تمہیں کس نے سکھایا ہے؟ ارے سوفسطائی، تمہیں اندازہ ہے کہ تم بالکل لغو باتیں کر رہے ہو؟ لغو، لغو، لغو اور مزید لغو! گریگوری، تم رو کیوں رہے ہو؟ ہم ابھی مار مار کر اس کا بھرکس نکال دیں گے۔ تم، اے گدھے کے بچے، تم، تم مجھے صرف اتنا بتا دو: تم نے اپنے ایذا دہندوں کے سامنے جو موقف اختیار کیا، ممکن ہے تم اس میں صحیح ہو لیکن کیا تم نے خود نہیں کہا تھا کہ تم نے سچے دل سے اپنے مذہب کو ترک کر دیا تو تم مردود قرار پائے اور اس کے نتیجے کے طور پر تم پر خداوند کی پھٹکار پڑی اور تم ملعون ٹھہرا دیے گئے؟ مجھے مت بتاؤ کہ اس طرح مردود قرار دیے جانے کے بعد جب تم جہنم میں پہنچو گے تو تمہیں تھپکی دی جائے گی! تو پھر میرے عالی مرتبہ سوفسطائی حضور، تمہارے پاس اس بات کا کیا جواب

ہے؟"

"جناب، اس میں کوئی شک نہیں کہ میں اپنے دل میں اپنے عقیدے سے دستبردار ہو چکا ہوں لیکن اس میں کوئی خاص گناہ کی بات نہیں، اور اگر یہ گناہ ہے تو بھی بالکل معمولی اور قابلِ درگزر۔"

"قابلِ درگزر؟ — کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"تم غلط کہہ رہے ہو، جھوٹ بول رہے ہو۔ تم پر خدا کی لعنت!" گریگوری نے غصے سے تلملاتے اور قدرے لکنت کھاتے ہوئے کہا۔

"اس کا فیصلہ تم خود کرو، گریگوری واسیلی وچ!" سمردیاکوف نے اپنی جیت بھانپتے ہوئے بڑی دل جمعی اور ثابت قدمی سے جواب دیا۔ تاہم اس کے بات کرنے کا انداز کچھ اس طرح کا تھا جیسے وہ اپنے شکست خوردہ دشمن کے ساتھ بڑی فیاضی کا برتاؤ کرنا چاہتا ہو۔ "گریگوری واسیلی وچ، اس کا فیصلہ تم خود کرو، مقدس صحائف (162) میں تحریر کیا جا چکا ہے کہ اگر تم میں ایمان کی خفیف سی رمق بھی موجود ہے اور تم پہاڑ کو سمندر کی طرف حرکت کرنے کا حکم دیتے ہو تو پھر یہ تمہارے حکم پر عمل کرے گا اور تم جو چاہو گے یہ وہی کرے گا۔ خیر، گریگوری واسیلی وچ، اگر میں صاحب ایمان نہیں بلکہ کافر ہوں اور تم اتنے ہی بڑے صاحب ایمان ہو کہ مجھے مسلسل کوسنے دیے جا رہے ہو اور مغلظات سنائے جا رہے ہو، پھر تم پہاڑ کو کیوں حکم نہیں دیتے کہ وہ سمندر تک نہ سہی (کیونکہ، جناب عالی، سمندر یہاں سے بہت زیادہ دور ہے)، ہمارے اس چھوٹے سے بدبودار دریا تک ہی سرک جائے جو ہمارے باغیچے سے ذرا ہی آگے بہہ رہا ہے؟ لیکن یہ تمہارے حکم کی مطلق پروا نہیں کرے گا، اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہیں ہلے گا۔ اور جناب عالی، تم جتنا چاہو چیخو چلاؤ، ہر چیز جوں کی توں رہے گی۔ اور گریگوری واسیلی وچ، اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہارا ایمان بھی صحیح ایمان نہیں اور تم دوسروں کو محض اس لیے مغلظات سناتے ہو کیونکہ خود تم میں ایمان کی کمی ہے۔ تم پر ہی کیا موقوف ہے، جناب عالی، ہمارے زمانے کا ایک شخص بھی، اس سرزمین کے اعلیٰ ترین عہدیدار سے لے کر ادنیٰ ترین کسان تک، مطلقاً ایک شخص بھی ایسا نہیں ملے گا جو پہاڑوں کو جنبش دے کر آگے سرکا سکتا ہو — میں مانتا ہوں کہ اس دنیا میں ایک آدھ شخص یا زیادہ سے زیادہ دو اشخاص ایسے ضرور مل جائیں گے جو یہ کام کر سکتے ہیں۔ لیکن وہ یہاں نہیں، وہ غالباً اس طرح دنیا کی نظروں سے چھپ چھپا کر مصری صحرا کے کسی دور دراز کونے میں پڑے ہیں کہ کسی کو ان کا سراغ نہ مل سکے اور وہاں وہ اپنی روحوں کی بخشش کے لیے تپسیا کر رہے ہیں — تو جناب عالی، اگر صورت حال یہ ہے تو پھر کیا خداوند صحرا کے ان ایک دو باسیوں کے ماسوا باقی تمام لوگوں کو، روئے زمین کی پوری آبادی کو، ملعون قرار دے دے گا اور اپنے بے پایاں رحم و کرم کے باوجود کسی کو بھی معاف نہیں کرے گا؟ یہی

جہ ہے کہ مجھے پورا یقین ہے کہ اگر شکوک نے کبھی میرے گرد گھیرا ڈال لیا تو جب میں توبہ کے آنسو بہاؤں گا، مجھے معاف کر دیا جائے گا۔"

"ایک منٹ، ایک منٹ،" جوش و خروش میں فیودور پاولووچ نے ذرا اور بھی تیکھی آواز میں چلا کر کہا، "تو تم واقعی سمجھتے ہو کہ وہ موجود ہیں، وہ دونوں جو پہاڑوں کو جنبش دے سکتے ہیں— تمہارا خیال ہے وہ واقعی موجود ہیں؟ ایوان، اس کی بات یاد رکھو، اسے لکھ لو، اسے ذہن نشین کر لو۔ تمہارے لیے یہ روس کی اصلی آواز ہے۔"

"آپ بالکل ٹھیک کہتے ہیں، یہ مقبول عام عقیدے کا مخصوص اظہار ہے،" ایوان فیودرووچ نے پسندیدگی سے مسکراتے ہوئے اتفاق کیا۔

"تم متفق ہو، واقعی؟ اگر تم متفق ہو اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں! الیوشا، تم کیا کہتے ہو؟ یہ روس کا اصل مذہب ہے، کیا میں ٹھیک ہوں، کیا میں ٹھیک کہہ رہا ہوں؟"

"نہیں، سمردیاکوف کا مذہب روس کا مذہب بالکل نہیں،" الیوشا نے بڑے استقلال اور سنجیدگی سے کہا۔

"میں اس کے مذہب یا عقیدے کی بات نہیں کر رہا، میرا دھیان تو ان دونوں صحرا نشینوں کی طرف ہے اور یہی میری بات کا اصل نکتہ ہے۔ چھوٹا سا نکتہ۔ اسی نکتے میں اصل روس جھلکتا نظر آتا ہے۔ ہے نا؟"

"جی ہاں، میرا خیال ہے واقعی جھلکتا نظر آتا ہے،" الیوشا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہارے الفاظ ایک اشرفی کے مستحق ہیں، ارے گدھے، تمہارے، اور دن ختم ہونے سے پہلے پہلے میں یہ تمہیں دے دوں گا مگر جہاں تک تمہاری باقی باتوں کا تعلق ہے وہ بالکل لغو ہیں— لغو، لغو اور ایک بار پھر لغو۔ ارے احمق، اتنا یاد رکھو کہ روس میں ہم محض اپنے غیر سنجیدہ رویے کی وجہ سے اپنے مذہب، اپنے عقیدے سے محروم ہو گئے ہیں اور یا پھر محض اس لیے کہ ہمارے پاس کافی وقت نہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم پر کام کا بے پناہ بوجھ ہے، دوسرے خداوند نے ہمیں بہت قلیل وقت — دن میں صرف چوبیس گھنٹے — دیا ہے اور یہ اعتراف کے لیے تو کیا، اچھی نیند سونے کے لیے بھی بہت کم ہے۔ لیکن تم، جسے اپنے مذہب پر توجہ مرکوز کرنے کے ماسوا اور کوئی کام ہی نہیں تھا، اپنے ایذا دہندگان کے پاس گئے اور ان کے سامنے اس سے دستبردار ہو گئے حالانکہ تم سے صحیح صحیح توقع یہی کی جا رہی تھی کہ تم یہ ثابت کرو گے کہ تم مذہب ترک کرنے والے نہیں بلکہ اسے ماننے اور اس پر عمل کرنے والے ہو! تو میرے دوست، یہ ہے اصل صورت حال، ہے نا؟ میرا خیال ہے کہ ہے۔"

"ممکن ہے اصل صورت حال یہی ہو لیکن گریگوری واسیلی وچ، اس کا حل تم خود ہی ڈھونڈو، پھر تمہیں معلوم ہو گا کہ اصل مشکل یہی ہے۔ بہرحال اگر میں نے اس وقت واقعی اس عقیدے کا اظہار کیا ہوتا، جس کا کہ مجھے کرنا چاہیے تھا تو اپنے عقیدے کی خاطر شہادت قبول کرنے کی بجائے مسلمانوں کے غلط مذہب کو تسلیم کر کے میں نے واقعی گناہ کا ارتکاب کیا ہوتا۔ لیکن اصل نکتہ یہ ہے کہ اس صورت میں شہادت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ مجھے تو صرف اتنا کرنے کی ضرورت تھی کہ میں پہاڑ کو حکم دے دیتا، 'آگے بڑھو اور مجھے ایذا پہنچانے والوں کو کچل ڈالو۔' اور وہ اسی لمحے جنبش کرتا اور ان کا لال بیگوں کی طرح کچومر نکال کر رکھ دیتا اور میں وہاں سے خداوند کی شان میں حمدیں گنگناتا اور قصیدے پڑھتے یوں رخصت ہو جاتا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ لیکن اگر میں نے اس بات کی عمداً آزمائش کی ہوتی اور عمداً پہاڑ کو حکم دیا ہوتا، 'ان ایذا دہندگان کو کچل ڈالو،' اور وہ انہیں نہ کچلتا تو پھر؟ پھر تم خود ہی بتاؤ کہ اگر اس وقت مجھ پر شکوک حملہ آور ہو جاتے میں انہیں کیسے روک پاتا، خاص طور پر اس وقت جب مجھ پر دہشت طاری تھی اور دہشت بھی ایسی کہ یہ کسی وقت بھی مجھے ہلاک کر سکتی تھی؟ چنانچہ یہ اچھی طرح جانتے ہوئے کہ میں آسمانی سلطنت (جنت) میں داخل نہیں ہو سکوں گا (کیونکہ پہاڑ میرے حکم پر ہلا نہیں تھا، جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہاں، اگلی دنیا والوں کو میرے عقیدے پر کوئی خاص اعتماد نہیں تھا اور یہ کہ اگلی دنیا میں کوئی بڑی نعمت یا اجر میرا منتظر نہیں تھا)، میں پوچھتا ہوں کہ انہیں یہ موقع کیوں دیتا کہ وہ مار مار کر میری چمڑی ادھیڑ ڈالیں جب کہ چمڑی ادھیڑ ڈالنے سے کوئی مفید مقصد بھی حاصل نہ ہوتا؟ کیونکہ اگر انہوں نے مار مار کر میری آدھی چمڑی بھی ادھیڑ دی ہوتی، تب بھی پہاڑ پر کوئی اثر نہ ہوتا اور میرے حکم یا چیخ پکار پر ایک انچ بھی اپنی جگہ سے نہ ہلتا۔ اس قسم کے مواقع پر نہ صرف یہ کہ آدمی پر شکوک حملہ آور ہونے لگتے ہیں بلکہ وہ اس قدر دہشت زدہ بھی ہو جاتا ہے کہ اپنی جگہ پر پتھر کی مانند ساکت رہ جاتا ہے اور اس کی اس حد تک مت ماری جاتی ہے کہ وہ سوچنے یا استدلال کرنے کے قابل بھی نہیں رہتا۔ چنانچہ یہ دیکھتے ہوئے کہ مجھے نہ تو اس دنیا میں نہ آخرت میں کوئی فائدہ، انعام یا اجر ملتا ہے، پھر میں اپنی چمڑی بچانے کی کیوں کوشش نہ کروں۔ اور (میرے اس فعل پر) مجھے قصوروار کیوں ٹھہرایا جائے؟ تو جناب عالی، خداوند کریم کے ابدی رحم و کرم پر یقین کرتے ہوئے میں امید کرتا رہتا ہوں کہ مجھے کامل معافی مل جائے گی..."

8

برانڈی کے جام پر

بحث ختم ہو گئی لیکن عجیب بات یہ ہوئی کہ اس کے اختتام پر فیودر پاولووچ کا، جو اب تک شگفتگی کا مظاہرہ کرتا رہا تھا، مزاج اچانک برہم ہونے لگا۔ اس کی بھویں تن گئیں۔ اس نے برانڈی کا ایک اور جام حلق میں انڈیل لیا اور یہ یقیناً اس پر ہلکا سا نشہ طاری کرنے کا موجب بنا۔

"نیومیو، دفع ہو جاؤ، جلدی کرو اور باہر نکل جاؤ!" اس نے گلا پھاڑ کر نوکروں کو حکم دیا۔

"سمردیاکوف، دفع ہو جاؤ! میں نے تمہیں جو دس روبل دینے کا وعدہ کیا تھا میں اہتمام کروں گا کہ وہ تمہیں آج ہی مل جائیں۔ اب جاؤ! گریگوری، حوصلہ رکھو، مارفا کے پاس جاؤ، وہ تمہیں تسلی دے گی اور تمہیں سلا دے گی۔ یہ لفنگے ڈنر کے بعد بھی آرام سے بیٹھنے نہیں دیتے۔" اس نے نوکروں کو بھگانے کے فوراً بعد چڑچڑے لہجے سے کہا۔

"جب بھی ہم ڈنر سے فارغ ہوتے ہیں سمردیاکوف کسی نہ کسی طرح اندر گھس آنے کا طریقہ نکال لیتا ہے۔ یہ تم ہو جس کے بارے میں وہ اتنا متجسس ہے — تم نے اس پر کیا جادو کر دیا ہے؟" اس نے ایوان فیودرووچ سے پوچھا۔

"کچھ بھی تو نہیں،" ایوان نے جواب دیا۔ "وہ میرے ساتھ احترام سے پیش آنے کا فیصلہ کر چکا ہے، وہ خوشامد خور اور لفنگا ہے لیکن وقت آنے پر وہ میدان کا وحشی ثابت ہوگا۔"

"وحشی؟"

"اور بھی سامنے آئیں گے — بلکہ اس سے بھی بدتر۔ لیکن اس کی قبیل کے بھی آئیں گے۔ پہلے اس کی قبیل کے اور پھر حقیقتاً اس سے بدتر۔"

"اور یہ کب ہوگا؟"

"راکٹ اوپر جائے گا اور شاید ٹائیں ٹائیں فش ہو جائے گا لیکن فی الحال لوگ اس کف گیر پھیرنے والے کی باتیں سننے پر کوئی خاص مائل نہیں۔"

"بالکل صحیح، میرے بیٹے، لیکن یہ بلعم کا گدھا سوچنا بند نہیں کرے گا اور اگر اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا گیا، خدا جانے وہ کس نتیجے پر پہنچ جائے گا۔"

"وہ اپنے خیالات مجتمع کر رہا ہے،" ایوان مسکرانے لگا۔

"ممکن ہے یہی بات ہو لیکن میں اتنا جانتا ہوں کہ وہ مجھے اور سچ پوچھو تو وہ تمہارے سمیت کسی

کو بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ تم بھلے ہی سمجھتے رہو کہ اس نے تمہاری 'پناہ میں آنے' کا فیصلہ کر لیا ہے۔ جہاں تک ایلیوشا کا تعلق ہے، یہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں کہ وہ اس سے گھن کھاتا ہے۔ یہ درست ہے کہ وہ نہ تو چوری کرتا ہے اور نہ بے بنیاد افواہیں اڑاتا ہے، اپنا منہ بند رکھتا ہے، گھر کی باتیں بازار میں نہیں اچھالتا، مچھلی کی اتنی عمدہ پائیاں بناتا ہے کہ منہ میں پانی بھر آئے مگر سب کچھ کہنے سننے کے بعد میں یہی کہوں گا کہ اس پر خداوند کی پھٹکار ہو، اس کا بیڑا غرق ہو اور وہ یقیناً اس قابل نہیں کہ اس کے متعلق گفتگو کر کے وقت ضائع کیا جائے۔"

"جی ہاں، بالکل نہیں ہے۔"

"جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ وہ سوچ بچار کرنے کے بعد کس نتیجے پر پہنچتا ہے، اگر تم میری رائے جاننا چاہتے ہو تو میں یہ کہوں گا کہ روسی کسان کے کوڑے لگائے جانا چاہئیں۔ میری ہمیشہ یہ رائے رہی ہے کہ ہمارا کسان بالکل ٹھس ہے، وہ کسی رحم کا سزاوار نہیں اور یہ اچھی بات ہے کہ اس کی ابھی تک برچ کی چھڑی سے پٹائی کی جاتی ہے۔ روس کی طاقت اس کے برچوں (163) میں ہے۔ اگر ایک مرتبہ جنگلوں کا صفایا کر دیا گیا — روس کا نام و نشان تک مٹ جائے گا۔ میں ہوشیار لوگوں کا حامی ہوں۔ لیکن جب ہم نے کسانوں کی پٹائی کرنا چھوڑ دیا، ہم نے کچھ زیادہ ہی ہوشیاری دکھا دی، ویسے اب وہ ایک دوسرے کی پٹائی کرتے رہتے ہیں، اور یہ ایک اچھی ہی بات ہے۔ جس پیمانے (164) سے تم ناپتے ہو، اسی سے تمہارے لیے ناپا جائے گا یا اس قسم کے الفاظ... قصہ مختصر، ناپا ضرور جائے گا لیکن روس خنزیر خانہ ہے۔ میرے بیٹے، کاش تمہیں معلوم ہوتا کہ مجھے روس سے کتنی نفرت ہے... نہیں، نہیں روس سے نہیں... بلکہ ان برائیوں سے (جو یہاں پھل پھول رہی ہیں)... لیکن سوچا جائے تو روس سے بھی Tout cela c'est de la cochonnerie (یہ مکمل خنزیر خانہ ہے)... تمہیں معلوم ہے مجھے اصلاً پسند کیا ہے؟ مجھے بذلہ سنجی پسند ہے۔"

"آپ پہلے ہی برانڈی کا فالتو گلاس پی چکے ہیں۔ اتنا ہی کافی ہے، مزید نہ پئیں۔"

"نہیں، میں ابھی ایک اور پیوں گا، اس کے بعد مزید ایک، اور پھر میں بس کر دوں گا۔ نہیں، ایک منٹ ٹھہرو، تم نے میری گفتگو میں خلل ڈال دیا تھا۔ جب ہم مکرائی میں سے گزر رہے تھے، میری ایک کسان سے گفتگو ہوئی تھی اور اس نے کہا تھا 'ہم جس چیز سے سب سے زیادہ لطف اندوز ہوتے ہیں وہ ان لڑکیوں کی پٹائی (164 الف) ہوتی ہے جنہیں ہم سزا دے چکے ہوتے ہیں اور ہم یہ کام ہمیشہ لڑکوں سے کراتے ہیں۔ ایک لڑکا آج جس لڑکی کی پٹائی کرتا ہے وہ کل کلاں اسی لڑکی سے شادی کر لے گا، یوں لڑکیوں کا بھی بھلا ہو جاتا ہے۔' اس قسم کے مارکیس ڈ ساڈوں (165)

کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ تم جو جی میں آئے بے شک کہتے رہو مگر تمہیں ماننا پڑے گا کہ اس میں بے بڑی پُرکاری... ہم خود وہاں چل کر یہ سب کچھ کیوں نہیں دیکھ لیتے؟ ہونہہ؟ الیوشا، تم شرما رہے ہو؟ میرے بچے، شرمانے کی کیا بات ہے؟ صد افسوس، میں لنچ کے لیے صدر راہب کے ہاں نہ ٹھہر سکا ورنہ میں راہبوں کو کرائی کی لڑکیوں کے متعلق بتاتا۔ الیوشا، میں نے تمہارے صدر راہب کو جو ناراض کیا ہے، اس پر مجھ سے غصے مت ہونا۔ دیکھو بیٹے، میرا جب پارہ چڑھتا ہے، کچھ بھی میرے اختیار میں نہیں رہتا۔ اگر کوئی خدا ہے، اگر وہ موجود ہے — پھر میں البتہ قصوروار ہوں، اور میں جواب دہ ہوں گا لیکن اگر وہ موجود نہیں، پھر تمہارے ان راہبوں کے ساتھ پہلے کی نسبت سو گنا زیادہ برا سلوک ہونا چاہیے اور انہیں برداشت کرنا ہو گا؟ اگر ان کے سر قلم کر دیے جائیں تو یہ ان کے ساتھ بڑی نیکی ہو گی کیونکہ وہ ترقی کی راہ میں دیوار بن کر کھڑے ہو گئے ہیں۔ ایوان، کیا تم یقین کرو گے کہ مجھے یہ مسئلہ بہت اذیت دیتا رہتا ہے؟ نہیں، تمہیں میری بات کا یقین نہیں آ رہا۔ تمہاری آنکھیں صاف بتا رہی ہیں۔ تم صرف ان لوگوں کی باتوں پر یقین کرتے ہو جو کہتے ہیں کہ میں تو محض مسخرہ ہوں۔ الیوشا، تمہیں یقین ہے کہ میں محض مسخرہ نہیں؟"

"جی، بالکل۔"

"اور مجھے یقین ہے کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو تمہیں اس کا یقین ہے اور تم بالکل مخلص ہو... تم مخلص نظر آتے ہو اور خلوص سے بات کرتے ہو۔ لیکن تم نہیں، تم اپنے آپ کو ہم چوما دیگرے نیست سمجھتے ہو... تاہم الیوشا، اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو میں تمہاری اس خانقاہ کو چھوڑ دیتا۔ اگر روس میں ان تمام ہرزی چکر بازیوں کو ختم کر دیا جائے اور تمام احمقوں کے ہوش ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ٹھکانے کر دیے جائیں تو اس سے اچھی بات کوئی اور نہیں ہو گی۔ ذرا سوچو کہ اس سے سرکاری خزانے میں کتنا سونا چاندی جمع ہو جائے گا۔"

"انہیں ختم کیوں کر دیا جائے؟" ایوان نے پوچھا۔

"تاکہ صداقت جلد از جلد غالب آ جائے، اس لیے۔"

"اگر ایک دفعہ صداقت غالب آ گئی تو سب سے پہلے موذن آپ کا ہو گا اور پھر... پھر آپ کو کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دیا جائے گا۔"

"آہ! اب جب میں غور کرتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ تم شاید ٹھیک کہتے ہو۔ اف، میں بھی کتنا بڑا گدھا ہوں!" فیودر پاؤلووچ نے اچانک اپنی پیشانی پر ہلکی سی چپت مارتے ہوئے کہا۔

"اچھا، تو پھر الیوشا، اگر یہ بات ہے پھر تمہاری خانقاہ یوں کی توں موجود رہنا چاہیے۔ اور جہاں تک ہم جیسے ذہین لوگوں کا تعلق ہے، ہمارا کچھ نہیں بگڑے گا، ہم فائدے ہی میں رہیں گے اور اپنی

برانڈی سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے۔ ایوان، تمہیں معلوم ہو گا کہ خداوند نے جان بوجھ کر اس قسم کا اہتمام کیا ہو گا۔ ایوان، مجھے بتاؤ: خدا موجود ہے یا نہیں؟ ٹھہرو، سنجیدگی سے کام لو اور مجھے صحیح بات بتاؤ۔ اور یہ تم دوبارہ کیوں ہنس رہے ہو؟"

"آپ نے سمردیاکوف کے اس عقیدے پر کہ دو ایسے تارک الدنیا موجود ہیں جو پہاڑوں کو جنبش دے سکتے ہیں، جو کاٹ دار جملہ کسا تھا، وہ مجھے یاد آ گیا تھا اور میں اس پر ہنس رہا تھا۔"

"کیوں؟ کیا اب میں بھی اس جیسا ہوں؟"

"بہت زیادہ۔"

"پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں بھی سچا روسی ہوں، مجھ میں بھی وہ خصلت موجود ہے جو صرف روسیوں سے مخصوص ہے اور میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ تم جیسے فلسفی میں بھی اس قسم کی خصلت ڈھونڈی جا سکتی ہے۔ میں شرطیہ کہتا ہوں کہ کل میں تمہیں یہ ڈھونڈ کر دکھا بھی دوں گا۔ لیکن میری ابھی تک یہ خواہش ہے کہ تم مجھے صاف صاف بتاؤ: خدا موجود ہے یا نہیں؟ میں سنجیدگی سے پوچھ رہا ہوں اور تم بھی سنجیدگی سے جواب دو۔"

"نہیں، خدا کا کوئی وجود نہیں۔"

"الیوشا، خدا موجود ہے؟"

"ہاں۔"

"اور ایوان، لافانی پذیری کے متعلق کیا خیال ہے؟ کسی بھی قسم کی لافانی پذیری کم از کم تھوڑی سی، بالکل ہی تھوڑی سی؟"

"لافانی پذیری نام کی بھی کوئی چیز نہیں؟"

"بالکل ہی نہیں؟"

"بالکل نہیں۔"

"تمہارا مطلب ہے، مطلقاً نہیں؟ یا یہ معمولی سی مقدار میں تو ہو گی؟ دانے برابر تو ہو گی؟ یقیناً یہ بالکل ہی عدم موجود تو نہیں ہو گی؟"

"بالکل عدم موجود ہے۔"

"الیوشا، کیا روح غیر فانی ہے؟"

"ہاں۔"

"چنانچہ خدا موجود ہے اور لافانی پذیری بھی۔"

"ہاں، خدا اور روح کی لافانی پذیری دونوں۔ لافانی پذیری خدا میں ہے۔"

(کھنکارتا ہے) "میرا خیال ہے ایوان ٹھیک کہتا ہے۔ اف خدایا! انسان ہزاروں سال سے اس اُمیدِ موہوم پر کتنا یقین، کتنی قوت ضائع کرتا چلا آ رہا ہے! ایوان، وہ کون ہے جو اتنی سنگ دلی سے بنی نوع انسان کا اس طرح مضحکہ اڑاتا چلا آ رہا ہے؟ میں آخری بار پوچھ رہا ہوں اور جواب ہاں یا نہ میں دو — خدا موجود ہے یا نہیں؟ آخری بار!"

"اور آخری بار جواب یہ ہے: نہیں۔"

"پھر وہ کون ہے، ایوان، وہ کون ہے جو انسان کا اس طرح مضحکہ اڑا رہا ہے؟"

"شاید شیطان،" ایوان فیودرووچ مسکرا پڑا۔

"کیا شیطان موجود ہے؟"

"نہیں، شیطان بھی کہیں نہیں۔"

"یہ تو بڑا برا ہوا۔ لعنت ہو! میں اس شخص سے ملنا چاہوں گا جس نے سب سے پہلے خدا کا تصور پیش کیا تھا۔ میں اس کا گلا گھونٹنا چاہوں گا۔ اگر اسے سفیدے کے درخت پر لٹکا دیا جائے تو یہ بھی اس کے ساتھ بہت بڑی نیکی ہوگی۔"

"اگر خدا تراشا نہ جاتا تو کوئی بھی تہذیب وجود میں نہ آتی۔"

"نہ آتی یا آتی؟ تمہارا مطلب ہے خدا کے بغیر؟"

"درست، اور یہ برانڈی بھی نہ بنتی۔ میرا خیال ہے میں یہ بوتل آپ سے لے ہی لوں۔"

"ٹھہرو، ٹھہرو، ٹھہرو، میرے عزیز، ٹھہرو۔ بس ایک گلاس اور۔ میں الیوشا کو ناراض کر چکا ہوں۔ الیکسی، تم مجھ سے ناراض ہو؟ مائی ڈیر، ڈیر الیکسی!"

"نہیں، میں ناراض نہیں ہوں۔ مجھے آپ کے خیالات کا علم ہے۔ آپ کا دل آپ کے دماغ سے بہتر ہے۔"

"کیا کہا، میرا دل میرے دماغ سے بہتر ہے؟ — اف خدایا، یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ اور یہ تم کہہ رہے ہو؟ ایوان، کیا تم الیوشا سے محبت کرتے ہو؟"

"جی ہاں، کرتا ہوں۔"

"تمہیں کرنا چاہیے۔" (فیودر پاولووچ کو خاصی چڑھتی جا رہی ہے۔) "الیوشا، سنو۔ آج میں تمہارے ستارتس سے خاصی بدتمیزی سے پیش آیا تھا۔ لیکن میں اپنے آپ میں نہیں تھا۔ لیکن ستارتس بڑا زیرک آدمی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے، ایوان؟ تم مجھ سے متفق ہو؟"

"میں آپ کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں۔"

"وہ ہے، وہ ہے Il y a du Piron la-dedans (166)۔ وہ یسوعی ہے، روسی یسوعی۔

اسے ظاہری تقدس کا جامہ اوڑھنے — بناوٹ سے کام لینے کی ضرورت پر غصہ تو بہت آتا ہے مگر جیسا کہ کسی شریف النفس آدمی کو زیب دیتا ہے، اسے یہ غصہ دبانا پڑتا ہے۔"

"لیکن وہ خدا پر ایمان یقیناً رکھتا ہے۔"

"ذرا بھی نہیں۔ تمہیں معلوم نہیں تھا؟ وہ اس معاملے میں ہر شخص کے ساتھ، خیر ہر شخص تو نہیں کہنا چاہیے، مگر ان تمام ذہین اشخاص کے ساتھ، جو اس سے ملنے آتے ہیں، صاف گوئی سے کام نہیں لیتا۔ اس نے گورنشلز سے یہ تو صاف صاف کہہ دیا تھا: 'Credo' (میں ایمان رکھتا ہوں) لیکن کس چیز پر، مجھے معلوم نہیں۔"

"واقعی؟"

"اس نے بالکل یہی کہا تھا، حرف بحرف۔ میں اس کا احترام کرتا ہوں۔ اس میں کچھ کچھ خصائص میفسٹوفلیز (167) یا یوں کہنا چاہیے کہ 'ہمارے عہد کا ہیرو' (168) کے موجود ہیں... آربنن کے یا جو بھی اس کا نام ہے... اس کے... ایک لفظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ وہ ہوس پرست ہے، وہ اس قسم کا ہوس پرست ہے کہ اگر میری بیوی یا بیٹی اس کے پاس اپنے گناہوں کا اعتراف کرنے چلی جائے تو مجھے (ان کے بارے میں) تشویش ہونے لگے گی۔ جب وہ ایک مرتبہ قصے کہانیاں سنانا شروع کر دیتا ہے... کوئی تین سال ہوئے اس نے ہمیں چائے پر بلایا مگر چائے کے ساتھ ساتھ دخترِ رز کا بھی اہتمام تھا (خواتین اسے دخترِ رز کی بوتلیں بھیجتی رہتی ہیں) اور وہ اپنی سابقہ زندگی کی ایسی ایسی داستانیں سنانے لگا کہ ہنس ہنس کر ہمارے پیٹ میں بل پڑ گئے... خاص طور پر تب جب اس نے اس عورت کا قصہ سنایا جو اس سے فالج کا علاج کرانے آئی تھی: 'اگر میری ٹانگ خراب نہ ہوتی تو میں تمہیں ناچ کر دکھاتا!' اس نے کہا تھا: 'کچھ سمجھے؟' میں نے اپنے زمانے میں بڑے بڑے ناپاک کام کیے تھے اور بے شمار عورتوں کے ساتھ ہم بستری کی تھی،' اس نے ہمیں بتایا تھا۔ اس نے تاجر دمیدوف کے ساتھ ہزار روبل اڑا لیے تھے۔"

"کیا؟ چرا لیے تھے؟"

"خیر، بات دراصل یہ ہے کہ وہ اس کے پاس رقم اس لیے لایا تھا کیونکہ وہ اسے ایماندار آدمی سمجھتا تھا۔ اس نے اس سے کہا تھا: 'میرے دوست، اسے سنبھال کر رکھنا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کل پولیس میرے گھر چھاپہ مارنے آئے گی۔' اور اس نے اسے خوب سنبھال کر رکھا اور چنانچہ جب وہ اسے واپس لینے آیا تو اس نے اسے جواب دیا، 'کیسی رقم؟ وہ تم کلیسا کو بطور چندہ دے چکے ہو۔' میں نے اس سے کہا، 'تم بڑے بدمعاش ہو۔' اس پر اس نے کہا، 'میں بدمعاش نہیں ہوں، میں تو محض کشادہ دل ہوں۔' ارے، اب ذرا سوچنے پر مجھے خیال آیا ہے کہ ہائیں، یہ وہ شخص تو نہیں تھا، یہ تو

کوئی اور تھا... میں بھی خوب آدمی ہوں کہ لوگوں کو ایک دوسرے سے خلط ملط کرتا رہتا ہوں۔ پتا نہیں میں کس کے بارے میں بات کر رہا تھا۔ خیر، لعنت بھیجو اس پر، ایک گلاس اور پھر بوتل اٹھا لو... ایوان، تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں کہ میں انٹ سنٹ بولے جا رہا ہوں؟"

"مجھے معلوم تھا آپ خود ہی رک جائیں گے۔"

"جھوٹا کہیں کا! تم نے مجھے اس لیے نہیں روکا کیونکہ تمہیں مجھ سے بغض ہے، پکا بغض ہے! تم مجھے حقیر سمجھتے ہو۔ تم میرے گھر آئے ہو اور میرے ہی گھر میں مجھ سے حقارت کا برتاؤ کر رہے ہو۔"

"اگر یہ بات ہے پھر میں ابھی چلا جاتا ہوں۔ برانڈی آپ کے دماغ کو چڑھ گئی ہے۔"

"میں تمہیں مسیح کا واسطہ دے کر بار بار کہہ چکا ہوں کہ تم ایک دو دن کے لیے چرماشنیا چلے جاؤ لیکن تم ہو کہ ٹس سے مس ہی نہیں ہو رہے۔"

"اگر آپ اتنا ہی اصرار کر رہے ہیں پھر میں کل چلا جاؤں گا۔"

"تم کہاں جاؤ گے، تم یہیں ٹکے رہو گے اور میری چھاتی پر مونگ دلتے رہو گے۔ تم میری جاسوسی کرنا چاہتے ہو، بالکل جاسوسی کرنا چاہتے ہو۔ تم بد ہو، اسی لیے جانا نہیں چاہتے۔"

بوڑھا کسی طور چپ ہی نہیں ہو رہا تھا۔ وہ مدہوشی کے اس مقام پر پہنچ چکا تھا جہاں عادی شرابی منکساری چھوڑ کر اچانک جارحانہ اور تحیزانہ انداز اپنا لیتے ہیں۔

"تم مجھے یوں گھور گھور کر کیوں دیکھ رہے ہو؟ ذرا اپنی آنکھوں کی طرف دیکھو۔ تمہاری آنکھیں مجھے گھور گھور کر دیکھ رہی ہیں اور کہہ رہی ہیں: 'تم ہمیشہ کے نشئی ہو۔' وہ، تمہاری آنکھیں، شک و شبہے کا اظہار کر رہی ہیں، تمہاری آنکھوں میں حقارت ہے... تم یہاں کسی مقصد کے تحت آئے ہو۔ دیکھو، الیوشا کی نگاہیں مجھ پر بھی ہوتی ہیں لیکن اس کی آنکھوں میں حقارت نہیں، چمک ہے۔ الیوشا مجھ سے نفرت نہیں کرتا۔ الیکسی، تمہیں ایوان سے محبت نہیں کرنا چاہیے۔"

"میرے بھائی پر مت بگڑیں! اس کی مزید توہین نہ کریں۔" الیوشا نے اچانک تاکیدی لہجے سے کہا۔

"پھر بہت اچھا۔ ارے، میرا یہ سر! ایوان، یہ برانڈی اٹھا لو۔ میں تیسری مرتبہ تم سے کہہ رہا ہوں۔"

اس نے کچھ دیر سوچا، پھر اس کے چہرے پر یک لخت وسعت پذیر، عیارانہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ "ایوان، ایک بے وقوف بڈھے سے ناراض کیوں ہوتے ہو؟ مجھے معلوم ہے کہ تم مجھے پسند نہیں کرتے۔ پھر بھی غصہ کھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ مجھ میں کوئی ایسا وصف نہیں جو دوسروں کو مجھ سے محبت کرنے پر مائل کر سکے۔ اگر تم چرماشنیا چلے جاؤ، میں خود تمہیں ملنے

آؤں گا اور تمہارے لیے کوئی تحفہ بھی لیتا آؤں گا۔ وہاں ایک چھوکری ہے میں تمہیں دکھاؤں گا، میری مدتوں سے اس پر نظر ہے۔ وہ ابھی تک ننگے پاؤں ادھر ادھر بھاگے پھرتی رہتی ہے۔ ننگے پاؤں والیوں (168 الف) سے بدکنے کی ضرورت نہیں، انہیں دیکھ کر ناک بھوں مت چڑھاؤ... وہ تو تحفے ہیں تحفے!..."

اور اس نے قدر شناسی کے ثبوت میں پُر جوش بوسہ فضا میں اچھال دیا۔

"جہاں تک میرا تعلق ہے:" اس نے یوں جوشیلے انداز سے کہا جیسے اپنا دل پسند موضوع چھڑتے ہی وقتی طور پر اس کا نشہ ہرن ہو گیا ہو۔ "جہاں تک میرا تعلق ہے... ارے میرے بچو! میرے ننھے منے معصوم پلو! جہاں تک میرا تعلق ہے... اپنی ساری زندگی کے دوران میں مجھے کبھی کسی ایسی چیز سے واسطہ نہیں پڑا جسے بدشکل یا بدزو عورت کہا جا سکے، یہ میرا ہمیشہ اصول رہا ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کا مطلب کیا ہے؟ تمہیں کیسے معلوم ہو سکتا ہے؟ تمہاری رگوں میں ابھی دودھ گردش کر رہا ہے، خون نہیں، ابھی تک تمہارا دودھ چھڑایا ہی نہیں گیا! خیر، چھوڑو، لعنت بھیجو! میرے اصول کے مطابق ہر عورت میں کوئی نہ کوئی غیر معمولی طور پر دلچسپ وصف مل جاتا ہے جو کسی بھی دوسری (عورت) میں نہیں مل سکے گا۔ تمہیں صرف اتنا معلوم ہونا چاہیے کہ اسے تلاش کیسے کرنا ہے، یہی راز کی بات ہے! یہ کاریگری ہے! جہاں تک میرا تعلق ہے میں یہ کیوں کا کر میرے حساب کے مطابق دنیا میں کہیں کوئی ایسی چیز نہیں پائی جاتی جسے بدشکل، بدزو عورت کہا جا سکے۔ یہی حقیقت کہ وہ عورت ہے، کافی ہے اور میری آدھی منزل پہلے ہی طے ہو جاتی ہے... مگر تم ان باتوں کو کیسے سمجھ سکتے ہو؟ بعض اوقات معمر بن بیاہی عورتوں میں بھی ایسی ایسی خوبیاں منکشف ہونے لگتی ہیں کہ آدمی کو اچنبھا ہونے لگتا ہے کہ احمقوں نے انہیں دریافت کیے بغیر انہیں بوڑھیاں کیوں ہونے دیا! جہاں تک ننگے پاؤں چھوکریوں اور بدصورت عورتوں کا تعلق ہے، اس سلسلے میں اولین اور بہترین بات یہ ہے کہ انہیں اچانک بے خبری میں گھیر لیا جائے — ان سے نپٹنے کا یہی طریقہ ہے۔ تمہیں پتا ہے؟ نہیں پتا ہے؟ انہیں بے خبری میں گھیرا جانا چاہیے یہاں تک کہ ان پر جادو چل جائے، وہ مسحور و مبہوت ہو جائیں، دم بخود رہ جائیں، انہیں شرمندگی محسوس ہونے لگے کہ اتنا عالی نسب شخص اس جیسی کالی کلوٹی یا میلی کچیلی معمولی کلھیائی پر فریفتہ ہو گیا ہے، لٹو ہو گیا ہے، مر مٹا ہے۔ اور شاندار بات تو یہ ہے کہ جب تک اس دنیا میں کسان اور اشراف موجود ہیں — اور یہ ہمیشہ موجود رہیں گے — اس قسم کی ننھی منی خوب صورت جھاڑ پونچھ کرنے والیاں اور ان کے مالک بھی موجود رہیں گے — اس زندگی میں آدمی کو اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے؟... ٹھہرو، الیوشا، سنو، میں تمہاری پیاری مرحوم اماں کو ہمیشہ بے خبری میں آ لیتا تھا، صرف طریقہ ذرا

محظوظ ہوتا تھا۔ میں اسے مسلسل کئی کئی روز نظر انداز کیے رکھتا اور پھر جب اس کو سان گمان تک نہ ہوتا، میں اچانک اس کے سامنے عاجزی سے فرش پر لیٹ جاتا۔ اس کی منت سماجت کرتا، اس کے پاؤں چومتا رہتا یہاں تک کہ وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگتی۔ مجھے اس کی ہنسی — انوکھی، نرم و ملائم، پُراضطراب، نازک، کھنکناتی ہوئی — ابھی تک اسی طرح یاد ہے جیسے اس کی آواز یہیں کہیں موجود ہو۔ وہ ہمیشہ اسی طرح ہنستی تھی۔ میرے نزدیک یہ اس بات کی علامت ہوتی تھی کہ وہ پھر بیمار پڑنے والی ہے اور اگلے روز چیخ چیخ کر اپنا برا حال کر لے گی۔ مجھے معلوم ہوتا تھا کہ اس کی یہ نرم و ملائم ہنسی مسرت سے خالی ہے لیکن بعض اوقات بناوٹی ہنسی بھی وجد آفرین ثابت ہو سکتی ہے۔ میرے خیال میں اشیا کے قلوب تک پہنچنے، ان کی اصل خوبی دریافت کرنے کا یہی طریقہ ہے۔ ایک مرتبہ بلیافسکی — یہ یہاں کا مقامی باشندہ ہے، طرح دار بھی ہے اور کھاتا پیتا بھی — اس پر فریفتہ ہو گیا اور بار بار ہمارے گھر کے چکر کاٹنے لگا۔ ایک روز اس نے اچانک میرے ہی گھر میں میری ہی بیوی کے سامنے میرے منہ پر تھپڑ جڑ دیا۔ اگرچہ وہ عام طور پر ڈری سہمی رہتی تھی لیکن اس مرتبہ چونکہ مجھے تھپڑ رسید ہوا تھا، وہ مجھ پر برس پڑی اور مجھے یوں لگا جیسے وہ مجھے ہلاک کر کے ہی دم لے گی۔ 'آپ کی پٹائی ہوئی ہے، بری طرح پٹائی ہوئی ہے،' وہ کہنے لگی، 'اس نے آپ کے منہ پر تھپڑ مارا ہے،' وہ کہے جا رہی تھی، 'آپ نے میری عزت کو بٹا لگا دیا ہے... اسے میری موجودگی میں آپ پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت کیسے ہوئی؟ آئندہ کبھی میرے قریب پھٹکنے کی ہمت بھی نہ کرنا! ابھی جاؤ اور اسے ڈوئیل لڑنے کا چیلنج دو...' تب مجھے اسے خانقاہ لے جانا پڑا تاکہ تقدس مآب راہب اس پر دم کر سکیں اور اسے پُرسکون بنا سکیں۔ لیکن خدا گواہ ہے کہ میں نے اپنی ننھی منی **Klikusha** (چیخ ماری) کے ساتھ کبھی کوئی زیادتی نہیں کی تھی۔ شاید ہماری رفاقت کے پہلے سال ایک مرتبہ ایسا ہو گیا تھا: تب وہ ہر وقت عبادت کرتی یا دعائیں مانگتی رہتی تھی، خاص طور پر مقدس مریمؑ (169) کے تہواروں پر، اس وقت وہ مجھے اپنے سامنے سے اٹھا دیتی تھی اور سٹڈی روم میں بھیج دیتی تھی۔ چنانچہ میں نے سوچا: کیوں نہ یہ مقدس خرافات اس کے ذہن سے نکال دی جائیں؟ 'دیکھو، میں نے کہا، 'یہ رہا تمہارا الیقونہ، یہ ادھر۔ میں اسے نیچے لے جا رہا ہوں۔ اب ذرا غور سے سنو اور دیکھو۔ تم سمجھتی ہو کہ یہ معجزے سر انجام دے سکتا ہے مگر میں تمہارے سامنے اس پر تھوک رہا ہوں اور تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گی کہ مجھے کچھ بھی نہیں ہو گا۔' جب اس نے مجھے یہ حرکت کرتے دیکھا، میرے خدایا، میں سمجھا کہ وہ مجھے وہیں ہلاک کر کے دم لے گی لیکن وہ محض اچھلی، اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے، سرتاپا کانپنے لگی اور دھڑام سے فرش پر گر پڑی... ڈھے گئی، ڈھیر ہو گئی... الیوشا، الیوشا! کیا ہوا، تمہیں کیا ہوا؟"

دہشت کے عالم میں بوڑھا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے جونہی الیوشا کی ماں کے متعلق گفتگو شروع کی تھی اس (الیوشا) کے چہرے کے تاثرات بتدریج تبدیل ہونے لگے تھے۔ اس کے خدوخال سرخ ہو گئے تھے، اس کی آنکھوں سے شعلے برسنے لگے تھے۔ اس کے ہونٹ کپکپانے لگے تھے... بڈھے پر نشہ طاری ہو چکا تھا اور اس کے منہ سے رال کی پچکاریاں چھوٹ رہی تھیں۔ جب تک الیوشا کے ساتھ عجیب و غریب واردات نہ گزر گئی، اس نے کچھ دیکھا ہی نہیں تھا۔ رہا الیوشا، اس کی حالت بالکل وہی ہو گئی تھی جو اس کی ماں کی ہوا کرتی تھی۔ وہ اچانک اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا، اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لیے تھے، چہرہ ڈھانپ لیا تھا اور وہ بے اختیار کرسی پر گر پڑا تھا، اس کا جسم بید مجنوں کی طرح کانپنے لگا تھا اور وہ چپ چاپ یوں آنسو بہا رہا تھا جیسے اس پر ہسٹیریا کا دورہ پڑ گیا ہو۔ اپنی ماں کے ساتھ اس کی غیر معمولی مشابہت نے بوڑھے کو چکرا دیا۔

"ایوان، ایوان، جلدی سے پانی لاؤ۔ اس کی حالت بالکل ویسی ہی ہے جیسی کہ اس کی ہوئی تھی، اس وقت اس کی ماں کی ہوئی تھی! اچلو بھر پانی لو اور اس کے منہ پر چھڑک دو، میں نے اس کے ساتھ یہی کیا تھا... یہ میرے ساتھ اس قسم کی حرکت اپنی ماں کی وجہ سے کر رہا ہے۔" اس نے بڑبڑاتے ہوئے ایوان سے کہا۔

"آپ نے اپنی بات کہتے ہوئے یہ نہیں سوچا کہ اس کی ماں میری بھی ماں تھی؟" ایوان نے تلخی سے پوچھا۔ اسے اپنے غصے اور حقارت پر قابو پانا مشکل معلوم ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ ان شعلوں کو دیکھ کر بڈھے کا روم روم کانپنے لگا۔ لیکن اس مقام پر ایک انتہائی عجیب و غریب چیز وقوع پذیر ہوئی اگرچہ اس کا دورانیہ بے حد مختصر تھا، شاید ایک سیکنڈ کے برابر ہو گا: اور وہ چیز یہ حقیقت تھی کہ بڈھے کو وقتی طور پر واقعی یاد ہی نہیں رہا تھا کہ الیوشا کی ماں ایوان کی بھی ماں تھی۔

"تمہاری ماں؟ کیا مطلب ہے تمہارا؟..." وہ بوکھلاتے ہوئے بڑبڑایا۔ "تم کیا کہہ رہے ہو؟ کس ماں کی بات کر رہے ہو... کیا وہ واقعی... اف، بیڑا غرق! وہ واقعی تمہاری ماں بھی تو تھی۔ خیر، میرے بچے، مجھے بالکل یاد ہی نہیں رہا تھا... مجھے معلوم ہی نہیں تھا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں... میرے حافظے نے اس سے پہلے اس طرح کی بھول چوک کبھی نہیں کی تھی۔ مجھے بے حد افسوس ہے۔ میرا خیال تھا، میرا واقعی خیال تھا، ایوان... ہی، ہی، ہی!" وہ رک گیا۔ اس کے سارے چہرے کو کچھ اس قسم کی شہوت خیز مسکراہٹ نے ڈھانپ لیا جیسے وہ مدہوش ہو چکا ہو اور اس کی مت تقریباً ماری جا چکی ہو۔

عین اسی لمحے استقبالیے میں اچانک بھیانک قسم کا شور و غل بپا ہو گیا، بے ہنگم چیخوں کی

آوازیں سنائی دینے لگیں، دھماکے سے دروازہ کھلا اور دمتری فیودورووچ مارا مار کرتا کمرے میں گھس آیا۔ بوڑھے پر خوف طاری ہو گیا اور وہ تیزی سے ایوان کی طرف لپکا۔

"مجھے بچاؤ، مجھے بچاؤ، یہ مجھے مار ڈالے گا، روکو، اسے روکو!" اس نے ایوان فیودورووچ کے کوٹ پر ہاتھ ڈالتے ہوئے چلا کر کہا۔

9

ہوس کے پجاری

گریگوری اور سمردیاکوف بھی دمتری فیودورووچ کے بالکل پیچھے پیچھے بھاگتے ہوئے ڈرائنگ روم کے اندر آ گئے۔ ان کی یورش میں اس کے ساتھ دھینگا مشتی ہوئی تھی تا کہ وہ اسے اندر گھسنے سے روک سکیں۔ (اس کا حکم انہیں چند روز پیشتر فیودور پاولووچ نے دیا تھا۔) اس حقیقت سے کہ وہ کسی نہ کسی طرح اندر داخل ہونے میں کامیاب رہا تھا، فائدہ اٹھاتے ہوئے دمتری فیودورووچ ذرا کی ذرا رک گیا تا کہ وہ اپنے گرد و پیش کا جائزہ لے سکے۔ ادھر گریگوری میز کا چکر کاٹتے ہوئے کمرے کے آخری سرے پر پہنچا، اس نے دوہرے دروازوں کی، جو اندر کی جانب کھلتے تھے، چٹخنیاں چڑھا دیں اور دونوں کولھوں پر ہاتھ رکھ کر بند دروازوں کے سامنے یوں کھڑا ہو گیا جیسے وہ اندرونی دروازوں کا دفاع کرنے کے لیے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہانے سے گریز نہیں کرے گا۔ جب دمتری نے یہ صورت حال دیکھی تو اس نے بلند آواز میں، جو چیخ سے زیادہ مشابہ تھی، کہتے ہوئے گریگوری کو دبوچ لیا:

"تو وہ وہاں بیٹھی ہے! وہ وہاں چھپی ہوئی ہے! ذلیل، کمینے، میرے راستے سے ہٹ جاؤ!"

اس نے گریگوری کو دھکیل کر پرے کرنے کی کوشش کی لیکن موخر الذکر نے دھکا مار کر خود اسے ایک طرف کر دیا۔ غصے سے تلملاتے ہوئے دمتری نے جوابی وار کیا اور پوری قوت سے گریگوری کے جسم پر گھونسا رسید کر دیا۔ بے چارہ بوڑھا ملازم اس ضرب کی تاب نہ لا سکا اور وہ فرش پر یوں ڈھیر ہو گیا جیسے اس پر مرگی کا دورہ پڑ گیا ہو۔ دمتری نے اس کے اوپر چھلانگ لگائی، دروازے کو دھکا دیا اور اسے کھول دیا۔ سمردیاکوف، جس کا رنگ فق ہو چکا تھا اور جسم کانپ رہا تھا، کمرے کی دوسری جانب کھڑا رہا۔ وہ فیودور پاولووچ کے ساتھ چمٹا ہوا تھا۔

"وہ یہاں آ چکی ہے!" دمتری فیودورووچ نے گلا پھاڑتے ہوئے کہا۔ "میں نے خود اسے مکان کی طرف آتے دیکھا تھا۔ میں بھاگا بھی، پھر بھی اس سے پیچھے رہ گیا۔ وہ کہاں ہے؟ کہاں ہے؟"

جب اس نے چلا کر کہا تھا: "وہ یہاں آ چکی ہے!" تو اس کا فیودور پاولووچ پر جو اثر ہوا، اسے الفاظ میں بیان کرنا ناممکن ہے۔ اس کا سارا خوف پاؤں ہوا ہو گیا۔

"اسے پکڑو، پکڑو، روکو!" وہ چلا چلا کر کہہ رہا تھا۔ اور تیزی سے دمتری فیودورووچ کی جانب بھاگا۔ دریں اثنا گریگوری اگرچہ ابھی تک بدحواس تھا، تاہم وہ فرش سے اٹھ کر کھڑا ہو چکا تھا۔ ایوان فیودورووچ اور الیوشا اپنے باپ کے پیچھے بھاگے، تیسرے کمرے سے کسی چیز کے فرش پر گرنے اور ٹوٹنے کی کھنک سنائی دی۔ یہ ایک اونچا نمائشی بلوری گل دان تھا (اور کوئی خاص قیمتی بھی نہیں تھا) جسے دمتری فیودورووچ نے اس کے قریب سے بھاگتے ہوئے اس کی سنگ مرمری کرسی سے گرا دیا تھا۔

"اس کا پیچھا کرو!" بوڑھے نے پورے زور سے گلا پھاڑتے ہوئے کہا۔ "مدد، مدد!"

ایوان اور الیوشا نے بوڑھے کو جا پکڑا اور اسے زبردستی واپس ڈرائنگ روم میں گھسیٹ لائے۔

"آپ اس کے پیچھے کیوں بھاگ رہے ہیں!" ایوان فیودورووچ نے غصیلی آواز میں چلاتے ہوئے اپنے باپ سے کہا، "اس طرح تو وہ انجام کار واقعی آپ کو مار ڈالے گا۔"

"وانیچکا، لیوشیچکا، وہ یہاں ہے، وہ لازماً یہیں ہو گی، گروشینکا یہاں ہے، وہ خود کہہ رہا تھا۔ اس نے اسے تیزی سے ادھر آتے دیکھا تھا!"

اس کا گلا رندھ رہا تھا۔ اسے اس موقع پر قطعاً توقع نہیں تھی کہ وہ ادھر آئے گی اور اس غیر متوقع خبر نے کہ وہ یہاں ہے، اس کے ہوش و حواس اڑا دیے تھے۔ اس کا روم روم کانپ رہا تھا جیسے وہ اپنے آپ میں نہ رہا ہو۔

"بھلا آپ خود دیکھ سکتے ہیں کہ وہ یہاں نہیں آئی!" ایوان نے چلا کر کہا۔

"ممکن ہے وہ اس دروازے سے آئی ہو؟"

"اس دروازے پر تالا پڑا ہوا ہے اور چابی آپ کے پاس ہے..."

ایکا ایکی دمتری دوبارہ ڈرائنگ روم میں آ دھمکا۔ اسے عقبی دروازہ مقفل ملا تھا اور صحیح بات بھی تھی کہ اس کی چابی فیودور پاولووچ کے پاس تھی۔ کمرے کی تمام کھڑکیاں بھی بند تھیں؛ چنانچہ گروشینکا کسی بھی صورت میں نہ تو اندر آ سکتی تھی اور نہ اس کے پاس باہر جانے کا کوئی راستہ تھا۔

"اسے پکڑو!" جونہی دمتری دوبارہ دکھائی دیا فیودور پاولووچ نے چلاتے ہوئے کہا۔ "یہ میرے بیڈ روم سے لازماً رقم چرا کر لایا ہو گا۔" اور وہ اپنے آپ کو ایوان کی گرفت سے چھڑاتے ہوئے ایک بار پھر دمتری کے پیچھے بھاگا، لیکن موخر الذکر نے بوڑھے کی کنپٹیوں پر جو بال موجود تھے،

ان کے پیچھے پکڑتے ہوئے اسے زور کا جھٹکا دیا، اوپر اٹھایا اور پھر دھم سے فرش پر پٹخ دیا۔ جب وہ وہاں پڑا تھا، اس نے اپنے بوٹ کی ایڑی سے دو تین مرتبہ اس کے چہرے پر ٹھڈے مارے۔ بوڑھے کی چیخیں نکل گئیں اور وہ ہائے وائے کرنے لگا۔ اگرچہ ایوان فیودرووچ دمتری جتنا تگڑا تو نہیں تھا، پھر بھی اس نے ہمت سے کام لیا، اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹا اور اپنی پوری قوت صرف کر کے اسے بوڑھے سے پرے دھکیل دیا۔ الیوشا نے بھی مقدور بھر اس کی مدد کی، اس نے اپنے بھائی کو سامنے سے پکڑ رکھا تھا۔

"تم پاگل ہو گئے ہو، تم نے انہیں مار ڈالا ہے!" ایوان نے چلا کر کہا۔

"اس کے ساتھ جو ہوا ٹھیک ہی ہوا!" دمتری نے ہانپتے ہوئے آواز بلند کہا۔ "اگر یہ میرے ہاتھوں نہ مرا تو میں پھر آؤں گا اور اسے ختم کر کے ہی دم لوں گا۔ تم مجھے روک نہیں سکو گے!"

"دمتری، یہاں سے فوراً چلے جاؤ!" الیوشا نے حکم دیا۔

"الیکسی، تم واحد شخص ہو جس پر میں اعتبار کرتا ہوں۔ اب مجھے بتاؤ وہ یہاں آئی تھی یا نہیں؟ میں نے اپنی آنکھوں سے اسے باڑ کے سامنے سے گزرتے اور یہاں گلی میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔ میں نے اسے آواز دی تھی مگر وہ بھاگ نکلی..."

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ یہاں نہیں آئی اور مزید یہ کہ کسی کو اس کے آنے کی توقع بھی نہیں تھی!"

"لیکن میں نے اسے دیکھا تھا... اس کا مطلب ہے ہوا کہ وہ... خیر، چھوڑو، میں بہت جلد معلوم کر لوں گا کہ وہ اس وقت کہاں ہے... خدا حافظ، الیکسی! یاد رکھو اب تم ایسپ (170) سے روپے کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں کہو گے، لیکن کاترینا ایوانوونا کے پاس ابھی اور اسی وقت جاؤ اور اسے لازماً بتا دو: 'وہ تمہیں خدا حافظ کہتا ہے، الوداع کہتا ہے!' تم بالکل یہی الفاظ استعمال کرو گے: 'وہ تمہیں خدا حافظ کہتا ہے، الوداع کہتا ہے!' اسے صورت حال پوری طرح سمجھا دینا۔"

دریں اثنا ایوان اور گریگوری نے بوڑھے کو اٹھنے میں مدد دی اور اسے کرسی پر بٹھا دیا۔ اس کا چہرہ خون سے لتھڑا ہوا تھا لیکن وہ خود پوری طرح ہوش میں آ چکا تھا اور بڑی توجہ سے دمتری کی بلند آہنگ گفتگو سن رہا تھا۔ وہ ابھی تک اس وہم میں تھا کہ گروشینکا واقعی یہیں کہیں گھر میں موجود ہے۔ دمتری فیودرووچ نے جاتے جاتے اس پر بھرپور نفرت کی نگاہ ڈالی۔

"مجھے اس بات پر قطعاً کوئی افسوس نہیں کہ میری وجہ سے تمہارا کچھ خون بہہ گیا ہے!" اس نے چلاتے ہوئے کہا۔ "خبردار رہنا، بڈھے، خبردار رہنا، تم جو خواب دیکھ رہے ہو اس پر خبردار رہنا کیونکہ میرا بھی ایک خواب ہے! میں تم پر لعنت بھیجتا ہوں، پھٹکار کرتا ہوں، اور آج سے تم سے ہمیشہ کے

لیے اپنے تعلقات منقطع کرتا ہوں..."

اور وہ تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔

"وہ یہیں ہے، وہ لازماً یہیں ہو گی! سمردیاکوف، سمردیاکوف!" بوڑھے کے حلق سے یوں آواز برآمد ہو رہی تھی جیسے کوئی مینڈک ٹرا رہا ہو۔ جو کچھ وہ کہہ رہا تھا دوسروں کو بمشکل سنائی دے رہا تھا اور وہ انگلی کے اشارے سے سمردیاکوف کو اپنی جانب بلا رہا تھا۔

"وہ یہاں نہیں ہے، بالکل نہیں ہے! آپ کا دماغ خراب ہو گیا ہے!" ایوان نے غصے سے چلا کر کہا۔ "ارے یہ تو بے ہوش ہو رہے ہیں! جاؤ، پانی اور تولیہ لے کر آؤ! سمردیاکوف، اب جاؤ بھی نا!"

سمردیاکوف پانی لانے کے لیے تیزی سے باہر نکل گیا۔ آخر کار انہوں نے اس کے کپڑے اتارے، اسے اٹھا کر بیڈ روم میں پہنچایا، پلنگ پر لٹایا اور اس کے سر کے گرد گیلا تولیہ لپیٹ دیا۔ شراب نوشی، غیر متوقع ہاہاکاری اور پٹائی نے اسے اس قدر نڈھال کر دیا تھا کہ جونہی اس کا سر تکیے پر ٹکا، اس کی آنکھیں بند ہو گئیں اور وہ سو گیا۔ ایوان فیودرووچ اور الیوشا واپس ڈرائنگ روم میں چلے گئے۔ سمردیاکوف شکستہ گلدان کے ٹکڑے سمیٹ رہا تھا جب کہ گریگوری آزردگی سے سر جھکائے میز کے قریب کھڑا تھا۔

"آپ کو بھی اپنے سر پر کوئی گیلی چیز رکھ لینا اور لیٹ جانا چاہیے!" الیوشا نے گریگوری کی جانب متوجہ ہو کر کہا۔ "ان کی دیکھ بھال ہم کر لیں گے۔ میرے بھائی کی وجہ سے آپ کو خاصی شدید چوٹ آئی ہے... سر پر۔"

"اس نے مجھ پر ہاتھ اٹھانے کی جرات کی!" اس نے ایک ایک لفظ پر رک کر افسردگی سے کہا۔

"تم اکیلے نہیں ہو، اس نے اپنے باپ پر بھی ہاتھ اٹھانے کی 'جرأت' کر ڈالی!" ایوان فیودرووچ نے تمسخرانہ انداز سے دانت نکوستے ہوئے کہا۔

"میں اسے ٹب میں نہلایا کرتا تھا... اور اس نے تو مجھ پر بھی ہاتھ اٹھانے کی جرات کر ڈالی!" گریگوری نے اپنی بات کو دہراتے ہوئے کہا۔

"چھوڑو، دفع کرو۔ اگر میں اسے کھینچ نہ لیتا تو وہ غالباً اسے مار ہی ڈالتا۔ ایسپ کو ختم کرنے کے لیے کسی خاص کوشش کی ضرورت نہیں!" ایوان فیودروچ نے سرگوشیوں میں الیوشا سے کہا۔

"خدا نہ کرے!" الیوشا کے منہ سے نکلا۔

"یہ 'خدا نہ کرے' کیوں؟" ایوان نے پہلے کی طرح سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ بغض سے اس

کے ہونٹ تڑ مڑ گئے۔ ''کتا کتے کو کھا رہا ہے، کھانے دو، ہمیں کیا، ان دونوں پر خدا کی مار پڑے!''
الیوشا بری طرح کپکپانے لگا۔
''میں نے ابھی ابھی ایک خون ہونے سے روکا ہے اور تم خاطر جمع رکھو میں آئندہ بھی یہی کام کرتا رہوں گا۔ الیوشا، تم یہیں ٹھہرو، میں ذرا تازہ ہوا کھانے صحن میں جا رہا ہوں۔ میرا سر درد سے پھٹنے لگا ہے۔''
الیوشا اپنے باپ کے بیڈ روم میں چلا گیا اور تقریباً ایک گھنٹہ سکرین کے پیچھے اپنے باپ کے پلنگ کے پاس بیٹھا رہا۔ اچانک بوڑھے نے آنکھیں کھول دیں اور وہ نگاہیں جما کر چپ چاپ الیوشا کو دیکھنے لگا۔ بظاہر یہی نظر آ رہا تھا کہ وہ اپنے خیالات مجتمع کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اچانک خوف سے اس کی شکل بگڑ گئی اور اس کا چہرہ تڑ مڑ گیا۔
''الیوشا!'' اس نے محتاط انداز سے سرگوشی کی، ''ایوان کہاں ہے؟''
''باہر صحن میں'' الیوشا نے جواب دیا۔ ''اس کا سر درد کر رہا ہے۔ وہ پہرہ دے رہا ہے۔''
''مجھے چھوٹا آئینہ پکڑاؤ، ادھر پڑا ہے۔ اٹھاؤ اور مجھے پکڑا دو!''
الیوشا نے چھوٹا مدور اور تہہ ہو جانے والا آئینہ اٹھایا جو سنگھار میز پر پڑا تھا اور اسے تھما دیا۔ بوڑھے نے اپنے چہرے پر نظر ڈالی: اس کی ناک بری طرح سوج چکی تھی اور اس کے بائیں ابرو کے عین اوپر پیشانی پر خاصی بڑی سرخ خراش پڑ چکی تھی۔
''ایوان کیا کہہ رہا تھا؟ الیوشا، مائی ڈیئر الیوشا، میرے اکلوتے، میرے واحد بیٹے، مجھے ایوان سے خوف آتا ہے، مجھے اور کسی سے اتنا خوف نہیں آتا جتنا ایوان سے آتا ہے۔ تم میرے واحد بیٹے ہو جس سے مجھے کوئی خوف نہیں آتا...''
''ایوان سے بھی مت ڈریں: ایوان غصے میں ہے لیکن وہ آپ کا بچاؤ کرے گا۔''
''الیوشا، دوسرے کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ گروشینکا کو تلاش کرنے آیا تھا۔ پیارے بچے، سچ سچ بتاؤ، گروشینکا ابھی ابھی یہاں آئی تھی یا نہیں؟''
''وہ کسی کو بھی نظر نہیں آئی۔ یہ صرف آپ کا وہم ہے، وہ یہاں نہیں ہے!''
''تمہیں معلوم ہے میتکا اس سے شادی کرنا چاہتا ہے — اس سے شادی کرنا چاہتا ہے!''
''وہ نہیں مانے گی۔''
''وہ نہیں مانے گی، نہیں مانے گی، نہیں مانے گی، خواہ ساری دنیا کی دولت اس کے قدموں میں ڈھیر کر دی جائے، وہ نہیں مانے گی، بالکل نہیں مانے گی!''
اس کے ساتھ ہی بوڑھے پر کچھ اس قسم کا سرور طاری ہو گیا جیسے کسی نے اس سے انتہائی خوش

کن بات کہہ دی ہو۔ وجد کے عالم میں اس نے الیوشا کا ہاتھ پکڑا، اسے اپنے دل پر رکھا اور زور زور سے دبانے لگا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھی آ گئے۔
''وہ چھوٹا الیقونہ لے لو، وہی مادر خداوند کا الیقونہ جس کے متعلق میں نے تمہیں بتایا تھا۔ اسے اپنے ساتھ لے جاؤ اور اس کا خیال رکھو۔ میں تمہیں خانقاہ واپس جانے کی اجازت دے دوں گا... اس سے پہلے میں محض مذاق کر رہا تھا، مجھ سے ناراض مت ہو۔ الیوشا، میرے سر میں شدید درد ہو رہا ہے... الیوشا، میرے دل پر پھاہا رکھو، اسے تسلی دو، اطمینان دلاؤ۔ مجھے سب کچھ سچ سچ بتا دو!''
''کیا آپ کو ابھی تک یہی بات پریشان کیے جا رہی ہے کہ وہ یہاں آئی تھی یا نہیں؟'' الیوشا نے اداسی سے پوچھا۔
''نہیں، نہیں، نہیں۔ تم نے جو کچھ کہا ہے، مجھے اس پر یقین ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ایک اور کام کرو۔ تم خود گروشینکا کے ہاں جاؤ یا اس سے کسی طرح ملنے کی کوشش کرو: اس سے صاف صاف پوچھو، جلد از جلد معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ وہ کسے چاہتی ہے، مجھے یا اسے؟ اب بتاؤ، تم یہ کام کر سکتے ہو یا نہیں؟''
''اگر میری اس سے ملاقات ہوئی تو پوچھ لوں گا۔'' الیوشا نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ وہ خاصا کھسیانا ہو رہا تھا۔
''نہیں، وہ تمہیں نہیں بتائے گی۔'' بوڑھے نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ''اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ وہ تمہیں گلے لگا لے گی، تمہارے بوسے لینا شروع کر دے گی اور کہے گی کہ وہ تم سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ وہ مکار ہے، داؤ پیچ کھیلنا جانتی ہے، وہ بے حیا ہے، نہیں، تمہیں اس کے پاس نہیں جانا چاہیے۔ بالکل نہیں جانا چاہیے!''
''میں آپ سے متفق ہوں۔ ابا، یہ کوئی اچھی بات نہیں ہو گی۔''
''بھاگنے سے پہلے اس نے تمہیں جو بلایا تھا، تو وہ تمہیں کہاں بھیجنا چاہتا تھا؟''
''کاتریناایوانوونا کے ہاں۔''
''روپے کے لیے؟ روپیہ مانگنے کے لیے؟''
''نہیں، روپے کے لیے نہیں۔''
اس کے پاس روپیہ وغیرہ کچھ نہیں، دھیلا بھی نہیں۔ میں آج رات جب بستر پر لیٹوں گا تو جو کچھ ہو رہا ہے اس کے بارے میں غور کروں گا، مگر تم اب جا سکتے ہو۔ ممکن ہے تمہارا اس (گروشینکا) سے آمنا سامنا ہو جائے... تاہم صبح مجھ سے ضرور ملنے آنا، اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنا۔ میں کل تمہیں کچھ بتاؤں گا۔ آؤ گے نا؟''

"جی ہاں، آؤں گا۔"

"جب آؤ تو ظاہر یہ کرنا کہ تم اپنی مرضی سے آئے ہو اور میری مزاج پرسی کرنا چاہتے ہو۔ ایوان سے ایک لفظ بھی نہ کہنا۔"

"بہت اچھا۔"

"خدا حافظ، میرے پیارے بیٹے، میں یہ کبھی نہیں بھولوں گا کہ آج تم نے میرا ساتھ دیا تھا۔ کل میں تمہیں خاص بات بتاؤں گا... پہلے مجھے اس کے متعلق سوچنا ہوگا..."

"اور اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"

"کل آؤ، تب تک میں جاگ چکا اور بستر سے اٹھ چکا ہوں گا۔ میں بالکل ٹھیک ہوں، سوا آنے ٹھیک ہوں۔ حقیقتاً بالکل ٹھیک ہوں!..."

جب الیوشا صحن پار کر رہا تھا اس کی نظر اپنے بھائی ایوان پر پڑی جو صدر دروازے کے قریب بنچ پر بیٹھا ہوا تھا: وہ اپنی نوٹ بک پر پنسل سے کچھ لکھ رہا تھا۔ الیوشا نے ایوان کو مطلع کیا کہ بوڑھا جاگ رہا ہے اور ہوش میں ہے، اس نے اسے رات خانقاہ میں گزارنے کی اجازت دے دی ہے۔

"الیوشا، اگر کل صبح میری تمہارے ساتھ ملاقات ہو جائے تو مجھے بے حد خوشی ہوگی،" ایوان نے شگفتہ روئی سے کہا۔ اس کی شگفتہ روئی پر الیوشا کو بے حد حیرت ہوئی۔

"میں کل خوخلاکووا کے ہاں ہوں گا،" الیوشا نے جواب دیا، "اور اگر مجھے کاتریناایوانوونا گھر پر نہ ملی تو ہو سکتا ہے کہ میں کل اس کے ہاں بھی پھیرا لگانے چلا جاؤں..."

"تو تم اب کاترینا ایوانوونا کے ہاں جا رہے ہو! اس کا الوداعی سلام پہنچانے؟ ٹھیک؟" ایوان نے یک لخت مسکراتے ہوئے کہا۔ الیوشا کھسیانا ہو گیا۔

"باقی باتوں کے علاوہ یہاں جو چیخم چاخ ہوئی ہے، اس سے مجھے اچھی طرح اندازہ ہو گیا ہے کہ دراصل ہو کیا رہا ہے۔ دمتری نے غالباً تمہیں بتایا ہوگا کہ تم اس کے ہاں جاؤ اور اسے بتا دو کہ وہ آئندہ اس کے ساتھ کوئی سروکار نہیں رکھنا چاہتا۔"

"ایوان!" الیوشا کے منہ سے آہ نکل گئی۔ "ابا اور دمتری کے مابین معاملات نے جو خطرناک صورت اختیار کر لی ہے، اس کا انجام کیا ہوگا؟"

"یقین سے تو کچھ کہنا ناممکن ہے۔ غالباً کچھ بھی تو نہیں ہوگا: سارا معاملہ ٹائیں ٹائیں فش ہو

جائے گا۔ وہ عورت جنگلی جانور ہے اور بہت خطرناک ہے۔ بہرحال کچھ ایسا اہتمام ہونا چاہیے کہ ابا گھر سے باہر نہ نکلنے پائیں اور دمتری کو اندر آنے کا موقع نہ مل سکے۔"

"بھائی، مجھے آپ سے کچھ اور بھی پوچھنا ہے: کیا کسی شخص کو واقعی یہ حق حاصل ہے کہ وہ یہ فیصلہ کرنے بیٹھ جائے کہ اس کے اردگرد کون لوگ زندہ رہنے کے مستحق ہیں اور کون لوگ نہیں؟"

"اس بات کو کہ زندہ رہنے کا کون مستحق ہے، بیچ میں گھسیٹ کر مسئلے کو پیچیدہ بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ اس سوال کا فیصلہ لوگوں کے دلوں میں ہوتا ہے لیکن اس بنیاد پر نہیں کہ زندہ رہنے کا مستحق کون ہے بلکہ اس کے پیچھے بالکل ہی مختلف، کہیں زیادہ فطری معیار کارفرما ہوتے ہیں۔ جہاں تک 'حق' کا تعلق ہے، کیا ہر شخص کو خواہش کرنے، آرزو پالنے کا حق حاصل نہیں؟"

"لیکن کسی دوسرے شخص کی موت کا تو ہرگز نہیں؟"

"خیر، کیوں نہیں؟ یہ دیکھتے ہوئے کہ سب لوگ اسی طرح کی زندگی گزارتے ہیں اور انہیں کسی اور طرح زندگی گزارنے کا انداز معلوم ہی نہیں، اپنے آپ کو دھوکا کیوں دیا جائے؟ میں نے قبل ازیں جو کہا تھا 'کتا کتے کو کھا رہا ہے، کھانے دو' تمہارا اشارہ اس طرف تو نہیں تھا؟ اس صورت میں میں تم سے کچھ پوچھنے کی اجازت چاہوں گا: کیا تم یہ تو نہیں سمجھتے کہ دمتری کی طرح میں بھی ایسپ کا خون بہانے، اسے ہلاک کرنے کی اہلیت سے بہرہ ور ہوں؟ بتاؤ، جواب دو!"

"ایوان، تمہارا مطلب کیا ہے! میں نے تو اس قسم کی بات کبھی خواب میں بھی نہیں سوچی۔ اور میرا خیال ہے کہ دمتری بھی..."

"میں کم از کم اس بات کے لیے تمہارا شکر گزار ہوں،" ایوان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ایک بات یاد رکھو، میں ہمیشہ ان کی حفاظت کرتا رہوں گا۔ جہاں تک اس معاملے میں میری خواہشات کا تعلق ہے تو میں بالکل وہی کرنے کا حق محفوظ رکھ رہا ہوں جو میں کرنا چاہتا ہوں۔ کل تک کے لیے خدا حافظ۔ میرا محاکمہ مت کرو اور مجھے اس طرح نہ دیکھو جیسے میں کوئی قاتل ہوں،" اس نے مسکراتے ہوئے مزید کہا۔

انہوں نے گرم جوشی کے ساتھ مصافحہ کیا، انہوں نے اس قسم کی باہمی گرم جوشی اس سے پہلے کبھی نہیں دکھائی تھی۔ الیوشا کو محسوس ہو رہا تھا کہ اس کے بھائی نے اس کے ساتھ صلح کا جو ہاتھ بڑھایا ہے، وہ خالی از علت نہیں، اس کے اس اقدام کے پیچھے لازماً کوئی وجہ، کوئی خاص مقصد کارفرما ہوگا۔

10

دونوں یکجا

الیوشا جس کیفیت میں اپنے باپ کے گھر میں داخل ہوا تھا، اب وہاں سے رخصت ہوتے وقت وہ اس سے بھی زیادہ پریشان اور افسردہ تھا۔ اس کے خیالات گڑ بڑا رہے تھے، وہ انہیں مجتمع کرنے اور اس روز اسے جن اذیت ناک تضادات کا سامنا کرنا پڑا تھا، ان سے کوئی نتیجہ اخذ کرنے سے خائف تھا۔ یہ کچھ ایسے تھا جیسے مایوسی نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا ہو اور اس کے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہ چھوڑا ہو، اور یہ ایک ایسی کیفیت تھی جس میں سے وہ پہلے کبھی نہیں گزرا تھا۔ کسی بھی دوسری چیز کی نسبت کہیں زیادہ اہم، لا ینحل، دوررس اور شاید بھیانک مضمرات کا حامل سوال کسی پہاڑ کی طرح اس کے سر پر منڈلا رہا تھا: اس عورت کے ساتھ، جو کسی بلا سے کم نہیں، اس کے باپ اور بھائی دمتری کے تعلقات کا انجام کیا ہوگا؟ اس موقعہ پر تو وہ خود بھی چشم دید گواہ تھا۔ وہ وہاں موجود تھا اور اس نے انہیں ایک دوسرے کے مقابل ہوتے دیکھا تھا۔ لیکن قرائن سے اندازہ یہی ہوتا تھا کہ انجام کار دمتری مارکھا جائے گا، ناخوشی — مکمل اور بھیانک ناخوشی — اس کا مقدر معلوم ہو رہی ہے، بلاشک وشبہ کوئی زبردست مصیبت اس کا انتظار کر رہی ہے۔ اور اتفاق تو دیکھو، بعض دیگر لوگ بھی موجود تھے جنہیں محسوس ہو رہا تھا کہ ان کا بھی اس سارے معاملے سے تعلق بنتا ہے، اس سے کہیں زیادہ جس کا الیوشا نے شاید کبھی تصور کیا ہو۔ جو کچھ رونما ہوا تھا، پوری طرح واضح نہیں تھا بلکہ ابھی تک اسرار کے سات پردوں میں چھپا ہوا تھا۔ اس کے بھائی ایوان نے اس کی جانب صلح کا ہاتھ بڑھایا تھا۔ الیوشا کو بڑی مدت سے اس کی شدید آرزو تھی لیکن اب کسی وجہ سے اسے اس پہلے سے کہیں زیادہ بے تکلفی کی طرف اس بڑھتے ہاتھ سے خوف محسوس ہونے لگا تھا۔ اور وہ عورتیں؟ بات بہت عجیب تھی: ازیں پیشتر اسے کاتریناایوانوونا کے ہاں جانے کے تصور ہی سے خفت محسوس ہو رہی تھی؛ تاہم اب وہ ایسا محسوس نہیں کر رہا تھا، اس کے برعکس اب اسے وہاں پہنچنے کی جلدی لاحق ہو رہی تھی جیسے اسے توقع ہو کہ وہ اسے سیدھا راستہ دکھا سکے گی۔ تاہم اسے اس تک پیغام پہنچانے کا مسئلہ پہلے کی نسبت کہیں زیادہ مشکل معلوم ہو رہا تھا: تین ہزار روبل کا مسئلہ ہمیشہ کے لیے حل ہو چکا تھا اور اس کا بھائی دمتری، جسے اب محسوس ہو رہا تھا کہ وہ عزت نفس اور امید دونوں سے محروم ہو چکا ہے، اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے کوئی بھی اقدام کرنے سے گریز نہیں کرے گا خواہ اس کے لیے اسے کتنی ہی بھاری قیمت کیوں نہ چکانا پڑے اور اپنی کتنی ہی تذلیل

کیوں نہ کرانا پڑے۔ مزید برآں وہ اسے ہدایت کر چکا تھا کہ اپنے باپ کے گھر میں ابھی ابھی اس کے سامنے جو واقعہ پیش آیا تھا، اس کی من وعن تفصیل کاتریناایوانوونا کے سامنے بیان کر دے۔

جب الیوشا کاتریناایوانوونا کے ہاں جانے کے لیے روانہ ہوا شام کے سات بج چکے تھے اور اندھیرا چھا چکا تھا۔ کاتریناایوانوونا بڑی سڑک پر بہت کشادہ اور آرام دہ مکان میں قیام پذیر تھی۔ الیوشا کو معلوم تھا کہ وہاں وہ اپنی دو خالاؤں کے ساتھ رہ رہی ہے۔ ان میں ایک دراصل اس کی نہیں بلکہ اس کی بڑی بہن اگافیاایوانوونا کی خالہ تھی۔ یہ وہی کم گو عورت تھی جو اس کی ہمشیرہ کے ساتھ اس کے باپ کے گھر میں رہا کرتی تھی اور جب وہ بورڈنگ سکول سے واپس گھر آیا کرتی تھی تو وہی اس کی دیکھ بھال کیا کرتی تھی۔ رہی دوسری خالہ، اگرچہ حالات نے اسے غربت کے غار میں دھکیل دیا تھا، اصلاً وہ ماسکو کی ایک ٹھسے دار خاتون تھی۔ کہا جاتا تھا کہ اگرچہ دونوں خالائیں ہر معاملے میں کاتریناایوانوونا کی رائے کا احترام کرتی تھیں مگر وہ محض شائستگی کے تقاضوں کے پیش نظر ابھی تک اس کے ساتھ قیام پذیر چلی آ رہی تھیں۔ اس کے برعکس کاتریناایوانوونا محض اپنی محسن، جرنیل کی بیوہ، کا احترام کرتی تھی جو اتنی بیمار تھی کہ اس کے لیے ماسکو سے کہیں باہر جانا ناممکن تھا۔ کاتریناایوانوونا اسے ہفتے میں دو بار خط لکھتی اور اپنے متعلق خبریں بھیجتی رہتی تھی۔

جب الیوشا نے استقبالیے میں قدم رکھا اور ملازمہ سے استفسار کیا جس نے اس کی آمد کے متعلق اندر اطلاع دینے کے لیے دروازہ کھولا تھا تو معلوم کچھ یوں ہوا جیسے اس کے آنے کی خبر ڈرائنگ روم میں پہلے ہی پہنچ چکی ہو (شاید دریچے میں سے اس کی شکل نظر آ گئی تھی) اور پھر اچانک اس کے کانوں میں شوروغل کی آوازیں پڑیں۔ یہ آوازیں خواتین کے بھاگم بھاگ چلنے اور ان کے ملبوسات کے سرسرانے کی وجہ سے پیدا ہوئی تھیں۔ یہ دو تین عورتیں ہوں گی جو بھاگی چلی آ رہی تھیں۔

الیوشا کو یہ بات قدرے عجیب لگی کہ اس کی آمد پر اتنی ہلچل پیدا ہو گئی تھی۔ تاہم اسے جھٹ پٹ ڈرائنگ روم میں پہنچا دیا گیا۔ یہ لمبا چوڑا کمرا تھا۔ اسے سجانے اور آراستہ کرنے میں بڑی خوش ذوقی کا مظاہرہ کیا گیا تھا اور روپیہ بھی پانی کی طرح بہایا گیا تھا، ہر چیز قرینے سے سجی ہوئی تھی اور معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ یہ دارالسلطنت سے دور کسی قصبے کے مکان کا ڈرائنگ روم ہے۔ اس میں متعدد صوفے، کاؤچیں، دیوان اور چھوٹی بڑی میزیں خاص ترتیب اور سلیقے سے رکھی ہوئی تھیں۔ دیواروں پر تصویریں، میزوں پر فانوس اور پھول دان تھے، پھول اپنی بہار دکھا رہے تھے اور ان کی فراوانی تھی۔ دریچے کے قریب ایک چھوٹا سا ماہی خانہ بھی تھا۔ یہ جھٹ پٹے کا وقت تھا اور کمرے میں قدرے اندھیرا پھیل چکا تھا۔ الیوشا کو صوفے پر، جس پر سے بظاہر ابھی ابھی کوئی شخص اٹھ کر گیا

تھا، ریشمی سکارف پڑا دکھائی دیا۔ صوفے کے سامنے کی میز پر چاکلیٹ کی دو پیالیاں دھری تھیں۔ ان میں سے کچھ چاکلیٹ پی جا چکی تھی اور باقی ابھی ان میں موجود تھی۔ ان پیالیوں کے قریب ایک پلیٹ میں چند بسکٹ اور کشمش اور دوسری میں بعض دوسری مٹھائیاں رکھی ہوئی تھیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ کسی مہمان کی خاطر تواضع ہو رہی تھی۔ ایلیوشا کو احساس ہوا کہ اس نے خواہ مخواہ رنگ میں بھنگ ڈال دی ہے اور مہمانوں کے لیے پریشانی کا موجب بنا ہے۔ اس کی بھویں تن گئیں۔ لیکن عین اس لمحے وہ پردہ، جو دروازے پر لٹک رہا تھا، اٹھ گیا اور کاترینا ایوانوونا تیز تیز قدم اٹھاتی کمرے میں آ گئی۔ وہ خوشی سے پھولی نہیں سما رہی تھی اور اس نے اپنے دونوں ہاتھ ایلیوشا کی جانب بڑھا دیے۔ اسی دوران میں ایک خادمہ دو روشن موم بتیاں لے آئی اور میز کے اوپر رکھ دیں۔

"خدا کا شکر ہے کہ تم آخر یہاں آئے تو سہی! تم ہی وہ شخص ہو جس سے ملنے کی آرزو میں میں سارا دن گھلتی اور دعائیں مانگتی رہی ہوں! بیٹھو!"

ایلیوشا کے دل و دماغ پر بھی کاترینا ایوانوونا کے حسن کا تب گہرا نقش ثبت ہو گیا تھا جب کوئی تین ہفتے پہلے اس کا بھائی دمتری خود کاترینا ایوانوونا کی پُرزور خواہش پر اسے اس سے ملانے پہلی بار اس کے گھر لے کر گیا تھا۔ تاہم اس موقع پر ان کی آپس میں کوئی خاص بات چیت نہیں ہوئی تھی۔ یہ بھانپتے ہوئے کہ ایلیوشا بہت کھسیانا ہو رہا ہے، کاترینا ایوانوونا پوری کوشش کرتی رہی تھی کہ ایلیوشا کسی طرح کی بے چینی محسوس نہ کرے اور یوں وہ سارا وقت دمتری فیودرووچ کے ساتھ گفتگو کرتی رہی تھی۔ اگرچہ ایلیوشا چپ چاپ بیٹھا رہا تھا تاہم وہ بہت کچھ دیکھنے اور سمجھنے میں کامیاب رہا تھا۔ اس غیور اور پُرتمکین دوشیزہ نے جس تحکم پسندی، شائستگی اور خود اعتمادی کا مظاہرہ کیا تھا، اس پر وہ ششدر رہ گیا تھا۔ ان تمام باتوں میں کوئی کلام نہیں تھا۔ ایلیوشا کو محسوس ہو رہا تھا کہ اس دوشیزہ کے بارے میں اس کے ذہن پر جو نقوش مرتسم ہو رہے ہیں وہ انہیں قطعاً بڑھا چڑھا نہیں رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس کی بڑی بڑی، سیاہ اور روشن آنکھیں بے حد خوب صورت ہیں اور اس کے زردی مائل بیضوی چہرے کی ساخت کے عین مطابق ہیں۔ ان آنکھوں اور اس کے نفیس ہونٹوں کے خطوط میں بھی کوئی نہ کوئی ایسی چیز ضرور تھی جسے دیکھ کر اس کا بھائی اس کی شدید محبت میں گرفتار ہو گیا ہو گا لیکن غالباً یہ محبت دیرپا ثابت نہیں ہو سکتی تھی۔ اور اس ملاقات کے بعد جب اس کے بھائی دمتری نے اس پر زور دے کر پوچھنا شروع کر دیا تھا کہ اس کی اپنی ہونے والی بھابھی کے بارے میں کیا رائے ہے اور اس سے التجا بھی کرنے لگا تھا کہ وہ کھل کر بات کرے اور کوئی چیز چھپانے کی کوشش نہ کرے تو اس نے اپنے خیالات پر پردہ ڈالنے کی ذرا سی بھی کوشش نہیں کی تھی۔

"آپ اس کے ساتھ خوش تو رہیں گے لیکن غالباً... اس خوشی پر پریشانیوں کا پرتو ہو گا۔"

"برخوردار، تم ٹھیک کہتے ہو۔ بعض لوگ کبھی تبدیل نہیں ہوتے۔ وہ اپنے مقدر کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کرتے۔ تو تمہارا خیال ہے کہ اس کے لیے میری محبت ہمیشہ برقرار نہیں رہے گی؟"

"پتا نہیں، ممکن ہے کہ آپ اس سے ہمیشہ محبت کرتے رہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ اس کے ساتھ ہمیشہ خوش نہ رہیں۔"

ایلیوشا نے اس موقع پر اپنی رائے کا اظہار کر تو دیا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی اس کا چہرہ شرم سے لال سرخ ہو رہا تھا اور وہ اپنے آپ کو کوس رہا تھا کہ وہ اپنے بھائی کی منت سماجت کے سامنے ڈھیر کیوں ہو گیا اور اس نے اس طرح کے "احمقانہ" خیالات کا اظہار کیوں کر دیا تھا۔ جونہی اس نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اسے خود بھی احساس ہونے لگا کہ وہ اس کے اپنے بھولپن کے غماز ہیں۔ اس کے علاوہ اسے اس بات پر بھی ندامت تھی کہ اس نے خواہ مخواہ کسی عورت کے متعلق اتنی بچی تلی، واضح اور دوٹوک رائے دی ہے۔ اب اس کی حیرت میں اس لیے بھی مزید اضافہ ہو گیا جب اسے کاترینا ایوانوونا کو دیکھ کر، جو اسے خوش آمدید کہنے کے لیے کمرے میں داخل ہو رہی تھی، احساس ہوا کہ گزشتہ موقع پر اس سے شاید کوئی بھیانک غلطی سرزد ہو گئی تھی۔ اس مرتبہ اس کا چہرہ غیر بناوٹی، بے ریا اور خوش خلق شفقت اور کشادہ اور پُرجوش خلوص سے دمک رہا تھا۔ گزشتہ ملاقات کے دوران میں ایلیوشا کے ذہن پر جو نقش راسخ ہوا تھا وہ یہ تھا کہ اس عورت میں نخوت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور عام لوگوں کے لیے اس کے دل میں رتی برابر عزت نہیں۔ لیکن اب اسے اس کا چہرہ دیکھ کر احساس ہوا کہ یہ عورت بڑی حوصلہ مند ہے، پُرتوقیر انداز سے توانا ہے اور اسے اپنی ذات پر زبردست اعتماد ہے۔ اس پر پہلی نظر پڑتے ہی، اس کے اوّلین الفاظ سنتے ہی، ایلیوشا کو اندازہ ہو گیا کہ اس شخص کے سلسلے میں، جس سے وہ اتنی شدید محبت کرتی ہے، خود اسے جس الم ناک صورت حال کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، وہ اس سے مخفی نہیں، شاید اسے ہر چیز کا، کامل طور پر ہر چیز کا، پہلے ہی علم ہے، لیکن اس کے باوجود اس کے چہرے پر کتنی تابندگی، مستقبل پر کتنا اعتماد جھلک رہا ہے۔ ایلیوشا کو اچانک محسوس ہوا کہ وہ عمداً اور بڑے گھمبیر انداز سے اس عورت کے ساتھ بڑی زیادتی کا مرتکب ہوا ہے۔ وہ بیک وقت اس کا مفتوح بھی ہو گیا اور گرویدہ بھی۔ ان باتوں کے علاوہ اس نے اس کے اوّلین الفاظ سے بھی، جو اس کی زبان سے ادا ہوئے، بھانپ لیا کہ وہ اس وقت زبردست ہیجانی کیفیت میں سے گزر رہی ہے — ایک ایسی ہیجانی کیفیت جس کے ڈانڈے غایت انبساط یا وجد سے جا ملتے ہیں اور ایسا اس کے ساتھ غالباً اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔

"میری کتنی آرزو تھی کہ تم سے کسی طرح ملاقات ہو جائے کیونکہ تم واحد شخص ہو جو مجھے پوری سچائی سے آگاہ کر سکتا ہے، صرف تم، کوئی بھی دوسرا نہیں۔"

"میں اس لیے آیا ہوں..." ایلوشا بڑبڑایا۔ وہ بہت بوکھلایا ہوا تھا۔ "میں اس لیے آیا ہوں... کیونکہ مجھے اس نے بھیجا ہے..."

"اوہ، تو انہوں نے تمہیں بھیجا ہے!" کاترینا ایوانوونا نے قدرے حیرت سے کہا۔ اس کی آنکھیں اچانک جگمگانے لگی تھیں۔ "خیر، مجھے اسی کی توقع تھی۔ اب میں سب کچھ جان گئی ہوں وہ سب کچھ جس کو جاننے کی ضرورت ہے۔ الیکسی فیودوروچ، ٹھہرو۔ پہلے میں تمہیں بتاتی ہوں کہ میں تم سے ملنے کے لیے اتنی بے چین کیوں تھی۔ دیکھو، غالباً میں اس سے کہیں زیادہ جانتی ہوں جتنا کہ تم جانتے ہو۔ مجھے تم سے کوئی خبر نہیں چاہیے۔ میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ ان کے بارے میں تمہاری جو اپنی دیانت دارانہ رائے ہے، وہ مجھے بلا کم و کاست بتا دو۔ ان سے آج کی ملاقات کے بعد تم نے ان کے، ان کے رویے کے بارے میں جو رائے قائم کی ہے، میں چاہتی ہوں کہ تم مجھے یہ لگی لپٹی رکھے بغیر، سیدھے سبھاؤ، کسی اگر مگر یا ہیر پھیر کے بغیر، بلکہ سفاکانہ انداز سے (تم جتنی سفاکی سے چاہو کام لے سکتے ہو) بتا دو۔ یہ غالباً اس وضاحت سے بہتر ہوگی جو اگر میں، جس سے وہ اب ملنا نہیں چاہتے، ذاتی طور پر ان سے حاصل کر سکوں۔ تم سمجھ گئے ہو گے کہ میں تم سے کیا چاہتی ہوں؟ تو انہوں نے اب تمہیں میرے پاس کیوں بھیجا ہے؟ (ویسے مجھے یقین تھا کہ وہ تمہیں میرے پاس ضرور بھیجیں گے!) صاف گوئی سے کام لو، مجھے سچائی بتاؤ!"

"اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں آپ تک اس کا الوداعی سلام پہنچا دوں اور آپ کو بتا دوں کہ وہ اب آپ سے کبھی نہیں ملے گا... اس نے آپ کو الوداعی سلام اور نیک تمنائیں بھیجی ہیں۔"

"ان کا الوداعی سلام؟ انہوں نے یہی کہا تھا؟ یہ انہیں کے الفاظ ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"ممکن ہے ان کی زبان سے یہ الفاظ اس لیے ادا ہو گئے ہوں کہ انہیں سوجھے ہی صرف یہ تھے، فی البدیہہ غلط الفاظ منہ سے نکل گئے ہوں حالانکہ وہ کہنا کچھ اور چاہتے تھے؟"

"نہیں، ایسی کوئی بات نہیں۔ صحیح صحیح یہ بالکل وہی الفاظ ہیں جو اس نے آپ تک پہنچانے کے لیے مجھ سے کہے تھے۔ 'اسے خدا حافظ کہہ دینا۔' اس نے کہا تھا اور مجھے تین مرتبہ تاکید کی تھی کہ میں اسے بھولوں نہیں۔"

کاترینا ایوانوونا کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"الیکسی فیودوروچ، اب میری مدد کرو، اب مجھے واقعی تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ میں کیا سوچ رہی ہوں، میرے دل میں کیا ہے، وہ میں تمہیں صاف صاف بتا دوں گی اور تم سے صرف یہ چاہوں گی کہ تم مجھے بتا دو کہ جو کچھ میں کہہ رہی ہوں وہ صحیح ہے یا نہیں۔ سنو، اگر تو انہوں نے یہ

الفاظ کہ تم مجھے ان کا الوداعی سلام پہنچا دو، سوچے سمجھے بغیر محض اس لیے کہہ دیے تھے کہ انہیں موقع پر سوجھے ہی صرف یہ تھے لیکن اگر انہوں نے ان الفاظ پر زور نہ دیا ہوتا، اگر تمہیں ان کے متعلق بار بار تاکید نہ کی ہوتی، پھر سارا معاملہ یہیں ختم ہو جاتا... سارا قصہ انجام پذیر ہو جاتا! مگر چونکہ وہ ان الفاظ پر اصرار کرتے رہے، تمہیں خاص طور پر تاکید کرتے رہے کہ تم ان کے الفاظ کو ان کی اصل شکل میں مجھ تک پہنچانا نہ بھولو— پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ذہنی طور پر مضطرب تھے، شاید اپنے آپے میں بھی نہیں تھے؟ انہوں نے ایک فیصلہ تو کر لیا لیکن اس فیصلے سے ڈر گئے! بجائے اس کے کہ وہ جرأت سے مجھے چھوڑ کر چلے جاتے، انہوں نے سر کے بل پاتال میں چھلانگ لگا دی۔ ان الفاظ پر جو زور دیا گیا ہے، وہ اس امر کی علامت ہے کہ جس دلیری کا وہ عندیہ دے رہے ہیں، اس کا ہدف محض دوسروں کو متاثر کرنا یا انہیں خوف زدہ کرنا ہے..."

"جی ہاں، جی ہاں، آپ صحیح فرما رہی ہیں!" ایلوشا نے بڑے جوش و خروش سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔ "میرا بھی اب یہی خیال ہے۔"

"اگر یہ بات ہے پھر مجھے ان کے متعلق بالکل ہی نا امید نہیں ہونا چاہیے! اس وقت ان پر مایوسی کا غلبہ ہے، لیکن میرا خیال ہے کہ میں اب انہیں بچا سکتی ہوں۔ ٹھہرو، انہوں نے تم سے رقم کے متعلق، تین ہزار روبل کے بارے میں تو کچھ نہیں کہا تھا؟ سچا ہی سہی!"

"اس نے نہ صرف اس رقم کا ذکر کیا تھا بلکہ غالباً یہی چیز اس کے ذہن پر بھاری بوجھ بنی ہوئی ہے۔ اس نے کہا تھا کہ وہ اپنی عزت اور نیک نامی سے محروم ہو چکا ہے اور اب اس کے لیے کچھ بھی اہم نہیں رہا۔" ایلوشا نے بڑی گرم جوشی سے جواب دیا۔ اسے یقین ہو چلا تھا کہ امید کا دیا دوبارہ اس کے دل میں ٹمٹمانے لگا ہے اور شاید اس کے بھائی کو بچانے کی کوئی صورت نکل سکتی ہے۔ "مگر بات کیا ہے... آپ کو رقم کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟" اس نے مزید کہا اور پھر یک لخت چپ ہو گیا۔

"مجھے اس بارے میں بہت عرصے سے معلوم ہے اور یقینی طور پر صحیح معلوم ہے۔ میں نے ماسکو تار بھیجا تھا اور مجھے کچھ عرصے سے معلوم ہے کہ رقم وہاں نہیں پہنچی۔ انہوں نے رقم بھیجی ہی نہیں اور میں نے کچھ کہا نہیں۔ گزشتہ ہفتے مجھے معلوم ہوا کہ انہیں مزید رقم کی ضرورت ہے اور شدید ضرورت ہے... اس سارے قصے میں میرا مقصد صرف یہ رہا ہے کہ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ انہیں مدد کے لیے کس کے پاس جانا چاہیے اور یہ کہ ان کا سب سے بڑا وفا شعار دوست کون ہے۔ لیکن وہ ہیں کہ یہ بات ماننا ہی نہیں چاہتے کہ میں ان کی سب سے زیادہ وفا شعار دوست ہوں، میں جو کچھ ہوں وہ اسے تسلیم کرنا ہی نہیں چاہتے، وہ مجھے صرف عورت سمجھتے ہیں۔ میں پورا ہفتہ اس بات پر

دماغ سوزی کرتی رہی ہوں کہ انہیں کیسے سمجھاؤں کہ انہیں اس تین ہزار کی رقم کو ٹھکری کرنے پر میرے سامنے شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ میرا مطلب ہے کہ وہ دوسروں کے سامنے بلکہ خود اپنے سامنے بے شک شرمندہ ہوتے رہیں لیکن میرے سامنے نہیں۔ آخر وہ خداوند کے سامنے کسی قسم کی شرمندگی محسوس کیے بغیر سب کچھ کہتے ہی رہتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ وہ یہ جان نہیں پائے کہ میں ان کی خاطر کیا کچھ برداشت کر سکتی ہوں! ہم دونوں کے مابین جو کچھ بیت چکا ہے، اس کے بعد بھی وہ کیوں مجھے جان نہیں پائے۔ مجھے جاننے کا حوصلہ کیوں نہیں کرتے؟ میں انہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بچانا چاہتی ہوں۔ وہ بھول جائیں کہ میں ان کی سنگیتر ہوں۔ اور اب انہیں صرف یہ خوف کھائے جا رہا ہے کہ اگر وہ میرے روبرو ہوئے تو ان کی عزت کو بٹا لگ جائے گا! الیکسی فیودوروچ، دیکھو، انہیں تمہارے سامنے راز کی باتیں کہنے سے تو کوئی خوف محسوس نہیں ہوا تھا، پھر کیا وجہ ہے کہ میں ابھی تک ان کی راز دان نہیں بن سکی؟"

اس نے یہ آخری الفاظ آنسوؤں میں ڈوب کر کہے۔ آنسو تھے کہ اس کے رخساروں پر بہے ہی جا رہے تھے۔

"اس کے اور میرے باپ کے مابین جو کچھ بیتا،" الیوشا نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا، "مجھے وہ آپ کو بتا دینا چاہیے۔"

اور اس نے اس سارے منظر کو جزئیات سمیت بیان کر دیا! اس نے اسے بتایا کہ کس طرح دمتری نے اسے کچھ روپیہ حاصل کرنے کی غرض سے اسے اس کے باپ کے پاس بھیجا تھا، پھر کس طرح وہ خود اندر آ دھمکا۔ کس طرح اپنے باپ پر حملہ آور ہوا اور پھر الیوشا سے اصرار کرنے لگا کہ وہ جائے اور کاتریا ایوانوونا کو اس کا "الوداعی سلام" پہنچا آئے۔

"وہ اس عورت کے ہاں چلے گئے ہیں؟" الیوشا نے ملائمت سے مزید کہا۔

"تمہارا خیال ہے میں اس عورت کو برداشت نہیں کر سکوں گی؟ کیا ان کا بھی یہی خیال ہے؟ لیکن وہ اس سے شادی نہیں کر پائیں گے،" اس نے اچانک پُر اضطراب ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔ "آدمی کرامازوفوں میں ہی سے کیوں نہ ہو، یقیناً وہ بھی ہمیشہ اس طرح کی آتشِ عشق میں نہیں جل سکتا! یہ محبت نہیں، شہوانیت ہے... وہ اس سے شادی نہیں کر پائیں گے کیونکہ وہ انہیں قبول نہیں کرے گی۔"

کاتریا ایوانوونا نے اپنی ایک اور عجیب مسکراہٹ چہرے پر سجاتے ہوئے کہا۔

"شاید وہ (دمتری) اس سے شادی کر لے،" الیوشا نے اپنی نظریں جھکاتے ہوئے اداسی سے کہا۔

"میں تمہیں بتائے دیتی ہوں کہ وہ اس سے شادی نہیں کر پائیں گے! تمہیں اندازہ ہے کہ وہ لڑکی فرشتہ صفت ہے،" کاتریا ایوانوونا نے اچانک غیر معمولی جوش و جذبے سے بآواز بلند کہا۔

"تمہیں اندازہ ہے، تم نے کبھی سوچا ہے؟ وہ تمام نفیس لوگوں میں غیر معمولی طور پر نفیس ترین ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ بے حد پُرکشش ہے، مرد اسے دیکھتے ہی اس پر ریجھنے لگتے ہیں لیکن مجھے یہ معلوم ہے کہ وہ بے حد اچھی، بے حد قابل اعتبار اور بے حد بھلی مانس ہے۔ الیکسی فیودوروچ، تم مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو؟ شاید تمہیں میرے الفاظ پر تعجب ہو رہا ہے، شاید تمہیں میری باتوں کا یقین نہیں آ رہا؟ اگرافینا الیکساندروونا، میری فرشتہ سیرت!" اس نے اگلے کمرے میں کسی کو اچانک آواز دی، "آ جاؤ اور آ کر ہمارے پاس بیٹھ جاؤ۔ یہ بہت اچھا اور مہربان شخص ہے، یہ الیوشا ہے، اسے ہمارے بارے میں سب کچھ معلوم ہے، آؤ اور اسے اپنا دیدار کراؤ!"

"میں پردے کے پیچھے محض اس انتظار میں تھی کہ تم مجھے کب بلاتی ہو،" کسی عورت کی نرم و ملائم اور شیریں آواز سنائی دی۔

دروازے کا پردہ ایک جانب کھسکا اور... گروشینکا سراپا شیرینی اور تبسم کی کرنیں بکھیرتی میز کے پاس پہنچی۔ الیوشا کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔ اس کی نگاہیں اس پر جمی کی جمی رہ گئیں اور وہ کسی صورت بھی انہیں ہٹانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ تو یہ تھی وہ بھیانک عورت — وہ "خطرناک حیوان" جیسا کہ ایوان نے بمشکل آدھ گھنٹہ پہلے اسے خطاب دیا تھا۔ پھر بھی اس کے سامنے جو عورت کھڑی تھی، بظاہر یہی نظر آ رہا تھا کہ وہ سیدھی سادی اور عام سی عورت ہے، پُر شفقت اور خوش طبع — خوب صورت وہ یقیناً تھی مگر بالکل دوسری خوب صورت اور "عام" عورتوں کی طرح! اس میں قطعاً کوئی شک نہیں کہ وہ بے انتہا پُرکشش تھی۔ اس کا حسن وہ مخصوص روسی حسن تھا جو بے شمار مردوں کو اپنا دیوانہ بنا لیتا ہے۔ وہ کشیدہ قامت تھی لیکن کاتریا ایوانوونا سے نسبتاً کم (مؤخرالذکر غیر معمولی طور پر لانبی تھی)۔ اس کا جسم گداز، چال ملائم، بے آواز اور اس حد تک پُر نفاست تھی کہ اس کی آواز کی مانند وہ بھی شہوت انگیز معلوم ہوتی تھی۔ وہ کاتریا ایوانوونا کی طرح پُر اعتماد، تیز قدم اٹھاتے نہیں آئی تھی بلکہ چپ چاپ اندر داخل ہوئی تھی، فرش پر جب بھی اس کا پاؤں پڑتا، ہلکی سی آواز بھی سنائی نہ دیتی۔ اپنی بھری بھری، دودھ جیسی سفید گردن اور گداز شانوں کے گرد بڑے طمطراق کے ساتھ قیمتی سیاہ اونی شال لپیٹے اور اپنے انتہائی نفیس اور بیش بہا ڈریس سے سرسراہٹ کی آواز پیدا کرتے وہ بازوؤں والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ وہ بائیس سال کی تھی اور اس کے چہرے مہرے سے مترشح ہو رہا تھا کہ اس کی صحیح عمر بالکل یہی ہے۔ اس کی رنگت بہت پیلی تھی، صرف اس کے رخساروں کے قدرے گلابی ہونے کا شبہ گزرتا تھا۔ اس کا چہرہ تقریباً کچھ زیادہ ہی فراخ تھا اور اس کا نچلا جبڑا قدرے باہر کو نکلا ہوا تھا۔ اس کا بالائی ہونٹ مہین تھا۔ اس کا زیریں ہونٹ ذرا زیادہ نمایاں تھا۔ یہ اوپر کے ہونٹ سے دگنا دبیز تھا اور یوں نظر آ رہا تھا جیسے یہ کچھ کچھ

سُوجا ہوا ہو۔ لیکن اس کے پُرشکوہ، گھنے، گہرے بھورے بال، گہرے سیاہ ابرو، اور لانبی پلکوں سمیت اس کی پُرکشش سرمئی آنکھیں کسی ایسے راہ گیر کو بھی اچانک رکنے پر مجبور کر دیں گی جو بے دھیانی اور لاپرواہی کے عالم میں کسی ایسی جگہ سے گزر رہا ہو جہاں ہجوم اتنا زیادہ ہو کہ کھوے سے کھوا چھل رہا ہو مگر اس ہجوم میں بھی وہ یہ چہرہ دیکھ لے گا اور کبھی بھول نہیں پائے گا۔ ایلوشا کو جس چیز نے سب سے زیادہ اچنبھے میں ڈالا وہ اس کی بچوں جیسی معصومیت اور سادگی تھی جو اس کے چہرے پر صاف جھلک رہی تھی۔ وہ دیکھنے میں بالکل بچوں جیسی معلوم ہو رہی تھی، اور جب وہ میز کی طرف بڑھی وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی اور اپنی مسرت کا اظہار بالکل بچوں کی طرح کرتی دکھائی دے رہی تھی جیسے اسے انہیں کی طرح بڑی بے چینی اور پُراعتماد انداز سے کسی چیز کے وقوع پذیر ہونے کا تجسس ہو۔ ایلوشا کو محسوس ہو رہا تھا کہ اس کے چہرے پر جو تاثرات نمایاں ہو رہے ہیں وہ دیکھنے والے کا دل خوش کر سکتے ہیں۔ اس میں کچھ اور چیز بھی تھی جس کی وہ توضیح کرنے سے قاصر تھا لیکن جس کے متعلق وہ جبلی طور پر آگاہ تھا۔۔۔ ایک بار پھر اس کا تعلق اس کی چال سے تھا جس میں ملائمت، لچک اور نزاکت تھی اور جس میں بلی کی چال کی طرح کوئی آواز نہیں تھی۔ اور یہ سب کچھ اس امر کے باوجود تھا کہ اس کا جسم خاصا چوڑا چکلا اور توانا تھا۔ اس کی شال کے نیچے اس کے بھرے بھرے مدور شانے اور گٹھیلی چھاتیاں نظر آ رہی تھیں جنہیں دیکھ کر احساس ہوتا تھا کہ یہ چھاتیاں جس کی بھی ہیں ابھی وہ دوشیزگی کے مراحل میں سے گزر رہی ہے۔ اس جسم سے یہ توقع بندھتی تھی کہ یہ کسی روز وینس ڈی مائیلو(171) کی شکل میں ڈھل جائے گا۔ اگرچہ ناگزیر طور پر یہ شکل مناسب حدود سے قدرے جسیم تر ہو گی۔۔۔ اور اب بھی آدمی اس ہونی کو محسوس کیے بنا رہ نہیں سکتا تھا۔ روسی نسوانی حسن کے نبض شناس اور باذوق ناقدین گروشینکا کو دیکھنے کے بعد یہ پیش گوئی کرنے میں قطعاً کوئی غلطی نہ کھاتے کہ اس کا تاحال پُرشباب حسن تازہ تیس سال کی عمر تک پہنچتے پہنچتے تناسب سے محروم ہو جائے گا، اس کا جسم فربہ ہو جائے گا، خد و خال ڈھلک جائیں گے، پیشانی پر اور آنکھوں کے اردگرد بہت جلد سلوٹیں نمودار ہو جائیں گی، اس کی قدرتی رنگت اپنی کشش کھو بیٹھے گی اور غالباً بھدی اور کہیں زیادہ سرخ ہو جائے گی۔۔۔ مختصراً، یہ حسن عارضی، چند روزہ اور سریع الزوال تھا، بالکل ویسا ہی جیسا کہ اکثر روسی عورتوں میں پایا جاتا ہے۔ یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ ایلوشا نے ان باتوں پر کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی، اگرچہ وہ مسحور ضرور ہوا تھا مگر بڑی ناگواری کے ساتھ جیسے اسے افسوس ہو رہا ہو۔ وہ بار بار اپنے آپ سے پوچھتا رہا کہ فطری انداز اپنانے کی بجائے اس نے الفاظ کو چبا چبا کر ادا کرنے یا زیر، زبر، پیش کو ضرورت سے زیادہ کھینچنے کی عادت کیوں اختیار کر رکھی ہے۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا تھا کہ اسے چبا چبا کر الفاظ کو ادا کرنا اور اصوات و ارکانِ الفاظ پر بے زار کن حد تک

شیریں بنا دینے والا زور دینا بہت پُرکشش معلوم ہوتا ہے۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس نے یہ بدعادت محض بد ذوقی کی وجہ سے اپنائی ہو اور اس بات کی علامت ہو کہ اس کا پس منظر غیر مہذب اور غیر شائستہ ہے اور بچپن ہی سے اس چیز کا، جسے حسن تناسب کہا جا سکتا ہے، غلط تصور اس کے دماغ پر راسخ ہو گیا ہو۔ اس کے چہرے پر جو بچگانہ، معصومانہ اور پُرمسرت تاثرات جھلک رہے تھے اور اس کی آنکھوں میں جو نرم و ملائم، پُرانبساط اور پُرشباب تابانی تھی، ایلوشا کو اس کے مقابلے میں اس کا تلفظ اور لہجہ بالکل اَن مِل اور بے جوڑ معلوم ہو رہے تھے۔ پلک جھپکنے میں کاتریا ایوانوونا نے اسے ایلوشا کے روبرو بٹھا دیا اور اس کے متبسم ہونٹوں پر وجد آفرین انداز سے بوسوں کی بارش کر دی۔ یہ کچھ ایسے تھا جیسے اسے اس سے عشق ہو گیا ہو۔

"ایلکسی فیودرووچ، یہ ہماری پہلی ملاقات ہے۔" اس نے خوشی سے جھومتے ہوئے کہا۔ "میں اس سے متعارف ہونا، اس سے ملاقات کرنا چاہتی تھی۔ میں خود اس کے گھر چلی جاتی لیکن جونہی میں نے اپنی خواہش کا اظہار کیا یہ خود مجھ سے ملنے چلی آئی۔ میں خوب جانتی تھی ہم دونوں مل کر سب کچھ سلجھا لیں گی! میرا دل گواہی دے رہا تھا۔۔۔ ہر شخص نے مجھے اس اقدام سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن مجھے معلوم تھا کہ مسئلہ طے ہو جائے گا اور میں غلطی پر نہیں تھی۔ گروشینکا نے ہر بات مجھے بتا دی ہے، مجھے اپنے تمام عزائم سے آگاہ کر دیا ہے۔ وہ کسی مددگار فرشتے کی مانند آئی ہے اور اپنے ساتھ امن، چین اور مسرت کی نوید لائی ہے۔۔۔"

"میری پیاری، مہربان خاتون، تم نے مجھے دھتکارا نہیں، مجھ سے اپنا دامن چھڑانے کی کوشش نہیں کی،" گروشینکا نے اپنی نشیب و فراز والی آواز میں الفاظ کو چبا چبا کر کہا۔ اس کے چہرے پر وہی شیریں، درخشاں مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

"میری پیاری جادوگرنی، میری دلاری ساحرہ، مجھ سے اس قسم کی بات مت کہو! تمہیں دھتکار دیتی، تم سے پہلو بچانے کی کوشش کرتی؟ یہ لو، میں تمہارے نچلے ہونٹ پر ایک بار پھر بوسہ دے رہی ہوں۔ معلوم ہوتا ہے یہ کچھ کچھ سوج گیا ہے، تو ہم تھوڑا سا اور سجا دیتے ہیں اور، اور، ایک بار اور۔۔۔ ایلکسی فیودرووچ، یہ کیسے ہنس رہی ہے۔ اس فرشتہ صفت مخلوق کو دیکھ کر آدمی کا دل شاد ہو جاتا ہے۔۔۔"

ایلوشا کا چہرہ بالکل سرخ ہو گیا اور اسے کسی بمشکل نظر آنے والی کپکپی نے اپنی گرفت میں لے لیا۔

"پیاری خاتون، تم اپنے لاڈ پیار سے مجھے بگاڑے دے رہی ہو، میں تمہارے اس پیار محبت کی بالکل سزاوار نہیں۔"

"سزاوار نہیں؟ یہ سمجھتی ہے کہ یہ سزاوار نہیں!" کاترینا ایوانوونا نے ایک بار پھر اسی جوش و جذبے سے بلند آواز میں کہا۔ "ایلکسی فیودرووچ، ہمارے پاس (172) بے مثال چھوٹا سا دماغ ہے مگر ہمارے پاس ضدی، خود رائے اور خود دار چھوٹا سا دل ہے۔ ایلکسی فیودرووچ، تمہیں کچھ اندازہ ہے کہ ہم اشراف ہیں، عالی منش اور عالی ظرف ہیں؟ ہم بس قسمت کے بیٹے رہے ہیں! ہم بھی کسی غیر مستحق، یا تم چاہو تو متلون بھی کہہ سکتے ہو، شخص کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار تھے۔ کبھی ایسا ہی ایک شخص تھا، صرف ایک شخص، وہ افسر تھا، ہمیں اس سے محبت ہو گئی، ہم نے سب کچھ اس کے قدموں پر ڈھیر کر دیا۔ یہ بہت پرانی بات ہے، سچ پوچھو تو پانچ سال ہو چکے ہیں۔ لیکن اس نے ہمیں ٹھکرا دیا، وہ ہمیں چھوڑ گیا اور اس نے (کسی اور عورت سے) شادی کر لی۔ اب وہ شخص رنڈوا ہو چکا ہے اور اس نے ہمیں خط لکھا ہے کہ وہ آ رہا ہے ــــ اور یہ مت بھولو کہ وہ واحد شخص ہے جس سے ہم نے پیار کیا ہے اور ساری زندگی اسی کے ساتھ پیار کرتے رہیں گے! وہ آ جائے گا اور رنجیدگی کے پانچ سال گزارنے کے بعد گروشینکا کو دوبارہ مسرت مل جائے گی۔ لیکن اسے ملامت کون کرے گا؟ اس کی نوازشات پر شیخی کون بگھارے گا؟ کوئی بھی تو نہیں، سوائے اس اپاہج بوڑھے تاجر کے اور وہ ہمارے لیے زیادہ تر باپ، دوست اور مربی کا کردار ادا کرتا رہا۔ وہ ہمیں تب ملا تھا جب ہم مایوسی کی اتھاہ گہرائیوں میں گر چکے تھے، اذیت میں گرفتار تھے، ہمیں وہ آدمی چھوڑ کر جا چکا تھا جس سے ہم اتنا پیار کرتے تھے... تمہیں معلوم ہے کہ یہ دریا میں کود جانا اور ڈوب جانا چاہتی تھی اور یہ وہی بوڑھا شریف النفس شخص تھا جس نے اس کی جان بچائی تھی، اس نے واقعی اس کی جان بچائی تھی!"

"مائی ڈیئر نیک لیڈی، تم نے جس طرح میرا دفاع کیا ہے، اس کے لیے میں تمہاری ممنون ہوں۔" گروشینکا نے ایک بار پھر اپنے الفاظ چباتے ہوئے کہا۔ "مگر تم ہر معاملے میں جلد بازی کا مظاہرہ کر رہی ہو۔"

"تمہارا دفاع کر رہی ہوں؟ میں کون ہوتی ہوں تمہارا دفاع کرنے والی؟ ویسے بھی تمہارا دفاع کرنے کا مجھے کیا حق ہے؟ گروشینکا، میری فرشتہ صفت، مجھے اپنا ہاتھ پکڑاؤ۔ ایلکسی فیودرووچ، اس خوب صورت، گداز ننھے منے ہاتھ کو دیکھو، تم دیکھ رہے ہو نا یہ ہاتھ؟ یہ میرے لیے مسرت کی نوید لایا ہے، اس نے نیا جنم لینے میں میری مدد کی ہے اور اب میں اس پر بوسہ دے رہی ہوں، پہلے ایک جانب، پھر دوسری جانب، ادھر اس ننھی منی ہتھیلی پر ادھر، ادھر!"

اور اس نے وجد کی کیفیت میں گروشینکا کے واقعی خوب صورت لیکن خاصے دبیز ہاتھ کو چوم لیا۔ موخرالذکر نے اسے پر اضطراب، پر لطف انداز سے کھنکھناتی ہنسی ہنستے آگے بڑھا رکھا تھا اور

صاف نظر آ رہا تھا کہ جس طریقے سے "ڈیئر لیڈی" اس کے ہاتھ پر بوسہ دے رہی تھی، اس سے وہ خوب لطف اٹھا رہی ہے۔ "کیف و سرور کا یہ مظاہرہ شاید کچھ زیادہ ہی حد سے بڑھ گیا ہے۔" ایلیشا کے ذہن میں بجلی کے کوندے کی طرح خیال لپکا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ پتا نہیں کیا بات تھی مگر وہ اس سارے عرصے کے دوران میں سخت بے چینی محسوس کرتا رہا تھا۔

"ڈیئر لیڈی، تمہیں ایلکسی فیودرووچ کے سامنے اس انداز سے میرا ہاتھ چوم کر مجھے خفیف نہیں کرنا چاہیے۔"

"لیکن میں تو تمہیں قطعاً خفیف نہیں کرنا چاہتی تھی۔ میرا اس قسم کا بالکل کوئی ارادہ نہیں تھا۔" کاترینا ایوانوونا نے قدرے حیران ہو کر کہا۔ "مائی ڈیئر، تم نے مجھے بالکل غلط سمجھا ہے۔"

"اور، مائی ڈیئر لیڈی، تم بھی شاید مجھے ٹھیک طرح سمجھ نہیں پائی ہو، جو میں تمہیں نظر آتی ہوں شاید میں اس سے کہیں بدتر ہوں۔ میں بدخصلت اور خودسر ہوں۔ میں بس اپنی مرضی کرنا چاہتی ہوں۔ اس روز میں نے دمتری فیودرووچ کا جس طرح دل توڑا تھا، وہ محض مزہ لینے کی خاطر کیا تھا۔"

"لیکن اب تو تم اسے بھٹکنے سے بچاؤ گی؟ تم مجھے زبان دے چکی ہو، تم اسے سمجھاؤ گی، تم اسے جتاؤ گی کہ تم مدتوں سے کسی اور شخص سے محبت کرتی چلی آ رہی ہو، اور اب جبکہ وہ تمہیں شادی کی پیشکش کر رہا ہے..."

"ارے نہیں، میں نے تم سے اس قسم کا کبھی کوئی وعدہ نہیں کیا۔ یہ تو تم تھیں جو مجھ سے اس طرح کی باتیں کر رہی تھیں، لیکن میں نے کوئی وعدہ وعید نہیں کیا تھا..."

"پھر میں نے تمہیں غلط سمجھا ہو گا۔" کاترینا ایوانوونا نے دبی زبان سے کہا۔ اس کا رنگ قدرے پیلا پڑ گیا۔ "تم نے وعدہ کیا تھا..."

"ارے نہیں، میری پیاری فرشتہ صفت خاتون، میں نے کسی قسم کا وعدہ نہیں کیا تھا۔" گروشینکا نے ملائم لیکن مستحکم لہجے سے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ اس کے ظاہری رویے میں کوئی فرق نہیں آیا تھا، وہ دیکھنے میں پہلے ہی کی طرح معصومانہ اور شگفتہ تھا۔ "قابل قدر خاتون، اب تم پر واضح ہو گیا ہو گا کہ تمہارے مقابلے میں میں کتنی بدسرشت اور خودسر عورت ہوں۔ میں وہی کرتی ہوں جو میرا جی چاہتا ہے۔ ممکن ہے میں نے قبل ازیں تم سے کوئی وعدہ کیا ہو لیکن میں ایک گھنٹے سے سوچ رہی ہوں: فرض کرو ایک بار پھر میرا اس پر دل آ جاتا ہے ــــ کیونکہ ایک مرتبہ پہلے بھی وہ میری نظروں میں چڑھ چکا تھا ــــ کوئی ایک گھنٹے کے لیے، تو غالباً میں اس کے پاس چلی جاؤں گی اور اس سے کہہ دوں گی کہ اب وہ مستقلاً میرے پاس ہی قیام پذیر ہو جائے... دیکھا تم نے، میں کتنی

جلدی بدل جاتی ہوں..."

"یہ وہ بات تو نہیں... جو تم نے اس سے پہلے مجھ سے کہی تھی۔" کاترینا ایوانوونا نے زخمی ہوئی آواز میں زیرِ لب کہا۔

"آہ، پہلے! تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں کتنی احمق اور بگڑی ہوئی ہوں۔ ذرا سوچو کہ اسے محض میری وجہ سے کتنی ذہنی کوفت اٹھانا پڑی! فرض کرو میں اچانک گھر چلی جاتی ہوں اور مجھے اس پر ترس آ جاتا ہے۔۔۔ پھر؟"

"مجھے اس کی توقع نہیں تھی..."

"اُف، میری پیاری نوجوان خاتون، میرے مقابلے میں تم کتنی اچھی اور شریف النفس ہو۔ اور اب جب کہ تم میرے کرو[illegible] کو جان گئی ہو، میرا خیال ہے اب تم غالباً مجھ سے مزید پیار نہیں جتاؤ گی، میں بھی کتنی احمق ہوں... میری پیاری خاتون، مجھے اپنا خوب صورت ہاتھ تو پکڑاؤ۔" اس نے بظاہر احترام سے کاترینا ایوانوونا کا ہاتھ تھامتے ہوئے ملائمت سے کہا۔ "تو میری پیاری خاتون، جس طرح تم نے میرا ہاتھ پکڑا تھا اور اس پر بوسے دیے تھے، اسی طرح میں کرنا چاہتی ہوں۔ تم نے میرا ہاتھ تین مرتبہ چوما تھا، مجھے تمہارا حساب برابر کرنے کے لیے تمہارا ہاتھ تین سو مرتبہ چومنا ہوگا۔ بہت اچھا، میں یہی کروں گی اور باقی خدا پر چھوڑ دوں گی۔ ممکن ہے میں تمہاری باندی بن جاؤں اور باندیوں کی طرح تمہاری ہر خواہش حکم سمجھ کر پوری کر دوں۔ چونکہ خدا کی یہی مرضی ہے، چنانچہ ایسا ہی ہونا چاہیے۔ ہم نے آپس میں کن چیزوں پر اتفاق کیا ہے، کون سے وعدے کیے ہیں، یوں ان کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہ جاتی۔ تمہارا ہاتھ، تمہارا ہاتھ، کیا خوب صورت ننھا منا ہاتھ ہے! میری پیاری نوجوان خاتون، تم ناقابلِ یقین حد تک خوب صورت ہو!"

اور وہ اس کا ہاتھ اپنے ہونٹوں کی طرف لے جانے لگی جیسے وہ اس کے بوسوں کا "حساب برابر کرنے کے لیے" اپنی انوکھی تجویز پر ہو بہو عمل کرنے کی خواہش مند ہو۔ کاترینا ایوانوونا نے اپنا ہاتھ واپس نہ کھینچا۔ شکوں کا سہارا لیتے ہوئے اس نے گروشینکا کے اس نرالے وعدے کو کہ وہ باندیوں کی طرح اس کی ہر خواہش کی حکم سمجھ کر تعمیل کر دے گی، بڑے غور سے سنا تھا۔ وہ بڑے انہماک سے اس کی آنکھوں میں جھانکتی رہی تھی اور اسے اب بھی وہاں وہی روشن و تاباں شگفتگی نظر آ رہی تھی اور وہی عندیہ مل رہا تھا کہ یہ اچھی عورت عیار نہیں۔ "شاید یہ حد سے زیادہ بھولی بھالی اور سادہ لوح ہے!" کاترینا ایوانوونا سوچ رہی تھی، امید کا دیا ابھی تک اس کے سینے میں ٹمٹما رہا تھا۔ دریں اثنا گروشینکا اس "خوب صورت ننھے منے ہاتھ" کو اپنے لبوں کی جانب لے جانے کی کوشش کرتی رہی جیسے اسے چھو کر اس پر وجد طاری ہو گیا ہو۔ لیکن عین اس لمحے جب اس کے ہونٹ اس

سے مس ہوا چاہتے تھے وہ یوں ہچکچا گئی جیسے سوچ بچار کے لیے رک گئی ہو۔

"میری پیاری نوجوان خاتون،" اس نے ناقابلِ تصور حد تک ملائم ترین، شیریں ترین ننھی آواز میں اپنے الفاظ چباتے ہوئے کہا، "تمھیں معلوم ہے، میرا خیال ہے تم جاتی ہو کہ اگر میں تمہارا ہاتھ نہ ہی چوموں تو بہتر رہے گا۔" اور اس کے ساتھ ہی وہ احمقانہ انداز سے ننھی منی شگفتہ ہنسی ہنسنے لگی۔

"جیسے تمہاری مرضی... یہ تمھیں ہوا کیا ہے؟" کاترینا ایوانوونا اچانک کپکپانے لگی۔

"میں چاہتی ہوں تم ہمیشہ یاد رکھو کہ ہاتھ تم نے میرا چوما تھا لیکن میں نے تمہارے ہاتھ کو چومنے سے انکار کر دیا تھا۔" اس کے ساتھ اچانک اس کی آنکھیں چمچمانے لگیں اور وہ پوری طرح ٹکٹکی باندھ کر کاترینا ایوانوونا کی آنکھوں میں جھانکنے لگی۔

"بے حیا، بدتمیز حرافہ!" کاترینا ایوانوونا نے یوں گلے کا پورا زور لگا کر کہا جیسے یک لخت کوئی بات اس کی سمجھ میں آ گئی ہو اور وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ گروشینکا بھی اٹھ کر کھڑی ہو گئی لیکن بڑے تحمل اور آرام سے، اس نے کسی قسم کی تعجیل نہ دکھائی۔

"میں ابھی جاتی ہوں اور متیا کو بتاتی ہوں کہ ہاتھ تم نے میرا چوما تھا لیکن میں نے تمہارا ہاتھ چومنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ وہ کتنا ہنسے گا!"

"حرافہ کہیں کی، نکلو یہاں سے!"

"خاتون، پیاری خاتون، کتنی شرم کی بات ہے، کتنی شرم کی بات ہے کہ تم جیسی خاتون اس قسم کی زبان استعمال کرنے پر اتر آئی!"

"نکلو یہاں سے، دفع ہو جاؤ، پیسے کی میت، قطامہ!" کاترینا ایوانوونا نے گلا پھاڑتے ہوئے کہا۔ اس کا سارا چہرہ مسخ ہو گیا تھا اور بوٹی بوٹی کانپ رہی تھی۔

"پیسے کی میت، خوب، چہ خوب! پیسے کی میت میں ہوں یا تم؟ میری نوجوان خاتون، ذرا یہ تو بتاؤ کہ پیسا کمانے کے لیے اندھیرا چھا جانے کے بعد اپنے عالی نسب دوستوں کے پاس اپنا حسن فروخت کرنے کے لیے کون جایا کرتی تھی؟ ہاں، مجھے اس بارے میں سب کچھ معلوم ہے۔"

کاترینا ایوانوونا کی چیخ نکل گئی اور وہ گروشینکا پر جھپٹنا ہی چاہتی تھی کہ ایلوشا نے اپنی پوری قوت صرف کر کے اسے قابو میں کر لیا۔

"اتنی گرمی مت دکھاؤ، وہ جو کہتی ہے، اسے کہنے دو، جواب میں ایک لفظ بھی نہ کہو، منہ بند رکھو۔ وہ جا رہی ہے، وہ اب جا رہی ہے۔"

چیخ کی آواز سنتے ہی دونوں خالائیں بھاگم بھاگ اندر آ گئیں، ان کے پیچھے پیچھے خادمہ تھی۔ وہ سب اس کی طرف لپکیں۔

"ہاں، میں اب جا رہی ہوں،" گروشینکا نے صوفے سے اپنا سکارف اٹھاتے ہوئے کہا "الیوشا، ڈارلنگ، مجھے گھر لے چلو!"

"اب چلی جاؤ، ابھی!" الیوشا نے منت سماجت کے انداز سے دونوں ہاتھ باندھتے ہوئے اس سے التجا کی۔

"ڈارلنگ الیوشینکا، مجھے گھر لے چلو! راستے میں میں تمہیں بہت مزے مزے کی باتیں سناؤں گی! الیوشینکا، میں نے یہ چھوٹا سا ڈراما محض تمہاری خاطر کھیلا تھا۔ جانی، مجھے گھر پہنچا دو، بعد میں تم بہت خوش ہو گے۔"

الیوشا ہاتھ مسلتا ایک طرف ہٹ گیا۔ گروشینکا گھر سے باہر بھاگ گئی، قہقہوں سے اس کی آواز کھنکنا رہی تھی۔

کاترینا ایوانوونا کی کیفیت ہیجانی ہو گئی، اس کے ہاتھ پاؤں اکڑ گئے اور اس کے منہ سے آہیں نکلنے لگیں، اسے سانس لینے میں دشواری پیش آ رہی تھی۔ باقی سب لوگ اس پر واری صدقے ہو رہے تھے۔

"میں نے تمہیں خبردار کیا تھا،" بڑی خالہ نے اس سے کہا، "میں نے تمہیں سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ یہ کام مت کرو... لیکن تم تو اپنی مرضی کرنے پر تلی ہوئی تھیں... تمہیں کس کہنے نے کہا تھا کہ اس قسم کا اقدام کرنے پر تیار ہو گئیں... تمہیں اندازہ ہی نہیں کہ اس طرح کی عورتیں کتنی بڑی بلائیں ہوتی ہیں اور جہاں تک اس عورت کا تعلق ہے یہ تو بدترین ہے... تم بہت ضدی ہو!"

"یہ پوری لومڑی ہے، بے حد کینہ پرور ہے!" کاترینا ایوانوونا نے کہا۔ "الیکسی فیودوروچ، تم نے مجھے روکا کیوں، میں مار مار کر اس کا بھرتا بنا دیتی!"

وہ الیوشا کے سامنے ضبط کرنے سے قاصر تھی اور کرنا بھی نہیں چاہتی تھی۔

"اسے عام لوگوں کے سامنے سولی پر لٹکا کر جلاد سے دُرّے لگوائے جانا چاہئیں!..."

الیوشا الٹے پاؤں دروازے کی جانب بڑھنے لگا۔

"اف خدایا!" کاترینا ایوانوونا اپنی مٹھیاں بھینچتے ہوئے اچانک گلا پھاڑ کر چلائی۔ "رہے وہ... وہ اتنے فرومایہ، اتنے سفاک کیوں ہو گئے ہیں! اس جادوگنی، منحوس، ابدی طور پر منحوس گھڑی جو کچھ ہوا تھا، اس کے متعلق انہوں نے ہی اس کمینی کو بتایا ہو گا! 'میری پیاری خاتون، اپنا حسن بیچنے تم ہی تو گئی تھیں!' وہ سب جانتی ہے۔ الیکسی فیودوروچ، تمہارا بھائی لفنگا ہے!"

الیوشا کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اسے کوئی موزوں لفظ نہ مل سکا۔ وہ اپنا دل مسوس کر رہ گیا۔

"الیکسی فیودوروچ، جاؤ، چلے جاؤ۔ مجھے کتنی شرمندگی ہو رہی ہے، میرا چلو بھر پانی میں ڈوب

مرنے کو جی چاہتا ہے! کل... میں گھٹنوں کے بل جھک کر تم سے التجا کرتی ہوں کہ تم کل آ جانا۔ میرا بانجھ نہ کرو، خدا کے لیے مجھے معاف کر دو۔ مجھے ابھی تک معلوم نہیں کہ میں اپنے ساتھ کیا کر بیٹھوں گی!"

الیوشا لڑکھڑاتا، ڈگمگاتا باہر نکل گیا۔ کاترینا ایوانوونا کی طرح اس کا بھی شدت سے رونے کو جی چاہتا تھا۔ اچانک خادمہ نے اسے آ لیا۔

"مالکہ آپ کو مس خوخلاکووا کا یہ خط دینا بھول گئی تھیں، یہ دوپہر سے ان کے پاس آیا پڑا تھا۔"

الیوشا نے بے دھیانی سے چھوٹا گلابی لفافہ پکڑ لیا اور اس کے بارے میں کوئی تردد کیے بغیر اسے جیب میں ڈال لیا۔

11

ایک اور نیک نامی کا انہدام

قصبے سے خانقاہ کا فاصلہ ایک ورسٹ سے ذرا زیادہ ہی تھا۔ الیوشا سڑک پر تیز قدموں چل رہا تھا جو اس وقت تقریباً سنسان پڑی تھی۔ تقریباً رات ہو چکی تھی اور تیس قدم دور اشیا کو تمیز کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ آدھے راستے کے بیچ میں چوراہا تھا۔ یہاں بید کے واحد درخت کے نیچے اسے کوئی شکل دکھائی دی۔ الیوشا بمشکل چوراہے میں پہنچا تھا کہ شکل اچانک سائے سے برآمد ہوئی اور غضبناک انداز سے چیختی چلاتی اس پر جھپٹ پڑی۔

"جو کچھ ہے نکال دو ورنہ مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔" (173)

"متیا، تم؟" الیوشا نے حیرت سے کہا، ویسے گھبراہٹ میں وہ تقریباً اچھل پڑا تھا۔

"ہا، ہا، ہا! تو میں نے تمہیں بے خبری میں پکڑ ہی لیا۔ میں دل میں سوچ رہا تھا 'میں اس کا کہاں انتظار کروں؟ اس کے گھر کے قریب؟ وہاں سے تین سڑکیں نکلتی ہیں اور اس بات کا امکان ہے کہ میں اسے پکڑ نہ پاؤں۔' آخر میں نے فیصلہ کیا بہتر یہی ہے کہ میں تمہارا یہاں انتظار کروں۔ تمہیں لازماً یہیں سے گزرنا تھا کیونکہ خانقاہ کو کوئی اور راستہ جاتا ہی نہیں۔ خیر اب مجھے سب کچھ سچ سچ بتا دو۔ فوراً شروع ہو جاؤ۔ میری جان جاتی ہے تو جائے، پرواہ نہ کرو... لیکن معاملہ کیا ہے؟"

''کچھ نہیں، متیا... تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا۔ اف دمتری، تم نے واقعی ابا پر ہاتھ اٹھایا، انہیں چوٹیں پہنچائیں، ان کا خون نکال دیا...'' الیوشا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ وہ بہت دیر سے رونا چاہتا تھا اور اب تو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے سارے بند ٹوٹ گئے ہوں۔ ''تم نے انہیں تقریباً مار ہی ڈالا تھا... تم نے انہیں برا بھلا کہا تھا... اور اب... اب تمہیں عملی مذاق سوجھ رہے ہیں... روپیہ یا موت!''

''کیا ہوا؟ یہ بری بات ہے، نامناسب ہے؟ موجودہ حالات سے مناسبت نہیں رکھتی؟''

''نہیں، یہ بات نہیں ہے... صرف میں...''

''سنو، نظر اٹھا کر ذرا آسمان کی طرف دیکھو: دیکھو، کتنی اندھیری رات ہے! ذرا ان بادلوں کو دیکھو۔ ہوا بھی تیز ہو گئی ہے! میں اس پیڑ کے پیچھے چھپا تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ پھر مجھے ایک خیال سوجھا (خدا گواہ ہے میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں): آخر جدوجہد کرتے رہنے کا حاصل کیا ہے، انتظار کی ضرورت کیا ہے؟ یہاں درخت ہے، میرے پاس رومال اور قمیص ہیں، انہیں تروڑ مروڑ کر پھندا بنایا جا سکتا ہے، گیلس بھی کام آ سکتے ہیں... میں اس دھرتی پر مزید بوجھ نہیں بنوں گا، میں اپنی قابل نفرت موجودگی سے اس کی مزید تذلیل نہیں کروں گا! پھر مجھے آہٹ سنائی دی، تم آ رہے تھے... خدایا، پلک جھپکنے میں مجھے خیال آیا، یہاں ایک ایسا شخص ہے جس سے مجھ جیسا شخص بھی محبت کر سکتا ہے: اور وہ شخص یہیں آ گیا ہے، وہ شخص میرا پیارا بھائی ہے، میں اس سے دنیا کے کسی دوسرے شخص کی نسبت کہیں زیادہ پیار کرتا ہوں اور یہ واحد شخص ہے جس سے میں پیار کرتا ہوں! اور اس لیے مجھے تم پر پیار آ گیا، اتنا زیادہ پیار کہ میں نے اپنے دل میں کہا: مجھے اس سے معانقہ کرنا چاہیے! پھر معلوم نہیں کیا ہوا میرے دل میں یہ احمقانہ خیال سما گیا: مجھے اس سے مذاق کرنا چاہیے، مجھے اسے ڈرانا چاہیے۔ چنانچہ میں نے تمہیں موروکھوں کی طرح آواز دی: 'نکالو روپیہ!' میری یہ حماقت معاف کر دو... یہ سب کچھ اوٹ پٹانگ ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے... تو یہ حرکت حقیقتاً اتنی بھی غیر مناسب نہیں۔۔۔ خیر، لعنت بھیجو اس پر! مجھے بتاؤ، وہاں کیا ہوا تھا؟ وہ کیا کہہ رہی تھی؟ میرے جذبات کی پروا نہ کرو، بالکل نہ کرو! کیا اسے طیش نہیں آیا تھا؟''

''نہیں، معاملہ اس طرح پیش نہیں آیا تھا... متیا، اس طرح بالکل نہیں۔ اس کے مکان میں... اس کے مکان میں میری ابھی ابھی دونوں سے ملاقات ہوئی ہے۔''

''دونوں؟ کیا مطلب ہے تمہارا؟''

''گروشینکا کاتریناایوانوونا کے ساتھ تھی۔''

دمتری فیودرووچ ہکا بکا رہ گیا۔

''ناممکن!'' وہ چلایا۔ ''تمہیں غلطی ہوئی ہو گی! گروشینکا اور اس کے گھر میں!''

کاتریناایوانوونا کے گھر میں داخل ہونے کے بعد الیوشا کے سامنے وہاں جو کچھ وقوع پذیر ہوا تھا، وہ اس نے دمتری فیودرووچ کو بلاکم وکاست بتا دیا۔ وہ تقریباً دس منٹ بولتا رہا۔ اگرچہ اس کے بیان میں ربط اور روانی نہیں تھی، بہر حال اس میں ابہام بھی نہیں تھا۔ اہم ترین باتوں، اہم ترین اشاروں، کنایوں کو اس نے زوردار انداز سے بیان کیا اور کبھی تین طور پر اور کبھی محض اشاروں سے۔ وہ یہ بھی بتاتا رہا کہ فلاں بات کے متعلق اس کے اپنے جذبات کیا تھے۔ دمتری چپ چاپ سنتا رہا اور پورے انہماک سے ٹکٹکی باندھ کر اپنے بھائی کو دیکھتا رہا، تاہم الیوشا پر یہ بالکل واضح تھا کہ وہ سب کچھ سمجھ گیا ہے اور پوری صورت حال سے اسے کامل آگاہی ہو گئی ہے۔ مگر کہانی جوں جوں آگے بڑھتی گئی، اس کے چہرے سے آزردگی کا کم اور کینہ توز عداوت کا اظہار زیادہ ہونے لگا۔ اس کی بھویں تن گئی تھیں، وہ اپنے دانت پیسنے لگا تھا اور اس کی ٹکٹکی پہلے سے زیادہ سخت، سفاک اور مہیب ہو گئی تھی۔ اور پھر بالکل ہی غیر متوقع طور پر اور ناقابل یقین سرعت کے ساتھ اس کے غصیلے اور خون آشام رویے میں اچانک تبدیلی رونما ہو گئی، اس کے سختی سے بھینچے ہوئے ہونٹ ڈھیلے پڑ گئے اور ایکا ایکی دمتری فیودرووچ اس طرح بے اختیار کھلکھلا کر ہنسنے لگا کہ اس کے لیے کوشش کے باوجود اپنی ہنسی روکنا مشکل ہو گیا۔ اگر ان کے سروں پر چھت ہوتی تو اس کی ہنسی یقیناً اسے پھاڑ دیتی اور وہ کافی دیر تک منہ سے ایک لفظ بھی نکالنے سے قاصر رہا۔

''چنانچہ اس نے اس کا ہاتھ بالکل نہیں چوما! قطعاً نہیں چوما، بس وہاں سے بھاگ گئی!'' اس نے اونچی آواز سے کہا اور فرطِ مسرت سے تقریباً دہرا ہو گیا۔ اگر اس کی ہیجانی ہنسی اتنی فی البدیہہ نہ ہوتی تو تقریباً کہا جا سکتا ہے کہ وہ شماتت کر رہا تھا۔ ''تو اس نے اسے لومڑی کہا تھا؟ وہ ہے ہی لومڑی! اسے سرعام کوڑے لگائے جانا چاہئیں۔ واقعی؟ ہاں، واقعی لگائے جانا چاہئیں، میں بالکل متفق ہوں۔ یہ کام بہت عرصہ پہلے ہو جانا چاہیے تھا۔ اسے کوڑے لگنا ہی چاہئیں۔ مگر، الیوشا، تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اگر سرکاری جلاد اسے کوڑے لگائے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا لیکن مجھے اس سے جنون کی حد تک عشق ہو گیا ہے، جب تک میں اس سے پیچھا نہیں چھڑا لیتا اسے یہ کوڑے نہیں لگنا چاہئیں۔ میں اسے جانتا ہوں وہ بدتمیزی کی ملکہ ہے۔۔۔ ہاتھ چومنے والے واقعے میں اس نے اپنی اس خصلت کا پورے طور پر اظہار کر دیا ہے۔ وہ بڑی بدباطن اور کینہ پرور عورت ہے، بلکہ وہ دنیا بھر کی ان تمام بدباطن اور کینہ پرور عورتوں کی ملکہ ہے جو تمہارے تصور میں آ سکتی ہیں! ایک لحاظ سے تمہیں اس کی تحسین کرنا ہی ہو گی! تو وہ گھر بھاگ گئی؟ ٹھہرو... اف... مجھے فوراً اس کے پاس جانا ہو گا! الیوشا، مجھے الزام مت دو، میرے ساتھ سخت رویہ مت اپناؤ۔ دیکھو، میں

اتفاق کرتا ہوں کہ اگر اس کا گلا گھونٹ دیا جائے تو یہ بھی اس کے ساتھ بڑی نیکی ہوگی...''

''اور کاترینا ایوانوونا کے متعلق کیا خیال ہے؟'' الیوشا نے اداس لہجے سے کہا۔

''اس کی اصلیت بھی مجھ پر منکشف ہو گئی ہے، اتنی منکشف ہو گئی ہے کہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی! یہ تو ایک ہی جلے میں چاروں سمتیں (174)، میرا مطلب ہے پانچوں، دریافت کرنے کے مترادف ہے۔ کیا عورت ہے! کیا یہ وہی ننھی منی من موہنی سکول کی طالبہ کا ٹھیکا ہے جس نے اپنے باپ کی نیک نامی کو بچانے کے ارفع جذبے کے تحت ایک اجڈ، کندہ ناتراش اور بے ڈھنگ فوجی افسر کے ہاں جانے سے گریز نہ کیا اور یہ کرتے ہوئے اس نے اس امر کی بھی کوئی پروانہ کی کہ اس کی اس حرکت سے اس کی اپنی نیک نامی پر کتنا حرف آئے گا؟ کیا جگر ہے، کیا حوصلہ ہے، نامعلوم میں کیا چھلانگ ہے۔ اگر یہ معصیت کو دعوت دینا نہیں تو میں نہیں جانتا کہ اسے اور کیا کہا جا سکتا ہے! تم کہتے ہو کہ اس کی خالہ نے اسے روکنے کی کوشش کی تھی؟ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اس کی یہ خالہ خود ایک متمرد اور ضدی عورت ہے، وہ اس جرنیل کی بیوہ کی بہن ہے جو ماسکو میں رہتی ہے مگر وہ اپنی بہن سے بھی زیادہ نک چڑھی اور متکبر تھی مگر جب اس کا خصم سرکاری رقوم میں خورد برد کرتے پکڑا گیا اور وہ اپنی جاگیر، جائیداد اور دیگر اموال سے محروم ہو گئی تو اس کی زبان کو تالا لگ گیا اور وہ اپنی پہلے والی آن بان کا بھی دوبارہ مظاہرہ نہ کر سکی۔ چنانچہ وہ کاتیا کو روکنے کی کوشش کرتی رہی اور کاتیا نے اس کی ایک نہ سنی؟ 'میں سب کچھ مسخر کر سکتی ہوں،' اس نے لازماً اپنے آپ سے کہا ہوگا، 'میرے لیے کچھ بھی ناممکن نہیں ہے؛ اگر میں چاہوں تو گروشینکا پر بھی افسوں پھونک سکتی ہوں،' اور اسے ان باتوں پر لازماً پختہ یقین ہوگا، اور یوں اس نے ثابت کر دکھایا کہ وہ حقیقتاً بڑی گھاگ عورت ہے۔ چنانچہ قصوروار کون ٹھہرا؟ تمہارا خیال ہے کہ اس نے کسی خود غرضانہ مقصد کے تحت گروشینکا کا ہاتھ چومنے کا منصوبہ عمداً بنایا ہو گا؟ نہیں، میرے بھائی، بالکل نہیں، وہ واقعی، صحیح معنوں میں، گروشینکا سے محبت کرنے لگی تھی۔ میرا مطلب اس گروشینکا سے نہیں جو وہ اصل میں ہے بلکہ اس گروشینکا سے ہے جس کی تصویر اس نے اپنے ذہن میں بنائی تھی، جس کا اس نے تخیل باندھا تھا ـــ 'کیونکہ یہ تصویر میں نے بنائی ہے، یہ تخیل 'میرا' ہے!' پیارے الیوشا، تم ان دونوں کے بیچ سے بچ کیسے گئے؟ بس اپنا چوغہ اٹھایا اور بھاگ نکلے؟ واقعی؟ ہا۔ ہا۔ ہا!''

''میتیا، میرا خیال ہے تمہیں اندازہ ہی نہیں کہ اس وقت آپ دونوں کے مابین جو کچھ بیتا تھا تم نے اس کے متعلق سب کچھ گروشینکا کو بتا کر کاترینا ایوانوونا کے جذبات کو کس قدر ٹھیس پہنچائی ہے ـــ اس نے اس کے منہ پر یہ کہنے سے قطعاً کوئی تامل نہ کیا کہ وہ 'چوری چھپے اشراف زادوں کے ہاں جاتی اور انہیں اپنا حسن فروخت کے لیے پیش کرتی تھی۔' اب تم ہی بتاؤ کہ ایک عورت کے

لیے اس سے زیادہ توہین آمیز بات اور کیا ہو سکتی ہے؟''

کاترینا ایوانوونا کی جو تذلیل ہوئی تھی، بظاہر بھی دکھائی دے رہا تھا کہ اس کا بھائی اس پر بے حد خوش ہے اور یہی وہ بات تھی جس پر الیوشا کو سب سے زیادہ پریشانی ہو رہی تھی حالانکہ اس کا دل نہیں مان رہا تھا کہ ایسا ممکن ہے۔

''آخ!'' دمتری فیودورووچ نے بھویں سکیڑتے اور اپنی پیشانی پر ہتھیلی مارتے ہوئے کہا۔ صرف اب اسے پوری طرح احساس ہوا کہ اس سے کیا حماقت سرزد ہو گئی ہے۔ حالانکہ الیوشا اسے پوری کہانی سنا چکا تھا جس میں توہین کا بھی ذکر تھا اور کاترینا ایوانوونا کا یہ ندائیہ جملہ بھی شامل تھا، ''تمہارا بھائی لفنگا ہے۔''

''ہاں، ہو سکتا ہے کہ میں نے اس تباہ کن، منحوس، ابدی طور پر منحوس، دن کے متعلق، جیسا کہ کاترینا ایوانوونا اسے کہنا پسند کرتی ہے، گروشینکا کو بتا دیا ہو۔ ہاں، یہ سچ ہے، میں نے واقعی اسے بتایا تھا، اب مجھے یاد آ گیا ہے! یہ تب کی بات ہے جب ہم مکرائی میں مقیم تھے، میں نشے میں غرق ہو چکا تھا، جپسی لڑکیاں گا رہی تھیں... لیکن میری ہچکیاں نکل رہی تھیں، ہاں، میرے آنسو بہہ رہے تھے اور میری ہچکیاں نکل رہی تھیں، میں اپنے گھٹنوں پر جھکا ہوا تھا اور کاتیا کی خیالی تصویر کی پرستش کر رہا تھا، اور گروشینکا کو یہ معلوم تھا۔ مجھے اب واضح طور پر یاد آ گیا ہے کہ وہ سمجھ گئی تھی، خود اس کے اپنے آنسو بہہ رہے تھے... اف، لعنت ہو اس سب کچھ پر! انجام کار لازماً یہی کچھ ہونا تھا! تب تو وہ رو پڑی تھی مگر اب، اب دل میں خنجر گھونپنے پر آ گئی ہے! کیا کیا جائے، یہ عورتیں ہوتی ہی ایسی ہیں!''

اس نے اپنی نگاہیں جھکا لیں اور اپنے خیالات میں کھو گیا۔

''ہاں،'' اس نے اچانک پژمردہ لہجے میں کہا، ''ہاں، میں لفنگا ہوں! اس میں قطعاً کوئی شک نہیں کہ میں لفنگا ہوں! میں روتا یا نہ روتا، اس سے کوئی فرق نہ پڑتا، میں رہتا پھر بھی لفنگے کا لفنگا۔ اگر اسے اس سے کوئی تسکین حاصل ہوتی ہے تو اسے بتا دو کہ مجھے اس کا فتویٰ قبول ہے۔ خیر، اتنا ہی کافی ہے۔ خدا حافظ۔ اس موضوع کے متعلق مزید گفتگو کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اور ویسے بھی یہ موضوع کوئی خوش کن بھی تو نہیں۔ تم نے جدھر جانا ہے ادھر چلے جاؤ، اور مجھے جدھر جانا ہے میں ادھر چلا جاؤں گا۔ کچھ کہا نہیں جا سکتا کہ میں آئندہ تم سے ملاقات کرنا چاہتا بھی ہوں یا نہیں، جب اونٹ کسی کروٹ بیٹھے گا تب شاید۔ الیکسی، خدا حافظ۔''

اس نے الیوشا کا ہاتھ پکڑا، اسے گرم جوشی سے دبایا اور نگاہیں اوپر اٹھائے بغیر یوں اچانک مڑا اور قصبے کی طرف چل پڑا جیسے وہ زبردستی علیحدہ ہو رہا ہو۔ الیوشا، اپنی نظروں سے اس کا تعاقب

کرتا رہا، اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ وہ یوں رخصت ہو جائے گا۔

"ایلکسی، ایک منٹ۔" دمتری لیوورووچ نے چند قدم اٹھانے کے بعد اچانک واپس آتے ہوئے کہا: "میں تمہارے، صرف تمہارے سامنے ایک اور اعتراف کرنا چاہتا ہوں! ذرا میری جانب دیکھو، غور سے دیکھو۔ کیا تمہیں نظر آ رہا ہے کہ یہاں، عین یہاں ——— میرے لیے کوئی انتہائی شرمناک چیز وجود میں آ رہی ہے؟" (اور "عین یہاں" کہتے ہوئے دمتری لیوورووچ نے عجیب غریب انداز سے اپنی چھاتی پر ہلکا سا گھونسا مارا جیسے وہ شرمناک "چیز" واقعی وہیں کہیں موجود ہو، اس کی جیب میں پڑی ہو یا اس نے اسے کسی اور چیز میں رکھ کر اس کی سلائی کر دی ہو اور اسے گلے میں لٹکا لیا ہو۔) تم اب مجھے جان گئے ہو: میں لفنگا ہوں، ایک ایسا لفنگا جسے خود اپنے لفنگا ہونے کا اعتراف ہے۔ مگر یاد رکھو کہ میں نے ماضی میں جو کچھ کیا، جو کچھ اب کر رہا ہوں اور جو کچھ مستقبل میں کروں گا ——— ان میں سے کچھ بھی اتنا گھناؤنا، اتنا قابل نفرت نہیں ہو سکتا جتنی کہ وہ ذلالت ہے جسے میں نے یہاں چھپا کر، سنبھال کر رکھا ہوا ہے۔ سے میں یہاں، عین یہاں، رکھے پھر رہا ہوں۔ تمہیں یقین ہونا چاہیے کہ مجھ میں اتنی اہلیت ہے کہ اس رذالت کو ——— جو فعال ہے اور پھل پھول رہی ہے ——— چاہوں تو ختم کر دوں اور چاہوں تو فطری انداز سے مزید پھلنے پھولنے دوں۔ جب قبل ازیں ہماری گفتگو ہوئی تھی میں نے تمہیں سب کچھ بتا دیا تھا لیکن اس کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا کیونکہ میں ابھی اتنا ڈھیٹ نہیں ہوا تھا کہ اس کے بارے میں کچھ بتانے کی ہمت کر سکتا! میں چاہوں تو اب بھی اس قصے کو ختم کر سکتا ہوں، اس رذالت سے چھٹکارا حاصل کر سکتا ہوں اور اپنی کھوئی ہوئی آدھی عزت کل ہی واپس لے لوں، لیکن میں یہ کام کروں گا نہیں، میں اپنے بھیانک عزم کو عملی جامہ پہنا کر ہی دم لوں گا اور تم گواہی دے سکو گے کہ میں نے یہ سب کچھ عمداً پیشگی کہہ دیا تھا اور یہ کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں اس سے پوری طرح آگاہ ہوں! موت اور عذاب ابدی! وضاحت کرنے کی ضرورت نہیں، وقت آنے پر تمہیں خود ہی معلوم ہو جائے گا۔ متعفن تنگ گلی اور جہنمی بدذات عورت! خدا حافظ۔ میرے لیے دعا مانگنے کی ضرورت نہیں، میں اس کا مستحق نہیں۔ یہ بالکل غیر ضروری ہے ——— مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ میں جا رہا ہوں۔"

اور وہ وہاں سے چل دیا اور اس مرتبہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔ ایلوشا نے خانقاہ کا رخ کر لیا۔

"میں اس سے دوبارہ... دوبارہ کیوں نہیں مل سکتا؟" وہ انتہائی مایوسی کے عالم میں سوچتا جا رہا تھا۔ "اس کا مطلب کیا تھا؟ میں اس سے یقیناً دوبارہ ملاقات کر سکوں گا۔ کل! میں جاؤں گا اور اسے ڈھونڈ لوں گا، میں خاص طور پر محض یہ معلوم کرنے جاؤں گا کہ اس کا مطلب کیا تھا، وہ کیا کہہ رہا تھا..."

اس نے خانقاہ کے گرد چکر لگایا اور صنوبر کے ذخیرے میں سے گزرتا سیدھا درویش خانے چلا گیا۔ اس کے لیے دروازہ کھول دیا گیا حالانکہ عام طور پر اس وقت کسی کو اندر آنے کی اجازت نہیں ملتی تھی۔ جب وہ ستارتس کے حجرے میں داخل ہوا اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ کیوں، آخر وہ آج باہر گیا ہی کیوں تھا، ستارتس اسے "باہر کی دنیا" میں کیوں بھیج رہا تھا؟ یہاں امن ہے، سلامتی ہے، پاکیزگی ہے جب کہ باہر، وہاں ——— انتشار اور تاریکی ہے جس میں آدمی ٹھوکریں کھاتا اور راست بھول جاتا ہے۔

حجرے میں اسے امیدوار راہب پرفازی اور فادر پائیسی مل گئے جو سارے دن ایک ایک گھنٹے بعد ستارتس زوسیما کی خیریت دریافت کرنے آتے رہے تھے جس کے متعلق ایلیشا کو یہ معلوم ہونے کے بعد سخت صدمہ پہنچا کہ اس کی حالت دم بدم خراب سے خراب تر ہوتی جا رہی ہے۔ اس موقع پر راہبوں کی معمول کی نشست بھی نہیں ہو سکی تھی۔ عام طور پر لطوریا کے بعد ہر شام کو سونے سے پہلے راہب ستارتس کے حجرے میں جمع ہو جاتے تھے اور ان میں سے ہر ایک اس کے سامنے اپنی خطاؤں، اپنے گناہ آلود خیالات اور خواہشات کا، ان اشیاء کا جنہیں دیکھ کر انہیں برے کاموں کی ترغیب ملی تھی، بلکہ ان جھگڑوں کا بھی، جو ان کے اپنے برادر راہبوں سے ہو جاتے تھے، اعتراف کرتے تھے۔ بعض اپنے اعترافات دو زانو ہو کر کرتے تھے۔ ستارتس اپنے فیصلے صادر کرتا تھا، ان کے جھگڑے نپٹاتا تھا، ان کی آپس میں صلح کراتا تھا، انہیں مشورے دیتا تھا، کفارہ ادا کرنے کا حکم دیتا تھا، ان کے لیے دعائے خیر کرتا تھا اور پھر انہیں رخصت کر دیتا تھا۔ یہی وہ گروہی اعترافات تھے جن پر ستارتس کے مسلک کے مخالفین انگلیاں اٹھاتے تھے، انہیں ساکرامنٹ کی خلاف ورزی قرار دیتے تھے اور مقدس رسوم کی بے حرمتی تصور کرتے تھے اور انہی اعتراضات کے باعث ان کی مذمت کرتے تھے (وہ بہرحال غلطی پر تھے)۔ یہ معترضین تمام حدود پھلانگ گئے۔ وہ اعلیٰ حکام کو شکایات پہنچانے لگے اور کہنے لگے کہ اس قسم کے اعترافات کا سودمند ہونا تو بہت دور کی بات ہے، یہ تو ان لوگوں کو گناہ پر مائل کرتے اور برے کاموں کی ترغیب دیتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بے شمار راہب ستارتس کے سامنے بادل ناخواستہ جاتے ہیں اور محض اس لیے جاتے ہیں کیونکہ دوسرے جاتے ہیں اور محض اس لیے جاتے ہیں کیونکہ وہ نہیں چاہتے کہ نہ جانے کی صورت میں ان پر تکبر اور روحانی سرکشی کے گناہوں کا الزام لگ جائے۔ اس قسم کی کہانیاں بھی پھیلائی گئیں کہ بعض راہب شام کے اعتراف کے لیے حاضر ہونے سے پیشتر آپس میں طے کر لیتے ہیں کہ انہوں نے

وہاں کیا کہتا ہے۔ مثلاً ایک راہب دوسرے راہب سے کہتا ہے، "میں کہوں گا کہ آج صبح مجھے تم پر غصہ آ گیا تھا اور تم اس کی تائید کر دینا۔" اور وہ اس طرح کی حرکتیں محض اس لیے کرتے ہیں کیونکہ انہیں کچھ نہ کچھ لازماً کہنا ہوتا ہے اور اس قسم کی باتیں کر کے وہ آسانی سے اپنی جان چھڑا لیتے ہیں۔ ایلیوشا کو معلوم تھا کہ بعض اوقات ایسے واقعات حقیقتاً ظہور پذیر ہو جاتے ہیں۔ وہ اس امر سے بھی آگاہ تھا کہ راہبوں میں بعض ایسے بھی ہیں جنہیں اس دستور پر سخت اعتراض تھا کہ درویش خانے کے پتے پر ان کے عزیز و اقارب کے جو خطوط آتے ہیں، انہیں وصول کنندہ تک پہنچانے سے پہلے ستارتس کے پاس لے جایا، کھولا اور پڑھا جاتا ہے۔

اوپر جن کاموں کا ذکر کیا گیا ہے، ان کے پیچھے نیت تو یہی تھی کہ سب کچھ کھلے عام کیا جائے، خلوص سے کیا جائے، تہِ دل سے کیا جائے، رضاکارانہ عاجزی اور روحانی سربلندی کے نام پر کیا جائے، تاہم عملی طور پر انہیں خاصی مخالفت، عدم خلوص، دروغ گوئی اور بناوٹ در آئی تھی، تاہم جن راہبوں کی عمریں اور تجربہ دوسروں سے زیادہ تھا، وہ اپنی اس رائے پر اڑے رہے کہ "جو شخص پُرخلوص جذبے کے ساتھ اس چار دیواری میں داخل ہوتا ہے کہ اسے یہاں نجات مل جائے گی، اسے متابعت اور قربانی کے یہ تمام افعال لاریب احسن اور سودمند معلوم ہوں گے۔ اس کے برعکس وہ لوگ، جو شکایتیں کرتے پھر رہے ہیں اور جنہیں قواعد کی پابندی بوجھ نظر آتی ہے، بہرحال سچے راہب نہیں ہیں، ان کا مناسب مقام خانقاہ نہیں بلکہ خانقاہ سے باہر کی دنیا ہے۔ چونکہ عام دنیا کی طرح گرجے میں بھی ترغیبات، گناہ اور شیطان انسان کا پیچھا کرتے رہتے ہیں، اس لیے لازم ہے کہ وہ گناہ کے خلاف ہمیشہ چوکس رہے۔"

"وہ پہلے کی نسبت کہیں زیادہ کمزور ہو گئے ہیں اور بیشتر وقت سوتے رہتے ہیں،" فادر پائیسی نے ایلیوشا کے لیے دعائے خیر کرنے کے بعد اس سے سرگوشیوں میں کہا۔ "انہیں جگانا بھی مشکل ہے مگر اس کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ کوئی پانچ منٹ کے لیے جاگے تھے اور انہوں نے فرمایا تھا: 'میری طرف سے راہبوں کے لیے پیغام دیا جائے کہ میں ان کے لیے دعائے خیر کرتا ہوں اور ان سے توقع کرتا ہوں کہ وہ مجھے اپنی شام کی عبادت میں یاد رکھیں گے۔' ان کا ارادہ صبح کو ایک بار پھر عشائے ربانی کی روٹی کھانے اور شراب پینے کا ہے۔ الیکسی، انہوں نے تمہارے متعلق دریافت کیا تھا کہ تم چلے گئے ہو یا نہیں اور ہم نے انہیں بتایا تھا کہ تم قصبے میں ہو۔ 'وہ میری نیک تمناؤں کے ساتھ وہاں گیا ہے یعنی یہاں کی بجائے وہاں جہاں اسے میں اس وقت ہونا چاہیے تھا—' یہ ہے وہ جو انہوں نے تمہارے متعلق فرمایا تھا۔ وہ تمہارا ذکر بڑی شفقت سے کر رہے تھے اور تمہارے بارے میں فکرمند بھی تھے۔ تمہیں اندازہ ہے کہ یہ کتنی بڑی عزت افزائی ہے؟ مگر انہوں نے یہ فیصلہ کیوں

کیا تھا کہ تمہیں کچھ عرصہ باہر کی دنیا میں گزارنا چاہیے؟ اس کا یقیناً یہ مطلب ہے کہ انہیں تمہاری زندگی میں لازماً کوئی چیز پیشگی نظر آ گئی ہوگی! الیکسی، اتنا یاد رکھو کہ اگر تم باہر کی دنیا میں لوٹے بھی تو تم کام بیکار مشاغل میں پڑنے اور دنیاوی لذتوں میں کھونے کے لیے نہیں بلکہ اپنے ستارتس کے حکم کی تکمیل میں کرو گے۔"

فادر پائیسی حجرے سے باہر نکل گیا۔ یہ کہ ستارتس کی صحت روز بروز گرتی جا رہی تھی، ایلیوشا کو اس بارے میں کوئی شبہ نہیں تھا حالانکہ اس بات کا امکان موجود تھا کہ وہ مزید ایک دو دن زندہ رہ لیں گے۔ اپنے باپ، بھائی، خوخلاکووا اور کاترینا ایوانوونا سے وعدہ کرنے کے باوجود کہ وہ ان سے ملنے ضرور آئے گا، وہ اپنے جذبات سے اس قدر مغلوب ہوا کہ فیصلہ کر بیٹھا کہ وہ اگلے روز ہرگز خانقاہ سے باہر نہیں نکلے گا بلکہ جب تک ستارتس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز نہیں کر جاتی وہ اسی کے پاس ٹھہرا رہے گا۔ اس کا دل محبت سے چھلک رہا تھا اور وہ بڑی تلخی سے اپنے آپ کو ڈانٹ ڈپٹ رہا تھا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ قصبے میں اپنے عارضی قیام کے دوران میں ایک لمحے کے لیے ہی سہی، وہ یہ بھول گیا ہو کہ اس ہستی کو، جس کی وہ دنیا کے کسی بھی دوسرے شخص کی نسبت کہیں زیادہ تکریم کرتا تھا، خانقاہ میں اپنے بستر مرگ پر چھوڑ کر آیا ہے۔ وہ ستارتس کی تنگ خواب گاہ میں چلا گیا، پہلے وہ خوابیدہ شخص کے سامنے دو زانو ہوا اور پھر اس نے فرش پر اپنی پیشانی ٹکا دی۔ ستارتس خاموش اور بے حس و حرکت لیٹا ہوا تھا۔ اس کی سانس باقاعدگی سے چل رہی تھی مگر وہ اتنی مدھم تھی کہ بمشکل سنائی دے رہی تھی۔ اس کا چہرہ پُرسکون تھا۔

ایلیوشا واپس اس کمرے میں چلا گیا جہاں ستارتس نے اس صبح اپنے مہمانوں سے ملاقات کی تھی۔ وہاں اس نے اپنے جسم سے کوئی کپڑا تو نہیں البتہ بوٹ ضرور اتارے اور اس سخت اور تنگ صوفے پر لیٹ گیا جس پر چمڑے کا غلاف چڑھا ہوا تھا اور جس پر وہ ایک عرصے سے سر کے نیچے محض تکیہ رکھ کر سونے کا عادی ہو چکا تھا۔ جہاں تک اس لحاف کا تعلق ہے جس کی طرف اس کے باپ نے اشارہ کیا تھا، وہ اس کا استعمال مدتوں سے ترک کر چکا تھا۔ وہ صرف اتنا کرتا کہ اپنا چغہ اتارتا اور کمبل کی جگہ اسی سے اپنا بدن ڈھانپ لیتا۔ تاہم آج سونے سے پہلے وہ ایک بار پھر دو زانو ہوا اور کافی دیر تک دعا مانگتا رہا۔ اپنی پُرجوش دعا کے دوران میں اس نے خداوند سے یہ التجا نہیں کی کہ وہ اس کی ذہنی پراگندگی کو دور کر دے بلکہ وہ محض اپنے داخلی سرور کی پُرزور آرزو کرتا رہا، وہ سرور جس کا تجربہ اسے ہمیشہ خداوند کی حمد پڑھنے اور اس کی ثنا کرنے کے دوران میں ہوتا رہا تھا۔ سونے سے پہلے وہ جو دعا مانگا کرتا تھا، اس کا موضوع عام طور پر محض یہی ہوا کرتا تھا۔ یہ سرور، جس سے اس کی روح سرشار ہو جایا کرتی تھی، غیر متبدل طور پر اسے گہری اور پُرامن نیند سلانے میں مم

ثابت ہوتا تھا۔ دعا مانگنے کے دوران میں اسے اچانک اپنی جیب میں اس گلابی لفافے کی موجودگی کا احساس ہوا جو کاترینا ایوانوونا کی ملازمہ نے اسے تھمایا تھا جب وہ سڑک پر بھاگتے دوڑتے اس کے پیچھے آئی تھی۔ اسے بے چینی ہونے لگی تاہم وہ اپنی دُعا مکمل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ پھر کچھ جھجک کے بعد اس نے لفافہ چاک کر ڈالا۔ اس میں اس کے نام ایک خط تھا جس پر لیسے کے دستخط تھے۔ یہ وہی لیسے تھی جو مادام خوخلاکووا کی بیٹی تھی اور جس نے آج صبح ستارتس کی موجودگی میں اسے خاصا تنگ کیا تھا۔

"ڈیئر الیکسی، فیودرووچ،" اس نے لکھا تھا، "کوئی نہیں جانتا، بلکہ میری ماں بھی نہیں جانتی کہ میں یہ خط تمہیں لکھ رہی ہوں اور میں جانتی ہوں کہ میں بڑی غلط حرکت کی مرتکب ہو رہی ہوں۔ میرے دل میں جو کھلبلی مچی ہوئی ہے جب تک میں تمہیں اس کے متعلق بتا نہ دیتی (ویسے فی الحال ہم دونوں کے ماسوا کسی تیسرے شخص کو اس کا علم نہیں ہونا چاہیے) مجھے چین تو کیا ملتا، میرا زندہ رہنا بھی محال ہو جاتا۔ لیکن میں تمہیں وہ سب کچھ کیسے بتاؤں جس کے بتانے کی میرے دل میں اتنی بڑی آرزو مچل رہی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ شرم سے کاغذ کا رنگ سرخ نہیں ہوتا مگر میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ یہ بات درست نہیں ہے کہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک اس کا رنگ بھی اسی طرح سرخ ہو رہا ہے جس طرح کہ میرا ہو رہا ہے۔ مائی ڈیئر الیوشا، میں تم سے محبت کرتی ہوں، میں بچپن سے تمہیں محبت کرتی آ رہی ہوں، میں تب سے تم سے محبت کر رہی ہوں جب ہم ماسکو میں مقیم تھے اور اس سے بالکل مختلف تھے جو اس وقت ہم ہیں اور میں زندگی کی آخری سانس تک تم سے محبت کرتی رہوں گی۔ میں نے تمہیں سچے دل سے منتخب کیا ہے۔ تمہارے ساتھ یکجا ہونے کا راستہ منتخب کیا ہے اور ہم اپنی ساری زندگی اکٹھے گزاریں گے ـــــ بس ایک شرط ہے۔ تم اپنی خانقاہ چھوڑ دو۔ جہاں تک ہماری عمر کا تعلق ہے، ہم اتنا ہی عرصہ انتظار کریں گے جس کا قانون تقاضا کرتا ہے۔ مجھے پختہ یقین ہے کہ تب تک میں کافی صحت یاب ہو جاؤں گی، میں چل سکوں گی، میں رقص کر سکوں گی، اس بارے میں کسی شک و شبے کی گنجائش نہیں۔

"تم سمجھ گئے ہو گے کہ میں نے ہر بات سوچ لی ہے؛ تاہم مجھے ایک چیز کی پریشانی ہے: میرا یہ خط پڑھنے کے بعد تم کیا سوچو گے؟ میں ہمیشہ ہنستی رہتی اور بدتمیزیاں کرتی رہتی ہوں، اور ازیں پیشتر آج میں نے تمہیں خفا کر دیا تھا مگر میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ میں نے ابھی ابھی خط شروع کرنے سے پہلے مقدس کنواری کے ایقونے کے سامنے دُعا کی تھی، میں ابھی تک دعائیں مانگے جا رہی ہوں اور میرے آنسو ہیں کہ بس چھلکا ہی چاہتے ہیں۔

"تو اب میرا راز تمہارے ہاتھوں میں ہے، جب کل تم ہمیں ملنے آؤ گے، مجھے معلوم نہیں کہ

میں تم سے آنکھ ملا بھی پاؤں گی یا نہیں۔ اف، الیکسی فیودرووچ، اگر میں ایک بار پھر اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکی اور میں نے ہونقوں کی طرح ہنسنا شروع کر دیا جیسا کہ میں نے آج تمہاری طرف دیکھتے ہوئے کیا تھا، پھر کیا ہو گا؟ تم مجھے غالباً ایک ایسی بدعورت سمجھنے لگو گے جسے دوسروں سے چھیڑ خانی کرنے اور انہیں ستانے کے علاوہ اور کچھ سوجھتا ہی نہیں اور یوں میرے خط کو سنجیدگی سے نہیں لو گے۔ تو چنانچہ، مائی ڈیئر الیوشا، میں تم سے التجا کرتی ہوں کہ اگر تمہارے دل میں میرے لیے رحم کی ذرا سی بھی رمق ہے تو پھر جب تم کل آؤ تو سیدھے میری آنکھوں کی طرف مت دیکھنا کیونکہ اگر میری آنکھ تمہاری آنکھ سے مل گئی تو ہو سکتا ہے کہ مجھ پر یکایک ہنسی کا دورہ پڑ جائے اور چونکہ تم نے اپنا لبادہ بھی پہن رکھا ہو گا، میرے لیے ضبط کرنا بالکل ہی ناممکن ہو جائے گا... اب بھی جب میں اس بارے میں سوچتی ہوں تو میں سراپا سرد مہر ہو جاتی ہوں، چنانچہ جب تم آؤ تو کافی دیر تک میری طرف دیکھنے سے مطلق احتراز کرنا، میری اماں یا کھڑکی پر نگاہیں جمائے رکھنا...

"ایں، یہ کیا، میں نے پورا محبت نامہ لکھ مارا ہے۔ اف، میرے خدایا، یہ میں نے کیا کر دیا ہے الیوشا، مجھ سے نفرت مت کھانا اور اگر مجھ سے کوئی ذلیل حرکت سرزد ہو گئی ہے اور مجھ سے تمہیں کوئی ٹھیس پہنچی ہے، پھر میں ہاتھ جوڑ کر معافی کی خواستگار ہوں۔ میرا وہ راز، جو میری نیک نامی کو ہمیشہ کے لیے داغدار بنا سکتا ہے، تمہارے ہاتھوں میں ہے۔

"میں آج یقیناً روؤں گی۔ اگلی ملاقات تک خدا حافظ۔ تمہارے ساتھ ملاقات کے تصور پر ہی مجھ پر دہشت طاری ہونے لگتی ہے۔ لیسے۔"

"پس تحریر: خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے تم ضرور، ضرور، بالضرور، ضرور، بالضرور آنا! لیسے۔"

الیوشا نے خط بڑی حیرت سے پڑھا، دوبارہ پڑھا، دل میں کچھ دیر سوچتا رہا، پھر وہ ایکا ایکی نرم و ملائم اور پُراطمینان انداز سے ہنسنے لگا۔ وہ کپکپایا؛ اسے اپنی ہنسی گناہ آلود دکھائی دی لیکن ایک سیکنڈ کے بعد وہ ایک بار پھر نرم و ملائم اور پُراطمینان انداز سے ہنسنے لگا تھا۔ اس نے دھیرے دھیرے خط لفافے میں ڈالا، اپنے سینے پر صلیب کا نشان بنایا اور لیٹ گیا۔ اس کی روح میں جو طوفان اٹھا تھا وہ یک دم تھم گیا۔ "خداوند، ان سب پر رحم فرما،" وہ بڑبڑایا۔ "ان لوگوں پر جو ناشاد اور تند و تیز جذبات کے اسیر ہیں، رحم فرما، انہیں اپنے حفظ و اماں میں رکھ اور انہیں صحیح راستہ دکھا۔ تو صحیح راستہ جانتا ہے اور تو ان سب کو نجات کی طرف لے جا سکتا ہے۔ تو سراپا محبت ہے اور تو ہی ان سب کو خوشیوں سے ہم کنار کرے گا!" الیوشا نے پُرسکون انداز سے اپنے سینے پر صلیب کا نشان بنایا اور نیند کی وادیوں میں کھو گیا۔

حصہ دوم

چوتھی کتاب

بحران(1)

1
فادر فیراپون

ایلوشا صبح سویرے طلوع آفتاب سے پہلے جاگ پڑا۔ ستارتس پہلے ہی بیدار ہو چکا تھا؛ وہ اپنے آپ کو بہت کمزور محسوس کر رہا تھا تاہم وہ پلنگ پر دراز رہنے کی بجائے اپنی کرسی پر بیٹھنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ اپنی جسمانی اور ذہنی صلاحیتیں پوری طرح اس کے اختیار میں تھیں، وہ انہیں جس طرح چاہتا بروئے کار لاسکتا تھا۔ اگرچہ وہ بہت مضمحل نظر آ رہا تھا تاہم اس کے چہرے پر درخشانی جھلک رہی تھی اور وہ تقریباً شادمان دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے مسرت، شفقت اور گرم جوشی ٹپک رہی تھی۔ "شاید میں آج کے دن کا اختتام نہیں دیکھ سکوں گا:" اس نے ایلوشا سے کہا۔ اس کے بعد اس نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ (اپنے گناہوں کا) اعتراف کرنا، مقدس روٹی کھانا اور شراب پینا چاہتا ہے۔ اس کا معلم اعتراف فادر پائیسی تھا۔ ان دونوں ساکرامنٹوں کی تکمیل کے بعد اسے تدہین آخر دیا گیا۔ راہب پادری حجرے میں جمع ہو گئے جو اس کے بعد بتدریج عام راہبوں سے بھرنے لگا۔ دریں اثنا دن طلوع ہو گیا۔ خانقاہ سے بھی راہبوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جب

عبادت ختم ہو گئی، ستارتس نے سب کو فرداً فرداً الوداع کہنے کی خواہش کا اظہار کیا اور اس نے سب کے بوسے لیے۔ چونکہ حجرے میں گنجائش کم تھی اور بھیڑ بہت زیادہ، چنانچہ جو اشخاص دوسروں سے پہلے آئے تھے، وہ واپس چلے گئے۔ ستارتس کرسی پر بیٹھ چکا تھا اور الیوشا اس کے قریب کھڑا تھا۔ پھر وہ کوشش کر کے ایک ایسی آواز میں، جو اگرچہ کمزور تھی، پھر بھی ابھی تک خاصی کڑاکے دار تھی، بولنے اور وعظ کہنے لگا۔ "میں تم لوگوں کو اتنے سالوں سے درس دیتا چلا آ رہا ہوں اور درس کے دوران میں ہمیشہ اتنی اونچی آواز سے بولتا رہا ہوں کہ معلوم کچھ یوں ہونے لگا ہے جیسے مجھے باتیں کرنے اور باتیں کرتے کرتے آپ حضرات کو درس دینے کی عادت پڑ گئی ہو۔ یہ عادت اتنی راسخ ہو چکی ہے کہ اگرچہ میں کمزوری محسوس کر رہا ہوں، میرے لیے بولنا آسان اور چپ رہنا مشکل ہے۔" اس نے ان تمام اشخاص کی جانب، جنہوں نے اس کے گرد گھیرا کر رکھا تھا، پُرشفقت نگاہ ڈالتے ہوئے ازراہ مذاق کہا۔ اس نے اس موقع پر جو کچھ کہا، اس میں سے بعض باتوں کی یاد کو الیوشا نے بعد ازاں تازہ کرنا تھا۔ اگرچہ اس کی آواز کڑاکے دار تھی اور وہ حاضرین کو واضح طور پر سنائی دے رہی تھی، تاہم اس کا وعظ خاصا بے ربط تھا۔ اس نے بہت سی چیزوں کے متعلق گفتگو کی اور صاف نظر آ رہا تھا کہ موت کا نقارہ بجنے سے پہلے اس کی خواہش ان تمام باتوں کا اعادہ کرنا ہے جو وہ اب تک کہتا چلا آ رہا تھا اور ان تمام باتوں کو بیان کرنا ہے جو اس نے اپنی زندگی میں ان کہی چھوڑ دی تھیں، اور وہ یہ سب باتیں اس لیے نہیں کر رہا تھا کہ وہ پند و نصیحت کرنا چاہتا تھا بلکہ کچھ یوں مترشح ہو رہا تھا جیسے وہ اپنی مسرت و بہجت اور وجد کی کیفیت میں، جو اس پر طاری ہو چکی تھی، ہر کہہ و مہ کو شریک کرنا اور مرنے سے پہلے ایک بار پھر ان کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھ دینا چاہتا ہو۔

"برادران، ایک دوسرے سے محبت کرو۔" ستارتس نے زور دے کر کہا (جہاں تک بعد ازاں الیوشا کو یاد آ سکا)۔ "خدا کے بندوں سے محبت کرو۔ اگرچہ ہم نے اپنے آپ کو ان دیواروں کے اندر بند کر لیا ہے، اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں بنتا کہ ہم عام دنیادار لوگوں سے زیادہ پارسا بن گئے ہیں۔ اس کے برعکس ہر اس شخص نے، جو یہاں آیا ہے، محض اپنے اس فعل سے اپنے دل کی گہرائیوں میں تسلیم کر لیا ہے کہ وہ تمام دنیادار اشخاص اور تمام دنیادار اشیاء سے بدتر ہے... اور جو راہب جتنا زیادہ عرصہ اس چار دیواری کے اندر گزارتا ہے، اسے اتنی ہی زیادہ گہرائی سے اس بات کا احساس ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ اگر یہ صورت نہ ہوتی پھر اسے یہاں آنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی۔ تاہم جب اسے احساس ہو جائے گا کہ وہ ہر عام دنیادار شخص سے بدتر ہے اور اس کی سمجھ میں یہ نکتہ بھی بیٹھ جائے گا کہ تمام انسانوں کے سامنے تمام اشخاص کی، تمام اشیاء کی، تمام گناہوں کی، خواہ ان کا ارتکاب انفرادی حیثیت سے کیا گیا ہو یا اجتماعی حیثیت سے، ذمے داری اسی پر عائد ہوتی ہے، صرف

تبھی ہماری اس خلوت نشینی کا مقصد حاصل ہو سکے گا۔ چنانچہ میرے انتہائی عزیز برادران، یہ بات پلّے باندھ لو کہ روئے زمین پر کل انسانوں اور کل اشیاء سے جو خطائیں سرزد ہوتی ہیں، ان کی ذمے داری بھی ہم میں سے ہر ایک پر عائد ہوتی ہے، ہم دنیا کی اجتماعی خطاؤں کے ہی ذمے دار نہیں بلکہ روئے زمین کے تمام انسانوں اور تمام اشیاء سے انفرادی طور پر جو خطائیں سرزد ہوتی ہیں، ان کی ذمے داری بھی ہمیں پر عائد ہوتی ہے۔ یہ ادراک راہبانہ طرز حیات کا ہی نہیں بلکہ روئے زمین پر موجود ہر انسان کے طرز حیات کا بھی ارفع ترین نکتہ ہے۔ کیونکہ راہب عام انسانوں سے کوئی خاص مختلف نہیں ہوتے اور اگر وہ مختلف ہیں بھی تو صرف اس لحاظ سے کہ وہ وہ ہوتے ہیں جو روئے زمین کے دوسرے انسانوں کو بھی ہونا چاہیے۔ صرف اس ادراک کے حصول کے بعد ہی ہمارے قلوب اس بے پایاں اور آفاقی محبت کی طرف بڑھ سکتے ہیں جو ہماری تمام تر توجہ اور توانائی کو اپنی طرف کھینچنے کی اہل ہوتی ہے۔ یوں ہم میں سے ہر ایک دنیا کو خطاؤں اور برے کاموں کے ارتکاب سے روک سکتا ہے اور اپنے آنسوؤں سے اس کے گناہوں کو دھو سکتا ہے... تم میں سے ہر شخص کو اپنے دل کی طرف دھیان دینا چاہیے، ہر ایک کو متواتر اپنا احتساب خود کرتے رہنا چاہیے۔ تمہیں گناہوں سے خوف کھانے کی ضرورت نہیں بے شک تم ان سے پوری طرح آگاہ ہی کیوں نہ ہو بشرطیکہ تم توبہ استغفار کرتے رہو، اور خداوند کے ساتھ سودے بازی کرنے کی کوشش مت کرو۔ میں ایک بار پھر تم سے کہتا ہوں — عاجزی اختیار کرو، تکبر مت کرو۔ کمزوروں کے ساتھ عاجزی سے پیش آؤ اور ان کے ساتھ تکبر مت برتو۔ طاقتوروں کے ساتھ عاجزی سے پیش آؤ اور ان کے ساتھ تکبر مت برتو۔ جو لوگ تمہیں مسترد کرتے ہیں، بدنام کرتے ہیں، تم پر کیچڑ اچھالتے ہیں، تم پر تہمتیں دھرتے ہیں، ان کے خلاف دل میں بغض مت پالو۔ دہریوں، جھوٹے پیغمبروں، مادہ پرستوں بلکہ بدی کے بچوں کے خلاف بھی دل میں خصومت اور نفرت مت رکھو کیونکہ ان میں بھی، خاص طور پر ہمارے زمانے میں، بعض اچھے لوگ موجود ہیں۔ انہیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھو: خداوند، ان سب لوگوں کی بخشش فرما جن کے لیے دعا کرنے والا کوئی نہیں، ان لوگوں کی بھی بخشش فرما جو تیری عبادت نہیں کرتے۔ اور اس کے ساتھ یہ اضافہ کر دو: یہ میرا تکبر نہیں کہ میں تجھ سے التجا کر رہا ہوں کیونکہ میں تو بدترین لوگوں سے بھی بدتر ہوں... خدا کے بندوں سے محبت کرو، اجنبیوں کو اپنی جماعت پر قابض نہ ہونے دو کیونکہ اگر تم لوگ سست الوجود ہو گئے اور تمہارے دماغوں میں جھوٹا تکبر بھر گیا — اور اس سے بھی بدتر یہ اگر تم بندگانِ حرص بن گئے — وہ دنیا کے چاروں کونوں سے نمودار ہو جائیں گے اور تمہاری جماعت کے ارکان کو ورغلا کر اپنے ساتھ ملا لیں گے... سونا مت کھاؤ... سونے اور چاندی کی پوجا مت کرو اور نہ ان کا ذخیرہ کرو... اپنے مذہب پر سچے دل سے عمل پیرا ہو اور اپنا علم

اٹھائے رکھو۔ اسے بلندیوں تک پہنچا دو۔"

یہ ماننا پڑے گا کہ ستارتس کی باتیں اس طرح مربوط نہیں تھیں جس طرح بعد میں انہیں الیوشا نے پیش کیا۔ بعض اوقات وہ بالکل ہی چپ سادھ لیتا جیسے وہ اپنی توانائی مجتمع کرنے کے لیے رک گیا ہو، اس کا دم پھولنے لگتا تھا تاہم معلوم یہ ہوتا تھا کہ اس پر وجد کی کیفیت پوری طرح طاری ہو چکی ہے۔ اس کے سامعین مسحور ہو چکے تھے حالانکہ ان میں سے بعض کو اس کے الفاظ پر حیرت ہو رہی تھی کیونکہ انہیں ان میں کوئی روشنی دکھائی نہیں دے رہی تھی... بعد ازاں سب اس کے الفاظ یاد کرتے رہے۔

جب الیوشا کو کچھ دیر کے لیے حجرے سے باہر جانا پڑا، اسے ان راہبوں کے، جنہوں نے حجرے کے اندر باہر جمگھٹا کر رکھا تھا، عمومی جوش و خروش اور توقعات پر بڑا اچنبھا ہوا۔ ان میں بعض کے چہروں پر اضطراب جھلک رہا تھا اور بعض کی صورتوں پر گھمبیرتا برس رہی تھی۔ ان سب کو توقع تھی کہ ستارتس کی موت کے فوراً بعد کوئی نہ کوئی معجزہ لازماً ظہور پذیر ہوگا۔ کسی حد تک یہ محض بیکار توقع تھی لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ سنجیدہ ترین راہب بھی اس کی لپیٹ میں آ گئے تھے۔ گھمبیر ترین چہرہ فادر پائیسی کا تھا۔ الیوشا حجرے سے محض اس لیے باہر آیا تھا کیونکہ اسے پُر اسرار انداز سے ایک راہب کے ذریعے رکیتن نے بلایا تھا جو قصبے سے مادام خوخلاکووا کا عجیب و غریب خط لے کر آیا تھا۔ مادام خوخلاکووا نے اپنے خط کے ذریعے اسے ایک انوکھی خبر پہنچائی جو انتہائی برمحل ثابت ہوئی۔ اس خبر کا تعلق اس حقیقت سے تھا کہ گزشتہ روز ستارتس کو سلام کرنے اور اس سے اپنے حق میں دعائے خیر کرانے کے لیے جو خدا ترس کسان عورتیں حاضر ہوئی تھیں ان میں کسی نان کمشنڈ افسر کی بیوہ پراخوروونا بھی شامل تھی۔ وہ بوڑھی عورت تھی اور قصبے میں ہی رہتی تھی۔ اس نے ستارتس سے پوچھا تھا کہ اس کے گرجے میں جن مرحومین کی بخشش کے لیے دعا کا اہتمام کیا جا رہا تھا، کیا ان میں وہ اپنے بیٹے واسیا کا نام شامل کرا سکتی ہے جو سرکاری امور کی انجام دہی کے سلسلے میں سائبیریا کے ایک دورافتادہ قصبے ارکٹسک گیا ہوا تھا اور جس کا اسے ایک سال سے کوئی خط نہیں ملا تھا۔ ستارتس نے اس کی درخواست پر بڑے سخت ردعمل کا اظہار کیا تھا، اس نے اسے اس قسم کا کام کرنے کی ممانعت کر دی تھی اور اسے جادوگری سے تشبیہ دی تھی۔ تاہم اسے اس کی جہالت کی بنا پر معاف کرنے کے بعد اس نے اسے "جیسے وہ پیشین گوئیوں کی کوئی کتاب پڑھ رہا ہو" (جیسا کہ مادام خوخلاکووا نے اپنے خط میں تحریر کیا تھا) تسلی دی تھی کہ بلاشک و شبہ اس کا بیٹا واسیا زندہ ہے، یہ کہ یا تو وہ بہت جلد واپس آ جائے گا اور یا پھر لازماً اسے خط لکھے گا، اور یہ کہ اسے گھر جانا اور انتظار کرنا چاہیے۔ "کیا تم یقین کرو گے؟" مادام خوخلاکووا نے بڑے جذباتی انداز سے مزید تحریر کیا تھا: "پیشین گوئی حرف بحرف سچ

ثابت ہوئی ہے بلکہ اس کے علاوہ کچھ اور بھی ہوا ہے! جونہی بڑھیا واپس گھر پہنچی اسے ایک خط ملا جو کچھ ہی دیر پہلے سائبیریا سے آیا تھا۔ لیکن یہ کہانی کا انجام نہیں تھا۔ اس خط میں، جو اس کے واپسی کے سفر کے دوران میں ایکٹرن برگ سے لکھا گیا تھا، واسیا نے اپنی ماں کو اطلاع دی تھی کہ وہ کسی سرکاری عہدے دار کی معیت میں روس واپس آ رہا ہے اور یہ کہ اسے توقع ہے کہ وہ تقریباً تین ہفتوں میں اپنی ماں کی خدمت میں حاضر ہو جائے گا۔"

مادام خوخلاکووا نے الیوشا سے پُر زور درخواست کی تھی کہ وہ اس پیشین گوئی اور اس کے نتیجے میں معجزہ رونما ہونے کی خبر فوراً صدر راہب اور جماعت کے تمام ارکان کو پہنچا دے۔ "ہر شخص کو اس کا علم ہونا چاہیے!" اس نے خط کے اختتام پر زور دار تاکید کی تھی۔ خط بہت جلد بازی میں گھسیٹا گیا تھا اور اس کی ایک ایک سطر سے تحریر کنندہ کا ذہنی اضطراب ٹپک رہا تھا۔ تاہم الیوشا کے پاس اپنے برادر راہبوں تک پہنچانے کے لیے کوئی خبر نہیں تھی کیونکہ ہر شخص کو سب کچھ پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا۔ رکیتن نے جس راہب کو الیوشا کو بلانے کے لیے بھیجا تھا اس نے اسے یہ ہدایت بھی کر دی تھی کہ "الیوشا کو پیغام پہنچانے کے بعد سیدھے عزت مآب فادر پائیسی کے پاس چلے جاؤ اور نہایت احترام سے انہیں بتاؤ کہ میرے، یعنی رکیتن کے پاس ایک ایسی اطلاع ہے جس کا ان تک فوراً پہنچایا جانا اشد ضروری ہے، اس بارے میں ایک لمحے کی تاخیر بھی نہیں کی جا سکتی اور یہ کہ میں اپنی اس گستاخی کے لیے ان سے نہایت عاجزی سے اور بعد ادب معافی کا خواستگار ہوں۔" چونکہ راہب نے رکیتن کی درخواست الیوشا سے ملنے سے پہلے ہی فادر پائیسی تک پہنچا دی تھی، الیوشا اپنے حجرے میں واپس آنے اور خط پڑھنے کے بعد صرف اتنا کر سکا کہ وہ دستاویزی تصدیق کے طور پر اسے فادر پائیسی کے حوالے کر دیتا اور اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں اس نے ایک لمحے کی بھی تاخیر نہ کی۔ مادام خوخلاکووا کا خط پڑھنے کے بعد پائیسی جیسا سخت گیر اور ہر چیز کو شک و شبہ کی نظروں سے دیکھنے والا شخص بھی تیوریاں چڑھانے کے باوجود اپنے جذبات کو مکمل طور پر قابو میں نہ رکھ سکا۔ اس کی آنکھیں چمکنے لگیں اور اس کے ہونٹوں پر کچھ اس قسم کی گھمبیر مسکراہٹ بکھر گئی جیسے اسے معلوم ہو کہ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آیا چاہتا ہے۔

"ابھی ہم نے اس کا انجام نہیں دیکھا، کون جانے کیا ہوگا؟" غیر ارادی عجلت سے اس کے منہ سے نکلا۔

"واقعی، واقعی کوئی بڑا واقعہ لازماً ظہور پذیر ہوگا۔" چاروں طرف سے راہبوں کی جوابی آوازیں سنائی دیں۔

مگر فادر پائیسی نے دوبارہ بھویں سکیڑتے ہوئے تمام حاضرین کو تاکید کی کہ وہ "فی الحال چپ

رہیں اور اس وقت تک اس معاملے کی کسی کو بھی خبر نہ ہونے دیں جب تک ہمیں مزید تصدیقی خبریں نہیں مل جاتیں کیونکہ فضول افواہیں لازماً پھیلیں گی... اور بہرحال...'' اس نے احتیاط پسندی سے کام لیتے ہوئے مزید کہا جیسے وہ اپنے ضمیر کو تسکین دینا چاہتا ہو''اس (واقعے) کی کوئی فطری توجیہ بھی ہو سکتی ہے۔'' تاہم نظر کچھ یوں آ رہا تھا کہ وہ جس طرح دبے لفظوں اس ''معجزے'' کو جھٹلانے کی کوشش کر رہا ہے اس پر خود اسے بھی یقین نہیں اور یہ بات اس کے سامعین سے چھپی نہ رہ سکی۔

تاہم ''معجزے'' کی خبر ساری خانقاہ میں پھیل گئی اور ایک گھنٹے کے اندر اندر یہ ان زائرین میں سے بھی بیشتر کے کانوں تک پہنچ گئی جو اسطوریا میں شریک ہونے خانقاہ آئے تھے۔ لیکن معجزے پر جس شخص نے سب سے زیادہ حیرت کا اظہار کیا وہ ایک پست قامت راہب تھا جو صرف ایک روز قبل انتہائی شمال میں واقع قصبے ابدرسک کی چھوٹی سی خانقاہ سینٹ سلویسٹر سے آیا تھا۔ گزشتہ شب جب وہ مادام خوخلاکووا کے قریب کھڑا تھا تو اس نے ستارتس کے سامنے دوزانو ہو کر خاتون کی بیٹی کی طرف، جسے ''شفا'' مل چکی تھی، اشارہ کرتے بڑے غصے سے کہا تھا، ''آپ میں اس قسم کے کام کرنے کا حوصلہ کیسے آ جاتا ہے؟''

سچی بات تو یہ ہے کہ اس سارے واقعے نے اس کا دماغ چکرا کر رکھ دیا تھا؛ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس چیز پر یقین کرے اور کس پر نہ کرے۔ اس نے گزشتہ شام شہد کی مکھیوں کے چھتوں کے عقب میں فادر فیراپون سے ملاقات کی تھی اور اس کے ذہن پر اس ملاقات کا غیر معمولی اور دہشت ناک تاثر نقش ہو گیا تھا۔ فادر فیراپون عمر رسیدہ راہب تھا، اس نے روزے رکھنے اور چپ رہنے کی جو قسمیں کھائی تھیں، ان پر وہ نہایت سختی سے عمل کرتا تھا۔ ستارتس زوسیما اور خاص طور ستارتسی کے ادارے کے، جسے ضرررساں اور نئی مغز مسلک تصور کیا جاتا تھا، کٹر مخالف کی حیثیت سے ہم اس کا ذکر پہلے ہی کر چکے ہیں۔ مخالف کی حیثیت سے وہ انتہائی خطرناک تھا حالانکہ وہ کسی بھی شخص کے ساتھ شاذ ہی ہم کلام ہوتا تھا کیونکہ وہ خاموش رہنے کا عہد کر چکا تھا۔ خطرہ سنگین اس لیے زیادہ تھا کیونکہ راہبوں کی خاصی بڑی تعداد اس کی ہم خیال تھی اور خانقاہ میں عبادت کی غرض سے آنے والے بے شمار زائرین اس کا بے حد احترام کرتے تھے کیونکہ پاک باز بدھو اور انوکھی شے سمجھنے کے باوجود وہ اسے خدا کا بندہ اور عیسائیت کا کٹر پیروکار تصور کرتے تھے۔ لوگوں کو وہ پسند بھی اسی لیے کیونکہ وہ دوسروں سے بالکل جدا اور انوکھی شخصیت کا مالک تھا۔

فادر فیراپون کبھی ستارتس زوسیما کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا تھا۔ اگرچہ وہ درویش خانے میں رہتا تھا اس پر وہاں کا نظم و ضبط ٹھونسنے کی کوئی خاصی کوشش نہیں کی گئی تھی اور ایک بار پھر اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ یقینی طور پر اپنی ہی قسم کا نرالا شخص تھا اور اس کا مثیل کوئی اور نہیں تھا۔ وہ اگر زیادہ نہیں تو

کم از کم پچھتر سال کا تو ضرور تھا اور وہ شہد کی مکھیوں کے چھتوں کے عقب میں ایک بوسیدہ اور شکستہ چوبی حجرے میں رہتا تھا۔ یہ حجرہ گزشتہ صدی کے دوران میں ایک غیر معمولی ہستی کے لیے تعمیر کیا گیا تھا۔ اس ہستی کا نام فادر آئیونا تھا، وہ اپنے روزے رکھنے اور چپ رہنے کے حلف پر تاحیات قائم رہا تھا اور ایک سو پانچ سال کی عمر پانے کے بعد راہیٔ ملکِ عدم ہوا تھا۔ اس کے کمالات کی متعدد انتہائی عجیب و غریب کہانیوں کی بازگشت آج بھی خانقاہ اور اس کی نواحی بستیوں میں سنائی دیتی رہتی ہیں۔

فادر فیراپون کو اس کے اپنے اصرار پر کوئی سات سال قبل اس الگ تھلگ حجرے میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ یہ حجرہ کیا تھا، بس ایک جھونپڑی تھا لیکن ایک خاص حد تک کسی چھوٹے گرجے سے مشابہ تھا کیونکہ اس میں بے شمار ایقونے موجود تھے جن کے روبرو لوگ منتیں مانگا کرتے تھے۔ ان ایقونوں کے سامنے جو چراغ تھے وہ مسلسل روشن رکھے جاتے تھے۔ بظاہر انہی ایقونوں اور چراغوں کی نگہداشت اور حفاظت کے خیال سے فادر فیراپون کو یہاں آباد کیا گیا تھا۔ کہا جاتا تھا (ویسے یہ بات درست تھی) کہ وہ تین دنوں میں دو پاؤنڈ ڈبل روٹی کھاتا تھا، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ ڈبل روٹی ہر تین روز بعد شہد کی مکھیوں کا رکھوالا لایا کرتا تھا جو خود بھی چھتوں کے قریب ہی رہتا تھا اور ایک لحاظ سے فادر فیراپون کا ہمسایہ تھا، مگر فادر فیراپون اس رکھوالے کے ساتھ بھی، جو اس کی ضروریات بہم پہنچایا کرتا تھا، شاذ و نادر ہی ہم کلام ہوتا تھا۔ اس گوشہ نشین کی پورے ہفتے کی خوراک انہی چار ڈبل روٹیوں اور سبت کی اس تقدیس یافتہ روٹی پر مشتمل ہوتی تھی جو اسے باقاعدگی سے ہر اتوار کو صبح کی تاخیری عبادت کے بعد صدر راہب سے موصول ہوتی تھی۔ جہاں تک جگ میں اس کے پانی کا تعلق ہے، وہ ہر روز تبدیل کر دیا جاتا تھا۔ وہ اسطوریا میں بھی کبھار ہی شریک ہوتا تھا۔ اس کے جو ماننے والے اسے ملنے آتے تھے، انہیں وہ عموماً دوزانو ہو کر عبادت کرتے نظر آتا تھا۔ اس عبادت کا سلسلہ بعض اوقات سارا سارا دن جاری رہتا تھا، اس دوران میں وہ نہ تو کبھی سیدھا ہوتا اور نہ ادھر ادھر دیکھتا۔ اگر وہ گاہے بگاہے اپنے مداحین کے ساتھ گفتگو کرنے پر مائل ہوتا بھی، اس کا انداز ہمیشہ روکھا، انوکھا اور گستاخانہ ہوتا اور وہ اپنی بات اکثر ادھوری ہی چھوڑ دیتا۔ تاہم بعض اوقات ایسے مواقع بھی آ جاتے (ویسے یہ شاذ و نادر ہی آتے تھے)، جب وہ اپنے مہمانوں کے ساتھ ذرا کھل کر گفتگو کرنے لگتا لیکن ان مواقع پر بھی وہ اکثر کوئی ایسا بے محل لفظ جڑ دیتا جو مہمانوں کے لیے بڑی پریشانی کا باعث بنتا مگر ان کی تمام تر التجاؤں کے باوجود وہ اس کی وضاحت کرنے سے صاف انکار کر دیتا۔

اسے سرکاری طور پر پادری کا منصب کبھی عطا نہیں ہوا تھا، وہ بس عام سا راہب تھا۔ یہ درست ہے کہ صرف نسبتاً کم تعلیم یافتہ لوگوں میں ایک عجیب و غریب افواہ عام گردش کرتی رہتی تھی کہ فادر فیراپون غیبی روحوں کے ساتھ ہم کلام ہوتا رہتا ہے، چونکہ وہ زیادہ تر انہی کے ساتھ گفتگو کرتا رہتا ہے، اس

لیے وہ عام فانی انسانوں کے ساتھ بات کرنے سے گریز کرتا رہتا ہے۔

ابدرسک کے پست قامت راہب نے شہد کی مکھیوں کے رکھوالے کی، جو خود بھی انتہائی کم گو، روکھا اور اکل کھرا راہب تھا، ہدایت پر چھتوں کی طرف جاتے ہوئے اس جھونپڑی نما حجرے کا رخ کیا جہاں فادر فیراپون رہائش پذیر تھا۔ "یہ دیکھتے ہوئے کہ آپ اجنبی ہیں، ممکن ہے وہ آپ سے بات کرنے کی ہامی بھر لیں لیکن یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ ناکام و نامشاد واپس لوٹیں۔" مکھیوں کے رکھوالے نے اسے خبردار کر دیا تھا۔ جیسا کہ اس نے بعد میں خود بیان کیا، پست قامت راہب ڈرتے جھجکتے آگے بڑھا۔ پہلے ہی شام ہو چکی تھی۔ فادر فیراپون حجرے کے دروازے کے قریب بنچ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سر کے اوپر ایک دیو قامت بوڑھے ایلم (Elm) کے پتے سرسرا رہے تھے۔ فضا میں شام کی خنکی محسوس کی جا سکتی تھی۔ ابدرسک کا پست قامت راہب پاک باز بدھو کے سامنے زمین پر سجدہ ریز ہو گیا اور اس سے دعائے خیر کی التجا کرنے لگا۔

"راہب، کیا تو چاہتا ہے میں بھی تیرے سامنے زمین پر ماتھا ٹیک دوں؟" فادر فیراپون نے کہا۔ "اٹھو!"

ننھا راہب اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"بابرکت ہے وہ شخص جو دوسروں کو برکت کی دعا دیتا ہے، تو میرے قریب بیٹھ جا۔ تو کہاں سے آیا ہے؟"

جس چیز نے ننھے راہب کو سب سے زیادہ الجھن میں ڈالا کہ اس ناقابل تردید حقیقت کے باوجود کہ وہ روزے رکھنے کی رسم پر سختی سے عمل پیرا تھا اور اس کی عمر بھی خاصی زیادہ ہو چکی تھی، وہ بظاہر ابھی تک بہت قوی شخص — دراز قامت، سیدھا جسم، دبلا پتلا، تازہ اور صحت مند نظر آنے والا جسم — معلوم ہوتا تھا۔ بلاشک و شبہ اس میں ابھی اچھی خاصی جسمانی توانائی موجود تھی۔ اس کی ہڈی ساخت کسی کھلاڑی کی تھی۔ طویل عمر کے باوصف اس کے بال کوئی خاص سفید نہیں ہوئے تھے۔ اس کے سر اور داڑھی کے بال جو کبھی بے حد سیاہ ہوا کرتے تھے، اب بھی بے حد گھنے تھے۔ اس کی آنکھیں بڑی بڑی، سرمئی اور چمکتی دمکتی تھیں لیکن وہ اتنی نمایاں تھیں کہ آدمی ان کی طرف متوجہ ہوئے بنا رہ ہی نہیں سکتا تھا۔ جب وہ بولتا تھا، حرف O (1۔الف) پر خاص طور پر زور دیتا تھا۔ اس نے سرخ رنگ کے کھردرے کپڑے کا، جسے پہلے زندانی پارچہ کہا جاتا تھا، کسانوں والا کوٹ (Armyak) پہن رکھا تھا اور اس کے اوپر اپنی کمر کے گرد موٹی رسی لپیٹ رکھی تھی۔ اس کی گردن اور چھاتی ننگی تھی۔ انتہائی موٹے ٹاٹ کی تقریباً سیاہ قمیص (2)، جسے مہینوں سے تبدیل نہیں کیا گیا تھا، اس کے کوٹ سے باہر جھانک رہی تھی۔ کہا جاتا تھا کہ وہ کوٹ کے نیچے اپنے سینے پر تیس پاؤنڈ

وزنی آہنی زنجیر پہنے رہتا تھا۔ اپنے پاؤں میں اس نے جرابوں کے بغیر پرانے جوتے پہنے ہوئے تھے جو تقریباً پھٹ چکے تھے۔

"میں ابدرسک میں سینٹ سلوسٹر کی چھوٹی سی خانقاہ سے آیا ہوں۔" ننھے راہب نے اپنی تیز، تجسس، اگرچہ قدرے خوف زدہ نگاہوں سے گوشہ گیر راہب کا جائزہ لیتے ہوئے عاجزی سے کہا۔

"میں تیری سلوسٹر کو جانتا ہوں۔ میں وہاں کچھ دیر قیام کر چکا ہوں۔ تیری سلوسٹر کا کیا حال ہے؟"

ننھا راہب قدرے ہچکچایا۔

"تم لوگ عقل سے بالکل پیدل ہو! تم لوگ اپنے روزے کیسے رکھتے ہو؟"

"ہم لوگ جس قسم کا کھانا کھاتے ہیں، وہ خانقاہ کی قدیم روایات کے عین مطابق تیار کیا جاتا ہے۔ لینت (3) کے پورے چالیس دنوں کے دوران میں سوموار، بدھوار اور جمعے کو کھانا نہیں ملتا۔ منگل وار اور جمعرات کو راہب سفید ڈبل روٹی، جس پر شہد اور خودرو پہاڑی بیری یا گوبھی کا اچار بچھا ہوتا ہے اور جئی کا دلیا کھاتے ہیں۔ ہفتے کو انہیں گوبھی کے نتھارے ہوئے سوپ، دلیے اور مٹر کے دانوں کے ساتھ پتلی روٹی ملتی ہے — یہ سب اشیا قنب کے تیل میں پکی ہوتی ہیں۔ ہفتۂ مصائب کے دوران میں سوموار سے لے کر سنیچر وار کی رات تک چھیوں دن صرف ڈبل روٹی، پانی اور ان پکی جڑیاں معمولی مقدار میں فراہم کی جاتی ہیں۔ بعض ایام ایسے بھی ہوتے ہیں جب ہم بالکل ہی کچھ نہیں کھاتے جیسا کہ لینت کے پہلے ہفتے کے دوران میں مذہبی احکام پر عمل کرنے کے سلسلے میں ہوتا ہے۔ مبارک جمعے (4) کو پورے دن اور مبارک سنیچر وار کو تین بجے تک روزہ رکھا جاتا ہے۔ اس کے بعد ہم پانی کے ساتھ ایک آدھ توس کھا سکتے اور ایک پیالی انگوری شراب پی سکتے ہیں۔ مبارک جمعرات کو ہم تیل کے بغیر پکا ہوا کھانا کھاتے ہیں لیکن پینے کو مے انگور ملتی ہے۔ ویسے بعض اوقات اس روز صرف خشک کھانا مہیا کیا جاتا ہے کیونکہ لاڈیکیا (5) کے اجلاس میں قرار دیا گیا تھا: 'جو شخص لینت کی آخری جمعرات کو روزہ رکھنے میں ناکام رہتا ہے وہ سارے لینت کی بے حرمتی کا مرتکب بنتا ہے۔' یہ ہمارا طریق کار ہے... لیکن،" ننھے راہب نے اپنا حوصلہ مجتمع کرتے ہوئے کہا، "آپ کے مقابلے میں یہ سب کچھ ہیچ ہے کیونکہ آپ تو سارا سال بشمول ایسٹر روٹی اور پانی کے سوا کچھ بھی تناول نہیں فرماتے اور جتنی روٹی ہم دو دن میں کھا جاتے ہیں آپ اس پر پورا ہفتہ گزار لیتے ہیں۔ اس قسم کے پرہیز پر یقیناً انسان بس حیرت ہی کا اظہار کر سکتا ہے۔"

"اور کھمبیاں؟" فادر فیراپون نے اچانک اس انداز سے اس لفظ کا تلفظ ادا کرتے ہوئے کہا جیسا کہ جنوب کے لوگ عموماً کرتے ہیں۔

"کھمبیاں؟" متھنگے راہب نے سراپا حیرت بنتے ہوئے کہا۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ ان کی روٹی کو پائے تحقیر سے ٹھکرا دوں کیونکہ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جنگلوں میں نکل جاؤں، وہاں میں اپنا گزارہ کھمبیوں اور خودرو پودوں کے چھوٹے موٹے پھلوں پر کرسکتا ہوں۔ یہاں لوگ روٹی کھانا ترک نہیں کرسکتے، چنانچہ وہ ابھی تک شیطان کے شکنجے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اور اب بدعتی اعلان کرتے پھر رہے ہیں کہ روزے رکھنے کی ضرورت ہی نہیں۔ ان کا استدلال آلائش زدہ، بے ہودہ اور متکبرانہ ہے۔"

"یہ تو آپ نے درست فرمایا" متھنگے راہب نے آہ بھرتے ہوئے کہا۔

"کیا تو نے ان کے بیچ میں شیاطین دیکھے ہیں؟"

"ان کون؟" متھنگے راہب نے جھجکتے جھجکتے دریافت کیا۔

"میں گزشتہ عید خمسین (6) پر صدر راہب کے ہاں گیا تھا اور اس کے بعد میں نے دوبارہ ادھر آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ میں نے وہاں ایک شیطان کو ایک راہب کے سینے پر بیٹھے دیکھا تھا۔ وہ اس کے چوغے کے نیچے گھس گیا تھا، صرف اس کے سینگ باہر جھانک رہے تھے۔ ایک دوسرا شیطان اس کی جیب میں سے باہر کی جانب دیکھ رہا تھا۔ چونکہ یہ مجھ سے خوف زدہ تھا اس لیے اس کی آنکھیں بہت مصروف تھیں۔ اس کی آنکھیں تیز بھی بہت تھیں۔ ایک اور شیطان تیسرے راہب کے پیٹ، اس کے غلیظ پیٹ کے اندر گھسا ہوا تھا جب کہ ایک اور شیطان چوتھے راہب کے کان سے چمٹا ہوا نیچے لٹک رہا تھا۔ راہب کو اس کی موجودگی کا علم ہی نہیں تھا اور وہ اسے اٹھائے اٹھائے اپنے ساتھ لیے پھر رہا تھا..."

"آپ نے... آپ نے ان شیاطین کو دیکھا تھا؟" متھنگے راہب نے استفسار کیا۔

"یہی تو میں تجھے بتا رہا ہوں... میں سب کچھ دیکھ لیتا ہوں۔ جب میں صدر راہب کے ہاں سے رخصت ہو رہا تھا تب بھی مجھے ایک نظر آ گیا تھا۔ وہ دروازے کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ کھڑے ہونے پر اس کا قد تقریباً ڈیڑھ آرشن (7) بنتا تھا نہیں، اس سے بھی کچھ زیادہ ہی۔ اس کی لمبی، موٹی اور بھوری دم تھی جسے وہ دروازے کی چوکھٹ کے قریب لہرا رہا تھا۔ جب میں نے اسے دیکھا میں نے دھماکے سے دروازہ بند کر دیا اور پلک جھپکنے میں اس کی دم اس میں بھنچ گئی کیونکہ میں احمق یقیناً نہیں ہوں۔ وہ چیخنے چلانے بلکہ دہاڑنے اور زور زور سے دم ہلانے لگا۔ تب میں نے اس پر صلیب کا نشان بنایا — تین مرتبہ۔ وہ مسلی ہوئی مکڑی کی طرح دم توڑ گیا۔ وہ اب بھی یقیناً کونے میں پڑا گل سڑ رہا ہوگا اور اس کی لاش سے جو بدبو خارج ہو رہی ہوگی وہ یقیناً زبردست ہوگی لیکن وہ نہ اسے دیکھ سکتے ہیں اور نہ سونگھ سکتے ہیں۔ ایک سال گزر چکا ہے لیکن میں نے وہاں قدم نہیں رکھا۔

صرف تیرے سامنے میں اس کا انکشاف کر رہا ہوں کیونکہ تو بہت دور سے آیا ہے۔"

"مقدس اور بابرکت باپ، یہ تو بڑی ڈراؤنی باتیں ہیں!" متھنگے راہب کا اعتماد لحظہ بہ لحظہ بڑھتا جا رہا تھا۔ "کیا یہ درست ہے؟ — یہ میں اس لیے پوچھ رہا ہوں کیونکہ آپ کی شہرت بہت زبردست ہے اور ملک کے بعید ترین علاقوں تک پھیل چکی ہے — تو کیا یہ بات درست ہے کہ آپ کا روح القدس سے مسلسل رابطہ رہتا ہے؟"

"وہ اڑ کر آ جاتا ہے۔ کبھی کبھی۔"

"اڑ کر آ جاتا ہے؟ کس شکل میں؟"

"پرندہ بن کر۔"

"روح القدس قمری (8) کی شکل میں؟"

"ایک تو روح القدس ہے، اور دوسری روح حق۔ روح حق مختلف ہے، وہ نہ صرف قمری بلکہ دوسرے پرندوں کے بھیس میں بھی آتی ہے، وہ کبھی ابابیل، کبھی سنہری پنکھوں والی چڑیا اور کبھی لال چڑی بن کر آتی ہے۔"

"لال چڑی کو دیکھ کر آپ کو کیسے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ روح حق ہے۔"

"وہ باتیں کرتی ہے۔"

"وہ باتیں کیسے کرتی ہے؟ کس زبان میں کرتی ہے؟"

"انسانی زبان میں۔"

"اور وہ آپ سے کیا کہتی ہے؟"

"اس نے آج مجھے بتایا تھا کہ میرے پاس ایک احمق شخص آئے گا اور پاجیانہ سوالات کی بھرمار کرے گا۔ راہب، تو کچھ زیادہ ہی جاننے کے درپے ہے۔"

"مقدس اور بابرکت باپ، آپ کے الفاظ ڈراؤنے ہیں۔" متھنگے راہب نے اپنے سر کو جنبش دیتے ہوئے کہا۔ اب اس کی نگاہوں میں بداعتمادی جھلک رہی تھی۔

"تجھے وہ پرلا درخت نظر آ رہا ہے؟" مختصر خاموشی کے بعد فادر فیراپون نے پوچھا۔

"جی، مقدس باپ نظر آ رہا ہے۔"

"تیرے نزدیک یہ ایلم کا درخت ہے مگر میرے نزدیک یہ کوئی بالکل ہی مختلف چیز ہے۔"

"کیا؟" متھنگے راہب نے کچھ دیر کسی قسم کی وضاحت کا بے کار انتظار کرتے ہوئے کہا۔

"یہ رات کو ہوتا ہے۔ تجھے وہ دو تنے نظر آ رہے ہیں۔ یہ رات کو مسیح کے بازوؤں کا روپ دھار لیتے ہیں۔ مسیح اپنے یہ بازو آگے بڑھاتے ہیں اور مجھے ڈھونڈنے لگتے ہیں۔ مجھے یہ سب کچھ

صاف نظر آنے لگتا ہے اور میں وحشت سے کانپنے لگتا ہوں۔ میں خوف زدہ ہو جاتا ہوں، بے حد خوف زدہ!"

"اگر وہ خود مسیح ہوتے ہیں، پھر خوف کس بات کا؟"

"اگر وہ مجھے پکڑ لیں اور اوپر اٹھا لے جائیں، پھر؟"

"کیا، آپ کو جیتے جاگتے؟"

"کیا تو نے ایلیاہ (ع) کی روح اور قوت کے بارے میں کچھ نہیں سنا؟ میں ان کے بازوؤں میں سمیٹ لیا جاؤں گا اور اوپر اٹھا لیا جاؤں گا..."

اگرچہ ابدرسک کا ٹھگنا راہب اپنے حجرے میں ژولیدہ ذہن لوٹا تھا جہاں اسے ایک مقامی راہب کے ساتھ ٹھہرایا گیا تھا، تاہم اس بات میں قطعاً کوئی شبہ نہیں تھا کہ وہ ستارتس زوسیما کی نسبت فادر فیراپون کا زیادہ معتقد بن چکا تھا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ابدرسک کا ٹھگنا راہب روزے رکھنے کے حق میں تھا، چنانچہ اگر فادر فیراپون کو کوئی "معجزاتی چیز نظر آئی تھی" تو اس میں حیران ہونے کی کوئی بات نہیں تھی کیونکہ وہ بھی روزے رکھنے کی روایت پر سختی سے عمل کرتا تھا۔ یہ درست ہے کہ اس کی باتیں قدرے بے ربط اور بے جوڑ تھیں مگر خداوند یقیناً ان کا مطلب سمجھ جاتا ہوگا۔ عام آدمی پاک باز بدھو کی، جس پر روح سایہ فگن ہو، باتیں پوری طرح اس لیے سمجھ نہیں پاتا کیونکہ وہ جو کچھ کہتا ہے یا کرتا ہے، عام لوگوں کے معمول سے خاصا ہٹ کر ہوتا ہے اور یوں انہیں اس کے اقوال، افعال عجیب و غریب ہی نہیں بلکہ بعض اوقات خاصے مہمل بھی معلوم ہونے لگتے ہیں۔ جہاں تک شیطان کے دروازے میں بھنچ جانے کا تعلق ہے، وہ فادر فیراپون کے اس دعوے کو اصطلاحی ہی نہیں لغوی معنوں میں بھی صحیح تسلیم کرنے پر تیار تھا۔ مزید برآں وہ خانقاہ میں اپنی آمد سے پہلے ہی ستارتسی کے ادارے کے سخت خلاف ہو چکا تھا۔ وہ خود تو اس کے بارے میں کچھ خاص جانتا نہیں تھا، اس نے بس سنی سنائی باتوں پر اعتبار کر لیا تھا اور بعض دیگر لوگوں کی طرح سمجھنے لگا تھا کہ یہ واضح طور پر ضرر رساں جدت ہے۔ اسے خانقاہ میں آئے ابھی بمشکل ایک دن گزرا ہوگا کہ اس کا واسطہ چند ایسے راہبوں سے پڑ گیا جو ستارتسی کے ادارے کے شدید مخالف تھے اور دوسروں کی نگاہوں سے چھپ چھپا کر آپس میں زیر لب گفتگو کر رہے تھے۔ ان کی گفتگو سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ بات کرنے سے پہلے سوچنے کے عادی نہیں مگر ابدرسک کے ٹھگنے راہب کو اس سے کوئی غرض نہیں تھی۔ وہ وہی کچھ کہہ رہے تھے جس پر خود اس کا اپنا ایمان تھا اور اس کے لیے یہی کافی تھا۔ وہ تیز فہم بھی تھا اور فطرتاً بے حد متجسس بھی۔ وہ ہر چیز کی ٹوہ میں رہتا اور بعض اوقات دوسروں کے معاملات میں خواہ مخواہ دخل دینے سے بھی گریز نہ کرتا۔ اس کا مقصد صرف اپنے تجسس کی اشتہا دور کرنا ہوتا

تھا۔ ستارتس زوسیما نے جو نیا "معجزہ" دکھایا تھا، اس کی خبر نے اسے ذہنی الجھاؤ میں ڈال دیا تھا اور اس کی ہر ممکن کوشش یہی تھی کہ کسی نہ کسی طرح بات کی تہہ تک پہنچ جائے۔ بعد ازاں ایلیوشا کو یاد آیا کہ حجرے کے دروازے کے آس پاس جن راہبوں نے جمگھٹا کر رکھا تھا اور ستارتس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے جدوجہد کر رہے تھے، ان میں اسے ابدرسک کے ٹھگنے راہب کی شکل بھی نظر آئی تھی جو تجسس کے مارے بھاگم بھاگ کبھی ایک گروہ میں جا شامل ہوتا اور کبھی دوسرے میں، سب کی باتیں کان لگا کر سنتا اور دستیاب معلومات، خواہ کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہوتیں، جمع کرتا پھر رہا تھا۔ مگر اس وقت اس نے اس پر کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی اور اسے صرف بعد ہی میں سب کچھ یاد آیا تھا...

بہرحال تب اس کا دماغ بعض دوسری باتوں پر مرکوز تھا۔ ستارتس زوسیما، جسے تھکاوٹ محسوس ہونے لگی تھی، دوبارہ بستر پر دراز ہو چکا تھا اور اچانک تب، جب اس کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں، اسے ایلیوشا یاد آ گیا تھا اور اس نے اسے طلب کر لیا تھا۔ ایلیوشا جھٹ اس کی خدمت میں حاضر ہو گیا تھا۔ فادر پائیسی، فادر آئی اوسف اور زیر تربیت راہب پورفائری کے ماسوا ستارتس کے پاس اور کوئی شخص موجود نہیں تھا۔ فادر زوسیما نے اپنی تھکی ماندی آنکھیں کھولیں، ایلیوشا کو غور سے دیکھا اور مخاطب ہوا:

"میرے بیٹے، تمہارے گھر والے تمہارا انتظار کر رہے ہیں؟"

ایلیوشا تذبذب میں پڑ گیا۔

"انہیں تمہاری ضرورت ہے؟ تم نے کل ان میں سے کسی کو بتایا تھا کہ تم آج ان سے ملو گے؟"

"جی ہاں... معزز فادر... اپنے باپ... اپنے بھائیوں... اور دوسروں کو بھی۔"

"تم سمجھ رہے ہوتا کہ تمہیں لازماً وہاں جانا ہوگا۔ دل میں ملال نہ لاؤ۔ اندیشوں میں نہ پڑو۔ جب تک میں اس دھرتی پر تم سے الوداعی کلمات نہیں کہہ نہیں لیتا میں مروں گا نہیں۔ وہ کلمات تمہارے اور صرف تمہارے لیے ہوں گے، وہ تمہارے لیے میری میراث ہوں گے، صرف تمہارے لیے، میرے عزیز ترین بیٹے، کیونکہ تم وہ شخص ہو جو مجھ سے محبت کرتا ہے۔ اور اب، میرے بیٹے، تم ان لوگوں کے پاس جاؤ جو تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔"

ایلیوشا نے فوراً تعمیل کی حالانکہ وہ بوجھل دل کے ساتھ رخصت ہوا۔ لیکن اس وعدے نے کہ اس دھرتی پر ستارتس کے آخری الفاظ وہی سنے گا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ الفاظ اس کی میراث ہوں گے، اس کے دل میں وجد کی کیفیت پیدا کر دی۔ وہ تیز تیز قدم اٹھانے لگا تاکہ وہ قصبے میں اپنا کام جلد از جلد نپٹا سکے اور بلا تاخیر واپس آ سکے۔ عین اسی لمحے فادر پائیسی نے اس سے چند الوداعی

کلمات کہے جن کا اس پر نہایت گہرا اور غیر متوقع اثر ہوا۔ یہ تب کی بات ہے جب وہ دونوں استارتس کے حجرے سے باہر آ چکے تھے۔

"نوجوان، ایک بات ہمیشہ یاد رکھو،" فادر پائیسی نے کسی تمہید کے بغیر کہا، "سیکولر سائنس زبردست قوت بن چکی ہے۔ یہ خاص طور پر گزشتہ صدی کے دوران میں ہر اس الوہی چیز کا، جو ہمیں مقدس صحائف کی وساطت سے ملی ہے، بغور جائزہ لے چکی ہے مگر ان تمام چیزوں کا، جنہیں تقدس کا درجہ حاصل ہے، سخت گیر تجزیہ اور محاکمہ کرنے کے بعد بھی اس کے ہاتھ کچھ نہیں آیا۔ مگر سائنس کے عالموں نے ترکیبی اجزاء کو الگ الگ جانچا ہے، کل کو نظر انداز کر دیا ہے اور یوں انہوں نے حیرت ناک انداز سے بصیرت کے فقدان کا مظاہرہ کیا ہے، اور کل ان کی آنکھوں کے سامنے ہمیشہ کی طرح صحیح سلامت کھڑا ہے، اس پر خراش تک نہیں آئی اور عالم ارواح (10) کے دروازے اس پر غالب نہیں آ سکیں گے۔ کیا یہ انیس صدیوں سے زندہ سلامت نہیں، ابھی تک افراد کی روحوں میں موجود نہیں جب کہ قومیں انحطاط، زوال اور شکست و ریخت سے دوچار ہوتی رہی ہیں؟ یہ تو غیر متغیر طور پر ان دہریوں کی روحوں میں بھی جاگزیں ہے جنہوں نے ہر چیز تہس نہس کر دی ہے۔ کیونکہ جن لوگوں نے عیسائیت ترک کر دی ہے اور اس کے خلاف بغاوت کر چکے ہیں، وہ بھی ابھی تک اپنے قلوب کی گہرائیوں میں عیسائی تصور پر ہی کاربند ہیں، اور آج تک اپنی دانش، دقیقہ سنجی اور داخلی جوش و خروش کے باوجود بنی آدم کو اس سے ارفع تر اور پُروقار تر آدرش پیش کرنے سے قاصر رہے ہیں جس کا انکشاف قدیم زمانے میں مسیح نے کیا تھا۔ اور جہاں کہیں اس قسم کی کوئی کوشش ہوئی بھی ہے وہاں وہ محض اشیائے قبیح پیش کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ میرے بیٹے، اسے خاص طور یاد رکھو کیونکہ تمہیں دنیا میں تمہارا استارتس بھیج رہا ہے جو بستر مرگ پر دراز ہے۔ جب تمہیں اہمیت کا حامل یہ دن یاد آئے گا تو شائد حافظے میں میرے یہ الفاظ بھی تازہ ہو جائیں جو تمہیں دل سے الوداع کہتے ہوئے ادا کیے گئے ہیں کیونکہ تم ابھی نابالغ ہو اور اس دنیا کی ترغیبات اتنی زبردست اور پُرکشش ہیں کہ شاید تمہاری توانائی ان کا مقابلہ نہ کر سکے۔ خیر، میرے یتیم بچے، اب تم جا سکتے ہو۔"

یہ کہتے ہوئے فادر پائیسی نے اس کے حق میں دعائے خیر کی۔ خانقاہ سے رخصت ہونے اور ان غیر متوقع الفاظ پر غور کرنے کے بعد الیوشا کو اچانک احساس ہوا کہ اس نے اس راہب میں، جو اب تک اس کے ساتھ بڑی سختی اور خشونت سے پیش آتا رہا تھا، ایک نیا اور انتہائی شاندار دوست اور ہمدرد اتالیق دریافت کر لیا ہے جس کا تقرر بظاہر خود استارتس نے اپنے بستر مرگ سے کیا ہے۔ "غالباً ان دونوں کے مابین اس قسم کی کوئی بات لازماً ہوئی ہو گی،" الیوشا نے سوچا۔ جہاں تک اس

غیر متوقع اور عالمانہ تقریر کا تعلق ہے جو فادر پائیسی نے ابھی ابھی اس کے سامنے کی تھی، اس نے اور صرف اس نے اس بات کی کافی حد تک تصدیق کر دی تھی کہ وہ دل کا کتنا اچھا ہے۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اسے ترغیبات کے خلاف جدوجہد کرنے کے لیے اپنے ناپختہ دماغ کو مسلح کرنا اور اس روح کے، جو اس کی تحویل میں دی گئی ہے، تحفظ کے لیے انتہائی ناقابل تسخیر دفاع تعمیر کرنا ہو گا۔

2

اپنے باپ کے ہاں

الیوشا سب سے پہلے اپنے باپ کے ہاں گیا۔ جب وہ گھر کے قریب پہنچا تو اسے یاد آیا کہ گزشتہ روز اس کے باپ نے بااصرار کہا تھا کہ وہ اس طرح آئے کہ ایوان کو اس کی آمد کا مطلق علم نہ ہو سکے۔ "پتا نہیں کیوں؟" اچانک الیوشا کے ذہن میں خیال آیا۔ "اگر ابا مجھے رازداری میں کوئی بات بتانا چاہتے ہیں پھر بھی میں گھر میں اس طرح کیوں داخل ہوں کہ کسی کی بھی مجھ پر نظر نہ پڑ سکے؟ غالباً کل ان کا ارادہ کچھ اور بھی کہنے کا تھا لیکن وہ اتنے پریشان تھے کہ بات بالکل ہی ان کے ذہن سے نکل گئی،" اس نے دل ہی دل میں استدلال کیا۔ تاہم جب مارفا اگناتیونا نے دروازہ کھولا (معلوم ہوا کہ گریگوری بیمار پڑ گیا تھا اور اپنے کوارٹر میں بستر پر پڑا تھا) اور اس کے سوال کے جواب میں اسے بتایا کہ ایوان فیودوروِچ دو گھنٹے قبل گھر سے کہیں باہر چلا گیا تھا، تو اس کے دم میں دم آ گیا اور اس کی ساری فکریں جاتی رہیں۔

"ابا کیسے ہیں؟"

"وہ اٹھ چکے ہیں اور کافی پی رہے ہیں،" مارفا اگناتیونا نے قدرے خشک لہجے سے جواب دیا۔

وہ اندر چلا گیا۔ بوڑھا سلیپر اور بوسیدہ کوٹ پہنے میز پر بیٹھا ہوا تھا اور قدرے بے دلی سے بعض حسابات کی پڑتال کر رہا تھا۔ وہ گھر میں بالکل اکیلا تھا (سمردیاکوف دوپہر کے طعام کے لیے کچھ اشیاء خریدنے قصبے میں گیا ہوا تھا) تاہم اس کی توجہ کا مرکز حسابات نہیں تھے۔ اگرچہ اس روز وہ خاصا صبح سویرے ہی اٹھ گیا تھا اور اپنا حوصلہ برقرار رکھنے کی پوری کوشش کر رہا تھا، تاہم وہ مضمحل اور کمزور دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی پیشانی کے گرد سرخ رومال بندھا ہوا تھا جس پر گزشتہ شام قرمزی

رنگ کی خراشیں ابھر آئی تھیں۔ رات کے دوران میں اس کی ناک سوج کر کپا ہو چکی تھی اور اس پر بھی کچھ کچھ خراشیں نمودار ہو گئی تھیں، اور اس پر وہ خاص طور پر بے حد خفا بلکہ آتش بگولا نظر آ رہا تھا۔ بوڑھے کو خود بھی اس کا احساس تھا اور جب ایلوشا کمرے میں داخل ہوا تو اس نے اُس پر شط بار نگاہیں ڈالیں۔

"کافی ٹھنڈی ہو چکی ہے،" اس نے بڑی بے اتفاقی اور اکل کھرے پن سے کہا: "میں تمہیں بالکل پیش نہیں کروں گا۔ آج میں صرف مچھلی کا سوپ پی رہا ہوں، اس میں کسی بھی اور چیز کا اضافہ نہیں کیا گیا اور میں نے کسی کو بھی ناشتے پر نہیں بلایا۔ تم کیوں آئے ہو؟"

"آپ کا حال دریافت کرنے۔"

"ہاں، مجھے معلوم ہے کل میں نے تم سے کہا تھا کہ آج صبح آنا اور مجھ سے ملنا۔ یہ بہت بڑی غلطی تھی۔ تمہیں تردد کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن مجھے معلوم تھا کہ تم اٹھتے ہی آ دھمکو گے..."

اس کا لہجہ غیر معمولی طور پر مخاصمانہ تھا اور وہ آئینے میں فکر مندی سے اپنی ناک کا جائزہ لینے لگا تھا (اس صبح وہ یہ کام لاتعداد مرتبہ کر چکا تھا)۔ وہ اپنے سر پر رومال بھی درست کرنے لگا تھا، مقصد یہ تھا کہ دیکھنے میں اس کی شکل ٹھیک ٹھاک نظر آئے۔

"سرخ کو ترجیح دیتا ہوں۔ اگر سفید اوڑھ لیتا تو ہسپتال کا کوئی مریض نظر آنے لگتا:" اس نے فکرمندی سے کہا: "خیر، تمہارا مسئلہ کیا ہے؟ تمہارا استارٹس کیسا ہے؟"

"وہ بہت بیمار ہیں۔ ممکن ہے وہ آج ہی خداوند کو پیارے ہو جائیں:" ایلوشا نے جواب دیا۔

لیکن اس کے باپ نے اس کے جواب کو نظر انداز کر دیا اور وہ یہ تک بھول گیا کہ اس نے کوئی سوال پوچھا تھا۔

"ایوان چلا گیا ہے:" اس نے اچانک کہا۔ "وہ میتیا کی منگیتر چرانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے... یہی وجہ ہے کہ اس نے یہاں ڈیرے ڈال رکھے ہیں:" اس نے غصے سے چلاتے ہوئے کہا اور منہ ٹیڑھا کر کے ایلوشا کو دیکھنے لگا۔

"کیا اس نے یہ بات خود آپ کو بتائی تھی؟"

"ہاں، کئی دن پہلے، اور سچ پوچھو تو تقریباً تین ہفتے پہلے۔ وہ یہاں میرا گلا تو کاٹنے نہیں آیا تھا، کیا خیال ہے؟ اس کے آنے کی کوئی تو وجہ ہو گی!"

"چپ کریں، آپ کو اس قسم کی باتیں کرنا زیب نہیں دیتا!" ایلوشا کی بالکل سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہے اور کیا نہ کہے۔

"یہ صحیح ہے کہ اس نے روپے کا کوئی مطالبہ نہیں کیا۔ ویسے وہ کرتا بھی تو کیا فرق پڑتا، مجھ

سے اسے ایک کوپک بھی نہیں ملے گا۔ مائی ڈیئر الیکسی فیوررووچ، تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میرا ارادہ اس دھرتی پر حتی الامکان زیادہ سے زیادہ عرصہ زندہ رہنے کا ہے اور چنانچہ مجھے ایک ایک کوپک کی ضرورت ہے جو میرے ہاتھ آ سکتا ہے اور میں جتنا زیادہ عرصہ زندہ رہوں گا میری ضروریات بھی اتنی ہی زیادہ ہوں گی:" اس نے اپنے ڈھیلے ڈھالے، میلے کچیلے، ہلکے پھلکے، دھاری دار زرق برق سوتی کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کمرے کا چکر لگاتے ہوئے اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "یاد رکھو مجھ میں ابھی مردانہ صفات ہیں، میری عمر صرف پچپن سال ہے اور میری مردانگی کے ابھی تقریباً بیس سال باقی ہیں کیونکہ جب میں بوڑھا اور ضعیف ہو جاؤں گا تو وہ رضا کارانہ میرے پاس نہیں آئیں گی اور یہی وہ وقت ہو گا جب مجھے واقعی روپے کی ضرورت ہو گی۔ تو مائی ڈیئر الیکسی فیوررووچ، یہی وجہ ہے کہ میں خالصتاً اپنے لیے حتی الامکان زیادہ سے زیادہ روپیہ بچانے کی کوشش کر رہا ہوں اور، میرے بیٹے، میں تمہیں یہ بھی بتائے دیتا ہوں اور بار بار بتا رہا ہوں کہ میرا ارادہ آخر وقت تک عورتوں کو اپنے بستر کی زینت بنائے رکھنے کا ہے، میں اپنے اس طرزِ حیات سے کبھی دست بردار نہیں ہوں گا۔ زندہ باد زناکاری! محترم، یہ زندگی غلیظ ضرور ہے لیکن پُرلطف بھی بہت ہے۔ لوگ اس کی مذمت بھی کرتے ہیں اور اس سے لطف اندوز بھی ہوتے ہیں۔ مجھ میں اور ان میں فرق صرف یہ ہے کہ وہ یہ کام چھپ چھپ کر کرتے ہیں جب کہ میں کھلم کھلا۔ اور چونکہ میں منافق نہیں ہوں، تمام لچے لفنگے میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہوئے ہیں۔ جہاں تک تمہاری جنت کا تعلق ہے، تم اسے اپنے پاس رکھ سکتے ہو، مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ تمہارا بہت بہت شکریہ۔ دراصل تمہاری اس جنت میں، اگر یہ کہیں موجود ہے، ہر دیانت دار شخص داخل ہونے سے صریحاً گھبرائے گا۔ رہا میں، تو میں اس خیال کا حامی ہوں کہ جب آدمی مر جاتا ہے، پھر سب کچھ ختم ہو جاتا ہے، تاہم اگر تم مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا چاہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا، اگر نہیں، پھر جہنم میں جاؤ! یہی میرا فلسفہ ہے۔ ایوان کل خاصی سمجھ داری کی باتیں کرتا رہا حالانکہ ہم سب نشے میں چور ہو چکے تھے۔ ایوان شیخی خورا ہے اور دانشور تو وہ یقیناً نہیں ہے... اور وہ صحیح معنوں میں اعلیٰ تعلیم یافتہ بھی نہیں، وہ اپنے سامع کی طرف نظریں گھما کر ہنستا رہتا ہے اور منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکالتا ــــــ اس نے دوسروں پر اپنی علمیت جتانے کا کیا خوب طریقہ نکالا ہے!"

ایلوشا اس کی گفتگو چپ چاپ سنتا رہا۔

"وہ مجھ سے بات کیوں نہیں کرتا؟ اور جب کرتا بھی ہے تو یوں دکھائی دینے لگتا ہے جیسے وہ مجھ پر احسان کر رہا ہو، اس کا رویہ سراسر بناوٹی ہے، اس میں کھوٹ ہے۔ تمہارا ایوان لفنگا ہے! میں جب چاہوں گروشینکا سے شادی کر سکتا ہوں۔ کیونکہ، الیکسی فیوررووچ، اگر آدمی کے پاس پیسہ ہو تو

اسے صرف تالی بجانا پڑتی ہے اور کام ہو جاتا ہے۔ بالکل یہی وہ چیز ہے جس سے ایوان خوف زدہ ہے، چنانچہ وہ میری بڑی نگرانی کر رہا ہے اور دمتری کی حوصلہ افزائی کر رہا ہے کہ وہ گروشینکا سے شادی کر لے تاکہ وہ مجھے اس سے شادی کرنے سے روک سکے (جیسے اگر میری اس سے شادی نہ ہوئی تو میں اس کے لیے کوئی روپیہ چھوڑ جاؤں گا)! مزید برآں، اگر دمتری اس سے شادی کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو ایوان اس کی دولت مند منگیتر تھیا سکے گا۔ یہ ہے وہ کھیل جو وہ کھیل رہا ہے! تمہارا یہ ایوان بالکل لفنگا ہے!"

"آج آپ کا مزاج کچھ زیادہ ہی خراب ہو رہا ہے۔ کل جو کچھ ہوا لازماً اس کی وجہ وہی ہوگا۔ آپ اپنے کمرے میں کیوں تشریف نہیں لے جاتے اور وہاں لیٹ کیوں نہیں جاتے؟" الیوشا نے کہا۔

"سنو،" بوڑھے نے اچانک یوں کہا جیسے جو کچھ وہ کہہ رہا ہے وہ اسے ابھی ابھی سوجھا ہو، "یہ بات جب تم کہتے ہو تو مجھے قطعاً غصہ نہیں آتا، لیکن اگر یہی بات ایوان نے کہی ہوتی تو یقیناً میرا پارہ چڑھ جاتا۔ یہ صرف تم ہو جس کی موجودگی میں مجھ پر چند لمحات کے لیے اچھائی غالب آ جاتی ہے کیونکہ مجموعی طور پر میں بہت بد آدمی ہوں۔"

"آپ اتنے بد نہیں جتنے کہ ژولیدہ خیال ہیں،" الیوشا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سنو، میں آج اس جرائم پیشہ میتکا کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے بند کرانا چاہتا تھا اور شاید میں اب بھی یہ کام کر بیٹھوں، بہرحال ابھی میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ یہ درست ہے کہ روشن خیالی کے اس دور میں اپنے والدین کو کوفت کا باعث سمجھنا رواج بنتا جا رہا ہے لیکن میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ اس زمانے میں بھی قانون اس امر کی اجازت نہیں دیتا کہ تم اپنے باپ کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹے پھرو، جب وہ اپنے ہی گھر میں ادھ موا پڑا ہو تو اس کے منہ پر ٹھڈے مارتے رہو، اور پھر ڈینگیں مارتے پھرو کہ تم واپس آؤ گے اور اسے بالکل ہی ختم کر دو گے ـــــ اور یہ سب کچھ گواہوں کی موجودگی میں! اگر میں چاہتا تو اسے بالکل برباد کر دیتا، کل اس نے جو کچھ کیا اس کی وجہ سے میں اسے فوراً جیل کی سلاخوں کے پیچھے بھجوا سکتا تھا۔"

"چنانچہ آپ کا شکایت درج کرانے کا کوئی ارادہ نہیں؟"

"ایوان نے اپنی باتوں سے مجھ سے منوا لیا تھا کہ میں اس قسم کا اقدام کرنے سے گریز کروں۔ خیر، میں جو باز رہا ہوں اس کی وجہ یہ نہیں کہ مجھے ایوان کی کوئی خاص پروا ہے لیکن ایک بات اور ہے جو میں بہت اچھی طرح جانتا ہوں...."

اور الیوشا کی جانب جھکتے ہوئے اس نے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھا:

"اگر میں نے اس لفنگے کو جیل میں بند کرا دیا تو خبر اس تک پہنچ جائے گی اور وہ فوراً بھاگی بھاگی اس کے پاس چلی جائے گی۔ لیکن اگر اسے معلوم ہو گیا کہ اس نے ایک بوڑھے اور لاچار آدمی کا بھرکس نکال دیا ہے، پھر شاید وہ اس کا خیال چھوڑ دے اور میرے پاس چلی آئے... اس کی ہی نہیں، ہم سب کی فطرت یہی ہے ـــــ ہم سے جس چیز کی توقع کی جاتی ہے ہم اس کے بالکل برعکس کام کرتے ہیں۔ میں اس کی رگ رگ سے واقف ہوں، وہ ہے ہی اس طرح کی! خیر چھوڑو، برانڈی پیو گے؟ کافی ٹھنڈی ہو چکی ہے لیکن میں اس میں برانڈی کے چند قطرے انڈیل دیتا ہوں ـــــ اس سے اس کا ذائقہ بے حد بہتر ہو جاتا ہے۔"

"نہیں، شکریہ۔ ویسے اگر آپ اجازت دیں تو میں یہ توس لے جاتا ہوں،" الیوشا نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے تین کوپک کی فرانسیسی ڈبل روٹی اٹھائی اور اسے اپنے چوغے کی جیب میں ڈال لیا۔

"اور بہتر یہی ہے کہ آپ بھی مزید برانڈی پینے سے احتراز برتیں،" اس نے محتاط انداز سے بوڑھے کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"میرے بیٹے، تم ٹھیک کہتے ہو۔ یہ آدمی کے رگ و پے میں آگ تو لگا سکتی ہے لیکن اسے سکون مہیا نہیں کر سکتی۔ خیر، ایک اور گلاس پینے میں کیا ہرج ہے۔ میں الماری سے نکالتا ہوں...."

اور اس کے ساتھ ہی اس نے کھانے پینے کی اشیاء کی چھوٹی الماری کھولی، بوتل نکالی، اپنے لیے ایک گلاس انڈیلا، ایک ہی بار حلق میں اتارا، بوتل الماری میں رکھی، تالا لگایا اور چابی دوبارہ جیب میں رکھ لی۔

"اتنا کافی ہے، ایک گلاس سے کچھ نہیں بگڑے گا، میں مروں گا نہیں!"

"خیر، آپ پہلے کی نسبت خاصے ملنسار ہو چکے ہیں،" الیوشا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آہ، برانڈی ملے نہ ملے، میں تم سے بہرحال پیار کرتا ہوں، لیکن معاملہ جب لفنگوں کا ہو تو میں ترکی بہ ترکی جواب دینا جانتا ہوں۔ ایوان چرماشنیا نہیں گیا ـــــ پتا ہے کیوں؟ وہ میری جاسوسی کرنا چاہتا ہے: وہ جاننا چاہتا ہے کہ اگر گروشینکا آ گئی تو میں اسے کتنی رقم دوں گا۔ ہر شخص لفنگا ہے! میرے پاس ایوان کے لیے بالکل وقت نہیں۔ وہ کہاں سے آ ٹپکا ہے؟ وہ ہم میں سے نہیں۔ تمہارا خیال ہے میں اس کے لیے وراثت میں کچھ چھوڑ جاؤں گا؟ تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے میں کوئی وصیت نامہ ہی تیار نہیں کراؤں گا ـــــ وہ اس بارے میں کسی غلط فہمی میں نہ پڑے۔ جہاں تک میتکا کا تعلق ہے میں اسے تل چٹے کی طرح پاؤں تلے کچل ڈالوں گا۔ یہ تل چٹے بھی خوب ہیں، جب یہ رات کو نظر آتے ہیں اور میں انہیں پاؤں تلے روندتا ہوں تو چرمر کی آوازیں آنے لگتی ہیں!

تمہارے دمتری کا انجام بھی یہی ہوگا۔ تمہارا دمتری، یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کیونکہ تم اس سے محبت کرتے ہو۔ تم اس سے لازماً محبت کرتے ہو گے، ٹھیک؟ اگر تم اس سے محبت کرتے ہو تو کرتے رہو، مجھے کوئی پروا نہیں۔ لیکن اگر ایوان اس سے محبت کرنے لگا، پھر میرے لیے یہ خطرے کی گھنٹی ہو گی۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ایوان کو کسی سے بھی محبت نہیں۔ ایوان ہم میں سے ہے ہی نہیں، میرے بیٹے، ایوان جیسے لوگ ہمارے مابین اجنبی ہیں، وہ ہوا میں بھوسے (11) کی مانند ہیں... ہوا کا ایک جھونکا چلا نہیں اور وہ اڑا نہیں... کل میرے ذہن میں یونہی ایک احمقانہ خیال آ گیا تھا جس کے تحت میں نے تمہیں آج یہاں بلا لیا: میں چاہتا تھا کہ تم تیا سے معلوم کرو — اگر میں اسے ہزار ہزار روبل دے دوں تو کیا وہ بھکاری اور لفنگا، جو کہ وہ ہے، تقریباً پانچ سال کے لیے یا اس سے بھی بہتر یہ ہے کہ پچیس سال کے لیے میری نگاہوں سے دور ہو جائے گا اور گروشینکا سے شادی کا خیال ذہن سے بالکل نکال دے گا؟"

"میں... میں اس سے پوچھوں گا..." الیوشا نے ہکلاتے ہوئے کہا۔ "اگر یہ پورے تین ہزار ہو جائیں پھر وہ شاید..."

"فضول! واہیات! اب اس سے پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں رہی، کسی چیز کی ضرورت نہیں رہی! میں نے اپنا ارادہ تبدیل کر لیا ہے۔ کل میرے دماغ میں جو خیال گھس آیا تھا وہ بالکل احمقانہ تھا! میں اسے کچھ نہیں دوں گا، ایک کوپک بھی نہیں، اپنے روپے کی مجھے خود اشد ضرورت ہے۔" بوڑھے نے اپنا بازو لہراتے ہوئے کہا۔ "میں اسے بہرحال کسی چنے کی طرح مسل کر رکھ دوں گا۔ اس کے سامنے اپنی زبان بند رکھنا، ورنہ اس کے دل میں خواہ مخواہ امید کی جوت جگا دو گے۔ اب تمہارے لیے بھی یہاں کرنے کا کوئی کام نہیں رہا، اس لیے چلتے ہو۔ اس کی منگیتر کاترینا ایوانوونا، جسے وہ مجھ سے بڑی احتیاط سے چھپائے ہوئے ہے، کیسی ہے — وہ اس سے شادی کرے گی یا نہیں؟ تم کل اسے ملنے گئے تھے؟"

"وہ کسی قیمت پر بھی اسے چھوڑنے پر راضی نہیں ہو گی۔"

"یہ نفاست پسند خواتین اس جیسے اوباشوں اور لچوں لفنگوں پر ہی کیوں مرتی ہیں؟ میری نپی تلی رائے یہ ہے کہ یہ کم زرد چہروں والی خواتین بالکل واہیات ہوتی ہیں، میری اس بات کو پلے باندھ لو... خیر، اگر میں اس جیسا گبھرو جوان ہوتا اور میرے خدوخال وہی ہوتے جو جوانی میں تھے (کیونکہ اٹھائیس سال کی عمر میں میں اس سے زیادہ خوبرو تھا)، میں بھی اسی کی طرح لڑکیوں کو پھنسانے میں کامیاب رہتا جتنی کہ وہ پھانستا رہتا ہے۔ وہ بڑا پاجی اور پکا بدمعاش ہے! لیکن وہ کچھ بھی کر لے، گروشینکا اسے نہیں ملے گی، بالکل نہیں ملے گی... میں اس کا ملیدہ بنا ڈالوں گا!"

آخری الفاظ کہتے کہتے اس کی آتشِ غضب پھر بھڑک اٹھی۔

"اب تم جاؤ، یہاں تمہارے کرنے کو کچھ نہیں رہا۔" اس نے طیش کھاتے ہوئے کہا۔

الیوشا اس کے قریب گیا اور اس کے کندھے پر رخصتی کا بوسہ دیا۔

"یہ کس لیے تھا؟" بوڑھے نے قدرے حیرت سے پوچھا۔ "ہماری دوبارہ ملاقات تو ہو گی... کیا تمہارا خیال ہے کہ نہیں ہو گی؟"

"بالکل ہو گی، مجھ سے بس بے دھیانی میں یہ حرکت سرزد ہو گئی ہے، آپ پروا نہ کریں۔"

"میرے پوچھنے کا بھی کوئی خاص مطلب نہیں تھا، بس یونہی الفاظ منہ سے نکل گئے..." بوڑھا اسے جاتے دیکھ رہا تھا۔ "ارے، سنو!" اس نے اسے آواز دی۔ "سنو، کسی روز پھر آنا، جلدی۔ میں تمہیں مچھلی کا سوپ پلاؤں گا، میں اسے خاص طور پر تمہارے لیے تیار کراؤں گا، یہ واقعی بہت اچھا ہو گا، آج جیسا نہیں۔ بھولنا نہیں، آنا ضرور! اچھا، کل ملاقات ہو گی، سنا تم نے؟ کل!"

جونہی الیوشا نظروں سے اوجھل ہوا، اس نے ایک بار پھر الماری سے برانڈی کی بوتل نکالی اور فٹافٹ آدھا گلاس چڑھا گیا۔

"اب میں مزید نہیں پیوں گا۔" اس نے مینڈک کی طرح ٹراتے ہوئے اپنے آپ سے کہا۔ اس نے الماری کو دوبارہ تالا لگا دیا، ایک بار پھر چابی جیب میں ڈالی اور سیدھا خواب گاہ میں چلا گیا جہاں وہ نڈھال ہو کر بستر پر گر پڑا اور جھٹ پٹ گہری نیند سو گیا۔

3

سکول کے چند طلبا کے ساتھ مڈبھیڑ

"خداوند کا شکر ہے کہ انہوں نے مجھ سے گروشینکا کے متعلق کوئی سوال نہیں کیا۔" الیوشا نے اپنے باپ کے گھر سے مادام خوخلاکووا کے گھر کی جانب روانہ ہوتے ہوئے اپنے دل میں کہا۔ "ورنہ مجھے ناچار انہیں بتانا پڑتا کہ میری کل اس سے ملاقات ہوئی تھی۔"

الیوشا کی یہ سوچ سوچ کر جان ہلکان ہونے لگی کہ رات کے دوران میں حریفوں نے اپنی اپنی قوت بحال کر لی تھی اور نئے دن کے لیے ان کے دل فولاد کی طرح سخت ہو گئے تھے۔ "ابا پریشان اور خفا ہیں، ان کے ذہن میں کوئی خیال آ گیا ہے اور وہ ایک انچ بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں۔ اور

دھتری؟ رات کے دوران میں اس کی طاقت بھی عود کر آئی ہو گی اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ بھی پریشان ہو گا، غصے سے جل بھن رہا ہو گا۔ اور اس نے بھی کوئی منصوبہ سوچ لیا ہو گا... خواہ کچھ ہی ہو جائے مجھے آج اسے لازماً تلاش کرنا ہو گا..."

مگر الیوشا کو سوچنے کے لیے کوئی زیادہ وقت نہ مل سکا: راستے میں اسے اچانک ایک واقعہ پیش آ گیا جو اگرچہ بذات خود کوئی خاص اہم نہیں تھا تاہم اس نے اس کے ذہن پر نقش بہت گہرا ثبت کر دیا۔ جونہی اس نے چوک عبور کیا اور ایک بغلی گلی میں داخل ہوا تاکہ وہ مائیکلووسکایا سٹریٹ پہنچ سکے جو ہائی سٹریٹ کے برابر برابر جاتی ہے اور صرف ایک کھائی دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کرتی ہے (ہمارا قصبہ کھائیوں سے پٹا پڑا ہے جو ایک دوسرے کو کاٹتی جاتی ہیں)، اسے پلیا کے قریب سکول کے بچوں کا، جن کی عمریں نو سے بارہ سال کی تھیں، ایک چھوٹا سا گروہ نظر آیا۔ وہ پشتوں پر بستے لٹکائے یا کندھوں پر چرمی بیگ لٹکائے سکول سے اپنے اپنے گھروں کو واپس جا رہے تھے۔ ان میں سے بعض نے عام کوٹ اور بعض نے ننھے منے اوور کوٹ پہن رکھے تھے، بعض کے پاؤں میں دوہری اوگی والے اونچے جوتے تھے، بالکل ویسے ہی جیسے رئیسوں کے لاڈلے اور بگڑے بچے خاص طور پر پہننے کے شوقین ہوتے ہیں۔ سارا گروہ گرما گرم بحث میں مشغول تھا، بظاہر یہی نظر آ رہا تھا کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ کسی خاص چیز کے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں۔ الیوشا بچوں کے قریب سے کبھی بے نیازی سے نہیں گزر سکتا تھا، وہ ان کے متعلق کچھ نہ کچھ جاننے کے لیے متجسس رہتا تھا۔ جب وہ ماسکو میں تھا تب بھی اس کا یہی حال تھا۔ اگرچہ وہ تین یا اس کے لگ بھگ برس کے بچوں پر بڑا فریفتہ تھا، اسے دس گیارہ سال کے بچوں کے ساتھ باتیں کرنا بھی بہت پسند تھا۔ حالانکہ وہ اس وقت اپنے ہی خیالات میں مستغرق تھا، اچانک اس کے دماغ میں لہر آئی کہ وہ ان بچوں کے قریب جائے اور ان کے ساتھ تبادلۂ خیالات کرنے کی سعی کرے۔ قریب پہنچنے پر اس نے جوشیلے گلابی چہروں کو غور سے دیکھا اور اس پر یک لخت منکشف ہوا کہ بعض بچوں کے ہاتھوں میں ایک اور بعض کے دو دو پتھر ہیں۔ تنگ کھائی کی دوسری جانب ان لڑکوں سے کوئی تیس قدم دور آہنی باڑ کے قریب ایک اور لڑکا کھڑا تھا۔ وہ بھی کسی سکول کا طالب علم تھا، اس کا چھوٹا سا بیگ اس کے کندھے سے لٹک رہا تھا۔ قد و قامت سے اندازہ لگانے کے بعد وہ دس سال کا معلوم ہوتا تھا، زیادہ نہیں بلکہ شاید اس سے بھی کچھ کم — اس کا چہرہ پیلا اور مریضانہ تھا اور آنکھیں چمکدار اور سیاہ تھیں۔ وہ گروہ کے ان چھ لڑکوں کو بڑی توجہ اور دھیان سے دیکھ رہا تھا، بظاہر وہ اس کے دوست معلوم ہو رہے تھے، وہ انہیں کے ساتھ ابھی ابھی سکول کی عمارت سے باہر آیا تھا اور دیکھنے میں اب ان کے ساتھ برسرِ پیکار تھا۔ الیوشا گروہ کے قریب آیا اور ایک لڑکے کی طرف مڑا

جس کے بال سنہری اور گھونگھریالے اور گال گلابی تھے، اور جس نے سیاہ کوٹ پہن رکھا تھا۔ الیوشا نے اسے غور سے دیکھا اور بولا:

"جب میں تمہارے جیسا بیگ اٹھا کر سکول جایا کرتا تھا میں اسے ہمیشہ بائیں کندھے پر لٹکایا کرتا تھا تاکہ اگر ضرورت پیش آئے تو میں آسانی سے اس میں دایاں ہاتھ ڈال سکوں اور اس میں سے کوئی چیز نکال یا رکھ سکوں، لیکن تم نے اسے دائیں کندھے پر لٹکا رکھا ہے، تمہیں تو اس میں چیزیں رکھنے یا نکالنے میں خاصی دقت پیش آتی ہو گی؟"

الیوشا نے یہ سیدھی سادی بات کسی ہیر پھیر یا پیشگی منصوبہ بندی کے بغیر کہی تھی کیونکہ بالغ کے لیے گفتگو کا آغاز کرنے کا واقعی یہی واحد طریقہ ہے بشرطیکہ وہ بچے کا اعتماد حاصل کرنا چاہتا ہو، خاص طور پر تب جب معاملہ بچوں کے پورے گروہ کا ہو۔ آدمی کو مکالمے کی ابتدا پوری سنجیدگی سے کرنا چاہئے اور فوراً اصل بات پر آ جانا چاہئے تاکہ دونوں کے مابین پوری طرح برابری کی سطح قائم ہو سکے۔ الیوشا اس نکتے کو وجدانی طور پر سمجھ چکا تھا۔

"لیکن یہ تو کھبا ہے" ایک اور لڑکے نے بلا توقف کہا۔ وہ کوئی گیارہ سال کا صحت مند اور شوخ بچہ معلوم ہوتا تھا۔ باقی پانچوں لڑکوں نے بھی اپنی توجہ الیوشا پر مبذول کر دی اور اسے گھور گھور کر دیکھنے لگے۔

"یہ پتھر بھی بائیں ہاتھ سے پھینکتا ہے" ایک تیسرے لڑکے نے کہا۔ عین اسی لمحے ایک پتھر کھبے لڑکے کو چھوتا اور باقی پانچوں سے قدرے ہٹ کر گروہ کے عین درمیان میں آ گرا۔ اگرچہ اسے بالکل صحیح نشانے پر پوری قوت سے پھینکا گیا تھا، یہ کسی سے بھی ٹکرایا نہیں تھا اور یوں بھی بال بال بچ گئے تھے۔ یہ اس لڑکے نے پھینکا تھا جو کھائی کی دوسری جانب کھڑا تھا۔

"سموروف، تم بھی اسے پتھر مارو، اس سے بدلہ لو!" تمام لڑکوں نے چلا کر کہا۔ لیکن کچھ لڑکے سموروف کو کسی انگیخت کی ضرورت نہیں تھی، اس نے بلا تاخیر کھائی کی دوسری جانب کھڑے لڑکے پر پتھر پھینک کر جواب دے دیا، تاہم اس کا نشانہ خطا گیا اور پتھر زمین پر گر پڑا۔ کھائی کی دوسری جانب کے لڑکے نے گروہ پر ایک اور پتھر کھینچ مارا۔ اب کی بار وہ پتھر سیدھا الیوشا کی جانب آیا اور اسے کندھے پر قدرے تکلیف دہ چوٹ پہنچا گیا۔ تیس قدم کے فاصلے سے اس کی جیبیں جس طرح باہر کو نکلی دکھائی دے رہی تھیں، صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ پتھروں سے بھری ہوئی ہیں۔

"تمہیں معلوم ہے کہ وہ تمہیں نشانہ بنانے کی کوشش کر رہا ہے؟ وہ عمداً تمہیں نشانہ بنا رہا تھا، تم کرامازوف ہو نا؟" لڑکوں نے چلا کر کہا۔ وہ ہنس ہنس کر دہرے ہوئے جا رہے تھے۔ "آؤ دوستو، ہم سب اکٹھے نشانہ لیتے ہیں، بس چلاؤ پتھر!"

اور گروہ کی جانب سے یک بارگی چھ پتھر فضا میں بلند ہو گئے۔ ان میں سے ایک لڑکے کے سر سے جا ٹکرایا اور وہ نیچے گر پڑا، لیکن وہ پلک جھپکنے میں دوبارہ کھڑا ہو گیا اور مزید پتھروں کی بارش کر کے اوروں کا بدلہ لینے لگا۔ دونوں جانب سے تسلسل سے پتھروں کا تبادلہ ہونے لگا۔ مخالف گروہ کے بیشتر لڑکوں کی جیبوں میں بھی پتھر تھے۔

"لڑکو، یہ تم کیا کر رہے ہو! تم لوگوں کو اپنے اوپر شرم آنا چاہیے!" الیوشا نے چلاتے ہوئے کہا۔ "تم چھ اور وہ ایک، تم تو اسے مار ڈالو گے!"

وہ پتھروں کی بارش کا سامنا کرنے کے لیے آگے بھاگا تاکہ کھائی کے پار کھڑے لڑکے کا تحفظ کر سکے۔ تین چار لڑکے کچھ دیر کے لیے رک گئے۔

"آغاز اس نے کیا تھا!" سرخ قمیص میں ملبوس ایک لڑکے نے چیخی، بچگانہ آواز میں کہا۔ "وہ بہت ذلیل ہے، اس نے آج کلاس میں کراسوتکن کو بھی چاقو مار دیا تھا اور ہر طرف خون ہی خون پھیل گیا تھا۔ کراسوتکن ہیڈ ماسٹر سے اس کی شکایت نہیں کرنا چاہتا لیکن ہم اسے سبق سکھا کر ہی رہیں گے۔"

"کیوں؟ تم لوگ اسے غالباً چھیڑتے اور تنگ کرتے رہتے ہو گے؟"

"اس کا ایک اور پتھر آ رہا ہے، سیدھا تمہاری پشت کی طرف۔ وہ تمہیں جانتا ہے۔" لڑکوں نے چلاتے ہوئے کہا۔ "اب وہ ہمیں نہیں، تمہیں نشانہ بنا رہا ہے۔ خیر، اب اکٹھے پتھر چلاتے ہیں، اب کے وہ بچ کے نہ جانے پائے۔ سموروف، تمہارا نشانہ خطا نہیں جانا چاہیے!"

اس مرتبہ پتھر پھینکنے کا مقابلہ پوری یکسوئی سے شروع ہو گیا۔ ایک پتھر سیدھا کھائی کے پار لڑکے کی چھاتی پر لگا۔ اس کی چیخ نکل گئی، آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ مائیکلووسکایا سٹریٹ کی جانب پہاڑی پر بھاگنے لگا۔ کچھ لڑکوں نے گلے پھاڑ کر نعرہ بلند کیا، "آہا، سالا بھاگ گیا، بزدل کہیں کا، اچھانواں! اچھانواں!"

"کرامازوف، تمہیں پتا ہی نہیں وہ کتنا ذلیل ہے! اگر وہ ہمارے ہاتھوں مارا جائے تو یہ اس کے ساتھ بڑی نیکی ہو گی۔" کوٹ والے لڑکے نے اپنی بات دہراتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں اور وہ دیکھنے میں سب سے بڑا معلوم ہوتا تھا۔

"کیوں؟ آخر اس نے کیا کیا ہے؟" الیوشا نے کہا۔ "کیا وہ آپ لوگوں کی شکایتیں کرتا یا چغلیاں کھاتا رہتا ہے؟"

لڑکوں نے ایک دوسرے کے ساتھ مسکراہٹوں کا تبادلہ کیا جیسے ان کے سینوں میں چند راز چھپے ہوں۔

"تم بھی ادھر مائیکلووسکایا سٹریٹ جا رہے ہو جدھر وہ گیا ہے؟" اس لڑکے نے پوچھا۔ "خیر، پھر تم بھاگ کر اس کے ساتھ کیوں نہیں جا ملتے؟... دیکھو، وہ رک گیا ہے، وہ انتظار کر رہا ہے اور تمہاری جانب دیکھ رہا ہے۔"

"وہ تمہاری جانب دیکھ رہا ہے، وہ تمہاری جانب دیکھ رہا ہے!" دوسرے لڑکے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملانے لگے۔

"کیا تم اس خر کے بچے سے پوچھنا چاہو گے کہ آیا وہ اپنے جسم پر جھانواں پھرائے گا؟ جاؤ اور اس سے پوچھو۔"

سب کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ الیوشا نے لڑکوں کی جانب اور لڑکوں نے اس کی جانب دیکھا۔

"مت جاؤ!" سموروف نے اسے خبردار کرتے ہوئے کہا۔ "وہ تمہارا مار مار کر برا حال کر دے گا۔"

"لڑکو، میں اس سے جھانویں کے متعلق کچھ نہیں پوچھوں گا، معلوم ہوتا ہے تم نے بھی اس کی چھیڑ بنا رکھی ہے، مگر میں اس سے یہ ضرور دریافت کروں گا کہ آخر تم لوگ اس سے اتنی نفرت کیوں کرتے ہو..."

"جاؤ اور پوچھو۔" لڑکوں نے ہنستے ہوئے کہا۔

الیوشا نے پلیا عبور کی اور باڑ کے ساتھ ساتھ چلتا پہاڑی پر چڑھتا سیدھا اس لڑکے کی جانب چل پڑا جس کا دوسروں نے حقہ پانی بند کر رکھا تھا۔

"خبردار رہو!" دوسرے لڑکوں نے پیچھے سے چلاتے ہوئے کہا۔ "وہ تم سے خائف نہیں، جب تمہارا دھیان دوسری طرف ہو گا وہ بے خبری میں تمہیں چاقو مارنے سے بھی گریز نہیں کرے گا... بالکل اسی طرح جس طرح اس نے کراسوتکن کے ساتھ کیا تھا۔"

لڑکا اس کا انتظار کر رہا تھا، وہ یوں کھڑا تھا جیسے زمین نے اس کے پاؤں پکڑ لیے ہوں۔ جب الیوشا اس کے قریب پہنچا اسے ایک بچہ نظر آیا جس کی عمر کسی صورت نو سال سے زیادہ نہیں تھی، اس کا جسم سینک سلائی اور چہرہ پیلا، مہین اور لمبوترا تھا اور وہ اپنی سیاہ آنکھوں سے، جن میں نفرت کی آگ بھری ہوئی تھی، اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔ اس نے کڈھب انداز سے اپنے بدن پر بوسیدہ کوٹ پہن رکھا تھا جو اس کے لیے بہت چھوٹا تھا۔ اس کے برہنہ بازو اس کی آستینوں سے باہر جھانک رہے تھے۔ اس کی پتلون کے دائیں گھٹنے پر بہت بڑا پیوند اور اس کے دائیں بوٹ کے انگوٹھے میں خاصا چوڑا سوراخ تھا جس پر سیاہی کے دھبے ہی دھبے تھے۔ اس کے کوٹ کی دونوں جیبیں پتھروں سے پھٹی جا رہی تھیں۔ الیوشا دو قدم دور اس کے سامنے رک گیا۔ لڑکا صرف ایک

سیکنڈ اس کی آنکھوں میں جھانکنے کے بعد سمجھ گیا تھا کہ وہ اسے مارے گا نہیں، چنانچہ اس نے بھی اپنی چوکسی ذرا ڈھیلی کر دی بلکہ گفتگو کی ابتدا بھی اسی نے کی۔

"میں اکیلا ہوں اور وہ چھ..." اس نے یک لخت کہا۔ اس کی آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔ "میں پیچھے نہیں ہٹوں گا، اکیلے ہی ان کا کچومر نکال دوں گا۔"

"ایک آدھ پتھر بڑے زور سے پڑا ہو گا اور تمھیں اچھی خاصی چوٹ آئی ہو گی۔" ایلوشا نے ہمدردی جتاتے ہوئے کہا۔

"لیکن میں نے بھی تو سموروف کے سر کو نشانہ بنایا تھا!" لڑکے نے جوش سے کہا۔

"وہ کہتے ہیں تم مجھے جانتے ہو۔ جانتے ہو؟" ایلوشا نے پوچھا "اور تم نے مجھے جو پتھر مارا تھا اس کی کوئی خاص وجہ تھی؟"

لڑکے نے اسے کچھ اس انداز سے دیکھا جیسے وہ اسے دھمکی دے رہا ہو۔

"میں تمھیں نہیں جانتا، تم مجھے جانتے ہو؟" ایلوشا نے اصرار کرتے ہوئے پوچھا۔

"میرے معاملات میں دخل مت دو!" لڑکے نے اچانک ترش روئی سے کہا لیکن وہ کھڑا وہیں رہا جیسے اسے کسی واقعے کے ظہور پذیر ہونے کا انتظار ہو اور ایک بار پھر غیظ و غضب سے اس کی آنکھیں شعلے برسانے لگیں۔

"بہت اچھا، میں چلا جاتا ہوں،" ایلوشا نے کہا، "بات صرف یہ ہے کہ میں نہ تو تمھیں جانتا ہوں اور نہ میں نے کبھی تمھیں تنگ کیا ہے۔ ان لڑکوں نے مجھے بتایا تھا کہ تمھیں کس طرح تنگ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن مجھے تمھیں تنگ کرنے کی کوئی خواہش نہیں، خدا حافظ!"

"بنتے تو راہب ہو مگر پتلون ریشم کی پہنتے ہو(12)، ہونہہ!" لڑکے نے ایلوشا کو گستاخانہ اور دھمکی آمیز انداز سے دیکھنے کے عمل کو جاری رکھتے ہوئے آواز بلند کیا لیکن اس کے ساتھ ہی وہ کچھ اس طرح تن کر کھڑا ہو گیا جس سے اس انداز ے میں قطعاً کوئی شک و شبہ نہ رہ گیا کہ اس مرتبہ وہ پوری توقع کر رہا ہے کہ ایلوشا اس کی اچھی خاصی پٹائی کر دے گا، مگر ایلوشا نے اس قسم کا کوئی کام نہ کیا، وہ محض مڑا، ایک نظر اس پر ڈالی اور وہاں سے چل پڑا۔ ابھی اس نے بمشکل تین قدم اٹھائے ہوں گے کہ ایک پتھر کا ٹکڑا، جو لڑکے کی جیب میں باقی سب ٹکڑوں سے بڑا تھا، معاً تکلیف دہ انداز سے اس کی پشت سے آ ٹکرایا۔

"پیچھے سے؟ ہونہہ؟ وہ ٹھیک ہی کہتے تھے کہ تم چھپ کر لوگوں پر وار کرتے ہو۔" ایلوشا اس کا سامنا کرنے کے لیے واپس مڑا لیکن اس مرتبہ لڑکے نے واضح طور پر شدید غصے کے عالم میں اس پر جو پتھر پھینکا، اس کا نشانہ اس کا سر تھا، تاہم ایلوشا اس وار سے بچنے میں کامیاب ہو گیا اور پتھر محض

اس کی کہنی سے ٹکرا سکا۔

"تمھیں شرم آنا چاہیے!" اس نے چلا کر کہا۔ "میں نے تمھارا کیا بگاڑا ہے؟"

لڑکا جس بے رحمی اور گستاخی کا مظاہرہ کرتا رہا تھا، وہ ابھی تک برقرار تھی اور اس مرتبہ اسے کامل یقین تھی کہ اب کے ایلوشا اسے بالکل نہیں بخشے گا اور اس کی اچھی خاصی ٹھکائی کر ڈالے گا، لیکن جب اسے اندازہ ہو گیا کہ ایلوشا اس قسم کی کوئی حرکت نہیں کرے گا، وہ غصے سے بالکل ہی پاگل ہو گیا؛ اس نے اپنا سر جھکایا، آگے جست لگائی، جھپٹ کر ایلوشا کا بایاں ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں مضبوطی سے پکڑا اور پیشتر اس کے کہ مؤخرالذکر کو کچھ کرنے کا موقع ملتا، لڑکے نے اس کی درمیانی انگلی کو بری طرح کاٹ کھایا۔ اس نے کس کر اپنے دانت اس میں گاڑ دیے اور دس سیکنڈ تک اسے چھوڑنے کا نام تک نہ لیا۔ ایلوشا کی درد سے چیخیں نکل گئیں اور وہ بے بسی کے عالم میں پورا زور لگا کر اپنی انگلی چھڑانے کی کوشش کرنے لگا۔ آخر کار لڑکے نے اسے چھوڑ دیا اور وہ وہیں جا کھڑا ہوا جہاں وہ پہلے کھڑا تھا۔ کاٹ ناخن کے عین نیچے ہڈی تک پہنچ گئی تھی اور خون رسنا شروع ہو گیا تھا۔ ایلوشا نے جیب سے رومال نکالا اور کس کر زخمی انگلی کے گرد لپیٹ لیا، تاہم اس نے یہ کام بہت دھیرے دھیرے کیا۔ دریں اثنا لڑکا اپنی جگہ کھڑا انتظار کرتا رہا۔ آخر ایلوشا نے اپنی پُرشفقت نگاہیں اوپر اٹھائیں اور لڑکے کی طرف دیکھا۔

"خیر،" اس نے کہا، "تم دیکھ رہے ہو کہ تم نے کس بری طرح مجھے زخمی کر دیا ہے۔ اب تو تمھارے ارمان پورے ہو گئے ہوں گے، کیا خیال ہے؟"

لڑکا حیرت سے اس کا منہ تکنے لگا۔

"اگرچہ میں تمھیں جانتا نہیں،" ایلوشا نے اسی مدھم لہجے سے بات کرتے ہوئے کہا، "اور میں نے تمھیں پہلے کبھی دیکھا بھی نہیں، پھر بھی میرا خیال ہے کہ مجھ سے ضرور کوئی قصور سرزد ہو گیا ہو گا ورنہ تم مجھے اتنی بے دردی سے زخمی نہ کرتے۔ تو بتاؤ میں نے کیا کیا ہے؟ بتاؤ تمھیں میرے خلاف کیا شکایت ہے؟"

جواب دینے کی بجائے لڑکا اچانک زور زور سے رونے لگا اور وہاں سے بھاگ نکلا۔ ایلوشا چپ چاپ مائیکلوفسکایا سٹریٹ کی سمت میں چلنے لگا۔ وہ کافی دیر تک یونہی چلتا رہا اور لڑکے کو دیکھتا رہا جو اپنی رفتار کم کیے اور ادھر ادھر دیکھے بغیر، اور ابھی تک اونچی آواز سے روتے، دور فاصلے پر بھاگا جا رہا تھا۔ ایلوشا نے فیصلہ کیا کہ جونہی اسے فالتو وقت ملا، وہ یقیناً اس لڑکے کو ڈھونڈنے اور اس انتہائی الجھن میں ڈالنے والے واقعے کو حل کرنے کی کوشش کرے گا۔ لیکن فی الحال اس کے سامنے دوسرے کام تھے۔

4

خوخلاکوواؤں کے ہاں

وہ بہت جلد مادام خوخلاکووا کے پتھر کے بنے ہوئے رعب دار دو منزلہ مکان پر پہنچ گیا جس کا شمار ہمارے قصبے کے بہترین مکانوں میں ہوتا تھا۔ اگرچہ مسز خوخلاکووا اپنا بیشتر وقت کسی دوسرے صوبے میں اپنے دیہاتی مکان یا پھر ماسکو میں اپنے شہری مکان میں گزارتی تھی لیکن اس کا ہمارے قصبے میں بھی مکان تھا؛ یہ اسے اپنے خاندان سے وراثت میں ملا تھا۔ جن تین جاگیروں کی وہ مالک تھی، اگرچہ ان میں سے سب سے بڑی ہمارے ضلع میں واقع تھی لیکن قیام کے ارادے سے وہ اب تک شاذ و نادر ہی ادھر آتی رہی تھی۔ وہ الیوشا کا استقبال کرنے بھاگم بھاگ استقبالیے میں آ گئی۔

"تمہیں... تمہیں نئے معجزے کے متعلق میرا خط مل گیا تھا؟" اس نے چھوٹتے ہی گھبرائی گھبرائی آواز میں پوچھا۔

"جی، مل گیا تھا۔"

"تم نے یہ سب لوگوں کو دکھا دیا تھا؟ تم نے خبر پھیلا دی تھی؟ ان کا بہت بہت شکریہ بیٹا اپنی ماں سے آ ملا ہے۔"

"ان کا آج انتقال ہو جائے گا۔"

"مجھے معلوم ہے، میں سن چکی ہوں۔ اوہ، مجھے تمہارے ساتھ گفتگو کرنے کی کتنی خواہش محسوس ہو رہی تھی! تمہارے ساتھ یا کسی بھی دوسرے شخص کے ساتھ، اس سب کچھ کے بارے میں۔ نہیں، اوروں سے نہیں، تم سے، صرف تم سے! اور یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ میری ان سے ملاقات نہیں ہو سکتی! سارے قصبے پر ہیجانی کیفیت طاری ہے، سب لوگوں کو توقع ہے کہ کوئی نہ کوئی انوکھا واقعہ پیش آنے والا ہے! مگر فی الحال... تم یقین کرو گے کہ کاتریناایوانوونا ہمیں ملنے آئی ہوئی ہیں؟"

"اوہ، یہ تو بڑی خوش قسمتی کی بات ہے!" الیوشا کے منہ سے نکلا "چنانچہ اب میں ان سے یہیں مل سکوں گا ـــ کل وہ زور دے کر کہہ رہی تھیں کہ میں انہیں آج ضرور ملنے آؤں۔"

"مجھے اس بارے میں سب کچھ معلوم ہے، بالکل معلوم ہے۔ کل اس کے مکان میں جو کچھ ہوا تھا میں اس کی ایک ایک تفصیل سن چکی ہوں... بشمول ان خوفناک باتوں کے... جو اس... اس زنانی کے ساتھ ہوئی تھیں۔ C'est tragique (الف-12)۔ اگر میں اس کی جگہ ہوتی ـــ تو

نہیں میں کیا کر بیٹھتی، واقعی میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتی! اور رہا تمہارا وہ بھائی ـــ دمتری فیودروونچ ـــ اف میرے خدایا، کیا خوب آدمی ہے! الیکسی فیودروونچ، میرا خیال ہے میں بالکل ہی الجھاؤ کا شکار ہو چکی ہوں: اب تمہارا بھائی یہاں ہے، نہیں، وہ نہیں جس نے کل اتنی ذلالت کی تھی، بلکہ دوسرا، ایوان فیودروونچ، وہ یہاں بیٹھا اس (کاتریناایوانوونا) کے ساتھ باتیں کر رہا ہے: وہ بیٹھے گفتگو کر رہے ہیں... ان دونوں کے مابین جو کچھ ہو رہا ہے، تمہیں اس کا یقین نہیں آئے گا ـــ یہ بالکل بھیانک ہے، دل خراش ہے، میں تمہیں بتائے دیتی ہوں۔ یہ بالکل کسی ناقابل یقین دہشت ناک کہانی کی مانند ہے، ذہن چکرا جاتا ہے: وہ دونوں بخوبی آگاہ ہیں کہ وہ بلاوجہ ایک دوسرے کو تباہ کرنے میں جتے ہوئے ہیں، خدا جانے کیوں؟ انہیں خود بھی اس کا احساس ہے اور نظر یوں آتا ہے جیسے انہیں اس میں بڑا مزہ آ رہا ہو۔ مجھے تمہارے ساتھ ملاقات کا کتنا اشتیاق تھا، کتنا انتظار تھا! میں تم سے ملنے کے لیے مری جا رہی تھی! واقعی یہ سب کچھ میری برداشت سے بالکل باہر ہے۔ میں تمہیں اس کے متعلق ضرور بتاؤں گی لیکن فی الحال ایک معاملہ اور ہے جو درحقیقت ان تمام باتوں سے زیادہ اہم ہے ـــ ارے، میں دوسری باتوں میں اتنا الجھ گئی کہ اب مجھے یاد ہی نہیں آ رہا کہ یہ معاملہ تھا کیا۔ مجھے بتاؤ، لیسے کی کیفیت اتنی ہسٹیریائی کیوں ہو رہی ہے؟ جونہی اسے معلوم ہوا کہ تم آ رہے ہو، اس پر ہسٹیریا طاری ہو گیا۔"

"ماما، ہسٹیریا مجھ پر نہیں، آپ پر طاری ہو رہا ہے!" اچانک دروازے کی ایک جھری میں سے اگلے کمرے سے لیسے کی کھنکھناتی آواز سنائی دی ـــ یہ تنگ ترین جھری تھی اور لیسے کی آواز میں بالکل اس قسم کا کھنچاؤ تھا جو تب پیدا ہوتا ہے جب آدمی پر ہنسنے کی شدید خواہش سوار ہو جائے لیکن وہ اس ہنسی کو روکنے کی پوری کوشش کر رہا ہو۔ الیوشا کو معاً یہ جھری نظر آ گئی اور اگرچہ وہ لیسے کو دیکھ تو نہیں سکتا تھا تاہم اسے اپنے تصور میں وہ اپنی معذوروں کی کرسی پر بیٹھی اپنی طرف جھانکتی محسوس ہوئی۔

"اس پر کسی کو حیرت نہیں ہونا چاہیے، لیسے، کسی کو حیرت نہیں ہونا چاہیے... یہ تمہارا من موجی رویہ ہے جو مجھے ہسٹیریا کی طرف دھکیلتا رہتا ہے۔ لیکن الیکسی فیودروونچ، اس کی طبیعت سخت ناساز ہے، وہ ساری رات بخار میں پھنکتی، تڑپتی اور کراہتی رہی! ادھر میں بڑی شدت سے انتظار کرتی رہی کہ ہرزن ستوب کب پہنچتا ہے۔ وہ کہتا تھا کہ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا اور یہ کہ ہمیں دیکھنا اور انتظار کرنا چاہیے۔ یہ ہرزن ستوب بھی خوب آدمی ہے، جب بھی آتا ہے ہمیشہ یہی کہتا رہتا ہے کہ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔ تم جونہی گھر کے قریب پہنچے، یہ چیخنے چلانے لگی، اس پر ہسٹیریا کا دورہ پڑ گیا اور مطالبہ کرنے لگی کہ اسے اسی کمرے میں پہنچا دیا جائے جہاں یہ پہلے تھی..."

"ماما، مجھے بالکل معلوم نہیں تھا کہ یہ آ رہا ہے۔ میں جو اپنے اس کمرے میں واپس آنا چاہتی تھی، اس کی وجہ یہ بالکل نہیں تھا۔"

"لیسے، تمہاری یہ بات صحیح نہیں، یولیا بیزوپر تمہیں بتانے پہنچ گئی تھی کہ الیکسی فیودورووچ آ رہا ہے—— تم نے اسے نگرانی پر مامور کر رکھا تھا۔"

"ڈیئر ماما، آپ نے یہ بات کہہ کر کوئی عقل مندی نہیں دکھائی۔ اور ڈیئر ماما، اگر آپ اس کی تلافی کرنا چاہتی ہیں اور واقعی کوئی زیرکی کی بات کہنا چاہتی ہیں، پھر ہمارے مہربان مسٹر الیکسی فیودورووچ کو، جس کی ابھی ابھی یہاں تشریف آوری ہوئی ہے، یہ کیوں نہیں بتاتیں کہ کل جو کچھ ہوا اور اس کا ہر شخص جس طرح مذاق اڑا رہا ہے، اس کے باوجود اس نے یہاں جو تشریف لانے کی زحمت گوارا کی ہے، اس سے یہ صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ کتنا ڈھیٹ ہے!"

"لیسے، سنبھل کر، تم بہت گستاخ ہوتی جا رہی ہو۔ میں تمہیں خبردار کیے دیتی ہوں کہ مجھے تمہارے ساتھ سختی برتنا پڑے گی۔ اس کا کوئی مذاق نہیں اڑا رہا اور مجھے خوشی ہے کہ یہ یہاں آ گیا ہے۔ مجھے اس کی ضرورت ہے، میرا اس کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ اف، الیکسی فیودورووچ، میں کتنی غمگین ہوں!"

"ماما ڈارلنگ، آپ کو کیا ہوا ہے؟"

"اف، لیسے، تمہاری یہ تلون مزاجی، عدم استقلال، تمہاری بیماری، تمہارا شبینہ بخار، وہ بھیانک اور ہر دم سر پر سوار رہنے والا ہرزن سٹوب، کتنا بور آدمی ہے، ناک میں دم کر دیتا ہے! میں کس کس چیز کا دکھڑا روؤں!... اور پھر سب سے بڑھ کر یہ معجزہ! مائی ڈیئر الیکسی فیودورووچ، مجھے ماننا پڑے گا کہ اس معجزے نے تو مجھے بالکل ہی بوکھلا دیا ہے، کپکپا دیا ہے! اور پھر وہ ٹریجڈی بھی تو ہے جو اس وقت میرے نشستی کمرے میں وقوع پذیر ہو رہی ہے—— میں تمہیں بتائے دیتی ہوں میں اسے برداشت نہیں کر سکتی، بالکل برداشت نہیں کر سکتی۔ شاید یہ ٹریجڈی ہے ہی نہیں، محض کامیڈی ہے۔ یہ تو بتاؤ: ستارتس زوسیما صبح تک زندہ رہیں گے؟ اف خدایا، یہ مجھے کیا ہو رہا ہے، میں جب بھی آنکھیں بند کرتی ہوں مجھے یوں محسوس ہونے لگتا ہے جیسے یہ سب کچھ بے معنی ہو، بے مقصد ہو، قطعی بے معنی، بے مقصد ہو۔"

"میں سوچ رہا ہوں:" یک لخت الیوشا نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا: "کیا آپ مجھے کوئی صاف ستھری چیز دے سکیں گی جو میں اپنی انگلی کے گرد لپیٹ سکوں۔ یہ بری طرح زخمی ہو گئی ہے اور اب درد شدید سے شدید تر ہوتا جا رہا ہے۔"

الیوشا نے اس انگلی سے، جسے لڑکے نے کاٹ کھایا تھا، رومال اتار ڈالا۔ رومال خون میں بھیگا

ہوا تھا۔ مادام خوخلاکووا کے منہ سے چیخ نکل گئی اور اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

"میرے خدایا، یہ تو بڑا خوفناک زخم ہے!"

لیکن جونہی جھری میں سے لیسے کی نظر الیوشا کی انگلی پر پڑی اس نے جھٹ پٹ دروازے کے دونوں پٹ پوری طرح کھول دیے۔

"ادھر آؤ، ادھر آؤ:" اس نے بڑے تحکمانہ اور تاکیدی لہجے سے کہا۔ "اب کوئی ازنگ بڑنگ نہیں چلے گی۔ اف خدایا، یہ تم اتنا عرصہ منہ سے ایک بھی لفظ نکالے بغیر کھڑے کیسے رہے! ماما، اگر اس طرح خون بہتا رہتا تو یہ خداوند کو پیارا بھی ہو سکتا تھا! خدا کے لیے یہ تو بتاؤ تم نے اسے زخمی کیسے کیا؟ یہ ہوا کیسے؟ کہاں ہوا؟ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ کچھ پانی منگوایا جانا چاہیے! ہمیں زخم کو دھونا اور انگلی کو جب تک پانی میں ڈبوئے رکھنا چاہیے جب تک درد ختم نہیں ہو جاتا... جلدی، ماما، جلدی کریں، کچھ پانی لائیں، ذرا بھاگ کر جائیں:" اس نے گھبراتے ہوئے کہا۔ وہ بے حد پریشان تھی، الیوشا کے زخم نے اسے بدحواس اور خائف کر دیا تھا۔

"کیوں نہ ہرزن سٹوب کو بلا لیا جائے؟" مادام خوخلاکووا نے کہا اور چلتے چلتے رک گئی۔

"ماما، آپ میرا دم نکال کر ہی بس کریں گی۔ آپ کا ہرزن سٹوب آ تو جائے گا لیکن آتے ہی اعلان کر دے گا 'مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا'۔ پانی، ماما، پانی، ماما خدا کے لیے جائیں اور یولیا سے کہیں کہ وہ پانی لے آئے، وہ حسب معمول کچھ کر رہی ہو گی اور جو کچھ کر رہی ہو گی اس کو ختم کرنے میں نوح کی عمر صرف کر دے گی۔ چلیں، ماما، جلدی کریں ورنہ میرا دم نکل جائے گا..."

"ارے، یہ آپ لوگ کیا کر رہی ہیں، کوئی خاص فکر کی بات تو ہے نہیں:" الیوشا انہیں اتنا بدحواس دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا تھا۔

یولیا پانی کا پیالہ لے کر بھاگم بھاگ آ گئی۔ الیوشا نے اس میں اپنی انگلی ڈبو دی۔

"ماما، خدا کے لیے پٹی باندھنے کا کپڑا لے آئیں، کچھ کپڑا اور وہ کالی سی دوا جس کے لگانے سے بہت جلن ہوتی ہے، جو آپ زخموں پر لگاتی ہیں، کیا نام ہے اس کا؟ ہمارے ہاں کچھ ہے، مجھے معلوم ہے ہمارے ہاں کچھ ہے... ماما، آپ کو معلوم ہے وہ بوتل کہاں پڑی ہے؟ میں بتاتی ہوں: یہ آپ کے بیڈ روم میں ہے دائیں طرف چھوٹی الماری میں، وہاں بڑی بوتل اور چند پٹیاں بھی پڑی ہیں..."

"میں ابھی سب کچھ لا دیتی ہوں، بس چیخو چلاؤ مت اور گھبراؤ بھی نہیں۔ دیکھو، حادثے کے باوجود الیکسی فیودورووچ کتنی بہادری سے کھڑا ہے۔ یہ تم نے اپنے آپ کو اس بری طرح زخمی کیسے کر لیا، الیکسی فیودورووچ؟"

مادام خوخلاکووا تیز تیز قدم اٹھاتی کمرے سے باہر نکل گئی۔ لیسے کو بس اسی کا انتظار تھا۔

"پہلے تو میں یہ جاننا چاہتی ہوں:" اس نے تیزی سے ایلوشا کی جانب متوجہ ہو کر کہا۔ "یہ سب کچھ ہوا کیسے؟ اس کے بعد میں کسی اور چیز کے متعلق بھی تم سے گفتگو کرنا چاہوں گی۔ خیر، اب بولو۔"

جلی طور پر بھانپتے ہوئے کہ اس کے پاس وقت کم ہے کیونکہ لیسے کی ماں کسی وقت بھی واپس آ سکتی تھی، ایلوشا نے اس کے سامنے سکول کے لڑکوں کے ساتھ اپنی عجیب و غریب مڈبھیڑ کی مختصر لیکن واضح اور بالکل صحیح روداد بیان کر دی۔

جب وہ اپنی بات ختم کر چکا لیسے بوکھلا کر تالی پیٹنے لگی۔

"لیکن تم ان بچوں، ان سکول کے بچوں کے ساتھ الجھ کیسے گئے، خاص طور پر اس صورت میں جب تم نے اس قسم کا لباس پہن رکھا ہے؟" وہ چلا کر چلانے لگی جیسے اسے اس پر کوئی اختیار حاصل ہو۔ "اس سے تو محض یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تم بھی محض چھوٹے سے بچے ہو، احمق ترین ننھا منا بچہ جو آدمی کے تصور میں آ سکتا ہے! پھر بھی تمہیں جس طرح بن پڑے اس واہیات لڑکے کو تلاش کرنا اور اس کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہئیں، اس کے بعد میرے پاس آؤ اور سب کچھ مجھے بتاؤ اس میں ضرور کوئی راز کی بات ہے اور میں اسے جاننا چاہتی ہوں۔ اب اگلا سوال ——— مگر پہلے یہ بتاؤ کہ اپنی زخمی انگلی کے باوجود تم اس قابل ہو کہ کسی بالکل ہی معمولی اور بے وقعت چیز کے بارے میں گفتگو کر سکو اور گفتگو بھی ایسی جو سمجھداری کی ہو؟"

"ہاں کیوں نہیں۔ بالکل کر سکتا ہوں اور اب تو درد بھی تقریباً ختم ہو چکا ہے۔"

"اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے اپنی انگلی پانی میں ڈبو رکھی ہے۔ یہ پانی فوراً تبدیل کر دینا چاہیے ورنہ کچھ ہی دیر میں اس کی ٹھنڈک ختم ہونا شروع ہو جائے گی۔ یولیا، بھاگ کر جاؤ اور تہہ خانے سے برف کا ڈلا اور پانی کا ایک اور پیالہ لے آؤ۔ جلدی۔ لو، وہ بھی رفع ہوئی۔ اب ہمیں اپنی بات کر لینا چاہیے۔ مائی ڈیر الیکسی فیودوروچ، کیا تم اتنی مہربانی فرماؤ گے کہ میرا خط مجھے لوٹا دو جو میں نے کل تمہیں بھیجا تھا ——— فوراً، اسی وقت، کیونکہ ماما کسی وقت بھی واپس آ سکتی ہیں اور میں نہیں چاہتی..."

"وہ تو میرے پاس نہیں۔"

"تمہاری بات صحیح نہیں، خط تمہارے پاس ہے۔ مجھے معلوم تھا تم یہی کہو گے۔ یہ تمہاری جیب میں ہے۔ یہ بڑا احمقانہ مذاق تھا اور میں اس پر ساری رات افسوس کرتی رہی ہوں۔ لاؤ، مجھے یہ خط واپس کر دو، مجھے یہ واپس چاہیے!"

"یہ میرے پاس نہیں، اسے میں خانقاہ میں چھوڑ آیا ہوں۔"

"تمہیں میرے ساتھ اس قسم کا سلوک نہیں کرنا چاہیے، میں کوئی ننھی منی بچی ہوں؟ میں نے مذاق مذاق میں تمہیں خط لکھ دیا اور یہی میری حماقت تھی، لیکن تمہیں میرا یہ خط لازماً واپس کرنا ہوگا ——— اگر یہ واقعی اس وقت تمہارے پاس نہیں، پھر تمہیں آج ہی کسی وقت اسے واپس لانے کا اہتمام کرنا ہوگا!"

"آج تو اسے واپس لانا ممکن نہیں ہوگا۔ میں خانقاہ واپس جا رہا ہوں اور تم سے دو تین یا شاید چار دن تک کوئی ملاقات نہیں ہو سکے گی کیونکہ ستارتس زوسیما..."

"چار دن؟ کیا مہمل باتیں کر رہے ہو! سنو، جو کچھ میں نے لکھا تھا تم اس پر ہنسے تو دل کھول کر ہو گے؟"

"بالکل نہیں۔"

"کیوں نہیں؟"

"کیونکہ میں نے ہر بات پر پوری سنجیدگی سے اعتبار کر لیا تھا۔"

"تم میری توہین کر رہے ہو۔"

"بالکل نہیں۔ جونہی میں نے اسے پڑھا مجھے اندازہ ہو گیا کہ انجام کار سب کچھ بالکل ایسے ہی ہوگا کیونکہ جونہی ستارتس زوسیما کا انتقال ہوا مجھے فوراً ہی خانقاہ کو خیرباد کہنا ہوگا۔ یہ ان کا حکم ہے۔ خانقاہ چھوڑنے کے بعد میں اپنی تعلیم دوبارہ شروع کر دوں گا، امتحان میں بیٹھوں گا اور جب تم بالغ ہو جاؤ گی ہم شادی کر لیں گے۔ میں تم سے محبت کروں گا۔ اگرچہ مجھے اس بارے میں سوچنے کا موقع نہیں ملا تاہم میرا خیال ہے کہ مجھے تم سے بہتر بیوی نہیں مل سکے گی اور ستارتس نے مجھے شادی کرنے کی ہدایت کی ہے..."

"مگر میں نارمل عورت نہیں، میں معذور ہوں!" لیسے نے ہنستے ہوئے کہا اور اس کے رخسار گلابی ہو گئے۔ "مجھے معذوروں کی کرسی پر بٹھا کر ادھر اُدھر گھمانا پڑتا ہے۔"

"میں تمہیں کرسی پر بٹھا کر گھماؤں پھراؤں گا، تاہم میرا دل کہتا ہے کہ تم اس وقت تک صحت یاب ہو چکی ہو گی۔"

"تم باؤلے ہو گئے ہو،" لیسے پُرجوش انداز سے پکاری، "کہ اس قسم کے مذاق پر اتنی سنجیدگی سے توجہ دینے لگے ہو!... اخاہ، ماما، آ گئیں، مجھے یقین ہے کہ آئیں بھی بالکل مناسب وقت پر ہیں۔ ماما، آپ اتنی کاہل کیوں ہیں، آپ نے اتنی دیر کیوں لگائی ہے؟ اے لو، یولیا بھی برف لے کر پہنچ گئی ہے!"

"اف، لیسے، خدا کے لیے یہ چیخنا چلانا بند کرو ___ بالکل بند کرو! تمہاری اس چیخ پکار سے میرے سر میں درد ہونے لگا ہے۔ جب تم خود ہی پٹیاں ادھر ادھر کر دیتی ہو پھر میں کیا کر سکتی ہوں... میں نے انہیں جگہ جگہ ڈھونڈا، کہیں ملتی ہی نہیں تھیں... میرا خیال ہے تم نے یہ حرکت جان بوجھ کر کی ہے۔"

"مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ اپنی انگلی چبوا کر یہاں آ پدھارے گا ___ اگر مجھے پیشگی معلوم ہو جاتا پھر شاید میں چلی جاتی اور جان بوجھ کر پٹیاں ادھر ادھر چھپا دیتی۔ ماما ڈارلنگ، آپ کچھ زیادہ ہی ہوشیار بننے کی کوشش کر رہی ہیں۔"

"کچھ زیادہ ہی ہوشیار، ہونہہ! جو جی چاہے کہو اور کرو۔ الیکسی فیودوروو چ کی انگلی ذرا سی تو زخمی ہوئی ہے، اتنی سی بات پر آسمان سر پر اٹھانے کی کیا ضرورت ہے؟ اف، مائی ڈیئر الیکسی فیودوروو چ، حالات و واقعات، ہرزن سٹوب یا ان جیسی دوسری چیزیں جب الگ الگ ظہور پذیر ہوتی ہیں مجھے کوئی خاص پریشانی نہیں ہوتی، میری قوت برداشت صرف تب جواب دینے لگتی ہے جب سب کچھ یک دم، یک وقت، پیش آنا شروع ہو جاتا ہے۔"

"ماما، اتنا ہی کافی ہے، اب آپ ہرزن سٹوب کو بھول جائیں۔" لیسے نے خوشی سے چہچہاتے ہوئے کہا۔ "ماما، آپ مجھے پٹیاں اور دوا وغیرہ جلدی جلدی پکڑا دیں۔ الیکسی فیودوروو چ، مجھے اب اس دوا کا نام یاد آ گیا ہے۔ اسے مرہم ڑولاغ (13) کہا جاتا ہے۔ یہ بہت کارگر ہے۔ ماما، اس کا ادھر آتے راستے میں چند لڑکوں سے جھگڑا ہو گیا تھا اور ان میں ایک نے اس کی انگلی کاٹ کھائی، خیر، کیا یہ محض بچگانہ حرکت نہیں؟ اور ابھی یہ خود بھی محض بچہ ہی تو ہے اور ماما، یہ سب کچھ ہو جانے کے بعد اسے شادی کرنے کی اجازت کیسے دی جا سکتی ہے! ماما، کیا آپ سوچ سکتی ہیں یہ شادی کرنا چاہتا ہے! اللہ اللہ! کیا آپ شادی شدہ شخص کی حیثیت سے اس کا خاکہ اپنے ذہن میں بنا سکتی ہیں؟ یہ تو بالکل ہی مضحکہ خیز بات ہو گی، اس کے متعلق تو سوچا بھی نہیں جا سکتا۔"

اور لیسے ایلیوشا کو دزدیدہ انداز سے آنکھ مارتے ہوئے خود ہی مضطربانہ ہنسی ہنستی رہی۔

"یہ شادی کرائے گا، کیا مطلب ہے تمہارا؟ آخر اسے ضرورت ہی کیا آن پڑی ہے؟ اسے شادی وادی بالکل نہیں کرانا چاہیے۔ اس کے علاوہ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس لڑکے کو کسی کتے نے کاٹ کھایا ہو اور وہ بھڑک گیا ہو۔"

"ماما، یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں! کیا لڑکے واقعی بھڑک جاتے ہیں؟"

کیوں نہیں، لیسے! تمہارا خیال ہے میں نے کوئی احمقانہ بات کہہ دی تھی؟ فرض کرو اس لڑکے کو کسی پاگل کتے نے کاٹ لیا ہو اور پھر اپنی باری پر وہ لڑکا جو اسی طرح باؤلا ہو جاتا ہے وہ ادھر ادھر

بھاگنے دوڑنے لگتا ہے اور جو شخص سامنے آتا ہے اسے کاٹ کھاتا ہے۔ الیکسی فیودوروو چ، دیکھو، اس نے پٹی کتنی اچھی باندھی ہے، میں بھی اتنی اچھی مرہم پٹی نہیں کر سکتی جتنا کہ یہ کرتی ہے۔ تمہیں اب بھی درد ہو رہا ہے؟"

"کوئی خاص نہیں۔"

"تم پانی سے تو نہیں ڈرتے ورتے؟" لیسے نے پوچھا۔

"لیسے، اب بس کرو، جانے بھی دو۔ شاید غلطی میری تھی جو میں نے بک دیا۔ ممکن ہے لڑکا باؤلا ہو گیا ہو، لیکن تم کیوں خواہ مخواہ ہنس رہی ہو، بند کرو اپنی یہ ہنسی۔ الیکسی فیودوروو چ، جونہی کاترینا ایوانوونا کو معلوم ہوا کہ تم یہاں ہو، وہ میری جان کو آ گئی: وہ تمہیں ملنا چاہتی ہے، اس کا اصرار ہے کہ وہ تم سے ملنا چاہتی ہے۔"

"اف، ماما، آپ خود اس سے بات کیوں نہیں کر لیتیں۔ یہ اس سے نہیں مل سکتا، ہرگز نہیں مل سکتا، آپ دیکھ نہیں رہیں اسے کتنا درد ہو رہا ہے۔"

"نہیں، مجھے اس وقت کوئی خاص درد نہیں ہو رہا۔" ایلیوشا نے کہا۔ "میں آسانی سے اس کے ساتھ گفتگو کر سکتا ہوں۔"

"کیا تم مجھے چھوڑ کر جا رہے ہو؟ یہ تم کیسے کر سکتے ہو؟"

"کیوں نہیں؟ جونہی میری اس سے گفتگو مکمل ہو گئی میں واپس آ جاؤں گا اور جب تک تم چاہو گی میں تمہارے ساتھ گپ شپ کرتا رہوں گا۔ لیکن میں کاترینا ایوانوونا سے واقعی بلا تاخیر ملنا چاہوں گا کیونکہ، خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے، میں حتی الامکان جلد از جلد واپس خانقاہ جانا چاہوں گا۔"

"ماما، اس سے فوراً پیچھا چھڑا لیں! الیکسی فیودوروو چ، جب تم کاترینا ایوانوونا سے ملاقات کرنے کے بعد فارغ ہو جاؤ، تمہیں ادھر آنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ سیدھے اپنی خانقاہ واپس چلے جانا، خس کم جہاں پاک۔ چلیں، اچھا ہی ہوا جان چھوٹی۔ مجھے ویسے بھی نیند آ رہی ہے، میں ساری رات آنکھ بھی نہیں جھپک سکی۔"

"اف لیسے!" مادام خوخلاکووا کے منہ سے نکلا، "کیا یہ تمہارا کوئی مذاق ہے؟ ہاں، اگر تم واقعی سو جاتی ہو تو یہ دوسری بات ہے!"

"پتا نہیں میں..." ایلیوشا بڑبڑایا، "میں مزید تین منٹ اور اگر تم چاہو تو پانچ منٹ بھی ٹھہر سکتا ہوں۔"

"پانچ منٹ! ماما، اسے فوراً نکال باہر کریں، یہ کسی بلا سے کم نہیں۔"

''لیسے، تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا؟ الیکسی فیودورووچ، آؤ، ہم چلیں۔ یہ آج کل بالکل گھڑی میں تولہ گھڑی میں ماشہ ہوتی رہتی ہے۔ میں اسے مزید مشتعل نہیں کرنا چاہتی، معلوم نہیں یہ کس وقت کیا کر بیٹھے، اس سے نپٹنا خاصا مشکل ہو رہا ہے! اگر ہم اس کی بات پر غور کریں تو شاید یہ واقعی سو جاتی ہو۔ یہاں اپنی موجودگی کے دوران میں تم نے کچھ کیا کرایا ہوگا کہ اسے نیند آنے لگی ہے، شاباش!''

''اری ماما، آپ اتنی پیاری پیاری باتیں کیسی کہتی رہتی ہیں، ڈیئر ماما، جی چاہتا ہے آپ کا منہ چوم لوں۔''

''لیسے، میں بھی یہی چاہتی ہوں۔ الیکسی فیودورووچ، سنو۔'' مادام خوخلاکووا نے ایلیوشا کے ساتھ کمرے سے باہر نکلتے ہوئے سازشی لہجہ اپناتے ہوئے تیز تیز سرگوشیاں کرتے ہوئے کہا، ''میں نہ تو تم پر اثر انداز ہونا چاہتی ہوں اور جو کچھ ہو رہا ہے نہ اس کا معما انکشاف کرنا چاہتی ہوں۔ لیکن میں چاہتی ہوں کہ تم اندر جاؤ اور اپنی آنکھوں سے دیکھو کہ ہو کیا رہا ہے۔ یہ بالکل دل خراش ہے! انتہائی ناقابلِ یقین کامیڈی ہے! اگرچہ وہ محبت تو تمہارے بھائی ایوان فیودورووچ سے کرتی ہے لیکن وہ اپنے آپ کو قائل کرنے کی کوشش کر رہی ہے کہ وہ ایوان فیودورووچ کی بجائے تمہارے بڑے بھائی دمتری فیودورووچ پر فریفتہ ہے۔ یہ بالکل ناگوار اور دل خراش صورت حال ہے۔ میں تمہارے ساتھ اندر چلوں گی اور اگر انہوں نے مجھے باہر نہ نکال دیا، میں وہیں ٹھہری رہوں گی اور دیکھنا چاہوں گی کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔''

5

ڈرائنگ روم میں بحران

تاہم ڈرائنگ روم میں گفتگو پہلے ہی اختتام پذیر ہو رہی تھی۔ اگرچہ کاترینا ایوانوونا بظاہر پُرعزم نظر آ رہی تھی لیکن حقیقتاً وہ بے حد پریشان اور مضطرب تھی۔ جب ایلیوشا اور مادام خوخلاکووا کمرے میں داخل ہوئے، ایوان فیودورووچ اٹھ کر کھڑا ہو چکا اور جانے کا ارادہ باندھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر قدرے زردی کھنڈ رہی تھی اور اسے دیکھ کر ایلیوشا کو دھچکا پہنچا۔ بات دراصل یہ تھی کہ پچھلے کچھ عرصے سے ایلیوشا جس بے یقینی کی کیفیت میں سے گزر رہا تھا، اس سے جو چیستان حل نہیں

ہو رہی تھی، اس کا اب انکشاف ہوا چاہتا تھا۔ تقریباً ایک مہینے سے مختلف لوگ اسے بتا رہے تھے کہ اس کا بھائی ایوان کاترینا ایوانوونا کی محبت میں گرفتار ہو چکا ہے اور اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ وہ دمتری کی ''فیانسے'' پر فدا ہوا ہے۔ چند روز تک تو یہ بات ایلیوشا کو بالکل بے ہودہ اور بے تکی معلوم ہوتی رہی اور اس کے لیے بے حد پریشانی کا باعث بنی رہی تھی۔ اسے اپنے دونوں بھائیوں سے محبت تھی اور ان دونوں کے مابین رقابت کا محض تصور ہی اس کے لیے سوہانِ روح بنا ہوا تھا۔ تاہم ایک دن پہلے خود دمتری فیودورووچ نے اس کے سامنے اچانک اعلان کیا تھا کہ وہ ایوان کی رقابت پر خوش ہے اور یہ کہ اسے امید ہے کہ یہ رقابت اس کے لیے خاصی مددگار ثابت ہوگی۔ مگر کس طرح؟ گروشینکا سے شادی کرنے میں؟ ایلیوشا کا خیال تھا کہ چونکہ اور کوئی تدبیر کارگر ثابت نہیں ہو رہی تھی، دمتری نے اسے آخری چارۂ کار کے طور پر اختیار کر لیا ہے۔ ان تمام باتوں کے قطع نظر گزشتہ شام تک ایلیوشا کو پختہ یقین تھا کہ خود کاترینا ایوانوونا دمتری کی عمیق اور شدید محبت میں گرفتار ہے — مگر اس کا یہ یقین صرف گزشتہ شام تک برقرار رہا تھا۔ علاوہ ازیں وہ یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکا تھا کہ وہ ایوان جیسے شخص کی محبت میں گرفتار ہونے کی اہلیت سے تو محروم ہے، تاہم وہ اس کے بھائی دمتری سے، وہ جیسا کیسا بھی ہے، عمیق اور شدید محبت ضرور کر سکتی ہے خواہ یہ بات کتنی ہی خلافِ عقل اور مضحکہ خیز کیوں نہ نظر آتی ہو۔

تاہم گزشتہ رات گروشینکا کے ساتھ اس کی جو تو تکار ہوئی تھی، اس نے اسے ایک بالکل ہی نیا خیال سجھا دیا تھا۔ لفظ ''دل خراش'' نے، جو ابھی ابھی مادام خوخلاکووا نے استعمال کیا تھا، اسے تقریباً لرزا دیا تھا کیونکہ عین اسی صبح، جب پو پھٹنے پر اس کی اپنی آنکھ کھلی تھی، تو وہ غالباً کسی خواب کے زیرِ اثر اچانک ''دل خراش، دل خراش'' پکارنے لگا تھا۔ کاترینا ایوانوونا کے ہاں جو کچھ ہوا تھا اور حقیقت وہ اسی کے بارے میں ساری رات خواب دیکھتا رہا تھا، اور اب جب ایلیوشا نے مادام خوخلاکووا کے اس براہِ راست اور پُراصرار دعوے پر غور کیا کہ کاترینا ایوانوونا محبت تو دراصل اس کے بھائی ایوان سے کرتی ہے مگر کسی عمیق جذباتی بحران اور تفکر کے عجیب الوضع احساس کے نتیجے میں وہ اپنے آپ کو مسلسل فریب دیے اور ایذا پہنچائے جا رہی ہے کہ وہ دمتری سے محبت کرتی ہے حالانکہ اس کی یہ محبت اس کے محض اپنے ذہن کی پیداوار تھی، اس کی اصل کچھ بھی نہیں تھی، اس کی بنیاد محض ریت پر رکھی گئی تھی۔ ''ہاں،'' اس نے سوچا، ''اس سارے معاملے کی حقیقت محض یہی ہے۔'' اس انکشاف پر وہ بالکل بھونچکا رہ گیا۔ ''جو کچھ میں سوچ رہا ہوں، اگر وہ درست ہے، پھر اس میں ایوان کا مقام کیا بنتا ہے؟'' ایلیوشا کو جبلی طور پر محسوس ہو رہا تھا کہ کاترینا ایوانوونا جیسی عورت کو دوسروں پر حاوی ہونے کی شدید خواہش ہوتی ہے مگر وہ حاوی صرف دمتری جیسے شخص پر ہی ہو سکتی ہے، ایوان جیسے

شخص پر بھی نہیں۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ دمتری اپنی مسرت (اور الیوشا چاہتا بھی یہی تھا کہ وہ خوش رہے) کی خاطر بالآخر اسے اپنے اوپر حاوی ہو جانے دے مگر ایوان اس صورت حال کو کبھی قبول نہیں کرے گا اور اس طرح کی صورت حال کو قبول کر کے وہ کبھی خوش بھی نہیں رہ سکتا۔ الیوشا ایوان کے متعلق اس طرح سوچے بغیر رہ ہی نہیں سکتا تھا۔ اب جب وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہو رہا تھا تو اس قسم کے شکوک اور خیالات اس کے دماغ میں اٹھنا شروع ہو گئے تھے۔ پھر اچانک ایک اور خیال بجلی کے کوندے کی طرح اس کے ذہن میں لپکا اور وہ اسے کسی طور بھی جھٹک نہ سکا: "بالفرض اگر وہ ان دونوں میں سے کسی سے بھی محبت نہیں کرتی، پھر؟"

میں یہاں یہ بتانا چاہوں گا کہ الیوشا کے ذہن میں اس قسم کے جو خیالات آ رہے تھے، ان پر وہ دل ہی دل میں ندامت محسوس کر رہا تھا اور گزشتہ ایک ماہ سے وہ اپنے کو برا بھلا کہتا چلا آ رہا تھا کہ وہ اس طرح کیوں سوچتا ہے؟ "آخر مجھے محبت یا عورتوں کے متعلق معلوم ہی کیا ہے؟" جب بھی وہ اس طرح سوچتا یا قیاس آرائی کرتا، تو وہ اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے کہتا۔ لیکن اس خود ملامتی کے باوجود وہ اس قسم کے خیالات سے چھٹکارا نہیں پا رہا تھا۔ ویسے وہ جبلی طور پر سمجھ رہا تھا کہ رقابت کا یہ مسئلہ اس کے بھائیوں کی زندگی میں زبردست اہمیت کا حامل بن چکا ہے اور آئندہ کیا ہو گا، اس کا بیشتر انحصار اسی پر ہو گا۔

"کتا کتے کو کاٹتا ہے تو کاٹنے دو۔" ایوان نے کل شدید غصے کے عالم میں اپنے بھائی دمتری اور باپ کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا۔ چنانچہ ایوان کی نگاہ میں دمتری ہی وہ کتا تھا جس کا اس نے کہاوت کے حوالے سے ذکر کیا تھا اور غالباً وہ کافی عرصے سے اسے اس طرح کا کتا سمجھتا چلا آ رہا ہے، شاید تب سے جب ایوان کی پہلی مرتبہ کاترینا ایوانوونا سے ملاقات ہوئی تھی! مانا ایوان کے منہ سے یہ الفاظ نادانستہ طور پر نکل گئے ہوں لیکن اس سے یہ اور بھی اہمیت کے حامل ہو گئے ہیں۔ اگر اصل بات یہی ہے پھر دونوں کے مابین صلح و آشتی کا ڈول کیسے ڈالا جا سکتا ہے؟ اس کے برعکس کیا اس سے ان کے خاندان کے افراد کے بیچ دشمنی اور نفرت کی نئی بنیادیں فراہم نہیں ہو جاتیں؟ اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اسے، الیوشا کو، کس کے ساتھ ہمدردی جتانا چاہیے؟ وہ ان دونوں میں سے ہر ایک کی کن الفاظ میں حوصلہ افزائی کر سکتا ہے؟ وہ دونوں سے محبت کرتا ہے لیکن ان تناقضات کی موجودگی میں وہ ان کے لیے کس چیز کی آرزو کر سکتا ہے؟ اگر آدمی اس طرح کی بھول بھلیوں میں پھنس جائے تو وہ آسانی سے اپنے راستے سے بھٹک سکتا ہے۔ لیکن الیوشا کا دل بے یقینی کی کیفیت زیادہ دیر برداشت نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس کی محبت ہمیشہ فعال قسم کی رہی تھی؛ وہ انفعالی انداز سے محبت کر ہی نہیں سکتا تھا۔ جب ایک مرتبہ اس کے دل میں کسی شخص کی محبت پیدا ہو جاتی وہ

جھٹ پٹ تن من دھن سے اس کی مدد کے لیے کمربستہ ہو جاتا۔ لیکن ایسا کرنے سے پہلے اسے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اس کا ہدف کیا ہو گا، اسے یہ دریافت کرنا ہو گا کہ ان میں سے ہر ایک کی ضرورت کیا ہے اور ان کی بھلائی کس چیز میں مضمر ہے، اور جب اسے یہ یقین ہو جائے گا کہ وہ صحیح ہدف کی طرف جا رہا ہے، پھر وہ فطری طور پر صحیح معنوں میں ان میں سے ہر ایک کی مدد کر سکے گا۔ لیکن واضح ہدف کی بجائے اسے چاروں طرف انتشار اور بے یقینی کے ماسوا اور کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ ابھی کچھ ہی دیر پہلے لفظ "دل خراش" استعمال کیا گیا تھا! لیکن امکانی طور پر وہ اس "دل خراش" کی بھی کیا تفہیم کر سکتا ہے؟ اس الجھاؤ میں وہ کوئی چیز بھی سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

جب کاترینا ایوانوونا کی نظر الیوشا پر پڑی، وہ خوشی کے عالم میں جھٹ پٹ ایوان فیودرووچ کی جانب متوجہ ہوئی جو پہلے ہی اٹھ کر کھڑا ہو چکا تھا اور جانے کے لیے پر تول رہا تھا۔

"ابھی مت جائیں!" وہ بولی، "صرف ایک منٹ اور ٹھہر جائیں۔ میں اس نوجوان کی رائے جاننا چاہتی ہوں، مجھے اس پر پورا پورا بھروسا ہے۔ کاترینا اوسی پوونا!" اس نے مادام خوخلاکووا سے مخاطب ہو کر کہا، "آپ بھی کیوں نہیں ٹھہر جاتیں؟"

اس نے الیوشا کو اپنے قریب بٹھا لیا اور مادام خوخلاکووا ان کے سامنے ایوان فیودرووچ کے پاس بیٹھ گئی۔

"آپ لوگ میرے دوست ہیں، ساری دنیا میں میرے واحد دوست ہیں، میرے نہایت پیارے دوست،" اس نے ایک ایسی آواز میں اپنی گفتگو کا آغاز کیا جو شدت جذبات سے کپکپا رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو چھلکا ہی چاہتے تھے۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر الیوشا بے حد متاثر ہوا اور ایک بار پھر اس کے دل میں اس کے لیے ہمدردی کے جذبات موجزن ہو گئے۔ "الیکسی فیودرووچ، کل یہاں جو کچھ پیش آیا، تم اس کے چشم دید گواہ ہو اور تم نے یہ بھی دیکھا تھا کہ میں کس کیفیت میں سے گزر رہی تھی۔ ایوان فیودرووچ، آپ نے یہ منظر نہیں دیکھا تھا، اس نے دیکھا تھا۔ کل اس نے میرے بارے میں کیا سوچا ہو گا، کیا رائے قائم کی ہو گی۔ مجھے معلوم نہیں لیکن میں اتنا جانتی ہوں کہ کل جو کچھ ہوا، اگر آج اس وقت پھر ہو جائے تو میں بالکل وہی کچھ کہوں گی جو میں نے کل کہا تھا ــــ میں انہی جذبات، انہی الفاظ، چہرے، ہاتھوں اور آنکھوں کے ذریعے بالکل انہی تاثرات کا اعادہ کروں گی۔ الیکسی فیودرووچ، تمہیں یاد ہو گا کہ جو کچھ مجھ سے ہوا تھا، تم نے اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کیا تھا کیونکہ ایک موقع پر تم نے خود مجھے روکا تھا..." جب وہ یہ الفاظ کہہ رہی تھی، اس کے گال سرخ ہو گئے اور اس کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔ "الیکسی فیودرووچ، تمہیں معلوم ہونا چاہیے میں راضی برضا ہو کر نہیں بیٹھ سکتی۔ الیکسی فیودرووچ، سنو، مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں

کہ مجھے اب ان سے محبت ہے بھی یا نہیں۔ میرے نزدیک وہ ایک ایسے شخص ہیں جن پر محض ترس ہی کھایا جا سکتا ہے اور ترس محبت کی بنیاد نہیں بن سکتا۔ اگر میں نے ان سے محبت کی ہوتی، اگر میں ان سے محبت کرتی رہتی، پھر غالباً مجھے ان پر ترس کھانے کی ضرورت پیش نہ آتی: اس کی بجائے مجھے ان سے نفرت ہو جاتی..."

اس کی آواز لڑکھڑا گئی اور اس کی پلکوں پر آنسوؤں کے قطرے چمکنے لگے۔ الیوشا دل ہی دل میں کانپ اٹھا۔ "یہ نوجوان خاتون،" اس نے سوچا، "مخلص ہے اور سچ بول رہی ہے... اور اسے اب دمتری سے محبت نہیں رہی!"

"ہاں، یہ سچ ہے!" مادام خوخلاکووا پکار اٹھی۔

"مائی ڈیئر، کاترینا اوسی پونا، ذرا ٹھہریں، میں نے اصل نکتہ تو ابھی بیان ہی نہیں کیا، آپ کو ابھی میں نے بتایا ہی نہیں کہ میں نے کل رات کیا فیصلہ کیا تھا۔ میں جانتی ہوں کہ میرا یہ فیصلہ میرے لیے تباہی کا پیغام لے کر آئے گا، تاہم میں جانتی ہوں کہ جب تک میری سانس میں سانس ہے اسے کبھی نہیں، بالکل کبھی نہیں تبدیل کروں گی۔ میرے مہربان، میرے نیک دل، میرے ثابت قدم اور وسیع القلب مشیر اور دلوں کی کیفیات بھانپ لینے والے عظیم انسان، اس روئے زمین پر میرے واحد دوست، ایوان فیودرووچ نے میرے ہر اقدام کی تائید کی ہے اور میرے فیصلے سے اتفاق کیا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ کیا ہے۔"

"ہاں،" ایوان فیودرووچ نے دھیمے لیکن پُراستقامت لہجے سے کہا، "مجھے اس سے اتفاق ہے۔"

"میں چاہتی ہوں کہ الیوشا بھی (الیکسی فیودرووچ، میں جو تمہیں الیوشا کہہ رہی ہوں، اس کے لیے میں تم سے معذرت خواہ ہوں)، میں چاہتی ہوں کہ الیکسی فیودرووچ میرے ان دو دوستوں کے سامنے مجھے صاف صاف بتائے کہ میں صحیح ہوں یا نہیں؟ مجھے جبلی طور پر محسوس ہو رہا ہے کہ تم، الیوشا، میرے پیارے بھائی (کیونکہ تم میرے پیارے بھائی ہو)،" اس نے اس کے ٹھنڈے ہاتھ کو اپنی گرم انگلیوں کی گرفت میں لیتے ہوئے فرطِ مسرت سے جھوم کر کہا، "مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ اپنی ان تمام ذہنی اذیتوں کے باوجود، جو مجھے برداشت کرنا پڑ رہی ہیں، تمہارے فیصلے سے، تمہاری پسندیدگی سے مجھے ذہنی سکون مل جائے گا کیونکہ جب تم اپنی بات ختم کر چکو گے، میں اس پر کوئی اعتراض نہیں کروں گی، میں اسے اپنا مقدر سمجھ کر قبول کر لوں گی — مجھے کچھ یہی محسوس ہو رہا ہے!"

"مجھے معلوم نہیں کہ آپ مجھ سے کیا پوچھنا چاہتی ہیں،" الیوشا نے شرماتے ہوئے کہا۔ "میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ میں آپ کو پسند کرتا ہوں، آپ سے بہنوں کی طرح محبت کرتا ہوں، یہی

نہیں، میں آپ کے لیے اس سے بھی کہیں زیادہ خوشیوں کے لیے دعا گو ہوں جتنا کہ میں اپنے لیے ہوں!... لیکن سچی بات یہ ہے کہ مجھے ان معاملات کے متعلق کچھ بھی معلوم نہیں..." اس نے کسی وجہ سے تیز تیز بولتے ہوئے مزید کہا۔

"الیکسی فیودرووچ، ان معاملات میں،" وہ پوری سنجیدگی اور متانت سے اسے جواب دینے لگی، "ان معاملات میں اہم ترین چیز عزت، غیرت اور فرض ہوتے ہیں، ان کے علاوہ اور کیا ہے وہ مجھے معلوم نہیں، شاید کوئی بلند تر شے، شاید خود فرض سے بھی کوئی بلند تر چیز۔ مجھے اپنے دل کی گہرائیوں میں محسوس ہوتا ہے کہ ان سے بھی کوئی بلند تر جذبہ ہے جو مجھے مار مار کر سمجھا رہا ہے کہ میں بالکل پیچھے نہ ہٹوں بلکہ ڈٹی رہوں۔ سادہ ترین زبان میں اسے مختصراً یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ میں یہ تہیہ کر چکی ہوں کہ اگر وہ اس... اس زنانی سے، جسے میں کبھی معاف نہیں کر سکوں گی، شادی کر بھی لیتے ہیں تو بھی میں ان سے کبھی قطع تعلق نہیں کروں گی۔" جب وہ یہ بات کہہ رہی تھی اس کی آواز ذہنی اذیت سے، جسے وہ چھپانے میں پوری طرح کامیاب نہیں ہو پا رہی تھی، کانپ رہی تھی۔ "میں دراصل کہنا یہ چاہتی ہوں کہ میں ان کا پیچھا تو نہیں کروں گی نہ اپنی مستقل موجودگی سے انہیں احساس دلاؤں گی اور نہ ان پر بوجھ بنوں گی — اوہ، بالکل نہیں، بلکہ میں تو یہاں سے چلی جاؤں گی اور کسی دوسرے قصبے میں رہائش اختیار کر لوں گی، یہ قصبہ کون سا ہو گا کوئی خاص اہم بات نہیں — مگر کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے میں ان کے احوال سے اپنے آپ کو آگاہ رکھتی رہوں گی اور جب اس زنانی سے ان کا دل بھر جائے گا اور ایک دن یہ لازماً بھر جائے گا، پھر میں انہیں اپنے ہاں آنے کی دعوت دوں گی، پھر انہیں ایک دوست، ایک بہن مل جائے گی... ہاں، صرف بہن، اور کچھ نہیں لیکن بالآخر انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کوئی تو ہے جو صحیح معنوں میں ان کی سچی بہن ہے، جو ان سے پیار کرتی ہے اور جس نے اپنی ساری زندگی ان پر قربان کر دی ہے۔ میں اپنے عزم صمیم سے ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹوں گی، میں تب تک اس پر ڈٹی رہوں گی جب تک وہ مجھے سمجھ نہیں جاتے اور کسی ہچکچاہٹ کے بغیر مجھے اپنا رازدان بنانا سیکھ نہیں لیتے!" وہ کچھ اس انداز سے گفتگو کر رہی تھی جیسے اس پر جنون طاری ہو گیا ہو۔ "میں وہ دیوی ہوں گی جس کی وہ پوجا کیا کریں گے — انہوں نے مجھ سے جو بے وفائی کی اور ان کی خاطر کل مجھے جو کچھ بھگتنا پڑا، اس کے خمیازے کے طور پر انہیں کم از کم اتنا تو کرنا ہی پڑے گا۔ اور انہیں اپنی ساری زندگی کے دوران میں یہ احساس ہوتا رہے گا کہ میں ان کی وفادار ہوں اور تاحیات وفادار رہی ہوں، اور ان کی بے وفائی اور بدعہدی کے باوجود میں اپنے عہد پر سختی سے قائم رہوں گی۔ میں محض ذریعہ... ذریعہ، وسیلہ، واسطہ ہوں گی جس سے وہ اپنی مسرت حاصل کر سکیں گے اور میں ان کی خوشی کا ذریعہ زندگی بھر، ان کی ساری

زندگی کے دوران میں بنی رہوں گی اور جب تک وہ زندہ ہیں، انہیں اسے اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دینا چاہوں گی! یہ ہے میرا فیصلہ! ایوان فیودروویچ مکمل طور پر میری حمایت کرتے ہیں۔"

اس کا دم پھولنے لگا۔ شاید اس کی خواہش تھی کہ وہ اپنے خیالات کا اظہار اس سے کہیں زیادہ وقار، کہیں زیادہ ہنرمندی، کہیں زیادہ قدرتی انداز سے کر سکے لیکن جب وہ بول رہی تھی وہ بے حد مضطرب تھی، اس کا انداز گفتگو بالکل منہ پھٹ قسم کا تھا اور اس نے صلح کی کوئی گنجائش ہی نہیں چھوڑی تھی۔ اس کی باتوں میں جوانی کی لاف گزاف اور استغنا زیادہ تھا۔ صد سے کہیں زیادہ صاف معلوم ہو رہا تھا کہ جو چیز کل اسے غصہ دلانے کی موجب بنی تھی وہ اب بھی اس پر پیچ و تاب کھا رہی ہے، پھر اس میں اپنے فخر و تعلی کی نمائش کی خواہش زیادہ نمایاں تھی اور اپنے اس رویے سے وہ خود بھی اچھی طرح آگاہ تھی۔ اس کے چہرے پر غم و اندوہ کی گھٹا چھا گئی اور اس کی آنکھوں میں اذیت جھلکنے لگی۔ الیوشا یہ سب کچھ سمجھا بھانپ گیا اور اس کے دل میں اس کے لیے ہمدردی کے جذبات امنڈنے لگے۔ عین اسی لمحے اس کے بھائی ایوان نے مداخلت کرنا مناسب سمجھا۔

"میں نے تو محض اپنی رائے کا اظہار کیا تھا:" اس نے کہا: "اگر یہی باتیں کسی دوسری عورت کے منہ سے نکلی ہوتیں تو وہ بناوٹی اور گھڑی گھڑائی معلوم ہوتیں لیکن تمہاری زبان سے نہیں۔ اگر کوئی دوسری عورت ہوتی تو وہ غلط ہوتی لیکن تم راستی پر ہو۔ مجھ میں نہیں آ رہا کہ میں اس کی وضاحت کیسے کروں، تاہم میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ تم بالکل مخلص ہو اور یہی وجہ ہے کہ تم راستی پر ہو۔"

"ہاں، لیکن اس خاص لمحے میں... مگر یہ لمحہ ہے کیا؟ کچھ بھی تو نہیں سوائے اس کے کہ یہ گزشتہ روز کی توہین کا براہ راست ماحصل ہے۔" مادام خوخلاکووا نے، جو بظاہر دخل دینے پر رضامند تو نہیں تھی لیکن اس سے رہا بھی نہ گیا، اچانک بڑی فراست کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"بالکل، بالکل:" ایوان فیودروویچ نے قدرے بے صبری سے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ اس کی اپنی بات میں جو مداخلت ہوئی تھی اس پر وہ خاصا تیخ پا ہے: "بالکل۔ اگر کوئی بھی دوسری عورت ہوتی تو اس کے لیے یہ لمحہ کل کی توہین کا ماحصل ہوتا اور یہ محض ایک لمحہ ہوتا اور وہ بھی عارضی، لیکن جہاں تک کاترینا ایوانوونا کے کردار کی حامل عورت کا تعلق ہے، اس کے لیے یہ لمحہ تاحیات برقرار رہے گا۔ یہ چیز جسے دوسرے محض وعدہ خیال کرتے ہیں، اس کے لیے وہ ایک دوامی، پُرتکان، انتہائی پُرمشقت اور شاید سنگین فرض بن جاتی ہے۔ اس کی یہ آگہی ہی کہ وہ اپنا فرض نبھا رہی ہے، اسے ہمت اور حوصلہ دیتی رہے گی! کاترینا ایوانوونا، اب تمہاری زندگی اپنے ذاتی احساسات، جرأت و دلیری کے ذاتی کارناموں اور ذاتی غم و اندوہ کے متعلق تکلیف دہ انداز سے سوچ بچار کرتے گزرے گی۔ لیکن بعد ازاں تمہارے اس دکھ درد کی شدت میں تخفیف ہو جائے گی

اور پھر جب تم یہ سوچا کرو گی کہ تم نے کس مستقل مزاجی سے اپنا عہد پورا کیا اور اس دوران میں تم نے کس عالی ظرفی کا مظاہرہ کیا تو تمہارا دل خوشی سے ناچ اٹھا کرے گا۔ تم اگرچہ اپنا یہ عہد بہ امر مجبوری نبھاؤ گی کیونکہ تمہارے پاس اور کوئی چارۂ کار بھی تو نہیں، لیکن انجام کار فتح تمہاری ہی ہو گی؛ اس کی آگہی تمہیں ذہنی آسودگی عطا کر دے گی اور تم اپنے مقدر پر قانع ہونا سیکھ جاؤ گی..."

وہ جس انداز سے گفتگو کر رہا تھا اس سے لاریب بغض اور کینہ پروری کا اظہار ہو رہا تھا اور یہ بھی صاف دکھائی دے رہا تھا کہ وہ جو باتیں کر رہا ہے، ان کا ایک واضح مقصد ہے اور یہ مقصد کاترینا ایوانوونا کا تمسخر اڑانا تھا، اور وہ اپنے اس تمسخر کو چھپانے کی بھی کوئی کوشش نہیں کر رہا تھا۔

"اف خدایا! تم نے تو بات کو بالکل ہی غلط معنی پہنا دیے ہیں۔" مادام خوخلاکووا نے واویلا کیا۔

"الیکسی فیودروویچ، تم کیوں نہیں کچھ کہتے؟ میں یہ جاننے کے لیے بے قرار ہو رہی ہوں کہ تمہیں مجھ سے کیا کہنا ہے!" کاترینا ایوانوونا نے قدرے بلند آواز میں کہا اور وہ اچانک زار زار رونے لگی۔

الیوشا صوفے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"مجھے کچھ نہیں ہوا، سب ٹھیک ہے، ٹھیک ہے!" وہ ٹپ ٹپ آنسو بہاتے بولی۔ "بس میرے اعصاب جواب دے گئے ہیں۔ میں گزشتہ شام سے بے حد پریشان ہوں، لیکن اب تم اور تمہارے بھائی جیسے دوستوں کی موجودگی میں میں اپنے آپ کو بہت توانا محسوس کر رہی ہوں... کیونکہ مجھے معلوم ہے... تم دونوں کبھی میرا ساتھ نہیں چھوڑو گے..."

"بدقسمتی سے مجھے شاید کل ماسکو جانا پڑ جائے اور طویل عرصے تک تمہارے ساتھ کوئی ملاقات نہ ہو سکے... اور اہم بات یہ ہے کہ میں اپنے منصوبوں کو تبدیل نہیں کر سکتا:" ایوان فیودروویچ نے یک لخت کہا۔

"آپ ماسکو جا رہے ہیں، کل؟" اچانک کاترینا ایوانوونا کا سارا چہرہ مسخ ہو گیا۔ "اف میرے خدایا، یہ تو بڑی خوش قسمتی کی بات ہوئی، ہے نا؟" وہ ایک ایسی آواز میں بولی جو بالکل تبدیل ہو چکی تھی اور پلک جھپکنے میں اس کے آنسوؤں کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ اس کی اس فوری کایا کلپ پر الیوشا ششدر رہ گیا۔ کہاں تو وہ ایک مسکین اور قسمت کی ماری لڑکی نظر آ رہی تھی جس کی ایک ہی روز پہلے سخت توہین ہوئی تھی اور جو ابھی ابھی دل شکستگی کے عالم میں ٹپ ٹپ آنسو بہا رہی تھی، اور کہاں وہ یکا یکی ایک ایسی عورت میں منقلب ہو گئی تھی جسے اپنی ذات پر مکمل ضبط حاصل تھا بلکہ وہ تو بے حد مسرور بھی نظر آنے لگی تھی جیسے اس نے ابھی ابھی کوئی بہت اچھی خبر سنی ہو۔

"خوش قسمتی کی بات یہ نہیں کہ ہم ایک دوسرے سے جدا ہو رہے ہیں، نہیں، بالکل نہیں:" اس

نے اپنے چہرے پر اونچے طبقوں کی خواتین کی کریم النفس مسکراہٹ سجاتے ہوئے کہا جیسے اپنی غلطی کی اصلاح کر رہی ہو۔ "آپ جیسا دوست اس قسم کی بات غالباً سوچ بھی نہیں سکتا۔ آپ کو کھو کر میں خوش نہیں بلکہ آزردہ ہوں۔" وہ اچانک اٹھی، تیزی سے آگے بڑھی اور اس نے اضطراری طور پر ایوان فیودورووچ کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیے اور انہیں گرم جوشی سے ہلانے لگی۔ "مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ آپ میری خالہ کے جذبات کو ٹھیس پہنچائے بغیر خود اگاشا اور میری خالہ کو دیانت داری سے بتا سکیں گے کہ میں یہاں کس مصیبت میں پھنسی ہوئی ہوں، یہ بات انہیں کس طرح پہنچائی ہے، مجھے یقین ہے آپ اس کا کوئی نہ کوئی طریقہ نکال ہی لیں گے۔ آپ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ میں کتنی ناشاد اور ملول تھی اور یہ سوچ سوچ کر میری روح فنا ہوئی جا رہی تھی کہ میں انہیں خط کیسے لکھ پاؤں گی... کیونکہ اس قسم کی بھیانک خبر صفحۂ تحریر پر لانا بے حد دشوار امر ہے۔ تاہم اب میرے لیے لکھنا آسان ہو گیا ہے کیونکہ آپ خود وہاں موجود ہوں گے اور ہر چیز کی وضاحت کر سکیں گے۔ واہ، میں کتنی خوش ہوں! لیکن یقین مانو تو یہ واحد چیز ہے جس پر میں خوش ہوں۔ تاہم جہاں تک آپ کا تعلق ہے، میرے لیے آپ کا کوئی نعم البدل ہو ہی نہیں سکتا۔ میں ابھی جاتی ہوں اور خط لکھتی ہوں۔" اس نے اچانک اپنی بات ختم کرتے ہوئے کہا، بلکہ اس نے ایک قدم دروازے کی جانب بڑھا بھی دیا۔

"مگر الیوشا کے متعلق کیا خیال ہے؟" مادام خوخلاکووا نے قدرے اونچی آواز میں کہا۔ "تم اس کی رائے سننے کے لیے بہت بے قرار تھیں، سنو گی نہیں؟" اس کے لہجے میں غصیلی اور طنزیہ کاٹ تھی۔

"میں اسے بھولی نہیں،" کاترینا ایوانوونا نے معاً رکتے ہوئے کہا۔ "اور کاترینا اوسی پوونا، اس جیسے موقع پر میرے ساتھ تمہارا رویہ اتنا معاندانہ کیوں ہو گیا ہے؟" اس نے تلخی سے اسے ملامت کرتے ہوئے کہا۔ "میں نے جو کچھ کہا تھا اس پر قائم ہوں: اس کی رائے لینا میرے لیے بے حد اہم ہے: میں تو اس سے بھی آگے جانا چاہوں گی، میں چاہتی ہوں یہ خود ہی فیصلہ کر دے مجھے کیا کرنا چاہیے: میں وہی کروں گی جو یہ کہے گا ــــ الیکسی فیودورووچ، اس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ تم کیا کہتے ہو میں اسے سننے کے لیے کتنی بے قرار ہوں۔ لیکن معاملہ کیا ہے؟"

"میرے تو کبھی ذہن و گمان میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی!" الیوشا نے افسردہ لہجے سے کہا۔

"کیا وہم و گمان میں نہیں آ سکتا تھا ــــ کیا؟"

"یہ ماسکو جا رہی ہیں اور آپ چلا چلا کر کہہ رہی ہیں کہ آپ خوش ہیں ــــ آپ نے یہ

بات سوچ سمجھ کر کہی تھی اور کسی مقصد کے تحت کہی تھی۔ پھر آپ نے پینترا بدلا اور اپنی بات کی وضاحت کرنے لگیں۔ آپ نے کہا کہ اس بارے میں حقیقتاً آپ خوش نہیں بلکہ اس کے برعکس آپ کو افسوس ہو رہا ہے... کیونکہ آپ ایک دوست سے محروم ہو رہی ہیں ــــ اور جب آپ یہ بات کہہ رہی تھیں، تب بھی آپ سوچ سمجھ کر جھوٹ موٹ کی اداکاری کر رہی تھیں... آپ کی ہر بات میں جھوٹ موٹ کی اداکاری تھی بالکل اسی طرح جیسے تھیٹر میں ہوتا ہے!..."

"تھیٹر؟ کیا؟ کیا کہا تم نے؟" کاترینا ایوانوونا پھٹ پڑی، زبردست حیرت و استعجاب سے اس کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا ایک جا رہا تھا اور اس کی بھویں تن گئیں۔

"آپ خواہ کتنے ہی پُر اصرار انداز سے کیوں نہ کہیں کہ ان کے جانے پر آپ ایک دوست کی رفاقت سے محروم ہو جائیں گی،" الیوشا نے تقریباً پھٹی پھٹی آواز میں کہا، "آپ نے ان کے منہ پر بتا دیا ہے کہ ان کا جانا خوش قسمتی کا باعث ہوگا..." وہ میز کے قریب کھڑا رہا اور بیٹھنے سے اجتناب برتتا رہا۔

"تم کیا کہہ رہے ہو میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا..."

"مجھے بھی نہیں آیا... یہ تو بالکل ایسے ہی ہے جیسے مجھ پر ابھی ابھی کشف ہوا ہو..." الیوشا نے اسی کانپتی لڑکھڑاتی آواز میں کہا۔ "مجھے معلوم ہے کہ میں اپنی بات ٹھیک انداز سے بیان نہیں کر پا رہا لیکن میں آپ کو بہرحال سب کچھ بتائے دیتا ہوں۔ اس کشف کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کو میرے بھائی دمتری سے ہرگز کبھی کوئی محبت نہیں ہوئی تھی... بالکل آغاز سے... اور شاید دمتری کو بھی آپ سے کبھی کوئی لگاؤ نہیں ہوا... بالکل ابتدا سے... وہ آپ کا صرف احترام کرتا تھا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے واقعی معلوم نہیں کہ مجھے (آپ لوگوں کے معاملات میں) دخل دینے کا کوئی حق حاصل ہے یا نہیں، تاہم میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ کسی نہ کسی کو سچائی لازماً بے نقاب کرنا چاہیے... کیونکہ یہاں کوئی بھی سچائی بیان کرنا نہیں چاہتا..."

"کیسی سچائی؟" کاترینا ایوانوونا نے چلاتے ہوئے کہا۔ وہ اس طرح بول رہی تھی جیسے اسے ہسٹیریا ہو گیا ہو۔

"اگر آپ سچائی جاننا ہی چاہتی ہیں،" الیوشا نے کچھ یوں مضطرب ہو کر کہا جیسے وہ اپنی مرضی کے خلاف بلندی سے نیچے گرا جا رہا ہو، "پھر ابھی، اسی وقت دمتری کو بلا بھیجیں ــــ وہ کہیں بھی ہو، میں اسے ڈھونڈ نکالوں گا ــــ اور جب وہ یہاں آ جائے اسے پہلے اپنا اور پھر ایوان کا ہاتھ پکڑنے اور اس کے بعد آپ دونوں کے ہاتھ ایک دوسرے کے ہاتھ میں تھمانے دیں۔ آپ ایوان کو محض اس لیے ذہنی اذیت پہنچا رہی ہیں کیونکہ آپ کو اس سے محبت ہے... اور آپ اسے اذیت محض اس

لیے دے رہی ہیں کیونکہ دمتری سے آپ جس محبت کا دعویٰ کر رہی ہیں وہ محبت نہیں محض آپ کا خبط ہے... دمتری سے آپ کی محبت جھوٹ ہے... آپ نے اپنے آپ کو محض یقین دلا رکھا ہے کہ آپ اُس سے محبت کرتی ہیں حالانکہ حقیقتاً آپ اُس سے محبت نہیں کرتیں..."

الیوشا بولتے بولتے رک گیا اور خاموش ہو گیا۔

"تم... تم..." کاترینا ایوانوونا نے جھنجھلا کر کہا۔ غصے سے اس کا رنگ پیلا ہو گیا اور اس کے ہونٹ مسخ ہو گئے۔ "تم، تم، جانوروں کے بالوں کی قمیصیں پہننے والے، ننھے منے مذہبی دیوانے ہو، نرے احمق ہو!"

ایوان فیودرووچ کی اچانک ہنسی چھوٹ گئی اور وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنا ہیٹ اپنے ہاتھوں میں پکڑ رکھا تھا۔

"مائی ڈیئر الیوشا، تم بالکل غلطی پر ہو۔" جب اس نے یہ الفاظ کہے اس کے چہرے پر کچھ اس قسم کے تاثرات تھے جو الیوشا نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے— ان تاثرات میں جوانی کی اخلاص مندی اور صاف باطنی، اور توانا، نہ دبنے والا، بے ہیر اپھیر جذبہ جھلک رہا تھا۔ "کاترینا ایوانوونا نے کبھی محبت نہیں کی! اس سارے عرصے کے دوران میں اسے بخوبی علم تھا کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں حالانکہ میں نے اپنی محبت کے متعلق اس سے کبھی ایک لفظ تک نہیں کہا— اسے یہ بات معلوم تھی لیکن اسے مجھ سے محبت نہیں ہوئی۔ میں اس کا کبھی دوست نہیں رہا۔ ایک دن کے لیے بھی نہیں، یہ غیور و خوددار عورت ہے جسے میری دوستی کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسے میری محض اس لیے ضرورت تھی تاکہ یہ اپنی انتقام کی پیہم آرزو کی تسکین کر سکے۔ اسے دمتری کے ہاتھوں جو جو ذلتیں برداشت کرنا پڑیں— اور ان ذلتوں کا سلسلہ ان کی اولین ملاقات سے ہی شروع ہو جاتا ہے— یہ ان کا بدلہ مسلسل مجھ سے لیتی رہی۔ ان کی آپس میں جو پہلی ملاقات ہوئی تھی، اس کی یاد بھی اس کے دل کو اس طرح ڈستی رہتی ہے جیسے یہ بھی اس کی توہین تھی— اس کا دل بس ہے اس طرح کا! میرا تو بس اتنا کام رہا ہے کہ یہ دمتری کے ساتھ اپنی محبت کی جو طویل اور جذباتی گفتگوئیں کرتی ہے، انہیں سنتا رہوں۔ میں جا رہا ہوں لیکن کاترینا ایوانوونا، جاتے جاتے اتنا بتائے دیتا ہوں کہ وہ واحد شخص ہے جس سے تم محبت کرتی ہو، وہ تمہاری جتنی زیادہ توہین کرتا ہے تمہاری محبت اتنی ہی زیادہ بڑھنے لگتی ہے— اور یہی چیز تمہیں لے ڈوبے گی۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ تم اس سے محض اس لیے محبت کرتی ہو کیونکہ وہ وہ ہے جو کہ وہ ہے، وہ بھلے تمہاری توہین کرتا رہے مگر تم اس سے محبت کرتی رہو گی۔ اگر وہ اپنی اصلاح کر لے تم فوراً اس سے کنارہ کشی اختیار کر لو گی۔ مگر تمہیں اس کی ضرورت ہے تاکہ تم مسلسل اس بات پر ناز کر سکو کہ اس کی وفا کا دم بھر کر تم کتنا بڑا کارنامہ سر انجام

دے رہی ہو اور اسے مطعون کر سکو کہ وہ کتنا بے وفا ہے۔ اور اس سب کچھ کے پیچھے تمہارا پندار کارفرما ہے... مجھے معلوم ہے کہ جو کچھ تم کر رہی ہو، اس کا محرک کسرِ نفسی اور تحقیرِ ذات کا جذبہ ہے لیکن اصلاً اس کے پیچھے تمہارا پندار ہی کارفرما ہے... میں ابھی بالکل ہی نوعمر ہوں اور میں تم سے کچھ زیادہ ہی محبت کرتا رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ مجھے یہ سب کچھ تمہیں نہیں بتانا چاہیے تھا اور مجھے احساس ہے کہ میرے لیے زیادہ پُروقار بات یہی ہو گی کہ میں تمہیں خیر باد کہہ دوں۔ اور اگر میں چلا جاتا ہوں تو یہ اقدام تمہارے لیے کم توہین آمیز ہو گا۔ خیر، میں جا رہا ہوں اور بہت دور جا رہا ہوں، جانے کے بعد میں کبھی واپس نہیں آؤں گا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ مفارقت دائمی ہو گی۔ میں کسی ایسی عورت کے گھٹنے کے ساتھ جڑ کر بیٹھنا نہیں چاہتا جو دل شکستگی کی مریضہ ہو۔ علاوہ ازیں میرے پاس مزید کچھ کہنے کو ہے بھی نہیں، جو کچھ مجھے کہنا تھا میں وہ پہلے ہی کہہ چکا ہوں... خدا حافظ، کاترینا ایوانوونا، تمہیں مجھ پر غصہ نہیں کھانا چاہیے، مجھے پہلے ہی تم سے سو گنا زیادہ سزا مل چکی ہے— چونکہ تم سے دوبارہ کبھی ملاقات نہیں ہو گی، میرے لیے یہ بھی ایک طرح کی سزا ہی ہو گی۔ خدا حافظ۔ نہیں، مجھ سے ہاتھ مت ملاؤ۔ تم جان بوجھ کر مجھے اتنی اذیت پہنچا چکی ہو کہ اس وقت مجھ میں تمہیں معاف کرنے کی ہمت بھی نہیں رہی۔ ہاں، بعد ازاں میں تمہیں ضرور معاف کر دوں گا لیکن اب میں تم سے مطلق ہاتھ نہیں ملاؤں گا۔

Den Dank, Dame, begehr ich nicht!" (14)

اس نے طنزیہ انداز سے مسکراتے ہوئے مزید کہا اور یوں اس نے غیر متوقع طور پر ثابت کر دیا کہ وہ بھی شلر پڑھ چکا ہے اور اسے زبانی یاد کرنے کی مشقت اٹھا چکا ہے— اور یہ ایک ایسی چیز تھی جس کا الیوشا کو پہلے کبھی گمان تک نہیں گزرا تھا۔ وہ کسی کو، حتیٰ کہ اپنی میزبان مادام خوخلاکووا کو بھی، خدا حافظ کہے بغیر باہر نکل گیا۔ الیوشا کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے یا کیا نہ کرے۔ وہ بس ہاتھ مسل رہا تھا۔

"ایوان!" اس نے پریشانی کے عالم میں پیچھے سے چلا کر آواز دی، "ایوان، واپس آ جاؤ۔ نہیں، اب اسے کوئی چیز بھی واپس آنے کی ترغیب نہیں دے سکے گی!" وہ ایک بار اونچی آواز سے بولا۔ اس کے لہجے میں تلخی تھی: وہ صورت حال سمجھ گیا تھا۔ "قصور میرا ہے، غلطی میری تھی، یہ سب کچھ میں نے شروع کیا تھا۔ ایوان نے جو کچھ کہا ہے، غصے اور تلخی کے عالم میں کہا ہے۔ اس کے دل میں اس بھرا ہوا تھا، اسی لیے اس نے جو کچھ کہا اس سے کینہ اور خبثِ باطن جھلک رہا تھا..." الیوشا کچھ اس طرح واویلا کیے جا رہا تھا جیسے اس کا دماغ چل گیا ہو۔

کاترینا ایوانوونا اچانک کمرے سے باہر نکل گئی۔

"تم سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی۔" مادام خوخلاکووا نے پُر ملال ایلوشا سے جوش کے عالم میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ "تمہارا طرزِ عمل فرشتوں جیسا تھا۔ خوب صورت اور اعلیٰ۔ میں ایوان فیودرووچ کو منانے کی پوری کوشش کروں گی کہ وہ یہاں سے نہ جائے..."

ایلوشا کو یہ دیکھ کر سخت صدمہ پہنچا کہ مادام خوخلاکووا کا چہرہ خوشی سے دمک رہا ہے، لیکن اسی لمحے کاتریناایوانوونا واپس آ گئی۔ اس کے ہاتھ میں سو سو روبل کے دو نوٹ تھے۔

"ایلکسی فیودرووچ، میں تم سے خاص عنایت کی طلب گار ہوں۔" اس نے براہِ راست ایلوشا سے مخاطب ہو کر کچھ یوں پُرسکون اور سپاٹ لہجے سے کہا جیسے ایک لمحہ پہلے کچھ بھی تو نہیں ہوا تھا۔ "ایک ہفتہ قبل — ہاں، یہ لازماً ایک ہفتہ پہلے کی بات ہو گی — دمتری فیودرووچ سے کوئی اتفاقاً غیر منصفانہ، بلکہ شرم ناک حرکت ہو گئی تھی۔ یہاں ایک قدرے بدنام جگہ، شراب خانہ، ہے جہاں ان کی ملاقات اس ریٹائرڈ سٹاف کیپٹن سے ہوئی تھی جو تمہارے باپ کے پیغام پہنچایا کرتا تھا۔ پتا نہیں کیا ہوا لیکن واقعہ یہ ہے کہ دمتری فیودرووچ کا اس سٹاف کیپٹن سے جھگڑا ہو گیا۔ انہوں نے تمام لوگوں کی نگاہوں کے سامنے اس کی یوں تذلیل کی کہ اس کی داڑھی پکڑی اور شراب خانے سے گھسیٹ کر باہر گلی میں لے گئے؛ وہ دور تک اسے گھسیٹتے چلے گئے۔ اور کہنے والے مزید کہتے ہیں کہ سٹاف کیپٹن کے بیٹے نے، جو ابھی محض بچہ ہے اور مقامی سکول میں پڑھتا ہے، یہ سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ وہ چیختا چلاتا ادھر ادھر بھاگا پھرا اور جو شخص بھی سامنے آتا، اس سے اپنے باپ کی مدد کے لیے التجائیں کرنے لگا۔ وہ مدد تو کیا کرتے، الٹا ہنسنے لگتے۔ ایلکسی فیودرووچ، میں معافی چاہتی ہوں لیکن جب بھی مجھے دمتری فیودرووچ کا یہ شرم ناک رویہ یاد آتا ہے، میں غصے سے کانپنے لگتی ہوں... یہ اس قسم کی حرکت ہے جو صرف انہی سے سرزد ہو سکتی ہے... ان کا طیش، ان کا غیظ و غضب ہوتا ہی بس ایسا ہے! میں اسے مناسب الفاظ میں بیان کرنے سے قاصر ہوں، بالکل قاصر ہوں... میں نے اس مظلوم شخص کے متعلق تحقیق کی ہے اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ غربت کی زندگی گزار رہا ہے۔ اس کا نام سنیگریوف ہے۔ جب وہ فوج میں تھا، اس سے کوئی غلطی ہو گئی اور اسے ملازمت سے برخاست کر دیا گیا۔ میں تمہیں اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکتی کیونکہ خود مجھے معلوم نہیں۔ اب وہ اور اس کے گھر والے بالکل عسرت کے دن گزار رہے ہیں۔ جس سے پوچھو وہ یہی بتائے گا کہ اس کی بیوی مخبوط الحواس ہے اور اس کے بچے بیمار ہیں۔ وہ کافی عرصے سے اس قصبے میں مقیم ہے۔ کبھی کبھار اسے کوئی چھوٹی موٹی ملازمت مل جاتی ہے۔ حال ہی میں وہ کہیں نقل نویس (کاپی کلرک) کی حیثیت سے کام کر رہا تھا لیکن آج کل وہ بالکل فارغ ہے اور اسے کہیں سے بھی کوئی آمدنی نہیں ہو رہی۔ مجھے تمہارا خیال آیا کیونکہ... یعنی میرا خیال تھا — مجھے کچھ کچھ

نہیں آ رہا، میرا دماغ قدرے پراگندہ ہو رہا ہے — تم سمجھ گئے ہو گے، میں تم سے، ایلکسی فیودرووچ، پیارے ایلکسی فیودرووچ، میں تم سے کہنا چاہتی تھی کہ تم اس کے، اس سٹاف کیپٹن کے پاس جاؤ، کوئی بھی عذر تلاش کر لو، کوئی بھی بہانہ تراش لو، یعنی — اف، خدایا! میرا ذہن کیوں اتنا پراگندہ ہو رہا ہے؟ — اور اسے حزم و احتیاط سے، کچھ اس طریقے سے کہ اسے برا معلوم نہ ہو، اور یہ کام صرف تم ہی کر سکتے ہو (ایلوشا اچانک شرما گیا اور اس کا چہرہ سرخ ہو گیا)، اسے یہ رقم، یہ دو سو روبل، دے آؤ۔ وہ غالباً اسے قبول کر لے گا... یعنی تمہیں اسے یہ رقم لینے کے لیے راضی کرنا ہو گا... نہیں، میرا مطلب یہ نہیں تھا! تم سمجھ گئے ہو گے کہ یہ رقم اس کا غصہ ٹھنڈا کرنے، اسے شکایت درج کرانے سے باز رکھنے کے لیے بطور رشوت نہیں پیش کی جا رہی — معلوم ہوتا ہے کہ وہ بالکل یہی کرنے کی سوچ رہا ہے — بلکہ یہ تو محض اس امر کی علامت ہے کہ مجھے اس سے ہمدردی ہے، میری اس خواہش کی آئینہ دار ہے کہ میں اس کی کچھ مدد کرنا چاہتی ہوں۔ میں اسے یہ رقم دمتری فیودرووچ کی طرف سے ہرگز پیش نہیں کر رہی بلکہ سراسر اس کی منگیتر کی حیثیت سے دے رہی ہوں... مختصراً ساری بات بس یہی ہے... تم یہ کام کر سکتے ہو... یوں تو میں خود بھی اسے کر لیتی ہوں... لیکن تم مجھ سے کہیں بہتر انداز سے کر سکو گے۔ وہ آزرنایا سٹریٹ پر کسی مادام کال مائیکووا کے مکان میں رہتا ہے... ایلکسی فیودرووچ، میری تم سے التجا ہے میری خاطر یہ کام کر دو... لیکن اب... اب میں ذرا تھک چکی ہوں... چنانچہ خدا حافظ..."

وہ اچانک مڑی اور اتنی تیزی سے دروازے کے پردے کے پیچھے غائب ہو گئی کہ ایلوشا کو ایک لفظ تک کہنے کا موقع نہ مل سکا — اور وہ یقیناً اس سے کچھ نہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔ وہ اس سے معافی مانگنا چاہتا تھا، اپنے آپ کو ملامت کرنا چاہتا تھا، بہرحال کچھ نہ کچھ کہنا ضرور چاہتا تھا کیونکہ اس کا دل جذبات سے امنڈ رہا تھا اور وہ کسی بھی صورت کچھ نہ کچھ کہے بغیر کمرے سے باہر نہیں جانا چاہتا تھا۔ ابھی وہ اسی ادھیڑ بن میں مصروف تھا کہ مادام خوخلاکووا نے اسے بازو سے پکڑا اور خود اسے باہر لے گئی۔ استقبالیہ کمرے میں اس نے اسے دوبارہ روک لیا۔

"وہ خوددار ہے، وہ اپنے قلب کی گہرائیوں میں کسی کشمکش سے دوچار ہے۔" مادام خوخلاکووا نے نیم سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن وہ رحم دل، فیاض، وسیع القلب اور پُرکشش ہے۔ اخ، میں اس سے بے حد پیار کرتی ہوں، اتنا کہ بعض اوقات یہ معقولیت کی تمام حدود پار کر جاتا ہے — اخ، ایک بار پھر مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے، ہر چیز کے بارے میں میں خوشی سے کتنی سرشار ہو رہی ہوں! ڈیئر ایلکسی فیودرووچ، میرا خیال ہے تمہیں تو معلوم نہیں لیکن میں تمہیں بتائے دیتی ہوں کہ ہم سب، میں، اس کی دونوں خالائیں، بلکہ لیسے بھی، صرف ایک بات کی امید لگائے بیٹھی ہیں، مسلسل دعائیں

کر رہی ہیں کہ وہ تمہارے چہیتے دمتری فیودوروچ کا پیچھا چھوڑ دے جو اس سے قطعاً محبت نہیں کرتا اور نہ اس کے ساتھ کسی قسم کا تعلق برقرار رکھنا چاہتا ہے؛ اور ہماری خواہش ہے کہ وہ ایوان فیودوروچ کے ساتھ شادی کر لے۔ ایوان فیودوروچ بڑا نفیس الطبع شخص ہے اور دنیا کی کسی بھی دوسری چیز کی نسبت اس سے کہیں زیادہ پیار کرتا ہے۔ ہم سب اس سازش میں شریک ہیں اور شاید یہی واحد چیز میری یہاں سے روانگی میں رکاوٹ بنی ہوئی ہے...."

"مگر وہ تو رو رہی تھی، وہ ابھی تک محسوس کر رہی ہے کہ اس کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی گئی ہے، اس کی توہین کی گئی ہے،" ایلیوشا نے قدرے بلند آواز میں کہا۔

"ایلکسی فیودوروچ، عورتوں کے آنسوؤں پر کبھی یقین نہ کرو— اس قسم کے معاملات میں میں ہمیشہ عورتوں کی مخالف ہوتی ہوں اور مردوں کی طرف داری کرتی ہوں۔"

"ماما! آپ اسے گمراہ کر رہی ہیں، اسے خراب کر رہی ہیں،" ملحقہ کمرے سے لیسے کی باریک آواز سنائی دی۔

"نہیں، یہ سب میرا قصور ہے، ہر بات کا الزام مجھی پر آتا ہے!" ایلیوشا نے غمگین لہجے میں کہا؛ اس نے جس بے لگام جذبات کا اظہار کیا تھا، اس پر وہ سخت شرمندہ تھا اور اس نے اپنا چہرہ بھی ہاتھوں میں ڈھانپ لیا۔

"نہیں، تم سے کوئی قصور سرزد نہیں ہوا، اس کے برعکس تمہارا طرز عمل فرشتوں کا تھا، بالکل فرشتوں کا۔ اگر یہ بات مجھے ہزار بار دہرانا پڑے تو میں دہراتی رہوں گی۔"

"ماما، آپ کا 'فرشتوں کا' سے کیا مطلب ہے؟" لیسے کی مدھم آواز دوبارہ سنائی دی۔

"جو کچھ ہو رہا تھا جب میں نے وہ دیکھا،" ایلیوشا نے یوں اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا جیسے لیسے نے جو کچھ کہا تھا، وہ اسے سنائی ہی نہیں دیا تھا۔ "پتا نہیں کیا وجہ تھی کہ اچانک میرے ذہن میں خیال آیا کہ وہ ایوان سے محبت کرتی ہے اور اس سوچ کے ساتھ ہی میرے منہ سے بڑی احمقانہ سی بات نکل گئی... اور اب کیا ہوگا؟"

"کس کے ساتھ ہوگا؟" لیسے نے اونچی آواز سے کہا۔ "ماما، آپ مجھے یقیناً مروا کر ہی دم لیں گی۔ میں آپ سے پوچھے جا رہی ہوں اور آپ ہیں کہ جواب ہی نہیں دے رہیں۔"

عین اسی لمحے خادمہ بھاگتے دوڑتے اندر آ گئی۔

"کاتریا ایوانونا کی طبیعت خراب ہو گئی ہے.... وہ رو رہی ہیں.... انہیں دورہ پڑ گیا ہے.... وہ یقیناً خود کو زخمی کر لیں گی۔"

"یہ کیا ہو رہا ہے؟" لیسے نے پُرتشویش لہجے سے چلاتے ہوئے کہا۔ "دورہ تو مجھے پڑنا چاہیے

نہ کہ انہیں!"

"خدا کے لیے، لیسے، یہ چیخ چہاڑ بند کرو، مجھ پر ترس کھاؤ۔ تم ابھی اتنی چھوٹی ہو کہ تمہیں بڑوں کی ہر بات بتائی نہیں جا سکتی۔ میں ابھی واپس آتی ہوں اور تمہیں وہ سب کچھ بتا دوں گی جو تمہیں بتایا جا سکتا ہے۔ اف، میرے خدایا، میرے خدایا! میں آ رہی ہوں، بھئی، کہا نا میں آ رہی ہوں... ہسٹیریا... یہ تو بڑی اچھی علامت ہے۔ ایلکسی فیودوروچ، یہ بھی اچھا ہی ہوا کہ اسے ہسٹیریا کا دورہ پڑ رہا ہے۔ اس سے اس کا بھلا ہی ہوگا۔ جب حالات اس مرحلے پر پہنچ جائیں، میں ہمیشہ عورتوں کے خلاف موقف اختیار کر لیتی ہوں، خواہ یہ کتنے ہی آنسو بہائیں، انہیں کتنے ہی ہسٹیریا کے دورے پڑیں۔ یولیا، جاؤ۔ جلدی کرو اور اسے بتا دو کہ میں جلد از جلد اس کے پاس پہنچ رہی ہوں۔ یہ سراسر اس (کاتریا ایوانونا) کا قصور ہے کہ ایوان فیودوروچ اس طرح چلا گیا ہے۔ لیسے، خدا کے لیے یہ چیخنا چلانا بند کر دو! اف، یہ میں کیا کہہ گئی، چلا تم نہیں، میں رہی ہوں: اپنی اس ماں کو معاف کر دو جو تم سے بہت محبت کرتی ہے۔ لیکن میں کتنی خوش ہوں، کتنی خوش ہوں! اور ایلکسی فیودوروچ، تم نے دیکھا نہیں کہ جب نوجوان ایوان فیودوروچ کمرے سے باہر نکلا تو وہ کتنا وجیہہ دکھائی دے رہا تھا؟ اس نے جو کہنا تھا، کہا اور چلا گیا! میں اسے غلط سمجھی، میں یہی خیال کرتی رہی کہ وہ بس عالم آدمی ہے اور عالم بھی خشک قسم کا، مگر وہ تو بڑا مزے دار آدمی نکلا، اتنا پُرجوش، اتنا مخلص اور اتنا بھرپور، خوش گفتار، فی البدیہہ نکتہ ور اور اعلیٰ مردانگی کا نمونہ، اسے دیکھ کر، اس سے مل کر کتنا لطف آیا، کتنا پُرکشش تھا اور جس انداز سے اس نے جرمن مصرعے کا حوالہ دیا، وہ کتنا پُرلطف تھا، بالکل اسی طرح جس کی توقع میں تم سے کرتی رہتی ہوں! لیکن ایلکسی فیودوروچ، مجھے جلدی جانا ہوگا، مجھے اڑ کر جانا ہوگا۔ تم بھی جلدی جلدی اپنا وہ کام نپٹا آؤ جو تمہارے ذمے لگایا گیا ہے اور پھر عجلت سے واپس آ جاؤ۔ لیسے، تمہیں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں؟ ایلکسی فیودوروچ، اب جاؤ بھی نا، ایک سیکنڈ بھی ضائع نہ کرو، یہ سیدھا تمہارے ہی پاس آئے گا...."

آخرکار مادام خوخلاکووا تیز تیز قدم اٹھاتے چلی ہی گئی۔ ایلیوشا نے جانے سے پہلے دروازہ کھولنے اور لیسے کو ایک نظر دیکھنے کا فیصلہ کر لیا۔

"خبردار، بالکل نہیں، قطعاً نہیں!" لیسے نے گلا پھاڑ کر کہا۔ "جہاں تک آ گئے ہو وہیں رہو، ایک قدم بھی آگے نہ بڑھاؤ۔ جو کچھ کہنا ہے بس وہیں کھڑے کھڑے کہہ ڈالو۔ میں تو صرف اتنا جاننا چاہتی ہوں کہ تمہارا نام فرشتہ کیوں پڑ گیا ہے؟"

"لیسے، ایک احمقانہ حرکت کرنے پر! خدا حافظ۔"

"اس طرح جانے کی جرأت مت کرو!" لیسے نے چلاتے ہوئے کہا۔

"لیے، مجھے جانا ہوگا! میں تمہیں بتا نہیں سکتا کہ میرا کس قدر ناک میں دم آ چکا ہے! میں اتنا پریشان ہوں کہ میرا دماغ شل ہو گیا ہے لیکن میں جلد از جلد واپس آنے کی کوشش کروں گا۔"
اور وہ انتہائی تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔

6

فلیٹ میں بحران

وہ واقعی بے حد پریشان تھا، اتنا کہ وہ اس سے پہلے شاید ہی کبھی ہوا ہوگا۔ اشتیاق کے عالم میں اس سے زبردست غلطی ہو گئی تھی۔۔۔ اور اس سے یہ خطا ہوئی کہاں تھی؟ دل کے معاملات میں! "میں ان امور کے بارے میں بالکل ہی لاعلم ہوں، مجھے تو ان کی ابجد کا بھی علم نہیں۔" اس نے یہ بات کوئی سوویں مرتبہ اپنے آپ سے کہی اور ہر بار شرمندگی سے اس کا چہرہ سرخ ہو جاتا۔ "شرمندگی اتنی اہم نہیں۔۔۔ شرمندگی میرے لیے بالکل موزوں سزا ہے اور میں اس کا پوری طرح مستحق ہوں۔۔۔ مصیبت یہ ہے کہ میں اب دوسروں کے لیے مزید مصائب کا باعث بننے والا ہوں... ستارتس نے مجھے ان کی ایک دوسرے سے صلح کرانے اور انہیں اتفاق کی لڑی میں پرونے کے لیے بھیجا تھا۔ کیا انہیں ایک دوسرے کے قریب لانے کا یہ صحیح طریقہ ہے؟" یہاں اسے ایک مرتبہ پھر یاد آیا کہ اس نے کس طرح "ان کے ہاتھ ملوائے تھے" اور ایک مرتبہ پھر اسے شرمندگی نے گھیر لیا۔ "اگرچہ میں نے یہ سب کچھ پورے خلوص سے کیا ہے، مجھے مستقبل میں زیادہ سمجھ داری سے کام لینا ہوگا۔" اس نے اچانک (دل میں) فیصلہ کر لیا لیکن اس کے اس فیصلے سے اس کے چہرے پر مسکراہٹ کی رمق تک نمودار نہ ہوئی۔

کاترینا ایوانوونا نے اسے آزرنایا سٹریٹ جانے کی ہدایت کی تھی: اس کے بھائی دمتری کی جائے رہائش راستے میں پڑتی تھی۔ یہ آزرنایا سٹریٹ کے بالکل قریب ایک بغلی گلی میں تھی۔ اگرچہ الیوشا کو یہ توقع تو نہیں تھی کہ اس کی اپنے بھائی سے ملاقات ہو پائے گی، اس نے سٹاف کیپٹن کے ہاں جانے سے پہلے بہرحال وہاں جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اسے یہ گمان تھا کہ اب اس کا بھائی اس کی نگاہوں سے چھپنے کی کوشش کر رہا ہوگا مگر کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے وہ اسے بہر صورت تلاش کر کے ہی دم لے گا۔ مزید برآں وقت اڑتا جا رہا تھا اور پھر جب سے وہ خانقاہ سے باہر آیا تھا، یہ تصور بھی

کہ ستارتس آہستہ آہستہ موت کی آغوش میں جا رہا ہے، اس کے لیے سوہان روح بنا ہوا تھا۔

کاترینا ایوانوونا نے اسے جو واقعہ سنایا تھا، اس میں ایک نکتہ ایسا تھا جس نے اس کے اپنے تجسس کو ابھار دیا تھا: جب اس نے سٹاف کیپٹن کے نوعمر بیٹے کا ذکر کیا تھا جو روتے روتے اپنے باپ کے پاس بھاگا بھاگا پہنچا تھا، الیوشا کو اس وقت بھی خیال گزرا تھا کہ یہ غالباً وہی طالب علم ہے جس نے اس کی انگلی کاٹ کھائی تھی جب وہ اس سے پوچھ گچھ کر رہا تھا کہ وہ اس کی ناراضگی کا کیسے سبب بنا ہے اور اب تو اسے اس چیز کا مطلق یقین ہو گیا تھا لیکن کیسے، یہ اسے خود بھی معلوم نہیں تھا۔ اب چونکہ اس کا ذہن دوسرے امور میں مصروف ہو گیا تھا، اس نے تہیہ کر لیا کہ وہ ابھی ابھی جس مصیبت کا موجب بنا تھا، وہ فی الحال اس کے متعلق کچھ نہیں سوچے گا اور نہ اس کے متعلق پشیمان ہو کر اپنے آپ کو ذہنی اذیت میں مبتلا کرے گا بلکہ اب اس کی سوچ مثبت ہوگی اور جوں جوں کوئی صورت حال پیدا ہوگی وہ موقع محل کے مطابق اس سے نپٹے گا۔ اس فیصلے سے اس کا ذہنی سکون بحال ہو گیا۔ جب وہ اپنے بھائی دمتری کے گھر کی جانب جاتے ہوئے بغلی گلی میں مڑا تو اسے کچھ بھوک محسوس ہونے لگی۔ اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا، اور وہ ڈبل روٹی نکالی جو وہ اپنے باپ کے گھر سے رخصت ہوتے وقت اپنے ساتھ لایا تھا۔ اسے کھا کر اسے نئی توانائی مل گئی اور وہ اپنے آپ کو پہلے سے بہتر محسوس کرنے لگا۔

دمتری گھر پر نہیں تھا۔ اس چھوٹے سے مکان کے مکین۔۔۔ ایک بوڑھا بڑھئی، اس کی معمر بیوی اور ان کا بیٹا۔۔۔ اسے شک و شبے کی نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ "وہ گزشتہ تین راتیں یہاں نہیں سویا،" بوڑھے نے اس کے تابڑ توڑ سوالوں کے جواب میں کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ وہ کہیں اور چلا گیا ہو۔" الیوشا کو اندازہ ہوا کہ بوڑھا جو کچھ کہہ رہا ہے وہ اسے پہلے ہی پڑھا سکھا دیا گیا ہوگا۔ جب اس نے پوچھا کہ دمتری کہیں گروشینکا کے ہاں تو نہیں چلا گیا یا شاید وہ فوما کے ہاں جا کر چھپ گیا ہو (الیوشا نے ان تفصیلات کا ذکر عمداً کیا تھا)، تو جواب میں سارے خاندان نے اسے جس انداز سے دیکھا اس میں خوف جھلک رہا تھا۔ "معلوم ہوتا ہے یہ لوگ اس کا تحفظ کرنا چاہتے ہیں،" الیوشا نے سوچا "یہ اس کے طرف دار ہیں۔۔۔ اور یہ اچھی علامت ہے۔"

آخرکار آزرنایا سٹریٹ پر اسے مادام کال مانکیووا کا مکان مل ہی گیا۔ یہ خستہ حال اور غیر متوازن عمارت تھی۔ اس کی صرف تین کھڑکیاں گلی کی جانب کھلتی تھیں اور اس کے غلیظ صحن کے عین درمیان میں ایک گائے تنہا کھڑی تھی۔ صحن کا دروازہ ایک ہال میں کھلتا تھا جس کے بائیں جانب مالکہ مکان اور اس کی بیٹی رہتی تھیں۔ دونوں ہی بوڑھی اور بظاہر بہری تھیں۔ سٹاف کیپٹن کے متعلق سوال کے (اور یہ سوال اسے بار بار دہرانا پڑا) جواب میں ایک نے آخرکار یہ اندازہ لگاتے

ہوئے کہ وہ ان کے کرایہ داروں کے بارے میں استفسار کر رہا ہے، ہال کے پار ایک دروازے کی جانب اشارہ کیا جو مکان کے علیحدہ حصے میں کھلتا تھا۔ سٹاف کیپٹن کی رہائش گاہ واحد کمرے پر مشتمل تھی۔ ایلوشا دروازہ کھلوانے کے لیے کھٹکنے پر ہاتھ رکھا ہی چاہتا تھا کہ اسے عجیب و غریب خاموشی کا احساس ہوا جو اس حصے پر چھائی ہوئی تھی۔ لیکن کاتریا ایوانوونا کی باتوں سے وہ جان چکا تھا کہ کیپٹن اکیلا نہیں بلکہ اپنے پورے خاندان کے ساتھ رہتا ہے۔ "یہ لوگ یا تو سوئے ہوئے ہیں یا شاید انہوں نے میرے قدموں کی چاپ سن لی ہے اور اب انتظار کر رہے ہیں کہ میں خود ہی دروازہ کھول لوں گا؛ میرے لیے بہتر یہی ہے کہ پہلے میں دستک دے لوں۔" اور یہ دستک اس نے دے دی۔ جواب آیا تو ضرور لیکن فوراً نہیں بلکہ کوئی دس سیکنڈ بعد۔

"کون؟" بلند اور کھلم کھلا جارحانہ آواز سنائی دی۔

ایلوشا نے دروازہ کھولا اور دہلیز پار کر گیا۔ اس نے دیکھا کہ جس کمرے میں وہ داخل ہوا ہے وہ اگرچہ خاصا فراخ ہے مگر لوگوں اور الم غلم اشیا سے بھرا پڑا ہے۔ بائیں جانب خاصا بڑا روسی سٹوو تھا۔ سٹوو سے بائیں جانب کی کھڑکی تک کمرے کے آر پار الگنی تنی ہوئی تھی جس پر طرح طرح کے بوسیدہ ملبوسات لٹک رہے تھے۔ دائیں اور بائیں جانب ہر دیوار کے ساتھ ایک ایک پلنگ پڑا تھا جس پر کڑھی ہوئی چادر بچھی ہوئی تھی۔ بائیں طرف کے پلنگ پر چار تکیے، جن پر چھینٹ کے غلاف چڑھے ہوئے تھے، کچھ اس طور رکھے ہوئے تھے کہ سب سے بڑا سب سے نیچے اور سب سے چھوٹا سب کے اوپر تھا۔ دائیں جانب کے دوسرے پلنگ پر صرف ایک چھوٹا سا تکیہ رکھا ہوا تھا۔ دروازے کے نزدیک کے کونے کو، ایک اور الگنی پر جو دونوں ملحقہ دیواروں کے بیچ تنی ہوئی تھی، بستر کی چادر یا کسی دوسرے کپڑے کا پردہ لٹکا کر باقی کمرے سے علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ اس پردے کے پیچھے بنچ کے ساتھ کرسی جوڑ کر ایک اور بستر بنا لیا گیا تھا۔ دیہاتی وضع کی سادہ چوکور میز دروازے کے قریبی کونے سے اٹھا کر درمیانی کھڑکی کے قریب رکھ دی گئی تھی۔ تینوں کھڑکیاں، جن میں سے ہر ایک چھوٹے چھوٹے سبزی مائل بلکہ بدرنگ شیشوں کے چار چار خانوں پر مشتمل تھی، مضبوطی سے کس کر بند کر دی گئی تھیں۔ یوں کمرہ تاریک بھی ہو گیا تھا اور اس میں تازہ ہوا کا گزر نہ ہونے کے باعث قدرے گھٹن بھی ہو گئی تھی۔ میز پر فرائی پین (Frying Pan)، جس میں تلے ہوئے انڈوں کا بچا کھچا پڑا تھا، ادھ کھایا ہوا توس اور ووڈکا کی بوتل، جس میں صرف تلچھٹ ہی باقی رہ گئی تھی، رکھی ہوئی تھی۔

کمرے میں بائیں جانب کے پلنگ کے قریب کرسی پر ایک خاتون بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے چھینٹ کے ملبوسات پہنے ہوئے تھے۔ دیکھنے میں وہ خاصی نفاست پسند اور مہذب معلوم ہوتی تھی۔

دبلے اس کا چہرہ حسین، لاغر اور زرد تھا اور اس کے گال اندر کو دھنسے ہوئے تھے جن پر ایک نظر ڈالتے ہی آدمی کو اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ بے حد بیمار ہے۔ لیکن جس چیز نے ایلوشا کی توجہ سب سے زیادہ اپنی طرف منعطف کرائی، وہ اس ابھاگی عورت کی نگاہیں تھیں۔۔۔ ان نگاہوں سے شدت کا تجسس جھلک رہا تھا۔ مگر اس کے ساتھ ہی ان میں نہایت زبردست حقارت بھی موجود تھی۔ جب تک ایلوشا گھرانے کے سربراہ سے مصروف گفتگو رہا اور جب تک خود اس نے بات کرنے کے لیے اپنا منہ نہ کھولا، وہ اسی تجسس اور حقارت کے ساتھ اپنی بڑی بڑی بھوری آنکھیں ایک متکلم سے دوسرے متکلم تک گھماتی رہی۔ اس عورت کے پاس بائیں ہاتھ کی کھڑکی کے قریب ایک نوخیز دوشیزہ کھڑی تھی۔ اس کی شکل واجبی، بال باریک اور لباس سستا لیکن صاف ستھرا تھا۔ اس نے ایلوشا کا، جب وہ کمرے میں داخل ہوا، ناپسندیدگی سے جائزہ لیا۔ دائیں جانب کے بستر کے قریب ایک اور رحم انگیز نسوانی مخلوق بیٹھی تھی۔ تھی وہ بھی نوجوان۔۔۔ اس کی عمر بھی کوئی بیس سال ہوگی۔۔۔ لیکن اس حالت میں دیکھ کر آدمی کو خواہ مخواہ اس پر ترس آنے لگتا تھا۔ وہ خمیدہ کمر تھی اور جیسا کہ ایلوشا کو بعد میں معلوم ہوا اس کی ٹانگیں مفلوج اور بالکل بیکار ہو چکی تھیں۔ اس کی بیساکھیاں پلنگ اور دیوار کے بیچ کونے میں کھڑی تھیں۔ اس بدقسمت لڑکی نے ایلوشا کو ایک نظر دیکھا؛ اس کی انتہائی خوب صورت اور شفیق آنکھیں پکار پکار کر اعلان کر رہی تھیں کہ وہ اپنی قسمت پر صابر و شاکر ہے اور اس میں شکایت کرنے کا یارا نہیں۔ میز کے سامنے بنچ پر ایک پینتالیس سالہ کوتاہ قامت، دبلا پتلا اور نحیف و زار شخص بیٹھا بچے کھچے انڈوں کا صفایا کر رہا تھا۔ اس کی چھدری داڑھی اور سر کے بال سرخ تھے اور اس کی داڑھی بالکل نہانے کا آنچھا یا جھانواں معلوم ہو رہی تھی۔ (ایلوشا کو بعد ازاں یاد آیا کہ جونہی اس کی نگاہیں اس کی داڑھی پر پڑی تھیں، بے تامل، خاص طور پر لفظ "جھانواں"، معاً اس کے ذہن میں آ گیا تھا۔) بظاہر یہی وہ شخص تھا جس نے "کون" کہا تھا کیونکہ کمرے میں کوئی دوسرا بالغ مرد موجود نہیں تھا۔ لیکن جونہی ایلوشا اندر داخل ہوا وہ آناً فاناً بنچ سے اٹھا اور پھٹے پرانے نیپکن سے منہ پونچھتا بجلی کی رفتار سے ایلوشا کی جانب لپکا۔

"خانقاہ کا کوئی راہب خیرات مانگنے آیا ہے!" اس لڑکی نے با آواز بلند کہا جو بائیں جانب کے کونے میں کھڑی تھی۔ "کیا صحیح جگہ آیا ہے!"

لیکن وہ شخص جو تیزی سے ایلوشا کی جانب لپکا تھا، معاً الٹے قدموں اس کی جانب مڑا اور نہایت پریشان اور لڑکھڑاتے لہجے سے کہنے لگا:

"وارورا نکولاونا، نہیں، یہ بات نہیں، تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے!" اور پھر وہ ایکا ایکی ایلوشا کی جانب مڑا اور اس سے پوچھنے لگا: "کیا میں آپ سے یہ پوچھنے کی جسارت کر سکتا ہوں کہ آپ کی

یہاں... اس خانہ خراب میں... تشریف آوری کیسے ہوئی؟"

الیوشا نے اس شخص کا بغور جائزہ لیا کیونکہ اس نے اس سے پہلے اسے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس شخص میں کوئی بات ایسی ضرور تھی جو کذب تھی، آدمی کو غیر متحمل مزاج بنا سکتی تھی اور اسے غصہ دلا سکتی تھی۔ اگر چہ بالکل صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ ابھی ابھی شراب نوشی کرتا رہا ہے مگر وہ کسی لحاظ سے بھی مدہوش نہیں تھا۔ اس کے چہرے پر جو تاثرات جھلک رہے تھے وہ اس بات کی علامت تھے کہ یہ شخص انتہا درجے کا بددماغ ہے لیکن اس کے ساتھ ہی—— اور یہ بات بے حد عجیب تھی—— وہ بے خطا طور پر یہ عندیہ بھی دے رہے تھے کہ وہ بزدل آدمی ہے۔ دیکھنے میں وہ ایک ایسا شخص معلوم ہورہا تھا جسے مدتوں جور و ستم کا نشانہ بنایا جاچکا ہو اور جس نے بے پناہ سختیاں جھیلی ہوں لیکن جو اچانک فیصلہ کر چکا ہو کہ معاملہ حد سے نکل چکا ہے، وہ مزید کچھ برداشت نہیں کرے گا اور اپنے آپ کو منوائے بغیر نہیں رہے گا یا بہ الفاظ دیگر وہ ایک ایسا شخص تھا جو دوسروں کی پٹائی کرنے کے لیے تملا رہا ہو لیکن اس کے ساتھ ہی اسے یہ خوف بھی لاحق ہو کہ کہیں دوسرے پہل نہ کر دیں اور اس کی ٹھکائی کر دیں۔ اس کے انداز گفتار اور اس کی قدرے تیکھی آواز کے اتار چڑھاؤ سے اس کی اولوالعزمی کا عندیہ ملتا تھا؛ اس کا مزاج کبھی کینہ پرور اور کبھی عاجزانہ اور اطاعت شعارانہ دکھائی دینے لگتا، وہ کبھی ایک حالت پر قائم نہ رہتا بلکہ ہردم تبدیل ہوتا رہتا۔ جب اس نے ترکیب "خانہ خراب" استعمال کی تھی، معلوم ہوتا تھا اس کا سارا جسم کانپنے لگا ہے اور آنکھیں باہر نکلی پڑ رہی ہیں۔ وہ الیوشا کے اتنے قریب آ گیا کہ موخرالذکر جبلی طور پر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس کی بے حد پتلے کپڑے سے بنی دھاری دار پتلون کی سلائی جس انداز سے ہوئی تھی اس کا اب کہیں رواج نہیں رہ گیا تھا۔ پتلون کی میریوں پر سلوٹیں پڑ چکی تھیں اور وہ کچھ اس طور اس کے لیے چھوٹی ہو چکی تھی کہ معلوم ہوتا تھا کہ اس کا اپنا قد تو بڑھ گیا ہے لیکن پتلون چھوٹی کی چھوٹی رہ گئی ہے۔

"میں... الیکسی کرامازوف ہوں..." الیوشا نے جواب میں کہا۔

"میں جانتا ہوں..." اس شخص نے تڑاق پڑاق جوابی وار کیا اور یوں اس نے واضح کر دیا کہ اسے خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ الیوشا کون ہے۔ "اور میں آپ کا خادم سٹاف کیپٹن سنگریوف ہوں۔ بہرحال میں جاننا چاہتا ہوں کہ آپ کو کسی کتے نے کاٹا تھا کہ..."

"مجھے کسی کتے وتے نے نہیں کاٹا۔ بس مجھے یونہی خیال آیا کہ آپ سے ملتا چلوں اور سچی بات تو یہ ہے کہ میں آپ کو کچھ بتانا چاہتا تھا... اگر صرف اجازت دیں..."

"اگر یہ بات ہے، پھر جناب، یہ کرسی حاضر ہے، تشریف رکھیں۔ پرانے زمانے کے مزاحیہ ڈراموں میں لوگ کچھ یہی کہا کرتے تھے: 'تشریف رکھیں...'" اور سٹاف کیپٹن نے تیزی سے ہاتھ

بڑھاتے ہوئے ایک خالی کرسی اٹھائی (کرسی بالکل معمولی، دیہاتی وضع کی اور سخت تھی) اور اسے تقریباً کمرے کے وسط میں رکھ دیا۔ پھر اس نے بالکل اسی قسم کی کرسی اپنے لیے اٹھائی اور الیوشا کے بالکل سامنے اتنا قریب بیٹھ گیا کہ ان کے گھٹنے تقریباً چھونے لگے۔

"محترم، میں سٹاف کیپٹن نکولائی ایلیچ سنگریوف ہوں، روسی فوج کی ایک بدترین لڑاکا رجمنٹ سے ریٹائر ہوا ہوں، گردش حالات کا ستایا ہوا ہوں، پھر بھی سٹاف کیپٹن تو ہوں۔ شاید مجھے اپنے آپ کو سنگریوف کی بجائے Slovoyersov (چاپلوسیوف: چاپلوسی کرنے والا) کہنا چاہیے۔ کیونکہ میں نے اپنی زندگی کے صرف دوسرے دور میں لوگوں کی چاپلوسی کرنا اور انہیں 'جی حضور' کہنا شروع کیا ہے۔ ذلت کے دنوں میں آدمی کو دوسروں کو 'جی حضور' کہنا ہی پڑتا ہے۔"

"بجا فرمایا، بجا فرمایا۔" الیوشا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیا آدمی اس قسم کا کام اتفاقاً شروع کر دیتا ہے یا اس میں کسی منصوبے بندی کا دخل ہوتا ہے؟"

"خدا گواہ ہے میرے ساتھ یہ بالکل اتفاقاً ہوا۔ میں نے اپنی پوری زندگی کے دوران میں ایک مرتبہ بھی کسی کے سامنے جبین سائی نہیں کی تھی، میں ہمیشہ اس سے احتراز برتتا رہا تھا۔ پھر اچانک قسمت کی دیوی مجھ سے روٹھ گئی، میرے حالات بگڑ گئے اور مجھے مجبوراً 'جی حضور'، 'جی حضور' کی گردان کرنا پڑی۔ یہ میرے مولا کی مرضی تھی۔ معلوم ہوتا ہے آپ کے گرد و پیش دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے آپ اس میں گہری دلچسپی لیتے ہیں، پھر بھی میں جاننا چاہتا ہوں آپ کو میرے بارے میں تجسس کیوں ہوا کیونکہ جن حالات میں سے میں گزر رہا ہوں ان میں میں آپ کی کوئی خاطر مدارات نہیں کر سکتا۔"

"میں یہاں اس لیے آیا ہوں... تاکہ اس واقعے..."

"کون سا واقعہ؟" سٹاف کیپٹن نے بے صبری سے اس کی بات کاٹ دی۔

"آپ کا میرے بھائی دمتری فیودوروچ کے ساتھ جو جھگڑا ہوا تھا۔" الیوشا نے قدرے کھسیانے ہو کر کہا۔

"حضور، آپ کس جھگڑے کی بات کر رہے ہیں؟ آپ کا اشارہ اس جھگڑے کی طرف تو نہیں...؟ آپ جھانویں، جھانویں کی بات تو نہیں کر رہے؟"

اس مرتبہ وہ شدید غصے کے عالم میں اتنا آگے بڑھ گیا کہ ان کے گھٹنے واقعی ٹکرانے لگے۔ اس نے اپنے ہونٹ مضبوطی سے بھینچ لیے۔

"کیسا جھانواں؟" الیوشا نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"بابا، یہ آپ سے میرے بارے میں شکایت کرنے آیا ہے؟" پردے کے پیچھے کونے سے کسی

بچے کی جانی پہچانی چیختی آواز سنائی دی۔ "میں نے آج صبح اس کی انگلی کاٹ کھائی تھی!"

پرے ایک طرف کھسکا اور ایلوشا کو کونے میں اپلوں کے پیچھے اپنے سابقہ حریف کی شکل دکھائی دی جو بینچ اور کرسی کو جوڑ کر عارضی طور پر بنائے گئے بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ لڑکا اپنے بیگانہ کوٹ اور پرانے لحاف میں لپٹا ہوا تھا۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں اور اس کی جلتی ہوئی آنکھوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ بخار میں مبتلا ہے۔ اب وہ ایلوشا کا بغور جائزہ لے رہا تھا جیسے کہہ رہا ہو: "اب میں اپنے گھر پر ہوں، تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

"یہ انگلی چبانے کا کیا چکر ہے؟" سٹاف کیپٹن نے اپنی کرسی سے اٹھتے اٹھتے کہا۔ "کیا اس نے آپ کی انگلی واقعی کاٹ کھائی تھی؟"

"جی ہاں، یہ اور چند دوسرے لڑکے گلی میں ایک دوسرے پر پتھر مار رہے تھے؛ یہ ایک اور چھ کا مقابلہ تھا۔ میں اس کے پاس گیا۔ اس نے مجھ پر بھی سنگ زنی شروع کر دی، پہلے ایک پتھر مارا، پھر دوسرا، اور یہ دوسرا میرے سر پر لگا۔ میں نے اس سے پوچھا، 'میرا قصور کیا ہے؟' اس پر یہ تیزی سے مجھ پر لپکا اور میری انگلی کو دانتوں سے چبا ڈالا۔ مجھے سخت تکلیف ہوئی۔ مجھ میں نہیں آتا اس نے مجھ سے یہ سلوک کیوں کیا؟"

"حضور، میں ابھی اس کی مرمت کرتا ہوں۔ میں بلا تاخیر اس کی چھڑی سے پٹائی کر دیتا ہوں۔" سٹاف کیپٹن اب اپنی کرسی سے پوری طرح اٹھ چکا تھا۔

"لیکن میں آپ سے متعلق کوئی شکایت نہیں کر رہا، میں تو صرف یہ بتا رہا تھا کہ ہوا کیا تھا۔ میں قطعاً نہیں چاہتا کہ آپ اسے کوئی سزا دیں۔ اس کے علاوہ یہ مجھے بیمار معلوم ہوتا ہے..."

"اور کیا آپ واقعی یہ سمجھتے تھے کہ میں اس کی دھنائی کرنے والا تھا؟ حضور، آپ کے سامنے اپنے ننھے ایلوشکا کی پٹائی کرنے والا تھا تاکہ آپ کی تشفی ہو سکے؟ تو کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں یہ کام فی الفور کر ڈالوں؟" سٹاف کیپٹن نے ایلوشا کی جانب مڑ کر کچھ اس انداز سے کہا جیسے وہ ابھی ابھی خود اس پر حملہ کر دے گا۔ "حضور، مجھے آپ کی نازک چھنگلیا کے متعلق بہت افسوس ہے لیکن کیا آپ یہ نہیں چاہیں گے کہ چھڑی سے ایلوشکا کی پٹائی کرنے سے پہلے میں اپنی ان چار انگلیوں کو آپ کی نگاہوں کے عین سامنے چاقو سے کاٹ ڈالوں تاکہ آپ کی منصفانہ طور پر تسلی ہو سکے؟ حضور، آپ کی انتقامی خواہش کی تسکین کے لیے چار کافی ہونا چاہئیں، کیا خیال ہے؟ آپ پانچویں کا تقاضا تو نہیں کریں گے، ہونہہ؟" وہ اچانک چپ ہو گیا جیسے اس کا گلا رندھ گیا ہو اور اس کے لیے مزید کچھ کہنا ناممکن ہو گیا ہو۔ اس کے چہرے کی ہر رگ پھڑکنے لگی تھی اور اس کی نگاہوں میں غیر معمولی قسم کی للکار تھی۔ کچھ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے اس پر جنون طاری ہو گیا ہو۔

"میرا خیال ہے اب میں سب کچھ سمجھ گیا ہوں،" ایلوشا نے اپنی نشست سے اٹھے بغیر ملالت اور غمگینی سے کہا۔ "آپ کے بیٹے نے، آپ کے ننھے منے راج دلارے نے، جسے اپنے ابو سے بے حد محبت ہے، مجھ پر اس لیے حملہ کیا تھا کیونکہ میں اس شخص کا بھائی ہوں جس نے آپ کی تذلیل کی تھی... اب ساری بات میری سمجھ میں آ گئی ہے۔" اس نے سوچتے ہوئے ایک بار پھر اپنی بات دہرائی۔ "مگر مجھے معلوم ہے کہ میرا بھائی دمتری فیودرووچ اپنے کیے پر نادم ہے اور اگر وہ آپ کے ہاں آ سکے یا اس سے بھی بہتر یہ ہے کہ آپ سے اس مقام پر مل سکے جہاں یہ سب کچھ ہوا تھا، وہ سب کے سامنے آپ سے معافی مانگ لے گا... آپ چاہتے ہیں وہ یہ کام کرے؟"

"ہونہہ، پہلے تو وہ میری داڑھی نوچتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ اسے معاف کر دیا جائے... یہ بھی خوب رہی، قصہ ختم ہوا اور سب کی تسلی ہو گئی۔ آپ یہی کہنا چاہتے ہیں؟"

"جی نہیں، اس کے برعکس وہ وہ سب کچھ کرنے کو تیار ہیں جو آپ چاہیں گے۔"

"چنانچہ اگر میں ہز ہائی نس سے گزارش کروں کہ وہ اس شراب خانے — ستولیچنی گراڈ (15۔الف) کے اندر یا چوک میں میرے سامنے گھٹنے ٹیک دے تو وہ یہ بھی کر دکھائے گا؟"

"جی، وہ واقعی یہ بھی کر دے گا۔"

"حضور، آپ نے تو میرا دل جیت لیا ہے، مجھے رلا رلا دیا ہے اور مجھے ماننا ہو گا کہ میں بے حد متاثر ہوا ہوں! آپ کی عنایت کا بار اتنا زیادہ ہے جو مجھ سے اٹھائے اٹھے گا نہیں! مجھے اجازت دیں تو میں اپنے سارے خاندان کا تعارف آپ سے کرا دوں؟ یہ میرا بیٹا اور دو بیٹیاں ہیں — میری کل آل اولاد۔ اگر کل کلاں میں مر کھپ جاؤں، کون ان کا خیال رکھے گا؟ اور اگر میں زندہ رہتا ہوں پھر ان کے سوا مجھ جیسے قسمت کے پیٹے اور مفلسی کے شکار شخص کی کون دیکھ بھال کرے گا؟ حضور، خداوند نے مجھ جیسے لوگوں کا جو مقدر متعین کیا ہے، کتنا شاندار ہے! کچھ سمجھے آپ؟ آدمی مجھ جیسا کنگلا ہی کیوں نہ ہو، ضرورت تو اسے بھی اس بات کی پیش آتی ہے کہ کوئی تو ہو جو اس سے بھی محبت کرے!..."

"آپ نے بالکل سچ کہا ہے!" ایلوشا نے قدرے اونچی آواز سے کہا۔

"احمقانہ باتیں کافی ہو چکی ہیں، اب بس کریں!" کھڑکی کے قریب کھڑی لڑکی نے غیر متوقع طور پر اپنے باپ کی جانب مڑتے ہوئے قدرے بلند آواز سے کہا۔ اس کے چہرے پر حقارت اور نفرت منعکس ہو رہی تھی۔ "محض اس لیے کہ اتفاق سے ایک احمق شخص یہاں آ گیا ہے، آپ کو اپنی اور ہماری تذلیل نہیں کرانا چاہیے!"

"تحمل، واروارا، گھبراؤ نا، تحمل، تمہیں اس قسم کی باتیں نہیں کہنا چاہئیں،" باپ نے بیٹی سے مخاطب

ہو کر کہا اور اگر چہ اس کا لہجہ تحکمانہ تھا، وہ اپنی بیٹی کو دیکھ تحسین کی نظروں سے رہا تھا۔ "اس نے مزاج ہی ایسا پایا ہے، خداوند اس پر رحم فرمائے۔ اس کا بھلا کرے۔" اس نے دوبارہ ایلوشا کی جانب متوجہ ہو کر کہا۔

"اور جہانِ فطرت[16] میں کوئی شے ایسی نہ تھی
جسے وہ اپنی رحمت سے نوازنا چاہتا۔

"اس شعر کا فاعل مونث ہونا چاہیے تھا: جسے وہ اپنی رحمت سے نوازنا چاہتی۔ خیر، مجھے اجازت دیں کہ میں اپنی اہلیہ سے آپ کا تعارف کرا سکوں۔ یہ ارینا پیتروونا ہے، یہ خاتون بیناٹیس کی ہیں۔ ان کی ٹانگیں بیکار ہیں۔ یہ کچھ کچھ تو چل لیتی ہیں لیکن زیادہ نہیں۔ ان کا تعلق خاصے غریب طبقے سے ہے۔ ارینا پیتروونا، تیوریاں نہ چڑھاؤ۔ یہ الیکسی فیودوروو وچ ہیں۔ الیکسی فیودوروو وچ، آپ اٹھ کر کھڑے ہو جائیں۔" اس نے ایلوشا کا بازو پکڑا اور اسے کچھ اتنے زور سے کھینچا کہ اس کے چہرے سے جس ناتوانی کا اظہار ہوتا تھا، اس کی تکذیب ہونے لگی۔ "حضور، آپ کا ایک خاتون سے تعارف ہو رہا ہے، آپ کے لیے لازم ہے کہ آپ اٹھ کر کھڑے ہو جائیں۔ یہ تو یہ بھی کراماز وف، لیکن یہ اور شخص ہے، وہ نہیں جس نے... اخ، تمہیں معلوم ہی ہے کہ میرا مطلب کیا ہے: خیر، یہ وہ نہیں، یہ اس کے بھائی ہیں، یہ سرتاپا شفیق اور رحم دل ہیں۔ اب ارینا پیتروونا، مجھے اجازت دو، میرے بچوں کی اماں، مجھے اپنے ہاتھ کو چومنے کی اجازت دو۔"

اور اس نے نہایت احترام اور ملائمت کے ساتھ اپنی بیوی کے ہاتھ پر بوسہ دے دیا۔ کھڑکی والی لڑکی نے غصے کے عالم میں اپنی نگاہیں اس منظر سے دوسری طرف پھیر لیں۔ اس کی بیوی کے چہرے پر ازیں پیشتر جو پُر نفرت استفہامیہ تاثرات جھلک رہے تھے، وہ اچانک ناپید ہو گئے اور وہاں اچانک غیر معمولی شفقت اور حلیمی نمودار ہو گئی۔

"آپ کیسے ہیں، مسٹر چرناماز وف؟[17] براہ مہربانی تشریف رکھیں۔" اس نے کہا۔

"ممی، یہ کراماز وف ہیں، چرناماز وف نہیں۔" اس کے شوہر نے سرگوشیوں میں دوبارہ کہا۔

"حضور، ہم بالکل سیدھے سادے لوگ ہیں۔"

"تم انہیں کراماز وف یا جو تمہارے جی میں آئے، کہتے رہو، لیکن میرے لیے یہ چرناماز وف ہی ہیں... تشریف رکھیں نا، مگر انہوں نے آپ کو کھڑے کیا ہی کیوں تھا؟ یہ کہتے ہیں میری ٹانگیں بیکار ہیں۔ یہ بس ایسے ہی کہتے رہتے ہیں۔ میری ٹانگیں بیکار نہیں، وہ بس سوج کر درخت کے

ہونے تنے کی طرح ہو گئی ہیں مگر میرا باقی جسم بالکل مرجھا چکا ہے۔ کبھی میں خوش اندام تھی، میرا جسم بھرا بھرا تھا اور تھل تھل کرتا تھا، اب سوکھ کر کانٹا ہو گیا ہے..."

"حضور، ہم محض سیدھے سادے لوگ ہیں، بالکل سیدھے سادے لوگ ہیں۔" سٹاف کیپٹن نے اپنی بات دہرائی۔

"پاپا، اف، پاپا!" کبڑی لڑکی کے منہ سے اچانک نکلا۔ جو اب تک چپ چاپ بیٹھی ہوئی تھی اور اس نے اچانک اپنا چہرہ رومال سے ڈھانپ لیا۔

"مسخرہ!" کھڑکی والی لڑکی نے اچانک ہی کہا۔

"اب آپ نے صورت حال سمجھ لی ہو گی؟" خاتون نے اپنے بازو پھیلاتے اور اپنی بیٹیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے آسمان پر بادل چھا گئے ہوں، بادل چھٹ جائیں گے اور پھر ہم دوبارہ گانا بجانا شروع کر دیں گے۔ ہمارا تعلق فوج سے تھا اور ہمارے ہاں ان جیسے بے شمار مہمان اور ملاقاتی آیا کرتے تھے۔ نہیں، خداوند آپ کا بھلا کرے، میں اسے کوئی مسئلہ نہیں بنانا چاہتی۔ اگر کوئی شخص کسی سے پیار محبت کرتا ہے تو اسے کرتے رہنے دیں۔ ہمارے ہاں ڈیکن (نائب پادری) کی اہلیہ آیا کرتی تھی۔ ایک روز اس نے کہا: 'الیکساندر الیکساندرووچ تو بہت اچھا آدمی ہے لیکن ناستاسیا پیتروونا پوری چڑیل ہے۔' اس پر میں نے جواب دیا: 'ہر ایک کا اپنا اپنا ذوق اور اپنی اپنی پسند ہوتی ہے۔ خود اپنے کو ہی لو، تم ہو تو ننھی منی لیکن تمہاری بو آسمان تک پھیلی ہوئی ہے۔' اس پر اس نے کہا، 'تمہیں اپنے مقام پر رکھنے کی ضرورت ہے۔' 'اری کالی موٹی بڈھی جادوگرنی،' میں نے اس سے کہا، 'تم مجھے پڑھانے والی کون ہو؟' 'میں تو صاف ستھری سانس خارج کر رہی ہوں لیکن گندہ تم اسے کر رہی ہو،' اس نے کہا۔ 'خیر،' میں نے اس سے کہا، 'کسی بھی اشراف زادے فوجی افسر سے پوچھ لو کہ میری سانس صاف ستھری ہے یا گندی۔' اور تب سے میں اس بات کو اپنے ذہن سے نکال نہیں سکی۔ چند دن ہوئے میں یہاں بالکل اسی طرح بیٹھی ہوئی تھی جس طرح کہ اب بیٹھی ہوں اور وہی جیتا جاگتا جرنیل، جو ایسٹر پر یہاں آیا تھا، پھر آ گیا۔ 'یور ہائی نس،' میں نے اس سے کہا، 'کیا کسی اشراف زادی کو صاف ستھری ہوا میں سانس لینے کی اجازت ہے؟' اس پر اس نے جواب دیا، 'کیوں نہیں! بس کھڑکی یا دروازہ کھول دو کیونکہ اندر تازہ ہوا نہیں آ رہی۔' 'میرے ساتھ ہمیشہ یہی ہوتا ہے۔ آخر میری سانس میں خرابی کیا ہے؟ مُردوں سے تو اس سے بھی بدتر بدبو آتی ہے۔' 'میں تمہاری ہوا گندی نہیں کر رہی،' میں ان سے کہتی رہتی ہوں۔ 'میں ابھی بوٹ منگواتی ہوں اور یہاں سے چلی جاتی ہوں۔' میری پیاری بیٹیو، اپنی بے چاری اماں کو کوئی الزام نہ دو! نکولائی الیچ، مائی ڈیئر، کیا میں آپ کی خبر گیری مناسب انداز سے

نہیں کرتی رہی؟ اب میرے پاس صرف الیوشینکا ہی تو رہ گیا ہے، یہ جب سکول سے واپس آتا ہے مجھ سے خوب پیار کرتا ہے۔ چند دن ہوئے یہ میرے لیے ایک سیب لایا تھا۔ میرے پیارو، اپنی اس بے چاری بوڑھی اماں کو معاف کر دو۔ میرے عزیزو، میں اکیلی رہ گئی ہوں، مجھے معاف کر دو... اور یہ اچانک کیا ہوا کہ تم سب کو میری سانس بری لگنے لگی ہے؟"

اور بے چاری عورت زار و قطار رونے لگی اور اس کے آنسو اس کے رخساروں پر ڈھلکنے لگے۔ سٹاف کیپٹن جھٹ اس کے پاس پہنچ گیا۔

"ممی، ممی، ڈارلنگ، کافی ہو گیا ہے! تم اکیلی نہیں ہو۔ ہم سب تم سے محبت کرتے ہیں، تمہاری پرستش کرتے ہیں، تمہیں جی جان سے چاہتے ہیں!" اور وہ ایک بار پھر اس کے ہاتھوں کو چومنے اور اپنی ہتھیلیوں سے اس کا چہرہ سہلانے لگا۔ پھر اس نے نیپکن اٹھایا اور اس کے گال پونچھنے لگا۔ الیوشا کو محسوس ہوا کہ خود اس کی اپنی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے ہیں۔ "خیر، حضور، آپ نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے، اپنے کانوں سے سن لیا ہے، ٹھیک؟" وہ قدرے جارحانہ انداز سے الیوشا کی جانب مڑا اور اپنے ہاتھ سے بدنصیب، مخبوط الحواس عورت کی جانب اشارے کرنے لگا۔

"جی، میں دیکھ بھی چکا ہوں اور سن بھی۔" الیوشا نے زیر لب کہا۔

"پاپا، پاپا، آپ اس کے ساتھ تو نہیں جا رہے؟... مت جائیں، پاپا!" لڑکا چیخنے چلانے لگا۔ وہ بستر سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا اور اس نے اپنی آنکھیں، جن میں بڑی جلن ہو رہی تھی، اپنے باپ پر مرکوز کر رکھی تھیں۔

"اب اپنی احمقانہ حرکتیں چھوڑ دیں، اپنے آپ کو تماشا مت بنائیں، آپ کی ان احمقانہ حرکتوں کا کبھی اچھا نتیجہ برآمد نہیں ہوا..." وارورا نکولاونا نے اپنے کونے میں کڑھتے کڑھتے چلا کر کہا۔ وہ اپنے پاؤں فرش پر پٹخ رہی اور غصے سے پاگل ہوئی جا رہی تھی۔

"وارورا نکولاونا، اس مرتبہ تمہارا غیظ و غضب بالکل بجا ہے اور میں تمہاری درخواست پر فوراً عمل کروں گا۔ الیکسی فیودوروچ، اتنی مہربانی فرمائیں کہ اپنی ٹوپی پہن لیں، اور میں بھی پہن لیتا ہوں۔۔۔ اور پھر چلے چلیں گے۔ مجھے تمہارے ساتھ ایک اہم موضوع پر بات کرنا ہے، لیکن اس چار دیواری کے اندر نہیں۔ یہ نوجوان خاتون، جو بیٹھی ہوئی ہے، میری بیٹی نینا نکولاونا ہے، میں اس کا تعارف کرانا بھول گیا تھا... گوشت پوست کا الوہی فرشتہ... سیدھی آسمان سے ہمارے پاس چلی آئی ہے... شاید آپ میرا مطلب سمجھ گئے ہوں گے..."

"وہ یوں کانپ رہا ہے جیسے اسے ملیریا ہو گیا ہو۔" وارورا نکولاونا نے اسی جلے بھنے انداز سے

کہا۔

"اور حضور، جہاں تک اس دوسری کا تعلق ہے جو میرے خلاف فرش پر پاؤں پٹخ رہی ہے اور مجھے مسخرہ قرار دے کر میری مذمت کرتی رہی ہے، حضور، وہ بھی گوشت پوست کا بنا ہوا الوہی فرشتہ ہی ہے اور اسے میرے ساتھ دشنام طرازی کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ الیکسی فیودوروچ، آؤ، چلیں، یہ معاملہ طے کرنا نہایت ضروری ہے..."

اور اس نے الیوشا کا بازو پکڑا اور اسے کمرے سے سیدھا باہر گلی میں لے گیا۔

7

اور کھلی فضا میں

"حضور، یہاں ہوا تازہ اور عمدہ ہے۔۔۔ میرے محل کے بالکل برعکس جہاں کی فضا میں ہر اعتبار سے آدمی کا دم گھٹتا محسوس ہوتا ہے۔ حضور، آئیں، کچھ چہل قدمی کرتے ہیں۔ میں واقعی آپ کے ساتھ ایک اہم معاملے کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں بھی ایک قدرے غیر معمولی کام کے سلسلے میں آپ کے پاس آیا ہوں..." الیوشا نے کہا، "صرف سمجھ میں نہیں آ رہا کہ شروع کروں تو کیسے کروں۔"

"یہ بالکل واضح ہے کہ آپ کسی کام ہی کے سلسلے میں آئے ہوں گے۔ محض ملیک سلیک کرنے کے لیے تو آپ تشریف لانے سے رہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ محض میرے بیٹے کی شکایت لے کر آئے ہوں؟ لیکن بظاہر یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ اگر بیٹے کا ذکر آ ہی گیا ہے تو میں آپ کو بتاتا چلوں کہ جب ہم اندر تھے میرے لیے صورت حال کی وضاحت کرنا ناممکن تھا، لیکن اب میں واقعے کی تمام جزئیات آپ کے سامنے بیان کر سکتا ہوں۔ دیکھیں۔۔۔ صرف ایک ہفتہ قبل میرا اسفنج نما جھانواں بہت گھنا ہوا کرتا تھا۔۔۔ میں اپنی داڑھی کی بات کر رہا ہوں۔ میری اس داڑھی کو زیادہ تر سکول کے بچے ہی جھانواں کہتے ہیں۔ خیر، جب آپ کا بھائی دمتری فیودوروچ مجھے داڑھی سے پکڑ کر شراب خانے سے گھسیٹ کر باہر چوک میں لایا، عین اسی وقت سکول کے لونڈے، جن میں الیوشا بھی شامل تھا، وہاں پہنچ گئے۔ جب الیوشا نے مجھے اس بے ڈھب صورت حال میں دیکھا، وہ 'پاپا، پاپا' چلاتا میری طرف بھاگا۔ وہ بار بار میری طرف آنے، میری گردن میں اپنے بازو

لٹکانے اور مجھے چھڑانے کی کوشش کرتا رہا۔ وہ میرے حملہ آور سے چلا چلا کر کہتا رہا، 'چھوڑ دیں، چھوڑ دیں، یہ میرے پاپا ہیں، انہیں معاف کر دیں' ___ اس نے بالکل یہی کہا تھا: 'انہیں معاف کر دیں۔' اس نے اسے بھی اپنے بازوؤں میں پکڑنے کی کوشش کی، اس کے ہاتھوں کو بار بار چوما، اس ہاتھ کو جو... وہ اس موقع پر جو کچھ کر رہا تھا، اس کے چہرے پر جو تاثرات تھے، وہ مجھے اب بھی یاد ہیں، میں انہیں بھولا نہیں اور نہ کبھی بھول پاؤں گا...''

''میں حلفاً کہتا ہوں،'' ایلیوشا نے قدرے بلند آواز سے کہا، ''میرے بھائی پورے خلوص سے، اپنے دل کی گہرائیوں سے اپنے کیے پر ندامت کا اظہار کریں گے... اور اگر آپ چاہیں تو اسی چوک میں آپ کے سامنے دو زانو ہو جائیں گے... یہ سب کچھ میں ان سے کراؤں گا ورنہ میں انہیں اپنا بھائی ماننے سے انکار کر دوں گا!''

''ہونہہ، تو یہ ابھی نری بڑی بڑی زبانی کلامی باتیں ہیں۔ آپ اُس کی طرف سے نہیں آئے بلکہ محض اس لیے آئے ہیں کیونکہ آپ خود دل کے بہت اچھے ہیں۔ یہ بات آپ نے پہلے کیوں نہیں بتائی؟ خیر، اگر یہ بات ہے پھر مجھے اجازت دیں کہ اس موقع پر آپ کے افسر بھائی نے جس قسم کی غیرت اور شوالیہ گری (Chivalry) کا مظاہرہ کیا تھا، میں اس کے متعلق کچھ بتا سکوں۔ اس نے میری داڑھی چھوڑ دی، مجھے گھسیٹنا بند کر دیا اور مجھے جانے دیا لیکن جاتے جاتے کہنے لگا، 'تم افسر ہو، میں بھی افسر ہوں، اگر تمہیں کوئی غیرت مند اور معقول آدمی مل جائے جو تمہارا سیکنڈ بن سکے، اسے (اپنا چیلنج دے کر) میرے پاس بھیج دینا ___ میں تمہاری پوری طرح تسلی کر دوں گا حالانکہ تم اچھے خاصے لفنگے ہو!' اس نے بالکل یہی الفاظ کہے تھے۔ کیا جواں مردانہ رویہ تھا! ایلیوشا اور میں وہاں سے چل پڑے لیکن اپنی خاندانی غیرت کی یہ تصویر ایلیوشا کے ذہن پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نقش ہو گئی۔ اس واقعے کے بعد ہم اپنے آپ کو معزز اور غیرت مند کیسے کہلا سکتے ہیں؟ آپ خود ہی انصاف فرمائیں، آپ ابھی ابھی میرے مکان سے آئے ہیں، آپ نے وہاں کیا دیکھا تھا؟ تین عورتیں، جن میں سے ایک (جسمانی طور پر) بالکل اپاہج اور ذہنی اعتبار سے سڑی سودائی، دوسری اپاہج بھی اور کبڑی بھی، رہی تیسری، وہ اگرچہ اپاہج نہیں بلکہ چل پھر سکتی ہے لیکن اسے اپنی ذات پر اتنا ناز ہے کہ آدمی کو خواہ مخواہ غصہ آنے لگتا ہے کہ یہ کہیں حد سے آگے نہ نکل جائے۔ کہنے کو یہ لڑکی جز وقتی طالبہ (18) ہے، واپس سینٹ پیٹرز برگ جانے کے لیے بے قرار ہے تاکہ (دریائے) نیوا(19) کے کناروں پر روسی عورتوں کے حقوق کی جدوجہد میں شریک ہو سکے۔ اور ابھی میں نے ایلیوشا کا تو ذکر ہی نہیں کیا۔ وہ صرف نو سال کا ہے، میرا اکلوتا بیٹا ہے۔ اگر میں مر گیا ___ میں آپ سے پوچھتا ہوں ___ تو ہمارے اس کم نصیب کنبے کا کیا بنے گا؟ اگر میں اسے (تمہارے بھائی کو)

ڈوئیل لڑنے کا چیلنج دے دیتا ہوں اور وہ مجھے موقع پر ہی ہلاک کر دیتا ہے، پھر کیا ہوگا؟ اس سے بھی بدتر بات یہ ہے، فرض کرو وہ مجھے ہلاک تو نہیں کرتا، صرف زخمی کر دیتا ہے، پھر میں کام کاج کے قابل نہیں رہوں گا، پھر انہیں، میرے گھر والوں کو، ایک فالتو پیٹ کا دوزخ بھرنا ہوگا، میرے پیٹ کا، لیکن پیٹ میرا ہی نہیں، ان سب کا بھی تو ہوگا، کون بھرے گا انہیں؟ تو کیا مجھے ایلیوشا کو سکول کی بجائے بھیک مانگنے گلی بازاروں میں بھیجنا ہوگا؟ اگر میں اسے ڈوئیل لڑنے کا چیلنج دیتا ہوں تو انجام یہی کچھ ہوگا، میرے لیے اس کا تصور ہی احمقانہ اور سوہان روح ہے، مجھ میں اس کے متعلق سوچنے کی بھی ہمت نہیں۔''

''وہ آپ سے معافی مانگ لیں گے، وہ چوک کے عین بیچ میں آپ کے سامنے گھٹنے ٹیک دیں گے۔'' ایلیوشا نے ایک بار پھر اپنے عزم کا اعادہ کیا۔ اس کی آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔

''میں نے اسے عدالت میں گھسیٹنے کے متعلق بھی سوچا تھا،'' سٹاف کیپٹن نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا، ''لیکن ہمارے اس قانونی نظام میں حملہ آور سے کتنا معاوضہ ملنے کی گنجائش ہے، وہ مجھے بھی معلوم ہے اور آپ کو بھی۔ پھر اگرافینا الیکساندروونا(20) بھی تو ہے، اس نے مجھ سے چیخ چیخ کر کہا تھا، 'اس بارے میں سوچو بھی نہیں! اگر تم نے انہیں عدالت میں گھسیٹنے کی کوشش کی پھر میں ڈھنڈورا پیٹ پیٹ کر ساری دنیا کو بتا دوں گی کہ انہوں نے تمہیں تمہارے دو نمبری طرزِ عمل کی وجہ سے پیٹا تھا اور یوں تم جیل کی ہوا کھاؤ گے!' اور حضور، صرف خداوند جانتا ہے کہ میرے اس دو نمبری طرزِ عمل کا ذمے دار کون تھا اور مجھ جیسا حقیر کوڑا کوڑا کس کے حکم پر کام کرتا رہا ___ کیا میں نے یہ سب کچھ خود اس کی اور فیودر پاولووچ کی خاطر نہیں کیا تھا؟' اور اس سے بھی بڑی بات یہ ہے، 'وہ مجھ سے مزید کہنے لگی، 'میں تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دھتا بتا دوں گی اور آئندہ تمہیں کوئی کام نہیں دوں گی اور میں اپنے تاجر دوست سے بھی کہہ دوں گی کہ وہ آئندہ تمہارے ساتھ کوئی سروکار نہ رکھے۔' چنانچہ میں نے دل میں سوچا، 'اگر اس تاجر نے بھی مجھے جواب دے دیا، پھر مجھے کام کون دے گا؟' کیونکہ صرف یہی دو اشخاص رہ گئے تھے جو مجھے ابھی تک کام دیے جا رہے تھے۔ رہے آپ کے والد فیودر پاولووچ، انہوں نے کسی غلط فہمی کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ مجھ پر اعتبار کرنا چھوڑ دیا ہے بلکہ بعض پرونوٹوں کی وجہ سے وہ خود مجھ پر مقدمہ دائر کرنے کی سوچ رہے ہیں۔ یہ ہیں وہ وجوہ کہ مجھے چپ سادھنا پڑی ہے اور جس قسم کی کھولی میں میں رہتا ہوں، اسے آپ خود دیکھ چکے ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں پوچھنا چاہوں گا: کیا اُس نے، میرے ایلیوشا نے، آپ کی انگلی کو واقعی بری طرح زخمی کر دیا تھا؟ جب میں گھر کے اندر تھا مجھ میں تفصیلات دریافت کرنے کا حوصلہ نہیں تھا۔''

"ہاں، یہ بری طرح زخمی ہوئی تھی اور مجھے تکلیف بھی بہت ہوئی تھی، اور آپ کا بیٹا بے حد پریشان تھا۔ اب میری سمجھ میں آ گیا ہے کہ اس نے مجھ پر حملہ کیوں کیا تھا، اس لیے کہ میں کرامازوف ہوں اور وہ آپ کی طرف سے انتقام لینا چاہتا تھا۔ لیکن کاش آپ نے وہ منظر دیکھا ہوتا جب وہ اور اس کے سکول کے ساتھی ایک دوسرے کو پتھروں کا نشانہ بنا رہے تھے۔ یہ بڑی خطرناک حرکت تھی، وہ ہلاک ہو سکتا تھا، آخر وہ بچے ہی تو ہیں، انہیں اندازہ ہی نہیں کہ پتھر لگنے سے آدمی کی کھوپڑی پھٹ سکتی ہے۔"

"ان کا ایک پتھر اسے پہلے ہی نشانہ بنا چکا ہے، یہ پتھر سر پر تو نہیں البتہ دل کے عین اوپر چھاتی پر لگا تھا، وہاں خراش آ چکی ہے۔ جب وہ گھر پہنچا تو درد سے اس کا برا حال تھا، وہ رو رہا اور چیخیں مار رہا تھا اور اب وہ بیمار ہو گیا ہے۔"

"آپ کو معلوم ہے حملہ کرنے میں پہل ہمیشہ وہی کرتا تھا، وہ آپ کی وجہ سے بے حد پریشان ہے۔ لڑکوں نے مجھے بتایا تھا کہ اس نے ایک لڑکے کراسٹکن کے پہلو میں اپنا قلمیں تراشنے کا چاقو گھونپ دیا تھا..."

"میں بھی اس بارے میں سن چکا ہوں، یہ بڑی خطرناک حرکت تھی۔ اس لڑکے کا باپ مقامی سول ملازم ہے، وہ مصیبت کھڑی کر سکتا ہے۔"

"میں آپ کو مشورہ دوں گا،" ایلیوشا نے قدرے جوش و خروش سے کہا، "آپ اسے چند دنوں تک گھر سے باہر نہ نکلنے دیں... جب تک اس کا مزاج ٹھکانے نہیں آ جاتا... جب تک اس کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہو جاتا، اس کا گھر پر پڑے رہنا ہی ٹھیک ہے..."

"غصہ!" سٹاف کیپٹن نے چلا کر کہا، "غصہ! آپ نے ٹھیک کہا ہے۔ وہ بھلے عمر میں چھوٹا ہے لیکن اس میں غصہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور اسے اپنے اس غصے کو باہر نکالنے کا کوئی موقع بھی تو نہیں ملتا۔ آپ کو اس بارے میں کچھ معلوم نہیں۔ میں آپ کو پورا قصہ سناتا ہوں: دراصل بات یہ ہے کہ اس واقعے کے بعد سکول کے تمام لڑکوں نے اسے جھانواں کہنا شروع کر دیا۔ سکول کے بچے بہت سنگ دل ہوتے ہیں۔ انفرادی طور پر وہ خداوند کے ملائکہ ہوتے ہیں لیکن بحیثیت جماعت، خاص طور پر جب وہ سکول میں ہوں، وہ اکثر کٹھور بن جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ اسے جتنا زیادہ تنگ کرتے اس کے اندر کی نجیب روح اتنا ہی زیادہ بغاوت کرنے لگتی۔ اس کی جگہ کوئی کم ہمت لڑکا ہوتا تو وہ اپنی ہار مان لیتا، اپنے باپ کی وجہ سے شرمندگی محسوس کرنے لگتا لیکن وہ ان کے سامنے خم ٹھونک کر کھڑا ہو گیا اور اپنے باپ ــــ جی ہاں اپنے باپ، انصاف اور سچائی کی حمایت میں ڈٹ گیا۔ وہ تمہارے بھائی کے ہاتھوں کو چوم رہا اور اس سے التجائیں کر رہا تھا، 'میرے پاپا کو معاف کر

دیں، میرے پاپا کو معاف کر دیں۔' خدا ہی جانتا ہے اسے کتنی ذہنی اذیت پہنچ رہی ہو گی۔ جی ہاں، ہمارے بچے ــــ آپ کے نہیں، ذرا توجہ سے سنیں، ہمارے، ہم جیسے کنگال معززین کے بچے جنہیں حقیر گردانا جاتا ہے ــــ نو سال کی عمر تک پہنچتے پہنچتے اسی طرح دنیا اور دنیا کے حقائق سمجھ جاتے ہیں۔ امیروں کو ان چیزوں کا کیا پتا؟ انہیں غالباً زندگی میں ان عمیق گہرائیوں کو کبھی ماپنا نہیں پڑتا، لیکن اس وقت میرا ایلیوشا جب وہ اس کے ہاتھ چوم رہا تھا، یک دم پوری کی پوری سچائی بھانپ گیا۔ یہ سچائی اس کی روح میں اتر گئی اور اس کا بھرکس نکال گئی۔" سٹاف کیپٹن نے کچھ اس طرح جوش سے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا جیسے اس کا دماغ ٹھکانے نہ رہا ہو۔ وہ اپنی دائیں مٹھی کچھ اس طور بائیں ہتھیلی پر زور زور سے مار رہا تھا جیسے وہ اس بات کا عملی مظاہرہ کر رہا ہو کہ "سچائی" نے ایلیوشا کو کیسی کیسی ضرب پہنچائی تھی۔ "سارا دن اس پر ہذیانی کیفیت طاری رہی اور وہ پوری رات بہکی بہکی باتیں کرتا رہا۔ اس نے سارا دن مجھ سے کلام نہ کیا، مجھ سے ایک لفظ بھی نہ کہا لیکن میں نے اسے اپنے کونے میں سے اپنی طرف جھانکتے ہوئے دیکھ لیا۔ وہ بیشتر وقت کھڑکی کے قریب بیٹھا رہا۔ وہ ظاہر یہ کر رہا تھا جیسے اپنا سبق یاد کر رہا ہو حالانکہ مجھے صاف نظر آ رہا تھا کہ اس کا دھیان اپنے سبق پر نہیں بلکہ کسی اور چیز پر ہے۔ اگلے روز میں غم و اندوہ میں لپٹا باہر نکل گیا اور نشے میں غرق ہو گیا۔ میں پاپی جو ٹھہرا۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ میرے اردگرد کیا ہو رہا ہے۔ تب میری نیک دل، عالی نسب اہلیہ پر حسب معمول رونے کی کیفیت طاری ہو گئی تھی ــــ حضور، مجھے اس سے بے حد پیار ہے، میں سچ عرض کر رہا ہوں مجھے اس سے بے حد پیار ہے ــــ چنانچہ غم و اندوہ کے عالم میں میں نے اپنا آخری کوپک بھی شراب پر لٹا دیا۔ حضور، محض اس بات پر مجھے حقارت کی نظروں سے نہ دیکھیں، میری تذلیل نہ کریں: روس میں بہترین لوگ وہ ہیں جو سب سے زیادہ شراب پیتے ہیں۔ اس روز، جب میں نشے میں غرق تھا اور میرا دماغ پوری طرح ایلیوشا پر مرکوز نہ تھا، لڑکوں نے اسے طعنے دینا شروع کر دیے۔ 'جھانواں،' وہ چیخ چیخ کر اس سے کہہ رہے تھے: 'تمہارے باپ کی داڑھی نوچی گئی، اسے شراب خانے سے گھسیٹ کر باہر لے جایا گیا، تم دوڑے دوڑے گئے اور جس شخص نے یہ کام کیا تھا، اس سے معافیاں مانگتے رہے۔'

"تیسرے دن جب وہ سکول سے واپس آیا میں نے دیکھا اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی ہیں اور اس کی رنگت بالکل پیلی پڑ چکی ہے۔ 'کیا بات ہے؟' میں نے پوچھا۔ اس نے جواب میں ایک لفظ تک نہ کہا۔ میں گھر کے اندر گفتگو نہیں کر سکتا تھا کیونکہ مجھے اندیشہ تھا میری نیک دل اہلیہ اور بیٹیاں بھی اس میں شریک ہونا چاہیں گی۔ واروارا اگلوانا تو پہلے ہی بھری بیٹھی تھی اور بڑبڑا رہی تھی: 'گنوار، نکھٹے، بازو، کیا تم لوگوں سے کوئی کام بھی ڈھنگ سے نہیں ہو پاتا؟' واروارا اگلوانا، میں نے

کہا: 'بالکل یہی اصل بات ہے: کیا ہم کوئی کام بھی ڈھنگ سے نہیں کر سکتے؟' وقتی طور پر بات وہیں ختم ہو گئی۔ جب شام ہوئی میں لڑکے کے ساتھ چہل قدمی کے لیے باہر نکل گیا۔ میں آپ کو بتاتا چلوں کہ ہم شام اکٹھے سیر کے لیے جایا کرتے تھے اور بالکل یہی راستہ اختیار کیا کرتے تھے جس پر اس وقت ہم جا رہے ہیں۔ ہم اپنے مکان کے گیٹ سے نکلتے اور اس بھاری بھرکم پتھر کے پاس پہنچ کر دم لیتے جو اس خاذر کی باڑ کے قریب اکیلا کھڑا ہے جہاں سے شاملات کی چراگاہ شروع ہوتی ہے۔ یہ جگہ ہے تو خوب صورت لیکن ادھر آتا کوئی نہیں۔ حسب معمول ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ دیے ہم یہاں ٹہل رہے تھے۔ اس کا ہاتھ بالکل لاغر ہے اور اس کی مہین مہین انگلیاں بہت ٹھنڈی تھیں۔ تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اس کے سینے میں درد رہتا ہے۔ 'پاپا!' اس نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا: 'پاپا!' 'کیا بات ہے؟' میں نے جواب میں پوچھا۔ مجھے صاف نظر آ رہا تھا کہ اس کی آنکھیں شعلے برسا رہی ہیں۔ 'پاپا، اس شخص نے آپ کے ساتھ اس وقت جو برتاؤ کیا تھا۔۔۔' 'اب اس کا کوئی مداوا نہیں رہا، الیوشا' میں نے کہا۔ 'اس کے ساتھ صلح مت کریں، پاپا، مت کریں۔ سکول کے لڑکے کہہ رہے ہیں کہ اس نے اپنی اس حرکت کی تلافی کے طور پر آپ کو دس روبل کی پیشکش کی تھی۔' 'نہیں، الیوشا' میں نے کہا، 'ایسی کوئی بات نہیں، میں کسی حالت میں بھی اس کا روپیہ قبول نہیں کروں گا۔' اس کا سارا جسم کپکپانے لگا، اس نے میرا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑا اور اسے ادھر ادھر چومنے لگا۔ 'پاپا' اس نے کہا، 'پاپا، آپ اسے ڈوئیل لڑنے کے لیے کیوں نہیں للکارتے؟ وہ سکول میں مجھے طعنے دیتے رہتے ہیں اور میرا ناطقہ بند کیے رکھتے ہیں کہ آپ بزدل ہیں، آپ اسے للکاریں گے نہیں بلکہ اس کے دس روبل قبول کر لیں گے۔' 'الیوشا' میں نے جواب دیا، 'میں اسے ڈوئیل کے لیے للکار نہیں سکتا۔' اس میں کیا قباحتیں ہیں، میں نے ان کی وضاحت اسی طرح کر دی جس طرح آپ کے سامنے کی ہے۔ وہ توجہ سے سنتا رہا۔ 'پاپا' اس نے کہا، 'پھر بھی آپ اس کے ساتھ ہرگز صلح نہ کریں: جب میں بڑا ہو جاؤں گا، میں خود اسے للکاروں گا اور اسے جہنم رسید کر دوں گا۔' اور اس کی آنکھیں چمکنے اور شعلے برسانے لگیں۔ میں بہرحال اس کا باپ ہوں اور اسے حقائق سے آگاہ کرنا میرا فرض ہے۔ 'کسی کو مارنا گناہ ہے' میں نے اس سے کہا، 'خواہ یہ کام ڈوئیل کے نام پر ہی کیوں نہ کیا جائے۔' 'پاپا' اس نے کہا، 'پاپا، جب میں بڑا ہو جاؤں گا، میں اس سے مقابلہ کروں گا، اسے زمین پر پٹخ دوں گا، اپنی تلوار سے اس کی تلوار توڑ دوں گا، میں اس پر اتنی زبردست چڑھائی کروں گا کہ وہ چاروں شانے چت زمین پر گر پڑے گا، پھر میں اپنی تلوار فضا میں بلند کروں گا اور اس سے کہوں گا: اگر میں چاہوں تو تمھیں جہنم رسید کر سکتا ہوں، پر نہیں، جاؤ، میں نے تمھیں معاف کیا۔' آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ ان دو دنوں میں اس کے دماغ

میں کسی قسم کی ڈھیل پا رہی ہوگی، وہ دن رات غالباً یہی سوچتا رہا ہوگا کہ وہ گوار سے کیسے انتقام لے گا اور غالباً رات کو اس کے متعلق ہذیانی باتیں بھی کرتا رہا ہوگا۔

"اب وہ جب بھی سکول سے واپس آتا، اس کے جسم کے کسی نہ کسی حصے پر خاصی چوٹوں کے نشانات ہوتے: پھر ایک روز مجھے سب کچھ معلوم ہو گیا اور آپ بالکل ٹھیک کہتے ہیں کہ اب مجھے اسے اس سکول میں نہیں بھیجنا چاہیے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ اس کی کلاس کے تمام لڑکوں کے ساتھ اس کی ان بن رہتی ہے اور وہ ہر ایک کو اشتعال دلاتا رہتا ہے: وہ غصے سے جل بھن رہا ہے، اس کے دل میں نفرت کی چنگاریاں سلگ رہی ہیں۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر مجھ پر خوف طاری ہو گیا۔ ہم چہل قدمی کرتے رہے۔ 'پاپا' اس نے مجھ سے پوچھا، 'پاپا، کیا یہ درست ہے امیر دنیا کے طاقت ور ترین لوگ ہیں؟' 'ہاں، الیوشا' میں نے کہا، 'دنیا میں امیر آدمی سے بڑھ کر کوئی طاقت ور نہیں ہوتا۔' 'پاپا' اس نے کہا، 'میں امیر آدمی ہوں گا، میں افسر ہوں گا اور ہر شخص کو مات دے دوں گا۔ زار مجھے انعام دیں گے اور جب میں واپس آؤں گا تو کسی مائی کے لال میں اتنی جرأت نہیں ہوگی کہ۔۔۔' وہ کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گیا اور جب دوبارہ بولنے لگا تو اس کے ہونٹ پہلے ہی کی طرح کانپ رہے تھے۔ اس نے کہا: 'پاپا، کیا ہمارا یہ قصبہ غلیظ، گندہ اور گھناؤنا نہیں، پاپا؟ پاپا، کیوں نہ ہم کسی دوسرے قصبے، کسی اچھے قصبے میں چلے چلیں جہاں کوئی ہمیں جانتا ہو نہ پہچانتا ہو؟' 'ہم چلیں گے، الیوشا، ضرور چلیں گے' میں نے کہا، 'بس مجھے کچھ رقم پس انداز کر لینے دو۔' میں خوش تھا کہ مجھے اس کی دل شکستہ اور افسردہ خیالات سے توجہ ہٹانے کا موقع مل گیا ہے اور ہم خیالی پلاؤ پکا پکا کر اپنے دل خوش کرتے رہے کہ ہم کسی دوسرے قصبے میں منتقل ہو جائیں گے، اپنا گھوڑا گاڑی خرید لیں گے۔ ہم اس کی ماں اور بہنوں کو گاڑی میں بٹھائیں گے، ان کے بدن کمبلوں سے ڈھانپ دیں گے اور خود دونوں گاڑی کے ساتھ ساتھ پیدل سفر کریں گے۔ کبھی کبھار میں اسے بھی گاڑی میں بٹھا دیا کروں گا لیکن خود پیدل ہی چلتا رہوں گا تاکہ گھوڑے پر زیادہ بوجھ نہ پڑے اور یوں ہم اپنی منزل مقصود پر پہنچ جائیں گے۔ یہ سن کر اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا، خاص طور پر اس بات نے تو اس پر بالکل وجد طاری کر دیا کہ ہمارا اپنا گھوڑا ہوگا کیونکہ اس صورت میں خود اسے اس پر سوار ہونے کا موقع مل سکتا تھا۔ یہ بات پورے یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ روسی لڑکے کو کسی چیز سے اتنی خوشی نہیں ہوتی جتنی گھوڑا پا کر ہوتی ہے۔ ہم کافی دیر اس طرح کی باتیں کرتے اپنے دل بہلاتے رہے۔ 'خدا کا شکر ہے' میں نے سوچا، 'میں نے اس کا دل بہلا دیا ہے، اسے تسلی دے دی ہے۔'

"یہ واقعہ پرسوں شام کا ہے مگر کل شام سب کچھ بدل گیا۔ وہ کل صبح پھر سکول چلا گیا تھا مگر جب واپس آیا تو بے حد اداس اور مرجھایا ہوا تھا۔ غروب آفتاب سے کچھ ہی دیر پہلے میں نے اس کا

ہاتھ پکڑا اور ہم سیر کے لیے نکل پڑے۔ راستے میں ہم نے ایک دوسرے سے ایک لفظ تک نہ کہا، بالکل چپ چاپ چلتے رہے۔ ہوا ذرا تیز ہو گئی اور یہ اس امر کی علامت تھی کہ خزاں آ گئی ہے۔ اتنے میں سورج ڈوب گیا جس سے اندھیرا بڑھنے لگا۔ ہم دونوں چلتے رہے، ہم دونوں ہی بے حد افسردہ تھے۔ 'خیر، میرے بیٹے' میں نے کہا، 'ہم سفر کی تیاری کیسے کریں گے؟' میں نے یہ سوال اس ارادے سے کیا تھا کہ گزشتہ شام کی گفتگو دوبارہ شروع ہو جائے۔ اس نے جواب میں کچھ بھی نہ کہا۔ مجھے صرف اتنا محسوس ہوا کہ میرے ہاتھ میں اس کی انگلیوں کی گرفت سخت ہو گئی ہے۔ ہم پھر اسی پتھر کے پاس پہنچ گئے، میں اس کے اوپر بیٹھ گیا، آسمان پر پھڑ پھڑاتی، سرسراتی پتنگیں اڑ رہی تھیں، مجھے کوئی تیس کے قریب نظر آ رہی تھیں۔ یہ پتنگوں کا موسم تھا۔ 'الیوشا، سنو،' میں نے کہا، 'ہم نے پچھلے سال جو پتنگ بنائی تھی اب اس کے اُڑانے کا وقت آ گیا ہے۔ میں اُس کی مرمت کر دوں گا، تم نے یہ کہاں رکھی تھی؟' میرے ننھے منے بیٹے نے کوئی جواب نہ دیا، ایک لفظ تک نہ کہا، بس دور خلا میں گھور گھور کر دیکھتا رہا، اس نے تو مجھ سے آنکھ بھی نہ ملائی اور میری طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں ہوا چیخنے اور گرد کے بادل اڑانے لگی... وہ اچانک میری طرف لپکا، میری گردن میں اپنے بازو ڈالے اور مجھ سے لپٹ گیا۔ آپ کو معلوم ہی ہے کہ جو بچے غیور، خوددار اور کم آمیز ہوتے ہیں اور کافی عرصے سے اپنے آنسو پیے ہوتے ہیں، جب اُن کا واسطہ کسی عظیم اندوہ سے پڑتا ہے، پھر اُن کے ضبط کے سارے بند ٹوٹ جاتے ہیں، تب ان کے آنسو محض بہتے ہی نہیں بلکہ سیل رواں بن جاتے ہیں۔ میرے چہرے پر واقعی گرم گرم آنسوؤں کا دھارا بہنے لگا۔ اس کی روتے روتے گھگھی بندھ گئی، بید مجنوں کی طرح سارا جسم کانپنے لگا اور مجھ سے، جب میں پتھر پر بیٹھا ہوا تھا، بری طرح چمٹ گیا۔ 'پاپا،' وہ کہہ رہا تھا، 'پاپا، ڈیئر پاپا، اُس نے کس طرح آپ کو ذلیل کیا!' اور جناب عالی، تب میرے اپنے آنسو بھی بہنے لگے؛ ہم ایک دوسرے سے لپٹے محض بیٹھے اور روتے رہے۔ 'پاپا،' اس نے کہا، 'پاپا،' 'الیوشا،' میں نے اس سے کہا، 'الیوشیچکا!' اس وقت کوئی بھی ہمیں دیکھ نہیں رہا تھا، صرف خدا دیکھ رہا تھا، شاید وہ اسے میرے حساب میں درج کر لے۔ الیکسی فیودرووچ، میری طرف سے اپنے بھائی کا شکریہ ادا کر دیں مگر میں محض آپ کو خوش کرنے کے لیے اپنے بیٹے کو کوئی سزا دینے کے لیے تیار نہیں۔"

اپنی تقریر ختم کرنے کے بعد اس نے ایک بار پھر اپنا پرانا روکھا اور اکھڑ رویہ اختیار کر لیا۔ تاہم الیوشا کو احساس ہوا کہ وہ اس پر اعتماد کرتا ہے اور اگر اس کی جگہ کوئی بھی دوسرا شخص ہوتا تو وہ اس کے سامنے کبھی اس طرح اپنا دکھڑا بیان نہ کرتا، اور اس کے ساتھ کبھی اس طرح راز کی باتیں نہ کرتا جس طرح کہ اس نے ابھی ابھی اس کے روبرو کی تھیں۔ اس سے الیوشا کو حوصلہ ملا اور اس کی

آنکھیں بھر آئیں۔

"آہ، میری کتنی خواہش ہے کہ میری آپ کے بیٹے کے ساتھ دوستی ہو جاتی!" اس نے کہا، "اگر آپ اس ضمن میں کچھ کر سکیں..."

"یقیناً،" سٹاف کیپٹن نے منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"لیکن اب یہ بات اتنی اہم نہیں رہی، بالکل نہیں رہی، میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنیں،" الیوشا نے اپنی گفتگو جوش و خروش سے جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "سنیں، میں آپ کے لیے پیغام لے کر حاضر ہوا ہوں۔ میرا یہی بھائی دمتری اپنی منگیتر کی بھی توہین کر چکا ہے حالانکہ اس کی منگیتر نہایت معزز اور عالی وقار خاتون ہے اور درحقیقت مجھے آپ کو لازماً بتانا ہو گا کہ جب اسے معلوم ہوا کہ آپ کے ساتھ کس قسم کی بدسلوکی ہوئی ہے اور جب اس دل خراش واقعے کی تفصیلات اس کے کانوں تک پہنچیں تو اس نے مجھے فوراً... آج ہی... ہدایت کی کہ میں اس کی طرف سے آپ کی خدمت میں کچھ نذرانہ پیش کروں تاکہ آپ کی کچھ مدد ہو سکے... آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس نے یہ رقم اپنی مرضی سے بھیجی ہے، اس میں میرے بھائی دمتری کا کوئی دخل نہیں، وہ تو اسے دھتکار چکا ہے، اُس نے یہ بالکل نہیں بھیجی اور نہ میں اسے اپنی طرف سے پیش کر رہا ہوں، میں جو اس کا بھائی ہوں، اور نہ یہ کسی دوسرے شخص کی طرف سے ہے بلکہ یہ محض اس (دمتری کی منگیتر) کی طرف سے ہے اور صرف اس کی طرف سے ہے! وہ آپ سے التجا کرتی ہے کہ آپ اس کی طرف سے یہ ہدیہ قبول کر لیں... آپ دونوں کے ساتھ ایک ہی شخص نے زیادتی کی ہے۔ اور یہ محض اتفاق ہے کہ اسے آپ کا خیال صرف تبھی آیا جب اس کی بھی اتنی ہی زبردست توہین ہوئی جتنی کہ آپ کی ہوئی تھی! دوسرے الفاظ میں یوں کہیں کہ ایک بہن اپنے بھائی کی مدد پر آمادہ ہوئی ہے... اس نے مجھے خاص طور پر تاکید کی تھی کہ میں آپ کو یہ دو سو روبل اس طرح قبول کرنے پر قائل کروں جیسے یہ آپ کی ہمشیرہ نے بھیجے ہوں۔ کسی بھی شخص کو اس کی کانوں کان خبر نہیں ہونے پائے گی، اس سے کوئی بدخواہانہ افواہ جنم نہیں لے گی... یہ رہے دو سو روبل، میری آپ سے درخواست ہے کہ آپ انہیں ضرور بالضرور قبول فرما لیں ورنہ... ورنہ اس کا مطلب یہ ہو گا کہ دنیا صرف ایک دوسرے کے دشمنوں سے بھری پڑی ہے... نہیں، ایسا سوچنا بھی غلط ہے، اس دنیا میں بہنوں کے بھائی بھی تو ہوں گے... آپ نہایت نیک طینت انسان ہیں... آپ کو لازماً اس کا احساس ہونا چاہیے کہ آپ نیک طینت انسان ہیں، لازماً ہونا چاہیے!..."

اس کے بعد الیوشا نے اسے سو سو روبل کے دو بالکل ہی نئے، کھنکھناتے نوٹ پیش کر دیے۔ وہ دونوں باڑ کے ساتھ بالکل اُسی پتھر کے قریب کھڑے تھے اور آس پاس کوئی اور شخص وہاں موجود

نہیں تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ بینک کے نوٹوں نے سٹاف کیپٹن کو بالکل ہی چونکا دیا ہے، حیرت سے اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا اور وہ سرتاپا کپکپانے لگا۔ اس قسم کی صورت حال پہلے کبھی نہ تو اس کے ذہن و گمان میں آئی تھی اور نہ کبھی اسے اس کی توقع ہوئی تھی۔ اسے تو کبھی اپنے بے لگام خوابوں میں بھی یہ اُمید نہیں بندھی تھی کہ کوئی اُس کی مدد کرے گا، خاص طور پر اتنی بڑی رقم سے، اس نے نوٹ پکڑ تو لیے لیکن ایک منٹ تک اُس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا، پھر کوئی بالکل ہی نئی چیز اس کے چہرے پر جھلملانے لگی۔

"یہ سب میرے لیے ہے، اتنی بڑی رقم؟ دو سو روبل! خدا کی پناہ! خدایا، مجھے یک مشت اتنا روپیہ دیکھے چار سال تو ہو گئے ہوں گے! اور وہ کہتی ہے وہ میری بہن ہے، کیا اُس نے واقعی یہ کہا تھا؟... کیا یہ سچ ہے، کیا یہ واقعی سچ ہے؟"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے آپ سے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل سچ ہے!" الیوشا نے ذرا اونچی آواز سے کہا۔ سٹاف کیپٹن کا چہرہ چقندر کی طرح سرخ ہو گیا۔

"سنیں، میرے دوست، میری بات غور سے سنیں۔ اگر میں نے یہ روپیہ قبول کر لیا، میں اُچکا تو نہیں گردانا جاؤں گا؟ الیکسی فیودوروچ، کہیں میں آپ کی نگاہوں میں مردود تو نہیں قرار پاؤں گا؟ نہیں، الیکسی فیودوروچ، نہیں، میری بات غور سے سنیں، جو کچھ مجھے کہنا ہے اُسے توجہ سے سنیں۔" سٹاف کیپٹن نے اپنی بات جوش و خروش سے جاری رکھتے ہوئے کہا، وہ بیچ بیچ میں اپنے دونوں ہاتھوں سے الیوشا کو چھو لیتا۔ "تم مجھے قائل کرنے کی کوشش کر رہے ہو کہ میں یہ رقم قبول کر لوں کیونکہ یہ مجھے میری 'ہمشیرہ' نے بھیجی ہے، لیکن اگر میں اسے قبول کر لوں تو آپ مجھ سے نفرت تو نہیں کرنے لگیں گے؟"

"نفرت؟ نہیں، بالکل نہیں! میں اپنی زندگی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں آپ سے کبھی نفرت نہیں کروں گا! اور یہ بات صرف ہم تینوں ـــــ آپ کے، میرے اور اس کے درمیان ہی رہے گی، کسی اور کو اس کی بھنک تک نہیں مل سکے گی ـــــ زیادہ سے زیادہ یہ ہو گا کہ شاید ایک اور خاتون کو اس کا علم ہو جائے، اور وہ خاتون کوئی غیر نہیں، اس کی زبردست سہیلی ہے..."

"خیر، اُس خاتون کو جانے دیں، بھول جائیں! الیکسی فیودوروچ، بس میری بات غور سے سنیں، جو کچھ مجھے کہنا ہے، وقت آ گیا ہے کہ آپ اُسے سنیں کیونکہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے کہ یہ دو سو روبل میرے لیے کیا کچھ کر سکتے ہیں۔" مفلوک الحال شخص نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ اُس پر بتدریج والہانہ مسرت کی کیفیت طاری ہوتی جا رہی تھی لیکن اس کی باتیں بے ربط ہونے لگی تھیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ خود اس کی اپنی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور وہ اتنا تیز تیز اور

اتنے جوش و جذبے سے بول رہا تھا جیسے اُسے اندیشہ لاحق ہو رہا ہو کہ اسے اپنی بات کہنے کی اجازت نہیں ملے گی۔

"بات صرف اتنی نہیں کہ یہ رقم ایک معزز اور واجب التعظیم 'ہمشیرہ' سے دیانتدارانہ انداز سے حاصل ہوئی ہے بلکہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ حضور، آپ کو کچھ اندازہ ہے کہ اب میں اپنی عالی نسب شریک حیات اور اپنی نینوچکا، اپنی خمیدہ کمر، فرشتہ صفت بیٹی کا علاج کرا سکوں گا؟ ڈاکٹر ہرزن سٹوب اپنی طبعی شرافت کی وجہ سے ایک مرتبہ ہمارے ہاں تشریف لائے تھے اور وہ پورا گھنٹہ ان دونوں کا معائنہ کرتے رہے تھے۔ 'میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا،' انہوں نے فرمایا تھا۔ تاہم مجھے یقین ہے کہ ہمارے محلے میں ادویات کی دکان پر جو معدنی پانی فروخت ہوتا ہے، اس کو پینے سے میری شریک حیات کو کچھ نہ کچھ افاقہ ضرور ہو جائے گا (خود ڈاکٹر صاحب نے بھی اسے اپنے نسخے میں تجویز کیا تھا)۔ انہوں نے پاؤں دھونے کے لیے بعض محلول بھی تجویز کیے تھے۔ اس نسخے پر عمل کرنا میرے بس کی بات نہیں تھی۔ معدنی پانی کی بوتل تیس کوپک میں آتی ہے اور میری بیوی کو غالباً چالیس بوتلیں پینا ہوں گی۔ چنانچہ میں نے یہ نسخہ شیلف پر ایک ایقونے کے نیچے رکھ دیا اور اسے دوبارہ ہاتھ تک نہیں لگایا۔ اور جہاں تک نینوچکا کا تعلق ہے، انہوں نے ہمیں اسے کسی محلول میں نہلانے کا مشورہ دیا تھا اور تلقین کی تھی کہ ہم اسے ہر صبح و شام اس قسم کا غسل دینے کا اہتمام کریں اور کبھی ناغہ نہ ہونے دیں، لیکن جہاں ہم رہتے ہیں وہاں ہم اس طریقے سے علاج کا بندوبست کیسے کر سکتے ہیں؟ ہمارے مکان میں نوکرانیاں، مددگار اور دیگر سہولتیں تو کیا ہوں گی وہاں تو پانی تک دستیاب نہیں۔ میں نے آپ کو شاید اتنا بھی نہیں بتایا کہ وہ گٹھیے کی مریضہ ہے اور اسی نے اسے خمیدہ کر بنا دیا ہے۔ اسے رات کو شدید تکلیف ہوتی ہے، اس کے سارے دائیں پہلو میں شدید درد ہوتا ہے لیکن کیا آپ یقین کریں گے کہ میری پیاری فرشتہ صفت بیٹی یہ سب کچھ خندہ پیشانی سے جھیلتی رہتی ہے اور منہ سے اُف تک کی آواز نہیں نکالتی کہیں ہمارے آرام میں خلل پڑ جائے؟ ہمیں جو ملتا ہے، جو ہاتھ آتا ہے، ہم اسے کھا لیتے ہیں لیکن وہ اللہ کی بندی اس میں بھی ہمارا ساتھ نہیں دیتی، وہ ہمارا صرف بچا کھچا ہی کھاتی ہے جو صرف کتوں کے لیے موزوں ہو سکتا ہے اور اس پر بھی خداوند کا شکر ادا کرتی رہتی ہے اور کبھی حرف شکایت زبان پر نہیں لاتی۔ 'میں اس کی مستحق نہیں،' اس کی آنکھیں کہتی نظر آتی ہیں، 'میں آپ لوگوں کو آپ کے آخری لقموں سے محروم کر رہی ہوں، میں آپ لوگوں پر بوجھ بن گئی ہوں۔' اس کے معصوم چہرے سے یہی مترشح ہوتا رہتا ہے۔ ہم اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں لیکن وہ اس پر کھسیانی ہوتی رہتی ہے۔ 'میں آپ لوگوں کی عنایت کی مستحق نہیں بالکل نہیں، میں بے مصرف لنگڑی لولی ہوں، کام کی نہ کاج کی۔' وہ اپنی فرشتہ صفت عاجزی کے

ساتھ ہم سب کے لیے خداوند سے دعائیں مانگتی رہتی ہے، ایسے میں وہ بے مصرف اور نکمی کیسے ہو سکتی ہے؟ اس کے بغیر، اس کی عاجزانہ دعاؤں کے بغیر ہمارا گھر بالکل جہنم کا نقشہ پیش کرنے لگے گا۔۔۔ اس کی حالت دیکھ کر واریا کا دل بھی موم ہو گیا ہے۔ اور حضور، خدا کے لیے واروارا کو مورد الزام نہ ٹھہرائیں، وہ بھی اپنی ذات میں فرشتہ صفت ہے، اس کے ساتھ بھی زیادتی ہوئی ہے۔ وہ ان گرمیوں کی چھٹیوں میں جب گھر آئی تھی اس کی جیب میں سولہ روبل تھے جو اس نے ٹیوشنیں پڑھا کر اس لیے پس انداز کیے تھے کہ جب وہ ستمبر میں واپس سینٹ پیٹرز برگ جائے گی تو اس کے کام آ سکیں۔ مگر ہم نے اس کی یہ جمع جتھا بھی اس سے ہتھیا لی تاکہ ہم اپنا گزارہ کر سکیں۔ چنانچہ اب وہ واپس نہیں جا سکتی۔ کیونکہ اس کے پاس کچھ نہیں بچا ہے، اور یہ ہے وہ واردات جو اس پر بیتی ہے۔ اور وہ اس لیے بھی تو نہیں جا سکتی کیونکہ وہ ہمارے لیے لونڈیوں کی طرح محنت مشقت کرتی ہے۔۔۔ ہم نے اسے بالکل کولھو کا بیل بنا دیا ہے، وہ گھر کے ہر فرد کی خدمت کرتی ہے، کپڑے دھوتی اور رفو کرتی ہے، رگڑ رگڑ کر فرش کی صفائی کرتی ہے، اپنی اماں کو بستر پر لٹاتی ہے، اور حضور، یہ مت بھولیں کہ اماں تلوّن مزاج ہے، کبھی رونے لگتی ہے، کبھی مجنونانہ حرکتیں شروع کر دیتی ہے۔۔۔ تو اب جب کہ مجھے دو سو روبل مل گئے ہیں، میں ملازمہ رکھ سکوں گا، کچھ سمجھے، حضور، الیکسی فیودوروچ؟ میں اپنے بیماروں کا علاج شروع کرا سکتا ہوں، میں اپنی بچی کو واپس سینٹ پیٹرز برگ بھیج سکوں گا، میں کچھ گائے کا گوشت خرید سکوں گا، آخر ہمیں بھی کچھ مناسب خوراک ملنا چاہیے۔ خدایا، یہ سب کچھ خواب تو نہیں!"

ایلوشا کی خوشی سے باچھیں کھل گئیں کیونکہ وہ جو رقم لایا تھا وہ اتنی زیادہ مسرت کا باعث بن رہی تھی اور یہ کہ اس مظلوم شخص نے یہ رقم قبول کر لی تھی۔

"ٹھہریں، الیکسی فیودوروچ، ٹھہریں،" سٹاف کیپٹن کے دماغ میں ایک نیا خیال گھس آیا تھا اور وہ ایک بار پھر نئی سمت میں رواں دواں ہو رہا تھا۔ "آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ایلوشا اور میں اب واقعی اپنے خواب کو عملی شکل دے سکیں گے: ہم گھوڑا اور گاڑی خریدیں گے، گھوڑا مشکی ہو گا کیونکہ اس نے خاص طور پر مشکی خریدنے کی خواہش ظاہر کی تھی، اور ہم بالکل اسی طرح جس طرح کہ ہم نے سوچا تھا، روانہ ہو جائیں گے۔ صوبہ ک (21) میں ایک وکیل ہے، وہ بچپن سے میرا دوست چلا آ رہا ہے اور مجھے معتبر ذرائع نے اطلاع دی ہے کہ اگر میں وہاں چلا جاؤں وہ غالباً مجھے اپنے دفتر میں کلرک وغیرہ رکھ لے گا: کون جانتا ہے شاید وہ مجھے رکھ ہی لے۔۔۔ چنانچہ میں اپنی نیک دل شریک حیات اور نینوچکا کو گاڑی میں بٹھا لوں گا، ایلوشیچکا کوچوان ہو گا اور میں پیدل آگے آگے چلوں گا۔۔۔ خدایا، یہاں میں نے جو ایک معمولی سی رقم کسی شخص کو ادھار دی تھی اگر وہ مجھے

واپس مل جائے پھر شاید میرے سارے دلدر دور ہو جائیں گے اور مجھے ان چیزوں کے لیے روپیہ مل جائے گا۔"

"آپ کو بالکل مل جائے گا!" ایلوشا نے جوش و خروش سے کہا۔ "کاترینا ایوانوونا آپ کو مزید رقم بھیج دے گی، آپ کی جتنی ضرورتیں ہیں وہ سب پورا کر دے گی اور آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میرے پاس بھی کچھ پونجی ہے، آپ کو جتنی چاہیے، مجھے بھائی یا دوست سمجھ کر مجھ سے لے لیں، آپ چاہیں تو بعد میں واپس کر سکتے ہیں۔۔۔ آپ کسی روز مالا مال ہو جائیں گے، آپ لازماً ہو جائیں گے! اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ آپ نے کسی دوسرے صوبے میں منتقل ہونے کا جو منصوبہ بنایا ہے اس سے بہتر منصوبہ آپ سوچ ہی نہیں سکتے تھے! یہ آپ سب کی، خاص طور پر آپ کے نو عمر بیٹے کی، گلو خلاصی کا موجب بنے گا اور یاد رکھیں کہ آپ کو جلدی کرنا ہو گی، آپ کو موسم سرما کے آغاز سے پہلے، سردیوں کے زور پکڑنے سے پیشتر اس پر عمل کرنا ہو گا۔ جب آپ منزل مقصود پر پہنچ جائیں، پھر ہمارے ساتھ خط کتابت شروع کر دیں اور ہم ہمیشہ ایک دوسرے کے بھائی بنے رہیں گے۔۔۔ نہیں، یہ خواب نہیں ہے۔۔۔"

ایلوشا اتنا خوش تھا کہ وہ یوں آگے بڑھا جیسے وہ اس سے بغل گیر ہونا چاہتا ہو مگر جب اس کی نظر اس پر پڑی، وہ ٹھٹک گیا۔ سٹاف کیپٹن کچھ اس طور کھڑا تھا کہ اس کی گردن آگے کو بڑھی ہوئی تھی، اس کے چہرے کی رنگت پیلی پڑ چکی تھی اور اس پر پریشانی کے آثار نمودار ہو چکے تھے، اس کے ہونٹ باہر کی جانب لٹکے ہوئے تھے اور وہ یوں حرکت کر رہے تھے جیسے وہ کچھ کہنے کی کوشش کر رہے ہوں، آواز تو کوئی برآمد نہ ہوئی لیکن اس کے ہونٹ اسی طرح پھڑکتے رہے۔

"کیا بات ہے؟" ایلوشا نے اچانک گھبراتے اور کپکپاتے ہوئے کہا۔

"الیکسی فیودوروچ۔۔۔ میں۔۔۔ آپ۔۔۔" سٹاف کیپٹن نے رک رک کر بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ وہ کسی ایسے شخص کی طرح اسے عجیب و غریب، ہولناک اور وحشت ناک انداز سے دیکھ رہا تھا جو کسی بلند اور عمودی چٹان سے نیچے چھلانگ لگانا چاہتا ہو اور اس کے ساتھ ہی اس کے ہونٹوں پر تبسم سے کوئی ملتی جلتی چیز تیر رہی تھی۔ "میں۔۔۔ تم۔۔۔ کیا تم یہ نہیں چاہو گے کہ میں تمہیں کوئی کرتب دکھاؤں؟" اس نے اچانک تیز تیز اور پُرعزم انداز سے کانا پھوسی کرتے ہوئے کہا۔ اب اس کی آواز میں کوئی لکنت بھی نہیں تھی۔

"کیسا کرتب؟"

"معمولی سا کرتب، یونہی سی شعبدے بازی،" سٹاف کیپٹن نے اپنی کانا پھوسی جاری رکھتے ہوئے کہا۔ اس مرتبہ اس کا منہ بائیں جانب کچھ ٹیڑھا ہو گیا تھا، اس کی بائیں آنکھ بند ہو چکی تھی اور

وہ الیوشا کو یوں ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہا تھا جیسے کسی انجانے خوف نے اس کی نگاہ وہیں گاڑ دی ہو۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا، آپ کو ہوا کیا ہے، خدا کے لیے بتائیں آپ کا مطلب کیا ہے؟" الیوشا نے چلاتے ہوئے کہا۔ وہ اب بالکل ہی حواس باختہ ہو چکا تھا۔

"دیکھیں، ذرا ادھر دیکھیں!" سٹاف کیپٹن نے چیختے ہوئے کہا۔

اس نے دونوں نوٹ اوپر اٹھائے جنہیں وہ اب تک گفتگو کے دوران میں اپنے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور انگشتِ شہادت کے درمیان پکڑے ہوئے تھا، پھر انہیں فضا میں اچھالا اور اچانک غیظ و غضب کے عالم میں انہیں اپنی مٹھی میں مسل دیا۔

"دیکھا تم نے؟" اس نے گلا پھاڑتے ہوئے الیوشا سے کہا۔ اس کا چہرہ پیلا ہو چکا تھا اور اس پر دیوانگی کی کیفیت طاری ہو رہی تھی۔ پھر اس نے یک بیک مٹھی کھولی اور نوٹ زمین پر پھینک دیے۔ "دیکھا تم نے؟" اس نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہ رہے!..."

اس نے اچانک غصے سے پھنکارتے ہوئے اپنا دایاں پاؤں اوپر اٹھایا اور ایڑی سے نوٹوں کو کچلنے لگا، وہ ساتھ ساتھ چیختے چلاتے جا رہا تھا اور اس کا دم پھولنے لگا تھا۔

"یہ رہا تمہارا روپیا! یہ رہا تمہارا روپیا! یہ رہا تمہارا روپیا! یہ رہا تمہارا روپیا!"

پھر اس نے دیکھتے ہی دیکھتے پچھلی جانب جست لگائی اور الیوشا کے سامنے سیدھا کھڑا ہو گیا، وہ سرتاپا ایسے فخر و مباہات کی تصویر نظر آ رہا تھا جسے الفاظ میں بیان کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

"جاؤ، جس نے تمہیں بھیجا ہے اسے بتا دو کہ جھالوریں کی غیرت بکاؤ مال نہیں!" اس نے اپنا بازو فضا میں لہراتے ہوئے اونچی آواز سے کہا۔ پھر وہ تیزی سے مڑا اور دوڑنے لگا، لیکن ابھی اس نے بمشکل پانچ قدم اٹھائے ہوں گے کہ وہ ایک بار پھر واپس آیا اور الیوشا کی جانب اپنا بازو لہرانے لگا۔ اس نے دوبارہ قلانچ بھری اور اس مرتبہ پھر پانچ قدم اٹھانے کے بعد واپس آ گیا۔ اس بار اس کے چہرے پر کوئی ٹیڑھی میڑھی مسکراہٹ نہیں تھی بلکہ اس کے برعکس وہاں آنسوؤں کا تار بندھا ہوا تھا، وہ لڑکھڑاتے، کپکپاتے اور رندھے ہوئے لہجے سے کہہ رہا تھا:

"ہماری جو توہین ہوئی ہے، اگر میں اس کے عوض روپیہ قبول کر لوں تو میں اپنے بیٹے کو کیا منہ دکھاؤں گا، اسے کیا بتاؤں گا؟"

اس نے اتنا کہا اور پھر بھاگنا شروع کر دیا لیکن اس مرتبہ اس نے پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ الیوشا ٹکٹکی باندھے اس کی جانب دیکھتا رہا، اس کی نگاہوں سے ناقابلِ بیان حزن و ملال جھلک رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ سٹاف کیپٹن کو خود بھی آخری وقت تک معلوم نہیں تھا کہ وہ نوٹوں کو زمین پر پھینک دے گا اور انہیں پاؤں تلے مسل ڈالے گا۔ بھاگتے ہوئے شخص نے ایک مرتبہ بھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھا اور

الیوشا جانتا تھا کہ وہ دیکھے گا بھی نہیں۔ وہ نہ تو اس کے پیچھے جانا اور نہ اسے آواز دینا چاہتا تھا۔ تاہم جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا، الیوشا نے نوٹ اٹھا لیے۔ وہ بری طرح تڑ مڑ چکے تھے اور ریتلی زمین میں دھنس گئے تھے، لیکن اس کے سوا ان کا کچھ نہیں بگڑا تھا بلکہ جب الیوشا نے انہیں جھاڑا پونچھا، سیدھا کیا اور ان کی شکنیں دور کیں، وہ واقعتاً نئے اور کھنکھناتے محسوس ہوئے۔ جب وہ انہیں سیدھا کر چکا، اس نے انہیں تہہ کیا، جیب میں ڈالا اور اپنے فریضے کی تکمیل کی اطلاع دینے واپس کاترینا ایوانوونا سے ملنے چلا گیا۔

پانچویں کتاب

موافق و مخالف (دلائل)

1
سگائی

ایک بار پھر جس شخص سے الیوشا کی سب سے پہلے ملاقات ہوئی، وہ مادام خوخلا کووا تھی۔ وہ بالکل گھبرائی گھبرائی اور بڑ بڑائی بڑ بڑائی نظر آ رہی تھی۔ کوئی سنگین واقعہ پیش آ چکا تھا: کاتریا ایوانوونا پر جو ہذیانی کیفیت طاری ہوئی تھی، وہ پہلے تو غشی کے دوروں میں تبدیل ہوئی اور اس کے بعد اسے محسوس ہونے لگا کہ اس پر بھیانک اور ہیبت ناک ضعف (21۔الف) غالب آ گیا ہے؛ وہ ایک بار پھر بے ربط باتیں کرنے لگی اور دوبارہ بے ہوشی کی گرفت میں آ گئی تھی۔ اب اسے بخار ہو گیا تھا اور مادام خوخلا کووا نے ڈاکٹر ہرزن سٹوب اور کاتریا ایوانوونا کی دونوں خالاؤں کو بلا بھیجا تھا۔ خالائیں پہنچ چکی تھیں لیکن ہرزن سٹوب ابھی تک نہیں آیا تھا۔ کاتریا ایوانوونا بے ہوش پڑی تھی اور باقی لوگ کمرے میں بیٹھے تھے اور انتظار کر رہے تھے کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے۔ سب کے لبوں پر ایک ہی دعا تھی: کاش اس کا درجہ حرارت مزید نہ بڑھے!

جب مادام خوخلا کووا یہ خبر سنا چکی اس کے چہرے پر پریشانی اور تفکر کے آثار نمودار ہو گئے۔

"صورت حال بہت گھمبیر ہے، بہت گھمبیر ہے!" وہ بات بات پر کہے جا رہی تھی جیسے کاتریا ایوانوونا کے ساتھ پہلے جو کچھ ہو چکا تھا وہ گھمبیر نہیں تھا۔ الیوشا اس کی باتیں سن کر بہت ملول ہوا، خود اس کے اپنے ساتھ جو واردات ہوئی تھی وہ اس کی تفصیل سنانے لگا لیکن وہ ابھی چند ہی الفاظ کہہ پایا تھا کہ مادام خوخلاکووا نے اسے ٹوک دیا اور بولی: "میرے پاس ان باتوں کے لیے وقت نہیں، تم یوں کرو کہ جا کر لیسے کے پاس بیٹھ جاؤ اور وہاں میرا انتظار کرو۔"

"'مائی ڈیر الیکسی فیودرووچ'، لیسے!" وہ تقریباً اس کے کان میں سرگوشی کرنے لگی، "لیسے نے حال ہی میں میرا ناک میں دم کر رکھا ہے مگر وہ اتنی خوش خصال ہے کہ وہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ کرے، میں اس کی خطائیں معاف کرنے پر مجبور ہو جاتی ہوں۔ ذرا سوچو، تم نے ابھی بمشکل یہاں سے قدم باہر رکھا ہوگا کہ اسے محسوس ہونے لگا کہ وہ کل بھی اور آج بھی تمہارا ٹھٹھا اڑاتی اور تمہارے ساتھ زیادتی کرتی رہی ہے: اس پر وہ نادم ندامت کا اظہار کرتی رہی۔ مگر عقدہ یہ کھلا کہ وہ تمہارا ٹھٹھا اڑانے کی کوشش نہیں کر رہی تھی بلکہ تمہارے ساتھ محض چھیڑ چھاڑ کر رہی تھی۔ سچ پوچھو وہ صحیح معنوں میں اتنی نادم تھی کہ معلوم ہونے لگا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو اب چھلکے کہ اب چھلکے۔ میں اس کی یہ حالت دیکھ کر دنگ رہ گئی۔ اس نے جب بھی میرا ٹھٹھا اڑایا، اسے حقیقتاً کبھی ندامت نہیں ہوئی بلکہ وہ اسے ہمیشہ ہی مذاق میں تبدیل کر دیتی رہی۔ اور تمہیں معلوم ہی ہے کہ اسے ہر دم میرا ٹھٹھا اڑانے کے علاوہ اور کچھ سوجھتا ہی نہیں۔ لیکن اس مرتبہ وہ سراپا سنجیدہ ہو گئی ہے، اس کے لیے ہر چیز اہم بن گئی ہے۔ وہ تمہاری رائے کی بے حد قدر کرتی ہے، چنانچہ الیکسی فیودرووچ، اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی کوشش کرو، اس کے خلاف دل میں کوئی بغض نہ پالو۔ خود میں بھی اس کے ساتھ اسی طرح ـــ نرمی سے ـــ پیش آنے کی سعی کر رہی ہوں۔ وہ بڑی ذہین اور سمجھدار بچی ہے۔ کیا تم یقین کرو گے خود اس کے بقول تم اس کے بچپن کے دوست ہو؟ ـــ 'میرا بچپن کا انتہائی ثابت قدم دوست ـــ انتہائی پُر استقامت دوست!' دیکھا تم نے کہ وہ کس قسم کے دعوے کر رہی ہے! اگر اس کے سچے دوست صرف تم ہو تو پھر میں کیا ہوں؟ اس معاملے میں اس کے جذبات، بلکہ یادداشتیں بھی بہت گہری ہیں، تاہم اس کی اس طرح کی بیشتر ترکیبیں اور جملے اتنے غیر متوقع ہوتے ہیں کہ آدمی سوچ بھی نہیں سکتا کہ یہ اس کے منہ سے نکل پائیں گے لیکن وہ ہے کہ انہیں اچانک انڈیل دیتی ہے اور سننے والا ہکا بکا رہ جاتا ہے۔ مثلاً حال ہی میں اس نے ایک صنوبر کے درخت کے بارے میں کچھ ایسی ہی بات کہہ دی تھی۔ بات دراصل یہ ہے کہ جب وہ ابھی بچی تھی، ہمارے باغ میں بھی صنوبر کا درخت ہوا کرتا تھا، لیکن الیکسی فیودرووچ، مجھے ماضی کا صیغہ استعمال نہیں کرنا چاہیے ممکن ہے یہ اب بھی وہیں کھڑا ہو۔ صنوبر کے درخت آخر درخت ہوتے ہیں، انسان نہیں، وہ جہاں

کھڑے ہوتے ہیں مدتوں وہیں کھڑے رہتے ہیں اور ان میں کوئی ظاہری تغیر و تبدل بھی رونما نہیں ہوتا۔ خیر، ایک روز وہ مجھ سے کہنے لگی، 'ماما، میں نے خواب میں دیکھا کہ میں صنوبر کے نیچے سو رہی ہوں'، 'دیکھا تم نے، کیسی ترکیب ہے! صنوبر کے نیچے سونا!' کبھی سوجھی ہے تمہیں ایسی بات؟ لیکن وہ اپنی دھن میں بولے جا رہی تھی اور اس کا باتیں کرنے کا انداز اتنا اچھوتا تھا کہ میری تو زبان گنگ ہو گئی، مجھ سے کوئی جواب بن نہ پڑا۔ بہر حال یہ ساری گفتگو اب مجھے پوری طرح یاد نہیں رہی، بالکل بھول گئی ہوں، چنانچہ میں اسے دہرانے سے قاصر ہوں۔ خیر، چھوڑو ان باتوں کو، اب میں تم سے اجازت لیتی ہوں۔ میں اتنی پریشان ہوں کہ مجھے یہ خوف ستانے لگا ہے کہیں میں پاگل ہی نہ ہو جاؤں۔ آہ، الیکسی فیودرووچ، مجھے زندگی میں دو بار ذہنی امراض سے پالا پڑ چکا ہے اور مجھے ان کا علاج کرانا پڑا تھا۔ اچھا، اب چلو اور لیسے کے پاس پہنچ جاؤ۔ اس کا حوصلہ بڑھاؤ جیسا کہ تم ہمیشہ اپنے خوب صورت اور دل کش انداز سے کرتے رہتے ہو۔ لیسے!" اس نے اس کے کمرے کے دروازے کے قریب جا کر کہا، "الیکسی فیودرووچ تمہیں ملنے آیا ہے۔ تم نے تو اس کے ساتھ بڑا بھیانک سلوک کیا تھا مگر میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ اسے اس بارے میں قطعاً کوئی شکایت نہیں۔ اس کے برعکس اسے تو حیرت ہو رہی ہے کہ تمہارے دل میں اس قسم کا خیال آیا ہی کیسے!"

"Merci Maman۔ (22) الیکسی فیودرووچ، اندر آ جاؤ۔"

الیوشا اندر چلا گیا۔ لیسے نے اسے شرماتے ہوئے دیکھا اور ایکا ایکی اس کا چہرہ لالوں لال ہو گیا۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ کسی بات کے بارے میں کھسیانی ہو رہی ہے اور ہمیشہ کی طرح جب اس قسم کی صورت حال پیش آتی وہ کسی بالکل ہی مختلف معاملے کے متعلق دم لیے بغیر ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگی جیسے اسے فی الحال اس سے زیادہ کسی اور چیز میں دلچسپی نہ ہو۔

"ماما نے کچھ ہی دیر پہلے مجھے دو سو روبلوں کی پوری کہانی سنائی تھی اور یہ بھی بتایا تھا کہ تم اس... اس بدقسمت افسر... کے پاس کیا پیغام لے کر گئے تھے۔ اور اس بے چارے کے ساتھ جو زیادتی ہوئی تھی، انہوں نے اس کی بھیانک تفصیلات بھی مجھے بتائی تھیں اور ماما جب کوئی قصہ سناتی ہیں وہ اگرچہ اکثر موضوع سے بھٹکتی رہتی ہیں... تمہیں معلوم ہی ہے کہ وہ کس طرح کبھی آسمان کی اور کبھی زمین کی شروع کر دیتی ہیں... میں بہر حال سنتی اور روتی رہی۔ خیر، اب بتاؤ، تم اس بدنصیب کو روپیہ پہنچا آئے ہو؟ اور اس بے چارے کا حال کیا ہے؟..."

"یہی تو بات ہے، سچی بات یہ ہے کہ میں اسے رقم دے نہیں سکا۔ کیوں؟ یہ ایک لمبا قصہ ہے،" الیوشا نے جواب دیا جیسے معاملہ بس اتنا ہی ہو کہ چونکہ وہ اسے روپیہ نہیں دے سکا تھا اس لیے

اسے کوفت ہو رہی ہے جبکہ لیسے تاڑ گئی تھی کہ وہ نہ صرف اس سے نظریں چرا رہا ہے بلکہ اصل موضوع پر بات کرنے سے پہلو بھی بچانے کی کوشش کر رہا ہے۔ تاہم الیوشا میز کے سامنے بیٹھ گیا اور اسے اپنی کہانی سنانے لگا۔ لیکن جونہی اس نے بولنا شروع کیا اس کی ساری جھجک خود بخود دور ہو گئی اور وہ لیسے کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے میں کامیاب ہو گیا۔ اگرچہ اس کی جذباتی کیفیت دگرگوں ہو رہی تھی اور حالیہ ملاقات نے اس کا ذہنی سکون چھین لیا تھا، وہ کسی نہ کسی طرح بالکل غیر مبہم اور تفصیلی قصہ سنانے میں کامیاب ہو گیا۔ ازیں پیشتر بھی، جب وہ ابھی ماسکو میں قیام پذیر تھے اور لیسے بچپن کی منزلیں طے کر رہی تھی، اسے اس کے گھر جانا اور اسے وہ سب کچھ بتانا پسند تھا جو اس کے ساتھ بیت رہا ہوتا یا جو کچھ اس نے پڑھا ہوتا۔ بعض اوقات وہ دونوں مل کر اپنے ہوائی قلعوں کے متعلق کہانیاں گھڑتے اور یہ کہانیاں زیادہ تر کیف آگیں اور مسرت بخش ہوتیں۔ آج انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ دو تین سال پہلے کے اسی ماسکو میں واپس چلے گئے ہوں۔ وہ اسے جو کچھ سنا رہا تھا لیسے اس سے بہت متاثر ہوئی۔ الیوشا نے جذبات کی رو میں بہتے ہوئے الیوشیچکا کا کچھ ایسا نقشہ کھینچا کہ لیسے کو محسوس ہونے لگا جیسے وہ اس کی آنکھوں کے سامنے موجود ہو۔ جب وہ تفصیل سے بتا چکا کہ بدقسمت شخص نے کس طرح نوٹ اپنے پاؤں تلے کچلے تھے، لیسے نے تالی بجائی اور جذبات سے مغلوب ہو کر بولی:

"تو تم نے اسے رقم دی نہیں، اسے خالی ہاتھ چلے جانے دیا! اف میرے خدایا، تم کم از کم اتنا تو کر سکتے تھے کہ اس کے پیچھے بھاگتے اور اسے پکڑنے کی کوشش کرتے..."

"نہیں، لیسے، نہیں، اس کے پیچھے نہ بھاگنا ہی بہتر تھا۔" الیوشا نے کرسی سے اٹھتے اور پریشانی کے عالم میں کمرے کا چکر کاٹتے ہوئے کہا۔

"بہتر؟ یہ بہتر کیسے ہو سکتا تھا؟ ان کے پاس کھانے کو کچھ نہیں اور وہ بھوکوں مر جائیں گے!"

"وہ بھوکوں نہیں مریں گے کیونکہ اتنا کچھ ہونے کے باوجود یہ دو سو روبل کسی نہ کسی طرح ان تک پہنچ ہی جائیں گے۔ تم دیکھو گی کہ وہ کل انہیں قبول کر لے گا۔ تب اسے یہ رقم لینا ہی پڑے گی۔" سوچ بچار میں مستغرق الیوشا نے کمرے کا چکر کاٹتے ہوئے کہا۔ "لیسے، کیا تمہیں اندازہ ہے؟" اس نے اپنی بات جاری رکھتے اور اچانک اس کے سامنے رکتے ہوئے کہا، "کہ مجھ سے غلطی سرزد ہوئی تھی لیکن یہ غلطی بھی انجام کار بہتری پر منتج ہو گی؟"

"کیسی غلطی اور کیسی بہتری؟"

"کیونکہ وہ کمزور اور بزدل شخص ہے، اس میں حالات کا مقابلہ کرنے کی سکت باقی نہیں رہی لیکن فطرتاً وہ دل کا بھلا ہے۔ میں بار بار سوچتا رہا ہوں کہ وہ جس طریقے سے اچانک پھٹ پڑا تھا

اور نوٹوں کو پاؤں تلے کچلنے لگا تھا، اس کی پس پردہ وجہ کیا تھی؟ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ خود اسے آخر دم تک معلوم نہیں تھا کہ وہ اس معقول رقم کو یوں ٹھکرا دے گا اور جب وہ اسے ٹھکرا چکا تو اس نے جو کچھ کیا وہ لازماً ہونا ہی تھا۔ مجھے کچھ یوں نظر آ رہا ہے کہ اسے مختلف باتوں نے مشتعل کر رکھا تھا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جن حالات میں وہ اپنے آپ کو پا رہا تھا، ان میں اسے طیش آنا ہی تھا۔ پہلے تو اسے اس بات پر اشتعال آیا کہ روپیہ دیکھ کر اس کے منہ میں پانی بھر آیا تھا اور اسے جو خوشی ہوئی تھی وہ مجھ سے چھپا نہیں سکا تھا بلکہ اس نے کھلے بندوں اس کا مظاہرہ کر دیا تھا۔ روپیہ دیکھ کر اسے بے شک خوشی ہوتی لیکن اگر وہ حد سے تجاوز نہ کرتی، اس نے اس کا یوں کھلے بندوں اظہار نہ کیا ہوتا بلکہ دوسروں کی طرح کچھ ریاکاری کر پاتا جیسا کہ روپیہ قبول کرتے وقت وہ عام طور پر کرتے ہیں، تو وہ یہ رقم قبول کر لیتا۔ مگر ہوا کیا تھا؟ روپیہ دیکھ کر اس کی باچھیں کھل گئی تھیں، اس کا روم روم پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ وہ بے حد خوش ہے اور اپنی اس کوتاہی پر اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور وہ بھڑک اٹھا۔ لیسے، وہ مخلص آدمی ہے ــــ وہ نیک طینت اور کھرا شخص ہے اور یہی مسئلے کی جڑ ہے! جتنا عرصہ وہ بولتا رہا، اس کی آواز اتنی کمزور تھی، اتنی ناتواں تھی اور وہ اتنا تیز تیز بول رہا تھا اور اس کی آواز اتنے مضحکہ خیز انداز سے کپکپا رہی تھی یا شاید اس کے آنسو چھلکنے لگے تھے... اور وہ اتنا خوش تھا کہ اس کے واقعی آنسو نکل آئے تھے... اور وہ اپنی بیٹیوں کے متعلق گفتگو کر رہا تھا... اور اپنی اس ملازمت کا ذکر کر رہا تھا جو اسے کسی دوسرے قصبے میں ملنے والی تھی... اور جب وہ اپنا دل کھول کر میرے سامنے رکھ چکا اسے ایکا ایکی خفت نے گھیر لیا کہ اس نے اپنے قلبی خیالات و جذبات کیوں اس طرح تفصیل سے میرے سامنے بیان کیے ہیں۔ چنانچہ اسے معاً مجھ سے نفرت ہو گئی۔ وہ غریب ہے اور وہ اپنی غربت پر بے حد شرمندہ ہے۔ سب سے بڑھ کر اسے غصہ اس لیے بھی آیا کیونکہ اس نے کچھ زیادہ ہی عجلت سے مجھے اپنا دوست تصور کر لیا تھا اور یوں اس کے خیال کے مطابق وہ میرے قبضے میں آ گیا تھا۔ ابھی ایک لمحہ پہلے وہ مجھ پر چڑھائی کر رہا تھا، مجھے دھکے دے رہا تھا، مجھے ڈرانے کی کوشش کر رہا تھا، پھر جونہی اس کی نظر نوٹوں پر پڑی، وہ یک سر تبدیل ہو گیا، وہ مجھ سے بغل گیر ہونے کا ارادہ کرنے لگا۔ وہ مجھ سے تقریباً ہو ہی گیا تھا، وہ بار بار اپنے ہاتھوں سے میرا جسم چھو رہا تھا۔ پھر اچانک اسے محسوس ہوا کہ اس طرح تو وہ اپنی عزت نفس کھو بیٹھے گا اور وہ پیچھے ہٹ گیا۔ عین اسی لمحے مجھ سے زبردست غلطی سرزد ہو گئی۔ میرے منہ سے نکل گیا کہ اگر دوسرے قصبے میں نقل مکانی کرنے کے لیے رقم کافی نہ ثابت ہو تو اسے مزید فراہم کی جا سکتی ہے۔ تمہیں جتنا چاہیے، میں اپنی جیب سے دے سکتا ہوں، میں نے کہہ دیا۔ تب ایکا ایکی یہ خیال کوندے کی طرح اس کے ذہن میں لپکا: 'یہ لڑکا میری مدد کرنے کے لیے اتنا بے تاب کیوں ہے؟'

لیے، تمہیں معلوم ہے کہ جب کسی شخص کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے تو اسے سب سے زیادہ جس چیز سے تکلیف ہوتی ہے، وہ یہ ہوتی ہے کہ اسے محسوس ہونے لگتا ہے کہ ہر شخص اسے یوں دیکھ رہا ہے جیسے وہ اس کا محسن ہو؟... میں اس قسم کی بات سن چکا ہوں، یہ مجھے میرے ستارتس نے بتائی تھی۔ اس موقع پر آدمی کی جو کیفیت ہوتی ہے، مجھ میں نہیں آ رہا کہ میں اسے الفاظ میں کیسے بیان کروں لیکن اس قسم کی صورت حال میں نے بار ہا دیکھی ہے۔ علاوہ ازیں اگر خود مجھے بھی اس کیفیت میں گزرنا پڑا تو میں بھی اس طرح محسوس کروں گا۔ مگر اہم بات یہ ہے کہ اگرچہ آخر دم تک خود اسے بھی یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ نوٹوں کو یوں پاؤں تلے کچل ڈالے گا تاہم مجھے یقین ہے کہ اسے خفیف سا احساس ضرور تھا کہ وہ یہ حرکت کر بیٹھے گا۔ اور اسے یہ خفیف سا احساس اس لیے تھا کیونکہ وہ خوشی سے سرشار ہو رہا تھا... چنانچہ جو کچھ ہوا اگرچہ بظاہر وہ اچھا نہیں تھا لیکن حقیقتاً ٹھیک ہی تھا۔ اور میں تو واقعی یہ سمجھتا ہوں کہ اس سے بہتر کچھ ہو ہی نہیں سکتا تھا..."

"یہ بہتر کیوں ہوا؟" لیسے نے الیوشا کی جانب نگاہیں گھماتے ہوئے با آواز بلند پوچھا۔ وہ سراپا حیرت تھی۔

"کیونکہ لیسے، اگر اس نے نوٹوں کو پاؤں تلے مسلا نہ ہوتا بلکہ انہیں اپنی جیب میں رکھ لیا ہوتا، پھر جب وہ گھر پہنچتا تو اسے اپنی تذلیل کا اتنا شدید احساس ہوتا کہ وہ رونے بیٹھ جاتا— مجھے یقین ہے کہ بالکل یہی کچھ ہوتا۔ وہ روتا رہتا اور پھر غالباً اگلے روز وہ پہلا کام یہ کرتا کہ میرے پاس آتا، میرے سامنے نوٹ زمین پر پھینکتا اور انہیں بھی اسی طرح پاؤں تلے کچلنے لگتا جیسے کہ اس نے آج کیا تھا۔ مگر آج جب وہ واپس گیا، اس نے جو کچھ کیا تھا، وہ اس پر نازاں تھا، وہ اپنے آپ کو تیس مار خاں سمجھ رہا تھا حالانکہ وہ اچھی طرح جانتا اور سمجھتا تھا کہ اس کا پندار بیچ میں نہ آتا تو وہ اپنے حالات بہتر بنا سکتا تھا۔ چنانچہ زیادہ سے زیادہ کل تک اسے یہ دو سو روبل قبول کرنے کے لیے رضامند کرنے سے زیادہ اور کوئی کام آسان ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ وہ اپنی عزت نفس کا مظاہرہ کر چکا ہے، روپیہ ٹھکرا چکا اور اسے پاؤں تلے کچل چکا ہے... جب وہ ان نوٹوں کو پاؤں تلے کچل رہا تھا اسے متعلق معلوم نہیں تھا کہ میں یہی نوٹ لے کر کل دوبارہ اس کے ہاں چلا جاؤں گا۔ اس کے علاوہ اسے اس رقم کی شدید ضرورت ہے۔ اگرچہ اب اسے اپنے آپ پر فخر محسوس ہو رہا ہو گا کہ اس نے عزت نفس کا کتنا زبردست مظاہرہ کیا ہے، تاہم یہ سوچ سوچ کر اس کی جان ہلکان ہو رہی ہو گی، 'کتنا اچھا موقعہ ملا تھا اور میں نے اسے خواہ مخواہ گنوا دیا۔' رات کو وہ اس کے متعلق اور زیادہ شدت سے سوچے گا، اس کے متعلق خواب دیکھے گا اور جب کل دن طلوع ہو گا وہ بھاگم بھاگ میرے پاس آنے اور مجھ سے معافی مانگنے کے لیے تیار ہو گا۔ اور میں عین اسی وقت میں اس کے ہاں

پہنچ جاؤں گا اور اس سے کہوں گا، "آپ نے ثابت کر دیا ہے کہ آپ باحمیت اور غیرت مند شخص ہیں۔ اب آپ یہ روپیہ قبول کر لیں اور ہم سے اگر کوئی غلطی ہوئی ہے تو اسے معاف فرما دیں۔" اور بس، تم دیکھو گی کہ اس نے اسے قبول کر لیا ہے!"

اور جب الیوشا اپنے یہ آخری الفاظ کہہ رہا تھا اس پر ایک قسم کے وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ لیسے تالی بجانے لگی۔

"خوب، بہت خوب! اب بات میری سمجھ میں آ گئی ہے! الیوشا، تمہیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا؟ تم ہو تو بالکل نو عمر، لیکن روح پر کیا کچھ بیت رہا ہوتا ہے تم اس کے متعلق بہت اچھی طرح جانتے ہو... اس قسم کی بات میرے تو کبھی ذہن و گمان میں بھی نہ آتی..."

"اب اہم ترین بات یہ ہے کہ اسے کسی طرح یقین دلایا جائے کہ اگرچہ اس نے ہم سے روپیہ قبول کر لیا ہے، اس کی ہتک ہرگز نہیں ہوئی۔" الیوشا نے اسی وجد کی کیفیت میں اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا، "نہ صرف یہ کہ اس کی ہتک نہیں ہوئی بلکہ وہ دوسروں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان سے بات کر سکتا ہے۔"

"آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکتا ہے! الیکسی فیودورووچ، واہ کیا خوب صورت بات کہی ہے تم نے! خیر، اپنی گفتگو جاری رکھو۔"

"شاید میں اپنا مفہوم صحیح طور پر ادا نہیں کر پایا... آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنا... شاید یہ ترکیب موزوں نہیں... خیر یہ چیز اتنی اہم نہیں کیونکہ..."

"اوخ، اہم نہیں، تم نے بالکل ٹھیک کہا ہے کہ یہ چیز کوئی خاص اہم نہیں! خیر، چھوڑو اسے۔ مائی ڈیر الیوشا، میں تم سے معذرت خواہ ہوں... تمہیں معلوم ہے مجھے اب تک یقین نہیں تھا کہ میں واقعی تمہارا احترام کرتی ہوں؟... بلکہ یوں کہو کہ میں تمہارا احترام تو کرتی تھی لیکن اپنے برابر سمجھ کر، مگر اب میں تمہارا احترام ہی نہیں کروں گی بلکہ تمہیں اپنے سے بلند تر بھی سمجھوں گی۔ ارے، یہ میں نے کیا کہہ دیا! ڈیر الیوشا، یہ تو محض مذاق تھا، اس بات پر مجھ سے خفا مت ہونا۔" اس نے فوراً ہی بڑے جوش و جذبے سے اپنی بات میں اضافہ کیا۔ "میں تو نوعمر ہوں اور مجھ سے حماقتیں سرزد ہوتی رہتی ہیں، لیکن تم، تم... الیکسی فیودورووچ، سنو، ہم نے... میرا مطلب ہے تم نے... نہیں، ہم نے اس بے چارے شخص کا جو تجزیہ کیا ہے، اونچے مقام پر بیٹھ کر اس کی روح کی جو چیر پھاڑ کی ہے... اس سے کہیں یہ عندیہ تو نہیں ملتا جیسے ہم اس سے بہت برتر ہوں اور اس کے ساتھ جو ہمدردی جتا رہے ہیں محض ترس کھا کر جتا رہے ہیں؟ خاص طور پر جب ہم نے یقینی طور پر یہ طے کر لیا ہو کہ وہ روپیہ لازماً قبول کر لے گا؟"

"نہیں، لیسے، اس میں ترس کی کوئی بات نہیں۔" ایلوشا نے کچھ اس محکم انداز سے کہا جیسے وہ اس سوال کی تیاری کر کے آیا ہو۔ "جب میں ادھر آ رہا تھا میں نے اس کے متعلق خوب سوچ بچار کیا تھا۔ ذرا خود ہی غور کرو۔ جب ہم خود اُس جیسے ہیں، ہر شخص اُس جیسا ہے، پھر ترس کھانے کی کیا بات رہ جاتی ہے؟ کیونکہ ہم بہر حال اُس جیسے ہیں، رتی برابر اس سے بہتر نہیں۔ اور اگر ہم اس سے بہتر ہیں بھی، تو بھی جس صورت حال میں وہ پھنسا ہوا ہے اگر ہم اس میں ہوتے تو ہم بھی بالکل وہی کچھ کرتے جو وہ کر رہا ہے... لیسے، میں تمہارے متعلق تو کچھ نہیں جانتا لیکن اپنے بارے میں کہہ سکتا ہوں کہ میرا خیال ہے کہ میں کئی لحاظ سے سطحی روح کا مالک ہوں۔ لیکن اس کی (روح) سطحی نہیں، قدرے حساس ہے... نہیں، لیسے ہم جو کچھ کر رہے ہیں وہ اس پر ترس کھا کر نہیں کر رہے، بالکل نہیں! لیسے، تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میرے سٹارٹس نے ایک مرتبہ مجھ سے کہا تھا: 'ہمیں بیشتر لوگوں کا بالکل اُسی طرح خیال رکھنا چاہیے جس طرح کہ ہم بچوں کا رکھتے ہیں، لیکن بعض لوگ ایسے بھی ہیں جن کی دیکھ بھال بالکل اُسی طرح کرنا پڑتی ہے جس طرح کہ ہسپتالوں میں مریضوں کی جاتی ہے۔'"

"اف، الیکسی فیودروچ، اف! مائی ڈیئر ایلوشا، آؤ ہم بھی لوگوں کی اُسی طرح دیکھ بھال کریں جس طرح ہسپتالوں میں مریضوں کی کی جاتی ہے!"

"ہاں، لیسے، آؤ، ہم یہی کام کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے میں تیار تو ہوں لیکن حقیقتاً پوری طرح نہیں؛ بعض اوقات میں بہت بے صبر ہو جاتا ہوں اور بعض اوقات مجھے بالکل سامنے کی چیز نظر نہیں آتی۔ تم قطعی مختلف ہو۔"

"اخ، میں نہیں مانتی! الیکسی فیودروچ، میں کتنی خوش ہوں!"

"لیسے، میں بہت خوش ہوں کہ تم نے یہ بات کی۔"

"الیکسی فیودروچ، تم اتنے اچھے ہو کہ آدمی کے لیے یقین کرنا مشکل ہو جاتا ہے، لیکن بعض اوقات تم ضرورت سے کچھ زیادہ ہی علمیت بگھارنے لگتے ہو... تاہم جب آدمی گہرائی میں جا کر سوچتا ہے تو معلوم ہوتا ہے تمہیں اپنی علمیت جتانے کا قطعاً کوئی شوق نہیں۔ ذرا دروازے کے قریب جاؤ، بس تھوڑا سا، اسے آہستہ سے کھولو اور دیکھو کہیں ماما ہماری باتیں تو نہیں سن رہیں۔" لیسے کی آواز اچانک ایک قسم کی پُر اضطراب، تیز تیز کانا پھوسی میں تبدیل ہو گئی۔

ایلوشا دروازے کے قریب گیا، اسے جھری برابر کھولا، باہر جھانک کر دیکھا اور خبر دی کہ وہاں کوئی نہیں۔

"الیکسی فیودروچ، ادھر آؤ۔" لیسے نے شرماتے لجاتے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا: "مجھے

اپنا ہاتھ تھماؤ۔ ہاں، یہ ٹھیک ہے۔ سنو، مجھے تمہارے سامنے بہت بڑا اعتراف کرنا ہے۔ جب میں نے کل تمہیں خط لکھا تھا، میں مذاق نہیں کر رہی تھی بلکہ بالکل سنجیدہ تھی...." اور اس نے اپنی آنکھیں اپنے ہاتھوں میں چھپا لیں۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ اپنے اس اعتراف پر وہ بہت کھسیانی ہو رہی ہے۔

اچانک اس نے ایلوشا کا ہاتھ پکڑا اور پلک جھپکنے میں اس پر تین بوسے ثبت کر دیے۔

"اخ، لیسے، مزہ آ گیا۔" ایلوشا نے خوشی سے سرشار ہو کر کہا "اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے مجھے پورا یقین تھا کہ تم سنجیدہ ہو۔"

"تمہیں یقین تھا، یہ بھی خوب رہی!" اس نے اس کا ہاتھ پرے ہٹا دیا لیکن اسے پوری طرح چھوڑا بھی نہیں۔ شرم و حیا سے اس کا چہرہ گلنار ہو رہا تھا مگر اس کے انگ انگ سے خوشی پھوٹ رہی تھی اور اسی خوشی کے عالم میں اس کے حلق سے مدہم ہنسی کی آواز کھنکنا اٹھی۔ "میں اس کے ہاتھ پر بوسے دے رہی ہوں اور یہ صرف اتنا کہتا ہے، 'مزہ آ گیا۔'" مگر وہ اس کی جو زجر و توبیخ کر رہی تھی، اس میں حق بجانب نہیں تھی، ایلوشا بھی بے حد کھسیانا ہو رہا تھا۔

"لیسے، دل تو یہی چاہتا ہے کہ میں تمہیں ہمیشہ خوش رکھوں لیکن میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں یہ کام کروں تو کیسے کروں۔" اس نے زیر لب کہا۔ وہ خود بھی بیر بہوٹی ہو رہا تھا۔

"ایلوشا، مائی ڈیئر، تم سرد مہر اور خیرہ چشم ہو۔ تمہیں اندازہ ہی نہیں کہ کس موقع پر کون سی بات کہا جانا چاہیے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اپنا مفہوم کیسے ادا کروں! اسے دیکھیں! یہ مجھ سے بیاہ کرنے کے لیے تو تیار ہے لیکن کچھ اس طور سے جیسے یہ مجھ پر بڑا احسان کر رہا ہو، بڑا کرم کر رہا ہو اور کچھ یوں بھولا بن رہا ہے جیسے اسے معلوم ہی نہ ہو کہ اس کی یہ حرکت کیا معنی رکھتی ہے! ہونہہ، ذرا سوچیں اسے پورا یقین تھا کہ جب میں خط لکھ رہی تھی تو بالکل سنجیدہ تھی! اگر یہ خیرہ چشمی نہیں تو اور کیا ہے؟"

"مجھے جو اتنا یقین تھا، میرا خیال ہے میں نے کوئی غلط تو نہیں کیا؟" ایلوشا ہنسنے لگا۔

"نہیں، ایلوشا، بالکل نہیں۔ اس کے برعکس تم نے بالکل صحیح کیا ہے۔" لیسے نے اسے نرم و لطیف اور مسرت سے لبریز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ایلوشا وہیں کھڑا رہا۔ اس نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھما رکھا تھا۔ اچانک وہ نیچے جھکا اور اس نے اس کے ہونٹوں پر بھرپور بوسہ ثبت کر دیا۔

"یہ کیا کر رہے ہو؟ یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟" لیسے نے ذرا بلند آواز سے کہا۔ ایلوشا بالکل بوکھلا گیا۔

"اگر مجھے یہ حرکت نہیں کرنا چاہیے تھی تو مجھے معاف کر دو... شاید میں کچھ زیادہ ہی احمق

ہوں۔ تم نے کہا تھا میں سرد مہر ہوں چنانچہ میں نے تمہارا بوسہ لے لیا... صرف اب میری سمجھ میں آیا ہے کہ میری یہ حرکت غلط تھی..."

لیسے کا ہنستے ہنستے برا حال ہو گیا اور اس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں ڈھانپ لیا۔

"تم میرے بوسے لے رہے ہو اور اس لباس میں!" وہ ہنستے ہنستے دہری ہو گئی لیکن وہ اچانک بہت جلد سنبھل گئی اور اس کا رویہ بالکل سنجیدہ بلکہ کسی حد تک درشت ہو گیا۔

"ایلیوشا، ہمیں بوسے بازی ملتوی کرنا ہو گی کیونکہ فی الحال ہم دونوں میں سے کسی کو بھی معلوم نہیں کہ یہ کام کیسے کیا جاتا ہے اور ہمیں خاصی طویل مدت انتظار کرنا ہو گا۔" اس نے یک لخت اپنی بات ختم کرتے ہوئے کہا۔ "بہتر یہی ہو گا کہ تم مجھے اتنا سمجھا دو کہ تم جو مجھ سے — مجھ جیسی احمق، ضعیف العقل لڑکی سے، مجھ جیسی انتہائی بے وقوف بیمار لڑکی سے — شادی کرنا چاہتے ہو تو کیوں کرنا چاہتے ہو حالانکہ تم اتنے سمجھدار، تیز فہم اور اتنے غور و فکر کے عادی، اتنے مشاہدہ بیں اور باریک بیں ہو۔ اخ، ایلیوشا، میں خوش تو بہت ہوں لیکن سچ پوچھو تو میں تمہاری مستحق نہیں۔"

"نہیں، لیسے، ایسی بات نہیں، تم بالکل مستحق ہو۔ میں چند دنوں میں خانقاہ کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ رہا ہوں اور میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ جب میں ایک بار عام دنیا میں واپس آ گیا مجھے شادی کرنا ہی ہو گی۔ اور یہ بات خود انہوں نے مجھے بتائی تھی۔ اگر شادی میرا مقدر ٹھہری ہے، پھر تم سے بہتر مجھے کون مل سکتی ہے؟... اور تمہارے سوا مجھ سے شادی کرے گا بھی کون؟ میں اس بارے میں پہلے ہی سوچ بچار کر چکا ہوں۔ میں تم سے شادی کرنے کا آرزومند کیوں ہوں، اس کی چند وجوہ یہ ہیں: اول، تم مجھے بچپن سے جانتی ہو۔ دوم، تم ان تمام خوبیوں سے بہرہ ور ہو جن سے میں مطلقاً محروم ہوں، تم فطرتاً مجھ سے زیادہ خوش مزاج اور چنچل ہو۔ سوم، اور یہ بات سب سے اہم ترین ہے، تم مجھ سے کہیں زیادہ بے ضرر اور معصوم ہو... مجھے زندگی کا اتنا زیادہ تجربہ ہو چکا ہے، اتنا زیادہ... تم تو اس کے نصف سے بھی آگاہ نہیں ہو گی۔ ان سب باتوں کے باوجود میں بھی آخر ہوں تو کرامازوف ہی! اگر تم میری ہنسی اڑاتی ہو، مجھے مذاق کا نشانہ بناتی ہو تو بھی کیا فرق پڑتا ہے، میں برا نہیں مانتا، اس کے برعکس میں تو خوش ہوتا ہوں... بظاہر تم کسی ننھی منی بچی کی طرح ہنستی ہو لیکن یہ باطن کچھ اس شخص کی طرح سوچتی ہو جس نے زندگی میں بہت دکھ اٹھائے ہوتے ہیں..."

"جس نے بہت دکھ اٹھائے ہوتے ہیں؟ کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"ہاں، لیسے، میں بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ مثلاً کچھ دیر پہلے تم نے یہ سوال اٹھایا تھا — 'جس طریقے سے ہم اس بدنصیب شخص کی روح کی چیر پھاڑ کر رہے ہیں، کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہم نے اس کے ساتھ جو رویہ اختیار کر رکھا ہے وہ یہ ظاہر کر رہا ہے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں، اس

طرح کر رہے ہیں جیسے ہم اس پر احسان دھر رہے ہوں؟' اس قسم کا سوال صرف وہی شخص اٹھا سکتا ہے جو خود اذیت سے گزرا ہو... تم جانتی ہو کہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا میں اس بات کو کس طرح بیان کروں مگر میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس قسم کے سوال صرف وہی شخص سوچ سکتا ہے جس میں اذیت برداشت کرنے کی سکت ہو۔ اپنی اس معذوروں کی کرسی پر بیٹھے بیٹھے تم نے بہت کچھ سوچا ہو گا..."

"ایلیوشا، مجھے اپنا ہاتھ تھما دو، تم نے اسے پرے کیوں ہٹا لیا ہے؟" لیسے نے نحیف آواز میں کہا تاہم اس کی آواز سے جو مسرت ٹپک رہی تھی وہ چھپائے چھپ نہیں رہی تھی۔ "ایلیوشا، سنو، جب تم خانقاہ کو خیر باد کہہ دو گے، پھر کس قسم کے کپڑے پہنو گے؟ ہنسو مت، اور غصہ بھی مت کھاؤ، میرے لیے اس کا جاننا بے حد اہم ہے۔"

"لیسے، جہاں تک کپڑوں کا تعلق ہے، میں نے ان کے بارے میں ابھی تک سوچا نہیں لیکن ایک بات طے ہے، میں وہی پہنوں گا جو تم چاہو گی۔"

"میں چاہتی ہوں کہ تم گہرے نیلے رنگ کا مخملیں کوٹ، سفید سوتی واسکٹ، نرم و ملائم روئیں دار سرمئی فیلٹ ہیٹ پہنو... یہ تو بتاؤ کہ کل میں نے اپنے خط میں جو کچھ کہا تھا، آج جب میں اس سے مکر ہوئی تھی تو کیا تمہیں یہ سوچ آئی تھی کہ میں تم سے محبت نہیں کرتی؟"

"نہیں، میرے دل میں ایسا کوئی خیال نہیں آیا تھا۔"

"ارے، تم بالکل ناقابل برداشت ہو، ناقابل اصلاح ہو!"

"اتنا سمجھ لو، مجھے معلوم تھا تم مجھ سے محبت کرتی ہو... خیر، میرا خیال تھا کہ تم کرتی ہو لیکن میں جھوٹ موٹ ظاہر بھی کرتا رہا کہ جو کچھ تم کہتی ہو مجھے اس پر یقین ہے یعنی میں تمہارے اس دعوٰی کو مانتا ہوں کہ تمہیں مجھ سے کوئی محبت نہیں... میں یہ اس لیے کرتا تھا کیونکہ میں کسی صورت میں بھی تمہیں ناخوش نہیں دیکھنا چاہتا تھا..."

"یہ تو اور بھی بدتر بات ہے! خیر، بدتر بھی اور بہترین بھی، دونوں ہی۔ ایلیوشا، مجھے تم سے والہانہ پیار ہے۔ ابھی ابھی جب میں یہاں بیٹھی تمہارا انتظار کر رہی تھی میں اپنے آپ سے کہہ رہی تھی: 'میں اس سے کہوں گی کہ میں نے کل اسے جو خط بھیجا تھا وہ مجھے واپس کر دے۔ اگر اس نے چپ چاپ خط نکالا اور میرے حوالے کر دیا (جیسا کہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ بھی کرے گا) تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اسے مجھ سے کوئی محبت نہیں، اس کے دل میں میرے لیے کوئی جگہ نہیں، وہ بالکل بدھو ہے، غیر مستحق نوجوان ہے، اور میری جان فنا ہو جائے گی۔' لیکن تم خط اپنی کوٹھڑی میں چھوڑ آئے اور اس سے میری امید مستحکم ہو گئی۔ اب سچ سچ بتاؤ: تم یہ خط اس لیے تو اپنی کوٹھڑی میں

چھوڑ نہیں آئے تھے کیونکہ تم نے بھانپ لیا تھا کہ میں اس کی واپسی کا تقاضا کروں گی اور تمہیں یہ خط لوٹانا ہی پڑے گا؟ تم اس صورت حال سے بچنا چاہتے تھے، ٹھیک؟"

"اُخ، لیسے، معاملہ اس طرح نہیں جس طرح تم پیش کر رہی ہو۔ تمہارا خط ہمیشہ میرے پاس رہا، یہ اب بھی میری جیب میں موجود ہے، اس جیب میں۔ یہ رہا وہ۔"

الیوشا نے ہنستے ہوئے خط نکالا اور اسے دور سے دکھانے لگا۔

"مگر میں یہ خط تمہیں واپس نہیں کروں گا، تم اسے وہیں سے دیکھ سکتی ہو۔"

"تو تم پہلے جھوٹ بول رہے تھے — بنتے راہب ہو اور بولتے جھوٹ ہو؟"

"ہاں، میرا خیال ہے میں نے جھوٹ بولا تھا۔" الیوشا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں نے جھوٹ اس لیے بولا تھا کیونکہ میں خط واپس نہیں کرنا چاہتا تھا۔ یہ مجھے جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔" اس نے جذبات سے مغلوب ہو کر ایک بار پھر گالوں لال ہوتے ہوئے کہا۔ "اب یہ ہمیشہ کے لیے میرا بن چکا ہے اور میں کسی قیمت پر بھی اسے کسی دوسرے شخص کو نہیں دوں گا۔"

لیسے پُرتحسین نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی

"الیوشا!" وہ اچانک زیرِ لب بولی، "ذرا دیکھو کہیں ماما ہماری باتیں تو نہیں سن رہی؟"

"اچھا، لیسے، میں دیکھتا ہوں۔ مگر نہ دیکھنا بہتر نہیں ہوگا؟ آخر تمہیں اپنی اماں پر شبہ کیوں ہے کہ وہ اس قسم کی گھٹیا اور معیوب حرکت کرے گی؟"

"گھٹیا اور معیوب کیوں؟ اپنی بیٹی کی سُن گُن رکھنا اس کا حق بنتا ہے۔ یہ گھٹیا اور معیوب نہیں۔" لیسے نے کھٹ جواب دیا۔ "الیکسی فیودورووچ، یاد رکھو جب میں ماں بنوں گی اور میری اس قسم کی کوئی بیٹی ہوئی تو میں اس کی ایک ایک حرکت پر نظر رکھا کروں گی، اس کی سُن گُن لیتی رہا کروں گی۔"

"واقعی، لیسے؟ مجھے یقین ہے تم اس قسم کی کبھی کوئی حرکت نہیں کرو گی۔"

"اُف میرے خدایا! کیوں نہیں کروں گی، آخر اس میں خرابی کیا ہے؟ اگر یہ کوئی عام سی گفتگو ہو اور میں اسے چھپ کر سننے کی کوشش کروں تو یہ بڑی قبیح حرکت ہوگی۔ مگر یہاں تو معاملہ بالکل ہی مختلف ہے، میری اپنی بیٹی کسی نوجوان کے ساتھ راز و نیاز میں مصروف ہے... الیوشا، کان کھول کر سن لو، جونہی ہماری شادی ہوئی میں تمہاری باتیں بھی چھپ کر سننے سے گریز نہیں کروں گی، اور مزید بات یہ ہے کہ میں تمہارے خطوط کھول اور پڑھ لیا کروں گی... چنانچہ میں نے تمہیں پیشگی خبردار کر دیا ہے..."

"ہاں، اس صورت میں بالکل..." الیوشا بڑبڑایا، "پھر بھی یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے..."

"ارے، احمق مت بنو الیوشا ڈیئر، ہمیں ابھی سے جھگڑوں میں نہیں پڑنا چاہیے۔ ویسے بہتر

یہی ہے کہ میں تمہیں سچائی سے آگاہ کر دوں۔ یہ درست ہے کہ دروازوں کے ساتھ کان لگا کر دوسروں کی باتیں سننا بہت بری حرکت ہے — میں غلطی پر ہوں اور تم صحیح ہو — پھر بھی میں سن گن ضرور لیا کروں گی۔"

"ضرور! لیکن تم میری کوئی خطا پکڑ نہیں پاؤ گی۔" الیوشا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اور الیوشا، جو میں چاہا کروں گی تم کیا کرو گے؟ ہمیں اس معاملے کا بھی پیشگی فیصلہ کرنا چاہیے۔"

"ہاں، لیسے، بالکل خوشی خوشی۔ تاہم جہاں تک اہم امور کا تعلق ہے ضروری نہیں کہ میں تمہاری رائے پر ہی عمل کروں۔ اس صورت میں اگر تم مجھ سے متفق نہ ہوئیں تو بھی میں وہی کروں گا جس کا میرا فرض مجھ سے تقاضا کرے گا۔"

"ہونا بھی یہی چاہیے۔ اس کے برعکس میں نہ صرف انتہائی اہم امور میں بلکہ ہر بات میں تمہارے حکم کی تعمیل بجالایا کروں گی، میں ہر معاملے میں وہی کیا کروں گی جو تم چاہا کرو گے، اور میں ابھی تمہیں وچن دیتی ہوں کہ میں ہر مرحلے پر اور پوری زندگی ایسے ہی کرتی رہوں گی۔" لیسے نے جوش و خروش سے کہا۔ "اور یہ سب کچھ بادلِ ناخواستہ نہیں بلکہ خوشی خوشی کروں گی۔ مزید برآں، میں تمہیں قول دیتی ہوں کہ میں کبھی، بلکہ ایک مرتبہ بھی، چھپ چھپ کر تمہاری باتیں سننے کی کوشش نہیں کروں گی کیونکہ تم راستی پر ہو اور میں غلط ہوں۔ اور اگرچہ مجھے دروازوں کے ساتھ لگ کر تمہاری باتیں سننے کی خواہش تو شدید ہوگی، میں یہ کام کروں گی نہیں کیونکہ تم اسے گھٹیا اور مذموم حرکت سمجھتے ہو۔ اب تم ہی میرے منارۂ نور ہو... الیکسی فیودورووچ، سنو، تم آج کل مغموم کیوں ہو؟ مجھے معلوم ہے تمہیں تفکرات نے گھیر رکھا ہے، تمہیں مسائل درپیش ہیں، لیکن مجھے نظر آ رہا ہے کہ تمہیں کوئی اور، کوئی خاص، شاید کوئی مخفی، غم ستا رہا ہے؟"

"ہاں، لیسے، مجھے واقعی مخفی غم اندر ہی اندر کھائے جا رہا ہے۔" الیوشا نے محزون لہجے سے کہا۔

"میں سمجھ گیا ہوں تم واقعی مجھ سے محبت کرتی ہو کیونکہ تم اسے (میرے غم کو) بھانپ گئی ہو۔"

"یہ کیا ہے؟ تمہیں کس چیز کا غم ہے؟ تم مجھے بتا نہیں سکتے؟" لیسے نے ڈرتے ڈرتے استدعا کی۔

"لیسے، میں تمہیں بعد میں بتا دوں گا... بعد میں..." الیوشا نے بے چین ہو کر کہا۔ "میرا خیال ہے فی الحال تم اسے سمجھ نہیں پاؤ گی۔ شاید خود مجھے بھی معلوم نہیں کہ میں اس کی وضاحت کیسے کروں؟"

"مجھے معلوم ہے کہ تم اپنے بھائیوں اور باپ کی وجہ سے بھی بے حد پریشان ہو۔"

"بھائی، ہاں، یہ بھی درست ہو سکتا ہے۔" ایلوشا نے سوچتے ہوئے کہا۔

"مجھے تمہارا بھائی ایوان فیودورووچ پسند نہیں۔" اچانک لیسے کے منہ سے نکلا۔

ایلوشا کو اس کی بات پر کچھ حیرت تو ضرور ہوئی لیکن اس نے اسے نظر انداز کر دیا۔

"میرے بھائی اپنے آپ کو تباہ کر رہے ہیں اور یہی کام میرا باپ کر رہا ہے۔ یہی نہیں، وہ اپنے ساتھ دوسروں کا بیڑا بھی غرق کر رہے ہیں۔ کرامازوفوں کے اندر یہ طاقت اُس زمانے کی یادگار ہے جب انسان ابھی وحشیانہ دور سے گزر رہا تھا اور تہذیب سے کوسوں دور تھا۔ جیسا کہ فادر پائیسی نے کہا ہے یہ طاقت اولین زمانے کی ہے اور اپنی فطرت کے اعتبار سے وحشیانہ اور مجنونانہ ہے... مجھے معلوم نہیں آیا کوئی الوہی روح اس قوت کی نگہبانی کر رہی ہے یا نہیں۔ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ میں بھی کرامازوف ہوں۔ میں راہب ہوں — راہب؟ لیسے، کیا میں راہب ہوں؟ لیسے، چند ثانیے پہلے تم نے خود ہی تو کہا تھا میں راہب ہوں، کہا تھا یا نہیں؟"

"ہاں، کہا تھا۔"

"اس کے باوجود میں غالباً خدا کو بھی نہیں مانتا۔"

"تم خدا کو نہیں مانتے؟ یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟" لیسے نے دھیمے اور محتاط لہجے سے کہا۔ لیکن ایلوشا نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے اس بے ساختہ بیان میں کوئی بے حد پُراسرار، کوئی داخلی، کوئی بے حد غیر واضح چیز تھی، اتنی غیر واضح کہ خود اس پر بھی واضح نہیں تھی لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اس کے لیے وبالِ جان ضرور بنی ہوئی تھی۔

"اور اب ان تمام باتوں کے علاوہ میرا عزیز ترین دوست ہم سے رخصت ہو رہا ہے: روئے زمین کا عظیم ترین شخص اس دنیا کو چھوڑے جا رہا ہے۔ کاش تمہیں معلوم ہوتا، کاش تمہیں معلوم ہوتا میں روحانی طور پر کس طرح اس شخص کے ساتھ بندھا ہوا ہوں، کس ناقابلِ شکست رشتے میں جکڑا ہوا ہوں۔ اور اب میں دنیا میں اکیلا رہ جاؤں گا، کوئی میرا پرسانِ حال نہیں ہو گا... لیسے، میں تمہارے پاس آ جاؤں گا... اب سے ہم دونوں یکجا ہوں گے..."

"ہاں، یکجا! یکجا! اب سے ہم تاحیات یک جان بن کر رہیں گے۔ سنو، میرا بوسہ لو، میں تمہیں اجازت دیتی ہوں۔"

ایلوشا نے اس کا بوسہ لیا۔

"اب جاؤ، یسوع مسیح تمہارے ساتھ ہوں!" اور وہ اس کے اوپر صلیب کا نشان بنانے لگی۔ "جلدی کرو اور پر مگاکران کے پاس پہنچ جاؤ، اور جب تک ان کی سانس میں سانس ہے، انہی کے پاس لگے رہو۔ میں سمجھ گئی ہوں کہ تمہیں یہاں روکے رکھنا تم پر ظلم کرنے کے برابر ہے۔ میں آج

ان کے اور تمہارے لیے دعا کروں گی۔ ایلوشا، ہم خوش رہیں گے نا، تمہارا کیا خیال ہے؟"

جب ایلوشا رخصت ہوا اسے مادام خوخلاکووا کو خدا حافظ کہنے میں کوئی تک نظر نہ آئی اور وہ اس سے اجازت چاہے بغیر باہر نکل جانا چاہتا تھا۔ تاہم اس نے ابھی بمشکل دروازہ کھولا اور باہر قدم رکھا تھا کہ معاً مادام خوخلاکووا پتا نہیں کہاں سے اس کے سر پر نازل ہو گئی۔ ایلوشا جھٹ پٹ تاڑ گیا کہ وہ عمداً وہاں اس کا انتظار کر رہی تھی۔

"الیکسی فیودورووچ، یہ بالکل بھیانک حرکت ہے، بچگانہ حماقت ہے، بالکل مہمل اور مضحکہ خیز بات ہے۔ میرا خیال ہے تم خواب دیکھنے نہیں لگو گے... یہ بالکل لغو ہے، نامعقول ہے، واقعی ہے۔" اس نے اس پر جھپٹتے ہوئے کہا۔

"آپ جو جی چاہے کہتی رہیں لیکن اُس سے اس طرح کی کوئی بات نہ کہیں۔" ایلوشا نے جواب دیا۔ "وہ پریشان ہو جائے گی اور یہ چیز فی الحال اس کے لیے مضرت رساں ہے۔"

"سمجھدار نوجوان کے سمجھدارانہ الفاظ۔ تو کیا میں یہ سمجھوں کہ تم اس کی ہاں میں اس لیے ہاں ملاتے رہے کیونکہ تمہیں اس کی صحت کی فکر تھی اور تم اس کی باتوں کی تردید کر کے اسے ناراض نہیں کرنا چاہتے تھے؟"

"نہیں، آپ غلط سمجھی ہیں۔ میں نے اس سے جو کچھ کہا تھا بالکل سنجیدگی سے کہا تھا۔" ایلوشا نے محکم لہجے سے کہا۔

"یہ تو سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ تم اس معاملے میں سنجیدہ ہو سکتے ہو۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ میں آئندہ تمہیں کبھی یہاں آنے کی دعوت نہیں دوں گی اور دوم، تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں یہاں سے جا رہی ہوں اور اسے اپنے ساتھ لے جا رہی ہوں۔"

"مگر کیوں؟" ایلوشا نے کہا، "ابھی تو اس میں بہت وقت پڑا ہے، ہمیں شاید ڈیڑھ سال انتظار کرنا ہو گا۔"

"آہ، الیکسی فیودورووچ، تم درست کہہ رہے ہو اور ڈیڑھ سال کے دوران میں تم لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑنے اور پھر ایک دوسرے سے الگ ہونے کے ہزار مواقع مل جائیں گے۔ لیکن میں بے حد ناخوش ہوں، بالکل ناخوش ہوں! یہ سب کچھ شاید بچگانہ حماقتوں کی ذیل میں آتا ہے لیکن اس نے مجھے کچل کر رکھ دیا ہے۔ میری حالت وہی ہے جو فاموسوف (23) کی اس کے آخری منظر میں تھی، تم چاٹسکی ہو (23) اور وہ سوفیا (23)... ذرا سوچو، تمہیں روکنے کے لیے میں ادھر بھاگتی بھاگتی یہاں زینے پر آئی ہوں اور ڈرامے میں بھی تمام اہم واقعات زینے پر ہی پیش آتے ہیں۔ میں نے سب کچھ سن لیا تھا اور بڑی مشکل سے اپنے غصے پر قابو پا سکی تھی۔ اس نے

گزشتہ رات جو ہنگامہ کھڑا کیے رکھا اور حالیہ دنوں میں اس پر جو ہسٹیریائی دورے پڑتے رہے تو ان کے پس پردہ یہ بات تھی! بیٹی کے لیے محبت اور ماں کے لیے موت۔ یہ معاملہ مجھے شاید قبر میں ہی پہنچا دے۔ اب ہم دوسری اور اہم ترین بات کی طرف آتے ہیں۔ یہ کون سا خط ہے جو اس نے تمھیں لکھا تھا؟ کچھ مجھے بھی تو پتا چلے، لاؤ، نکالو اور مجھے دو، فوراً، ابھی، اسی وقت! میں دیکھنا چاہتی ہوں اس میں کیا لکھا ہے۔"

"نہیں، آپ کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں۔ مجھے بتائیں کاترینا ایوانوونا کا کیا حال ہے؟ مجھے واقعی معلوم ہونا چاہیے۔"

"اس کی کیفیت ابھی تک ہذیانی ہے، اسے ہنوز ہوش نہیں آیا۔ اس کی خالائیں اس کے پاس ہیں۔ وہ کرتی کراتی تو کچھ نہیں، بس میرے سامنے اکڑ تھوڑا کرتی اور شیخیاں بگھارتی رہتی ہیں۔ ڈاکٹر ہرزن سٹوب آیا تھا۔ وہ اتنا خوف زدہ ہو گیا تھا کہ میری سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا کہ میں اس کی کیسے مدد کروں یا کیا کروں۔ مجھے تو یہ بھی خیال گزرا کہ شاید اس کے لیے مجھے کسی اور ڈاکٹر کو بلانا پڑے گا۔ وہ اسے میری گاڑی میں بٹھا کر پتا نہیں کہاں لے گئے ہیں۔ اور ستم بالائے ستم، اب تم یہ خط لے کر اچانک نازل ہو گئے ہو۔ مان لیا ابھی ڈیڑھ سال تک کچھ نہیں ہوگا۔ الیکسی فیودورووچ، میں تمھارے ستارتس اور دوسری تمام عظیم اور مقدس ہستیوں کا واسطہ دے کر تم سے التجا کرتی ہوں کہ تم یہ خط مجھے دکھا دو، مجھے، اس کی ماں کو، دکھا دو! اگر تم چاہو تو اسے اپنے ہاتھ میں ہی پکڑے رہو، اور میں یہیں سے اسے پڑھ لوں گی۔"

"نہیں، کاترینا اوسی پوونا، میں یہ خط ہرگز آپ کو نہیں دکھاؤں گا، وہ اجازت دے دے تب بھی نہیں دکھاؤں گا۔ میں کل دوبارہ آؤں گا اور اگر آپ چاہیں تو آپ کے ساتھ طویل مکالمہ کروں گا، مگر فی الحال۔۔۔ خدا حافظ!"

اور الیوشا غلام گردش میں بھاگتا بھاگتا باہر گلی میں چلا گیا۔

2

سمردیاکوف گنٹار کے ساتھ

مزید برآں اس کے پاس وقت بھی نہیں تھا۔ جب وہ لیسے کو خدا حافظ کہہ رہا تھا، اچانک ایک

خیال اس کے ذہن میں در آیا تھا اور اس خیال کا تعلق اس بات سے تھا کہ اپنے بھائی دمتری کو پکڑنے کا بہترین طریقہ کیا ہو سکتا ہے جو صاف نظر آ رہا تھا کہ اس سے پہلو تہی کر رہا ہے۔ پہلے ہی کافی وقت گزر چکا تھا کیونکہ سہ پہر کے تین بج چکے تھے۔ الیوشا کا روم روم اس سے پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ وہ واپس خانقاہ چلا جائے اور اپنے بستر مرگ پر دراز لائق احترام ستارتس کی خدمت میں حاضر ہو جائے تاہم دمتری سے ملاقات کرنے کی فوری خواہش ہر چیز پر غالب آ گئی۔ الیوشا کے ذہن میں ہر گھڑی یہ یقین پختہ سے پختہ تر ہوتا جا رہا تھا کہ کوئی بھیانک، ناگزیر سانحہ عظیم، جس سے کوئی مفر ممکن نہیں ہوگا، پیش آیا چاہتا ہے۔ یہ سانحہ عظیم کیا صورت اختیار کرے گا، وہ اس لمحے اپنے بھائی سے کیا کہنا چاہتا ہے، ان باتوں کے سلسلے میں فی الحال اس کا اپنا ذہن صاف نہیں تھا۔ "ممکن ہے میرے ستارتس میری عدم موجودگی میں خداوند کو پیارے ہو جائیں، میں یہ صدمہ جھیل جاؤں گا مگر میں تاحیات اپنے آپ کو ڈانٹ ڈپٹ کرتا رہوں گا کہ میں کسی کو بچا سکتا تھا مگر میں نے اسے بچایا نہیں، اپنا فرض ادا کرنے کی بجائے میں دوسری سمت نکل گیا اور عجلت میں خانقاہ چلا گیا حالانکہ اگر میں نے یہ کام کیا تو میں ستارتس کے عظیم حکم ہی کی تعمیل کروں گا۔۔۔"

اس کا منصوبہ اپنے بھائی دمتری کو اچانک بے خبری میں پکڑنے کا تھا: وہ خاردار باڑ چڑھ کر باغیچے میں چلا جائے گا جیسا کہ اس نے گزشتہ روز کیا تھا اور گرمائی مکان کے اندر بیٹھ جائے گا۔ "اگر وہ وہاں نہ ہوا،" الیوشا نے سوچا، "میں فوما یا مالکوں کو بتائے بغیر وہاں چھپ جاؤں گا اور اگر ضرورت پیش آئی تو شام تک وہیں انتظار کرتا رہوں گا۔ اگر وہ گروشینکا کی آمد کے متعلق چوکسی کر رہا ہے پھر وہ غالباً گرمائی مکان میں آ جائے گا۔۔۔" دراصل الیوشا نے اپنے منصوبے کے بارے میں زیادہ تفصیل سے غور نہیں کیا تھا لیکن اس نے اس پر عمل کرنے کا تہیہ کر لیا خواہ اس کا نتیجہ یہ نکلے کہ اسے اس روز خانقاہ جانے کا موقع نہ مل سکے۔

ہر کام کسی رکاوٹ کے بغیر سرانجام پا گیا، وہ تقریباً اسی جگہ سے باڑ پر چڑھا جہاں سے وہ پہلے چڑھا تھا اور کسی کی نگاہوں میں آئے بغیر گرمائی مکان میں کھسک گیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی اسے دیکھ پائے: ہو سکتا ہے کہ مالک کی بیوی اور فوما (اگر وہ وہاں ہوا) دونوں ہی اس کے بھائی کی طرف داری کریں، اس کی التجا قبول کر لیں اور پھر شاید الیوشا کو باغیچے میں داخل نہ ہونے دیں، یا پھر اس کی بجائے وہ دمتری کو خبردار کر دیں کہ الیوشا سوالات پوچھتا پھر رہا ہے اور اسے تلاش کر رہا ہے۔ گرمائی مکان خالی تھا۔ الیوشا کل والی نشست پر بیٹھ گیا اور انتظار کرنے لگا۔ اس نے گرمائی مکان کے اندر ادھر ادھر جھانکا۔ پتا نہیں کیا وجہ تھی لیکن وہ اسے کل کی نسبت زیادہ خستہ نظر آ رہا تھا: آج یہ اسے واقعی شکستہ معلوم ہو رہا تھا۔ تاہم دن اتنا ہی روشن تھا (جتنا کہ یہ کل تھا)۔ سبز میز پر ایک

گول دھبا بنا ہوا تھا، ہو سکتا ہے کہ کل برانڈی اچھلنے سے بن گیا ہو۔ جیسا کہ انتظار کی بے کیف اور اکتا دینے والی گھڑیوں میں ہوتا ہے، خالی اور نامناسب خیالات اس کے دماغ میں یلغار کرنے لگے: مثلاً اندر داخل ہونے کے بعد وہ بالکل اسی جگہ کیوں بیٹھا جہاں وہ کل بیٹھا تھا اور کسی دوسری جگہ کیوں نہ بیٹھا؟ انجام کار وہ پژمردہ ہونے لگا، اس کی یہ پژمردگی پریشان کن غیر یقینیت کی پیداوار تھی۔ لیکن اسے ابھی وہاں بیٹھے پندرہ منٹ سے زیادہ نہیں گزرے ہوں گے کہ کہیں قریب سے گٹار کے تاروں کی جھنجھناہٹ سنائی دی۔ اس سے بمشکل بیس قدم کے فاصلے پر کوئی شخص جھاڑیوں میں کچھ دیر سے بیٹھا تھا یا ابھی ابھی وہاں بیٹھا تھا۔ ایلیوشا کو اچانک یاد آیا کہ کل جب وہ اپنے بھائی سے رخصت ہو رہا تھا، اسے اپنی بائیں جانب کوئی بیس قدم کے فاصلے پر جھاڑیوں میں ایک چھوٹے سے سبز بنچ کی جھلک دکھائی دی تھی۔ ممکن ہے اب وہاں لوگ بیٹھے ہوں۔ لیکن کون؟ گٹار کی سنگت میں کسی فرد واحد کی شیریں آواز بلند ہوئی:

ایک مغلوب نہ ہونے والی طاقت نے
مجھے اپنی محبوبہ کے ساتھ جکڑ دیا ہے۔
خدا رحم کرے
محبوبہ پر بھی، مجھ پر بھی!
محبوبہ پر بھی، مجھ پر بھی!
محبوبہ پر بھی، مجھ پر بھی!

گیت ختم ہو گیا۔ اس کا سُر اونچا، بناوٹی اور بیزار کن حد تک شیریں تھا۔ اچانک ایک اور آواز بلند ہوئی۔ یہ آواز کسی عورت کی تھی۔ اس میں پیار کی چاشنی اور قدرے جھجھک تھی مگر بناوٹ اس میں بھی بہت زیادہ تھی۔

"پاول فیودرووچ، تم اتنا عرصہ ہم سے دور دور کیوں رہے؟ ہمیں ملنے کیوں نہ آئے؟ ہمیں نظر انداز کیوں کرتے رہے؟"

"نہیں، ایسی کوئی بات نہیں،" مرد کی آواز نے خفگی اور وقار لیکن شائستگی سے جواب دیا۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ مرد تغلب پسند ہے اور عورت اسے خوش کرنے کے لیے اسے مکھن لگا رہی ہے۔ "یہ یقیناً سمردیاکوف ہو گا،" ایلیوشا نے سوچا، "آواز تو اسی کی معلوم ہوتی ہے اور میرا خیال ہے کہ عورت اس گھر کی بیٹی ہے، وہی جو حال ہی میں ماسکو سے آئی ہے، لٹکتے دامن والا ڈریس پہنتی

ہے اور سوپ لینے ماریا کندراتیونا کے پاس جاتی ہے..."

"شاعری پر میری جان جاتی ہے بشرطیکہ بندش تُحلی ہوئی ہو،" عورت کی آواز آتی رہی۔ "تم مزید کیوں نہیں گاتے؟"

اور مرد دوبارہ گانے لگا:

زار بادشاہ کی دولت میرے کس کام کی—
میری محبوبہ کی خیر ہووے!
خدا رحم کرے
محبوبہ پر بھی، مجھ پر بھی!
محبوبہ پر بھی، مجھ پر بھی!
محبوبہ پر بھی، مجھ پر بھی!(۲۸)

"پچھلی مرتبہ گیت کے بول اس سے بھی بہتر تھے،" عورت کی آواز کہتی سنائی دی۔ "تاج کے متعلق ٹکڑے میں تم نے گایا تھا: 'میری ڈارلنگ کی خیر ہووے۔' اس میں شفقت، پیار، ملائمت اور فکر مندی تھی۔ تم غالباً آج اسے بھول گئے ہو۔"

"شاعری بالکل واہیات چیز ہے،" سمردیاکوف نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں، مجھے بعض اشعار بہت پسند ہیں۔"

"جہاں تک شاعری کا تعلق ہے، یہ نری بکواس ہے۔ ذرا سوچو تو سہی، دنیا میں کون شخص روزمرہ کی گفتگو میں ردیف قافیے کی پابندی کرتا ہے؟ اگر ہم روزمرہ کی گفتگو میں ردیف قافیے کی پابندی کرنے لگیں خواہ ایسا اعلیٰ حکام کے احکام پر ہی کیوں نہ کریں، تو کیا ہم واقعی کوئی بامعنی گفتگو کر سکیں گے؟ ماریا کوندراتیونا، شاعری بالکل غیر متعلق چیز ہے۔"

"تم اتنے زیرک کیسے بن گئے؟ یہ زیرکی تم نے کہاں سے حاصل کی ہے؟" عورت کی آواز میں لاڈ پیار بڑھتا جا رہا تھا۔

"یہ تو کچھ بھی نہیں، میں تو اس سے بھی بہت آگے جا سکتا اور تمھیں دکھا سکتا تھا کہ میں کیا چیز ہوں، مگر کیا کیا جائے، بچپن ہی سے میرا مقدر خراب چلا آ رہا ہے۔ اگر کوئی شخص مجھے برا بھلا کہے، گالی دے یا مجھے لفنگا بتائے، میں چاہوں تو ڈوئیل میں اسے بندوق کا نشانہ بنا سکتا ہوں لیکن میں یہ کام کر نہیں سکتا کیونکہ میں اپنی ماں کا جنا ضرور ہوں لیکن ہوں تو حرامی۔ ماسکو میں بھی لوگ مجھ پر

اسی سبب طعنہ زنی کرتے تھے، گریگوری واسیلی وچ کو داد دی جانا چاہیے کہ اس کی بدولت وہاں بھی یہ خبر پہنچ گئی تھی۔ گریگوری واسیلی وچ مجھے لعنت ملامت کرتا رہتا ہے کہ میں کڑھتا رہتا ہوں کہ میں پیدا ہی کیوں ہوا تھا۔ 'تم نے اسے سخت اذیت میں مبتلا کیا تھا' وہ مجھ سے کہتا رہتا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ میری پیدائش کے دوران میں میری ماں کو اذیت ہوئی تھی یا نہیں، ضرور ہوئی ہوگی لیکن میں چاہتا ہوں کہ مجھے میری ماں کے رحم کے اندر ہی ہلاک کر دیا جاتا اور مجھے اس دنیا میں آنے کی قطعاً اجازت نہ دی جاتی۔ لوگ اس بارے میں بازار میں باتیں بنایا کرتے تھے ___ اور خود تمہاری ماں کسی سے پیچھے نہیں رہتی تھی اور اس کا انداز بھی بے حد بھونڈا اور نازیبا ہوتا تھا۔ وہ اکثر مجھے بتاتی رہتی تھی کہ جب بھی وہ (میری ماں) باہر نکلتی تھی اس کے بال بے حد غلیظ اور الجھے ہوئے ہوتے تھے، وہ تھی بھی ٹھگنی، اس کا قد دو آرشن اور کچھ تھا۔ آخر اس 'کچھ' کی بیچ لگانا کیوں ضروری تھا؟ وہ باقی لوگوں کی طرح نہیں کیوں کہتی تھی کہ وہ دو آرشن سے ذرا سا اونچی تھی۔ میرا خیال ہے وہ سمجھتی تھی کہ اپنی ماں کے بارے میں اس قسم کی گفتگو سن کر میں جذباتی ہو جاؤں گا اور رونے بیٹھ جاؤں گا مگر، مائی ڈیئر، اس قسم کے آنسوؤں کی آپ صرف کسی کسان سے ہی توقع کر سکتے ہیں ___ یہ بڑی بھونڈی کسانی جذباتیت ہے۔ میں پوچھتا ہوں: کیا کوئی روسی کسان کسی پڑھے لکھے شخص کے احساسات سے بہرہ ور ہو سکتا ہے؟ نہیں، وہ ان احساسات سے تہی دامن ہوتا ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ وہ جاہل اور گنوار ہے۔ جب ابھی میں بچہ تھا، اس وقت بھی جب یہ 'کچھ' میرے کانوں میں پڑتا تھا، میں غصے سے پاگل ہو جاتا تھا۔ ماریا کوندراتیونا، مجھے سارے روس سے نفرت ہے۔"

"اگر تم فوج میں خوب رو کیڈٹ یا پُرتحرک ہوزار ہوتے، مجھے یقین ہے تم اس قسم کی گفتگو بھی نہ کرتے، تم اپنی شمشیر اٹھاتے اور سارے روس کا دفاع کرنے میں مصروف ہو جاتے۔"

"ماریا کوندراتیونا، نہ صرف یہ کہ میں پُرتحرک ہوزار بننا نہیں چاہوں گا بلکہ میرا بس چلے تو میں خوشی خوشی تمام فوجیوں کی چھٹی کرا دوں۔"

"اور اگر دشمن آ گیا پھر ہمارا دفاع کون کرے گا؟"

"اس کی قطعاً ضرورت نہیں۔ 1812 میں موجودہ نپولین کے باپ (25) نپولین اول نے روس پر چڑھائی کی تھی، اور اگر فرانسیسی ہمیں اپنا مفتوح بنا لیتے تو نہایت اچھی بات ہوتی: ایک انتہائی ذہین وفطین قوم ایک انتہائی احمق قوم پر غالب آ جاتی اور اسے اپنا جزو بنا لیتی۔ ہر چیز مختلف ہوتی۔"

"گویا کہ جہاں سے وہ آئے تھے، وہاں کے حالات ہمارے ملک سے بہتر ہیں! میں نہیں مانتی۔ ہمارے ہاں ایسے ایسے پُرتحرک اور چھیل چھبیلے نوجوان ہیں کہ اگر ان میں سے کسی ایک کے

عوض میں ہمیں تین نوجوان انگریز مل جائیں، مجھے یہ سودا منظور نہیں ہوگا۔" ماریا کوندراتیونا نے ملائمت اور پیار سے کہا۔ اس میں کوئی شک نہیں جب وہ یہ الفاظ کہہ رہی تھی، اس کی نگاہوں میں وارفتگی جھلک رہی تھی۔

"تمہاری بات کے جواب میں اتنا ہی کہا جا سکتا ہے: خیال اپنا اپنا۔"

"لیکن تم خود بھی تو بالکل غیر ملکیوں جیسے ہو ___ اصلی غیر ملکی اشراف زادے۔ میں نے کہنے کو تو کہہ دیا ہے مگر سچ پوچھو تو شرم سے میرا چہرہ لالوں لال ہو رہا ہے۔"

"اگر تم جاننا ہی چاہتی ہو تو میں یہ کہوں گا کہ جہاں تک فسق وفجور کا تعلق ہے، ہم میں اور ان میں رتی برابر فرق نہیں، ہم سب ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ وہ بھی لچے لفنگے اور پاجی ہیں لیکن وہ پیٹنٹ چرمی بوٹ پہنتے ہیں جبکہ ہمارے لفنگوں کا حال بھک منگوں سے بھی بدتر ہے اور اپنی اس قابل رحم حالت پر انہیں کوئی خرابی نظر نہیں آتی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ روسیوں کی زبردست پٹائی کی جائے جیسا کہ کل فیودر پاولووچ نے کہا تھا، بھلے وہ بلکہ اس کی اولاد بھی پاگل ہو لیکن اس نے کہا بالکل ٹھیک تھا۔"

"تم تو کہتے تھے کہ تم ایوان فیودرووچ کا احترام کرتے ہو۔"

"میں تو اس کا احترام کرتا ہوں لیکن وہ میرے ساتھ اس طرح پیش آتا ہے جیسے میں بدترین قسم کا کاسہ لیس ہوں۔ اس کا خیال ہے میں ان کے خلاف ہو جاؤں گا مگر یہ اس کی بھول ہے۔ اگر میری جیب میں روپیہ ہوتا، میں بہت پہلے ان کے خلاف ہو چکا اور ان کا ساتھ چھوڑ چکا ہوتا۔ اپنے طرز عمل، اپنے طرز فکر اور اپنی مفلسی کے اعتبار سے دمتری فیودرووچ کسی کاسہ لیس سے بھی بدتر ہے۔ وہ کام کا ہے نہ کاج کا، بالکل نکھٹو ہے ___ لیکن اس کے باوجود وہ سب کی نگاہوں میں عزت دار ہے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے تم کہہ سکتی ہو کہ میری حیثیت دیگ میں کفگیر پھیرنے والے سے زیادہ نہیں تاہم اس کے باوجود اگر حالات سازگار ہوں مجھ میں اتنی صلاحیت ہے کہ میں مرکزی ماسکو کی سڑک پیتروفکا پر ریستوران کھول سکتا اور اسے کامیابی سے چلا سکتا ہوں کیونکہ مجھے بہترین فرانسیسی کھانے پکانے میں مہارت حاصل ہے اور یہ وہ کام ہے جو ماسکو میں غیر ملکیوں کے ماسوا کسی کو بھی نہیں آتا۔ دمتری فیودرووچ گندی نالی کا کیڑا ہے لیکن وہ بڑے سے بڑے کاؤنٹ کے بیٹے کو للکار سکتا ہے اور وہ اس کے ساتھ ڈوئیل لڑنے کے لیے بخوشی تیار ہو جائے گا، مگر سوال یہ ہے کہ وہ مجھ سے کس لحاظ سے بہتر ہے؟ وہ مجھ سے کہیں زیادہ احمق ہے۔ ذرا سوچو تو سہی وہ کتنا روپیہ برباد کر چکا ہے لیکن حاصل کچھ بھی نہیں ہوا۔"

"میرا خیال ہے ڈوئیل بڑی ولولہ انگیز ہوتی ہوگی؟" اچانک ماریا کوندراتیونا نے اپنی بانگ

دی۔

"کیا مطلب؟"

"یہ ہے تو بڑی خوف ناک لیکن جو لوگ یہ لڑتے ہیں، کتنے دلیر ہوتے ہوں گے۔ خاص طور پر نوجوان فوجی افسر جب وہ کسی لڑکی کی خاطر ایک دوسرے پر پستول تان لیتے ہیں۔ تم اس کا نقشہ اپنے تصور میں کھینچ سکتے ہو۔ کاش وہ لڑکیوں کو بھی یہ منظر دیکھنے کی اجازت دے دیں: مجھے دوئیل دیکھنے کا کتنا زبردست شوق ہے!"

"یہ ہے تو بہت اچھی بشرطیکہ پستول تم نے تان رکھا ہو لیکن اگر تمہارے مخالف نے تمہاری آنکھوں کی عین درمیانی جگہ کو اپنا نشانہ بنا لیا ہو پھر آدمی کو محسوس ہونے لگتا ہے کہ اس سے بڑی حماقت سرزد ہو گئی ہے۔ پھر ماریا کوندراتیونا، تم وہاں سے میلوں دور بھاگنے میں ہی خیریت جانو گی۔"

"یقیناً تم تو نہیں بھاگو گے؟"

سردیاکوف نے اس کا جواب دینا اپنی شان کے منافی تصور کیا۔ ایک آدھ لمحے بعد تار پھر جھنجھنایا اور مطرب معمول سے بلند آواز میں نغمے کے آخری بول گانے لگا:

تمہارے کہے کی مجھے پروا نہیں،
میں یہاں سے دور چلا جاؤں گا
بڑے شہر میں،
خوش اور آزاد رہوں گا!
اور غم نہیں کروں گا،
کبھی غم نہیں کروں گا،
غم کرنے کا کوئی ارادہ بھی نہیں۔

پھر اچانک غیر متوقع چیز وقوع پذیر ہو گئی، الیوشا نے چھینک مار دی۔ بنچ پر بیٹھے دونوں اشخاص خاموش ہو گئے۔ الیوشا اٹھا اور ان کی جانب چل پڑا۔ یہ واقعی سردیاکوف ہی تھا۔ اس نے پورا لباس اور پینٹ چرمی بوٹ پہن رکھے تھے، اس کے بال پومیڈ میں تھڑے ہوئے تھے اور تقریباً کچھ یوں نظر آ رہا تھا جیسے انہیں گھونگریالے بنانے کی کوشش کی گئی ہو۔ اس کا گٹار بنچ پر پڑا تھا۔ عورت بھی حقیقتاً مالکہ مکان کی بیٹی کوندراتیونا ہی تھی۔ وہ ہلکے نیلے رنگ کے ڈریس میں ملبوس تھی جس کی ٹرین دو آرشن لمبی تھی۔ وہ ابھی تک نوجوان عورت تھی۔ اگر اس کا چہرہ گول مٹول نہ ہوتا اور اس پر بدنما چھائیاں نہ ہوتیں، وہ اتنی کم صورت نظر نہ آتی۔

"کیا میرا بھائی دمتری جلدی واپس آ جائے گا؟" الیوشا نے حتی الوسع پرسکون لہجے سے پوچھا۔

سردیاکوف دھیرے دھیرے بنچ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ماریا کوندراتیونا نے اس کی تقلید کی اور وہ بھی کھڑی ہو گئی۔

"دمتری فیودرووچ کے متعلق میں کیا جانوں؟ ہاں، اگر مجھے اس کی رکھوالی کی ذمے داری سونپ دی جاتی، پھر دوسری بات ہوتی۔" سردیاکوف نے دھیمے، واضح لیکن پرتحقیر لہجے سے کہا۔

"میں نے تو صرف اتنا پوچھا تھا: تمہیں کچھ معلوم ہے؟" الیوشا نے وضاحت کی۔

"مجھے کچھ معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہے اور اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ میں کچھ جاننا بھی نہیں چاہتا۔"

"لیکن میرے بھائی نے مجھے خاص طور پر بتایا تھا کہ یہ تم ہی ہو جو اسے بتاتا رہتا ہے کہ گھر میں کیا ہو رہا ہے اور یہ کہ تم نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ اگر اگرافینا الیکساندروونا ادھر آئی تو تم اسے مطلع کر دو گے۔"

سردیاکوف نے آہستہ آہستہ اور کسی قسم کے اضطراب کا اظہار کیے بغیر اپنی نگاہیں اوپر اٹھائیں اور الیوشا کو دیکھنے لگا۔

"یہاں گیٹ پر تو ایک گھنٹے سے تالا پڑا ہوا ہے، پھر تم اندر کیسے آ گئے؟" اس نے الیوشا پر نظریں گاڑتے ہوئے کہا۔

"میں پچھلی گلی سے آیا، باڑ پھاندی اور سیدھا گرمائی مکان میں چلا گیا۔ میرا خیال ہے تم میری یہ حرکت معاف کر دو گی۔" اس نے ماریا کوندراتیونا سے مخاطب ہو کر کہا۔ "مجھے حتی الوسع جلد از جلد اپنے بھائی سے ملنا تھا۔"

"اخ، ہم آپ پر ناراض کیسے ہو سکتے ہیں؟" ماریا کوندراتیونا نے اپنے الفاظ چبا چبا کر کہا۔ وہ اس کی معذرت پر پھول گئی تھی۔ "دمتری فیودرووچ بھی اسی طرح گرمائی مکان میں آتے جاتے رہتے ہیں؛ بعض اوقات تو ہمیں معلوم بھی نہیں ہو پاتا کہ وہ گرمائی مکان میں آ چکے ہیں۔"

"میرا اس سے ملنا اشد ضروری ہے۔ میری اس سے ملاقات واقعی بہت اہم ہے۔ اگر ملاقات نہیں ہو سکتی تو میں کم از کم اتنا معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اس وقت کہاں ہو گا۔ یقین مانو کہ میں جس سلسلے میں اس سے ملنا چاہتا ہوں وہ اس کے لیے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔"

"وہ ہمیں کبھی کچھ نہیں بتاتے:" ماریا کوندراتیونا منمنائی۔

"میں تو یہاں محض سماجی تقاضوں کے پیش نظر چلا آتا ہوں، آخر ہمسایوں کے بھی تو کوئی حقوق ہوتے ہیں:" سمردیاکوف نے کہا۔ "لیکن یہاں بھی وہ مجھ سے میرے آقا کے متعلق اپنے نہ ختم ہونے والے سوال پوچھ پوچھ کر میرا ناک میں دم کیے رکھتا ہے: وہاں کے حالات کیسے ہیں؟ کون آ رہا ہے؟ کون جا رہا ہے؟ کیا میں اسے یہ نہیں بتا سکتا، وہ نہیں بتا سکتا؟ وہ دو مرتبہ تو مجھے جان سے مارنے کی دھمکی دے چکا ہے۔"

"وہ تمہیں جان سے مارنے کی دھمکی دے چکا ہے، کیا مطلب ہے تمہارا؟" الیوشا نے حیران ہو کر پوچھا۔

"جس قسم کا وہ شخص ہے اس کے لیے یہ بات بالکل معمولی ہے اور جس کردار کا مالک وہ ہے، اس کا نمونہ تم خود کل اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو۔ 'اگر تم نے اگرافینا الیکساندروونا کو اندر جانے سے روکا نہیں،' وہ مجھ سے کہتا رہتا ہے، 'یا تم نے اسے وہاں رات بسر کرنے کا موقع دیا، پھر تمہاری خیر نہیں۔' میری تو اس خوف کے مارے جان نکلی رہتی ہے۔ یوں تو قانون کی رو سے مجھے یہ حق پہنچتا ہے کہ حکام سے اس کے رویے کے متعلق شکایت کروں لیکن مجھ میں اس کا حوصلہ نہیں۔ مجھے تو اور بھی خوف لاحق ہونے لگتا ہے خداوند جانے وہ کیا کر بیٹھے۔"

"ایک دن تو انہوں نے اس سے یہاں تک کہہ دیا، 'میں تمہیں اوکھلی میں رکھ کر پیس ڈالوں گا۔'" ماریا کوندراتیونا نے گرہ لگائی۔

"خیر، اگر اس نے اس قسم کی کوئی بات کہی بھی ہے تو یہ غالباً محض زبانی جمع خرچ ہی ہو گا..." الیوشا نے کہا۔ "اگر میری اس سے ذرا سی ذرا بھی بات ہو جائے پھر میں اس معاملے کو بھی سلجھا لوں گا..."

"میں صرف ایک بات تمہیں بتا سکتا ہوں:" سمردیاکوف نے کچھ یوں کہا جیسے وہ اچانک کسی نتیجے پر پہنچ گیا ہو۔ "میں گاہے بگاہے اس لیے ادھر چلا آتا ہوں کیونکہ اچھی ہمسائیگی کا تقاضا یہی ہے۔ ویسے بھی مجھ پر قدغن تو کوئی نہیں، پھر میں کیوں نہ آؤں؟ خیر، ایوان فیودوروچ نے آج صبح سویرے مجھے اپنے پیغام کے ساتھ دمتری فیودوروچ کے ٹھکانے اُڑتا ہُوا سرپٹ بھیجا تھا کہ وہ آج دوپہر کا کھانا اس کے ساتھ قصبے کے چوک میں واقع مے خانے میں کھائے۔ ایوان فیودوروچ نے مجھے کوئی خط، رقعہ وغیرہ نہیں دیا تھا، صرف اتنی تاکید کی تھی کہ میں یہ پیغام خود دمتری فیودوروچ کو پہنچا آؤں۔ میں چلا گیا لیکن دمتری فیودوروچ وہاں نہیں تھا حالانکہ ابھی صبح کے صرف آٹھ بجے تھے۔ 'وہ یہیں تھا:' مجھے بتایا گیا، 'لیکن کہیں باہر چلا گیا ہے۔'... مالک مکان اور اس کی بیوی نے عین مین یہی

الفاظ استعمال کیے تھے۔ کچھ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے تمہارے دونوں بھائیوں کے مابین کوئی سازش طے ہو چکی ہو۔ شاید وہ اس وقت، عین اسی لمحے، ایوان فیودوروچ کے ساتھ اسی مے خانے میں بیٹھا ہو کیونکہ ایوان فیودوروچ دوپہر کا کھانا کھانے گھر نہیں آیا، کوئی ایک گھنٹہ ہوا، فیودر پاولووچ نے اکیلے ہی کھانا تناول فرمایا تھا اور اب وہ قیلولہ کر رہے ہیں۔ میں تم سے التجا کرتا ہوں کہ جو کچھ میں نے تمہیں بتایا ہے وہ یا میرے بارے میں کوئی اور بات دمتری فیودوروچ کو ہرگز ہرگز نہ بتانا ورنہ وہ یقیناً مجھے جان سے مار ڈالے گا۔"

"ایوان بھائی نے دمتری بھائی کو مے خانے بلایا تھا؟" الیوشا نے جلدی سے پوچھا۔

"بالکل۔"

"چوک میں واقع ستولیچنی گرات مے خانے میں؟"

"بالکل وہی۔"

"یہ عین ممکن ہے:" الیوشا نے بڑے جوش میں آتے ہوئے کہا۔ "سمردیاکوف، شکریہ۔ تم بہت کام آئے ہو۔ میں سیدھا وہیں جاتا ہوں۔"

"اسے یہ مت بتانا کہ یہ اطلاع میں نے تمہیں پہنچائی ہے:" سمردیاکوف نے پیچھے سے آواز دے کر کہا۔

"ارے بالکل نہیں۔ میں کچھ اس انداز سے اندر داخل ہوں گا جیسے میں بالکل اتفاق سے اُدھر آ نکلا ہوں۔ تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔"

"آپ جا کہاں رہے ہیں؟ میں آپ کے لیے گیٹ کھول دیتی ہوں:" ماریا کوندراتیونا نے اونچی آواز سے کہا۔

"نہیں، اُدھر سے میں جلدی باہر جا سکتا ہوں، میں دوبارہ باڑ پھاند جاؤں گا۔"

خبر نے واقعی الیوشا کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا مے خانے کی طرف چل پڑا۔ راہبوں کے بھیس میں مے خانے کے اندر جانا تو نامناسب ہو گا، تاہم وہ دروازے پر پوچھ گچھ کر لے گا اور انہیں بلانے کے لیے کسی نہ کسی شخص کو اندر بھیج دے گا۔ مگر جونہی وہ مے خانے کے قریب پہنچا، ایک کھڑکی کھلی اور اس کا بھائی ایوان خود اسے پکارنے لگا۔

"الیوشا، تم اندر آ سکتے ہو؟ آ جاؤ تو میں بہت ممنون ہوں گا۔"

"آ تو سکتا ہوں لیکن اس بھیس کا کیا کروں؟"

"فکر نہ کرو۔ میں پرائیویٹ کمرے میں ہوں۔ تم سامنے کے دروازے پر پہنچ جاؤ، میں خود ابھی آ رہا ہوں..."

ایک منٹ بعد ایلیوشا اپنے بھائی کے پاس بیٹھا تھا۔ ایوان اکیلا تھا اور اپنا لنچ کھا رہا تھا۔

3

بھائی ایک دوسرے سے متعارف ہوتے ہیں

تاہم ایوان کسی پرائیویٹ کمرے میں نہیں تھا۔ یہ کھڑکی کا محض قبہ تھا جسے سکرین لگا کر باقی کمرے سے علیحدہ کر دیا گیا تھا، تاہم اتنا ضرور تھا کہ جو بھی اس کے اندر بیٹھتا تھا، وہ کمرے میں موجود کسی دوسرے شخص کو نظر نہیں آ سکتا تھا۔ یہ خانے میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلا کمرا یہی پڑتا تھا اور اس کی بازو والی دیوار کے ساتھ برتنوں کی الماری رکھی ہوئی تھی۔ منٹ منٹ بعد بیرے اس میں سے تیزی سے آتے جاتے نظر آتے تھے۔ جہاں تک گاہکوں کا تعلق ہے وہاں اس وقت صرف ایک بوڑھا شخص موجود تھا، وہ ریٹائرڈ فوجی تھا اور کونے میں بیٹھا چائے پی رہا تھا۔ رہے دوسرے کمرے، ان میں وہی چہل پہل نظر آ رہی تھی جو عام طور پر سے خانوں میں دیکھنے میں آتی ہے: آرڈروں کے دیے جانے، بیئر کی بوتلوں کے ڈھکن کھولے جانے، بلیئرڈ کی گیندوں کو ٹھیچائے جانے اور ہارمونیم کے یکساں اور بے کیف انداز سے بجائے جانے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ایلیوشا جانتا تھا کہ ایوان شاید ہی کبھی اس سے خانے میں جھانکتا ہوگا اور ویسے وہ سے خانوں میں عام طور پر جاتا بھی کم کم ہی تھا۔ چنانچہ اسے خیال گزرا کہ اگر وہ یہاں ہے، پھر وہ لازماً دمتری کے ساتھ پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق ہی آیا ہوگا۔ صرف دمتری وہاں نہیں تھا۔

"تمہارے لیے مچھلی کا سوپ یا کچھ اور منگواؤں؟ آدمی محض چائے پر تو گزارہ نہیں کر سکتا،" ایوان نے کہا۔ بظاہر وہ خوش تھا کہ وہ ایلیوشا کو گھیر گھار کر سے خانے میں لانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ خود وہ اپنا لنچ ختم کر چکا اور اب چائے پی رہا تھا۔

"میں پہلے مچھلی کا سوپ پیوں گا اور پھر چائے؛ بھوک سے میری جان نکلی جا رہی ہے،" ایلیوشا نے ہنستے مسکراتے کہا۔

"اور چیری کا جام؟ مینو میں یہ مندرج ہے۔ تمہیں یاد ہے جب تم ابھی چھوٹے تھے اور پولینوفوں کے ہاں رہا کرتے تھے، تم چیری کا جام کتنا پسند کیا کرتے تھے۔"

"تو تمہیں ابھی تک یاد ہے؟ خوب! خیر، اگر چیری کا جام بھی آ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں،

مجھے یہ اب بھی پسند ہے۔"

ایوان نے بیرے کو بلانے کے لیے گھنٹی بجائی اور اسے مچھلی کا سوپ، چائے اور جام لانے کا آرڈر دے دیا۔

"ایلیوشا، مجھے سب کچھ یاد ہے۔ مجھے تم اس زمانے کے یاد ہو جب تم ابھی گیارہ کو نہیں پہنچے تھے، جب میں تقریباً پندرہ کا تھا۔ پندرہ اور گیارہ میں اتنا فرق ہے کہ اس عمر میں دو بھائی آپس میں دوست بن نہیں پاتے۔ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ میں تمہیں پسند کرتا بھی تھا یا نہیں۔ جب میں ماسکو چلا گیا تو پہلے چند سالوں کے دوران میں تم مجھے یاد تک نہ آئے۔ پھر جب تم ماسکو آئے، میرا خیال ہے ہماری کہیں ایک آدھ ہی ملاقات ہو پائی تھی۔ اب میں یہاں تین مہینوں سے پڑا ہوں اور میری تمہارے ساتھ کبھی ایک لفظی گفتگو بھی نہیں ہوئی۔ کل میں جا رہا ہوں اور ابھی ابھی یہاں بیٹھا سوچ رہا تھا، میں اسے خدا حافظ کہنے کب مل سکوں گا؟ اور اتفاق سے عین اسی لمحے تم نمودار ہو گئے۔"

"کیا تم واقعی مجھ سے ملنا چاہتے تھے؟"

"بالکل۔ بہت زیادہ۔ میں چاہتا ہوں تم مجھے اور میں تمہیں جان جاؤں۔ اور اس کے بعد اگلی ملاقات تک خدا حافظ۔ میرے خیال میں کسی دوسرے شخص سے متعارف ہونے کا بہترین وقت خدا حافظ کہنے سے پہلے کا ہوتا ہے۔ ان تین مہینوں کے دوران میں تم جس انداز سے مجھے دیکھتے رہے ہو میں اس کا مشاہدہ کرتا رہا ہوں۔ تمہاری نگاہوں سے ہمیشہ یہی عندیہ ملتا رہا ہے کہ تم مجھ سے بہت زیادہ توقعات وابستہ کر رہے ہو اور یہ چیز میری برداشت سے باہر تھی؛ یہی وجہ ہے میں تم سے پہلو تہی کرتا رہا۔ لیکن آخرکار میں نے تمہارا احترام کرنا سیکھ لیا۔ 'یہ لڑکا وہ نہیں بلکہ ڈھنگ ہے،' اپنی رائے پر ڈٹ جاتا ہے۔' میں نے اپنے آپ سے کہا۔ دھیان رہے، ممکن ہے اس سوچ پر اب میری ہنسی چھوٹ جائے، لیکن میں بات سنجیدگی سے کر رہا ہوں۔ خیر تم ڈھنگ تو ہو ہی، ہو نا؟ مجھے وہ لوگ پسند ہیں جو اپنے عقائد پر ڈٹے رہتے ہیں خواہ وہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں، بے شک وہ تمہاری طرح کے بیک سلائی، نحیف و نزار اور پست قامت ہی کیوں نہ ہوں۔ پھر ایک دن آیا کہ مجھے تمہاری پُرتوقع نگاہوں کو دیکھ کر کوئی چڑچڑاہٹ نہ ہوتی بلکہ انجام کار مجھے یہ پُرتوقع نگاہیں پسند آنے لگیں... ایلیوشا، میرا خیال ہے کسی وجہ سے تم میرے شیدائی ہو، ٹھیک؟"

"ہاں، ایوان، میں تمہارا شیدائی ہوں۔ دمتری تمہارے متعلق کہتا ہے، 'ایوان احتیاط کا پتلا ہے۔' میں ہمیشہ کہتا ہوں، 'ایوان معما ہے۔' تم ابھی تک میرے لیے معما ہو لیکن تم میں ایک بات ہے جو میں نے بھانپ لی ہے اور یہ بات آج صبح ہی میری سمجھ میں آئی۔"

"یہ کیا ہے؟" ایوان ہنس پڑا۔

"تم ناراض تو نہیں ہو گئے؟" ایلیوشا بھی ہنس پڑا۔

"نہیں۔ بتاؤ تو سہی۔"

"یہ کہ تم بھی بالکل وہی کچھ ہو جو تیئس سال کا کوئی دوسرا نوجوان ہو سکتا ہے، بالکل اسی طرح نوخیز اور اثر پذیر، اسی طرح صحت مند اور پُرشکوہ، خام کار اور ناتجربے کار! تم میری رائے سن کر ناراض تو نہیں ہوئے؟"

"اس کے برعکس مجھے ایک عجیب و غریب اتفاق نے حیرت زدہ کر دیا ہے!" ایوان نے چہچہاتے ہوئے پُرجوش انداز سے کہا۔ "کیا تم یقین کرو گے آج صبح جب ہماری ملاقات کا تذکرہ ایوانوف سے ہوئی تھی، میں تب سے مسلسل اس سوچ میں غلطاں رہا ہوں کہ میں نے بالکل اسی قسم کا رازیہ اپنائے رکھا جس کی توقع کسی تیئس سالہ بھولے بھالے نوجوان سے کی جا سکتی ہے اور اچانک تم نے، جیسے تم نے اس کا صحیح صحیح اندازہ لگا لیا ہو، کسی ہچر مچر کے بغیر میری اس سوچ کو الفاظ کا جامہ پہنا دیا۔ میں یہاں بیٹھا ہوا تھا اور تمہیں معلوم ہے میں کیا سوچ رہا تھا؟ میں سوچ رہا تھا: اگر میرا زندگی سے اعتبار اٹھ گیا، اگر مجھے اس عورت پر اعتبار نہ رہا جس سے میں محبت کرتا ہوں، اگر نظم و ضبط کی پابند کائنات پر میرا اعتبار جاتا رہا، بلکہ اس کے برعکس مجھے یقین ہو گیا کہ ہر چیز بے ترتیب ہے، گڈمڈ ہے، مطعون ہے، اور شاید شیطنت سے بھرپور ہے، دنیوی امیدیں کھو دینے کا تصور مجھے مایوسی کی اتھاہ گہرائیوں میں دھکیل دے — اس کے باوصف میں زندہ رہنا چاہوں گا اور ایک مرتبہ جام کو ہونٹوں تک لے جانے کے بعد میں انہیں اس سے محروم نہیں کروں گا بلکہ جب تک اس کا آخری قطرہ بھی میرے حلق کے نیچے اتر نہ جائے، میں اسے ہٹاؤں گا نہیں۔ تاہم جب میں تیس کو پہنچ جاؤں گا میں غالباً اس جام کو دور پھینک دوں گا خواہ یہ خالی ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اور ہمیشہ کے لیے کہیں چلا جاؤں گا — کہاں جاؤں گا، یہ مجھے خود بھی معلوم نہیں۔ لیکن ایک بات کا مجھے پختہ یقین ہے: میں جب تک تیس سال کا نہیں ہو جاتا، میری جوانی ہر چیز پر — تمام مایوسیوں پر، زندگی کے خلاف تمام نفرتوں پر، غرضیکہ ہر چیز پر — تغلب حاصل کرتی رہے گی۔ میں نے متعدد بار اپنے آپ سے پوچھا ہے: کیا روئے زمین پر کوئی ایسی مایوسی بھی ہے جو اتنی زور آور ہو کہ میرے اندر زندگی کی یہ جو جنونانہ، شاید ناشائستہ بھی، شدید خواہش موجود ہے، اسے ملیامیٹ کر دے؟ اور میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ نہیں، اس طرح کی کوئی مایوسی نہیں، کم از کم جب تک میں تیس کا نہیں ہو جاتا، مجھے اس سے کوئی واسطہ نہیں پڑے گا۔ اور پھر جب میں اس عمر کو پہنچ جاؤں گا، مجھ میں کوئی امنگ، کوئی آرزو باقی ہی نہیں رہے گی — اس وقت تو میں اسی طرح محسوس کرتا ہوں۔ بعض ضعیف، دق گزیدہ معلمین اخلاق، خاص طور پر شعراء، زندگی کی اس شدید خواہش پر طعنہ زنی کرتے رہتے ہیں کہ یہ پست، گھٹیا اور رذیل ہے۔ ایک لحاظ سے یہ بات درست ہے کہ زندگی کے لیے یہ شدید خواہش کرامازوفوں کا امتیازی وصف ہے — سب باتوں کے باوجود یہ تم میں بھی موجود ہے لیکن اسے

پست، گھٹیا اور رذیل کیوں کہا جاتا ہے۔ ایلیوشا، ہمارے کرۂ زمین پر ایک طاقت ور مائل بہ مرکز قوت موجود ہے۔ میں بھرپور زندگی بسر کرنا چاہتا ہوں اور میں بھرپور زندگی بسر کرتا ہوں، حالانکہ یہ منطق کے تمام تقاضوں کے برعکس ہے۔ ممکن ہے نظم و ضبط کی پابند کائنات پر میرا اعتقاد نہ ہو، مگر موسم بہار کی نئی، سبز، چپچپی کونپلیں (26) مجھے بے حد عزیز ہیں، نیلا آکاش مجھے عزیز ہے، ایک یا دو لوگ مجھے عزیز ہیں — حالانکہ میں کتنی ہی کوشش کیوں نہ کروں میں یہ سمجھنے سے قاصر رہوں گا آخر یہ لوگ مجھے کیوں عزیز ہیں۔ بعض انسانی کامرانیاں بھی مجھے عزیز ہیں حالانکہ مدتوں سے میرا ان سے اعتقاد اٹھ چکا ہے، لیکن پھر بھی پرانی عادت مجھے ان کی قدر کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ یہ رہا تمہارا سوپ — مزے کرو۔ مچھلی کا سوپ بہت عمدہ ہے۔ یہاں کا کھانا بہت اچھا ہوتا ہے۔ ایلیوشا، میں یورپ کو گھوم پھر کر دیکھنا چاہتا ہوں اور میں سیدھا یہیں سے روانہ ہو جاؤں گا۔ تاہم میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ میں قبرستان جا رہا ہوں، لیکن یہ میرا عزیز ترین، پسندیدہ ترین قبرستان ہے! ہمارے محبوب ترین مرحومین وہاں ابدی نیند سو رہے ہیں۔ ان پر جو کتبے نصب ہیں، وہ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ ان کی قبروں کے مکینوں نے کتنی بھرپور زندگی بسر کی تھی، انہیں اپنی کامرانیوں، اپنے موقف کی سچائی، اپنی جدوجہد اور اپنے علم و فضل پر کتنا پختہ یقین تھا۔ مجھے پیشگی معلوم ہے کہ جب میں ان کے حضور حاضر ہوں گا، عقیدت و احترام سے میں خود کو ان کے سامنے دو زانو ہو جاؤں گا اور میری آنکھوں سے آنسو چھلکنے لگیں گے — مگر اس کے ساتھ ہی مجھے پختہ یقین ہو گا کہ یہ آخر ہیں تو قبریں ہی اور مدتوں سے قبریں ہی ہیں، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ اور میں وہاں جو آنسو بہاؤں گا وہ مایوسی کے آنسو نہیں ہوں گے، بلکہ اس امر کی علامت ہوں گے کہ میں بہت خوش ہوں اور صرف خوشی کے باعث رو رہا ہوں۔ میں اپنے ہی جذبات کے نشے سے مدہوش ہو جاؤں گا — مجھے موسم بہار کی نئی، سبز، چپچپی کونپلیں اور نیلا آکاش بے حد پسند ہیں — ہاں، بالکل پسند ہیں۔ ان چیزوں سے آدمی جو محبت کرتا ہے اس کے پیچھے کوئی دماغی سوچ، کوئی منطق کارفرما نہیں ہوتی، بلکہ یہ محض جبلت، داخلی احساس کی پیداوار ہوتی ہے۔ آدمی اپنے شباب کی اولین امنگوں سے پیار کرتا ہے... میں جو واہی تباہی بولے جا رہا ہوں، ایلیوشا، تمہاری سمجھ میں کچھ آیا بھی ہے یا نہیں؟" ایوان اچانک ہنس پڑا۔

"ایوان، میں بہت اچھی طرح سمجھ گیا ہوں،" ایلیوشا نے جواب دیا۔ "اپنے وجود کی گہرائیوں سے جبلی طور پر محبت کرنے کی آرزو — تم نے اسے نہایت خوب صورتی سے پیش کیا ہے، اور میں خوش ہوں کہ تم میں زندہ رہنے کی اس قسم کی امنگ موجود ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہر شخص کو روئے زمین پر کسی بھی دوسری چیز کی نسبت زندگی سے زیادہ پیار کرنا چاہیے۔"

"زندگی کے مفہوم سے بڑھ کر خود زندگی سے زیادہ پیار؟"

"یقیناً، جیسا کہ خود تم نے کہا ہے کہ زندگی سے منطق سے قطع نظر پیار کیا جانا چاہیے، اسے منطق

پر فوقیت ملنا چاہیے، صرف تبھی آدمی زندگی کا مفہوم سمجھنے کے قابل ہو سکتا ہے۔ میں اس کے متعلق پہلے ہی کافی غور کر چکا ہوں۔ ایوان، تم اپنی آدمی منزل طے کر چکے ہو، تمہارا آدھا کام مکمل ہو چکا ہے۔ تم زندگی سے محبت کرتے ہو۔ اب تمہیں بقیہ نصف سے نپٹنا ہے اور پھر تمہیں نجات مل جائے گی۔"

"تم نے پہلے ہی میری نجات کے متعلق سوچنا شروع کر دیا ہے حالانکہ ابھی میرے نیست و نابود ہونے کا کوئی خطرہ نہیں! لیکن تمہارا یہ بقیہ نصف کیا ہے؟"

"... بے مرو مین کو از سر نو زندہ کرنا ہو گا، ویسے ممکن ہے وہ کبھی مرے ہی نہ ہوں (۳۶ الف)۔ خیر چھوڑو، آؤ، چائے پیتے ہیں۔ ایوان، میں خوش ہوں ہم آخر کار گفتگو تو کرنے لگے ہیں!"

"مجھے لگ رہا ہے تم رجائیت پسند بن رہے ہو۔ تم جیسے امیدوار راہب جس طرح اپنے عقائد کا اظہار (professions de foi) کرتے ہیں، مجھے وہ پسند ہے، واقعی پسند ہے... الیکسی، تم ذہن کے پکے ہو۔ کیا یہ صحیح ہے کہ تم خانقاہ چھوڑ رہے ہو؟"

"ہاں، صحیح ہے۔ میرے ستارتس مجھے دنیا میں بھیج رہے ہیں۔"

"تو ہمارا دنیا میں دوبارہ ایک دوسرے سے آمنا سامنا ہو گا، ہماری اس تیسویں سال سے پہلے ملاقات ہو گی جب میں ہونٹوں سے جام ہٹانے لگوں گا۔ تمہیں معلوم ہے ابا ستر سال کی عمر تک پہنچنے سے پہلے اس جام سے کنارہ کشی کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے بلکہ وہ خواب دیکھتے رہتے ہیں کہ وہ اسی سال کی عمر تک اس سے چمٹے رہ سکیں گے، وہ خود اس قسم کی باتیں کرتے رہتے ہیں؛ اگرچہ وہ بوڑھے ہو چکے ہیں اور مسخرگیاں کرتے رہتے ہیں لیکن اس معاملے میں وہ بالکل سنجیدہ ہیں۔ انہوں نے اپنی نفس پرستی کو اپنی ڈھال بنا رکھا ہے اور اس کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں... شاید تیس کے بعد وہ بھی تو کچھ نہیں جانتا جس کا آدمی سہارا لے سکے... لیکن ستر سال کی عمر تک چمٹے رہنا قبیح فعل ہے، بہتر یہی ہے کہ تیس پر کنارہ کشی کر لی جائے؛ اس صورت میں آدمی اپنے آپ کو دھوکے میں رکھ کر اپنا تھوڑا بہت بھرم برقرار رکھ سکتا ہے۔ تمہاری آج دمتری سے تو ملاقات نہیں ہوئی؟"

"نہیں، میں اس سے تو نہیں مل سکا لیکن سمردیاکوف سے میری ملاقات ہو چکی ہے۔" اور الیوشا نے اپنے بھائی کو سمردیاکوف کے ساتھ اپنی ملاقات کی جلدی جلدی لیکن کامل تفصیلات سے آگاہ کر دیا۔ ایوان توجہ سے سننے لگا لیکن بعض باتوں کو اس نے دوبارہ دہرانے کے لیے کہا۔

"مگر اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اس نے دمتری کے متعلق جو کچھ کہا ہے، وہ میں اسے نہ بتاؤں،" الیوشا نے مزید کہا۔

ایوان کی بھویں تن گئیں اور سوچ بچار میں غرق ہو گیا۔

"آپ کو جو غصہ آ رہا ہے، اس کا باعث سمردیاکوف تو نہیں؟"

"بالکل۔ اسی کے باعث۔ لعنت ہو اس پر۔ میں دمتری سے واقعی ملنا چاہتا تھا مگر اب کوئی ضرورت نہیں..."

"بھائی، تم واقعی اتنی جلدی جا رہے ہو؟"

"ہاں۔"

"پھر دمتری اور ابا کا کیا بنے گا؟ ان دونوں کے مابین یہ سارا معاملہ کس طرح طے پائے گا؟"

الیوشا نے بے چین ہو کر پوچھا۔

"تم ابھی تک وہی لکیر پیٹے جا رہے ہو! ان کے معاملے کا مجھ سے کیا تعلق؟ کیا میں اپنے بھائی دمتری کا نگہبان ہوں؟" ایوان نے جھنجلاتے ہوئے کہا۔ لیکن پھر وہ قدرے تلخی سے اچانک ایک مسکرا پڑا۔ "اپنے مقتول بھائی کے متعلق خداوند کے سامنے قابیل کا جواب، کیا خیال ہے؟ شاید اس وقت تم بھی یہی سوچ رہے ہو۔ خیر، لعنت بھیجو۔ مجھ سے واقعی یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ میں یہاں اپنے قیام میں توسیع کر کے ان کی نگہبانی کرتا رہوں گا یا یہ کی جا سکتی ہے؟ میں نے اپنا کام ختم کر لیا ہے اور اب میں جا رہا ہوں۔ یقیناً تم یہ نہیں سوچتے ہو گے کہ مجھے دمتری سے کوئی حسد ہے یا میں گزشتہ تین مہینوں سے اس کی حسین و جمیل کاتریتا ایوانوونا کو اس سے چرانے کی کوشش کر رہا ہوں؟ خدا کا خوف کرو، مجھے دنیا میں اور بھی بہت سے کام ہیں۔ یہاں میرا کام ختم ہو گیا ہے اور میں جا رہا ہوں، سب کچھ ختم ہو چکا ہے، جو کچھ ہوا تم خود اس کے چشم دید گواہ ہو۔"

"آج صبح کاتریتا ایوانوونا کے ہاں؟"

"ہاں، میں نے ہمیشہ کے لیے قطع تعلق کر لیا ہے۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ دمتری کو اس میں گھسیٹنے کا فائدہ؟ مجھے کاتریتا ایوانوونا کے ساتھ اپنے معاملات نپٹانا تھے۔ تم خود جانتے ہو کہ دمتری نے انہیں کچھ اس طرح کی شکل دے دی تھی جیسے میں نے اور اس نے مل کر کوئی ساز باز کر لی ہو۔ میں نے اس سے کبھی کوئی چیز نہیں مانگی۔ رہی کاتریتا ایوانوونا، اس نے اسے خود وقار اور سنجیدگی کے ساتھ پلیٹ میں رکھ کر مجھے پیش کر دیا تھا۔ یہ سب کچھ مضحکہ خیز ہے اور تمہیں اس پر ہنسی آنا ہی چاہیے۔ سنو، الیوشا، کاش، تمہیں معلوم ہوتا کہ اس وقت میں کتنا سکون محسوس کر رہا ہوں۔ میں یہاں بیٹھا لنچ کھا رہا تھا اور یقین مانو میں اتنا خوش تھا کہ میرا جی چاہنے لگا کہ اپنی آزادی کا جشن منانے کے لیے شیمپین کا آرڈر دے دوں۔ چھی چھی، تقریباً چھ مہینے سے یہ چکر چل رہا ہے — اور اچانک صرف ایک ہلّے سے مجھے اس سارے قصے سے چھٹکارا مل گیا۔ مجھے کل تک مطلق معلوم نہیں تھا کہ اگر آدمی علائق توڑنا چاہے، تو انہیں ایک جھٹکے میں یوں توڑا جا سکتا ہے!"

"ایوان، کیا تم اپنی محبت کا ذکر کر رہے ہو؟"

"ہاں، تم چاہو تو اسے محبت کا نام دے سکتے ہو۔ مجھے ایک نوخیز دوشیزہ، اسکول کی طالبہ سے محبت

ہو گئی تھی۔ ہم نے ایک دوسرے کی زندگی جہنم بنا دی۔ میں اس پر دیوانہ وار فدا ہو چکا تھا... اور پھر یہ سب کچھ یوں اچانک ختم ہو گیا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ آج صبح جب میں اس (کاتریناایوانونا) کے ساتھ باتیں کر رہا تھا، مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے مجھ پر الہام ہو رہا ہو لیکن جب میں وہاں سے رخصت ہوا — یقین مانو — میری ہنسی چھوٹ گئی۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔"

"تم اب بھی بڑے خوش باش انداز سے گفتگو کر رہے ہو۔" ایلوشا نے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو واقعی اچانک چمکنے لگا تھا۔

"خیر، مجھے یہ کیسے معلوم ہو سکتا تھا کہ مجھے اس سے قطعاً کوئی محبت نہیں؟ ہا ہا! مگر حقیقۃً یہ نکلا کہ مجھے اس سے واقعی محبت نہیں، لیکن اس کے باوجود میں دیوانہ وار اس کی جانب کھنچا جا رہا تھا! تمہیں یقین نہیں آئے گا کہ میں اس پر کتنا فدا تھا۔ آج صبح جب میری اس سے بچ بچ ہو رہی تھی، میری شیفتگی میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ کیا تم یقین کرو گے کہ میں اب بھی اسے بے پناہ پسند کرتا ہوں؟ لیکن اس کے باوجود اس سے قطع تعلق کرنا کتنا آسان ثابت ہوا! تمہارے خیال میں میں مبالغہ آرائی تو نہیں کر رہا؟"

"نہیں۔ غالباً معاملہ صرف اتنا ہے کہ یہ سچی محبت نہیں تھی۔"

"ایلوشا!" ایوان ہنسنے لگا، "محبت کے متعلق فلسفہ بگھارنے کی مت کوشش کرو! یہ تمہیں زیب نہیں دیتا۔ مگر آج تم نے کمال کر دیا۔ تم جس طرح میدان میں کودے اور بحث میں شریک ہوئے، میرا جی چاہتا تھا کہ میں تم سے بغل گیر ہو جاؤں... لیکن وہ اس طرح ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑی ہوئی تھی! مجھے کچھ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں جوالا مکھی پر بیٹھا ہوا ہوں۔ آہ، وہ جانتی ہے میں اس سے محبت کرتا ہوں! وہ دیمتری سے نہیں مجھ سے محبت کرتی ہے۔" ایوان نے ہشاش بشاش انداز سے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "وہ دیمتری، دیمتری محض اس لیے کہتی رہتی ہے کیونکہ اس سے اس کی ذات کو جذباتی طور پر تسکین ملتی ہے۔ میں نے آج صبح اس سے جو کچھ کہا، وہ سو فیصد درست تھا۔ برائے بیت ہی سہی، تمہیں صرف اتنا جان لینا چاہیے کہ شاید پندرہ بیس سال بعد ہی وہ یہ سمجھ پائے گی کہ اسے دیمتری سے بالکل محبت نہیں، وہ صرف مجھ سے محبت کرتی ہے جسے وہ کرب میں مبتلا کرتی رہتی ہے۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ آج کے سبق کے بعد وہ کبھی سمجھ نہ پائے کہ وہ دیمتری سے نہیں، مجھ سے محبت کرتی ہے۔ خیر اس میں بھی بھلائی کا پہلو شامل ہے: میں نے ایک موقف اختیار کر لیا ہے اور اسے ہمیشہ کے لیے چھوڑ آیا ہوں۔ خیر، برسبیل تذکرہ، یہ تو بتاؤ اب اس کا حال کیا ہے؟ میرے آنے کے بعد کیا ہوا؟"

ایلوشا نے اسے اس کے ہسٹیریا کے دوروں کے متعلق بتایا اور اسے مطلع کیا کہ اب وہ ہذیانی کیفیت میں ہے۔

"ہو سکتا ہے یہ خوخلاکوا عورت جھوٹ بول رہی ہو؟"

"بظاہر تو نہیں۔"

"ہمیں معلوم کرنا ہوگا۔ بہرحال ہسٹیریا کے دوروں سے کبھی کسی کی موت واقع نہیں ہوئی۔ ہسٹیریا کے دورے؟ چہ خوب! چونکہ خداوند عورتوں سے پیار کرتا ہے اس لیے اس نے انہیں ہسٹیریا کے دوروں سے نواز دیا۔ میں اس کے گھر نہیں جاؤں گا۔ دوبارہ ان چکروں میں پھنسنے کا حاصل؟"

"بہرحال آج صبح تم نے اس سے کہا تھا کہ اس نے کبھی تم سے محبت نہیں کی۔"

"میں نے یہ بات عمداً کہی تھی۔ ایلوشا، میں شیمپین منگوا رہا ہوں۔ ہم مل کر میری آزادی کا جشن منائیں گے۔ کاش تمہیں معلوم ہوتا میں کتنا خوش ہوں!"

"نہیں، ایوان بھائی، ہمارے لیے بہتر یہی ہے کہ ہم شراب نہ پئیں۔" ایلوشا نے اچانک کہا۔

"اور، بہرحال میں ویسے بھی ایک لحاظ سے آزردہ ہوں۔"

"ہاں، تم کافی عرصے سے آزردگی کی لپیٹ میں ہو: میں مدتوں پہلے بھانپ گیا تھا۔"

"تو تم کل صبح واقعی جا رہے ہو؟"

"صبح؟ نہیں، میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں صبح چلا جاؤں گا... لیکن کیا معلوم میں شاید چلا ہی جاؤں۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں نے دوپہر کا کھانا یہاں محض اس لیے کھایا ہے تاکہ مجھے بڑے میاں کے ساتھ کھانا نہ کھانا پڑے؟ مجھے ان سے اچھی خاصی نفرت ہوتی جا رہی ہے۔ اگر معاملہ محض انہی کا ہوتا میں مدتوں پہلے جا چکا ہوتا۔ لیکن میرے جانے کے متعلق تمہیں اتنی تشویش کیوں ہو رہی ہے؟ خدا جانے میرے جانے سے پہلے ہمیں آپس میں مل بیٹھنے کے لیے کتنا وقت ملتا ہے۔ پھر بھی یہ کافی وقت ہوگا، پوری ابدیت۔"

"ابدیت؟ اگر تم کل چلے جاتے ہو، پھر یہ ابدیت کیسے ہوئی؟"

"خیر، اس سے مجھے اور تمہیں کیا فرق پڑتا ہے؟" ایوان کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ "ہمیں جن چیزوں میں دلچسپی ہے، ہم جن امور کے متعلق تبادلہ خیالات کرنا چاہتے ہیں، ان کے متعلق گفتگو کرنے کے لیے ہمیں یقیناً کافی وقت مل جائے گا، ٹھیک؟ تم اتنے حیران پریشان کیوں نظر آ رہے ہو؟ مجھے جواب دو۔ ہم یہاں کس لیے آئے ہیں؟ گفتگو کرنے، کاتریناایوانونا سے میری محبت کے بارے میں، دیمتری اور بڑے میاں کے ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات کے بارے میں، غیر ممالک کے بارے میں، روس کی ہر آن بگڑتی ہوئی صورت حال کے بارے میں، امپراطور نپولین کے بارے میں؟ کیا ہم اسی لیے یہاں آئے ہیں؟"

"نہیں، اس لیے نہیں۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا تمہیں معلوم ہے ہم یہاں کیوں آئے ہیں۔ دوسروں کے پاس بحث کرنے کے لیے اپنے مسائل ہیں لیکن جہاں تک ہم جیسے نوخیز اور ناتجربے کار نوجوانوں کا تعلق ہے، ہمارا سب

سے بڑا اور سر ابدی مسائل حل کرنا رہ گیا ہے، ہمیں بس انہی کی فکر ہے۔ روس کے تمام نوجوانوں کے
پاس ابدی مسائل سلجھانے کے علاوہ اور کوئی مسئلہ ہے ہی نہیں۔ خاص طور پر اب جب بوڑھوں نے
یکا یک عملی مسائل کو اپنا دردسر بنالیا ہے۔ تم ان گزشتہ تین مہینوں سے مجھے توقع بھری نگاہوں سے
کیوں دیکھ رہے ہو؟ کیا تم محض یہ پوچھنا چاہتے ہو: 'کیا تمہارا کوئی اعتقاد ہے(27) یا تمہارا بالکل
کوئی اعتقاد نہیں؟' الیکسی فیودوروویچ، گزشتہ تین مہینوں سے تمہاری نگاہیں بس کچھ کہتی نظر آ رہی ہیں،
ٹھیک کہا نا میں نے؟"

"ممکن ہے تم ٹھیک کہہ رہے ہو،" الیوشا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم میرا مذاق تو نہیں اڑا
رہے؟"

"میں، تمہارا مذاق اڑا رہا ہوں؟ میں اپنے ننھے منے بھائی کو معمولی سے معمولی بھی ذہنی اذیت
میں مبتلا نہیں کروں گا جو تین مہینے سے اتنی توقعات پالے مجھے اسی طرح دیکھے جا رہا ہے۔ الیوشا،
مجھے خوب غور سے دیکھو، میں عین مین تمہاری طرح کا ننھا منا بچہ ہوں، فرق صرف یہ ہے میں تمہاری
طرح امیدوار راہب نہیں۔ ویسے بھی روسی بچوں کا ہمیشہ سے کیا طرزِ عمل رہا ہے؟ ساروں کا نہیں تو
کم از کم بعض کا ضرور۔ مثلاً اسی گلے سڑے شراب خانے کو لو۔ نوجوان آتے ہیں اور کسی کونے میں
بیٹھ جاتے ہیں۔ اپنی ساری زندگی کے دوران میں ان کا کبھی ایک دوسرے سے صحیح معنوں میں
تعارف نہیں ہوا، وہ شراب پیتے ہیں، مے خانے سے باہر چلے جاتے ہیں، مزید چالیس سال گزر
جاتے ہیں مگر وہ پھر بھی ایک دوسرے کو جان نہیں پاتے۔ چنانچہ اب جب انہیں مے خانے میں
آپس میں چند گھڑیاں مل بیٹھنے کا موقع ملتا ہے، وہ کس موضوع پر ایک دوسرے کے ساتھ تبادلۂ
خیالات کرتے ہیں؟ آفاقی مسائل پر، ان کے ماسوا اور کوئی موضوع ہو بھی کیا سکتا ہے! کیا خدا
موجود ہے؟ کیا کوئی ایسی چیز موجود ہے جسے جاودانگی، ابدی زندگی یا لافانی پذیری کہا جا سکے؟ اور وہ
لوگ جن کا خدا پر ایمان نہیں، سوشلزم اور نراجیت کے متعلق یا کسی نئے نظام کے تحت دنیا کی تعمیرِ نو
کے بارے میں گفتگو شروع کر دیتے ہیں۔ خیر، نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات رہتا ہے، ملعون
سوالات وہی ہیں مگر ان کا جائزہ معکوس نقطۂ نظر سے لیا جا رہا ہے۔ چنانچہ اگر مجموعی طور پر دیکھا
جائے تو معلوم بھی ہو گا کہ اس زمانے اور ان ایام میں ہمارا بڑے سے بڑا روسی اختراع کار اور
طباع نوجوان ابدی سوالوں پر ہی بحث کرتا نظر آئے گا۔ کیا یہ ٹھیک نہیں؟"

"ہاں، جہاں تک سچے روسیوں کا تعلق ہے، ان کے اذہان میں جو بنیادی اور اولین سوالات
آتے ہیں وہ یہی ہیں: کیا خدا موجود ہے؟ کیا کوئی ایسی چیز موجود ہے جسے لافانی پذیری، ابدی زندگی
یا جاودانگی کہا جا سکے؟ یا پھر، جیسا کہ تم کہتے ہو یہ معاملات کو معکوس نقطۂ نظر سے دیکھنے کا انداز ہے

اور صحیح اور مناسب بات بھی یہی ہے،" الیوشا نے نرم و ملائم اور پُرتجسس تبسم بکھیرتے ہوئے اپنے
بھائی سے کہا۔

"الیوشا، بعض اوقات اپنے آپ کو روسی بنا کر پیش کرنا بالکل عقل مندی نہیں مگر اس کے
ساتھ یہ تصور کرنا بھی مشکل نہیں کہ جن مسائل میں آج کے روسی نوجوانوں کو دلچسپی ہے، کوئی اور چیز
بھی ان سے زیادہ احمقانہ ہو سکتی ہے۔ تاہم ایک روسی نوجوان ضرور ایسا ہے — اور یہ نوجوان،
الیوشا، تم ہو — جس سے میں بے حد پیار کرتا ہوں۔"

"تم نے یہ بات کتنی خوب صورتی سے اپنی گفتگو میں داخل کر دی ہے،" الیوشا ہنس پڑا۔
"خیر، اب کہاں سے شروع کریں؟ اس کا فیصلہ تم ہی کر لو — خدا سے؟ کیا خدا موجود ہے یا
نہیں؟"

"جہاں سے تمہارا جی چاہے، شروع ہو جاؤ، چاہو تو بے شک پہلے معکوس نقطۂ نظر پر بولنے
لگو۔ بہرحال کل تم نے ابا کے ہاں کہہ ہی دیا تھا کہ خدا کا کوئی وجود نہیں،" الیوشا نے اپنے بھائی پر
تجسس نگاہیں ڈالتے ہوئے کہا۔

"ہاں، میں نے تمہیں مشتعل کرنے کے لیے کل بڑے میاں کے ہاں یہ بات عمداً کہی تھی اور
مجھے تمہاری آنکھیں شعلے اگلتی نظر آئی تھیں لیکن اب مجھے تمہارے ساتھ ان امور پر بحث کرنے میں
کوئی مضائقہ دکھائی نہیں دیتا اور میں یہ بات بالکل سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں۔ الیوشا، میں تمہارا قرب
حاصل کرنا چاہتا ہوں کیونکہ میرا کوئی دوست نہیں، چنانچہ میں اس ضمن میں کوشش کرنا چاہوں گا۔ خیر،
اب ذرا تصور کرو کہ شاید میں بھی خدا کو تسلیم کرتا ہوں،" ایوان ہنس پڑا۔ "تمہیں اس کی توقع تھی یا
نہیں؟"

"قطعاً نہیں، بشرطیکہ تم اس وقت مذاق نہ کر رہے ہو۔"

"مذاق؟ کل ستارتس کے ہاں لوگوں کا خیال تھا کہ میں مذاق کر رہا ہوں۔ دیکھو، میرے عزیز
بھائی، اٹھارویں صدی میں ایک پرانا پاپی ہوا کرتا تھا۔ اس کا دعویٰ تھا: 'اگر خدا موجود نہیں پھر اسے
گھڑنا پڑے گا' **(S'il n'existait pas Dieu,il faudrait l'inventer)**۔(28) اور
انسان نے واقعی خدا گھڑ لیا ہے۔ لیکن عجیب بات یہ نہیں — حیرت کی بات یہ بھی نہیں کہ خدا واقعی
موجود ہے — حیرت کی بات تو یہ ہے کہ اس قسم کا خیال — خدا کی ضرورت کا خیال — انسان جیسی
تند خو، سفاک اور بدخصلت مخلوق کے سر میں سما کیسے گیا؟ — یہ خیال اتنا پاکیزہ، اتنا متاثر کن،
اتنا دانش مندانہ ہے کہ اس سے انسان کی عزت افزائی کا پہلو نکل آتا ہے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے
میں نے مدتیں گزریں یہ سوچنا ہی چھوڑ دیا تھا کہ انسان نے خدا کو تخلیق کیا تھا یا خدا نے انسان کو۔

یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ اس موضوع پر روسی نوجوانوں نے جو تازہ ترین بدیہیات وضع کی ہیں، میں ان کا کوئی ذکر نہیں کروں گا؛ یہ تمام کی تمام بدیہیات بلا استثنا یورپی مفروضات سے اخذ کی گئی ہیں کیونکہ یورپ میں جو چیز ابھی مفروضہ ہوتی ہے، وہ روسی نوجوانوں کے نزدیک جھٹ پٹ بدیہی حقیقت بن جاتی ہے ___ اور روسی نوجوانوں پر ہی کیا موقوف، شاید ان کے پروفیسروں کا بھی یہی حال ہے کیونکہ روسی پروفیسر فی نفسہٖ اکثر و بیشتر ابھی نوجوانوں جیسے ہوتے ہیں۔ چنانچہ میں تمام مفروضوں سے گریز کروں گا۔ خیر، ہمیں ___ مجھے اور تمہیں ___ کیا مسئلہ درپیش ہے؟ تو سنو، مسئلہ یہ ہے: مجھے تمہیں حتی الامکان جلد از جلد لیکن بالتفصیل بتانا ہے کہ میری اصل فطرت کیا ہے، یا یوں کہو کہ میں کس قسم کا انسان ہوں، میں کن چیزوں پر اعتقاد رکھتا ہوں اور مجھے کس چیز کی اُمید ہے ___ تو ساری بات یہی ہے نا؟ ٹھیک؟ چنانچہ میں اعلان کرتا ہوں کہ میں کسی چوں چرا کے بغیر خدا کا اقرار کرتا ہوں، تاہم ہمیں یہاں اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ اگر خدا موجود ہے اور اگر اس نے واقعی یہ دُنیا تخلیق کی ہے، تو پھر، جیسا کہ ہم خوب اچھی طرح جانتے ہیں، اس نے اسے حکیم اقلیدس کے علم ہندسہ کے مطابق تخلیق کیا ہوگا اور اس نے انسان کو ایک ایسا دماغ عطا کیا جو خلا میں صرف تین ابعاد کا تصور کر سکتا ہے۔ تاہم انتہائی نامی گرامی ریاضی دانوں اور فلسفیوں میں بعض ایسے اصحاب بھی گزرے ہیں بلکہ اب بھی موجود ہیں جنہیں اس بات پر شک ہے کہ خدا نے ساری کائنات، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر پوری حیات کو محض قلیدی اقلیدس کے علم ہندسہ کے مطابق تخلیق کیا ہوگا؛ بلکہ وہ تو یہ بھی کہنے کا حوصلہ کرتے ہیں کہ دو متوازی خطوط، جو اسی اقلیدس کے نقطۂ نظر کے مطابق روئے زمین پر کسی حالت میں بھی آپس میں نہیں مل سکتے، شاید لاتناہی (Infinity) پر کہیں مل جاتے ہوں۔(28-الف) چنانچہ، عزیز من، میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں اگر میں اتنی سی بات سمجھ نہیں پا رہا، پھر میں یہ کیسے فرض کر سکتا ہوں کہ میں خدا کو سمجھ لوں گا۔ میں نہایت عاجزی سے عرض کرتا ہوں کہ مجھ میں اس قسم کے مسائل حل کرنے کی صلاحیت نہیں۔ میں اقلیدی دماغ، ارضی دماغ کا مالک ہوں اور چنانچہ میں اس خیال کا حامی ہوں کہ ہم ان مسائل کو حل نہیں کر سکتے جن کا تعلق اس دنیا سے نہیں۔ اور الیوشا، میرے دوست، میں تمہیں بھی یہ مشورہ دوں گا کہ اس قسم کی باتوں کے متعلق، خاص طور پر خدا کے متعلق اور یہ کہ وہ موجود ہے یا نہیں، کبھی مت سوچو۔ اس طرح کے سوالات یقینی طور پر اس دماغ کے لیے بالکل ناموزوں ہیں جسے محض تین ابعاد کی تفہیم کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے۔ اور چنانچہ میں خدا کا اقرار کرتا ہوں، اور نہ صرف یہ کہ میں بہ دل و جان اس کا اقرار ہی نہیں کرتا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر میں اس کی حکمت اور اس کے مقصد کا بھی اقرار کرتا ہوں جو ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ میرا نظم و ترتیب پر، زندگی کی معنویت پر ایمان ہے، میرا ابدی تناسب پر ایمان ہے جس کے

متعلق کہا جاتا ہے کہ ہم سب اس میں تحلیل ہو جائیں گے۔ میرا 'کلام' (29) پر ایمان ہے، جس کی جانب کائنات رواں دواں ہے جو خود خدا کے ساتھ ہے اور خود خدا ہے، علیٰ ہذا القیاس (کیونکہ یہ لامتناہی ہے)۔ اس موضوع پر بہت کچھ کہا اور لکھا جا چکا ہے۔ معلوم ہوتا ہے میں صحیح راستے پر جا رہا ہوں۔ ٹھیک؟ خیر، ذرا اس پر غور کرو: میں آخری تجزیے میں خدا کی تخلیق کردہ کائنات مسترد کرتا ہوں، اور اگرچہ مجھے معلوم ہے کہ یہ موجود ہے، میں اس کے وجود کو مطلقاً مسترد کرتا ہوں۔ اتنا سمجھ لو کہ یہ خدا نہیں جس کا میں اقرار نہیں کرتا ___ بلکہ اس کی تخلیق ہے، اس کی دنیا ہے جسے میں مسترد کرتا ہوں اور جسے میں قبول کرنے کے لیے متفق نہیں ہو سکتا۔ میں اپنی بات ایک اور انداز سے پیش کرتا ہوں: اگرچہ مجھے یقین ہے اور میرا یہ یقین بالکل اسی قسم کا ہے جیسا کہ بچوں کا ہوتا ہے کہ انجام کار تمام مصائب کا خاتمہ ہو جائے گا اور ہمیں تسکین حاصل ہو جائے گی، یہ کہ انسانی تضادات کا سارا مضحکہ خیز اور قبیح تماشا کسی گھٹیا سراب کی طرح، انسان کے اقلیدی دماغ کی، جو کسی ایٹم کی مانند کمزور، حقیر اور کمین ہوتا ہے، کسی فرومایہ ایجاد کی طرح پارہ پارہ ہو جائے گا، یہ کہ آخرکار یوم حساب پر، ابدی تناسب کے موقع پر، کوئی ایسی گرانمایہ چیز ظہور پذیر ہوگی، منصۂ شہود پر آئے گی، جو تمام قلوب کی رنجیدگیوں کی شدت کم کرنے کے لیے کافی ہوگی، جو ان تمام گناہوں کا جو انسان سے سرزد ہو چکے ہوں گے اور اس سارے خون کا جو انسان بہا چکا ہوگا، کفارہ ادا کرنے کے لیے کافی ہوگی، یہ نہ صرف عفو و بخشش کے لیے کافی ہوگی بلکہ روئے زمین پر انسانوں کے ساتھ جو کچھ ہوا ہوگا اس کو بھی صحیح ثابت کر دے گی۔ ممکن ہے یہ سب کچھ ہو جائے، میں اسے تسلیم نہیں کرتا اور نہ اسے تسلیم کرنے کی مجھے کوئی خواہش ہے۔ بے شک متوازی خطوط آپس میں مل جائیں اور میری آنکھوں کے عین سامنے مل جائیں: میں انہیں ملتے دیکھ لوں گا اور زبان سے کہہ بھی دوں گا کہ مل گئے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ہی میں اسے تسلیم نہیں کروں گا۔ تو الیوشا، یہ ہے میرے نزدیک مسئلے کی اصل روح۔ یہی میری پختہ رائے ہے اور یہی میرا موقف ہے۔ میں یہ سب کچھ پوری سنجیدگی سے تمہیں بتا رہا ہوں۔ میں نے اپنی گفتگو کا آغاز جس قدر ممکن ہوا، زیادہ سے زیادہ مہمل انداز سے کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اس کا اختتام میں نے اپنے اعتراف سے کیا ہے کیونکہ تم صرف یہی چاہتے تھے کہ میں اعتراف کروں۔ تم مجھے خدا کے متعلق گفتگو کرتے سننا نہیں چاہتے تھے، تم صرف اتنا جاننا چاہتے تھے کہ تمہارا چہیتا بھائی زندہ رہنے کی امنگ کہاں سے حاصل کرتا ہے۔ چنانچہ میں نے تمہیں بتا دیا ہے۔"

ایوان نے اپنی طویل گفتگو یک لخت ختم کر دی اور ختم بھی کچھ اس جذبے سے کی جس کا نہ تو وہ عادی تھا اور جس کی نہ اُس سے توقع کی جا سکتی تھی۔

"لیکن تم نے اسے 'حتی الوسع زیادہ سے زیادہ مہمل انداز' سے کیوں شروع کیا؟" الیوشا نے سوچتے ہوئے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"خیر، پہلی بات تو یہ ہے کہ میں اسے روسی روایت کے اندر رکھنا چاہتا تھا۔ میں تمہارے سامنے ثابت کرنا چاہتا تھا کہ میں بھی روسی ہوں: روسی روایت یہ ہے کہ اس قسم کے امور کے متعلق تمام گفتگوئیں زیادہ سے زیادہ مہمل انداز سے کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ دوسرے، ان امور سے نپٹنے کا انداز جتنا زیادہ مہمل ہوگا، ہم اصلیت کے اتنا ہی قریب پہنچ جائیں گے۔ صراحت مہملیت میں ہوتی ہے، بات جتنی زیادہ مہمل ہوگی اتنی ہی زیادہ واضح ہوگی۔ مہملیت سیدھی سادی ہوتی ہے، اس میں کوئی ہیر پھیر نہیں ہوتا اور نہ اس میں بات گھما پھرا کر کی جاتی ہے، دانش گریز پا ہے اور آسانی سے ہاتھ نہیں پکڑاتی۔ دانش لفظی اور رذیل ہے لیکن مہملیت صحیح راستے سے ادھر ادھر نہیں ہوتی اور قابل تسلیم ہے۔ میں اپنا استدلال جس طرف لے آیا ہوں وہ مجھے مایوسی کی اتھاہ گہرائیوں میں لے جاتی ہے اور میں نے اسے جتنے زیادہ مہمل انداز سے پیش کیا ہے، میں اتنا ہی صداقت کے قریب پہنچ گیا ہوں۔"

"کیا تم اس بات کی وضاحت کرو گے کہ تم دنیا کیوں قبول نہیں کرتے؟" الیوشا نے پوچھا۔

"بالکل کروں گا، یہ کوئی راز کی بات نہیں۔ میں اپنی گفتگو اسی جانب لا رہا تھا۔ میرے ننھے بھائی، میں تمہیں خراب نہیں کرنا چاہتا اور نہ میں تمہارا عقیدہ متزلزل کرنا چاہتا ہوں؛ شاید یہ تو میں ہوں جو تمہارے ذریعے اپنی نجات کا سامان کرنا چاہتا ہے۔" ایوان اچانک مسکرا دیا، بالکل کسی شرمیلے ننھے بچے کی طرح۔ الیوشا نے اس سے پہلے اسے اس طرح مسکراتے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

4

بغاوت

"ایک بات ہے جس کا مجھے تم سے اعتراف کرنا ہے۔" ایوان نے اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔ "میں سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ آدمی اپنے پڑوسی سے کیسے محبت کر سکتا ہے۔ جو لوگ ہمارے بہت قریب ہوتے ہیں، میرے خیال کے مطابق صحیح معنوں میں صرف انہی سے محبت نہیں کی جا سکتی، محبت صرف ان لوگوں سے کی جا سکتی ہے جو ہم سے دور ہوتے ہیں۔ میں نے ایک سنت کے

بارے میں کہیں کچھ پڑھا تھا۔ لوگ اس سنت کو 'دیالو اور رحم دل جون' (30) کہتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ بھوک اور سردی کا ستایا ہوا کوئی مسافر اس کے پاس پہنچا اور اس سے التجا کرنے لگا کہ اسے سردی سے بچانے کے لیے کچھ کیا جائے۔ سنت نے اسے اپنے ساتھ لٹایا، اپنی آغوش میں بھینچا اور اس کے منہ میں اپنی سانس چھوڑنے لگا حالانکہ کسی خوفناک بیماری کے سبب اس کے اپنے منہ میں پیپ پڑ چکی تھی اور اس سے بدبو خارج ہوتی رہتی تھی۔ مجھے یقین ہے اس نے یہ حرکت اس منافقانہ جذبے کے تحت کی ہوگی کہ دوسروں سے محبت کرنا اس کا فرض بنتا ہے یا شاید اس لیے کیونکہ وہ اپنے گناہوں اور غلطیوں کا کفارہ ادا کرنا چاہتا تھا۔ آدمی دوسروں سے تبھی محبت کر سکتا ہے جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہوں، جونہی ان کی شکل نظر آتی ہے، محبت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔"

"سٹارتس زوسیما یہ قصہ ایک سے زیادہ مرتبہ سنا چکے ہیں،" الیوشا نے کہا۔ "انہوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ جو لوگ محبت کے فن میں تجربے کار نہیں ہوتے، ان کے ساتھ ہوتا یہ ہے کہ آدمی کا چہرہ دیکھ کر ہی وہ یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ وہ اس کے ساتھ محبت کریں یا نہ کریں، چنانچہ متعدد صورتوں میں یہ چہرہ ان کی محبت کی راہ میں روڑا بن جاتا ہے۔ تاہم، جیسا کہ آپ کو بھی معلوم ہے، انسانوں میں اب بھی محبت کا جذبہ فراواں مقدار میں موجود ہے، بلکہ بعض تو اسی طرح محبت کرتے ہیں جس طرح مسیح کرتے تھے۔ ایوان، مجھے اس کا ذاتی تجربہ ہے..."

"ہوگا، لیکن مجھے ابھی تک اس بارے میں کچھ معلوم نہیں اور سچی بات تو یہ ہے کہ میں اسے سمجھ نہیں سکا ہوں اور نہ میری طرح بے شمار لوگ اسے سمجھ سکے ہیں۔ سوال یہ ہے: کیا یہ انسان کی برائیوں کا نتیجہ ہے یا پھر یہ کہ اس کی سرشت ہی ایسی ہے؟ میرا خیال ہے مسیح جس طرح انسانوں سے محبت کرتے تھے، وہ ایک لحاظ سے معجزہ تھی کیونکہ اس روئے زمین پر اس قسم کی محبت ممکن ہی نہیں۔ یہ صحیح ہے وہ خدا تھے۔ لیکن جہاں تک ہمارا، عام لوگوں کا، تعلق ہے ہم دیوتا نہیں۔ آؤ، (بحث کی خاطر) ہم یہ فرض کر لیتے ہیں کہ مجھے انتہائی زبردست اذیت میں سے گزرنا پڑتا ہے اور میں اس اذیت کو جھیل بھی جاتا ہوں لیکن مجھے کتنی اذیت ہو رہی ہے، کوئی بھی دوسرا شخص اس کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتا کیونکہ وہ دوسرا شخص میں نہیں، کوئی اور ہے، اور اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ کوئی بھی آدمی یہ چیز آسانی سے تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا کہ دوسرا شخص کسی اذیت میں مبتلا ہے۔ جیسے یہ بھی کوئی عزت افزائی کا مسئلہ ہو۔ تمہارے خیال میں وہ اسے کیوں تسلیم نہیں کرتا؟ شاید اس لیے کیونکہ میرے منہ سے بدبو خارج ہو رہی ہے، میرے چہرے سے حماقت ٹپک رہی ہے یا اس لیے کیونکہ میں نے کبھی اس کا پاؤں کچل دیا تھا۔ علاوہ ازیں، یہاں دکھ ہی دکھ ہیں۔ بعض دکھ — مثلاً بھوک — تو اس قسم کے ہوتے ہیں جو انسان کو ذلیل بنا دیتے ہیں، اس سے اس

کا وقار اور عزتِ نفس چھین لیتے ہیں۔ اس صورت میں یہ عین ممکن ہے کہ میرا کوئی محسن مجھے رعایت دینے کے لیے تیار ہو جائے۔ لیکن یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ میں تذلیل کن اذیت میں مبتلا نہیں ہوتا بلکہ کوئی بلند تر اذیت مجھے اپنے شکنجے میں کس لیتی ہے — مثلاً میں کسی آدرش کی خاطر بھی تو اپنے آپ کو اذیت میں پھنسا سکتا ہوں۔ اس قسم کی اذیت شاذ و نادر ہی تسلیم کی جاتی ہے اور اس صورت میں بیشتر لوگوں کا وتیرہ یہ ہوتا ہے کہ وہ میرے چہرے کا جائزہ لیتے ہیں اور اچانک ان پر انکشاف ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے اذہان میں ان اشخاص کا، جو کسی آدرش کی خاطر مصائب جھیلتے ہیں، جو عجیب و غریب نقشہ بنا رکھا ہوتا ہے، میرا چہرہ تو اس پر پورا ہی نہیں اترتا۔ چنانچہ وہ جھٹ پٹ فیصلہ کر لیتے ہیں کہ وہ مجھے کوئی رعایت نہیں دیں گے، مگر وہ یہ فیصلہ کسی بری نیت سے نہیں کرتے۔ بھکاریوں کو، خاص طور پر ان بھکاریوں کو، جن کی پیدائش اچھے حالات میں ہوئی ہوتی ہے، کبھی گلی کوچوں میں بھیک نہیں مانگنا چاہیے اور یوں اپنا بھانڈا سرِ عام نہیں پھوڑنا چاہیے، انہیں خیرات کے لیے اخبارات کے ذریعے اپیل کرنا چاہیے۔ نظری طور پر آدمی اب بھی اپنے پڑوسیوں سے محبت کر سکتا ہے اور بعض اوقات یہ محبت دور فاصلے سے کی جا سکتی ہے مگر قریب رہ کر تقریباً کبھی نہیں۔ اگر یہ سب کچھ ویسے ہی ہوتا ہے جیسے سٹیج پر بیلے میں ہوتا ہے جس میں جب بھکاری آتے ہیں تو وہ چیتھڑوں میں ضرور ملبوس ہوتے ہیں لیکن ان کے یہ چیتھڑے بھی ریشم و کم خواب اور لیس کے ہوتے ہیں اور بھیک بھی وہ بڑے بجیلے انداز سے رقص کر کے مانگتے ہیں۔ سٹیج کے ان بھکاریوں کی سج دھج دیکھ کر آدمی ان پر تحسین کے ڈونگرے تو بجا سکتا ہے، ان سے محبت نہیں کر سکتا۔ خیر چھوڑو ان باتوں کو، کافی ہو گئی ہیں۔ میں تو محض اپنا نقطۂ نظر تمہارے سامنے پیش کرنا چاہتا تھا۔ میں انسانوں کے دکھوں اور مصیبتوں کا محض عمومی انداز سے ذکر کرنا چاہتا تھا لیکن اس کی بجائے بہتر یہی ہے کہ ہم صرف بچوں کے مصائب تک ہی اپنے آپ کو محدود کر لیں۔ اس سے میرے استدلال کی وسعت دس گنا کم ہو جائے گی، پھر بھی میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اپنے آپ کو صرف بچوں کے مصائب تک ہی محدود کر لینا چاہیے، اوّل، بچے گندے یا بدصورت ہی کیوں نہ ہوں — ویسے مجھے محسوس ہوتا ہے کہ بچے کبھی بدصورت نہیں ہو سکتے — آدمی ان کے قریب رہ کر بھی ان سے محبت کر سکتا ہے۔ دوم، میں بالغ لوگوں کا ذکر اس لیے نہیں کرتا کیونکہ نفرت انگیز اور محبت کے نا اہل ہونے کے علاوہ ان کے پاس ایک ایسی چیز ہے جو ان کے نفرت انگیز اور محبت کے نااہل ہونے کی تلافی کر دیتی ہے: وہ سیب چکھ چکے ہوتے ہیں، خیر و شر کو جان چکے ہوتے ہیں اور 'دیوتاؤں کی مانند' (31) بن چکے ہوتے ہیں۔ سیب ان کی دسترس سے باہر نہیں ہوتا، وہ اسے ابھی تک کھائے جا رہے ہوتے ہیں۔ مگر بچوں نے کچھ نہیں کھایا ہوتا، وہ ابھی تک کاملاً معصوم ہوتے ہیں۔ ایلیوشا، کیا تم بچوں سے محبت کرتے ہو؟ مجھے

معلوم ہے کہ تم کرتے ہو اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جب میں یہ کہتا ہوں کہ اب میں صرف بچوں کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں تو تم سمجھ جاؤ گے کہ میں ایسا کیوں کرنا چاہتا ہوں۔ اگر بچوں کو بھی اس روئے زمین پر ہیبت ناک مصائب جھیلنا پڑتے ہیں، تو فطری طور پر انہیں محض اپنے باپوں کی وجہ سے دکھوں کی چکی میں پسنا پڑتا ہے۔ انہیں اپنے باپوں کے کیے کی سزا ملتی ہے جو سیب چکھ چکے ہوتے ہیں، مگر استدلال کے اس انداز کا تعلق کسی دوسری دنیا سے ہے اور اس دھرتی کے انسانوں کے لیے یہ بالکل ناقابلِ فہم ہے۔ معصوموں کو — خاص طور پر اس نوع کے معصوموں کو — دوسروں کے کیے کی سزا نہیں ملنا چاہیے! ایلیوشا، تم یہ سن کر بہت حیران ہو گے کہ میں بھی بچوں سے بہت محبت کرتا ہوں۔ اور یہ بات اچھی طرح پلے باندھ لو کہ کرامازوفوں جیسے سنگ دل، تند خو اور بے لگام خواہشات کے مالک لوگ بھی اکثر بچوں کے ساتھ ٹوٹ کر پیار کرتے ہیں۔ بچے، جب تک وہ بچے رہتے ہیں، یوں کہو کہ سات سال کی عمر تک، بالغوں سے بے حد مختلف ہوتے ہیں جیسے وہ بالکل ہی مختلف مخلوق ہوں جس کی فطرت قطعی مختلف ہو۔ میں ایک ڈاکو سے واقف تھا۔ اسے جیل کی سزا ہوئی تھی؛ اپنی مجرمانہ زندگی کے دوران میں وہ لوگوں کو لوٹتا ہی نہیں رہا تھا بلکہ ان کے گھروں میں گھس کر وہ پورے پورے خاندانوں کو موت کے گھاٹ اتارتا رہا تھا اور بڑی بات یہ ہے کہ وہ بچوں کو بھی نہیں بخشتا تھا، بے دردی سے ان کے گلے بھی کاٹ دیا کرتا تھا۔ لیکن جب وہ جیل میں بند تھا اس نے ان کے ساتھ غیر معمولی محبت اور شفقت برتی۔ وہ اپنا سارا وقت اپنی کوٹھڑی کی کھڑکی کے پاس کھڑا رہنے اور قید خانے کے صحن میں بچوں کو کھیلتے دیکھتے رہنے پر صرف کرتا رہتا۔ اس نے ایک کم سن بچے کو اپنی کھڑکی کے قریب آنا سکھایا اور ان کی آپس میں گہری دوستی ہو گئی... ایلیوشا، تمہیں معلوم ہے کہ میں یہ سب کچھ تمہیں کیوں بتا رہا ہوں؟ میرے سر میں درد ہو رہا ہے اور میں اداس ہوں۔"

"تم کچھ عجیب سی باتیں کر رہے ہو،" ایلیوشا نے فکر مند ہو کر کہا۔ "کچھ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے تم پر کوئی آسیب سوار ہو گیا ہو۔"

"ضمناً،" ایوان فیوودرووچ نے کچھ یوں اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا جیسے اپنے بھائی کی بات اس کے کانوں تک پہنچی ہی نہ ہو، "حال ہی میں ماسکو میں میری ملاقات ایک بلغاری سے ہوئی تھی۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ ترکوں اور کاکاشیائیوں (32) نے سارے بلغاریہ میں لوگوں پر کیسے کیسے ظلم ڈھائے ہیں کیونکہ انہیں اندیشہ تھا کہ سلاف من حیث القوم ان کے خلاف بغاوت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کے گھروں اور دیگر املاک کو نذرِ آتش کرتے، لوگوں کے گلے کاٹتے، عورتوں کی آبرو لوٹتے اور بچوں کے ساتھ زبردستی کرتے پھر رہے ہیں، وہ

ان کے کانوں کو باڑوں پر لٹکا کر ان میں کیلیں ٹھونک دیتے ہیں، صبح تک انہیں اسی حالت میں رہنے دیتے ہیں اور پھر انہیں پھانسیوں پر لٹکا دیتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کے مظالم کو تصور میں لانا بھی محال ہے۔ ہم اکثر انسان کی 'درندگی' کا ذکر کرتے رہتے ہیں لیکن اس درندگی پر تو درندے بھی شرما جائیں گے۔ اسے درندگی کہنا درندوں کے ساتھ ناانصافی برتنے اور ان کی توہین کرنے کے مترادف ہے؛ جنگلی درندہ اپنی درندگی میں بھی انسان جتنا سفاک، فن کار اور نفاست پسند نہیں ہوتا۔ شیر اپنے شکار کی کھال ادھیڑ دیتا اور اس کی تکا بوٹی کر دیتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہی یہی کچھ ہے۔ اس کے ذہن میں کبھی یہ بات آ ہی نہیں سکتی کہ لوگوں کے کان باڑوں پر رکھ کر ان میں کیلیں ٹھونکی جا سکتی اور انہیں پوری رات اسی حالت میں چھوڑا جا سکتا ہے۔ اگر ان میں یہ کام کرنے کی اہلیت ہو بھی، تو بھی وہ اس سے گریز ہی کریں گے۔ دیگر باتوں کے علاوہ یہ ترک بچوں کو ایذائیں پہنچا کر سادیتی مسرت حاصل کرتے ہیں۔ وہ خنجروں سے حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر کے ان سے بچے نکال لیتے ہیں مگر وہ اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ ماؤں کی آنکھوں کے عین سامنے ان بچوں کو فضا میں اچھالتے اور پھر اپنی سنگینوں پر دبوچ لیتے ہیں۔ اپنی ان حرکتوں پر وہ شرماتے نہیں بلکہ لطف اٹھاتے ہیں۔ میں تمہارے سامنے ایک اور مثال پیش کرتا ہوں جو مجھے بہت دلچسپ معلوم ہوئی۔ یہ منظر ذرا اپنے دھیان میں لانے کی کوشش کرو۔ ایک سرتاپا کانپتی لرزتی ماں گود میں بچہ اٹھائے کھڑی ہے، اس کے گرد ترکوں نے گھیرا ڈال رکھا ہے۔ ان ترکوں کو بڑا حربہ اور کھیل سوجھتا ہے: وہ بچے سے لاڈ پیار کرتے ہیں، اسے ہنسانے کے لیے زور زور سے قہقہے لگاتے ہیں؛ آخر وہ اسے ہنسانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ عین اسی لمحے ایک ترک بچے کے چہرے سے چار انچ (33) کے فاصلے سے اس کا نشانہ باندھتا ہے، بچہ اپنے ننھے منے ہاتھوں سے خوشی خوشی پستول پکڑ لیتا ہے اور اچانک بدقماش مسخرہ اپنے پستول کا منہ کھول دیتا ہے، چھیوں کی چھ گولیاں اس کے سر پر برسا دیتا ہے اور اس کا بھیجا پاش پاش کر دیتا ہے۔۔۔ ہے نا فن کارانہ اسلوب؟ چلتے چلتے یہ بھی بتائے دیتا ہوں کہ ترکوں کے متعلق مشہور ہے کہ انہیں مٹھائیاں بے حد مرغوب ہیں۔''

''ایوان بھائی، تم کہنا کیا چاہتے ہو؟''

''میرا خیال ہے اگر شیطان کا کوئی وجود نہیں اور یہ محض انسان کے اپنے تخیل کی پیداوار ہے تو پھر اس نے اسے اپنی ہی شکل اور شبیہ کے مطابق ڈھال لیا ہے۔''

''تمہارا مطلب ہے، جس طرح اس نے خدا کو تخلیق کر لیا ہے؟''

''جیسا کہ 'ہیملیٹ' (34) میں پولونیس (Polonius) نے کہا ہے، تم 'الفاظ' کو الٹ پھیر کر انہیں نئے معنی پہنانے کے فن میں بڑے ماہر ہو!'' ایوان ہنس پڑا۔ ''تم نے مجھے پکڑ لیا ہے۔ خیر،

کوئی مضائقہ نہیں۔ مجھے اس کا اعتراف کرنے میں کوئی باک نہیں۔ اگر انسان نے خدا کو اپنی ہی شکل اور شبیہ (35) کے مطابق تراشا ہے، پھر تمہارا خدا اچھا ہی ہوگا۔ تم نے مجھ سے پوچھا تھا کہ میں کہنا کیا چاہتا ہوں۔ یہی پوچھا تھا نا؟ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ مجھے بعض چھوٹے چھوٹے حقائق کو، جو میرے دل کو بھا جاتے ہیں، جمع کرنے کا بڑا شوق ہے۔ اگر میں تمہیں بتاؤں کہ مجھے اخباروں، رسالوں اور کتابوں میں جہاں کہیں بعض خاص واقعاتی قصے نظر آتے ہیں، میں ان کے تراشے کاٹ لیتا یا انہیں اپنی کاپی میں نقل کر لیتا ہوں اور یوں انہیں محفوظ کر لیتا ہوں، تو کیا تم میری اس بات کو صحیح تسلیم کر لو گے؟ میں نے اس طرح کے دلچسپ واقعات کا جو مجموعہ بنایا ہے، ترک اس کا جزو ضرور ہیں لیکن وہ بہر حال غیر ملکی ہیں۔ میرے پاس اپنے وطن کے بھی قصے ہیں اور وہ ترکوں کے قصوں سے بھی بہتر ہیں۔ تمہیں معلوم ہے کہ (بید کی) چھڑیوں (36)، قمچیوں، ڈنڈوں، چابکوں اور کوڑوں سے انسانوں کی پٹائی کرنا ہمارا قومی شعار ہے۔ ہم بھلے کانوں میں کیلیں نہ ٹھونکتے ہوں، آخر ہم یورپی جو ٹھہرے لیکن یہ جو قمچیاں اور کوڑے ہیں انہیں برسانے میں ہمیں مہارت تامہ حاصل ہے اور انہیں ہم سے کوئی نہیں چھین سکتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اب غیر ممالک میں بید زنی کا رواج نہیں رہا۔ اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ انہیں (ہم سے) بہتر سماجی آگہی حاصل ہو گئی ہے یا پھر وہاں کے قوانین اس قسم کے ہیں کہ بید تو کجا کسی شخص کو دوسرے شخص پر انگلی بھی اٹھانے کی جرأت نہیں ہوتی، مگر انہوں نے اس کی تلافی ایک دوسرے طریقے سے کر لی ہے اور ان کے لیے ان کا یہ طریقہ اتنا ہی منفرد ہے جتنا کہ ہمارے لیے ہمارا ہے، درحقیقت اتنا منفرد کہ اس کا یہاں روس میں چلن بالکل ناممکن معلوم ہوگا، ویسے سرراہے بتائے دیتا ہوں کہ قرائن سے یہی نظر آ رہا ہے کہ یہ یہاں بھی متعارف ہونے کی کوشش کر رہا ہے، خاص طور پر تب سے جب سے ہمارے بالائی طبقوں میں مذہبی تحریک (36-الف) نے سر اٹھانا شروع کیا ہے۔ میرے پاس بڑے مزے کا پمفلٹ ہے۔ اسے فرانسیسی سے ترجمہ کیا گیا ہے اور اس میں تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ بالکل حال ہی میں، یہی کوئی پانچ سال قبل، جنیوا میں رچرڈ نام کے تئیس سالہ نوجوان مجرم اور قاتل کو کس طرح سزائے موت دی گئی تھی۔ معلوم ہوتا ہے جب وہ سولی پر لٹک رہا تھا، اس نے جرائم سے توبہ کر لی تھی اور اسے عیسائی مذہب میں داخل کر لیا گیا تھا۔ یہ رچرڈ کسی شخص کا ناجائز بیٹا تھا۔ ابھی وہ چھ سال کا تھا کہ اس کے ماں باپ نے اسے سوئٹزرلینڈ کے پہاڑوں میں رہنے والے چرواہوں کی تحویل میں دے دیا۔ یہ چرواہے بہت سنگ دل تھے اور وہ اس کے ساتھ کچھ اس طرح کا سلوک کرتے رہے جیسے وہ ان کا زرخرید غلام ہو۔ وہ ان کے درمیان کسی نوخیز جنگلی جانور کی طرح پلا بڑھا۔ ان چرواہوں نے اسے کچھ بھی نہ سکھایا، اس کے برعکس جب وہ سات سال کا ہوا، وہ اسے

ٹھنڈے اور مرطوب موسم میں مویشی چرانے بھیجنے لگے اور وہ بھی اس حالت میں کہ عام طور پر اس کا پیٹ تقریباً خالی اور جسم تقریباً برہنہ ہوتا تھا اور قابلِ غور بات یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ جس قسم کا سلوک کر رہے تھے، اس میں انہیں نہ تو کوئی خرابی نظر آتی تھی اور نہ کوئی ندامت محسوس ہوتی تھی، بلکہ وہ جو کچھ اس کے ساتھ کر رہے تھے اپنا حق سمجھ کر کر رہے تھے کیونکہ انہیں رچرڈ اسی طرح بخشا گیا تھا جس طرح کسی شخص کو کوئی چیز بخش دی جاتی ہے، وہ تو اسے کھانا کھلانا بھی اپنی ذمے داری نہیں گردانتے تھے۔ خود رچرڈ نے (عدالت میں) حلفی بیان دیتے ہوئے کہا تھا کہ بائبل کے صرف بیٹے (37) کی طرح جب وہ بھوک سے بہت تنگ پڑتا اس کا شدت سے جی چاہنے لگتا کہ وہ وہی کھاجا کھائے جو ان سؤروں کو دیا جاتا تھا جنہیں منڈی میں فروخت کرنے کے لیے پالا جاتا تھا لیکن اس کے مالک اسے یہ بھی نہیں دیتے تھے اور جب وہ چوری چھپے سؤروں کا کھاجا اڑا لیتا، اسے بری طرح مارا پیٹا جاتا۔ اس کا بچپن اور جوانی یونہی بیت گئے تا آنکہ وہ اتنا بڑا اور تگڑا ہو گیا کہ چوری چکاری کر سکتا تھا۔ ذرا بڑا ہونے پر یہ وحشی رستا تڑا کر بھاگا اور جنیوا میں دیہاڑی مزدور کے طور پر کام کرنے لگا۔ وہ جو کچھ کماتا شراب نوشی میں اڑا دیتا، حیوانوں کی طرح رہتا اور انجام کار کسی بوڑھے شخص کو لوٹنے اور اسے ہلاک کرنے کے الزام میں پکڑا گیا۔ مقدمہ چلا اور اسے موت کی سزا سنا دی گئی۔ ان علاقوں کے لوگ جذباتی نہیں۔ وہ جب قید خانے میں تھا، واعظوں، مبلغوں، مختلف عیسائی فرقوں کے پیروکاروں، مخیر خواتین اور اسی قبیل کے دوسرے لوگوں نے اس کا گھیراؤ کر لیا۔ وہ قید خانے میں اسے لکھنا پڑھنا سکھاتے، اس کے سامنے بائبل کی تشریحات کرتے، اس کے ضمیر کو جھنجھوڑتے، اسے پند و نصائح سے نوازتے، ڈانٹتے، اس پر طرح طرح کے دباؤ ڈالتے، اس کا ناطقہ بند کیے رکھتے کہ یہ کرو وہ نہ کرو، تا آنکہ اس نے از خود بڑی سنجیدگی سے اپنے جرم کا اقرار کر لیا۔ وہ عیسائی مذہب میں داخل ہو گیا اور پھر ایک روز اس نے رضا کارانہ عدالت کے نام خط لکھ دیا جس میں اس نے قبول کیا کہ وہ انسان نہیں، عفریت تھا لیکن اس پر کرم یہ ہوا ہے کہ اسے روشنی نظر آ گئی ہے اور خداوند نے اپنا فضل اس پر نازل کر دیا ہے۔ اس خط کی عبارت نے جنیوا کے پارسا اور مخیر حضرات ہی کو نہیں بلکہ ہر کہ و مہ کو بے حد متاثر کیا اور بڑے بڑے انتہائی عالی نسب، مہذب اور شائستہ اشخاص اس سے ملنے بھاگم بھاگ قید خانے پہنچنے لگے: وہ رچرڈ سے معانقے کرتے، اس کے گالوں پر بوسے دیتے اور کہتے، 'ہاں، تم ہمارے بھائی ہو تم پر خداوند کے فضل نے نزول کیا ہے!' جذبات سے خود رچرڈ کا گلا رندھ جاتا اور اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگتے۔ 'ہاں، مجھ پر خداوند کے فضل نے نزول کیا ہے! اپنے بچپن اور جوانی کی ساری مدت کے دوران میں اگر مجھے کھانے کو سؤروں کا کھاجا مل جاتا میں بہت ممنون ہوتا، لیکن اب مجھ پر خداوند کا فضل ہو چکا ہے اور میں اسی

بابرکت حالت میں مروں گا!' 'ہاں، تم حالتِ ایمان میں مرو گے، تم نے خون بہایا ہے، تمہیں حالتِ ایمان میں ہی مرنا چاہیے۔ جب تم سؤروں کے کھاجے پر ان سے رشک کیا کرتے تھے اور ان کا کھاجا چرانے پر تمہیں مارا پیٹا جاتا تھا (ویسے تم غلط کام کرتے تھے کیونکہ چوری کرنا گناہ ہے)، مانا یہ تمہارا قصور نہیں تھا کہ تب تمہیں خداوند کے وجود کا کوئی علم نہیں تھا — تاہم تمہیں مرنا ہو گا کیونکہ تم سے خون بہانے کا جرم سرزد ہوا ہے۔' پھر اس کی زندگی کا آخری دن طلوع ہوا۔ رچرڈ کا جسم ضعف کا شکار ہو چکا تھا، اب وہ رونے دھونے کے سوا کچھ نہیں کر سکتا تھا اور وہ بار بار یہی کہتا رہا: 'یہ میری زندگی کا بہترین دن ہے، میں اپنے خداوند کے پاس جا رہا ہوں!' 'ہاں،' پادریوں، ججوں اور مخیر خواتین بھی نے پکارتے ہوئے کہا، 'یہ تمہاری زندگی کا مسرور ترین دن ہے کیونکہ تم خداوند کے پاس جا رہے ہو!' تمام لوگ اپنی اپنی گاڑیوں میں سوار یا پیدل مجرموں کی اس گاڑی کے پیچھے پیچھے چلنے لگے جس میں رچرڈ کو بٹھا کر مقتل لے جایا جا رہا تھا۔ جب وہ مقتل کے قریب پہنچ گئے، وہ چلا چلا کر اس سے کہنے لگے، 'ڈیئر برادر، اپنی جان حالتِ ایمان میں دو، تم پر خداوند کا فضل ہو چکا ہے۔' چنانچہ اپنے بھائیوں کے بوسوں سے لدے پھندے برادر رچرڈ کو گھسیٹ کر مقتل کے اندر پہنچا دیا گیا، اس کا سر گلوٹین (گلا کاٹنے کی مشین) کے نیچے رکھ دیا گیا اور برادرانہ انداز سے کاٹ دیا گیا کیونکہ اس پر خداوند کا فضل نزول کر چکا تھا۔ کیا اس سے انسان کی مخصوص خصلت کا اظہار نہیں ہوتا؟ روسی زبان میں اس کتابچے کا ترجمہ لوتھر کے پیروکار بعض عالی نسب مخیر روسی حضرات نے کیا تھا اور روسی عوام کی روحوں کی بالیدگی کے لیے اسے اخبارات، جرائد اور دیگر مطبوعات کے ہمراہ مفت تقسیم کیا تھا۔ رچرڈ کے معاملے کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ اس سے اس ملک (کے لوگوں) کی مخصوص ذہنیت کی عکاسی ہوتی ہے۔ اگرچہ ہمارے ہاں کسی بھائی کے سر کو محض اس لیے کاٹ دینا کیونکہ وہ آپ کا بھائی بن چکا ہے اور اس پر خداوند کا فضل نازل ہو چکا ہے، نرا پاگل پن قرار دیا جائے گا لیکن جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں ہمارا اپنا رواج ہے جو (اپنی بربریت کے اعتبار سے) اس سے کسی طور کم نہیں۔ نیکراسوف (38) نے ایک دہقان کے بارے میں نظم لکھی ہے جو اپنی گھوڑی کی آنکھوں پر، اس کی 'نرم و لطیف' آنکھوں پر چھانٹے برساتا ہے۔ کون ہے جس نے اس قسم کی چیزیں نہیں دیکھیں؟ یہ ہمارا خالص روسی انداز ہے۔ اپنی نظم میں نیکراسوف نے جس گھوڑی کا ذکر کیا ہے، وہ بوڑھی، مریل اور کمزور ہے۔ وہ جس چھکڑے میں جتی ہوئی ہے اس میں اس کی ہمت سے کہیں زیادہ بوجھ لدا ہوا ہے۔ چلتے چلتے وہ چھکڑے سمیت کیچڑ میں پھنس جاتی ہے اور کوشش کے باوجود باہر نکلنے میں کامیاب نہیں ہو رہی۔ دہقان اس پر بے رحمی سے چابک برسانے لگتا ہے اور برساتا ہی چلا جاتا ہے، وہ اپنی سفاکی کے نشے میں اتنا غرق ہو جاتا ہے کہ اسے اندازہ ہی نہیں ہو پا رہا کہ وہ کیا کر رہا

ہے۔ وہ مسلسل چابک برسائے جا رہا اور کہے جا رہا ہے، 'تم میں بے شک طاقت نہ رہی ہو پر تمہیں چھکڑا کھینچنا ہی پڑے گا، تم بے شک زور لگاتے لگاتے مر جاؤ پر چھکڑا تمہیں کھینچنا ہی پڑے گا!' بے یارومددگار بوڑھی گھوڑی اپنا پورا زور لگا دیتی ہے لیکن وہ ہے کہ چابک برسانے میں ذرا ڈھیل نہیں دکھاتا اور اب کے اس کی اشک آلود، 'نرم و لطیف' آنکھوں کو نشانہ بنالیتا ہے۔ خوف و دہشت سے بے چاری گھوڑی پر جنونی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، وہ سرتاپا لرزنے لگتی ہے، اسے سانس لینے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، مگر آخر میں اپنا پورا زور صرف کر دیتی ہے، ایک طرح سے ٹھوکر کھا کر لڑکھڑانے لگتی ہے، بالکل گیکڑے کی چال سے آگے بڑھتی ہے جو کسی نہ کسی طور غیر فطری اور شرم ناک نظر آنے لگتی ہے — نیکراسوف نے اس بھیانک منظر کا پورا اور دل خراش نقشہ کھینچا ہے۔ مگر بے چاری آخر کار تھی تو گھوڑی ہی اور خود خداوند نے گھوڑے گھوڑیاں اسی لیے تو تخلیق کیے ہیں کہ ہم ان کی دُھنائی کر سکیں۔ یہ چیز ہمیں تاتاریوں (39) نے سکھائی تھی اور جاتے جاتے ہمیں چابک بطور تحفہ دے گئے۔ لیکن اتنا تو تم بھی جانتے ہو کہ آدمی گھوڑوں ہی کی نہیں بلکہ اپنے ساتھی انسانوں کی بھی دُھنائی کر سکتا ہے۔ ایک پڑھے لکھے اور تہذیب یافتہ شخص نے بید کی چھڑیاں برسا برسا کر اپنی سات سالہ بچی (40)، ننھی منی جان، کا برا حال کر دیا — میں نے اس سانحے کی تفصیلات اپنی ڈائری میں لکھی تھیں۔ اس کا باپ خوش تھا کہ چھڑی دندانے دار تھی — اس کا کہنا تھا اس سے اذیت میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے — اور چنانچہ اس نے اپنی ہی بیٹی کو اذیت پہنچانا شروع کر دیا۔ مجھے معلوم ہے کہ ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو دوسروں کو ایذا پہنچا کر لذت حاصل کرتے ہیں۔ ہر ضرب پر وہ لفظی معنوں میں اتنا لطف اندوز ہونے لگتے ہیں جیسے ان پر وجد طاری ہو گیا ہو اور ہر ضرب لگانے کے بعد ان پر بتدریج جنونی کیفیت طاری ہونے لگتی ہے۔ یہ شروع تو ایک منٹ کے لیے ہوتے ہیں لیکن جب ختم کرتے ہیں تو پانچ منٹ، دس منٹ اور اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ وقت گزر چکا ہوتا ہے اور پٹائی کے عمل کے دوران میں ان کی ضربیں شدید سے شدید تر اور تیز سے تیز تر ہونے لگتی ہیں۔ بچی چیختی ہے، چلاتی ہے اور پھر اس میں چیخنے کی سکت بھی باقی نہیں رہتی، اس کی محض ہچکیاں اور سسکیاں ہی سنائی دیتی ہیں۔ 'پاپا، پاپا!' اسے قسمت کا شیطانی ہیر پھیر ہی کہیں کہ بعض اوقات (جیسا کہ اوپر کے معاملے میں ہوا) معاملہ عدالت تک پہنچ جاتا ہے۔ کسی وکیل کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔ روسی لوگ بہت عرصے سے وکیلوں (40۔الف) کو 'کرائے کے ضمیر' کہتے چلے آئے ہیں۔ دوسروں کی طرح اس مقدمے میں بھی وکیل نے اپنے موکل کے دفاع میں چلا چلا کر کہا، 'یہ سارا محض معمولی سا گھریلو معاملہ ہے۔ آخر باپ نے کیا ہی کیا ہے؟ بس یہ کہ اپنی بیٹی کی ذرا سی گوشمالی کر دی ہے۔ آخر اسے اتنا بھی حق نہیں پہنچتا؟ کیا شرم ناک زمانہ آ

گیا ہے کہ اس قسم کے معاملات عدالتوں میں گھسیٹے جانے لگے ہیں!' جیوری قائل ہو گئی۔ اس کے ارکان بند کمرے میں چلے گئے اور جب باہر آئے تو انہوں نے فیصلہ سنایا، 'جرم ثابت نہیں ہوا!' عوام خوشی سے پاگل ہو گئے کہ ایذا پہنچانے والے کو بری کر دیا گیا ہے۔ افسوس میں وہاں موجود نہیں تھا ورنہ چیخ چیخ کر کہتا، 'ہمیں اذیت پہنچانے والے کی یوں عزت افزائی کرنا چاہیے کہ اس کے نام پر کوئی خیراتی ادارہ قائم کر دیں... کیا خوب صورت منظر ہے! ہے نا...؟'

"لیکن، ایلیوشا بچوں کے بارے میں میرے پاس اس سے بھی بہتر مناظر ہیں۔ میں روسی بچوں کے متعلق خاصے حقائق اکٹھے کر چکا ہوں۔ ایک پانچ سالہ بچی (41) پر اس کے اپنے ہی ماں باپ — 'شائستہ اور انتہائی معزز، اعلیٰ تعلیم یافتہ اور انتہائی مہذب' — بہیمانہ مظالم ڈھاتے رہے۔ یہ میری پختہ رائے ہے کہ بعض لوگوں میں ایک خصوصی وصف ہوتا ہے اور ان کا یہ وصف یہ ہے کہ وہ بچوں کو، صرف بچوں کو، ایذائیں پہنچا کر بہت خوش ہوتے ہیں۔ میں کیا کہنا چاہتا ہوں، تم سمجھ رہے ہو نا؟ جہاں تک باقی لوگوں کا تعلق ہے، ان کے ساتھ (بچوں کو) ایذائیں پہنچانے والوں کا رویہ انتہائی ہمدردانہ اور مشفقانہ ہوتا ہے جس کی پڑھے لکھے اور انسان دوست یورپی باشندوں سے توقع کی جاتی ہے، مگر انہیں بچوں کو ایذائیں پہنچانا بے حد مرغوب ہے۔ ایک لحاظ سے یہ ان کا بچوں کے ساتھ محبت جتانے کا انداز ہے۔ اصل بات یہ ہے: چونکہ بچے اپنا دفاع کرنے کے قابل نہیں ہوتے اور بڑے معصومانہ انداز سے بڑوں پر بھروسہ کرتے ہیں، ان کی یہی لاچارگی ایذا پسندوں کو ان پر مظالم کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ بچے نہ کہیں بھاگ سکتے ہیں اور نہ کسی کو مدد کے لئے پکار سکتے ہیں، چنانچہ ان کی یہی مجبوریاں ایذا دہندوں کی گھٹیا جبلتوں کے لیے مہمیز کا کام دیتی ہیں۔ یہ درست ہے کہ ہر انسان کے اندر ایک وحشی درندہ — جھلاہٹ اور تند مزاجی کا وحشی درندہ، اذیت گزیدہ اور مظلوم نخچیر کی چیخ و پکار سن کر حواسی لذت حاصل کرنے والا وحشی درندہ — چھپا ہوتا ہے۔ جب یہ وحشی درندہ بے بس شکار کو اپنے سامنے دیکھتا ہے، یہ تمام زنجیریں توڑ کر باہر نکل آتا ہے اور اپنی من مانی کرنے پر تل جاتا ہے۔ یہ وہ وحشی درندہ ہے جو بدی، ہوس کاری اور گھٹیا، خرابیٔ جگر وغیرہ بیماریوں پر پلا ہوتا ہے۔

"اس معصوم، بے بس پانچ سالہ بچی کو اس کے بظاہر تعلیم یافتہ اور مہذب والدین نے ہر قسم کے ناقابلِ تصور ظلم و ستم کا نشانہ بنایا۔ وہ اسے ہاتھوں سے مارتے پیٹتے، اس پر چھڑیاں برساتے اور ٹھوکریں مار مار کر اسے بے حال کر دیتے اور آخر میں ان کے ذہنوں میں ختمی سزا آ گئی۔ انہوں نے ٹھٹھری جما دینے والے سرد اور کہر آلود موسم میں اسے بیرونی بیت الخلا میں بند کر دیا۔ اس کا قصور کیا تھا؟ یہی کہ رات کو سوتے میں اس کا پیشاب نکل گیا تھا (جیسے پانچ سالہ بچی کا، جو گہری ٹھکوتی نیند سو

رہی ہو، یہ فرض بنتا ہے کہ وہ آدمی رات کو اٹھے اور بیت الخلا میں جا کر حوائج ضروریہ سے فراغت حاصل کرے)۔ ماں باپ کے نزدیک اس کا جرم ناقابلِ معافی تھا۔ انہوں نے اسے اس جرم کی سزا یہ دی کہ اس کا گو موت اس کے چہرے پر مل دیا، یہی نہیں، اسے زبردستی اس کے منہ میں ڈال دیا اور نگلنے پر مجبور کر دیا۔ اور یہ سب کچھ کس نے کیا؟ اس کی ماں، جی ہاں سگی ماں نے کیا! اور یہ ماں ساری رات بے فکری کی نیند سوتی رہی اور اس نے اپنی بچی کی، جسے اس نے غلیظ بیت الخلا میں بند کر دیا تھا، دلدوز چیخوں اور سسکیوں پر کوئی توجہ نہ دی! کیا تم اس غیر انسانی فعل کی کوئی توجیہہ کر سکتے ہو؟ ایک ننھی منی بچی، جو اتنا بھی سمجھ نہیں سکتی کہ اس کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے اور کیوں ہو رہا ہے، غلیظ، متعفن، سرد اور اندھیرے بیت الخلا میں پڑی ہے، اپنے ننھے ہاتھوں سے اپنی ننھی چھاتیوں کو پیٹ رہی ہے، اپنی خون آلود معصومیت کے عاجزانہ آنسو بہا رہی ہے، اپنے 'ڈیئر فادر گاڈ' سے التجائیں کر رہی ہے، دعائیں مانگ رہی ہے کہ وہ اس پر رحم فرمائے اور اس کا تحفظ کرے۔ میرے دوست، میرے بھائی، میرے مقدس اور مسکین راہب، کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ اس قسم کے رذیل اور فحش رویے کی ضرورت کیا تھی، اس کا مقصد کیا تھا؟ مجھے بتایا جاتا ہے کہ اس طرح کے رویے کے بغیر انسان اس دھرتی پر موجود رہ ہی نہیں سکتا تھا کیونکہ تب وہ نیکی اور بدی، خیر اور شر کے مابین تمیز نہ کر سکتا۔ اگر انسان کو خیر و شر کے مابین فرق کرنے کے لیے یہی قیمت چکانا ہے تو پھر اس فرق کو سمجھنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ وہ پانچ سالہ بچی اپنے 'ڈیئر فادر گاڈ' سے آنسوؤں سے لبریز جو دعائیں مانگ رہی تھی، ان کے مقابلے میں دنیا کا سارا علم ہیچ ہے، بے وقعت اور ناکارہ ہے۔ میں بالغوں کے مصائب کا ذکر نہیں کر رہا، وہ سیب چکھ چکے ہوتے ہیں، وہ بے شک ابلیس کے قبضے میں چلے جائیں، جہنم کی آگ میں جلتے رہیں، میری بلا سے۔ لیکن بچے، ننھے منے فرشتے! وہ یہ سب کچھ کیوں بھگتیں؟ ایلیوشا، میں معذرت چاہتا ہوں کہ میں تمہیں ذہنی اذیت پہنچا رہا ہوں، تمہارے چہرے پر صاف لکھا ہوا ہے کہ میری باتیں سن کر تمہیں شدید تکلیف ہو رہی ہے، چنانچہ میں اپنی گفتگو یہیں ختم کرتا ہوں۔"

"نہیں، میری فکر مت کرو۔ میں بھی ذہنی کرب میں سے گزرنا چاہتا ہوں۔" ایلیوشا نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"میں صرف ایک مزید مثال دینا چاہتا ہوں اور وہ بھی صرف اس لیے کیونکہ ایک تو یہ بے حد انوکھی ہے اور دوسرے مخصوص ذہنیت کی آئینہ دار ہے، مگر سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ میں نے اس کے متعلق بالکل حال ہی میں روس کی قدیم دستاویزات کے کسی مجموعے — 'آرکائیوز' یا 'عہدِ قدیم' — میں پڑھا تھا، کس میں (42) یہ مجھے ٹھیک طرح سے یاد نہیں۔ اس صدی کے بالکل آغاز

میں — انہیں خداوند کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ ہم اُس زمانے میں پیدا نہیں ہوئے تھے بلکہ ایک ایسے زار (43) کے عہدِ حکومت میں جی رہے ہیں جس نے کچلے ہوئے طبقوں کو آزادی اور ان کے حقوق دیے ہیں — خیر، اس صدی کے ابتدائی سالوں کے دوران میں ایک جرنیل ہوا کرتا تھا۔ وہ غیر معمولی طور پر بہت ہی بڑا جاگیردار تھا اور اس کے تعلقات انتہائی اونچے لوگوں کے ساتھ تھے۔ وہ ان گنے چنے افراد میں شامل تھا — معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں بھی ان لوگوں کی تعداد بہت قلیل تھی — جنہیں تقریباً یقین ہو جاتا تھا کہ فعال ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد انہیں اپنے زرعی غلاموں کی حیات و ممات پر کلی اختیار حاصل ہو گیا ہے۔ اس سوچ کے مالک اُس زمانے میں واقعی ہوا کرتے تھے۔ یہ جرنیل اپنے دو ہزار غلاموں کے ساتھ اپنی جاگیر پر رہا کرتا تھا۔ وہ اپنے آپ کو بہت اونچا، جلیل القدر اور عظیم ہی نہیں سمجھتا تھا بلکہ ہم چو ما دیگرے نیست بھی خیال کرتا تھا، اپنے نیچا کمتر اور غریب تر پڑوسیوں کو کسی خاطر میں نہیں لاتا تھا کیونکہ اس کی نگاہوں میں ان کی حیثیت طفیلیوں سے زیادہ نہیں تھی اور یوں وہ انہیں اپنے ٹھٹھے مذاق کا نشانہ بناتا رہتا تھا۔ اس کے سگ خانوں میں سیکڑوں کتے تھے۔ ان کتوں کی دیکھ بھال کرنے اور شکار میں ان کی مدد کرنے کے لیے اس کے لگ بھگ ایک سو معاون تھے۔ یہ سب معاون ہر وقت وردیوں میں ملبوس اور اکثر گھوڑوں پر سوار نظر آتے تھے۔ خیر، ایک دن کرنا خدا کا کیا ہوا کہ کسی زرعی غلام کے بیٹے نے کھیلتے کودتے ایک پتھر کہیں پھینک دیا، مگر شومئی قسمت، یہ پتھر جرنیل کے پسندیدہ کتے کے پاؤں پر جا لگا۔ 'میرے اس چہیتے کتے کو کیا ہوا؟ یہ لنگڑا کیوں رہا ہے؟' اس نے اپنے نوکروں چاکروں سے پوچھا۔ انہوں نے اسے بتایا کہ اسے فلاں زرعی ملازم کے بیٹے نے پتھر مارا اور زخمی کر دیا تھا۔ 'ہونہہ، تو یہ تو تھا!' جرنیل نے بچے پر لڑکے کو گھورتے ہوئے کہا۔ 'اسے یہاں اور قریب لاؤ۔' ملازموں نے اسے ماں سے چھینا، دبوچا، زمین پر گھسیٹا اور رات بھر کے لیے ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی میں بند کر دیا۔ صبح سویرے جرنیل برآمد ہوا، وہ شکار کے لیے پوری طرح لیس تھا۔ وہ گھوڑے پر بیٹھ گیا۔ اس کے اردگرد اس کے حواریوں، کتوں، نوکروں چاکروں اور معاونوں کا، جو خود بھی گھوڑوں پر سوار تھے، ہجوم ہو گیا۔ اس کا لیکچر سننے کے بعد تمام گھریلو عملے کو اکٹھا کیا گیا اور ان سب کے آگے قصوروار بچے کی ماں تھی۔ بچے کو کوٹھڑی سے باہر لایا گیا۔ یہ خزاں کا موسم تھا۔ اس روز فضا سرد، تاریک اور دھند آلود تھی جو شکار کے لیے بے حد موزوں تھی۔ جرنیل کے حکم پر بچے کے کپڑے اتار دیے گئے اور اب وہ سب کے سامنے سر تا پا برہنہ کھڑا تھا، اس کا سارا جسم کانپ رہا تھا، خوف کے مارے اس کی گھگھی بندھ چکی تھی اور اس کے منہ سے ایک لفظ تک نہیں نکل رہا تھا — 'اسے دوڑاؤ!' جرنیل نے حکم دیا۔ 'دوڑو، دوڑو!' جرنیل کے حواری چلانے لگے اور لڑکا دوڑ پڑا۔ 'اس کا پیچھا کرو!' جرنیل نے دہاڑتے

ہوئے کہا اور جرنیل نے اپنے بھیڑیا نما شکاری کتوں کا پورا غول اس کے پیچھے چھوڑ دیا۔ کتوں نے ماں کی نگاہوں کے سامنے لڑکے کو جا دبوچا اور اس کی تکا بوٹی کر ڈالی!... میرا خیال ہے کہ بعد میں جرنیل کو اپنی جاگیروں کا انتظام کرنے کے نااہل قرار دے دیا گیا اور اس کی ساری املاک ایک ٹرسٹ کے سپرد کر دی گئیں... خیر، خود اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جانا چاہیے تھے؟ گولی مار دی جاتی؟ اسے اس لیے گولی مار دی جاتی کیونکہ اس طرح ہماری اخلاقی انا کی تسکین ہو سکتی تھی؟ بولو، الیوشا، بولو، مجھے جواب دو!"

"ہاں، اسے گولی مار دی جانا چاہیے تھا۔" الیوشا نے اپنے چہرے پر مریل، مڑی تڑی مسکراہٹ لاتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

"واہ، واہ! کیا بات ہے!" ایوان نے کچھ اس طرح چلاتے ہوئے کہا جیسے اس پر وجد طاری ہو گیا ہو۔ "اگر تم یہ کہتے ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا... تم کتنے نفیس راہب ہو! تو الیوشا کرامازوف، معلوم یہ ہوا کہ تمہارے دل کے اندر بھی چھوٹا موٹا شیطان گھسا بیٹھا ہے!"

"جو کچھ میں نے کہا وہ مہمل ضرور ہے مگر..."

"ہاں، تمہاری یہ 'اگر مگر' ہی تو اہم ترین نکتہ ہے۔ راہب حضور، تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ مہملیت (akhineya) ہی اس دنیا کی اہم ترین ضرورت ہے۔ یہ دنیا قائم ہی مہملیت پر ہے اور اس کے بغیر شاید کوئی چیز بھی پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہم کیا جانتے ہیں۔"

"تم کیا جانتے ہو؟"

"میں کچھ نہیں سمجھتا۔" ایوان کچھ اس انداز سے اپنی کہتا چلا گیا جیسے اس پر ہذیان طاری ہو گیا ہو۔ "اور اب؟ اب میں کچھ سمجھنا بھی نہیں چاہتا۔ میں حقائق سے چمٹا رہنا چاہتا ہوں۔ میں نے بہت عرصہ پہلے تہیہ کر لیا تھا کہ میں کچھ بھی سمجھنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ جونہی مجھے محسوس ہوگا کہ میں کچھ سمجھنا چاہتا ہوں، مجھے فی الفور حقائق سے آنکھیں چرانا پڑیں گی جبکہ میں فیصلہ کر چکا ہوں میں حقائق سے چمٹا رہوں گا..."

"تم میرا امتحان کیوں لے رہے ہو؟" الیوشا کو جب کچھ اور نہ سوجھا تو وہ تلخ مایوسی کے عالم میں پھٹ پڑا۔ "تمہارا مطلب کیا ہے، آخر مجھے کچھ بتاؤ گے؟"

"بالکل بتاؤں گا، میں تمہیں اسی جانب تو لا رہا تھا۔ تم مجھے بہت عزیز ہو، میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا اور میں تمہارے ستارٹس زوسیما کو تمہیں اپنے قبضے میں لینے کی اجازت نہیں دوں گا۔"

ایوان ایک آدھ منٹ کے لیے رک گیا اور اس کے چہرے پر یک لخت غم کی گھٹا چھا گئی۔

"سنو، میں نے اپنے آپ کو بچوں تک اس لیے محدود کر رکھا ہے تاکہ میں اپنی بات زیادہ

واضح انداز سے بیان کر سکوں۔ میں نے ان دیگر آنسوؤں کے متعلق کچھ نہیں کہا جن میں یہ دنیا غرق ہوتی جا رہی ہے؛ میں نے اپنے موضوع کا دائرہ عمداً محدود رکھا ہے۔ اس دھرتی پر میری حیثیت کسی کھٹمل سے زیادہ نہیں، اور میں بڑی عاجزی سے اقرار کرتا ہوں کہ اس دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اور جس انداز سے ہو رہا ہے، مجھے اس کی مطلق سمجھ نہیں۔ یہ لازماً انسان ہی ہوں گے جنہیں مورد الزام ٹھہرایا جا سکتا ہے: انہیں جنت (44) پیش کی گئی تھی مگر انہیں آزادی کی تمنا تھی اور انہوں نے آسمان سے آگ (44) چرالی حالانکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ (اس سے) وہ ناشاد ہو جائیں گے، چنانچہ ان پر ترس کھانے کی ضرورت نہیں۔ اوہ، میرا یہ مسکین و بے مایہ اقلیدسی دماغ صرف اتنا جانتا ہے کہ (دنیا میں) دکھوں کا راج ہے، یہ کہ کسی کو بھی دوشی نہیں ٹھہرایا جا سکتا، یہ کہ ایک شے دوسری شے پر منتج ہوتی ہے، یہ کہ زندگی رواں دواں رہتی ہے اور یہ کہ اشیا کو انجام کار اپنا توازن مل جاتا ہے۔ مگر مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ یہ سب کچھ محض اقلیدسی ازنگ ترنگ ہے، اور جب معاملہ یہاں تک پہنچ جائے، پھر میں اس کے سہارے زندگی بسر کرنے کے لیے تیار نہیں ہو سکتا! اگر کسی شخص کو بھی دوشی نہیں ٹھہرایا جا سکتا، مورد الزام قرار نہیں دیا جا سکتا اور میں اس دعوے کو قبول کر لیتا ہوں تو میرے لیے کیا فرق پڑتا ہے — (میرے ساتھ جو زیادتیاں ہوئی ہیں) مجھے تو (ان کا) بدلہ ملنا چاہیے ورنہ میں اپنے آپ کو ختم کر ڈالوں گا اور یہ بدلہ مجھے کسی غیر معین زمان (time) اور کسی غیر معین مکان (space) میں نہیں، بلکہ ابھی اور یہیں اس دنیا میں ملنا چاہیے جہاں میں اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ سکوں۔ میرا یہ ایمان رہا ہے، چنانچہ میں اسے اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہوں اور اگر اس کے (وقوع پذیر ہونے کے) وقت سے پہلے میرا انتقال ہو جاتا ہے، پھر مجھے دوبارہ زندگی ملنا چاہیے کیونکہ اگر یہ میری عدم موجودگی میں وقوع پذیر ہوتا ہے تو یہ میرے ساتھ بڑی ناانصافی ہوگی۔ میں نے یقیناً اس لیے مصائب نہیں جھیلے تھے کہ میں، میرے جرائم اور میرے مصائب مستقبل میں کسی دوسرے کی تال میل یا ہم آہنگی کی زمین کے لیے کھاد کا کام دے سکیں۔ میں اپنی آنکھوں سے شیر اور بکری (45) کو ایک گھاٹ پانی پیتے اور مقتولین کو از سر نو زندہ ہوتے اور اپنے قاتلوں کے ساتھ بغل گیر ہوتے دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں تب یہاں موجود ہونا چاہتا ہوں جب ہر شخص پر اچانک ہر چیز کی وجوہ اور اسباب منکشف ہو جائیں گے۔ یہی وہ آرزو ہے جس پر دنیا کے تمام مذاہب کی بنیاد قائم ہے، اور میں (مذہب کو) ماننے والا ہوں۔ مگر پھر بچے بھی تو ہیں، میں ان کے متعلق کیا کروں؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا میرے پاس کوئی جواب نہیں۔ میں سویں مرتبہ دہراتا ہوں — سوالات غیر مختتم ہیں مگر میں صرف بچوں کے بارے میں سوچ رہا ہوں کیونکہ ان کے متعلق مجھے جو کچھ کہنا ہے وہ ناقابل تردید طور پر واضح ہے۔ سنو، اگر ہر شخص کو مصائب کی

بھٹی میں سے گزرنا ہے تاکہ ان مصائب کے ذریعے ابدی ہم آہنگی لائی جاسکے، پھر براہِ مہربانی مجھے
بتاؤ کہ بچوں کا اس سے کیا تعلق ہے؟ یہ بات قطعی ناقابلِ فہم ہے کہ بچوں کو بھی محض اس لیے
مصائب بھگتنا چاہئیں تاکہ ابدی ہم آہنگی کی قیمت چکائی جاسکے۔ لیکن سوال یہ ہے: وہ بھی کسی
دوسرے کی بھٹی کا ایندھن، کسی کی مستقبل کی ہم آہنگی کو یقینی بنانے کا ذریعہ کیوں بنیں؟ میں گناہ کی
آفاقیت سمجھتا ہوں (کہ سبھی بالغ مرد عورت اس کے مرتکب ہوتے ہیں)، میں بدلے کی آفاقیت
سمجھتا ہوں (کہ سبھی اس کا تقاضا کرتے ہیں)، لیکن اس آفاقی، اس عالم گیر گناہ میں بچوں کا کوئی
ہاتھ نہیں ہوتا، اور اگر یہ بات درست ہے کہ وہ اپنے باپوں کے گناہوں سے داغ دار ہو چکے ہوتے
ہیں، تو پھر یہ سچائی اس دنیا کی سچائی بہرحال نہیں، اور میں اسے سمجھنے سے قاصر ہوں۔ بعض تنگ
اذہان شاید یہ دعویٰ کریں کہ بچے ایک روز بالغ ہو جاتے ہیں اور وقت آنے پر خود گناہوں کا
ارتکاب کرنے لگتے ہیں، لیکن وہ بچہ تو کبھی بلوغت کو نہیں پہنچا تھا، وہ آٹھ سالہ بچہ جس کی کتوں نے
تکا بوٹی کر ڈالی تھی۔ اف، ایلوشا، میں کفر نہیں بک رہا، میں مقدس اشیاء کی توہین نہیں کر رہا۔ میں
اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ جب زمین و آسمان یکجا ہو کر ایک ہی حمد گائیں گے اور ہر وہ چیز جو زندہ
ہے یا زندگی گزار چکی ہے، پکار اٹھے گی، 'اے خداوند، تم صحیح اور راست (46) ہو کیونکہ تیری
راہیں ہم پر منکشف ہو گئی ہیں!' پھر کائنات کس طرح کپکپا اٹھے گی! جب ماں اس قاتل سے بغل گیر
ہو گی جس کے کتوں نے اس کے لختِ جگر کی تکا بوٹی کر دی تھی اور تینوں مل کر روتے روتے پکار
اٹھیں گے، 'اے خداوند، تم صحیح اور راست ہو—' تو علم کی معراج حاصل ہو جائے گی اور ہر چیز کی
وضاحت ہو جائے گی۔ لیکن میری مشکل یہ ہے کہ میں اسے قبول نہیں کر سکتا۔ اور جب تک میں اس
دھرتی پر موجود ہوں، میں اپنے ہی طریقوں کی طرف رجوع کرتا رہوں گا۔ ایلوشا، تم سمجھ گئے ہو گے
کہ یہ سب کچھ شاید اسی طرح وقوع پذیر ہو گا اور میں اسے دیکھنے کے لیے زندہ رہوں گا یا پھر دوبارہ
زندہ ہو جاؤں گا اور پھر غالباً میں بھی ماں کو اپنے بچے کے قاتل سے بغل گیر ہوتے دیکھ کر ان کے
ساتھ مل کر پکار اٹھوں گا، 'خداوند، تو صحیح اور راست ہے'، لیکن یہ ہو گا میرے منشا کے برعکس۔ دریں
اثنا جب تک وقت دستیاب ہے میں اپنے آپ کو اس صورتِ حال سے بچانے کی کوشش کرتا رہوں گا
اور یہی وجہ ہے کہ میں اس بلند تر ہم آہنگی کو کلیتاً مسترد کرتا ہوں۔ یہ تو اس چھوٹے سے آنسو کے
مقابلے میں بھی ہیچ اور بے وقعت ہے جو اس اذیت زدہ ننھی سی بچی کی آنکھ سے بہا تھا جو اپنے
متعفن قید خانے میں پڑی اپنے ننھے منے ہاتھوں سے اپنی چھاتی پیٹ رہی اور اپنے اشکوں سے،
جن کی تلافی نہیں کی جاسکتی، اپنے 'ڈیئر گاڈ فادر' سے (اپنی سلامتی کی) دعائیں مانگ رہی تھی۔ نہیں،
یہ بالکل ہیچ اور بے وقعت ہے کیونکہ ان آنسوؤں کی ابھی تک تلافی نہیں ہوئی۔ ان آنسوؤں کا

کفارہ ادا کرنا ہی ہو گا ورنہ ہم آہنگی ناممکن ہو جائے گی۔ مگر ان کا کفارہ ادا کیسے کیا جاسکتا ہے؟
کیسے؟ کیا ان کا انتقام لے کر یہ ممکن ہے؟ لیکن انتقام لینے سے کیا حاصل ہو گا؟ ان کے قاتلوں کو
جہنم میں ڈالنے سے کیا فائدہ ہو گا؟ جب بچوں کو اذیتیں پہنچا کر ہلاک کیا جاچکا ہو پھر جہنم کیا کر
سکے گا؟ اور اگر جہنم بھی موجود ہو پھر ہم آہنگی کیسے برقرار رہ سکے گی؟ میں معاف کر دینا چاہتا ہوں،
میں ہر شخص سے بغل گیر ہو جانا چاہتا ہوں، میں دکھوں اور مصیبتوں کا خاتمہ چاہتا ہوں۔ اگر صداقت
کے حصول کے لیے مصائب کا حاصل جمع پورا کرنے کی خاطر بچوں کے مصائب بھی ضروری ہیں تو
پھر میں یہیں اور اسی وقت اعلان کرتا ہوں کہ کوئی صداقت اس قابل نہیں کہ اس کی اتنی (بھاری)
قیمت چکائی جائے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ میں نہیں چاہتا کہ ماں اُس قاتل سے بغل گیر
ہو جس کے کتوں نے اس کے بچوں کی تکا بوٹی کر دی تھی! اسے (اس عورت کو) یہ حق حاصل ہی
نہیں کہ وہ اپنے بچے کے قاتلوں کو معاف کر سکے! اور اگر وہ اسے معاف کرنے پر تلی ہوئی ہے، پھر
وہ اسے اپنا دکھ، اپنی انتہائی شدید اذیت معاف کر دے جو ماں ہونے کے ناتے اسے بھگتنا پڑی،
لیکن اس کے بچے کو، جس کے جسم کے مختلف اعضا چیر پھاڑ دیے گئے تھے، جو اذیت برداشت کرنا
پڑی اس عورت کو اسے معاف کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں: اگر خود بچہ بھی معافی دینے کو تیار ہو
جائے، تب بھی ماں کو معاف کرنے کا حق نہیں مل سکتا! اگر اصل بات یہی ہے، اگر معاف کرنے
کے حق کا کوئی وجود نہیں، پھر ہم آہنگی کدھر گئی؟ کیا اس پوری دنیا میں کوئی ایک فرد بھی موجود ہے جو
معاف کر سکتا ہو اور جسے معاف کرنے کا حق حاصل ہو؟ مجھے ہم آہنگی نہیں چاہیے، واللہ مجھے
ہم آہنگی کی کوئی آرزو نہیں کیونکہ مجھے انسانوں سے محبت ہے۔ اس کی بجائے میں یہ چاہوں گا کہ
میرے مصائب، میرے دکھوں کا انتقام نہ لیا جائے، ان کا حساب نہ چکایا جائے اور میری نفرت کی
تسکین نہ کی جائے۔ بے شک میرے اس نقطۂ نظر کو غلط قرار دے دیا جائے، مگر میں اس پر ڈٹا
رہوں گا۔ اس کے علاوہ ہم آہنگی کی اتنی بھاری قیمت مقرر کر دی گئی ہے کہ ہم تو داخلہ فیس بھی ادا
کرنے کے قابل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں اپنا داخلے کا ٹکٹ (46) واپس کرنے میں اتنی عجلت کر رہا
ہوں۔ اور اگر میں واقعی دیانت دار آدمی ہوں، پھر مجھے اسے حتی الامکان جلد از جلد واپس کرنا ہو گا۔
اور میں بالکل یہی کام کر رہا ہوں۔ ایلوشا، بات یہ نہیں کہ میں خدا کو نہیں مانتا، میں تو محض پورے
احترام و اکرام کے ساتھ اسے اپنا ٹکٹ واپس کر رہا ہوں۔"

"یہ تو بغاوت ہوئی،" ایلوشا نے نظریں اٹھائے بغیر دھیمی آواز سے کہا۔

"بغاوت؟ میں تو کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مجھے اس قسم کا لفظ تمہاری زبان سے سننا پڑے
گا،" ایوان نے سوچتے ہوئے کہا۔ "کوئی شخص بھی بغاوت کی حالت میں زندہ نہیں رہ سکتا اور میں

زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ میں تمہیں چیلنج کرتا ہوں، مجھے دیانت داری سے بتاؤ — مجھے جواب دو: فرض کرو تمہیں انسانی مقدر کی رفیع الشان عمارت تعمیر کرنے کی ذمے داری سونپ دی جاتی ہے جس کا غایت مقصد لوگوں کو مسرت بہم پہنچانا، آخرکار انہیں امن، شانتی اور آسودہ خاطری سے ہم کنار کرنا ہے لیکن اس مقصد کے حصول کے لیے ایک دو شرائط کی تکمیل نہایت ضروری اور ناگزیر ہے اور وہ شرائط یہ ہیں: تمہیں کسی چھوٹی سی، ننھی منی سی مخلوق کو، اس بچی کو جو اپنے ننھے منے ہاتھوں سے اپنی ننھی منی چھاتی پیٹ رہی تھی، اذیت دینا ہوگا، اور تمہیں اپنی عمارت کی بنیاد اس کے ان آنسوؤں پر رکھنا ہوگی جن کی تلافی نہیں کی گئی، جن کا کوئی کفارہ نہیں ادا کیا گیا۔ تو کیا تم ان شرطوں پر عمارت ساز بننا پسند کرو گے؟ مجھے دیانت داری سے جواب دو۔"

"نہیں،" "میں (ایسا عمارت ساز بننا) پسند نہیں کروں گا،" الیوشا نے دھیمے سے جواب دیا۔

"اور کیا تم یہ بات قبول کر لو گے کہ جن لوگوں کے لیے تم یہ عمارت تعمیر کرا رہے ہو، وہ اس ننھی منی اذیت رسیدہ بچی کے خون کے عوض اپنی مسرت خریدنے کے لیے رضامند ہو گئے ہیں؟ کیا وہ اس قسم کی رضامندی کا اظہار کرنے کے بعد ہمیشہ کے لیے خوش رہ سکیں گے؟"

"نہیں، ایوان بھائی، میں اس قسم کی کوئی بات قبول نہیں کر سکتا،" الیوشا نے یک لخت کہا۔ اس کی آنکھوں سے شعلے برس رہے تھے۔ "تم نے ابھی ابھی پوچھا تھا: 'کیا اس پوری دنیا میں کوئی ایک بھی ایسا فرد موجود ہے جو معاف کر سکتا ہو اور جسے معاف کرنے کا حق حاصل ہو؟' ہاں، ایسا فرد موجود ہے، اور یہ وہ ہستی ہے جو ہر شخص کی ہر خطا معاف کر سکتی ہے کیونکہ خود اس نے اپنا بے گناہ خون ہر شخص اور ہر چیز کے لیے(48) بہایا ہے۔ تم اس کے متعلق بھول گئے ہو، وہی تو ہے جو اس عمارت کا بنیادی پتھر ہے اور یہ وہی ہے جس سے لوگ مخاطب ہو کر پکاریں گے: 'خداوند تم راست ہو کیونکہ تمہاری راہیں ہم پر منکشف ہو چکی ہیں۔'"

"ارخ، وہی 'واحد شخص جس سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا'، جس نے اپنا خون بہایا ہے! نہیں، میں نے اسے بھلایا نہیں ہے؛ بلکہ اس کے برعکس میں تو یہ سوچتا اور حیران ہوتا رہا ہوں کہ تم نے اب تک اس کا ذکر کیوں نہیں کیا تھا کیونکہ تم جیسے لوگ بحث مباحثے میں اس کارڈ کو سب سے پہلے استعمال کرتے ہیں۔ خیر، الیوشا، اگر میں یہ کہوں کہ پچھلے سال میں نے ایک نظم (48۔الف) لکھی تھی تو میری بات کا مذاق مت اڑاؤ۔ اگر تم مجھے چند مزید منٹوں کے لیے برداشت کرنے کو تیار ہو تو میں یہ نظم تمہیں سنا دوں گا۔"

"تم نے نظم لکھی ہے؟"

"ارے، میں نے کہاں لکھی ہے؟" ایوان ہنس پڑا۔ "اپنی پوری زندگی کے دوران میں تو

کبھی دو مصرعے بھی نہیں کہہ سکا۔ لیکن اس شعری کہانی کے متعلق تم کہہ سکتے ہو کہ میں نے شاید اسے خواب میں سوچا تھا اور یہ مجھے ابھی تک یاد ہے۔ جب یہ میرے دماغ میں آ رہی تھی اس وقت شاید مجھ پر وجدانی کیفیت طاری تھی۔ تم میرے پہلے قاری، نہیں، میرے پہلے سامع ہو گے۔ آخرکار کوئی مصنف اپنے اولین سامع کو نظر انداز کیوں کرے؟" ایوان نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم سننا چاہتے ہو یا نہیں؟"

"بالکل سنوں گا،" الیوشا نے کہا۔

"میری اس شعری کاوش کا عنوان 'سخت گیر محتسبِ اعلیٰ' ہے۔ یہ عنوان بے تکا ضرور ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم یہ نظم لازماً سنو۔"

5

محتسبِ اعلیٰ (49)

"خیر، سب سے پہلے تو پیش لفظ یعنی ادبی پیش لفظ ہونا چاہیے،" ایوان ہنس پڑا۔ "خدا جانتا ہے میں مصنف وصنف نہیں۔ خیر، واقعات سولھویں صدی میں پیش آتے ہیں اور یہ بات تو تمہیں سکول کے دنوں سے ہی یاد ہو گی کہ اس زمانے میں شعری تخلیقات میں فلکی مخلوقات کا ذکر کرنے کا عام رواج تھا۔ میں دانتے کا ذکر نہیں کر رہا۔ فرانس میں درباری اہل کار بلکہ خانقاہوں کے راہب بھی ڈرامے پیش کیا کرتے تھے جن میں مریم عذرا، ملائک، بزرگانِ دین، یسوع مسیح اور خود خداوند سٹیج پر دکھائے جاتے تھے۔ اس زمانے میں ڈرامے نے ابھی کوئی خاص ترقی نہیں کی تھی، چنانچہ اس قسم کی تخلیقات عموماً بہت سیدھی سادی بلکہ بھولی بھالی ہوتی تھیں۔ وکٹر ہیوگو (50) کے ناول 'Notre Dame de Paris' ("پیرس کا کبڑا") میں دکھایا گیا ہے کہ لوئی یازدہم (51) کے دورِ حکومت میں فرانس کے ولی عہد سلطنت کا جشنِ ولادت (51۔الف) منانے کے سلسلے میں لوگوں کو خوش کرنے کی غرض سے پیرس کے ٹاؤن ہال میں ایک بلا ٹکٹ اخلاقی ڈراما پیش کیا گیا جس کا عنوان 'Le Bon Jugement de la tres sainte et gracieuse Vierge Marie' ('بابرکت اور مقدس مریم عذرا کا دانش مندانہ فیصلہ') تھا۔ ڈرامے میں مریم عذرا بنفسِ نفیس تشریف لائیں۔ اور اپنے bon Jugement (دانش مندانہ فیصلے) کا اعلان کیا۔ پیٹرِاعظم

(1721-1682) کے دورِ حکومت سے پہلے ہمارے ہاں ماسکو میں بھی کبھی کبھی ایسے ہی ڈرامے
دکھائے جاتے تھے جو زیادہ تر 'پرانا عہد نامہ' (کی حکایات) پر مبنی ہوتے تھے۔ لیکن ڈراموں کے
علاوہ اس زمانے میں ساری دنیا میں ایسی متعدد نظمیں اور کہانیاں گردش کرتی رہتی تھیں جن میں
حسبِ ضرورت بزرگانِ دین، ملائکہ اور آسمانی مخلوقات پیش کی جاتی تھیں۔ ہماری خانقاہوں میں بھی
اس قسم کی کہانیوں اور نظموں کے تراجم کیے جاتے، ان کی نقول بنائی جاتیں بلکہ حسبِ منشا نئی
تحریریں بھی وجود میں لائی جاتی تھیں ـــ اور یہ اس زمانے کی بات ہے جب روس پر ابھی تاتاری
حاوی تھے۔ مثلاً ایک چھوٹی سی خانقاہی نظم 'مادرِ خداوند ملعونوں کے درمیان' (51-ب) ہے (ویسے
اسے یونانی سے ترجمہ کیا گیا تھا)۔ اپنی بیانیہ قوت اور روانی کے اعتبار سے اس کا مقابلہ دانتے (کی
'طربیہ خداوندی') سے کیا جا سکتا ہے۔ (نظم کے مطابق) مادرِ خداوند جہنم کا دورہ کرتی ہیں اور رئیس
ملائکہ میکائیل ان کے گائیڈ کے فرائض سرانجام دیتا ہے۔ وہ گنہگاروں اور ان کی اذیتوں کا جائزہ لیتی
ہیں۔ چلتے چلتے یہ بھی بتا دیتا ہوں کہ وہاں ایک ابلتی جھیل میں گنہگاروں کا خاص طور پر ایک عجیب و
غریب طبقہ تھا۔ ان میں سے بعض گنہگار جھیل کی گہرائی میں اتنا نیچے پھینک دیے گئے ہیں کہ (کوشش
کے باوجود) وہ تیر کر کبھی باہر نہیں نکل سکتے۔ 'انہیں خود خدا بھی بھول گیا ہے'ـــ کیا زبردست اور
عمیق جملہ ہے! ان گنہگاروں کی حالتِ زار دیکھ کر مادرِ خداوند پر سکتہ طاری ہو جاتا ہے اور ان کی
آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگتے ہیں۔ وہ خداوند کے دربار میں حاضر ہوتی ہیں، اس کے تخت
کے سامنے دو زانو ہو جاتی ہیں اور گڑگڑا گڑگڑا کر جہنم کے تمام باسیوں کی، جنہیں انہوں نے وہاں
دیکھا تھا، بلا تخصیص بخشش کے لیے التجا کرتی ہیں۔ خداوند کے ساتھ ان کا مکالمہ انتہائی دلچسپ
ہے۔ وہ روتی ہیں، گڑگڑاتی ہیں، اپنی التجا پر اصرار کرتی ہیں اور جب خداوند ان کے اپنے بیٹے کے
ہاتھوں اور پاؤں پر میخوں کے نشانات دکھاتا ہے اور کہتا ہے، 'میں ان ایذا پرستوں کو کیسے معاف کر
سکتا ہوں؟' وہ تمام سینٹوں (Saints)، تمام شہیدوں، تمام فرشتوں اور تمام مقرب ملائکہ کو بلاتی
ہیں، انہیں اپنے ساتھ دو زانو ہونے اور بلا امتیاز سب کے لیے رحم کی التجا کرنے کی تلقین کرتی ہیں۔
انجام کار وہ خداوند سے اتنا منوانے میں کامیاب رہتی ہیں کہ ہر سال گڈ فرائیڈے (52) سے یوم
تثلیث (53) تک اذیت دہی کا سلسلہ معطل رہے گا۔ اس پر جہنم کے گنہگار وہیں اور اسی وقت
خداوند کا شکر ادا کرتے ہیں اور کہتے ہیں، 'خداوند، ہمارا محاکمہ کرتے وقت تو نے انصاف سے کام
لیا۔' خیر، اگر میری یہ حقیری نظم اس زمانے میں لکھی گئی ہوتی وہ بھی کچھ انہی خطوط پر ہوتی۔ یہ درست
ہے کہ وہ (یسوع) میری نظم میں منظرِ عام پر آتا ضرور ہے لیکن وہ کہتا کچھ نہیں، بس آتا ہے اور
(نظروں سے) اوجھل ہو جاتا ہے۔ جب سے اس نے کرّ و فر کے ساتھ اپنی بادشاہی میں آنے کا

وعدہ کیا ہے، پندرہ صدیاں بیت چکی ہیں؛ پندرہ صدیاں گزر چکی ہیں جب اس کے حواری نے لکھا
تھا: 'میں جلد آنے والا ہوں۔' (54) جیسا کہ خود اس نے کہا تھا جب وہ ابھی خود اس دھرتی پر موجود
تھا: 'لیکن اس دن اور اس گھڑی (55) کے بارے میں کوئی نہیں جانتا، نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا
مگر صرف باپ۔' اور نسلِ انسانی اپنے سابقہ ایقان اور جوش و خروش کے ساتھ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ
ایقان کے ساتھ اس کا انتظار کر رہی ہے۔ کیونکہ جب سے انسان کو خدائی پیمان ملنا بند ہوا ہے پندرہ
صدیاں بیت چکی ہیں:

پورے کا پورا مان لے جو دل کہے اور کر گزر (56)
عرشِ معلیٰ کے دلاسوں پر نہ ہرگز کان دھر۔

"چنانچہ جو کچھ دل نے کہا اس میں ایقان کے علاوہ اور کچھ نہ رہا! درست کہ اُس زمانے میں
بہت سے معجزے بھی رونما ہوئے۔ ایسے سینٹ تھے جو معجزاتی علاج کرتے تھے۔ بعض پارسا اشخاص
کے پاس جنت کی ملکہ (مادرِ خداوند) خود تشریف لاتی تھیں، ان کے سوانحِ حیات تو یہی کہتے ہیں۔
مگر شیطان سوتا نہیں، اور بہت سے لوگ ان معجزوں کی صداقت پر شک کرنے لگے۔ عین اسی
زمانے میں شمال (یعنی جرمنی) میں ایک نئی بھیانک بدعت (57) نے سر اٹھایا۔ مشعل (کلیسا) کی
طرح فروزاں ایک بڑا ستارہ، (58) پانی کے منابع پر گرا اور انہیں کڑوا کر گیا۔ ان بدعتیوں نے
کافرانہ انداز سے معجزوں کا انکار شروع کر دیا۔ لیکن جو لوگ اب تک اپنے ایمان پر قائم رہے تھے،
وہ اپنے ایقان میں اور بھی پختہ ہو گئے۔ انسانوں کے آنسو پہلے کی طرح اوپر خداوند کی طرف جاتے
رہے، وہ اس کا انتظار کر رہے، اس سے محبت کرتے رہے، پہلے کی طرح اسے اپنی اُمیدوں کا مرکز بنا
رہے اور پہلے ہی کی طرح اس کی خاطر مصائب جھیل رہے اور موت کو سینوں سے لگا رہے تھے...
اور یوں صدیوں سے انسان بڑے جوش و خروش اور خشوع و خضوع سے دعائیں مانگتے چلے آ رہے
ہیں: 'خداوند (59)، ہمیں اپنا جلوہ دکھا:' (60) اور وہ اتنی صدیوں سے اس سے التجائیں کرتے چلے
آ رہے ہیں کہ اس نے آخرکار اپنے بے پایاں رحم و کرم سے کام لیتے ہوئے اپنے ملتجیوں کو اپنا جلوہ
دکھانے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ پہلے بھی بعض مواقع پر عرش سے فرش پر آ چکا اور بعض راست باز انسانوں،
شہیدوں اور زاہد و مرتاض رہبان کو اپنا جلوہ دکھا چکا تھا جیسا کہ اُن لوگوں کے 'سوانح' میں تحریر کیا جا
چکا ہے۔ ہمارے شاعر تیوچیف نے، جسے اس کی الفاظ کی صداقت پر کامل یقین تھا، پورے خلوص
کے ساتھ تحریر کیا:

صلیب کے بوجھ تلے جھکا جھکا
آسمانوں کا بادشاہ، غلام کے روپ میں
میرے وطن، تجھ میں اِدھر سے اُدھر گھوما پھرا
اور تجھ پر رحمتیں نچھاور کرتا چلا گیا۔(61)

اور میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ اس نے جو کچھ لکھا تھا بالکل صحیح لکھا تھا۔ اور وہ (خداوند) اپنے اذیت گزیدہ، مبتلائے مصائب اور گناہوں میں لتھڑے ہوئے بندوں کو، ایک پل کے لیے سہی، اپنا جلوہ ضرور دکھانا چاہتا تھا، جو بہرحال بچوں کی سی معصومیت کے ساتھ اُس سے محبت کرتے تھے۔ میری نظم میں جس واقعے کا ذکر کیا گیا ہے وہ ہسپانیہ کے شہر سیول(62) میں اس انتہائی بھیانک زمانے میں پیش آیا تھا جب الحاد کی بیخ کنی کے نام پر سفاک مذہبی عدالتیں کام کر رہی تھیں اور جب خداوند کی کبریائی کے نام پر سارے ملک میں روزانہ بڑے بڑے الاؤ جلائے جاتے تھے اور

تعمیلِ دین کی شان دار مثال قائم کرتے ہوئے
خبیث ملحدوں کو زندہ جلا دیا جاتا تھا۔(62۔الف)

تاہم اُس کی یہ آمد وہ آمد نہیں تھی جس میں وہ اپنے وعدے کے مطابق آخری زمانے میں دنیا میں اپنے تمام تر فلکی جلال وعظمت کے ساتھ اچانک اس طرح آئے گا جیسے بجلی کوند کر پورب سے پچھم تک دکھائی دیتی ہے۔'(63) نہیں، وہ تو محض اپنا جلوہ دکھانا چاہتا تھا خواہ ایک لحظے کے لیے ہی سہی اور عین اس مقام پر اپنے بچوں سے ملنا چاہتا تھا جہاں بدعتیوں کے الاؤوں کی لکڑیاں چٹخ رہی تھیں۔ اپنے بے پایاں رحم وکرم کے ساتھ وہ ایک بار پھر لوگوں کے مابین اس انسانی شکل میں چل پھر رہا ہے جس میں وہ پندرہ صدیاں قبل تینتیس سال تک چلتا پھرتا رہا تھا۔ وہ ایک جنوبی شہر کے تپتے ہوئے گلی کوچوں میں اترتا ہے جہاں ایک رات قبل محتسبِ اعلیٰ کے حکم اور بادشاہِ وقت، درباریوں، نائٹوں (knignts)، کارڈینلوں (cardinals) اور دربار کی انتہائی حسین وجمیل خواتین کی موجودگی میں اور سیول شہر کے تمام باشندوں پر مشتمل انبوہِ کثیر کی نگاہوں کے سامنے تقریباً ایک سو بدعتیوں کو احتساب عدالت کے حکم کی تعمیل میں "ad majorem gloriam Dei" (64) کے پُرشکوہ نعروں کے ساتھ زندہ جلا دیا گیا تھا۔

"وہ دبے پاؤں، دزدیدہ انداز سے آتا ہے اور ہر شخص اسے پہچان جاتا ہے — کتنی عجیب بات ہے۔ یہ میری کہانی کا ایک انتہائی دلچسپ نکتہ ہو سکتا ہے — یعنی وہ اسے پہچان کیوں لیتے ہیں؟ کسی ناقابلِ مدافعت قوت کے زیرِ اثر لوگ جوق در جوق اس کی طرف چل پڑتے ہیں اور اس کے گرد حلقہ بنا لیتے ہیں۔ یہ حلقہ دم بدم وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جاتا ہے اور اس کے پیچھے پیچھے چلتا جاتا ہے۔ اپنے چہرے پر بے پایاں کرم گستری کا تبسم سجائے وہ ان کے مابین چپ چاپ چلتا جا رہا ہے۔ اس کے دل میں محبت کی شمع جل رہی ہے اور اس کی آنکھوں سے نور، بینش اور قیصریت ٹپک رہی ہے۔ اس کی نگاہیں جب لوگوں پر پڑتی ہیں، ان کے قلوب منور ہو جاتے ہیں اور جوابی محبت سے بھر جاتے ہیں۔ وہ اپنے بازو ان کی جانب بڑھاتا ہے اور ان کے لیے دعائے خیر کرتا ہے۔ اس کے لمس سے، بلکہ اس کے ملبوسات کے لمس سے بھی شفا بخش قوت خارج ہونے لگتی ہے۔ پھر ہجوم میں سے ایک بوڑھا شخص، جس کی بچپن میں ہی بینائی جاتی رہی تھی، چلا چلا کر کہتا ہے، 'آقا، مجھے شفا دیں تاکہ میں بھی آپ کا دیدار کر سکوں۔' اور پھر جیسے اس کی آنکھوں سے پردہ ہٹ گیا ہو، اندھے کو وہ نظر آنے لگتا ہے۔ جہاں جہاں اس کے پاؤں پڑتے ہیں ہجوم روتا کلبلاتا وہاں کی مٹی چومنے لگتا ہے۔ بچے اس کے قدموں تلے پھول بچھاتے، گاتے اور نعرے لگاتے ہیں: 'ہوشعنا!'(65) 'یہ وہی ہیں، حقیقتاً وہی ہیں،' ہجوم میں شامل سب لوگ بار بار کہے جا رہے ہیں۔ 'یہ لازماً وہی ہوں گے، ان کے علاوہ اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔' وہ جب سیول کے کلیسا کی سیڑھیوں کے سامنے رُک جاتا ہے جب روتے، آنسو بہاتے ہوئے عزیز واقارب کسی بچی، سات سالہ بچی، شہر کے کسی سرکردہ شخصیت کی اکلوتی بیٹی کا ننھا منا کھلا سفید تابوت اٹھائے وہاں پہنچتے ہیں۔ بچی کا جسم خاکی پھولوں سے ڈھکا ہوا ہے۔ 'یہ آپ کی بچی کو ازسرِنو زندہ کر دیں گے،' ہجوم چلا چلا کر آنسو بہاتی ماں سے کہتا ہے۔ کلیسا کا صدر پادری، جو تابوت کو وصول کرنے باہر آ گیا ہے، بھونچکا ہو جاتا ہے اور اس کے ماتھے پر بل پڑ جاتے ہیں۔ ادھر مرحوم بچی کی ماں کا واویلا گونجنے لگتا ہے۔ وہ اس کے قدموں میں گر جاتی ہے۔ 'اگر یہ آپ ہیں تو پھر میری بچی کو زندہ کر دیں،' وہ اپنی جھولی پھیلا کر چیخ چیخ کر کہتی ہے۔ ماتمی جلوس رک جاتا ہے اور تابوت اس کے قدموں میں سیڑھیوں پر رکھ دیا جاتا ہے۔ وہ ترحم کی نگاہوں سے بچی کو دیکھتا ہے اور ایک بار پھر اس کے ہونٹ ملائمت سے کہتے ہیں: 'talitha cumi' (66)، ('اے لڑکی، میں تجھ سے کہتا ہوں، اٹھ') — اور لڑکی فی الفور اٹھ کھڑی ہوئی! لڑکی اٹھ کر اپنے تابوت میں بیٹھ جاتی ہے اور اپنے گرد و پیش دیکھنے لگتی ہے۔ وہ مسکرا رہی ہے، اس کی آنکھیں پوری طرح کھلی ہیں اور ان سے تعجب ٹپک رہا ہے۔ اس کے ہاتھوں میں سفید گلاب کا گلدستہ ہے جو تابوت کے اندر اس کے پاس رکھ دیا گیا تھا۔

''ہجوم میں کھلبلی مچ جاتی ہے، لوگ رونے اور سسکیاں بھرنے لگتے ہیں۔ پھر عین اسی وقت کارڈینل، جو وہاں کا محتسبِ اعلیٰ بھی ہے، اچانک کلیسا کے سامنے چوک میں نمودار ہوتا ہے۔ وہ تقریباً نوے سال کا بوڑھا آدمی ہے، وہ بلند قامت ہے اور اس کے جسم میں خمیدگی کے دور دور تک آثار نہیں، تاہم اس کے چہرے پر جھریاں نمایاں ہونے لگی ہیں اور اگرچہ اس کی آنکھیں اندر کو دھنس چکی ہیں، وہ نگاہوں کو خیرہ کر دینے والے شعلوں کی مانند چمک رہی ہیں۔ وہ اس وقت اپنی کارڈینل والی مرصع اور پُرتکلف پوشاک میں ملبوس نہیں جس میں اس نے گزشتہ رات تب لوگوں کے سامنے اپنی نمائش کی تھی جب رومن کیتھولک مسلک کے دشمنوں کو زندہ جلایا گیا تھا۔۔۔ نہیں، اس وقت وہ اپنا راہبوں والا بوسیدہ اور کھردرا چغا پہنے ہوئے ہے۔ اس کے پیچھے پیچھے مؤدبانہ فاصلے پر اس کے افسردہ و پژمردہ نائبین، معاونین، حشم و خدم اور اس کے مقدس منصب کے محافظ چلے آ رہے ہیں۔ وہ رک جاتا ہے اور دور سے ہجوم پر نظر ڈالتا ہے۔ اب وہ سب کچھ دیکھ چکا ہے، اس نے ماتمی جلوس میں شامل لوگوں کو اس کے قدموں کے تابوت رکھتے، بچی کو دوبارہ زندہ ہوتے دیکھ لیا ہے۔۔۔ اس کے چہرے پر خشونت اور کبیدگی کے آثار نمودار ہو جاتے ہیں، اس کی گھنی، سفید بھویں سکڑ جاتی ہیں اور اس کی آنکھوں سے غضبیلے شعلے برسنے لگتے ہیں۔ وہ اس کی جانب اپنی انگلی لہراتا ہے اور اپنے محافظوں کو حکم دیتا ہے، 'اسے پکڑ لو!' اس کے اختیارات کچھ اس قسم کے ہیں اور وہ انہیں استعمال کرنے کا اس قدر عادی ہے، اور لوگ اس قدر ڈرے اور سہمے ہوئے ہیں، اس قدر لرزتے کانپتے اطاعت گزار ہیں کہ پیشتر اس کے کہ اس کے محافظ اس مرگ آسا سکوت میں، جو آناً فاناً وہاں چھا جاتا ہے، اس پر ہاتھ ڈال سکیں اور اسے اپنے ساتھ لے جا سکیں، ہجوم جھٹ پٹ تتر بتر ہو جاتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے منظر سے غائب ہو جاتا ہے، مگر جانے سے پہلے اس نے ایک کام ضرور کیا، سب لوگ بیک وقت محتسبِ اعلیٰ کے سامنے زمین پر لیٹ جاتے ہیں جو زیرِ لب انہیں دعائے خیر دیتا ہے اور آگے بڑھ جاتا ہے۔ محافظ قیدی کو ہولی آفس (کلیسا کا محکمہ احتساب) کی کہنہ عمارت کے تہہ خانے میں واقع تنگ و تاریک زندان میں لے جاتے ہیں اور اسے وہاں بند کر کے باہر سے تالا لگا دیتے ہیں۔ دن گزر جاتا ہے اور رات ۔۔۔ سیول کی اندھیری، گرم اور ہوا بند رات ۔۔۔ آ جاتی ہے، فضا میں لارل اور لیموں (67) کی خوشبو رچی بسی ہے۔ تاریک گہرائیوں میں قید خانے کا دروازہ اچانک کھلتا ہے اور بوڑھا محتسبِ اعلیٰ اپنے ہاتھ میں فروزاں مشعل پکڑے آہستہ آہستہ اندر داخل ہوتا ہے۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کے پیچھے دروازہ جھٹ پٹ بند اور مقفل ہو جاتا ہے۔ وہ دہلیز کے قریب رک جاتا ہے اور خاصی دیر تک، ایک یا دو منٹ، نگاہیں گاڑ کر اسے دیکھتا رہتا ہے۔ آخرکار وہ دبے پاؤں آگے بڑھتا ہے، مشعل میز پر رکھ دیتا ہے اور اس سے کہتا ہے:

''یہ تم ہو؟ تم؟' اور جب اسے کوئی جواب نہیں ملتا، وہ جلدی سے مزید کہتا ہے، 'مت جواب دو، خاموش رہو۔ بہرحال تم کہہ بھی کیا سکتے ہو؟ تم کہو گے کیا میں خوب اچھی طرح جانتا ہوں۔ جو کچھ تم پہلے ہی کہہ چکے ہو تمہیں اس میں مزید اضافہ کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ تو کیا میں پوچھ سکتا ہوں تم ہمارا سکون غارت کرنے کیوں آ گئے ہو؟ کیونکہ تم واقعی ہمارا سکون غارت کرنے ہی تو آئے ہو اور تم اس سے اچھی طرح آگاہ ہو۔ لیکن کیا تمہیں معلوم ہے کہ کل کیا ہوگا؟ مجھے نہیں معلوم کہ تم کون ہو اور میں جاننا بھی نہیں چاہتا ۔۔۔ آیا تم وہی ہو یا محض اس کے ہم شکل ہو ۔۔۔ لیکن کل میں تمہیں سزا سنا دوں گا اور تمہیں خبیث ترین مرتدین کی طرح زندہ آگ میں جلا دیا جائے گا اور کیا تمہیں معلوم ہے کہ جو ہجوم آج تمہارے تلوے چاٹ رہا تھا، کل میرے ایک اشارے پر آگ میں مزید لکڑیاں جھونکنے بھاگم بھاگ آ جائے گا؟ ہاں، شاید تمہیں معلوم ہے،' اس نے ایک پل کے لیے بھی اپنی نگاہیں قیدی کے چہرے سے ہٹائے بغیر سوچتے ہوئے کہا۔''

''ایوان، مجھے بالکل سمجھ نہیں آ رہا کہ تم کہنا کیا چاہتے ہو؟'' ایلیوشا نے جو اس سارے عرصے کے دوران میں چپ چاپ سنتا رہا تھا، مسکراتے ہوئے کہا۔ ''کیا یہ محض بے مہار تخیل ہے یا بڑے میاں سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی ہے کہ وہ صحیح طور پر شناخت نہ کر سکا اور یونہی الجھاؤ کا شکار ہو گیا؟ ویسے یہ ممکن نظر نہیں آتا۔''

''اگر جدید حقیقت پسندی نے تمہیں کسی مافوق الفطرت یا انوکھی چیز کو تسلیم کرنے کے قابل نہیں چھوڑا،'' ایوان نے ہنستے ہوئے کہا، ''پھر بھی تم چاہو تو اپنا دوسرا مفروضہ تسلیم کر سکتے ہو ۔۔۔ اگر تم ذہنی الجھاؤ ہی کے حامی ہو تو پھر یہی سہی۔ یہ صحیح ہے،'' وہ دوبارہ ہنس پڑا، ''کہ بوڑھا نوے کے پیٹے میں داخل ہو چکا ہے اور جو خیال اس کے دل میں مدتوں سے رچ بس چکا تھا، ممکن ہے وہ خبط بن کر اس کے ذہن پر سوار ہو چکا ہو یا اس کی بجائے تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ وہ محض قیدی کی شکل صورت سے متاثر ہو گیا ہے۔ یہ بھی عین ممکن ہے کہ ان دونوں میں سے حقیقتاً کوئی بات بھی صحیح نہ ہو اور نوے سالہ بوڑھے کو، جو قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا تھا، جو کچھ اپنے سامنے دکھائی دے رہا تھا وہ محض فریبِ نظر ہو یا اس پر ہذیانی کیفیت طاری ہو چکی ہو اور اسی میں اسے یہ سب کچھ نظر آ رہا ہو کیونکہ وہ بہرحال گزشتہ رات تقریباً ایک سو مرتدوں کو زندہ جلائے جانے پر کچھ زیادہ ہی جوش میں آ چکا تھا۔ یہ ذہنی الجھاؤ تھا یا بے مہار تخیل، یہ ہمارے لیے اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ بوڑھے کو اپنے دل کی بات کہنا ہے، اور وہ نوے سال کی عمر تک پہنچنے کے بعد آخرکار بلند آہنگ انداز سے وہ بات کہہ ہی دیتا ہے جسے وہ اب تک چھپاتا رہا تھا۔''

''اور قیدی بھی خاموش رہتا ہے؟ وہ بس اسے دیکھتا رہتا ہے اور منہ سے ایک لفظ بھی نہیں

نکالتا؟"

"ہاں، اور ہونا بھی یہی چاہیے، اب ہی نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ یہی ہونا چاہیے۔" ایوان ایک بار پھر ہنس پڑا۔ "جیسا کہ بوڑھا خود اس سے کہتا ہے، وہ جو کچھ پہلے ہی کہہ چکا ہے اب اسے اس میں مزید اضافہ کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ اگر تم چاہو تو اسے رومن کیتھولک مسلک کا بنیادی اصول کہہ سکتے ہو، کم از کم میری رائے تو یہی ہے۔ وہ کہتا محسوس ہوتا ہے: 'تم ہر چیز کا اختیار پوپ کو منتقل کر چکے ہو، اب ہر چیز پوپ کی ذمے داری بن چکی ہے، چنانچہ تمہارے واپس آنے کی کوئی ضرورت نہیں، ہمارے سکون میں مت خلل ڈالو — کم از کم فی الحال ہمارے معاملات میں دخل مت دو اور اس وقت کا انتظار کرو جو مقرر ہو چکا ہے۔' وہ (رومن کیتھولک مسلک کے پیروکار) نہ صرف اس قسم کی گفتگو کرتے رہتے ہیں بلکہ اپنی ان باتوں کو تحریری شکل بھی دیتے رہتے ہیں، اگر سارے رومن کیتھولک نہیں، تو کم از کم یسوعی (Jesuits) ضرور ایسا کرتے ہیں۔ میں نے ان کے دینیات کے عالموں (کی کتابوں) کا خود مطالعہ کیا ہے۔ 'جس دنیا سے تم آئے ہو، کیا تمہیں اس کا ایک راز بھی ہمارے سامنے منکشف کرنے کا حق حاصل ہے؟' بوڑھا اس سے پوچھتا ہے اور خود ہی جواب دیتا ہے، 'نہیں، تمہیں اس قسم کا کوئی حق حاصل نہیں اور یہ حق تمہیں اس لیے حاصل نہیں تاکہ تم اس میں کوئی مزید اضافہ نہ کر سکو جو تم پہلے ہی کہہ چکے ہو، تاکہ تم انسانوں سے وہ آزادی نہ چھین سکو جس کی تم تب اتنی قدر کرتے تھے جب تم اس دھرتی پر موجود تھے۔ اگر اب تم نے کسی نئی بات کا انکشاف کیا تو اس سے انسانوں کی آزادئ مذہب کو خطرہ لاحق ہو جائے گا کیونکہ (اب جو کچھ تم کرو گے) اسے معجزہ تصور کیا جائے گا، معجزے کو ماننے کا مطلب یہ ہوگا کہ لوگ مذہب کے بارے میں آزادانہ اپنی کوئی رائے نہیں بنا سکیں گے حالانکہ آج سے پندرہ سو سال پہلے (جب تم زندہ تھے تو) تمہیں یہ آزادی باقی ہر چیز سے کہیں زیادہ عزیز تھی۔ اور کیا تم نے خود بار بار یہ نہیں کہا تھا: "میں تمہیں آزاد کرنا چاہتا ہوں۔"(68) خیر، اب تم ان "آزاد" لوگوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو،' بوڑھا کھوئے کھوئے انداز سے ہنستے ہوئے مزید کہتا ہے۔ 'ہمیں اس معاملے کی بھاری قیمت ادا کرنا پڑی ہے۔' بوڑھے نے خشم گیں نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا، 'لیکن بالآخر ہم نے اسے تمہارے نام پر نپٹا دیا ہے۔ پندرہ صدیوں تک ہمیں اس آزادی نے مصیبت میں ڈالے رکھا مگر اب یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی ہے۔ تمہیں یقین نہیں آ رہا کہ یہ ختم ہو چکی ہے؟ تم مجھے اتنی بے بسی سے دیکھ رہے ہو کہ میری اتنی عزت افزائی بھی نہیں کر سکتے کہ مجھے غصیلی نگاہوں سے ہی دیکھ لو؟ میں تمہیں اب اور اسی وقت اتنا بتا دینا چاہتا ہوں کہ ان لوگوں کو پہلے سے کہیں زیادہ یقین ہو چکا ہے کہ وہ مطلقاً آزاد ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ خود ہی اپنی آزادی

ہمارے پاس لا چکے ہیں اور بڑے عجز و انکسار سے ہمارے قدموں پر ڈال چکے ہیں۔ لیکن یہ وہ صورت حال ہے جو خود ہم نے پیدا کی ہے۔ کیا تم اسی چیز کے متمنی تھے؟ کیا یہی وہ آزادی ہے جس کی تمہیں آرزو تھی؟'"

"میں دوبارہ کہوں گا میں کچھ سمجھ نہیں پا رہا۔" ایلیوشا نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "کیا وہ طنز کر رہا ہے، کیا وہ اس کا مذاق اڑا رہا ہے؟"

"بالکل نہیں۔ وہ تو بڑے فخر سے دعویٰ کر رہا ہے کہ آزادی کو ختم کرنے کا سہرا، اس کے اور کلیسا سے وابستہ اس جیسے لوگوں کے سر بندھتا ہے اور یہ کام انہوں نے اس لیے کیا ہے تاکہ لوگوں کو مسرت بہم پہنچائی جا سکے۔ 'یہ صرف اب ممکن ہوا ہے' — وہ بہرحال مذہبی عدالتوں اور مذہبی احتساب (Inquisition) کی بات کر رہا ہے — 'کہ پہلی بار انسانی مسرت کے بارے میں سوچا جائے۔ انسان پیدائشی باغی ہے اور یقیناً باغی خوش نہیں رہ سکتے، کیا خیال ہے؟ تمہیں متنبہ کر دیا گیا تھا،' وہ اس سے کہتا ہے، 'تنبیہوں اور علامتوں کا کوئی فقدان نہیں تھا، مگر تم نے تنبیہوں پر کان نہ دھرے۔ انسانوں کو خوش رکھنے کا جو واحد طریقہ تھا تم نے اسے مسترد کر دیا، لیکن تم جب رخصت ہوئے تو خوش قسمتی سے تم نے یہ کام ہمیں سونپ دیا۔ تم نے (ہم سے) وعدہ کیا، تم نے (ہمیں) قول دیا، تم نے (ہمیں) باندھنے اور کھولنے کا اختیار (69) بخشا اور بہرحال اب تم (ہم سے) یہ اختیار واپس لینے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ پھر تم ہمارے سکون میں خلل ڈالنے کیوں آ گئے ہو؟'"

"تم نے جو یہ کہا ہے، 'تنبیہوں اور علامتوں کا کوئی فقدان نہیں تھا' اس کا مطلب کیا ہے؟" ایلیوشا نے پوچھا۔

"بوڑھے نے جو کچھ کہا ہے یا اس نے کہنا ہے، یہ اس کا اصل اور مرکزی نکتہ ہے۔"

"'بھیانک اور عیار روح، اتلاف ذات اور نیستی کی روح،' بوڑھا اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے، 'عظیم روح بیاباں میں تم سے ہم کلام ہوا تھا اور یہ کتابوں میں تحریر کیا جا چکا ہے کہ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے تمہیں "ورغلانے" (70) کی کوشش کی تھی۔ کیا یہ بات درست ہے؟ اور اس نے اپنے تین سوالوں کے ذریعے تم پر جو کچھ منکشف کیا تھا، تم نے جو کچھ مسترد کیا تھا اور کتابوں میں جنہیں "تحریصات" کہا گیا ہے، کیا ان سے زیادہ کوئی بات سچ ہو سکتی تھی؟ اور اگر اس دنیا میں کبھی کوئی سچا، کوئی عظیم معجزہ رونما ہوا ہے تو یہ اس روز رونما ہوا ہوگا جس روز تمہیں یہ تین "تحریصات" پیش کی گئی تھیں کیونکہ معجزہ صرف یہ تھا کہ ان سوالوں کو سوچا جا سکا۔ اگر بحث کی خاطر یہ مفروضہ باندھنا ممکن ہو کہ بھیانک روح نے جو تین تحریصات وضع کی تھیں کسی وجہ سے بھلا دی جاتیں اور کتابوں میں درج نہ کی جا سکتیں، اور انہیں از سر نو دریافت کرنا، از سر نو تراشنا، از سر نو

سوچنا ناگزیر ہو جاتا تا کہ انہیں تحریری شکل دی جا سکے اور اس مقصد کے حصول کی خاطر روئے زمین کے تمام عقلاء ـــــ حکمران، اونچے درجے کے مذہبی رہنما، حکیم اور فرزانے، فلسفی اور شاعر وغیرہ ـــــ ایک مقام پر اکٹھے کر دیے جاتے اور انہیں یہ فریضہ سونپ دیا جاتا: ایسی تین تحریصات سوچو، وضع کرو، جو نہ صرف واقعے کی عظمت کے عین مطابق ہوں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر، آگے گزر کر، تین لفظ، تین انسانی ترکیبیں یا تین انسانی جملے بنا دو جو دنیا اور بنی نوع انسان کے مستقبل کی پوری تاریخ بیان کر دیں ـــــ تو کیا تمہارے خیال میں دنیا بھر کے عاقل لوگ، جنہیں ایک مقام پر اکٹھا کر دیا گیا تھا، اجتماعی طور پر کوئی ایسی چیز سوچ سکتے تھے جو اپنی قوت اور گہرائی کے اعتبار سے ان تین تحریصات سے ذرا بھی لگا کھا سکتی جو درحقیقت اس صحرا میں تمہیں اس شہ زور اور عیار روح نے پیش کی تھیں؟ ان تحریصات کا سوچنا ہی بہت بڑی جسارت تھی، لیکن یہ تحریصات اور ان کے سوچے جانے کی جسارت ہم پر واضح کر دیتی ہے کہ ہمارا واسطہ کسی دنیوی انسانی دماغ سے نہیں بلکہ کسی ابدی اور مطلق دماغ سے ہے۔ کیونکہ ایک لحاظ سے ان تین تحریصات میں بنی نوع انسان کے مستقبل کی پوری تاریخ یکجا کر دی گئی اور اس کی پیشگوئی کر دی گئی ہے، اور ان میں انسانی فطرت کے تمام ناقابل حل تضادات مجتمع کر دیے گئے ہیں۔ (جس وقت یہ معجزہ رونما ہوا) تب یہ بات اتنی عیاں نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ اس وقت مستقبل پردۂ اخفا میں مستور تھا لیکن اب جب کہ پندرہ صدیاں بیت چکی ہیں، یہ بات ہماری سمجھ میں آ سکتی ہے کہ ان تین تحریصات میں ہر چیز بالکل صحیح انداز سے بھانپ لی گئی تھی، اس کی پیشگوئی کر دی گئی تھی اور وہ اس حد تک اتنی درست ثابت ہوئی ہے کہ اس میں نہ کوئی اضافہ کیا جا سکتا ہے اور نہ تخفیف۔

''خود فیصلہ کرو: سچا کون تھا، تم یا وہ، جس نے تمہیں ورغلایا، تمہیں تحریص دی؟ پہلی تحریص یاد کرو: غالباً اس کے لغوی معنی تو یہ نہیں تاہم مفہوم یہی ہے، ''تم دنیا میں داخل ہونا چاہتے ہو لیکن تم خالی ہاتھ ہو، تمہارے ساتھ آزادی کا کوئی مبہم سا وعدہ کیا گیا ہے جسے انسان اپنی سادگی اور خلقی کند ذہنی کی وجہ سے سمجھ بھی نہ سکے، اور جس سے وہ ڈرتے، خوف کھاتے اور مرعوب ہوتے رہتے ہیں ـــــ کیونکہ انسان اور انسانی معاشرے کے لیے کوئی چیز بھی اتنی ناقابل برداشت نہیں ہوتی جتنی کہ آزادی ہوتی ہے! اور کیا تمہیں اس پیاسے، بنجر، ویران اور تپتے صحرا کے یہ پتھر نظر آتے ہیں؟ انہیں روٹیوں میں تبدیل کر دو اور پوری دنیا کے انسان جوق در جوق بھاگتے تمہارے پیچھے لگ جائیں گے، وہ تمہارا شکریہ ادا کریں گے، تمہاری فرماں برداری کریں گے تاہم وہ ہمیشہ اس خوف سے کانپتے بھی رہیں گے کہ کہیں تم اپنا ہاتھ واپس نہ کھینچ لو اور انہیں ان کی روٹی سے محروم نہ کر دو۔'' لیکن تم انسان کو اس کی آزادی سے محروم نہیں کرنا چاہتے تھے، چنانچہ تم نے (پتھر کو روٹی میں تبدیل

کرنے کی) تجویز پائے حقارت سے ٹھکرا دی کیونکہ تمہارا استدلال یہ تھا کہ اگر فرماں برداری روٹی کے عوض خریدنا ہے پھر یہ آزادی کس قسم کی ہو گی؟ تمہارا جواب یہ تھا کہ انسان محض روٹی کے سہارے زندہ نہیں رہ سکتا۔ لیکن کیا تمہیں معلوم ہے کہ محض اسی دنیوی روٹی کے نام پر دنیا کی روح تمہارے خلاف اٹھ کھڑی ہو گی، تم سے جنگ کرے گی اور تمہیں شکست دے دے گی اور تمام انسان یہ کہتے ہوئے اس روح کی پیروی کرنے لگیں گے، ''اس حیوان کی مانند (71) کون ہے؟ اس نے ہمیں آسمان سے لا کر آگ دی ہے۔'' تمہیں معلوم ہے کہ صدیاں بیت جائیں گی اور انسان اپنی دانش اور سائنس کی مدد سے اعلان کر دے گا کہ یہاں کوئی جرم نہیں ہوتا اور نتیجتاً کوئی گناہ بھی نہیں ہوتا، صرف بھوکے لوگ ہوتے ہیں؟ ''پہلے ان کے پیٹ بھرو اور پھر ان سے نیکی کا تقاضا کرو!'' یہ ہے وہ نعرہ جو وہ اپنے پرچم پر لکھیں گے جسے وہ تمہارے خلاف لہرائیں گے اور جس کے ساتھ وہ تمہارے معبد کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ تمہارے معبد کی جگہ ایک نئی عمارت تعمیر کی جائے گی اور بابل کا خوف ناک مینار (72) از سر نو معرض وجود میں آ جائے گا، ویسے پہلے کی طرح یہ بھی نامکمل رہے گا، تاہم تم چاہتے تو اس مینار کی تعمیر ایک ہزار سال تک ٹال سکتے تھے اور انسانوں کے مصائب میں اتنے ہی سالوں کی تخفیف کرا سکتے تھے ـــــ کیونکہ اپنے مینار کی وجہ سے ایک ہزار سال تک اذیت بھگتنے کے بعد وہ ہماری طرف رجوع کریں گے۔ اور جب ایک بار پھر ہم زیر زمین چلے جائیں گے اور مُردوں کے تہہ خانوں میں چھپ جائیں گے (کیونکہ ہمیں دوبارہ اذیتیں پہنچائی جائیں گی اور عقوبتوں میں سے گزارا جائے گا)، وہ ہمیں تلاش کریں گے، وہ ہمیں ڈھونڈ نکالیں گے اور چیخ چیخ کر کہیں گے ''ہمیں کھانا کھلاؤ کیونکہ جنہوں نے ہم سے سماوی آگ کا وعدہ کیا تھا، وہ انہوں نے ہمیں دی نہیں!'' اور تب ہم ان کا مینار مکمل کریں گے کیونکہ اسے پایۂ تکمیل کو وہی پہنچائے گا جو ان کی بھوک مٹائے گا اور صرف ہم ہی تمہارے نام پر ان کے پیٹ بھریں گے اور جب ہم کہیں گے کہ ہم یہ سب کچھ تمہارے نام پر کر رہے ہیں تو ہم جھوٹ بول رہے ہوں گے۔ آخ، ہمارے بغیر وہ کبھی اپنے پیٹ بھر نہیں سکیں گے، اپنی بھوک مٹا نہیں سکیں گے! جب تک وہ آزاد ہیں، کوئی سائنس انہیں کبھی روٹی نہیں دے سکے گی اور انجام کار وہ اپنی آزادی لا کر ہمارے قدموں پر ڈھیر کر دیں گے اور کہیں گے، ''ہمیں غلام بنا لو لیکن کھانا کھلا دو!'' (73) اور یہ بات ان کی سمجھ میں آ جائے گی کہ آزادی اور سب کے لیے کافی دنیوی خوراک ان مل اور بے جوڑ چیزیں ہیں، ان کا کبھی آپس میں نباہ نہیں ہو سکتا کیونکہ انسان کبھی چیزوں کو آپس میں (منصفانہ انداز سے) بانٹنا نہیں سیکھ سکیں گے! انہیں یہ بھی یقین ہو جائے گا کہ وہ کبھی آزاد نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ کمزور، بدخصال، بد اعمال، نکمے اور باغی مزاج ہیں۔ تم نے ان سے جنت کی روٹی کا وعدہ کیا تھا

لیکن میں ایک بار پھر دہراتا ہوں: کیا یہ (جنت کی روٹی) کمزور، ابدی طور پر بدخصال و بداعمال اور ابدی طور پر کم اصل نسل انسانی کی نگاہوں میں زمینی روٹی کا مقابلہ کر سکتی ہے؟ اور اگر جنت کی روٹی کے نام پر ہزاروں یا لاکھوں لوگ تمہاری پیروی کر سکتے ہیں، پھر ان لاکھوں اور کروڑوں لوگوں کا کیا بنے گا جنہیں جنت کی روٹی کے مقابلے میں زمینی روٹی چھوڑنے کا حوصلہ اور ہمت نہیں ہوگی؟ یا پھر تمہاری نظروں میں وہی چند لاکھ عظیم اور طاقت ور لوگ ہی عزیز ہیں اور باقی کروڑوں، جن کی تعداد سمندر کی ریت کے ذرات کے برابر ہے اور جو کمزور ضرور ہیں لیکن تم سے محبت کرتے ہیں، عظیم اور طاقت ور انسانوں کے غلام بنے رہیں گے؟ تاہم ہمیں یہ کمزور لوگ بھی عزیز ہیں۔ وہ بدخصال، بداعمال اور باغی مزاج ضرور ہیں لیکن آخر کار وہی اطاعت شعار اور تابع فرمان بن جائیں گے۔ وہ ہمیں دیکھ کر متعجب ہوں گے اور ہمیں دیوتا سمجھ لیں گے کیونکہ ان کے رہبر، آقا اور سربراہ بننے کے بعد ہم ان سے ان کی آزادی لینے اور ان پر حکومت کرنے کے لیے رضامند ہو چکے ہوں گے — کیونکہ انجام کار انہیں معلوم ہو چکا ہوگا کہ آزاد ہونا کتنی بھیانک چیز ہے! لیکن انہیں ہم یہی بتائیں گے کہ ہم تو تمہارے تابع فرمان ہیں اور صرف تمہارے نام پر حکومت کرتے ہیں۔ ہم ایک بار پھر انہیں فریب دے رہے ہوں گے کیونکہ اب ہم تمہیں اپنے قریب بھی پھٹکنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ اس فریب کاری کی وجہ سے ہمیں بھی اذیت میں سے گزرنا ہوگا کیونکہ ہمیں دروغ گوئی سے کام لینا ہوگا۔ بیابان میں تمہیں جس اولین ترغیب کا سامنا کرنا پڑا تھا، اس کا مفہوم یہی تھا اور یہی وہ چیز ہے جسے تم نے آزادی کے نام پر مسترد کیا تھا جسے تم باقی تمام چیزوں پر فوقیت دیتے تھے۔ مگر اس ترغیب میں اس دنیا کا عظیم راز مضمر تھا۔ اگر تم نے "روٹیاں" قبول کر لی ہوتیں تو تم نے انسان کے ایک فرد کی حیثیت سے بھی اور مجموعی طور پر پوری انسانیت کے بھی اس عالم گیر اور ابدی تجسس کا جواب دے دیا ہوتا: عبادت کس کی کی جائے؟ جب تک انسان آزاد رہتا ہے، اسے مستقل طور پر اور اذیت ناک انداز سے یہ فکر ستاتی رہتی ہے کہ اسے امکانی طور پر جلد از جلد کسی ایسی ہستی کا سراغ مل جائے جس کی وہ پرستش کر سکے۔ لیکن انسان پرستش کے لیے صرف اسی ہستی کی جستجو کرنے کی کوشش کرتا ہے جو غیر متنازعہ ہو یا جس کے بارے میں بحث کی گنجائش نہ ہو؛ دوسرے الفاظ میں، اتنی غیر متنازعہ فیہ کہ سب انسان یک زبان ہو کر عالم گیر پیمانے پر اس کی پرستش کرنے پر راضی ہو جائیں۔ کیونکہ اس قابل رحم مخلوق کا المیہ یہ ہے کہ یہ نہ صرف اس کی جستجو کرنے کی آرزو کرتی رہتی ہے جس کی میں یا کوئی اور شخص عبادت کر سکے بلکہ اس کی بھی جس پر سب ایمان لے آئیں اور عبادت کریں اور انتہائی ضروری بات یہ ہے کہ وہ سب کچھ مل جل کر کریں۔ عالم گیر عبادت کی یہی وہ ضرورت ہے جو ابتدائے آفرینش سے انسانوں کے لیے انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر

بھی باعث اذیت رہی ہے۔ اس عالم گیر عبادت کی خاطر انسان ایک دوسرے کو موت کے گھاٹ اتارتے رہے ہیں، وہ دیوتا یا خدا تخلیق کرتے رہے اور ایک دوسرے سے مطالبہ کرتے رہے ہیں، "اپنے دیوتاؤں/ خداؤں کو چھوڑو اور ہمارے دیوتاؤں/ خداؤں کی پرستش کرو ورنہ تمہیں اور تمہارے دیوتاؤں/ خداؤں دونوں کو نیست و نابود کر دیا جائے گا!" اور دنیا کے انجام تک یہی کچھ ہوتا رہے گا، اور اگر دیوتا/ خدا روئے زمین پر ناپید بھی ہو جائیں تو بھی وہ بتوں کے سامنے سربسجود ہوتے رہیں گے۔ تم جانتے ہو کہ تم انسانی فطرت کے اس بنیادی راز کو جانے بغیر رہ ہی نہیں سکتے تھے، لیکن تم نے اس واحد مطلق پرچم کو مسترد کر دیا جو تمہیں اس لیے پیش کیا گیا تھا تاکہ تمام انسانوں کو فقید المثال طور پر صرف تمہاری پرستش کرنے پر آمادہ کر لیا جائے ــــ اور یہ پرچم دنیوی روٹی کا تھا جسے تم نے آزادی اور جنت کی روٹی کے نام پر ٹھکرا دیا تھا۔ اور سوچو، تم نے مزید کیا کیا۔ اور ایک بار پھر آزادی ہی کے نام پر! میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اصلاً انسان کی اس سے بڑی اور کوئی ضرورت ہے ہی نہیں کہ وہ کسی ایسے شخص کو تلاش کرے جسے وہ حتی الامکان جلد از جلد اپنی آزادی کا وہ تحفہ سپرد کر سکے جس کے ساتھ یہ بے حد رنجیدہ اور بدنصیب مخلوق پیدا ہوئی تھی۔ لیکن انسانوں سے ان کی آزادی صرف وہی شخص لے سکتا ہے جو ان کے ضمیروں کی تشفی کر سکتا ہو۔ روٹی کی شکل میں تمہیں ایک ایسا پرچم دیا گیا تھا جس کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں تھا: انسان کو روٹی دے دو اور وہ تمہاری پرستش کرنے لگے گا کیونکہ روٹی سے بڑھ کر کوئی اور چیز غیر متنازعہ فیہ ہے ہی نہیں؛ لیکن اس کے ساتھ ہی اگر تمہاری بجائے کوئی دوسرا شخص اسے (انسان کو) اس کے ضمیر سے محروم کر دے اور اپنے قبضے میں لے لے ــــ پھر کیا ہوگا؟ یہی کہ وہ تمہاری روٹی بھی پھینک دے گا اور اس شخص کے پیچھے پیچھے چل پڑے گا جس نے اس کے ضمیر کو ورغلایا تھا۔ اس معاملے میں تم صحیح تھے کیونکہ انسانی زندگی کا راز محض زندہ رہنے میں ہی نہیں بلکہ یہ جاننے میں ہے کہ زندہ کیوں رہا جائے۔ بے شک انسان کے ارد گرد روٹیوں کا ڈھیر لگا ہو لیکن جب اس کے ذہن میں اس بات کا واضح تصور نہ ہو کہ اس کے لیے زندہ رہنا کیوں ضروری ہے، وہ زندہ رہنے کے لیے راضی نہیں ہوگا اور وہ روئے زمین پر موجود رہنے کی بجائے اپنے آپ کو فنا کر دینا زیادہ پسند کرے گا۔ اصل بات یہی ہے۔ لیکن ہوا کیا ہے؟ انسانوں کو ان کی آزادی سے چھٹکارا دلانے کی بجائے تم نے اس میں اور بھی اضافہ کر دیا۔ کیا تم بھول گئے تھے کہ نیکی اور بدی کے علم میں آزادانہ انتخاب کی نسبت انسان کو ذہنی سکون بلکہ موت بھی کہیں زیادہ عزیز ہے؟ واقعتاً انسان کو کوئی چیز بھی اتنا نہیں لبھاتی جتنا کہ ضمیر کی یہ آزادی لیکن اس سے زیادہ اذیت ناک چیز بھی کوئی اور نہیں۔ لیکن انسانی ضمیر کی تشفی کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ٹھوس بنیادیں فراہم کرنے کی بجائے تم نے ہر وہ چیز منتخب کی جو انتہائی غیر معمولی، انتہائی معما

آسا اور انتہائی مبہم تھی، ہر وہ چیز جو لوگوں کے فہم سے بالا تھی اور اس طرح تم نے جو طرزِ عمل اپنایا وہ ایسا تھا جیسے تمہیں ان سے مطلقاً کوئی محبت نہ ہو ـــــ اور یہ کس نے کیا؟ اس نے جو ان کی خاطر اپنی جان کی قربانی دینے آیا تھا۔ انسانوں کی آزادی اپنے قبضے میں لینے کی بجائے تم نے اس میں اضافہ کر دیا اور انسان کی روحانی مملکت پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس کی اذیتوں کا بوجھ لاد دیا۔ تم چاہتے تھے کہ انسان کو محبت کے معاملے میں انتخاب کی آزادی حاصل ہو تاکہ تم سے مسحور ہو کر، تمہارے بھرّے میں آ کر، آزادانہ طور پر تمہاری پیروی کر سکے۔ قدیمی غیر متغیر اور سخت گیر قانون کی بجائے انسان کو مستقبل میں آزاد دل کے ساتھ خود یہ فیصلہ کرنا تھا کہ خیر کیا ہے اور شر کیا ہے کیونکہ رہنمائی کے لیے اب اس کے سامنے صرف تمہاری ہی شبیہہ ہے ـــــ لیکن کیا تمہارے ذہن میں بھی یہ بات نہ آئی کہ اگر انسانوں پر انتخاب کی آزادی جیسا گھمبیر بوجھ لاد دیا گیا پھر وہ انجام کار تمہاری شبیہہ اور تمہاری صداقت تک کو مسترد کر دیں گے اور ان کے بارے میں سوالیہ نشان بھی اٹھا دیں گے؟ وہ انجام کار پکار اٹھیں گے کہ صداقت تم میں نہیں کیونکہ تم نے ان کے لیے جو لاتعداد مسائل اور غیر حل شدہ سوالات چھوڑے، انہوں نے انہیں جس ذہنی انتشار اور اذیت میں پھنسایا اس سے زیادہ میں وہ پھنس ہی نہیں سکتے تھے۔ چنانچہ اپنی بادشاہی کی تباہی کا بیج خود تم نے بویا تھا؛ کسی اور کو اس کا الزام مت دو۔ لیکن واقعتاً تمہیں بھی کچھ پیش کیا گیا تھا؟ روئے زمین پر تین، صرف تین، ایسی قوتیں موجود ہیں جو ان کمزور ارادوں کے مالک باغیوں کے ضمیر کو ان کی اپنی بھلائی کی خاطر مفتوح بنا سکتی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اسے مقید رکھ سکتی ہیں ـــــ اور یہ قوتیں معجزہ، بھید اور حاکمیت ہیں۔ تم نے ان تینوں کو مسترد کر دیا اور یوں تم نے ایسا کرنے کی خود مثال قائم کر دی۔ جب بھیانک اور عیار روح نے تمہیں معبد کے کلس پر بٹھا دیا اور تم سے کہا: 'اگر تم جاننا چاہتے ہو کہ تم خدا کے بیٹے ہو یا نہیں، پھر اپنے آپ کو نیچے گرا دو: کیونکہ لکھا جا چکا ہے کہ "اسے (مسیح کو) فرشتے اپنی تحویل میں لے لیں گے اور اسے اوپر اٹھائے رکھیں گے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ نیچے گر پڑے اور زخمی ہو جائے": اور پھر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تم خدا کے بیٹے ہو یا نہیں اور یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ تمہارا اپنے باپ پر کتنا ایمان ہے(74)۔ تمہیں جو تجویز دی گئی تھی تم نے اسے سن تو لیا لیکن اسے مسترد کر دیا؛ تم نے اس پر عمل نہ کیا اور یوں اپنے آپ کو نیچے نہ گرایا۔ ہاں، یہ بات البتہ درست ہے کہ تم نے جو کچھ کیا باوقار، خودارانہ اور پرشوکت انداز سے کیا جو خدا کے عین شایانِ شان تھا، لیکن سوال یہ ہے: کیا انسان، کمزور اور باغی مزاج انسانوں کی نسل، خدائی صفات کی حامل ہے؟ اُف، تب تم سمجھ گئے تھے کہ اگر تم نے اپنے آپ کو نیچے گرانے کے لیے ایک قدم بھی اٹھایا، ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو تمہاری اس حرکت پر خداوند فوراً جلال میں آ جائے گا، تمہارا اس پر ایمان جاتا رہے گا

اور تم اسی دھرتی سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جاؤ گے جس کو بچانے کے لیے تم آئے تھے، اور جس عیار روح نے تمہیں ورغلایا تھا خوشی سے اس کی باچھیں کھل جائیں گی۔ مگر میں اپنی بات کا اعادہ کرتے پوچھتا ہوں: کیا تم جیسے لوگ کافی تعداد میں موجود ہیں؟ اور یقیناً یہ بات تو ایک لمحے کے لیے بھی تمہارے ذہن میں نہیں آئی ہو گی کہ (عام) انسانوں میں بھی اس قسم کی تحریص کے خلاف مدافعت کرنے کی ہمت موجود ہے؟ کیا انسانی فطرت کی تشکیل ہی کچھ اس طرح ہوئی ہے کہ وہ (انسان) معجزے کو مسترد کر سکے اور اس قسم کے بھیانک مواقع پر، ان مواقع پر جب وہ عمیق ترین اور خوفناک ترین مسائل میں گھرا ہوا ہو، وہ اس بات پر چمٹا رہ سکے کہ اس کے دل کو آزادانہ فیصلے کرنے کا حق حاصل ہے؟ اُف، تم جانتے تھے کہ تمہارے اس جلیل القدر کارنامے(74۔ الف) کو مذہبی صحیفوں میں محفوظ کر لیا جائے گا، بے حد طویل زمانوں تک اس کی صدائے بازگشت سنائی دیتی رہے گی اور دنیا کے بعید ترین گوشوں میں بھی اس کا ذکر ہوتا رہے گا اور تمہیں اُمید ہو گئی تھی کہ تمہاری پیروی کرتے انسان خدا سے وابستہ رہے گا اور اسے اس ضمن میں معجزوں کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ لیکن تمہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ جونہی انسان نے معجزے مسترد کیے وہ خدا کو بھی مسترد کر دے گا کیونکہ انسان خدا کی اتنی جستجو نہیں کرتا جتنی معجزوں کی (75)۔ اور چونکہ انسان معجزوں کے بغیر گزارہ نہیں کر سکتا وہ اپنے لیے خود اپنے نئے معجزے تخلیق کر لے گا اور وہ جادوگروں اور جادوگرنیوں کے جھوٹے معجزوں کی پرستش کرنے لگے گا، بے شک وہ (معمول سے) سو گنا باغی مزاج، بدعتی اور ملحد ہی کیوں نہ ہو۔ اور جب وہ تم سے چلا چلا کر کہہ رہے تھے، تمہارا مذاق اڑا رہے تھے، تمہارا ٹھٹھا کر رہے تھے: 'صلیب سے اتر آؤ اور ہم ایمان لے آئیں گے کہ یہ تم ہی ہو،'(76) تم صلیب سے نیچے نہ اترے کیونکہ تم ایک بار پھر معجزے سے انسان کو غلام نہیں بنانا چاہتے تھے اور تم ایک ایسے مذہب کی شدید آرزو کر رہے تھے جس میں لوگ آزادانہ اپنی مرضی سے داخل ہوتے ہوں اور جو (لوگوں کو متاثر کرنے کے لیے) معجزوں کا محتاج نہ ہو۔ تم ایک ایسی محبت کے شدید متمنی تھے جو لوگ از خود دیں اور تم اس غلامانہ تشکر کے خلاف تھے جو محکوم لوگ (مجبوراً) اس عظیم طاقت کا ادا کرتے ہیں جو انہیں ہمیشہ ہراساں کرتی رہی ہو۔ لیکن یہاں بھی تم سے غلطی سرزد ہوئی، کیونکہ تم نے انسانوں کی ان کی اصلیت سے کہیں زیادہ قدر و قیمت لگائی تھی کیونکہ اگرچہ انہیں پیدا باغی مزاج کیا گیا ہے ان کی ذہنیت بہرحال ہوتی غلامانہ ہی ہے۔ اپنے گرد و پیش دیکھو اور فیصلہ کرو: اب جب کہ پندرہ صدیاں بیت چکی ہیں، انہیں غور سے دیکھو: کون ہے جسے تم نے اونچا اٹھا کر اپنے مرتبے تک پہنچایا ہے؟ میں تم سے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جتنا تم سمجھتے تھے انسان اس سے کہیں زیادہ کمزور اور رذیل پیدا کیا گیا ہے! کیا وہ، کیا وہ، وہ سب کچھ کر سکتا ہے جو خود تم نے کیا تھا؟ تم نے اس کا اتنا زیادہ

احترام کیا، تم نے کچھ اس قسم کا طرزِ عمل اختیار کیا جیسے تمہیں اس پر کوئی خاص ترس محسوس نہ ہوتا ہو کیونکہ تم اس سے کچھ زیادہ ہی توقعات وابستہ کرنے لگے تھے۔۔۔ تم جو اس سے اتنی زیادہ محبت کرتے تھے کہ اپنے آپ سے بھی نہیں کرتے ہو گے۔ اگر تم نے اس کا نسبتاً کم احترام کیا ہوتا، تو تم اس سے نسبتاً کم توقعات وابستہ کرتے اور یہ چیز محبت کے کہیں زیادہ قریب ہوتی کیونکہ (اس صورت میں) اس کا بوجھ نسبتاً کم ہو جاتا۔ وہ کمزور اور رذیل ہے۔ اب جب کہ وہ ہر جگہ ہمارے اختیار کے خلاف بغاوت کر رہا ہے اور اپنی بغاوت پر نازاں ہے، تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ اس کے یوں نازاں ہونے میں وہی بچپنا جھلک رہا ہے جو چھوٹے بچوں اور سکول کے نوعمر طالب علموں کے فخر و ابتہاج سے جھلکتا ہے۔ وہ درسگاہوں کے ان نوعمر طالب علموں کی مانند ہیں جنہوں نے کلاس میں بغاوت کر دی اور استاد کو باہر نکال دیا ہو۔ لیکن بچوں کی کامرانیاں اور خوشیاں بھی انجام کار اختتام کو پہنچ جاتی ہیں اور انہیں (اپنی حرکتوں کی) بھاری قیمت چکانا پڑتی ہے۔ وہ معبدوں کو مسمار کر دیں گے اور زمین کو خون میں نہلا دیں گے۔ لیکن آخرکار احمق بچوں کی سمجھ میں آ جائے گا کہ اگرچہ وہ باغی ہیں مگر وہ کمزور باغی ہیں اور اپنی بغاوت کو جاری رکھنا ان کی ہمت سے باہر ہے۔ اپنے احمقانہ آنسو بہاتے ہوئے وہ بالآخر تسلیم کر لیں گے کہ جس نے انہیں باغی بنایا تھا وہ لازماً انہیں بے وقوف بنانا اور ان کا مذاق اڑانا چاہتا تھا۔ وہ یہ سب کچھ مایوسی کے عالم میں کہیں گے اور جو کچھ وہ کہیں گے وہ محض کفر ہو گا اور یہ چیز انہیں اور بھی ناشاد بنا دے گی کیونکہ انسانی فطرت کفر برداشت نہیں کر سکتی اور انجام کار ہمیشہ اپنے آپ سے اس کا انتقام لیتی ہے۔ تم نے ان کی آزادی کے لیے جو اتنے مصائب برداشت کیے، ان کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ بے چینی، پراگندگی، فکر اور ناخوشی ان کا موجودہ مقدر بن گیا ہے! تمہارے عظیم حواری (76۔الف) نے اپنے رویا اور ایک تمثیل کے ذریعے ہمیں بتایا ہے کہ اس نے قیامت کے پہلے روز (خدا کے دربار میں) تمام حاضرین کو دیکھا اور ان میں بنی اسرائیل کے بارہ قبائل کے بارہ بارہ ہزار افراد (77) شامل تھے۔ مگر یہ تعداد اتنی زیادہ تھی (کہ آدمی کو شک گزرنے لگتا ہے) کہ یہ عام انسانوں کی نہیں ہو سکتی، دیوی دیوتاؤں کی ہو گی۔ انہوں نے تمہاری تصلیب برداشت کی تھی، انہوں نے صرف ٹڈیاں اور جڑیں (78) کھا کر بیسیوں برس خشک اور بنجر صحرا کی سختیاں جھیلی تھیں۔ تم بڑے فخر سے آزادی اور بلاقدغن محبت کے ان متوالوں اور تمہارے نام پر رضاکارانہ طور پر شاندار قربانیاں دینے والے ان بچوں کی طرف اشارہ کر سکتے ہو لیکن یاد رکھو کہ وہ تعداد میں محض ہزاروں تھے اور اس پر مستزاد خدائی صفات کے حامل تھے۔ مگر باقیوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ جو کمزور ہیں، جن میں وہ کچھ برداشت کرنے کی سکت نہیں جو قوی و طاقتور برداشت کر سکتے ہیں، ان کا کیا قصور ہے، کیا جرم ہے؟ اگر کمزور روحوں کے مالک

اشخاص ان بھیانک صلاحیتوں کو حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں، وہ قصوروار کیوں ہوئے؟ کیا اصل حقیقت یہ تو نہیں کہ تم صرف چیدہ اشخاص کی خاطر اور صرف چیدہ اشخاص کے پاس آئے تھے؟ اگر یہ سچ بات بھی ہے، پھر یہ ایک ایسا بھید ہے جو ہم بھی سمجھ نہیں پائیں گے۔ اور اگر یہ بھید ہے، پھر ہمیں بھی یہ حق پہنچتا ہے کہ ہم بھی کسی بھید کا پرچار کریں اور لوگوں کو سکھائیں کہ اصل بات جو اہم ہے وہ نہ تو تمہارے دلوں کا آزادانہ فیصلہ اور نہ محبت ہے بلکہ بھید ہے جس کے سامنے انہیں آنکھیں بند کر کے سرنگوں ہو جانا چاہیے خواہ اس ضمن میں انہیں اپنے ضمیر کے احکام کی بھی خلاف ورزی کرنا پڑے۔ ہم نے بھی کچھ ایسا ہی تو کیا ہے۔ ہم نے تمہاری اختراع کو بہتر بنا دیا ہے اور اس کی اساس معجزے، بھید اور حاکمیت پر رکھ دی ہے۔ اور انسان خوش تھے کہ ایک بار پھر ان کی اسی طرح رہنمائی کی جا رہی ہے جس طرح بھیڑوں کی جاتی ہے، اور جن بھیانک صلاحیتوں نے ان کی زندگیوں میں زہر گھول دیا تھا، وہ ان کے دلوں سے اٹھا لی گئی ہیں۔ پھر بتاؤ، کیا اس قسم کی تعلیم دینے اور اس قسم کا طرزِ عمل اختیار کرنے میں ہم حق بجانب تھے یا نہیں؟ جب ہم نے اتنے عاجزانہ انداز سے انسان کی کمزوری تسلیم کر لی، اتنے پیار بھرے انداز سے اس کا بوجھ ہلکا کر دیا اور اس کی کمزور فطرت کا لحاظ کرتے ہوئے اسے گناہ کرنے کی بھی اجازت دے دی بشرطیکہ وہ اس کام کے لیے ہماری پیشگی منظوری حاصل کر لے، تو کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ ہم اس سے حقیقتاً محبت کرتے ہیں؟ پھر تم ہمارے امور میں مداخلت کرنے اب کیوں چلے آئے ہو؟ اور یہ تم اپنی میٹھی، چبھ جانے والی نگاہوں سے اتنی خاموشی سے مجھے کیوں دیکھ رہے ہو؟ تمہیں طیش کیوں نہیں آ رہا؟ مجھے تمہاری محبت کی خواہش نہیں کیونکہ خود مجھے تم سے کوئی محبت نہیں۔ مجھے تم سے کوئی چیز چھپانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ کیا مجھے معلوم نہیں کہ میں کس سے گفتگو کر رہا ہوں؟ تمہاری آنکھیں صاف کہتی نظر آ رہی ہیں کہ مجھے جو کچھ تمہیں بتانا ہے اسے تم پہلے ہی جانتے ہو۔ میں تم سے اپنا کوئی بھید، اپنا کوئی راز کیسے چھپا سکتا ہوں؟ غالباً صحیح صحیح بالکل یہی بات ہے جو تم میری زبان سے سننا چاہتے ہو۔۔۔ پھر سنو: ہم تمہارے ساتھ نہیں، لیکن اس کے ساتھ ہیں۔۔۔ یہی ہمارا راز ہے۔ بہت عرصہ ہوا، آٹھ صدیاں بیت چکی ہیں جب ہم نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور اس کے طرفدار ہو گئے تھے۔ پوری آٹھ صدیاں (79) پیشتر ہم نے اس سے وہ قبول کر لیا جو تم نے نہایت برہمی کے عالم میں مسترد کر دیا تھا، وہ آخری تحفہ جو اس نے تم کو روئے زمین کی تمام سلطنتیں دکھاتے ہوئے پیش کیا تھا: ہم نے اس سے روم (80) اور سیزر (81) کی شمشیر قبول کر لی، اور ہم نے اعلان کر دیا کہ صرف ہم ہی روئے زمین کے حکمران، سچے اور اصلی حکمران، ہیں گو ہم ابھی تک اپنا کام پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچا سکے۔ لیکن قصور کس کا ہے؟ اوخ، یہ کام ابھی ابتدائی منزل میں ہے، بلکہ اس کا تو ابھی آغاز ہوا ہے۔

اس کی تکمیل کے لیے ہمیں لمبا عرصہ درکار ہوگا اور دنیا کو فی الحال بہت سے مصائب جھیلنا ہوں گے، لیکن ہم اسے مکمل کر کے ہی دم لیں گے اور ہم سیزر (مطلق العنان حکمران) بن جائیں گے، اور صرف تب ہی ہم عالم گیر پیمانے پر انسانی مسرت کے متعلق سوچیں گے۔ اور دریں اثنا اگر تم چاہتے تو اس زمانے میں تم خود سیزر کی شمشیر قبول کر سکتے تھے۔ تم نے اس آخری تحفے کو کیوں ٹھکرایا؟ اگر تم نے طاقت ور روح کی تیسری تجویز قبول کر لی ہوتی تو تم وہ سب کچھ مہیا کر سکتے تھے جس کی انسان کو اس دھرتی پر تلاش ہوتی ہے — یعنی کوئی ایسی ہستی جس کی انسان پرستش کر سکے، کوئی ایسی ہستی جو اس کے ضمیر کو اپنی تحویل میں لے سکے اور آخری تحفہ، کوئی ایسا ذریعہ جس سے انسانوں کو غیر مبہم اور واضح طور پر بالکل اسی طرح ایک لڑی میں پرویا جا سکتا جس طرح چیونٹیاں دکھوڑے میں مربوط انداز سے یکجان ہوتی ہیں کیونکہ انسان جس تیسری اور آخری اذیت میں مبتلا رہا ہے وہ اس کی یہی ضرورت ہے کہ وہ عالم گیر پیمانے پر متحد ہونا تو چاہتا ہے لیکن ہو نہیں پاتا۔ انسان بحیثیت مجموعی ہمیشہ کوئی عالمی مملکت یا عالمی تنظیم قائم کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارتے رہے ہیں۔ متعدد عظیم اقوام کرۂ ارض پر نمودار ہوتی رہی ہیں، ان میں سے ہر ایک کی اپنی شاندار تاریخ ہے لیکن قومیں جتنی زیادہ بلندی پر جاتی ہیں اتنی ہی زیادہ ناخوش ہوتی ہیں کیونکہ انہیں دوسروں کی نسبت بنی نوع انسان کی عالم گیر وحدت کی ضرورت کا زیادہ شعور ہوتا ہے۔ چنگیز خاں، تیمور لنگ اور ان جیسے دوسرے عظیم فاتحین دنیا کو فتح کرنے کے شوق میں روئے زمین پر بگولوں کی طرح مارا ماری کرتے پھرے مگر دراصل وہ بھی، بے شک غیر شعوری طور پر ہی سہی، انسان کی عالم گیر اور عمومی وحدت کی اسی اہم ترین ضرورت کا اظہار کر رہے تھے۔ دنیا اور سیزر کے اختیارات اور استحقاقات قبول کر کے تم آفاقی سلطنت کی بنیاد رکھ سکتے اور عالم گیر امن کی راہ ہموار کر سکتے تھے۔ اگر ان اشخاص کو، جو لوگوں کے ضمیروں پر حکومت کرتے اور ان کے رزق پر قابض ہوتے ہیں، ان پر حکومت کرنے کا حق حاصل نہیں تو پھر کس کو ہے؟ اور چنانچہ ہم نے سیزر کی شمشیر قبول کر لی، ایسا کر کے ہم نے تمہیں تیاگ دیا اور اس کی پیروی کرنے لگے۔ یہ درست ہے کہ آزاد خیالی، سائنس اور بشریات نے جس ذہنی انتشار اور لاقانونیت کو ہوا دی تھی، ابھی اس کا سلسلہ صدیوں جاری رہے گا کیونکہ ہمارے بغیر اپنے معمار بابل کی تعمیر شروع کر کے ان کا انجام آدم خوری پر ہوگا۔ مگر تب حیوان رینگتا رینگتا ہمارے پاس آئے گا، ہمارے تلوے چاٹے گا اور اپنی آنکھوں سے آنسو بہا کر انہیں آلودہ کر دے گا۔ اور ہم حیوان پر سوار ہو جائیں گے، جام اوپر اٹھائیں گے اور اس پر لکھا ہوگا، "بھید، یا راز" (82)۔ تب اور صرف تب، انسان کے لیے امن اور مسرت کی سلطنت کا آغاز ہوگا۔ تم اپنے چنیدہ اشخاص پر فخر کرتے ہو لیکن تمہارے پاس صرف چنیدہ لوگ ہی ہیں جبکہ ہم سب کے لیے امن لائیں گے۔

علاوہ ازیں بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ آگے بڑھتی ہے: ان لوگوں میں سے، ان طاقت ور لوگوں میں سے جو چنیدہ بن سکتے تھے، کتنے ایسے ہیں جو تمہارا انتظار کرتے کرتے تھک چکے ہیں اور اپنی قوت جذبہ اور اپنے پرجوش قلوب کسی دوسرے میدان میں منتقل کر چکے ہیں اور منتقل کرتے رہیں گے اور انجام کار خود تمہارے خلاف اپنا علم آزادی بلند کر کے ہی دم لیں گے؟ لیکن آزادی کا یہ علم خود تم نے ہی تو لہرایا تھا۔ اس کے برعکس جو لوگ ہمارا ساتھ دیں گے خوش رہیں گے، وہ نہ تو مزید کوئی بغاوت کریں گے اور نہ ایک دوسرے کو نیست و نابود کریں گے جیسا کہ انہوں نے تمہاری آزادی تلے ہر جگہ کیا ہے۔ اوہ، ہم انہیں قائل کر لیں گے کہ وہ آزاد تبھی ہوں گے جب وہ اپنی آزادی ہماری تحویل میں دے دیں گے اور ہمارے سامنے سرنگوں ہو جائیں گے۔ خیر ہم راستی پر ہوں گے یا ہم جھوٹ بول رہے ہوں گے؟ تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ خود قائل ہو جائیں گے کہ ہم راستی پر ہیں کیونکہ انہیں انتشار ذہنی اور غلامی کی وہ ہولناکیاں یاد آ جائیں گی جن تک تمہاری آزادی نے انہیں پہنچا دیا تھا۔ حریت، سائنس اور آزاد فکری انہیں ایسی بھول بھلیوں میں لے جائیں گی اور ان کا سامنا ایسے ایسے معجزوں اور ایسے ایسے ناقابل حل اسرار سے کرا دیں گی کہ ان میں سے بعض — ضدی، کٹ حجت اور خونخوار — خود اپنے آپ کو نیست و نابود کر دیں گے، بعض — ضدی، کٹ حجت اور نسبتاً کم زور آور — ایک دوسرے کو نیست و نابود کر دیں گے اور جو باقی — کمزور و ناتواں، ناخوش و ناشاد — بچیں گے، رینگتے رینگتے ہمارے پاؤں تک پہنچیں گے اور چلا چلا کر ہم سے کہیں گے، "ہاں، آپ راستی پر تھے، صرف آپ کے پاس اس کا راز ہے اور ہم واپس آپ کے پاس آ رہے ہیں — ہمیں خود ہم سے بچا لیں!" جب وہ ہم سے روٹی وصول کریں گے وہ بہر حال صاف صاف سمجھ جائیں گے کہ ہم نے ان کی وہ روٹی لے لی ہے جو انہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے کمائی اور بنائی تھی تاکہ ہم اسے کسی معجزے کے بغیر انہیں میں تقسیم کر سکیں۔ وہ دیکھ لیں گے کہ ہم نے پتھروں کو روٹی میں تبدیل نہیں کیا لیکن وہ خود روٹی پر اتنا خوشی کا اظہار نہیں کریں گے جتنا ہم اس حقیقت پر کہ یہ انہیں ہمارے ہاتھوں سے مل رہی ہے! مگر انہیں یہ خوب اچھی طرح یاد رہے گا کہ وہی روٹی جو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے بنائی اور کمائی تھی، ازیں پیشتر ہمارے بغیر پتھر میں تبدیل ہو گئی تھی، لیکن جب وہ واپس ہمارے پاس آئے تو پھر وہی پتھر ان کے ہاتھوں میں روٹی میں تبدیل ہو گیا۔ اپنے آپ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہماری غلامی میں دینے کا مطلب کیا ہے، وہ اچھی طرح، خوب اچھی طرح سمجھ جائیں گے! اور جب تک یہ بات لوگوں کی کھوپڑی میں نہیں بیٹھتی وہ ناخوش و ناشاد رہیں گے۔ مجھے بتاؤ کہ اس عدم فہمی میں سب سے زیادہ ذمے داری کس پر عائد ہوتی ہے؟ ریوڑ کو تقسیم کس نے کیا اور اس کو ان جانے راستوں پر تتر بتر کس نے کیا؟ لیکن یہ ریوڑ ایک بار

پھر اکٹھا ہو گا اور ایک بار پھر گر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اطاعت قبول کرے گا۔ تب ہم انہیں پست آہنگ، ادنیٰ مسرت عطا کر دیں گے، وہی مسرت جو کمزور و ناتواں مخلوق کے حسب حال ہوتی ہے، جس کے لیے ہی ان کی تخلیق عمل میں آتی ہے۔ اخ، ہم آخرکار انہیں قائل کر دیں گے کہ وہ اپنے آپ پر نازاں نہ ہوں کیونکہ یہ تم ہی تھے جس نے انہیں اوپر اٹھایا اور اپنے آپ پر نازاں ہونا سکھایا تھا۔ ہم ان پر ثابت کر دیں گے کہ وہ کمزور ہیں۔ محض قابل رحم بچے ہیں لیکن یہ کہ بچگانہ خوشی شیریں ترین ہوتی ہے۔ وہ خوف زدہ ہو جائیں گے، وہ ہمارا زبردست احترام کریں گے اور ہمارے ساتھ اسی طرح چمٹ جائیں گے جس طرح چوزے مرغی سے چمٹ جاتے ہیں۔ وہ ہمیں دیکھ کر حیرت زدہ ہو جائیں گے، ہم سے خوف کھائیں گے اور اس کے ساتھ ہی فخر کریں گے کہ ہم اتنے طاقت ور اور ہوشیار ہیں کہ ہم نے اس طرح کے لاکھوں کروڑوں تند خو لوگوں پر مشتمل ریوڑ کو اپنے قابو میں کر لیا ہے۔ وہ ہمارے غیظ و غضب کے آگے لرزہ براندام ہو جائیں گے، ان کے دماغوں میں بزدلی اور پست ہمتی بھر جائے گی، ان کی آنکھیں بچوں اور عورتوں کی طرح اشک آلود ہو جائیں گی، لیکن ہمارے ایک اشارے پر وہ چہکنے، شگفتہ مزاجی کا مظاہرہ کرنے، خوشی و مسرت کا اظہار کرنے اور بچوں کی طرح ناچنے کودنے اور گانے گانے لگیں گے۔ ہاں، ہم انہیں کام پر لگائے رکھیں گے لیکن ان کے لیے ایسی تفریحات وضع کریں گے جیسے وہ بالغ نہ ہوں، محض بچے ہوں، وہ بچوں کی طرح مل جل کر نغمے گائیں گے اور معصومانہ ناچ ناچیں گے۔ اخ، ہم انہیں گناہ کرنے کی بھی اجازت دے دیں گے کیونکہ وہ کمزور اور ناتواں ہیں اور گناہ کی اجازت مل جانے پر وہ ہمارے ساتھ بالکل اسی طرح محبت کرنے لگیں گے جس طرح کہ بچے کرتے ہیں۔ ہم انہیں بتائیں گے کہ ہر گناہ کی تلافی ہو جائے گی بشرطیکہ یہ ہماری اجازت سے کیا گیا ہو؛ ہم انہیں گناہ کرنے کی اس لیے اجازت دے دیں گے کیونکہ ہم ان سے محبت کرتے ہیں اور جہاں تک ان گناہوں کی سزا کا تعلق ہے ـــ خیر، اس کا بار ہم خود اٹھا لیں گے اور اس پر وہ ہماری محسنوں کی طرح پرستش شروع کر دیں گے جنہوں نے خدا کے سامنے ان کے گناہوں کا بوجھ خود اٹھا لیا ہے۔ وہ اپنے راز ہم سے چھپا کر نہیں رکھیں گے۔ اپنی بیویوں اور داشتاؤں کے ساتھ رہنے یا نہ رہنے، بچے پیدا کرنے یا نہ کرنے کی اجازت ہم دیں گے ـــ اجازت یا ممانعت کا انحصار اس بات پر ہو گا کہ وہ ہماری اطاعت کرتے ہیں یا نہیں ـــ اور وہ ہماری اطاعت بصد خوشی اور رضامندی سے کریں گے۔ وہ ضمیر کے انتہائی اذیت ناک مسائل ہمارے پاس لائیں گے ـــ وہ ہر چیز، ہر بات، ہر مسئلہ، ہر راز ہمارے پاس لائیں گے، ہم سب کچھ حل کر دیں گے اور وہ ہمارے فیصلے دل و جان سے قبول کر لیں گے کیونکہ اس سے وہ اس ذاتی اور آزادانہ انتخاب کے عظیم بوجھ سے، جس کے نیچے وہ آج کل دبے ہوئے ہیں اور اس

بھیانک اذیت سے، جس میں وہ آج کل مبتلا ہیں، خلاصی حاصل کر لیں گے اور ہر شخص، لاکھوں کروڑوں انسان، ماسوائے ان چند لاکھ کے جو ان پر حکومت کرتے ہیں، شاداں و فرحاں ہو جائیں گے کیونکہ صرف ہم، جو بھید کے نگہبان ہیں، صرف ہم ناشاد ہوں گے۔ کروڑوں بچے خوش و خرم ہوں گے اور مصائب کی چکی میں پسنے والے صرف ایک لاکھ جنہوں نے خیر و شر کے علم کی بلا اپنے گلے میں ڈال لی ہو گی۔ وہ پُرسکون حالت میں انتقال کریں گے، تمہارے نام پر پُرسکون حالت میں داعیٔ اجل کو لبیک کہیں گے اور مرقد سے آگے انہیں موت کے ماسوا اور کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ لیکن بھید ہم اپنے پاس ہی رکھیں گے، کسی اور کو اس کی ہوا تک نہیں لگنے دیں گے اور انہیں خوش رکھنے کے لیے جنت الفردوس میں ابدی اجر کے وعدوں کی نیند آور گولیاں کھلاتے رہیں گے۔ کیونکہ اگر اگلی دنیا میں واقعی کوئی ایسی چیز ہے بھی، تو بھی وہ ان جیسوں کے لیے نہیں ہو گی۔ کہا جاتا ہے اور پیش گوئی (83) کی جاتی ہے کہ تم ایک بار پھر اپنے چنیدہ، اپنے مغروروں اور طاقت وروں کی معیت میں فاتحانہ انداز سے واپس آؤ گے لیکن ہم ڈھنڈورا پیٹ دیں گے، "انہوں (مسیح اور اس کے چنیدہ ساتھیوں) نے صرف اپنی نجات کا سامان کیا ہے جبکہ ہم سب کی نجات کا اہتمام کر رہے ہیں۔" کہا جاتا ہے کہ جو کسبی (84) حیوان پر سوار ہو کر آئے گی اور اپنے ہاتھوں میں بھید تھامے ہو گی، ذلیل و خوار ہو گی، یہ کہ کمزور ایک بار پھر اٹھیں گے، یہ کہ وہ اس کی زرق برق پوشاک تار تار کر دیں گے اور اس کے ناپاک جسم کو برہنہ کر دیں گے۔ لیکن تب میں اٹھوں گا اور تمہیں وہ کروڑوں خوش و خرم بچے دکھاؤں گا جنہیں معلوم ہی نہیں کہ گناہ کیا ہوتا ہے اور نہ وہ کبھی کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اور ہم، جنہوں نے ان کی مسرت و شادمانی کی خاطر ان کے گناہوں کا بوجھ اپنے ذمے لے لیا ہے، تمہارے سامنے کھڑے ہو جائیں گے اور کہیں گے، "اگر تم میں ہمت ہے، اگر تم میں جرأت ہے، پھر ہمارا محاکمہ کرو۔" جان لو میں تم سے ڈرتا نہیں۔ جان لو میں نے بھی بیابان میں ریاضت کی ہے، میں نے بھی ٹڈیاں اور جڑیں کھائی ہیں، میں نے بھی اس آزادی کی ثنا کی تھی جو تم نے بنی نوع انسان کو عطا کی تھی، میں بھی تمہارے برگزیدوں میں شامل ہونے، شہزوروں اور طاقتوروں کے ساتھ ایکا کرنے کے لیے تیار تھا جو "اپنی گنتی پورا کرنے" (84-الف) کے شوق میں مرے جا رہے ہیں۔ لیکن میں اپنے حواس میں آ گیا اور مجھے پاگل پن کی خدمت کرنے کا کوئی شوق نہ رہا۔ میں واپس آ گیا اور ان لوگوں کی صف میں شامل ہو گیا جو تمہاری تخلیق اور تمہارے کام میں اصلاح کرنا چاہتے ہیں، اسے بہتر بنانا چاہتے ہیں۔ میں مغروروں کو چھوڑ آیا ہوں اور مسکینوں کی خوشی کی خاطر مسکینوں میں چلا آیا ہوں۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں درست ثابت ہو گا اور ہماری بادشاہی قائم ہو کر رہے گی۔ میں ایک بار پھر اپنی بات کا اعادہ کرتا ہوں، کل تم اپنی آنکھوں سے دیکھو گے کہ میرے ایک

اشارے پر یہ مطیع وفرماں بردار ریوڑ بھاگا آئے گا اور اس بھٹی میں دہکتے کوئلوں کا ڈھیر لگا دے گا جس میں میں تمہیں زندہ جلا دوں گا کیونکہ تم نے ہمارے کام میں مداخلت کرنے کی جسارت کی ہے۔ کیونکہ اگر ہماری اس بھٹی کا دوسروں کی نسبت کوئی شخص زیادہ مستحق ہے، تو وہ تم ہو۔ کل میں تمہیں زندہ جلا دوں گا۔ Dixit۔''' (85)

ایوان چپ ہو گیا۔ جب وہ بول رہا تھا، اس کی تقریر جوشیلی سے جوشیلی تر ہوتی جا رہی تھی؛ لیکن جب وہ ختم کر چکا، وہ اچانک مسکرا دیا۔

الیوشا خاموشی سے سنتا رہا تھا لیکن اختتام پر وہ اتنا مضطرب ہو چلا تھا کہ اس نے کئی مرتبہ اپنے بھائی کو ٹوکنا چاہا مگر صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ بڑے صبر وتحمل اور ضبط سے کام لے رہا ہے، تاہم اب وہ ایکا ایکی یوں بولنے لگا جیسے اس کے ضبط کے تمام بند ٹوٹ گئے ہوں۔

''لیکن... یہ مہمل اور بے سروپا ہے!'' اس نے لالوں لال ہوتے ہوئے باآواز بلند کہا، ''تمہاری کہانی سے یسوع کی تعریف کا پہلو نکلتا ہے نہ کہ تنقیص کا... جیسا کہ تم دعویٰ کر رہے ہو۔ اور تم آزادی کے متعلق جو کچھ کہہ رہے ہو اس پر کون یقین کرے گا؟ کیا آزادی کا مفہوم سمجھنے کا واقعی یہی طریقہ ہے؟ کیا آرتھوڈوکس مذہب اس کا یہی مطلب لیتا ہے؟... یہ تو رومن کیتھولک مسلک کے پیروکاروں کا موقف ہے اور وہ بھی ساروں کا نہیں، یہ صحیح نہیں ہے— یہ تو رومن کیتھولک مسلک کے ان پیروکاروں کا موقف ہے جو ان میں سے بدترین ہیں جیسے وہ لوگ جو بدعت کے نام پر احتسابی عدالتوں میں لوگوں پر مقدمے چلاتے اور انہیں سخت سزائیں دیتے تھے یا پھر یسوعی! پھر تم نے محتسب اعلیٰ جیسا جو انوکھا کردار پیش کیا ہے وہ تو موجود ہو ہی نہیں سکتا۔ پھر یہ کون سے گناہ ہیں جو انہوں نے اپنے ذمے لے لیے ہیں؟ اور پھر یہ کسی (نام نہاد) راز کے نگہبان کون ہیں جنہوں نے بنی نوع انسان کی بھلائی کی خاطر کوئی وبال اپنے سر لے لیا ہے؟ انہیں کب دیکھا گیا ہے؟ ہم سب یسوعیوں کے متعلق جانتے ہیں، لوگ ان پر اکثر کیچڑ اچھالتے رہتے ہیں— لیکن کیا تم واقعی یہی سمجھتے ہو کہ وہ تمہاری کہانی کے کرداروں جیسے ہیں؟ وہ ایسے نہیں ہیں، بالکل نہیں ہیں... وہ تو محض مستقبل کی (خیالی) عالمی مملکت کی رومن کیتھولک مسلک کی سپاہ ہیں۔ (ان کے خیال کے مطابق) اس مملکت کا سربراہ امپراطور ہوگا اور یہ امپراطور خود رومی پوپ ہوگا... یہی ان کا نصب العین ہے مگر اس میں نہ تو کوئی راز کی بات ہے اور نہ جھوٹی جذباتیت، ساری دنیا ان کے آدرش سے آگاہ ہے... وہ چاہتے کیا ہیں؟ وہی جو دوسرے عام لوگ— محض اقتدار، گھٹیا دنیوی فوائد، دوسروں کو غلام بنانے کی آرزو... غلاموں کی ایک ایسی جاگیر جس میں مستقبل میں وہ خود جاگیردار ہوں گے... بس یہی کچھ تو وہ چاہتے ہیں۔ شاید انہیں خدا پر بھی یقین نہیں۔ تمہارا یہ

لا دینی جھلکنے والا محتسب اعلیٰ محض فنتاذیہ ہے، حقیقت سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں...''

''ٹھہرو، ذرا ٹھہرو،'' ایوان نے ہنستے ہوئے کہا، ''تم خواہ مخواہ طیش میں آ رہے ہو۔ فنتاذیہ — تم اسے فنتاذیہ قرار دے رہے ہو؟ بہت اچھا! یہ درست ہے کہ یہ فنتاذیہ ہی ہے۔ لیکن ایک بات مجھے بتاؤ: کیا تم واقعی یہ سمجھتے ہو کہ گزشتہ چند صدیوں کے دوران میں رومن کیتھولک تحریک نے اپنا چولا تبدیل کر لیا ہے اور اب وہ دنیوی اختیارات اور گھٹیا مالی مفادات کی ہوس میں گرفتار ہو گئی ہے؟ فادر پائیسی نے تو تمہیں اس قسم کی باتیں نہیں سکھائی ہوں گی؟''

''نہیں، بالکل نہیں، بلکہ فادر پائیسی نے تو ایک مرتبہ اس سے ملتی جلتی بات کہہ دی تھی جو تم کہہ رہے ہو... لیکن،'' الیوشا نے اچانک اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا، ''لیکن یہ بالکل وہی چیز نہیں تھی، بالکل وہی چیز نہیں تھی۔''

''تمہارے اس 'بالکل وہی چیز نہیں تھی' کے باوجود یہ بیش بہا اطلاع ہے۔ میں ایک چیز خاص طور پر جاننا چاہتا ہوں: تمہارے ان یسوعیوں اور دوسروں کا احتساب کرنے والوں نے محض گھٹیا دنیوی مفادات کے حصول کی خاطر آپس میں ایکا کیوں کر لیا ہے؟ آخر ان کی صفوں میں ایک بھی ایسا شخص کیوں نہیں جو رنج واندوہ اٹھاتا اور انسانوں سے پیار کرنے کی پاداش میں تکالیف جھیلتا رہتا ہو؟ ذرا سوچو، ان لوگوں میں، جو گھٹیا مالی مفادات کے حصول میں سرگرداں ہیں، میرے بوڑھے محتسب اعلیٰ جیسا کوئی شخص بھی موجود ہے جو خود بیابان میں جڑیں کھا کھا کر گزارہ کرتا رہا ہو، جو آزاد اور کامل بننے کے لیے اپنے جسم کو ایذائیں دیتا رہا ہو تاہم جو ساری زندگی بنی نوع انسان سے محبت کرتا رہا ہو، اور اچانک اس کی نگاہوں سے پردہ ہٹ جاتا ہے اور وہ سمجھنے لگتا ہے کہ اپنے نفس پر کامل ضبط حاصل کر لینا کوئی اتنی بھی بابرکت چیز نہیں اور اس کے ساتھ اسے یہ بھی یقین ہو جاتا ہے کہ جہاں تک خدا کی باقی لاکھوں کروڑوں مخلوق کا تعلق ہے، اسے محض تمسخر کے طور پر پیدا کیا گیا ہے اور وہ اتنی طاقت ور کبھی نہیں ہو سکے گی کہ اپنی آزادی سے عہدہ برآ ہو سکے، یہ کہ جو دیوقامت ہستیاں مینار تعمیر کریں گی، وہ کبھی معمولی باغیوں کی صفوں سے نہیں آئیں گی اور یہ کہ عظیم عینیت پسند جس ہم آہنگی کا خواب دیکھتا ہے وہ ان احمقوں کے لیے نہیں ہوتی۔ جب وہ یہ سب کچھ سمجھ لیتا ہے، تب وہ واپس چلا جاتا ہے اور... ذہین و فطین لوگوں کے ساتھ اپنا ناتا جوڑ لیتا ہے۔ یقیناً اس قسم کا کوئی نہ کوئی واقعہ کبھی نہ کبھی ضرور ظہور پذیر ہوا ہوگا؟''

''وہ کن کے ساتھ ناتا جوڑتا ہے، ذہین و فطین لوگوں کے ساتھ؟'' الیوشا نے آپے سے تقریباً باہر ہوتے ہوئے پوچھا۔ ''ان میں سے کسی کے پاس ایسی ذہانت نہیں اور نہ ان کے پاس ایسے کوئی راز یا اسرار ہیں... سوائے اس کے کہ وہ بہ باطن الحاد میں یقین رکھتے ہوں... تمہارے اس محتسب

اعلیٰ کو خدا پر یقین نہیں ــــ یہی اس کا سارا راز ہے!"

"اگر ہو تو بھی کیا فرق پڑتا ہے! آخر کار تم نے قیافہ لگا ہی لیا ہے۔ ہاں، واقعی یہی ساری بات ہے، اس کا سارا راز ہے۔ لیکن کیا یہ اذیت نہیں، خاص طور پر اس جیسے آدمی کے لیے جس نے اپنی ساری زندگی کسی خاص مقصد کے حصول کے لیے بیابان میں نفس کشی کرتے ہوئے برباد کر دی اور اسے انسانوں سے جو محبت ہے اس سے وہ ابھی تک چھٹکارا نہیں پا سکا؟ اپنی زندگی کے آخری سالوں میں اسے پختہ یقین ہو جاتا ہے کہ صرف عظیم اور ہیبت ناک روح کا مشورہ ہی اس قسم کا نظم پیدا کر سکتا ہے جو کمزور دل باغیوں کے لیے ــــ 'وہی تجرباتی ادھوری مخلوقات جنہیں محض تمسخر کے جذبے سے پیدا کیا گیا ہے' ــــ قابل برداشت ہو سکتا ہے۔ چنانچہ جب اسے اس بات کا یقین ہو جاتا ہے، وہ سمجھ جاتا ہے کہ اسے لازماً عیار روح کی ــــ موت اور تباہی کی ہیبت ناک روح کی ــــ متعین کردہ سمت میں ہی چلنا چاہیے اور یوں اسے دروغ بیانیاں اور فریب کاریاں قبول کر لینا چاہیے اور شعوری طور پر انسانوں کی موت اور تباہی کی طرف رہنمائی کرنا چاہیے، اس سارے عرصے کے دوران میں وہ انہیں دھوکے میں رکھتا ہے تاکہ انہیں معلوم ہی نہ ہو پائے کہ آخر ان کی رہنمائی کدھر کی جا رہی ہے اور چنانچہ، کم از کم سفر کے دوران میں، یہ قابل رحم اندھے لوگ یہی یقین کرتے رہیں گے کہ وہ خوش ہیں۔ اور یہ بات اچھی طرح دھیان میں رکھو کہ یہ فریب اُس کے نام پر کیا جا رہا ہے جس کے آدرش میں بوڑھا اپنی ساری زندگی بڑے جوش و خروش کے ساتھ یقین کرتا رہا ہے! کیا یہ بدقسمتی نہیں؟ اگر اس ساری فوج کے، جو صرف جاہ و جلال اور گھٹیا مفادات کے حصول کی آرزو میں مری جا رہی ہے، سربراہ کے طور پر صرف ایک شخص منظر عام پر آیا ہے تو کیا پھر المیہ کو وجود میں لانے کے لیے وہی ایک کافی نہیں ہو گا؟ مزید برآں رومن کیتھولک مسلک اپنی تمام تر افواج اور یسوعیوں کی معیت میں جس رہنما تصور کی، جو اس نظام کا اعلیٰ ترین تصور ہے، تکمیل کے لیے کوشاں ہے اس کے لیے بطور سربراہ اس قسم کا صرف ایک ہی شخص کافی ہو گا۔ میں تمہیں لگی لپٹی رکھے بغیر بتا رہا ہوں کہ میرا یہ پختہ یقین ہے کہ تحریک کے جو بھی سربراہ گزرے ہیں ان میں اس قسم کا فقید المثال شخص ہمیشہ موجود رہا ہے۔ کون جانتا ہے کہ شاید رومن پوپوں میں بھی اس قسم کے منفرد اشخاص موجود رہے ہوں۔ کون جانتا ہے کہ وہ ملعون بوڑھا جو بنی نوع انسان سے اتنے ہٹیلے انداز سے محبت کرتا ہے، شاید آج بھی اس نوع کے منفرد بوڑھوں کے پورے جتھے کی صورت میں موجود ہو اور وہ بھی محض اتفاقیہ طور پر نہیں بلکہ کسی سازش کے نتیجے میں، کسی خفیہ جماعت کی حیثیت میں، جسے راز کے تحفظ کی خاطر مدتوں پہلے قائم کیا جا چکا ہو، تاکہ اسے کمزور دل اور ناشاد لوگوں سے محفوظ رکھا جا سکے؟ کس لیے؟ تاکہ انہی کمزور دل اور ناشاد لوگوں کو خوش کیا جا سکے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ

موجود ہے اور درحقیقت اسے موجود ہونا بھی چاہیے۔ مجھے یقین ہے کہ فری میسنوں (86) کے مابین بھی کچھ اس قسم کا راز موجود ہے جس پر ان کی تحریک کی اساس رکھی گئی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ رومن کیتھولک ان سے اتنا عناد رکھتے ہیں اور ان سے اتنی نفرت کرتے ہیں کیونکہ وہ انہیں اپنا حریف سمجھتے ہیں اور انہیں اپنے تصور کی وحدت کو پارا پارا کرنے والے خیال کرتے ہیں جبکہ ہونا صرف واحد ریوڑ اور واحد گلّہ بان ہی چاہیے۔ تاہم مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں کوئی ایسا مصنف ہوں جسے تمہاری تنقید کے سامنے اپنے نظریے کے دفاع میں دقت پیش آ رہی ہے۔ خیر، چھوڑو ان باتوں کو، کافی ہو گئی ہیں۔"

"غالباً تم خود بھی میسن ہو!" ایلیوشا اچانک پھٹ پڑا۔ "تمہیں خدا پر یقین نہیں۔" اس نے مزید کہا لیکن اس مرتبہ اس کا لہجہ بے حد پر ملال تھا۔ اس کے علاوہ اسے کچھ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا بھائی اس کا مذاق اڑا رہا ہو۔ "خیر، تمہاری اس کہانی کا انجام کیا ہے؟" اس نے فرش پر نگاہیں گاڑتے ہوئے عجلت سے پوچھا۔ "یا پھر اس کا انجام بھی تھا؟"

"میں اسے اس طرح ختم کرنا چاہتا تھا: جب محتسب اعلیٰ اپنی تقریر ختم کرتا ہے وہ کچھ دیر انتظار کرتا ہے تاکہ قیدی اسے جواب دے سکے۔ اس کی خاموشی اسے اضطراب انگیز معلوم ہوتی ہے۔ وہ دیکھ چکا ہے کہ زندانی سارا عرصہ اس کی باتیں خاموشی اور توجہ سے سنتا رہا ہے، سیدھا اس کی نگاہوں میں جھانکتا رہا ہے اور بظاہر یہی تاثر دیتا رہا ہے کہ اس کا جواب دینے کا کوئی ارادہ نہیں۔ بوڑھا چاہتا ہے کہ وہ کچھ تو کہے خواہ یہ کتنا ہی بھیانک اور ناگوار خاطر کیوں نہ ہو۔ مگر وہ اچانک چپ چاپ بوڑھے کے قریب آتا ہے اور اس کے زرد خون پریدہ، نوے سالہ لبوں پر پُرسکون انداز سے بوسہ دیتا ہے۔ یہ اس کا واحد ردعمل ہے۔ بوڑھا چونک جاتا ہے اور اس پر سناٹا طاری ہو جاتا ہے، اس کے ہونٹ کپکپاتے ہیں؛ وہ کوٹھڑی کے دروازے پر پہنچتا ہے، اسے کھولتا ہے اور کہتا ہے، 'جاؤ اور کبھی واپس نہ آؤ... کبھی نہیں، کبھی نہیں!' اور وہ اسے شہر کی تنگ گلیوں (87) میں دھکیل دیتا ہے۔ قیدی وہاں سے چلا جاتا ہے۔"

"اور بوڑھا؟"

"بوسے نے اس کا دل جھلس دیا ہے لیکن وہ اپنے تصور سے چمٹا رہتا ہے۔"

"اور تم اس کے ساتھ ہو!" ایلیوشا نے افسردہ لہجے سے کہا۔ "تم بھی؟"

ایوان ہنس پڑا

"ایلیوشا، جو کچھ میں نے کہا ہے سب اوٹ پٹانگ ہے۔ یہ ایک منتشر الخیال طالب علم کی، جس نے کبھی دو مصرعے بھی نہیں کہے، منتشر الخیال نظم ہے۔ تم اسے اتنی سنجیدگی سے کیوں لے رہے

ہو؟ کیا تم واقعی سمجھتے ہو کہ میں یہاں سے سیدھا یسوعیوں کے پاس چلا جاؤں گا، ان لوگوں کے لشکر میں شامل ہو جاؤں گا جو اُس کے کام کی اصلاح کرتے پھر رہے ہیں؟ اُف خدایا، میرا ان سے کیا تعلق واسطہ؟ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میری صرف اتنی سی خواہش ہے کہ تیس سال کی عمر تک زندہ رہوں اور پھر — میں جام فرش پر پٹخ دوں گا اور کرچی کرچی کر دوں گا!"

"اور ننھے منے لچکیلے شگوفے، بیش بہا مقبرے، نیلگوں آکاش اور محبوب؟ (ان کے بغیر) تم کیسے زندہ رہو گے؟ تم ان سے محبت کیسے کرو گے؟" ایلیوشا نے افسردگی سے کہا۔ "جب تمہارے دل و دماغ میں اس قسم کا حبس بھرا ہوا ہے، پھر یہ سب کچھ کیسے ممکن ہو گا؟ ہاں، اب تم محض اس لیے جا رہے ہو تا کہ تم ان میں شامل ہو سکو... اور اگر تم جاؤ گے نہیں پھر تم یقیناً اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالو گے۔ تم اسے برداشت نہیں کر سکو گے۔"

"ایک ایسی قوت بھی ہوتی ہے جو سب کچھ برداشت کر سکتی ہے۔" ایوان نے سرد مہری سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کون سی قوت؟"

"کرامازوفوں کی قوت... کرامازوفوں کی ہوس ناکی کی قوت۔"

"شہوت رانی میں ڈوب جانا، بد چلنی سے اپنی روح کا گلا گھونٹ دینا، کیا تم اسے قوت کہتے ہو؟"

"ہاں، غالباً... ہاں، شاید ممکن ہے کہ میں تیس سال کی عمر تک اس سے بچا رہوں اور پھر..."

"کیسے؟ تم اس سے کیسے بچ سکتے ہو؟ جس قسم کے خیالات تمہارے ہیں، ان کے ہوتے ہوئے تو یہ ناممکن ہے۔"

"ایک بار پھر کرامازوفوں کے انداز سے۔"

"تمہارا مطلب ہے، 'ہر چیز کی کھلی چھٹی ہے'؟ (87-الف) ہر چیز کی اجازت ہے، تم یہی کہنا چاہتے ہو نا؟ ٹھیک؟"

ایوان کی بھویں تن گئیں اور اس کے چہرے پر عجیب و غریب انداز سے ہوائیاں اڑنے لگیں۔

"آخ، تم نے اس چھوٹے سے جملے کو پکڑ لیا ہے جو میں نے کل استعمال کیا تھا، جس پر مائی اوسف کو اتنا غصہ آیا تھا... اور جسے ہمارے بھائی دمتری نے اتنی سادہ لوحی سے اپنا لیا تھا!" اس نے ٹیڑھی میڑھی مسکراہٹ اپنے چہرے پر سجاتے ہوئے کہا۔ "خیر، بہت اچھا، چونکہ تیر کمان سے نکل چکا ہے کہ 'ہر چیز کی کھلی چھٹی ہے'، میں الفاظ سے پھروں گا نہیں۔ بہر حال متیا نے اس کی جو توضیح کی تھی، وہ بری نہیں تھی۔"

ایلیوشا اسے چپ چاپ دیکھتا رہا۔

"ایلیوشا، دیکھو!" ایوان نے اچانک اس طرح جذباتی ہو کر کہا جس کی اسے عادت نہیں تھی، "میرا خیال تھا جب میں یہاں سے رخصت ہوں گا تو اس پوری دنیا میں کم از کم ایک شخص ضرور ایسا ہو گا جو میرا دوست ہو گا — اور یہ شخص تم تھے۔ مگر میرے پیارے تارک الدنیا، اب مجھے نظر آ رہا ہے کہ تمہارے دل میں بھی میرے لیے کوئی جگہ نہیں۔ میں اس اصول سے کہ 'ہر چیز کی کھلی چھٹی ہے'، کبھی دست بردار نہیں ہوں گا، مگر کیا تم مجھے محض اس لیے مسترد کر دو گے کہ میں اپنے اصول سے کیوں چمٹا ہوا ہوں؟"

ایلیوشا اپنی نشست سے اٹھا، ایوان کے قریب پہنچا اور اس نے کچھ کہے بغیر ملائمت سے ایوان کے ہونٹوں کو چوم لیا۔

"یہ تو ادبی سرقہ ہے!" ایوان نے خوشی کے عالم میں جھومتے ہوئے بآواز بلند کہا۔ "تم نے اسے میری کہانی سے چرایا ہے! بہر حال میں پھر بھی تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں! خیر، ایلیوشا، آؤ، اب چلیں۔ ہم دونوں کے رخصت ہونے کا وقت آ گیا ہے۔"

وہ باہر نکل گئے لیکن مے خانے کی سیڑھیوں پر رک گئے۔

"ایلیوشا، میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں کیا کروں گا!" ایوان نے محکم لہجے سے کہا، "اگر میں بھی ان ننھے منے لچکیلے شگوفوں سے پیار کر سکا تو میں یہ صرف تمہاری یاد میں کروں گا۔ میرے لیے اتنا ہی کافی ہو گا کہ تم بھی کہیں موجود ہو اور میں زندہ رہنے کی امنگ کبھی نہیں کھوؤں گا۔ کیا یہ بات تمہارے اطمینان کے لیے کافی ہے؟ اگر تم چاہو تو تم اسے محبت کا اعلان نامہ گردان سکتے ہو۔ لیکن فی الحال تم دائیں اور میں بائیں طرف جاؤں گا (88) — اور یہ کافی ہے — سنا تم نے، یہ کافی ہے۔ میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں کل نہ بھی گیا (ویسے میرا خیال ہے میں غالباً چلا ہی جاؤں گا)، اور کسی نہ کسی طرح ہماری دوبارہ ملاقات ہو گئی تو ان موضوعات کا بالکل ذکر نہ کرنا، ان کے متعلق ایک لفظ بھی اپنی زبان پر نہ لانا! اور میں تم سے یہ التجا پوری سنجیدگی سے کر رہا ہوں اور رہا بھائی دمتری، تو میں تم سے خاص طور پر درخواست کر رہا ہوں،" اس نے اچانک بھڑکتے ہوئے کہا، "اس کا دوبارہ کبھی میرے سامنے نام بھی نہ لینا! ہم اس موضوع پر سیر حاصل گفتگو کر چکے ہیں، اسے پوری طرح کھنگال چکے ہیں، جو کچھ کہا جا سکتا تھا کہہ چکے ہیں اور اب مزید کچھ کہنے سننے کی گنجائش نہیں رہی۔ اور جہاں تک میرا تعلق ہے، میں تم سے ایک مزید چیز کا وعدہ کرتا ہوں: جب میں تیس کے قریب پہنچ جاؤں گا اور مجھے محسوس ہونا شروع ہو جائے گا کہ میں جام فرش پر پھینک دینا اور پاش پاش کر دینا چاہتا ہوں، میں ایک بار پھر تمہارے پاس چلا آؤں گا، تم کہیں بھی ہو خواہ

امریکا ہی کیوں نہ چلے جاؤ... اور یقین مانو، میں اس بارے میں تمہارے ساتھ تفصیلی گفتگو کروں گا۔ اور میں خاص طور پر اسی مقصد کے لیے آؤں گا۔ تب یہ دیکھنے کے لیے کہ تم کیسے ہو، تمہارا کیا بنا ہے، تمہارے ساتھ ملاقات کرنا بہت دلچسپ رہے گا۔ یہ بالکل سنجیدہ وعدہ ہے۔ لیکن اب ہم غالباً سات یا اس سال کے لیے ایک دوسرے کو خدا حافظ کہہ رہے ہیں۔ خیر اب تم اپنے Pater Seraphicus (89) (فرشتہ خصال باپ) کے پاس چلے جاؤ، وہ بہرحال اب قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہے، اور اگر اس کا تمہاری عدم موجودگی میں انتقال ہو گیا، پھر وہ غصے سے تلملاتے مجھے گا کہ میں نے تمہیں کیوں روکے رکھا۔ خدا حافظ ایک بار پھر مجھے بوسہ دو---- ہاں، یہ ٹھیک ہے---- اب تم جاؤ...''

ایوان اچانک مڑا اور پیچھے دیکھے بغیر اپنی راہ چلنے لگا۔ کل اس کا بھائی دمتری بھی بالکل اسی طرح اسے چھوڑ کر چلا گیا تھا، حالانکہ کل جو کچھ ہوا تھا وہ آج سے بالکل مختلف تھا۔ یہ عجیب مشاہدہ الیوشا کے مغموم ذہن میں کوندے کی طرح لپکا تھا۔ وہ کچھ دیر وہیں کھڑا رہا اور اپنے بھائی کو دیکھتا رہا۔ معلوم نہیں کیا وجہ ہوئی اسے اچانک کھٹکا کہ ایوان چلنے میں قدرے ڈگمگا رہا ہے اور عقب سے دیکھنے پر اس کا دایاں کندھا اس کے بائیں کندھے کی نسبت قدرے نیچا دکھائی دے رہا ہے۔ اس نے پہلے کبھی یہ صورت نہیں دیکھی تھی۔ اب وہ خود بھی مڑا اور خانقاہ تک عملاً سارا راستہ دوڑتا رہا۔ پہلے ہی اندھیرا خاصا بڑھ چکا تھا اور اس کے جسم میں قریب قریب خوف کی لہر دوڑ گئی۔ اس کے اندر کوئی نئی چیز، جس کی وہ توضیح کرنے سے قاصر تھا، پیدا ہو رہی تھی۔ جب وہ درختوں کے چھوٹے سے ذخیرے میں داخل ہوا جس میں خانقاہ محصور تھی، کل کی طرح آج پھر ہوا زور پکڑنے لگی اور اس کے گرد و پیش صدیوں پرانے صنوبر کے پیڑ سرسرانے لگے۔ وہ تقریباً بھاگا جا رہا تھا۔ ''Pater Seraphicus''---- اس نے یہ نام کہیں سے اپنے دماغ میں محفوظ کر لیا تھا---- لیکن کہاں سے؟ الیوشا اچانک سوچنے لگا۔ 'ایوان، بے چارے ایوان، میری دوبارہ تم سے کب ملاقات ہو گی؟... وہ رہا حجرہ۔ خدایا! ہاں، ہاں، Pater Seraphicus، وہ مجھے بچا لیں گے... اس سے اور ہمیشہ کے لیے!''

بعد ازاں اپنی زندگی میں اسے بار بار سوچنا اور الجھن میں پڑنا تھا کہ اپنے بھائی ایوان سے رخصت ہونے کے بعد وہ کس طرح اپنے بھائی دمتری کے متعلق کلیتاً بھول گیا تھا حالانکہ اس نے اس صبح، صرف چند گھنٹے پہلے، اسے فوراً ڈھونڈنے اور جب تک وہ مل نہ جاتا، آرام نہ کرنے کا عزم باندھا تھا خواہ اس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ وہ اس رات بالکل واپس نہ آ پاتا۔

6

ابھی تک بہت غیر واضح

الیوشا سے رخصت ہونے کے بعد ایوان فیودرووچ سیدھا فیودر پاولووچ کے گھر چلا گیا۔ عجیب بات یہ ہوئی کہ اسے اچانک ایسا ذہنی کرب محسوس ہونے لگا جو ناقابلِ برداشت تھا اور بڑی بات یہ تھی کہ وہ جوں جوں گھر کے قریب ہوتا جاتا تھا، اس کے اس کرب میں ہر قدم پر اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ عجیب چیز یہ نہیں تھی کہ اسے کرب محسوس ہونے لگا تھا بلکہ یہ تھی کہ ایوان فیودرووچ کسی طور بھی اس کی توضیح کرنے سے قاصر تھا۔ اسے اس سے پہلے بھی بارہا کرب کا تجربہ ہوا تھا اور اسے یہ دیکھ کر مطلق حیرت نہیں ہوئی تھی کہ وہ ایک ایسے وقت پر اسے زچ کرنے پہنچ گیا تھا جب وہ اپنے آپ کو کل ان تمام چیزوں سے زبردستی علیحدہ کرنے کے لیے پر تول رہا تھا جن کی خاطر وہ کھنچا کھنچا یہاں چلا آیا تھا، ایکا ایکی موڑ مڑنے اور پہلے کی طرح ایک بار پھر بالکل تن تنہا نیا اور انجانا راستہ اختیار کرنے کی تیاری کر رہا تھا، توقعات تو بہت باندھ رہا تھا لیکن کس چیز کی، یہ وہ قطعاً جان نہیں پا رہا تھا، زندگی سے بہت کچھ پانے کی امیدیں کر رہا تھا لیکن یہ توقعات، یہ امیدیں بلکہ اس کی خواہشات اصلاً تھیں کیا، وہ ان کی واضح تصویر اپنے ذہن میں بالکل بنا نہیں پا رہا تھا۔ اگرچہ اپنی زندگی کے نئے اور انجانے باب کے خیال نے اسے واقعی پریشانی میں مبتلا کر رکھا تھا، تاہم اس لمحے اسے جو چیز اذیت دے رہی تھی وہ یہ خیال نہیں تھا۔ ''کیا یہ بات تو نہیں کہ مجھے اپنے باپ کے گھر جانے کے خیال ہی سے گھن آنے لگتی ہے؟'' اس نے سوچا۔ ''ممکن ہے یہی بات ہو، مجھے واقعی اس سے کراہت ہونے لگتی ہے اور اب بھی، جب میں اس قابلِ نفرت دہلیز کو آخری بار پار کر رہا ہوں، مجھے واقعی اس سے کراہت ہو رہی ہے... لیکن نہیں، بات یہ بھی نہیں ہے۔ تو میرے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے، اس کی وجہ میرا الیوشا سے رخصت ہونا اور اس کے ساتھ اس قسم کا مکالمہ کرنا جو میں نے کیا تھا، تو نہیں؟ میں کتنے سالوں سے چپ کا روزہ رکھے چلا آ رہا ہوں، کسی بھی شخص کے ساتھ کھل کر بات کرنا اپنی شان کے منافی سمجھتا رہا ہوں، پھر اچانک یہ کیا ہوا کہ میں اس قسم کی مہمل باتیں اگلنے لگا'' دراصل جو کچھ ہوا اسے ایک نوجوان شخص کی اپنی ناتجربے کاری اور نخوت پسندی پر جھنجھلاہٹ محمول کیا جا سکتا ہے۔ اسے برہمی اس بات پر تھی کیونکہ وہ اپنے خیالات و آراء کا گلی لپٹی رکھے بغیر اظہار کرنے سے قاصر رہا تھا خاص طور الیوشا جیسے شخص کے سامنے جس کا وہ لازیب اپنے دل میں

بہت لحاظ کرتا تھا۔ بہر حال اس چیز نے یعنی اس کی برہمی نے بھی اس کو افسردہ بنانے میں اپنا کردار ادا کیا تھا۔ واقعی اسے کرنا ہی تھا۔ لیکن بات یہ بھی نہیں تھی۔

''میں اتنا ناخوش اور افسردہ ہوں کہ مجھے اپنی طبیعت ناساز محسوس ہونے لگی ہے، لیکن میں چاہتا کیا ہوں اس کی تشریح کرنا بھی میرے بس میں نہیں رہا۔ شاید بہتر یہی ہے کہ میں کچھ سوچوں ہی نہ...''

ایوان فیودوروچ نے کوشش تو کی کہ وہ ''کچھ سوچے ہی نہ'' لیکن اس سے بھی اس کے غم و اندوہ میں کوئی تخفیف نہ ہوئی۔ اس غم و اندوہ پر جو چیز اسے اتنا مشتعل کر رہی تھی، اتنا طیش دلا رہی تھی، وہ یہ انوکھا احساس تھا کہ یہ اتفاقی صورت حال ہے اور اس کا اس کی اپنی ذات سے کوئی تعلق نہیں۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ کوئی شخص یا کوئی چیز اسے پریشان کر رہی ہے، اس کے راستے میں رکاوٹ بن رہی ہے بالکل اسی طرح جس طرح کوئی چیز ہماری نظر کے آگے سدِّ راہ بن جاتی ہے اور اگر آدمی کی پوری توجہ اپنے کام پر مرکوز ہو یا وہ کسی پُرجوش گفتگو میں محو ہو تو یہ چیز کافی دیر تک اپنی موجودگی کا احساس تک نہیں ہونے دیتی؛ تاہم اس کیفیت پر ہم جھنجھلاتے ضرور ہیں، تقریباً اذیت محسوس کرنے لگتے ہیں یہاں تک کہ ہم صحیح صورت حال کا ادراک کر لیتے ہیں، آنکھ کے سامنے سدِّ راہ بننے والی چیز کو راستے سے ہٹا دیتے ہیں جو اکثر بالکل معمولی بلکہ مضحکہ خیز ہوتی ہے، کوئی ایسی چیز جو غلط جگہ پر رکھ دی گئی تھی، شاید کوئی رومال فرش پر گر پڑا تھا یا کوئی کتاب تھی جو شیلف میں واپس نہیں رکھی جا سکی تھی، علیٰ ہٰذا القیاس۔ آخر کار ایوان فیودوروچ اپنے باپ کے گھر پہنچ تو گیا لیکن اس حالت میں کہ اس کی ذہنی کیفیت بے حد دگرگوں ہو رہی تھی، اس پر جھنجھلاہٹ بری طرح سوار ہو چکی تھی اور پھر جب وہ صدر دروازے سے کوئی پندرہ قدم دور تھا اس نے نگاہ اٹھا کر اوپر دیکھا تو اسے یک لخت احساس ہوا کہ جو چیز اسے اتنی اذیت پہنچا رہی تھی اور اتنا تنگ کر رہی تھی، وہ کیا ہے۔

ملازم سمردیاکوف صدر دروازے کے قریب بنچ پر بیٹھا شام کی باد نسیم میں اپنے جسم کو ٹھنڈک پہنچا رہا تھا۔ جونہی ایوان فیودوروچ کی نظر اس پر پڑی وہ سمجھ گیا کہ یہی سمردیاکوف ہی اس کے خیالوں کا مرکز بنا ہوا ہے اور صحیح بالکل یہی وہ شخص ہے جو اس کی جان کے لیے عذاب بنا ہوا ہے لیکن وہ اس سے چھٹکارا حاصل کرنے میں ناکام رہا ہے۔ جھٹ پٹ پراگندہ خیالی جاتی رہی اور ہر چیز بالکل صاف ہو گئی۔ جب اس نے کچھ ہی دیر پہلے ایلوشا کی زبانی اس کی سمردیاکوف سے ملاقات کے بارے میں سنا تھا کوئی پُرخون اور ناپسندیدہ احساس اس کے رگ و پے میں سما گیا تھا اور ردِّعمل کے طور پر اس کے دماغ میں غصہ پیدا کر گیا تھا۔ اگرچہ اس کے بعد (ایلوشا سے اپنی) گفتگو

کے دوران میں وہ کچھ دیر کے لیے سمردیاکوف کو بالکل بھول گیا تھا لیکن وہ اس کے خیالوں میں پھر بھی موجود رہا تھا اور یونہی ایوان نے ایلوشا سے اجازت چاہی اور اکیلا ہی گھر کی جانب روانہ ہوا، یہ بھولا بسرا جذبہ ایک بار پھر سر اٹھانے اور باہر نمودار ہونے لگا۔ ''یقیناً!'' اس نے غیظ و غضب سے جلتے بھنتے ہوئے سوچا، ''یہ ناکارہ اور گھٹیا لفنگا مجھے اس حد تک پریشان نہیں کر سکتا!''

اصل بات یہ ہے کہ ایوان فیودوروچ حال ہی میں، خاص طور پر گزشتہ چند دنوں کے دوران میں، اس شخص کو سخت ناپسند کرنے لگا تھا۔ اسے خود بھی احساس ہونے لگا تھا کہ اس کی اس ناپسندیدگی کا دائرہ بڑھتے بڑھتے تقریباً نفرت کی سرحدوں کو چھونے لگا ہے۔ غالباً نفرت کا یہ عمل اتنی شدت اس لیے اختیار کر گیا تھا کیونکہ ایوان فیودوروچ کی آمد کے فوراً بعد ہمارے قصبے میں کوئی بالکل ہی مختلف چیز وقوع پذیر ہونے لگی تھی۔ اس وقت ایوان فیودوروچ نے اچانک سمردیاکوف میں خاص دلچسپی لینا شروع کر دیا تھا بلکہ وہ تو اسے فقید المثال فرد بھی سمجھنے لگا تھا۔ وہ اسے اپنے ساتھ بحث کرنے کے لیے بڑھاوا دیتا رہا حالانکہ وہ ہمیشہ اس کی ایک قسم کی بے ربطی یا یوں کہنا چاہیے کہ اس کی ایک طرح کی ذہنی بے چینی پر حیران ہوتا اور سوچتا رہتا کہ آخر وہ کیا چیز ہے جو اس ''تفکر پسند'' کو اس طرح پیہم اور متواتر پریشانی میں مبتلا رکھتی ہے۔ وہ فلسفیانہ موضوعات و مسائل پر گفتگو کرتے بلکہ وہ تو یہاں تک بھی سوچتے کہ آخر پہلے روز روشنی کہاں سے آئی جبکہ چاند، سورج اور ستاروں کی تخلیق تو صرف چوتھے روز عمل میں آئی تھی اور یہ کہ اس منظر کی تشریح کیا ہو سکتی ہے۔ تاہم ایوان فیودوروچ کو بہت جلد یقین ہو گیا کہ معاملہ سورج، چاند اور ستاروں کا نہیں اور یہ کہ سورج، چاند اور ستاروں کا موضوع کتنا ہی عجیب کیوں نہ ہو، سمردیاکوف کے لیے اس کی اہمیت بالکل معمولی نوعیت کی ہے اور یہ کہ اسے حقیقتاً جس چیز میں دلچسپی ہے وہ بالکل مختلف ہے۔ یہ بات درست ہے یا غلط، اس سے قطع نظر حقیقت یہ تھی کہ سمردیاکوف اپنی حد سے بڑھی ہوئی انا اور نخوت پسندی کا، اور انا بھی وہ جسے خود اس کے اپنے بقول بڑی ٹھیس پہنچی تھی، مظاہرہ کرنے لگا تھا۔ ایوان فیودوروچ کو اس کا یہ رویہ ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔ یوں اسے اس سے جو کراہت ہونے لگی تھی اس کا آغاز اسی طرح ہوا تھا۔ اس کے بعد گھر میں بیچ بیچ ہونے لگی تھی، گروشینکا منظر پر نمودار ہو چکی تھی، اس کے باپ کے اس کے بھائی دمتری کے ساتھ جھگڑوں کا آغاز ہو چکا تھا اور گھر کے معمول میں اتھل پتھل ہونے لگی تھی ـــــ یہ سب باتیں اور جھگڑے بھی ان کی باتوں کا موضوع بن چکے تھے۔ اگرچہ سمردیاکوف ان گفتگوؤں میں بڑے جوش و خروش سے حصہ لیا کرتا تھا لیکن یہ معلوم کرنا ناممکن تھا کہ وہ خود کیا چاہتا ہے۔ اس کی بعض خواہشات میں، جو عموماً غیر ارادی طور پر ظاہر ہو جاتی تھیں اور ہمیشہ مبہم ہوتی تھیں، حیران کن حد تک غیر منطقیت، بے ربطی اور پراگندگیٔ فکر کا مظاہرہ ہوتا رہتا

تھا۔ سمردیاکوف ہمیشہ بالواسطہ، بظاہر بے تکی، غیر متعلق اور دوراز کار سوالات پوچھ کر ٹوہ لگانے کی کوشش کرتا رہتا تھا لیکن وہ یہ کبھی نہیں بتاتا تھا کہ وہ ٹوہ کیوں لگا رہا ہے اور جب اس کے استفسارات ختم ہو جاتے تھے وہ یا تو اچانک چپ سادھ لیتا تھا یا پھر پورا موضوع ہی تبدیل کر دیتا تھا۔ لیکن جس چیز نے سب سے بڑھ کر بالآخر ایوان فیودرووچ کا پیمانۂ صبر چھلکا دیا، اس کی آتش غضب کو بھڑکا دیا اور اس کے دل میں اس قسم کی شدید نفرت بھر دی، وہ اس کی گھناؤنی اور عجیب و غریب بے تکلفی تھی جس کے ساتھ سمردیاکوف اس سے پیش آتا تھا اور اس کی یہ بے تکلفی روز بروز بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ یہ نہیں کہ وہ اس کے ساتھ کبھی ناشائستگی برتنے کا حوصلہ کرتا تھا بلکہ اس کے برعکس وہ تو اس کے ساتھ ہمیشہ انتہائی احترام سے بات کرتا تھا، لیکن حالات نے، خدا ہی جانے کیسے، کچھ ایسا پلٹا کھایا کہ وہ ایوان فیودرووچ کے ساتھ بے تکلفی کا رویہ اختیار کرنے لگا۔ وہ کچھ اس انداز سے گفتگو کرنے لگا جیسے ان دونوں کے مابین کوئی خفیہ ملی بھگت ہو چکی ہو، ان دونوں کے مابین کوئی ایسی چیز موجود ہو جس پر فریقین میں کسی زمانے میں اتفاق ہو چکا ہو جس سے صرف وہی آگاہ ہوں اور جو ان کے اردگرد منڈلانے والے فانی لوگوں کے لیے بھی ناقابل فہم ہو۔ مگر ایک بار پھر ایوان فیودرووچ کو اپنی اس بڑھتی ہوئی نفرت کی اصل وجہ سمجھنے میں کچھ دیر لگی اور اس پر بالکل آخری لمحے پر ہی منکشف ہوا کہ آخر یہ سب کیا ہے۔ اب وہ اس قدر متنفر اور چڑچڑا ہو چکا تھا کہ اس نے تہیہ کر لیا کہ وہ سمردیاکوف کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا بلکہ دروازے میں سے چپ چاپ گزر جائے گا، لیکن موخرالذکر بنچ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس کی اس حرکت سے ایوان فیودرووچ جھٹ بھانپ گیا کہ وہ اس کے ساتھ کسی خاص موضوع پر بات کرنا چاہتا ہے۔ ایوان فیودرووچ نے اسے سرسری نگاہوں سے دیکھا اور رک گیا، اور اس حقیقت نے کہ چلتے رہنے کی بجائے جس کا اس نے ایک ہی لحظہ قبل عزم باندھا تھا، وہ اچانک رک گیا تھا، اسے غصے سے دیوانہ بنا دیا۔ اس نے سمردیاکوف کے ہیجڑوں جیسے لاغر چہرے کو، جس پر گوشت نام کو بھی نہیں تھا، نفرت، کراہت اور غیظ و غضب کی نگاہوں سے دیکھا۔ سمردیاکوف نے اپنے لگے چپڑے بالوں کو کنگھی کر کے آگے کی جانب کنپٹیوں تک پھیلایا ہوا تھا اور جو بیچ رہے تھے، انہیں گچھے کی صورت میں چوٹی پر باندھ رکھا تھا۔ اس نے اپنی قدرے بھینگی بائیں آنکھ ماری اور مسکرانے لگا جیسے وہ کہنا چاہتا ہو: "[illegible]، تم مجھ سے یوں بچ کر نہیں جا سکو گے، تمہیں معلوم ہے کہ ہمیں، ہم ذہین لوگوں کو، آپس میں کچھ گفتگو کرنا ہے۔" غیظ و غضب سے ایوان فیودرووچ کا سارا جسم کانپنے لگا۔

"لفنگے، دفع ہو جاؤ! الو کے پٹھے، تم اپنے آپ کو سمجھتے کیا ہو؟ آخر ہم دونوں میں کون سی قدر مشترک ہے؟" اس کا ارادہ تو یہی کچھ کہنے کا تھا مگر وہ یہ دیکھ کر بوکھلا گیا کہ اس کے منہ سے جو

الفاظ نکلے، وہ بالکل مختلف تھے۔

"ابا سو گئے ہیں یا ابھی جاگ رہے ہیں؟" اس نے بہت دھیمے اور عاجزانہ لہجے میں کہا۔ اپنے اس لہجے پر وہ خود بھی حیران رہ گیا اور پھر وہ اچانک بالکل غیر متوقع طور پر بنچ پر بیٹھ گیا۔ ایک پل کے لیے، جیسا کہ اس نے بعد میں یاد کیا، وہ کچھ کچھ خوف زدہ بھی ہو گیا۔ سمردیاکوف اپنے ہاتھ پشت پر رکھے اس کے سامنے کھڑا رہا اور اسے پُراعتماد، بلکہ کسی حد تک خشمگین نگاہوں سے دیکھتا رہا۔

"جی حضور، وہ ابھی تک سو رہے ہیں۔" اس نے کسی عجلت کے بغیر جواب دیا۔ ("تم سمجھ گئے ہو کہ گفتگو کا آغاز تم نے کیا ہے، میں نے نہیں۔") "حضور، مجھے آپ پر تعجب ہو رہا ہے۔" اس نے ایک قسم کے مصنوعی احترام سے اپنی نظریں جھکاتے، قدم آگے بڑھاتے اور اپنے پیٹنٹ چرمی بوٹ سے ادھر ادھر ٹھوکر مارتے ہوئے کچھ توقف کے بعد مزید کہا۔

"تمہیں مجھ پر تعجب کیوں ہو رہا ہے؟" ایوان فیودرووچ نے دفعتاً خشک لہجے سے پوچھا۔ وہ اپنے غصے پر قابو پانے کی سرتوڑ کوشش کر رہا تھا لیکن کامیاب نہیں ہو رہا تھا اور پھر اسے یہ بھانپ کر کراہت سی ہونے لگی کہ وہ بے حد متجسس ہو رہا ہے اور جب تک اس کے تجسس کی تشفی نہیں ہو جاتی وہ وہاں سے ہلے گا نہیں۔

"حضور، آپ چرماشنیا کیوں تشریف نہیں لے جاتے؟" سمردیاکوف نے اچانک اپنی نظریں اٹھاتے اور بے تکلفانہ انداز سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اور میں مسکرا کیوں رہا ہوں تو اس کی وجہ تم خود ہی سمجھ جاؤ گے بشرطیکہ تم واقعی ذہین اور سمجھدار ہوئے۔" اس کی پلکیں جھپکاتی بائیں آنکھ کہتی محسوس ہو رہی تھی۔

"میں چرماشنیا کیوں جاؤں؟" ایوان فیودرووچ نے تعجب سے پوچھا۔

سمردیاکوف ایک بار پھر کچھ دیر خاموش رہا۔

"حضور، جناب فیودر پاولووچ نے خود آپ سے التجا کی تھی۔" اس نے آخر غیر عاجلانہ انداز سے کہا جیسے وہ بین السطور اسے جتلانا چاہتا ہو کہ اس کے نزدیک اس کی اپنی بات کی کوئی اہمیت نہیں، کوئی وقعت نہیں، وہ تو محض اس لیے جواب دے رہا ہے کیونکہ آخر اسے کچھ نہ کچھ تو کہنا ہی چاہیے۔

"لعنت ہو تم پر، تم سیدھی طرح بات کیوں نہیں کرتے، تم چاہتے کیا ہو؟" آخرکار ایوان فیودرووچ نے آتش غضب سے بھڑکتے ہوئے کہا۔ اس کی مسکنت بدتمیزی کی شکل اختیار کرتی جا رہی تھی۔

سمردیاکوف نے اپنا دایاں پاؤں پیچھے کھینچ لیا تا آنکہ یہ بائیں پاؤں کے برابر ہو گیا، وہ تن کر سیدھا کھڑا ہو گیا لیکن وہ پہلے ہی کی طرح پُرسکون نظر آ رہا تھا اور اس کے چہرے پر وہی ہلکی مسکراہٹ تیر رہی تھی۔

"کوئی خاص بات نہیں... حضور، کوئی خاص بات نہیں... میں تو محض یونہی..."

ایک بار پھر خاموشی چھا گئی۔ انہوں نے تقریباً ایک منٹ تک ایک دوسرے سے کچھ نہ کہا۔ ایوان فیودرووچ جانتا تھا کہ اسے اب اٹھ کھڑے ہونا اور بھیانک انداز سے اپنے غصے کا اظہار کر دینا چاہیے۔ ادھر سمردیاکوف اس کے سامنے کھڑا تھا جیسے وہ انتظار کر رہا ہو: "دیکھتے ہیں تم اپنے غصے کا اظہار کرتے ہو یا نہیں؟" ایوان فیودرووچ کو کم از کم یہی محسوس ہو رہا تھا۔ آخرکار اس نے اٹھنے کا قصد کر ہی لیا اور ایک قدم آگے بڑھا دیا۔ سمردیاکوف نے اس موقع کو دبوچ لیا۔

"حضور، ایوان فیودرووچ، میری صورت حال بھیانک ہے؛ کچھ سمجھ نہیں آ رہا کہ میں اس بارے میں کیا کروں:" اس نے اچانک پُرعزم اور نپے تلے لہجے سے کہا اور اپنے آخری لفظ پر اس کی آہ نکل گئی۔ ایوان فیودرووچ دوبارہ بیٹھ گیا۔

"حضور، وہ دونوں بالکل پاگل ہو گئے ہیں، اور وہ دونوں بالکل بچگانہ حرکتیں کر رہے ہیں۔" سمردیاکوف نے اپنی بات جاری رکھی۔ "حضور، میں آپ کے والد محترم اور آپ کے بھائی دمتری فیودرووچ کی بات کر رہا ہوں۔ وہ، فیودر پاولووچ، بہت جلد بیدار ہو جائیں گے اور اٹھتے ہی میرا مغز چاٹنا شروع کر دیں گے اور مجھ سے پوچھنے لگیں گے: 'وہ آئی نہیں؟ کیوں نہیں آئی؟' وغیرہ وغیرہ، اور یہ سلسلہ آدھی رات بلکہ اس سے بھی آگے تک چلتا رہے گا۔ اور اگر اگرفینا الیکساندروونا نہیں آئی (کیونکہ حضور، اس کا غالباً آنے کا ارادہ ہی نہیں) وہ صبح کو ایک بار پھر مجھ پر جھپٹ پڑیں گے: 'وہ کیوں نہیں آئی؟ کیوں نہیں؟ وہ کب آ رہی ہے؟' جیسے کسی نہ کسی طور اس کا ذمے دار میں ہوں۔ اور پھر حضور، دوسری طرف بھی تو یہی قصہ چل رہا ہے؛ جونہی اندھیرا غالب آنے لگتا ہے بلکہ اس سے بھی پہلے، آپ کے بھائی صاحب اپنے ہاتھ میں کوئی ہتھیار پکڑے ہمارے پڑوس میں نمودار ہو جاتے ہیں اور دہاڑنے لگتے ہیں، 'ارے بد کے بچّے، کڑچھ پھیر، اگر وہ یہاں آئی اور تمہیں اس کی خبر نہ ہو سکی اور تم مجھے کچھ نہ بتا سکے تو تمہاری خیر نہیں ——— تمہاری گردن ناپ دوں گا خواہ یہ میری زندگی کا آخری کام ہو۔' رات گزر جائے گی اور صبح کو فیودر پاولووچ کی طرح وہ بھی میرا ناک میں دم کرنے لگیں گے۔ 'وہ کیوں نہیں آئی؟ کیا اس کے یہاں جلد آنے کی توقع ہے؟' بالکل جیسے ایک بار پھر یہ میرا ہی قصور ہو کہ ان کی چہیتی کیوں نہیں آئی۔ حضور، وہ ہر وقت، ہر روز، ہر پل، مجھ پر اتنا غصہ جھاڑتے رہتے ہیں کہ بعض اوقات میرے دل میں خیال گزرنے لگتا ہے کہ کہیں میں ڈر کے

عالم میں خودکشی ہی نہ کر لوں۔ حضور، مجھے ان (دونوں) پر اعتبار نہیں رہا۔"

"تم اس معاملے میں پھنسے ہی کیوں؟ تم نے دمتری فیودرووچ سے لگائی بجھائی کیوں شروع کی تھی؟" ایوان فیودرووچ نے استفسار کیا۔

"حضور، میں اس معاملے میں پھنسے بغیر کیسے رہ سکتا تھا؟ اگر حضور جاننا ہی چاہتے ہیں تو سچی بات یہ ہے کہ میں اس معاملے میں جو پھنسا ہوں اس میں میرا ہرگز کوئی قصور نہیں۔ میں نے ابتدا ہی سے ہر وقت اپنی زبان بند رکھی، کبھی جواب دینے کی جرأت نہ کی اور یہ تو دمتری فیودرووچ ہی تھے جنہوں نے مجھے اپنے حکم کا بندہ بنا لیا، اپنا غلام لیپرڈ (90) بنا لیا۔ وہ دن اور آج کا دن، ان کے ذہن پر بس ایک ہی چیز سوار رہتی ہے: 'اگر وہ آئی اور تمہیں اس کی آمد کی خبر نہ ہو سکی، میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا!' حضور، میرا خیال ہے کہ کل غالباً مجھ پر (مرگی کا) زبردست دورہ پڑے گا۔"

"زبردست دورہ؟ کیا بک رہے ہو؟"

"حضور، زبردست دورہ، بہت ہی زبردست دورہ۔ شاید یہ کئی گھنٹے بلکہ شاید ایک یا دو دن جاری رہے! ایک اور مرتبہ جب مجھ پر یہ دورہ پڑا تھا تو یہ تین دن جاری رہا تھا۔ اس مرتبہ میں اٹک (Attic) سے نیچے گر پڑا تھا۔ کبھی رک جاتی مگر دوبارہ شروع ہو جاتی اور میں پورے تین دن اپنے ہوش و حواس میں نہ آ سکا۔ فیودر پاولووچ نے مقامی ڈاکٹر ہرزن سٹوب کو بلا بھیجا؛ اس نے میری پیشانی پر برف کے ٹکڑے رکھے اور ایک دو دوسری دوائیاں استعمال کرائیں... حضور، میری موت واقع ہو سکتی تھی۔"

"ہاں، لیکن کہا جاتا ہے کہ مرگی کے دورے کی پیشگوئی ناممکن ہے کہ یہ فلاں یا فلاں وقت پڑے گا۔ پھر تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ تم کل اس کی گرفت میں آ جاؤ گے؟" ایوان فیودرووچ نے قدرے چڑچڑے تجسس سے پوچھا۔

"حضور، آپ درست فرما رہے ہیں کہ اس کی پیشگوئی نہیں کی جا سکتی۔"

"اس کے علاوہ تم اس مرتبہ اٹک سے گر پڑے تھے۔"

"حضور، میں ہر روز سیڑھیاں چڑھ کر اٹک میں جاتا ہوں اور ہو سکتا ہے کہ میں کل پھر گر پڑوں۔ اگر میں اٹک سے نہ گرا تو بھی تہ خانے میں تو گر سکتا ہوں؛ اپنے فرائض کو سرانجام دینے کے سلسلے میں مجھے ہر روز تہ خانے میں جانا پڑتا ہے۔"

ایوان فیودرووچ اسے خاصی دیر تک گھور گھور کر دیکھتا رہا۔

"میرا خیال ہے کہ تم باتیں گھڑ رہے ہو اور تمہاری بعض باتیں ایسی ہیں کہ میری سمجھ میں ہی نہیں آ رہیں:" اس نے دھیمے اور قدرے دھمکی آمیز انداز سے کہا۔ "تمہارا ارادہ کل جعلی بیماری کا

ڈراما کرنے کا ہے جو تین دن جاری رہے گی، ٹھیک؟"

سمردیاکوف نے ایک بار پھر زمین کی طرف دیکھے اور ایک بار پھر اپنے جوتے کی نوک کو آگے پیچھے کرتے ہوئے اپنا دایاں پاؤں پیچھے ہٹا لیا اور اس کی بجائے اپنا بایاں پاؤں آگے بڑھا دیا، اپنا سر اوپر اٹھایا اور کھیسیں نکالتے ہوئے بولا۔

"حضور، اگر میں اس قسم کا کرتب کر سکا یعنی اگر میں اس قسم کے دورے کا بہانہ بنانے میں کامیاب ہو گیا اور مجھ جیسے تجربے کار شخص کے لیے یہ کوئی اتنا مشکل کام نہیں ہو گا، پھر اس صورت میں بھی مجھے اپنی جان بچانے کے لیے اس کا پورا پورا حق حاصل ہے کیونکہ اگر میں بیمار پڑ جاتا ہوں اور دریں اثنا اگرافینا الیکساندروونا ان کے باپ کے پاس پہنچ جاتی ہے تو وہ بیمار آدمی سے یہ نہیں پوچھ سکیں گے، 'تم نے مجھے کیوں نہ بتایا؟' بلکہ وہ تو شرمندگی محسوس کرنے لگیں گے۔"

"لعنت ہو تم پر!" ایوان فیودوروچ نے غصے سے بھڑکتے ہوئے کہا۔ غیظ و غضب سے اس کا چہرہ سنج سا ہو گیا تھا۔ "تمہیں یہ چکر چلانے کی کیا ضرورت ہے کہ تمہاری زندگی خطرے میں ہے؟ میرے بھائی دمتری کی دھمکیاں خالی خولی الفاظ ہیں، اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ وہ تمہیں ہلاک نہیں کرے گا؛ وہ کسی اور کو تو ضرور ہلاک کر دے گا لیکن تمہیں نہیں!"

"وہ مجھے اسی طرح ہلاک کر دیں گے جس طرح لوگ مکھی کو مسل دیتے ہیں۔ میں ہی ان کا اولین نشانہ بنوں گا۔ لیکن میں ایک اور چیز سے اس سے بھی زیادہ خوف زدہ ہوں: اگر وہ واقعی آپ کے والد محترم کے ساتھ کوئی بھیانک حرکت کر بیٹھے تو مجھ پر بھی اعانت جرم کا الزام لگ جائے گا۔"

"تم پر اعانت جرم کا الزام کیوں لگے گا؟"

"حضور، مجھ پر یہ الزام اس لیے لگے گا کیونکہ میں نے بڑی رازداری سے انہیں اشاروں کے متعلق بتایا تھا۔"

"کیسے اشارے؟ کسے بتائے تھے؟ تم پر خدا کی پھٹکار، صاف صاف بتاؤ تمہارا مطلب کیا ہے؟"

"مجھے اعتراف کرنا پڑے گا،" سمردیاکوف نے جعلی طمانیت کا ڈھونگ رچانے والوں کی طرح اپنے الفاظ چبا چبا کر دھیمے لہجے سے کہا، "کہ میں اور فیودر پاؤلووچ ایک راز میں شریک ہیں۔ جیسا کہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں (اور مجھے یقین ہے کہ آپ جانتے ہیں)، کئی دنوں سے ان کا یہ وتیرہ چلا آ رہا ہے کہ وہ رات ہونے پر بلکہ سر شام ہی اپنے آپ کو کمرے میں مقفل کر لیتے ہیں۔ پچھلے چند دنوں سے آپ خود بھی ہر شام اپنے کمرے میں جلدی چلے جاتے ہیں اور حضور، کل آپ اوپر تشریف لے گئے اور دوبارہ نیچے آنے کا تکلف نہ کیا، چنانچہ آپ کو شاید علم نہیں کہ وہ کتنی احتیاط سے اپنے آپ کو کمرے میں مقفل کر لیتے ہیں۔ اگر گریگوری واسیلی وچ خود چلا آئے تو بھی وہ

دروازہ نہیں کھولیں گے تا آنکہ وہ اس کی آواز پہچان نہ لیں۔ تاہم گریگوری واسیلی وچ نے آنا چھوڑ دیا ہے، چنانچہ حضور، میں ان کے کمرے میں اکیلا ہی ان کی خدمت کرتا اور ان کے احکام کی تعمیل کرتا ہوں— جب سے ان کا اگرافینا الیکساندروونا کے ساتھ چکر چلا ہے، انہوں نے موجودہ انتظامات کا خود فیصلہ کیا ہے— اور رات کو ان کے حکم پر میں نوکروں کے بیرونی کمروں میں چلا جاتا ہوں لیکن مجھے آدھی رات سے پہلے سونے کی اجازت نہیں، مجھے چوکسی کرنا، (اپنے بستر سے بار بار) اٹھنا، صحن کے چکر کاٹنا اور اگرافینا الیکساندروونا کی آمد کی بھنک رکھنا پڑتی ہے کیونکہ وہ گزشتہ چند دنوں سے اس کا اس طرح انتظار کرتے رہتے ہیں جیسے ان کے دماغ پر بھوت سوار ہو گیا ہو۔ اور وہ اس طرح استدلال کرتے رہے ہیں: 'وہ اس سے یعنی دمتری فیودوروچ سے (وہ انہیں 'متکا' کہتے ہیں) ڈرتی ہے چنانچہ وہ رات کو عقبی دروازے سے میرے پاس آئے گی۔' وہ مجھے حکم دیتے ہیں، 'تمہیں آدھی رات بلکہ اس کے بعد تک اس کا انتظار کرنا ہو گا۔ اگر وہ آ جائے تو تمہیں ادھر آنا اور میرے دروازے پر دستک دینا ہو گا اور اگر تم ادھر نہ آ سکو تو پھر باغیچے میں چلے جاؤ گے اور (میرے کمرے کے) دریچے پر دو دفعہ دستک دو گے۔ دستک اس طرح دینا: پہلی مرتبہ دریچہ دھیمے دھیمے تھپ تھپاؤ، اس طرح، ایک، دو اور دوسری مرتبہ تین بار زور زور سے تھپ تھپاؤ۔ اس کے بعد،' وہ فرماتے ہیں، 'مجھے فوراً معلوم ہو جائے گا کہ وہ آ گئی ہے اور میں چپکے سے دروازہ کھول دوں گا۔' اگر کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آ جائے تو اشارہ یہ ہو گا: پہلی مرتبہ دریچہ دو بار تیز تیز تھپ تھپایا جائے گا اس کے بعد پھر دو بار تھپتھپاہٹ دینا ہو گی لیکن یہ تھپتھپاہٹ پہلے کی نسبت کہیں زیادہ اونچی ہو گی۔ تب وہ سمجھ جائیں گے کہ کوئی غیر معمولی واقعہ رونما ہو گیا ہے اور مجھے واقعی ان سے ملنے کی ضرورت پیش آ گئی ہے، چنانچہ وہ دروازہ کھول دیں گے، میں اندر چلا جاؤں گا اور انہیں (صورت حال سے) آگاہ کر دوں گا۔ یہ صرف اسی صورت میں ہو گا کہ اگرافینا الیکساندروونا خود آنے سے قاصر ہے اور اس نے کسی چیز کے بارے میں پیغام بھیجا ہے؛ علاوہ ازیں یہ بھی عین ممکن ہے کہ دمتری فیودوروچ ہی آ نکلیں اور مجھے آقا کو خبردار کرنا ہو گا کہ وہ کہیں قریب ہی موجود ہیں۔ آقا دمتری فیودوروچ سے بے حد خوف زدہ ہیں، اس حد تک کہ اگر اگرافینا الیکساندروونا پہلے ہی آ چکی ہو اور آقا اپنے آپ کو اس کے ساتھ کمرے میں مقفل کر چکے ہوں اور اتنے میں دمتری فیودوروچ آ دھمکتے ہیں تو بھی مجھے تین مرتبہ دستک دے کر انہیں مطلع کرنا ہو گا، اس معاملے میں کوئی کوتاہی یا غفلت ناقابل معافی ہو گی۔ چنانچہ پانچ دستکوں والے پہلے اشارے کا مطلب ہے: 'اگرافینا الیکساندروونا آ گئی ہے۔' تین دستکوں کے دوسرے اشارے کا مطلب ہے: 'مجھے آپ سے بات کرنا ہے، یہ بے حد ضروری ہے'— انہوں نے اسی طرح مجھے سمجھایا تھا اور خود کئی مرتبہ عملاً کر کے بھی مجھے دکھایا تھا۔

تو حضور، چونکہ اس پوری کائنات میں صرف وہ اور میں ان اشاروں کے متعلق جانتے ہیں، وہ بلا تامل اور یہ پوچھے بغیر کہ کون ہے (وہ اتنے خوف زدہ ہیں کہ اونچی آواز سے پوچھ نہیں سکتے)، (دروازہ) کھول دیں گے۔ خیر، دمتری فیودوروچ کو ان اشاروں کا علم ہو گیا ہے۔"

"اسے ان کے متعلق کیسے معلوم ہوا؟ تم نے بتایا ہوگا؟ تم نے یہ حرکت کیوں کی؟"

"حضور، میں نے ڈر کے مارے انہیں یہ سب کچھ بتایا تھا۔ میں ان سے اسے چھپانے کا حوصلہ کیسے کر سکتا تھا؟ دمتری فیودوروچ ہر روز مجھ سے تقاضا کرتے رہتے تھے: 'تم مجھے فریب تو نہیں دے رہے؟ مجھ سے کچھ چھپا تو نہیں رہے؟ اگر تم نے کوئی بات چھپائی میں تمہاری دونوں ٹانگیں توڑ دوں گا۔' چنانچہ میں نے انہیں ان اشاروں کے راز سے آگاہ کر دیا تاکہ میں ان پر ثابت کر سکوں کہ میں ان کا وفادار ہوں، انہیں جتا سکوں کہ میں انہیں دھوکا نہیں دے رہا بلکہ انہیں سب کچھ بتاتا رہتا ہوں۔"

"اگر تم سمجھتے ہو کہ وہ ان اشاروں کو اندر داخل ہونے کے لیے استعمال کرے گا تو تمہیں اسے روک لینا چاہیے۔"

"اگر مجھ پر دورہ پڑ گیا اور میں بے ہوش ہو گیا، پھر، حضور، میں انہیں کیسے روک پاؤں گا؟ حضور، اگر میں انہیں روکنے کا حوصلہ کر بھی لوں تو بھی انہیں روک نہیں پاؤں گا کیونکہ آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی جانتا ہوں کہ وہ مرنے مارنے پر تلے ہوئے ہیں۔"

"کچھ خدا کا خوف کرو! تم یہ کیسے یقین سے کہہ سکتے ہو کہ تم پر دورہ پڑنے والا ہے؟ لعنت ہو تم پر! کیا تم میرا مذاق اڑا رہے ہو؟"

"جب میں اس قدر دہشت زدہ ہو چکا ہوں میں آپ کا مذاق اڑاؤں، آپ پر ہنسنے کے بارے میں سوچ بھی کیسے سکتا ہوں؟ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ مجھ پر یہ دورہ لازماً پڑے گا، میری چھٹی حس مجھے پیشگی خبردار کر رہی ہے کہ ایسا ہوگا اور لازماً ہوگا۔ حضور، صرف خوف یہ کام دکھا سکتا ہے۔"

"بدذات، اگر تم بے ہوش ہو گئے پھر تمہاری جگہ گریگوری کو پہرہ دینا پڑے گا۔ گریگوری کو پیشگی خبردار کر دو کہ وہ اسے ہرگز اندر نہ آنے دے اور اس سے یقین دہانی حاصل کر لو کہ وہ اس معاملے میں کوئی کوتاہی نہیں کرے گا۔"

"حضور، میں آقا کے حکم کے بغیر گریگوری کو اشاروں کے متعلق بتانے کا قطعاً حوصلہ نہیں کر سکتا۔ رہی یہ بات کہ اگر گریگوری واسیلی وچ کو ان کی آمد کی بھنک پڑ جائے پھر وہ انہیں اندر نہ آنے دے، تو عرض یہ ہے کہ اس سے یہ کام نہیں ہو سکے گا کیونکہ وہ کل سے علیل ہو چکا ہے اور بستر پر پڑا ہے۔ (اس کی بیوی) مارفا اگناتیونا کل سے اس کا علاج شروع کرنے کا منصوبہ بنا چکی ہے۔

حضور، انہوں نے آج اس سلسلے میں سارا بندوبست کر لیا ہے۔ اور حضور، وہ جس قسم کا علاج کرتی ہے وہ واقعی بہت عجیب و غریب ہے۔ مارفا اگناتیونا کو بعض جڑی بوٹیوں سے ایک طرح کا جوشاندہ، اور وہ بھی تند قسم کا، تیار کرنے کا فن آتا ہے، اپنا یہ راز وہ کسی کو نہیں بتاتی اور ہر وقت جڑی بوٹیاں تیار رکھتی ہے۔ وہ سال میں تین مرتبہ گریگوری واسیلی وچ کو اس جوشاندہ نما دوا کی خوراک پلاتی ہے۔ حضور، ہوتا یہ ہے کہ اس بے چارے کو سال میں تین مرتبہ شدید کمر درد ہوتا ہے اور وہ تقریباً نیم مفلوج ہو جاتا ہے۔ پھر وہ تولیہ اٹھاتی ہے، اس جوشاندے میں اسے بھگوتی ہے اور آدھ گھنٹے تک اس کی کمر پر رگڑتی رہتی ہے یہاں تک کہ کمر بالکل خشک ہو جاتی ہے بلکہ، حضور، اس کا رنگ سرخ ہو جاتا ہے اور اس پر سوج پڑ جاتی ہے۔ پھر گلاس میں جو جوشاندہ باقی بچتا ہے وہ اسے پلا دیتی ہے اور کوئی وظیفہ پڑھنے لگتی ہے، مگر وہ سارا جوشاندہ اسے نہیں پلاتی بلکہ کچھ بچا لیتی ہے اور چوری چھپے خود پی لیتی ہے۔ اور حضور، میں آپ کو بتائے دیتا ہوں کہ (جوشاندہ پینے کے بعد) ان دونوں کا حال ان لوگوں کا سا ہو جاتا ہے جو پینے پلانے کے عادی نہیں ہوتے، وہ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں اور لمبی تان کر سو جاتے ہیں۔ ان کی نیند واقعی بہت گہری ہوتی ہے۔ اور حضور، جب گریگوری واسیلی وچ کی آنکھ کھلتی ہے، ہمیشہ یہی دیکھنے میں آیا ہے کہ وہ تقریباً شفایاب ہو چکا ہوتا ہے، مگر مارفا اگناتیونا کا معاملہ ذرا مختلف ہے۔ اس کے ساتھ ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ جب وہ جاگتی ہے اس کے سر میں درد شروع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اگر مارفا اگناتیونا نے کل اپنے منصوبے پر عمل شروع کر دیا پھر اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ انہیں دمتری فیودوروچ کی آمد کے متعلق کوئی علم ہو سکے گا اور یوں وہ انہیں اندر جانے سے روک نہیں سکیں گے؛ وہ تو گھوڑے بیچ کر سو رہے ہوں گے۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو!" ایوان فیودوروچ دہاڑا۔ "اور یہ سب واقعات اتفاق سے رونما ہوں گے نہیں، ان میں اتفاق کا اتنا دخل نہیں ہوگا جتنا سوچے سمجھے منصوبے کا۔ اس سوچے سمجھے منصوبے کے تحت تم پر مرگی کا دورہ پڑ جائے گا اور وہ دونوں لمبی تان کر سو رہے ہوں گے!" اور اچانک اس کی بھویں تہدید آمیز انداز سے تن گئیں۔ "اور میرا خیال ہے کہ یہ سب کچھ اتفاقیہ نہیں ہوگا بلکہ اس طرح ہوگا جس طرح تم نے سوچا ہے۔"

"حضور، میں بھلا اس قسم کے منصوبے کیسے سوچ سکتا ہوں؟... اور پھر مجھے سوچنے کی ضرورت بھی کیا ہے کیونکہ ان تمام چیزوں کا انحصار تو دمتری فیودوروچ اور ان کے منصوبوں پر ہے۔ حضور، اگر وہ کچھ کرنا چاہتے ہیں پھر وہ کر کے ہی دم لیں گے۔ اور اگر وہ کچھ نہیں کرنا چاہتے پھر میں انہیں اندر آنے اور اپنے باپ سے ملنے پر مجبور نہیں کروں گا۔"

"جیسا کہ تم خود کہہ رہے ہو کہ اگرفینا الیکساندرووا آتی ہے یا نہیں، اس کے متعلق وثوق سے

کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اگر یہ بات ہے پھر دمتری فیودورووچ کو ابا کے پاس جانے کی ضرورت ہی کیا ہے اور وہ بھی چھپ چھپا کر؟" ایوان فیودورووچ نے غصے سے لال پیلے ہوتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی۔ "تم خود بھی کہتے رہے ہو اور جب سے میں یہاں آیا ہوں مجھے بھی یقین ہو چلا ہے کہ بڑے میاں محض خواب دیکھ رہے ہیں اور یہ ذات شریف کبھی ان کے پاس نہیں آئے گی۔ اگر وہ آ ہی نہیں رہی پھر دمتری فیودورووچ کو بڑے میاں کے کمرے میں زبردستی گھسنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"آپ خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ کیوں آئیں گے، پھر اس بارے میں میری کیا رائے ہے اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ وہ اس لیے آئیں گے کیونکہ غصہ ان کے سر پر سوار ہو چکا ہے یا پھر اس لیے کیونکہ انہیں کسی چیز کا شبہ ہے — مثلاً اگر میں بیمار پڑ جاتا ہوں، ان کے ذہن میں شکوک سر اٹھانے لگیں گے، وہ صبر کا دامن کھو بیٹھیں گے اور یہ دیکھنے کے لیے کہ کہیں وہ ان کے علم کے بغیر کسی طرح چھپ چھپا کر اندر تو نہیں آ گئی، وہ کل کی طرح مارا مار کرتے اندر آ جائیں گے۔ انہیں یہ لازماً معلوم ہو گا کہ فیودر پاولووچ کے پاس تین ہزار روبل ہیں جو انہوں نے لفافے میں بند کئے ہوئے ہیں۔ اس لفافے پر تین مہریں ثبت ہیں، اسے ربن سے باندھ دیا گیا ہے اور فیودر پاولووچ نے اپنے ہاتھ سے اس پر تحریر کر دیا ہے: 'اپنی فرشتہ صفت گروشینکا کے لیے بشرطیکہ وہ میرے پاس چلی آئے۔' تین دنوں بعد انہوں نے اس پر مزید لکھا تھا: 'اپنی ننھی منی کبوتری کے لیے۔' دمتری فیودورووچ کو لازماً یہ سب باتیں معلوم ہوں گی، چنانچہ کچھ کہا نہیں جا سکتا کہ وہ کیا کر بیٹھیں گے۔"

"فضول، بکواس!" ایوان فیودورووچ نے غصے سے تقریباً پاگل ہوتے ہوئے کہا۔ "دمتری رقم چرانے کی کوشش نہیں کرے گا اور نہ وہ اس مقصد کے لیے میرے باپ کو قتل کرے گا۔ کل وہ گروشینکا کے متعلق اپنے احمقانہ، جنونانہ غصے کے عالم میں انہیں ہلاک کر سکتا تھا مگر وہ انہیں لوٹنے ہرگز نہیں آئے گا۔"

"ایوان فیودورووچ، اس وقت انہیں روپے کی ضرورت ہے، سخت ضرورت ہے۔ آپ کو معلوم ہی نہیں کہ ان کی ضرورت کتنی شدید ہے۔" سمردیاکوف نے بڑے سکون سے، بڑے تحمل سے کہا۔ "رہے وہ تین ہزار روبل — وہ انہیں اپنا جائز حصہ گردانتے ہیں اور یہ بات انہوں نے خود مجھے بتائی تھی۔ 'میرے والد کے ذمے،' انہوں نے مجھ سے کہا تھا، 'ابھی تک میرے پورے تین ہزار روبل بنتے ہیں۔' اور حضور، ایوان فیودورووچ، ذرا سوچیں، اس میں ایک قسم کا شعری انصاف بھی ہے کیونکہ بہر حال یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ بات سو فیصد درست ہے کہ اگر اگرافینا الیکساندروونا کی خواہش ہو تو وہ لاریب انہیں — میرے آقا یعنی فیودر پاولووچ کو — اپنے ساتھ شادی کرنے پر مجبور کر سکتی ہے

اور شاید وہ یہ خواہش کرنے بھی لگے۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ آئے گی نہیں — خیر، شاید وہ اس سے بھی زیادہ چاہتی ہو، شاید وہ گھر کی مالکہ بننا چاہتی ہو۔ مجھے معلوم ہے کہ اس کا سوداگر یار سامسونوف اس سے لگی لپٹی رکھے بغیر کہا کرتا تھا: 'یہ کوئی بری بات نہیں ہو گی' اور اس پر کھلکھلا کر ہنس پڑا کرتا تھا۔ بڑی بات یہ ہے کہ اگرافینا الیکساندروونا احمق نہیں، وہ دمتری فیودورووچ جیسے کنگال سے کبھی شادی نہیں کرے گی۔ چنانچہ، ایوان فیودورووچ، جب آپ ان باتوں کو دھیان میں رکھیں گے تو آپ خود سمجھ جائیں گے کہ جب آپ کے ابا کا انتقال ہو گا اس نئی صورت میں دمتری فیودورووچ کا تو ذکر ہی کیا، خود آپ کے اور آپ کے بھائی الیکسی فیودورووچ کے بھی ہاتھ پلے کچھ نہیں آئے گا، کسی کو ایک روبل تک نہیں ملے گا کیونکہ اگرافینا الیکساندروونا صحیح صحیح آپ کے والد محترم سے شادی بھی کرے گی جب وہ اپنی ایک ایک چیز اس کے نام کرا دیں گے اور ان کے پاس جو نقد رقوم ہیں، وہ اس کے حوالے کر دیں گے۔ لیکن اگر آپ کے ابا انتقال کر جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی چیز بھی وقوع پذیر نہیں ہوتی تو آپ سب کو فی کس چالیس ہزار روبل مل جائیں گے، دمتری فیودورووچ کو بھی، جو ان سے اتنی شدید نفرت کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے ابھی تک اپنا وصیت نامہ تیار نہیں کرایا... دمتری فیودورووچ ان تمام باتوں سے اچھی طرح آگاہ ہیں..."

ایوان فیودورووچ کا چہرہ دکھ یا کسی اور وجہ سے مسخ ہو گیا۔ اچانک اس کا رنگ گہرا سرخ ہو گیا۔

"ان سب باتوں کے باوجود تم مجھے چرماشنیا جانے کا مشورہ کیوں دے رہے ہو؟" اس نے یک لخت سمردیاکوف کو ٹوکتے ہوئے کہا۔ "تمہارے ارادے کیا ہیں؟ اگر میں چلا گیا تو یہاں بھی کچھ ہو گا؟" ایوان فیودورووچ کی سانس دھونکنی کی طرح چل رہی تھی۔

"حضور، آپ نے بالکل صحیح فرمایا ہے،" سمردیاکوف نے دھیما اور معقول انداز اختیار کرتے ہوئے کہا، تاہم اس کی نگاہیں ایوان فیودورووچ پر جمی ہوئی تھیں اور وہ اسے بغور دیکھ رہا تھا۔

"'صحیح فرمایا' سے تمہارا مطلب کیا ہے؟" ایوان فیودورووچ نے بمشکل اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ شدید غصے سے اس کی آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔

"یہ میں نے آپ کے بھلے کے لیے کہا تھا۔ اگر آپ کی جگہ میں ہوتا، اگر یہ صرف میرا مسئلہ ہوتا تو میں اس قسم کے معاملے میں الجھنے کی بجائے یہاں... یہاں سے چلا گیا ہوتا۔" سمردیاکوف نے ایوان فیودورووچ کی شعلہ بار آنکھوں میں انتہائی معصومانہ انداز سے جھانکتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں کچھ دیر خاموش رہے۔

"میرا خیال ہے تم پکے احمق ہو اور ہاں... تم بہر حال چھٹے ہوئے لفنگے بھی ہو!" ایوان فیودورووچ بنچ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر عین اس وقت جب وہ دہلیز عبور کیا چاہتا تھا، وہ ایکا ایکی

رک گیا اور سمردیاکوف کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ کوئی عجیب و غریب چیز وقوع پذیر ہو گئی تھی۔ ایوان فیودرووچ نے اچانک اپنا ہی ہونٹ کاٹ کھایا جیسے اس پر تشنج کا دورہ پڑ گیا ہو، اس نے اپنی مٹھیاں بھینچ لیں اور اس نے اگلے ہی لمحے بظاہر سمردیاکوف پر حملہ کر دیا ہوتا۔ مؤخرالذکر کا بہر حال یہی خیال تھا، وہ گھبرا کر اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس پر دیکھتے ہی دیکھتے لرزہ طاری ہو گیا۔ لیکن لمحہ بیت گیا، ایوان فیودرووچ نے سمردیاکوف سے کوئی تعرض نہ کیا اور چپ چاپ صدر دروازے کی جانب مڑ گیا، بظاہر یہی نظر آ رہا تھا کہ وہ بوکھلاہٹ کا شکار ہو گیا ہے۔

"اگر تم جاننا ہی چاہتے ہو تو میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ میں کل صبح سویرے ماسکو جا رہا ہوں ـــ بس یہی بات ہے!" اس نے غصے سے کھولتے ہوئے باآواز بلند اور بالکل صاف لہجے میں کہا۔ بعد ازاں اسے یہ سوچ کر بہت حیرانی ہوئی کہ اسے یہ سب کچھ سمردیاکوف سے کہنے کی کیا ضرورت تھی۔

"حضور، یہ تو بہترین بات ہوگی" مؤخرالذکر نے کہا جیسے وہ بالکل اسی جواب کی توقع کر رہا تھا، "لیکن اگر کوئی ناشدنی ہو گئی تو آپ کے ساتھ ماسکو میں بذریعہ تار رابطہ قائم کر لیں گے۔"

ایوان فیودرووچ دوبارہ رک گیا اور ایک بار پھر تیزی سے سمردیاکوف کی جانب مڑ گیا۔ لیکن معلوم ہوتا تھا کہ سمردیاکوف پر کوئی واردات گزر گئی ہے۔ اس کی ساری بے تکلفی اور لاابالی پن غائب ہو چکا تھا۔ اس کے چہرے کے تمام تاثرات پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ وہ پوری طرح متوجہ ہے اور کسی چیز کی توقع کر رہا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی مترشح ہو رہا تھا کہ وہ بزدل اور چاپلوس ہے۔

"آپ مزید کچھ نہیں کہیں گے؟ آپ اور کچھ نہیں فرمائیں گے؟" اس کی نگاہیں کہتی دکھائی دے رہی تھیں جو بڑی استقامت سے سیدھی ایوان فیودرووچ کی آنکھوں میں جھانک رہی تھیں۔

"اور اگر کوئی ناشدنی ہو گئی تو کیا وہ... کیا وہ مجھے چرماشنیا میں نہیں ڈھونڈ نکالیں گے؟" ایوان فیودرووچ نے اچانک اپنی آواز ڈرا دینے والی حد تک بلند کرتے ہوئے کہا۔ کیوں؟ اس کی وجہ خود اسے بھی معلوم نہیں تھی۔

"چرماشنیا میں بھی، جی حضور... وہ آپ کو ضرور ڈھونڈ نکالیں گے..." سمردیاکوف نے تقریباً کانا پھوسی کرتے ہوئے کہا جیسے وہ موزوں الفاظ کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہا ہو لیکن وہ ابھی تک سیدھا ایوان فیودرووچ کی آنکھوں میں جھانکے جا رہا تھا۔

"ماسکو مزید آگے ہے اور چرماشنیا کہیں زیادہ قریب ہے، بس یہی بات ہے نا؟ کیا تم چرماشنیا اس لیے بتا رہے ہو کیونکہ ماسکو جانے اور پھر وہاں سے واپس آنے پر بہت زیادہ خرچ آئے گا یا پھر تم مجھے لمبے سفر کی کوفت سے بچانا چاہتے ہو؟"

"بالکل صحیح، حضور،" سمردیاکوف بڑبڑایا، اس کی آواز چیخ رہی تھی۔ وہ ایوان فیودرووچ کو کچھ اس انداز سے مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا کہ آدمی کو گھن آ جائے اور اس کے ساتھ ہی ضرورت پیش آنے پر تیزی سے کچھ پیچھے ہٹنے کے لیے بھی تیار تھا۔ تاہم یہ دیکھ کر سمردیاکوف کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ ایوان فیودرووچ آگے بڑھنے کی بجائے محض ہنسنے لگا ہے اور ہنستے ہنستے صدر دروازے کی جانب مڑ گیا ہے۔ اگر کوئی شخص اس کا چہرہ دیکھ پاتا تو اسے یہ نتیجہ اخذ کرنے پر کوئی تاخیر نہ کرنا پڑتی کہ اس کی ہنسی کا سبب یہ نہیں کہ وہ بہت خوش ہے۔ اور اگر اسے یہ بتانا پڑتا کہ وہ اس وقت کیا محسوس کر رہا ہے تو اسے بڑی دشواری پیش آتی۔ جب وہ جا رہا تھا، اس کی چال میں لڑکھڑاہٹ تھی۔

7

"کسی ذہین شخص کے ساتھ گفتگو کرنا ہمیشہ دلچسپ ہوتا ہے۔"

اور اس نے گفتگو بھی اسی انداز سے۔ فیودر پاولووچ کو دیکھتے ہی، جو ابھی ابھی استقبالیے میں داخل ہوا تھا، اس نے اپنے بازو لہرائے اور چلا کر کہا، "میں اوپر اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔ میرا آپ کے ساتھ بیٹھنے اور باتیں کرنے کا کوئی ارادہ نہیں، چنانچہ خدا حافظ" اور اس کے ساتھ ہی وہ اپنے باپ پر سرسری نگاہ تک ڈالے بغیر آگے بڑھ گیا۔ عین ممکن ہے کہ اس وقت اس کے دل میں بڑے میاں کے خلاف نفرت کے جذبات امنڈ رہے ہوں لیکن خصومت کے اتنے اکھڑ اظہار پر خود فیودر پاولووچ بھی ششدر رہ گیا۔ بظاہر یہی نظر آ رہا تھا کہ بوڑھا اسے فوراً ہی کچھ بتانا چاہتا تھا اور اس مقصد کے پیش نظر وہ اس سے ملنے عمداً استقبالیے میں آ گیا تھا، لیکن اس قسم کا ٹھیک سلیک دیکھ کر وہ چپ رہا اور پرتفنن انداز سے اپنے بیٹے کو درمیانی منزل کی جانب سیڑھیاں چڑھتے دیکھتا رہا یہاں تک کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

"اسے کیا ہو گیا ہے؟" اس نے سمردیاکوف سے پوچھا جو ایوان فیودرووچ کے پیچھے پیچھے اندر آ گیا تھا۔

"ان کا کسی بات پر مزاج برہم ہو گیا ہے، کون جانے بات کیا ہے؟" نوکر نے ٹال مٹول سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"لعنت ہو اس پر! خیر، چھوڑو۔ اگر اس کا مزاج برہم ہو رہا ہے تو کیا فرق پڑتا ہے! سماوار لے آؤ اور پھر دفع ہو جاؤ۔ جلدی کرو۔ کوئی نئی خبر؟"

اب اس قسم کی پوچھ گچھ کا سلسلہ شروع ہو گیا جس کے بارے میں سمردیاکوف نے ایوان فیودروووچ سے شکایت کی تھی: بہ الفاظ دیگر متوقع مہمان کے متعلق استفسارات شروع ہو گئے تھے لیکن ہم یہاں ان استفسارات کو حذف کر دیں گے۔ آدھ گھنٹے بعد مکان اندر سے مقفل کر دیا گیا اور خبطی بوڑھا اکیلا ہی مختلف کمروں میں گھومتے پھرنے لگا؛ وہ لرزتا کپکپاتا ہر لمحے توقع باندھتا رہا کہ اب بھی پہلے سے مقررشدہ پانچ دستکوں کی آواز آئی، اب بھی آئی، وہ بار بار تاریکی میں مستور کھڑکیوں پر نگاہیں ڈالتا لیکن وہاں رات کی سیاہی کے ماسوا کچھ نظر نہ آتا۔

پہلے ہی رات خاصی بیت چکی تھی لیکن ایوان فیودروووچ کو نیند نہیں آ رہی تھی: وہ اپنی ہی سوچوں میں مستغرق تھا۔ جب وہ بستر پر لیٹا تھا، رات بھیگ چکی تھی اور صبح کے تقریباً دو بج چکے تھے۔ تاہم ہم یہاں اس کے خیالات کی پوری زد بیان کرنے کے لئے نہیں رکیں گے اور نہ ابھی اس کی روح میں جھانکنے کا وقت آیا ہے ___ اس کی باری بعد میں مناسب وقت پر آئے گی۔ اور اگر ہم اس کے خیالات بیان کرنے کی کوشش کریں بھی تو یہ بڑا دشوار اور پیچیدہ کام ہو گا کیونکہ یہ خیالات تھے ہی نہیں بلکہ کوئی ادھوری، بے ربط چیز تھی اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اس کا ذہن الجھاؤ کا شکار تھا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ حوالے کے تمام نکات بھول چکا ہے، اپنی سمت کھو چکا ہے۔ اسے مختلف عجیب وغریب اور تقریباً بالکل ہی غیر متوقع خواہشات نے اذیت میں گرفتار کر رکھا تھا: مثلاً نصف شب کے معاً بعد اسے یہ ناقابل برداشت اکساہٹ مسلسل تنگ کرنے لگی کہ وہ اٹھے، سیڑھیاں اتر کر نیچے جائے، تالا کھولے، بیرونی مکان میں جائے اور جی بھر کر سمردیاکوف کی پٹائی کرے، لیکن اگر کوئی شخص اس سے پوچھتا کہ وہ یہ حرکت کیوں کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کی ایک بھی معقول وجہ بیان نہ کر سکتا، سوائے اس کے کہ اسے اس نوکر سے اتنی ہی شدید نفرت ہو گئی ہے جتنی کہ کسی شخص کو اپنے بدترین دشمن سے ہو سکتی ہے جس سے اس کا امکانی طور پر اس دنیا میں سامنا ہو سکتا ہے۔ دوسری جانب اس رات اس کی روح ایک سے زیادہ مرتبہ کسی ناقابل تشریح اور شرمسار کن ذہنی بے کلی کی گرفت میں آتی رہی تھی جس پر اسے محسوس ہونے لگتا تھا کہ وہ اسے اس کی جسمانی قوت سے بھی محروم کر رہی ہے۔ اس کا سر گھومنے لگا اور اس میں درد ہونے لگا تھا۔ کوئی کریہہ اور نفرت انگیز چیز اس کے دل کو کھرچ رہی تھی جیسے وہ کسی شخص سے انتقام لینے کا ارادہ باندھ

رہا ہو۔ اس سے پہلے اس کی ایلوشا سے جو گفتگو ہوئی تھی جب بھی وہ اسے یاد آتی اسے ایلوشا سے بھی نفرت ہونے لگتی اور بعض لمحات تو ایسے بھی آئے جب اسے اپنے آپ سے بھی شدید نفرت ہونے لگی۔ وہ تو کاتریا ایوانوونا کے متعلق بھی سب کچھ تقریباً بھول گیا تھا جس پر بعد ازاں اسے حیرت بھی ہوئی، خاص طور پر تب جب اسے بالکل واضح طور پر یاد آیا کہ اس نے جب کل صبح اس کے مکان پر بڑھک ماری تھی کہ وہ اگلے روز ماسکو چلا جائے گا تو اس نے دل ہی دل میں اپنے آپ سے کہا تھا: "فضول، واہیات، تم نہیں جاؤ گے، تم اتنی آسانی سے پنڈ نہیں چھڑا سکو گے جتنی کی اب تم بڑھک مار رہے ہو۔"

مدتوں بعد جب ایوان فیودروووچ اس رات کے متعلق سوچے گا تو اسے یہ یاد کر کے خاص طور پر بڑی گھن آئے گی کہ وہ کس طرح بار بار اچانک دیوان سے اٹھتا تھا اور دھیمے سے، جیسے اسے اندیشہ ہو کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے، دروازہ کھولتا تھا، سیڑھیوں کے آخری سرے پر پہنچتا تھا اور کان لگا کر فیودر پاولووچ کو نیچے اپنے کمروں میں گھومتے سنتا تھا ___ کسی عجیب وغریب تجسس کے تحت وہ ہر مرتبہ خاصی دیر تک، تقریباً پانچ پانچ منٹ تک، بغور سنتا رہتا تھا: وہ یہ سب کچھ کیوں کر رہا تھا، کیا ٹوہ لگا رہا تھا، وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔ اپنی باقی ماندہ زندگی کے دوران میں وہ اپنے اس فعل کو "قابل نفرین" گردانتا رہے گا، اپنے دل کی عمیق ترین گہرائیوں میں، اپنی روح کے مخفی ترین گوشوں میں اسے اپنی ذلیل ترین حرکت سمجھتا رہے گا۔ ان لمحات کے دوران میں اسے فیودر پاولووچ کے خلاف معمولی ترین نفرت بھی محسوس نہیں ہوتی تھی، وہ تو بس اس تجسس میں مرا جا رہا تھا کہ وہ اس وقت وہاں کیا کر رہا ہو گا؛ اپنے تصور میں وہ اسے مختلف کمروں کا چکر لگاتے، اندھیری کھڑکیوں میں سے باہر جھانکتے، اچانک کمرے کے عین درمیان میں رکتے اور انتظار کرتے ___ شاید کوئی وہاں دستک دے دے ___ دیکھ رہا تھا۔ اپنے تجسس کی تشفی کرنے کے لئے ایوان فیودروووچ چند ایک مرتبہ سیڑھیوں کے بالکل قریب چلا گیا اور جب تقریباً دو بجے فیودر پاولووچ اپنے بستر پر لیٹ گیا اور ہر طرف خاموشی چھا گئی، ایوان فیودروووچ بھی یہ پکا عزم لے کر اپنے بستر پر دراز ہو گیا کہ وہ لیٹتے ہی سو جائے گا کیونکہ تھکاوٹ سے اس کا حال خراب ہو رہا تھا۔ اور وہ واقعی پلک جھپکتے نیند، بے خواب نیند کی وادیوں میں کھو گیا لیکن صبح سویرے، تقریباً سات بجے، اسے جاگ آ گئی۔ پو پھٹ چکی تھی اور اجالا پھیلنے لگا تھا۔ آنکھیں کھلنے پر اسے یہ دیکھ کر سخت تعجب ہوا کہ اس کے جسم میں غیر معمولی توانائی آ گئی ہے! اس نے بستر سے جست لگائی، پھرتی سے کپڑے پہنے، اپنا سوٹ کیس نکالا اور ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر اس میں اپنا سامان رکھنے لگا۔ دھوبن نے کل صبح ہی اس کے تمام ملبوسات واپس بھجوا دیئے تھے۔ ایوان فیودروووچ یہ سوچ کر مسکرا پڑا کہ سب کچھ اتنے اچھے انداز سے سرانجام

پا گیا تھا کہ اب کوئی چیز بھی اس کی اچانک روانگی میں حارج نہیں ہو سکتی تھی۔ اور اس کی روانگی واقعی اچانک تھی۔ اگرچہ اس نے کل (کاترینا ایوانوونا سے، ایلیوشا سے اور پھر سمردیاکوف سے) کہا تھا کہ وہ آج روانہ ہو جائے گا، پھر بھی اسے خوب اچھی طرح یاد تھا کہ جب وہ بستر پر لیٹا تھا، اس نے تب اپنی روانگی کے بارے میں سوچا نہیں تھا، کم از کم اس کے ذہن میں یہ بات تو بالکل نہیں آئی تھی کہ جونہی اس کی آنکھ کھلے گی وہ پہلا کام یہ کرے گا کہ فوراً اپنا سامان باندھنے لگے گا۔ آخرکار اس کا سوٹ کیس اور بیگ تیار ہو گئے۔ اب تقریباً نو بج چکے تھے کہ اتنے میں مارفا اگناتیونا اس کے کمرے میں داخل ہوئی اور اس سے حسب معمول پوچھنے لگی، ''آپ اپنی چائے کہاں پئیں گے؛ یہاں یا نیچے؟'' ایوان فیودوروچ نیچے چلا گیا، اگرچہ اس کی گفتگو اور حرکات سے بے چینی اور جلد بازی جھلک رہی تھی، وہ قریب قریب ہشاش بشاش نظر آ رہا تھا۔ اس نے بڑے شگفتہ انداز سے اپنے باپ کو سلام کیا، بلکہ خاص طور پر اس کی خیریت بھی دریافت کی اور اپنے باپ کے جواب کے ختم ہونے کا انتظار کیے بغیر اسے مطلع کرنے لگا کہ وہ ایک گھنٹے میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ماسکو جا رہا ہے اور اس سے التجا کی کہ گھوڑے منگوا لئے جائیں۔ بڑے میاں کو اس خبر پر ذرا بھی تعجب نہ ہوا اور اس نے اپنے ''پیارے'' بیٹے کی روانگی پر معمولی سے ملال کا بھی اظہار نہ ہونے دیا؛ اس کی بجائے اس پر اچانک گھبراہٹ طاری ہو گئی کیونکہ اسے عین اسی لمحے اپنا کوئی کام یاد آ گیا تھا جو اس کے لئے ذاتی طور پر بے حد اہم تھا اور جس سے فوراً نپٹنے کی ضرورت تھی۔

''اخ، تم بھی خوب آدمی ہو! کل تو تم نے اس قسم کی کوئی بات نہیں کہی تھی... خیر، کوئی بات نہیں، ہم اس سے کسی نہ کسی طور پر نپٹ ہی لیں گے۔ مجھ پر بس اتنا کرم کرو کہ براستہ چرماشنیا چلے جاؤ، تمہیں بس اتنی تکلیف اٹھانا ہو گی کہ وولوایا کے اڈے پر اتر جاؤ، اور وہاں سے چرماشنیا صرف بارہ ورسٹ دور ہے۔''

''مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کی فرمائش پوری نہیں کر سکتا؛ یہاں سے ریلوے سٹیشن اسی ورسٹ دور ہے اور ماسکو کی گاڑی سات بجے شام روانہ ہو جاتی ہے— میں اسے عین وقت پر ہی پکڑ سکوں گا۔''

''تم وہاں کل نہیں تو پرسوں پہنچ جاؤ گے، لیکن میری التجا ہے کہ تم چرماشنیا ضرور جاؤ۔ اگر تمہارے باپ کا دل خوش ہو جاتا ہے تو تمہارا کیا بگڑ جائے گا! اگر مجھے یہاں مصروفیت نہ ہوتی تو میں خود چلا جاتا کیونکہ مسئلہ بے حد اہم اور فوری نوعیت کا ہے، لیکن میری مجبوری یہ ہے کہ میں جا نہیں سکتا کیونکہ عین اس وقت... دیکھو، میری بیگیچو اور دیاچ کینو میں غیر زرعی زمین پر عمارتی لکڑی والے درختوں کی دو لاٹیں ہیں۔ تاجر ماسلوف سینئر اور اس کا بیٹا مجھے ان درختوں کے لئے صرف

آٹھ ہزار روبل کی پیشکش کر رہے ہیں مگر پچھلے سال ایک اور خریدار آ گیا۔ وہ مجھے بارہ ہزار دینے کے لئے رضامند ہے لیکن رپھڑ یہ ہے کہ وہ مقامی نہیں۔ ادھر مقامی لوگوں کو ان دنوں عمارتی لکڑی خریدنے میں کوئی دلچسپی نہیں۔ بوڑھا ماسلوف اور اس کا بیٹا اس صورت حال سے فائدہ اٹھا رہے ہیں: ان کے پاس دولت کی ریل پیل ہے، چنانچہ وہ مرضی کے مطابق سودا بازی کرنے کی پوزیشن میں ہیں۔ کسی بھی مقامی شخص میں ان کے ساتھ ٹکرانے کا حوصلہ نہیں۔ لیکن گزشتہ جمعرات کو مجھے غیر متوقع طور پر الیانسکی کے پادری کا خط ملا۔ اس میں اس نے بتایا ہے کہ گورستکن پہنچ گیا ہے— وہ بھی ایک قسم کا سوداگر ہے۔ میں اسے جانتا ہوں۔ اس کے متعلق اچھی خبر یہ ہے کہ وہ وہاں کا نہیں بلکہ پوگری بانو کا رہنے والا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ماسلوفوں سے خائف نہیں کیونکہ وہ مقامی نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ وہ مجھے درختوں کے عوض گیارہ ہزار روبل ادا کر سکتا ہے، سنا تم نے؟ اور پادری نے لکھا ہے کہ وہ وہاں مزید صرف ایک ہفتہ قیام کرے گا۔ تو تم یوں کیوں نہیں کرتے کہ وہاں چلے جاؤ اور سودا طے کر لو؟...''

''آپ خود پادری کو کیوں نہیں لکھ دیتے؟ وہ معاملہ سنبھال لے گا۔''

''وہ یہ کام نہیں کر سکتا؛ معاملہ اتنا آسان نہیں ہے۔ پادری کاروباری امور کی ابجد سے بھی واقف نہیں، ویسے وہ کھرا سونا ہے۔ میں اس کے پاس بیس ہزار روبل بطور امانت رکھوا سکتا ہوں اور رسید بھی نہیں لوں گا؛ لیکن اس معاملے میں وہ بالکل صفر ہے، وہ دودھ پیتا بچہ ہے، اسے تو کوا بھی ٹھگ سکتا ہے۔ اور ویسے وہ پڑھا لکھا شخص ہے، یہ بھی خوب رہی! یہ گورستکن اپنے نیلے کوٹ میں بالکل عام کسانوں کی طرح دکھائی دیتا ہے لیکن اصلاً وہ چھٹا ہوا بدمعاش ہے اور یہی ہمارا مسئلہ ہے: وہ کمینہ مطلق اور عادی دروغ گو ہے۔ بعض اوقات وہ اس قسم کے جھوٹ بھی بولتا ہے کہ آدمی کو حیرت ہونے لگتی ہے کہ اسے اس کی ضرورت ہی کیا تھی۔ تین سال ہوئے اس نے دعویٰ کیا تھا کہ اس کی پہلی بیوی انتقال کر چکی ہے اور وہ کسی دوسری عورت کے ساتھ شادی کر چکا ہے۔ یقین مانو اس کا ایک لفظ بھی صحیح نہیں تھا۔ اس کی بیوی کا کوئی انتقال نہیں ہوا، وہ چنگی بھلی ہے اور بڑی بات یہ ہے کہ وہ ہر دوسرے تیسرے دن اس کی ٹھکائی کرتی رہتی ہے۔ چنانچہ جب وہ یہ کہتا ہے کہ وہ گیارہ ہزار روبل دینے کو تیار ہے تو ہمیں یہ معلوم کرنا ہو گا کہ وہ سچ کہہ رہا ہے یا جھوٹ بول رہا ہے۔''

''لیکن میں کیا کر سکتا ہوں؟ میں بھی ان معاملوں میں اتنا ہی کورا ہوں جتنا کہ پادری ہے۔''

''صبر، صبر، ایک منٹ ٹھہرو۔ تم کام چلا لو گے کیونکہ میں تمہیں وہ تمام نشانیاں بتا دوں گا جن سے تمہیں اندازہ ہو جائے گا کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے اور اس سے کس طرح نپٹا جا سکتا ہے۔ میں مدتوں سے اس کے ساتھ کاروبار کر رہا ہوں۔ دیکھو، پہلی بات تو یہ ہے کہ تمہیں اس کی داڑھی پر

دھیان رکھنا ہوگا: اس کی داڑھی سرخ، چھدری اور غلیظ ہے۔ اگر باتیں کرتے کرتے اس کی داڑھی ہلنے لگے اور اس کا پارہ چڑھنے لگے۔۔۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ معاملہ ٹھیک ٹھاک ہے، وہ سچ بول رہا ہے اور سودا کرنے کا خواہش مند ہے؛ لیکن اگر وہ بائیں ہاتھ سے اپنی داڑھی کو کھینچنے لگے اور کھسیس نکالنے لگے۔۔۔ تو خیر، اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ تمہارے ساتھ ہاتھ کرنا چاہتا ہے، تمہیں ٹھگنا چاہتا ہے۔ اس کی آنکھوں میں کبھی نہ جھانکو، اس کی آنکھوں سے تمہیں کچھ معلوم نہ ہوگا، وہ بڑا گہرا آدمی ہے، فریب کار اور ٹھگیا ہے۔۔۔ بس اس کی داڑھی پر نظر رکھو۔ میں تمہیں اس کے نام رقعہ دے دوں گا اور یہ اسے دکھا دینا۔ اس کا نام گورسٹکن ہے لیکن حقیقتاً وہ گورسٹکن ہے نہیں بلکہ لیاگیوی (91) ہے اور لیاگیوی کے نام سے ہی مشہور ہے مگر میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ اسے اس نام سے مت پکارنا ورنہ وہ سخت ناراض ہو جائے گا۔ اگر تمہارا اس سے سودا ہو جائے اور معاملہ ٹھیک ٹھاک نظر آئے، پھر فوراً مجھے خط لکھ دینا، صرف اتنا لکھنا ہی کافی ہوگا، 'وہ جھوٹ نہیں بول رہا۔' گیارہ ہزار پر اڑے رہنا، ویسے ضرورت پڑے تو بے شک ایک ہزار نیچے آ جانا، اس سے زیادہ بالکل نہیں۔ ذرا سوچو کہاں آٹھ اور کہاں گیارہ۔۔۔ پورے تین ہزار کا فرق ہے۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے مجھے بیٹھے بٹھائے تین ہزار مفت میں مل گئے ہوں۔ نیا گاہک تلاش کرنا بہت مشکل ہے اور مجھے رقم کی واقعی اشد ضرورت ہے۔ اسے جتا دو کہ میں بالکل سنجیدہ ہوں اور اگر ضروری ہوا تو پھر میں خود بھاگم بھاگ وہاں پہنچ جاؤں گا اور سودے کو آخری شکل دے دوں گا، میں بہرحال کسی نہ کسی طرح وقت نکال ہی لوں گا۔ لیکن فی الحال مجھے عجلت میں وہاں جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ عین ممکن ہے کہ یہ سارا معاملہ اس پادری کے بچے کے اپنے ذہن کی اختراع ہو۔ خیر، تم جا رہے ہو یا نہیں؟"

"میرے پاس وقت نہیں۔ میں چاہوں گا کہ اس بار آپ مجھے معاف فرما دیں۔"

"ارے مان بھی جاؤ، اپنے باپ پر ایک احسان تو کر دو، میں اسے ساری زندگی نہیں بھولوں گا۔ تم سب سنگ دل ہو، تم سب، بالکل سنگ دل ہو! تمہیں ایک دو دن سے کیا فرق پڑتا ہے؟ اب تم کہاں جا رہے ہو، وینس؟ تمہارا وینس ایک دو دن میں ڈھے تو نہیں جائے گا۔ میں الیوشا کو بھیج دیتا، مگر الیوشا کو ان معاملوں کی کیا خبر؟ تمہیں میں اس لئے بھیج رہا ہوں کیونکہ تم ذہین آدمی ہو۔۔۔ یہ مجھے ہی نہیں، سب کو معلوم ہے۔ تمہیں عمارتی لکڑی کے کاروبار کے اسرار و رموز کا تو کچھ پتا نہیں لیکن تمہاری عقل ہمیشہ ٹھکانے رہتی ہے۔ تمہیں صرف اتنا معلوم کرنا ہے کہ یہ شخص سنجیدہ ہے یا نہیں۔ میں تمہیں سمجھا رہا ہوں کہ اس کی داڑھی پر نظر رکھو؛ اگر وہ ہلتی ہے پھر وہ سنجیدہ ہے۔"

"تو آپ مجھے زبردستی اس ملعون چرماشنیا بھیجنا چاہتے ہیں؟" ایوان فیودرووچ نے دس بھری مسکراہٹ سے کہا۔

فیودر پاولووچ نے یا تو محسوس ہی نہیں کیا کہ اس کے بیٹے کی مسکراہٹ میں دس بھرا ہوا ہے یا پھر وہ اسے نظر انداز کر دینا چاہتا تھا تاہم اس نے مسکراہٹ دیکھ ضرور لی تھی۔

"تو تم جاؤ گے نا؟ ہو جب؟ خیر، میں تمہیں ابھی رقعہ لکھے دیتا ہوں۔"

"پتا نہیں میں جاؤں گا یا نہیں جاؤں گا، بہرحال میں راستے میں سوچوں گا۔"

"راستے میں کیوں، ابھی فیصلہ کرو۔ میرے پیارے صاحبزادے، ابھی فیصلہ کرو! جب تم سودا چکا لو، مجھے ایک دو سطری خط لکھ دو، اسے پادری کے حوالے کر دو اور وہ تمہارے دس تک گنتی کرنے سے پہلے ہی مجھے بھیج دے گا۔ پھر تم بے شک وینس چلے جاؤ۔۔۔ میں تمہیں بالکل نہیں روکوں گا۔ پادری خود تمہیں والووبا کے اڈے تک پہنچا آئے گا۔۔۔"

بڑے میاں کی خوشی سے باچھیں کھلی جا رہی تھیں: اس نے رقعہ گھسیٹا، گھوڑے منگوائے اور ایوان کو رقعہ، چند بسکٹ اور کچھ برانڈی تھما دی۔ جب بوڑھا خوش ہوتا تھا وہ عام طور پر کھل کر اپنے جذبات کا اظہار کرتا تھا اور بڑھ چڑھ کر باتیں بنانے لگتا تھا لیکن اس مرتبہ معلوم ہوتا تھا کہ اس نے اپنے اوپر ضبط کر رکھا ہے۔ مثلاً اس نے دمتری فیودرووچ کے متعلق ایک لفظ بھی نہ کہا۔ بیٹے سے اس جدائی پر بھی وہ قطعاً متاثر نظر نہیں آ رہا تھا۔ بظاہر یہی دکھائی دے رہا تھا کہ اسے بات کرنے کے لئے کوئی موضوع تک ہاتھ نہیں آ رہا اور ایوان فیودرووچ کی نگاہوں سے یہ بات چھپی نہ رہی۔

"یہ مجھ سے بالکل بیزار ہو چکا ہوگا،" اس نے دل میں سوچا۔ صرف تب جب وہ اپنے بیٹے کے ساتھ مکان کے سامنے کی سیڑھیاں اتر رہا تھا، بوڑھا ذرا ترنگ میں آ گیا اور اس کے گال چومنے آگے بڑھا۔ تاہم ایوان فیودرووچ چوکس تھا، اس نے اس صورت حال سے بچنے کے لئے جھٹ پٹ اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ بوڑھا فوراً سمجھ گیا اور جہاں تھا وہیں رک گیا۔

"اچھا، خدا حافظ! خداوند تم پر فضل کرے اور اپنے حفظ و امان میں رکھے!" وہ سیڑھیوں پر سے پکارتا رہا۔ "پھر کبھی آؤ گے؟ آؤ گے نا؟ ضرور آؤ، اس گھر کے دروازے تمہارے لئے ہمیشہ کھلے رہیں گے۔ تمہاری آمد پر مجھے بہت خوشی ہوگی۔ یسوع مسیح تم پر فضل کرے!"

ایوان فیودرووچ گھوڑا گاڑی پر سوار ہو گیا۔

"خدا حافظ، ایوان! اپنے دل میں میرے خلاف کوئی بغض مت رکھنا!" اس کے باپ نے آخری مرتبہ چلاتے ہوئے اس سے کہا۔

تمام نوکر چاکر۔۔۔ سمردیاکوف، مارفا اور گریگوری۔۔۔ اسے رخصت کرنے آئے تھے۔ ایوان فیودرووچ نے سب کو دس دس روبل دیئے۔ جب وہ گاڑی میں بیٹھ چکا، سمردیاکوف بھاگا بھاگا آیا تاکہ اس کے پاؤں کے نیچے چٹائی درست کر سکے۔

"دیکھو، میں نے آخرکار چرماشنیا جانے کی ہامی بھر ہی لی ہے۔" اچانک ایوان فیودرووچ کے منہ سے نکلا۔ گزشتہ روز کی طرح یہ جملہ بھی بے ساختہ اس کی زبان سے ادا ہو گیا تھا اور اس مرتبہ تو کچھ پُر اضطراب مسکراہٹ بھی اس کے چہرے پر آ گئی تھی۔ یہ اسے مدتوں یاد رہی تھی۔

"تو کچھ لوگ جو یہ کہتے ہیں درست ہی ہو گا کہ کسی ذہین شخص سے بات کرنا ہمیشہ دلچسپ ہوتا ہے۔" سمردیاکوف نے بڑے گھمبیر انداز سے کہا اور اس کے ساتھ وہ ایوان فیودرووچ کو جسم کے آر پار ہو جانے والی نظروں سے دیکھنے لگا۔

گاڑی چل پڑی اور بہت جلد اس کی رفتار تیز ہونے لگی۔ مسافر کی روح کو کسی کل قرار نہیں تھا۔ لیکن وہ کھیتوں، پہاڑیوں، دیہاتوں، اور جنگلی بطوں کی ڈار کو، جو صاف شفاف آسمان پر اڑتے اڑتے اس سے آگے نکل گئی تھی، بڑے شوق سے دیکھتا رہا۔ اچانک اس کی طبیعت بحال ہونے لگی اور وہ اپنے آپ کو ہشاش بشاش محسوس کرنے لگا۔ اس نے کوچوان کو باتوں میں لگانے کی کوشش کی۔ دیہاتی کوچوان کے منہ سے کوئی ایسی بات نکل گئی جو اسے بے حد دلچسپ معلوم ہوئی مگر ایک ہی منٹ بعد اسے احساس ہوا کہ اس نے جو کچھ ایک کان سنا تھا، دوسرے کان سے باہر نکل گیا ہے جبکہ اصل حقیقت یہ تھی کہ اس شخص نے جو کچھ کہا تھا وہ اس کی سمجھ میں آیا ہی نہیں تھا۔ وہ خاموش ہو گیا؛ یہ صورت حال بھی ٹھیک تھی؛ ہوا تازہ، صاف اور خنک تھی اور آسمان نکھرا ہوا تھا۔ کاتریا ایوانوونا اور الیوشا کی شکلیں کوندے کی طرح اس کے ذہن میں لپکیں، لیکن وہ دھیرج سے مسکرا دیا، اپنے پیارے بھوتوں پر ملائمت سے پھونک ماری اور وہ آن کی آن میں نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ "ان کا وقت آئے گا!" اس نے سوچا۔ وہ بہت جلد اگلے اڈے پر پہنچ گئے، وہاں گھوڑے تبدیل کئے اور تیز رفتاری سے والوویا کی جانب چل پڑے۔ ""کسی ذہین آدمی سے بات کرنا دلچسپ ہوتا ہے؛ اس سے اس کا مطلب کیا تھا؟" اچانک اس کی اندر کی سانس اندر اور باہر کی باہر رہ گئی۔ "اور میں نے اسے یہ کیوں بتایا کہ میں چرماشنیا جا رہا ہوں؟" وہ والوویا پہنچ گئے۔ ایوان فیودرووچ گاڑی سے اترا اور آن کی آن میں دوسرے کوچوانوں کے نرغے میں آ گیا جو کرائے پر گاڑیاں چلاتے تھے۔ وہ اسے چرماشنیا لے جانے کے لئے، جو کچی سڑک پر بارہ ورسٹ کے فاصلے پر واقع تھا، آپس میں الجھ رہے اور ایک دوسرے سے مقابلہ کر رہے تھے۔ اس نے گھوڑے جوتنے کا حکم دے دیا، خود اڈے کی عمارت میں چلا گیا، اپنے گرد و پیش دیکھا، نگران کی بیوی پر نظر ڈالی، پھر اسی قدموں مڑا اور تیزی سے سیڑھیاں اترنے لگا۔

"دوستو، میں نے چرماشنیا جانے کا پروگرام منسوخ کر دیا ہے۔ کیا تم سات بجے کی گاڑی پکڑنے کے لئے مجھے وقت پر سٹیشن پہنچا سکتے ہو؟"

"جی ہاں، کوشش کریں گے، ہمارا خیال ہے کہ اگر گاڑی چھوٹنے سے پہلے نہیں تو عین وقت پر تو آپ کو پہنچا ہی دیں گے۔ گھوڑے جوتیں؟"

"ہاں، جتنی جلدی ہو سکے۔ کیا تم میں سے کل کوئی قصبے جائے گا؟"

"جی ہاں، متری جائے گا۔"

"متری، تم مجھ پر عنایت کرو گے؟ میرے والد فیودر پاولووچ کرامازوف کے ہاں جانا اور انہیں مطلع کر دینا کہ میں چرماشنیا نہیں جا سکا۔ کیا تم یہ کام کر سکو گے؟"

"بالکل جاؤں گا۔ میں فیودر پاولووچ کو مدتوں سے جانتا ہوں۔"

"یہ رہی تمہاری بخشش۔ میرا خیال ہے تمہیں ان سے کچھ نہیں ملے گا..." ایوان فیودرووچ نے زندہ دلی سے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"یہ تو بالکل یقینی بات ہے کہ وہ کچھ نہیں دیں گے۔" متری بھی ہنس پڑا۔ "جناب، شکریہ۔ میں آپ کا پیغام یقیناً پہنچا دوں گا..."

اسی شام سات بجے ایوان فیودرووچ ریل گاڑی میں سوار ہو گیا اور تیز رفتاری سے ماسکو کی جانب روانہ ہو گیا۔ "میری زندگی کا یہ باب تو ختم ہو گیا، پرانی دنیا سے میرا رابطہ ہمیشہ کے لئے منقطع ہو گیا اور یہ سب کچھ اب ماضی کا حصہ بن گیا ہے۔ اب نئی دنیا، نئے مقامات ہوں گے اور میں مڑ کر پیچھے نہیں دیکھوں گا!" لیکن اس پر مسرت و بہجت تو کیا طاری ہوتی، الٹا اس کی روح غم و الم کی لپیٹ میں آ گئی، اور اس پر کچھ اس نوع کی افسردگی طاری ہو گئی جس سے اپنی ساری زندگی کے دوران میں اس کا واسطہ نہیں پڑا تھا۔ اس نے ساری رات سوچتے سوچتے گزار دی؛ گاڑی چھکا چھک بھاگی جا رہی تھی اور صرف پو پھٹے، جب وہ ماسکو کے ریلوے سٹیشن میں داخل ہوئی، وہ اپنے آپ میں آیا۔

"میں پورا لفنگا ہوں!" اس نے خود کلامی کرتے ہوئے کہا۔

جہاں تک فیودر پاولووچ کا تعلق ہے، اپنے پیارے بیٹے کو الوداع کہنے کے بعد وہ بالکل مطمئن تھا۔ پورے دو گھنٹے وہ اپنے آپ کو تقریباً خوش محسوس کرتا رہا اور کچھ دیر برانڈی سے شغل کرتا رہا۔ لیکن اچانک ہی گھر میں ایک ایسا سانحہ پیش آ گیا جو ہر شخص کے لئے رنجیدگی اور پریشانی کا باعث بنا، اور جس نے پلک جھپکنے میں فیودر پاولووچ کو زبردست ذہنی خلفشار میں مبتلا کر دیا۔ سمردیاکوف تہہ خانے سے چیزیں اٹھا لانے چل پڑا لیکن زینے کے سب سے اوپر کے قدمچے سے نیچے گر پڑا۔ یہ تو

اچھا ہی ہوا کہ اتفاق سے عین اسی وقت مارفا اگناتیونا صحن میں موجود تھی اور اس نے اس کے گرنے کی آواز سن لی۔ اس نے اپنی آنکھوں سے تو اسے گرتے نہیں دیکھا تھا لیکن اس کی چیخ اس کے کانوں تک ضرور پہنچ گئی تھی ـــــ وہی خاص اور عجیب و غریب چیخ، دورہ پڑنے پر مرگی کے مریض کی چیخ ـــــ جس سے وہ پہلے ہی اچھی طرح آگاہ تھی۔ کیا دورہ تب شروع ہوا تھا جب وہ سیڑھیاں نیچے اترا چاہتا تھا؟ اس صورت میں اس کا نیچے فرش پر گرنا اور بے ہوش ہو جانا یقینی تھا۔ یا پھر اس کے برعکس اس کا پاؤں رپٹ گیا تھا اور وہ نیچے گر پڑا تھا لیکن اسے صدمہ اتنا زبردست پہنچا تھا کہ اس پر مرگی کا دورہ پڑ گیا؟ ـــــ اور یہ تو سبھی کو معلوم تھا کہ وہ مرگی کا مریض ہے، بہرحال یقین سے کچھ بتانا ناممکن تھا لیکن وہ اس عالم میں انہیں سیڑھیوں کے نیچے پڑا ملا کہ اس کے منہ سے جھاگ نکل رہا تھا، تشنج سے اس کا سارا جسم ٹیڑھا ترچھا ہو رہا اور ادھر اُدھر جھٹکیاں کھا رہا تھا۔ پہلے تو انہیں خیال آیا کہ وہ شاید شدید زخمی ہو گیا ہے، کوئی ٹانگ یا بازو تڑوا بیٹھا ہے۔ لیکن مارفا اگناتیونا کے الفاظ میں "خدا نے اسے بچا لیا۔" تاہم اس قسم کی کوئی بات نہیں ہوئی تھی، پر اتنا ضرور تھا کہ اسے تہہ خانے سے اٹھانا اور باہر دن کی روشنی میں لے جانا خاصا مشکل کام تھا۔ خود ان کے لئے اس سے عہدہ برآ ہونا ممکن نہیں تھا، چنانچہ انہوں نے مدد کے لئے پڑوسیوں کو بلا لیا اور سب نے مل جل کر کسی نہ کسی طرح یہ کارنامہ سرانجام دے ہی دیا۔ اس سارے عمل کے دوران میں فیودر پاولووچ موقع پر موجود رہا۔ اگرچہ بظاہر نظر آ رہا تھا کہ وہ سہما ہوا ہے اور پوری طرح اپنے حواس میں نہیں تاہم اس نے حتی المقدور ان کا ہاتھ ضرور بٹایا۔ ادھر مریض ابھی تک ہوش میں نہیں آیا تھا۔ دورہ کچھ دیر کے لئے رک ضرور گیا تھا مگر اب دوبارہ شروع ہو گیا تھا، اور ہر شخص سوچ رہا تھا کہ اس مرتبہ بھی اس کا وہی حال ہو گا جو تب ہوا تھا جب وہ پچھلے سال اتفاق سے اٹک سے گر پڑا تھا۔ انہیں یاد آ گیا کہ اس موقع پر انہوں نے اس کی کنپٹیوں پر برف کی ڈلیاں رکھی تھیں۔ تہہ خانے میں اب بھی برف موجود تھی اور مارفا اگناتیونا اسے کام میں لے آئی۔ دریں اثنا سہ پہر کو فیودر پاولووچ نے ہرزن شٹوب کو بلا بھیجا اور وہ بلا تاخیر پہنچ گیا۔ اس نے نہایت احتیاط سے مریض کا معائنہ کیا، (وہ ادھیڑ عمر اور عزت دار آدمی اور سارے صوبے کا انتہائی دیانت دار اور توجہ دار ڈاکٹر تھا) اور اس نتیجے پر پہنچا کہ دورہ انتہائی شدید تھا اور "خطرناک پیچیدگیاں پیدا ہونے کا احتمال ہے۔" جنہیں وہ، ہرزن شٹوب، ابھی تک پوری طرح سمجھ نہیں پایا تھا لیکن اگر ابتدائی ادویات کارگر ثابت نہ ہوئیں، پھر وہ ان کے متبادلات پر غور کرے گا۔ انہوں نے مریض کو بیرونی مکان میں گریگوری اور مارفا اگناتیونا کے کمرے سے ملحق چھوٹے کمرے میں لٹا دیا تھا۔

اس سانحے کے بعد بھی فیودر پاولووچ کو سارا دن کوئی سکون نہ ملا کیونکہ ایک کے بعد دوسری

مصیبت نازل ہوتی رہی۔ شام کا ڈنر مارفا اگناتیونا نے تیار کیا لیکن سمردیاکوف کے مقابلے میں اس کا سوپ برتنوں کے دھوون سے بہتر نہیں تھا اور مرغی کا گوشت اتنا سخت تھا کہ اس سے چبایا نہیں جا رہا تھا۔ اپنے آقا کی تلخ ترش لیکن صحیح جھڑکیوں کے جواب میں مارفا اگناتیونا نے بھنا کر کہا، "میں طباخی کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے فرانسیسی کھانے پکانا سکھانے والے سکولوں میں نہیں گئی تھی اور ایسے بھی مرغا بہت بوڑھا تھا۔" شام ڈھلتے ہی ایک اور مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا: فیودر پاولووچ کو اطلاع پہنچائی گئی کہ گریگوری، جو گزشتہ تین دن سے کمر درد میں مبتلا تھا، اب بالکل ہی بستر سے لگ گیا ہے۔ فیودر پاولووچ نے جس قدر ممکن ہوا، جلد از جلد اپنی چائے ختم کی اور تن تنہا مکان میں مقفل ہو گیا۔ اس کا دل دھڑک رہا اور بدن کانپ رہا تھا۔ درحقیقت اس شام اسے تقریباً یقین ہو چلا تھا کہ آج گروشینکا لازماً آئے گی کیونکہ اسی صبح سمردیاکوف اسے عملاً اطمینان دلا چکا تھا: "وہ پکا وعدہ کر چکی ہے اور ضرور بالضرور آئے گی۔" پھر بھی فیودر پاولووچ کو دھڑکا لگا ہوا تھا، پتا نہیں وہ آتی بھی ہے یا نہیں۔ ناقابل اصلاح بوڑھے کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا، وہ ہمہ تن گوش ہو کر خالی کمروں میں پھر رہا تھا۔ اسے چوکس رہنا تھا: دمتری فیودوروچ یہیں کہیں گھات میں بیٹھا ہو گا اور جب وہ دریچے پر دستک دے گی (سمردیاکوف تین دن پہلے فیودر پاولووچ کو یقین دلا چکا تھا کہ وہ اسے اچھی طرح سمجھا چکا ہے کہ وہ کہاں دستک دے گی)، اسے حتی الامکان جلد از جلد دروازہ کھولنا ہو گا تاکہ اسے دہلیز پر ایک سیکنڈ بھی انتظار نہ کرنا پڑے ورنہ خدانخواستہ وہ ڈر جائے گی اور وہاں سے بھاگ جائے گی۔ یہ تصور فیودر پاولووچ کے لئے قدرے پریشان کن ضرور تھا تاہم اس کے دل میں اتنی شیریں امید کبھی پیدا نہیں ہوئی تھی: یہ بات تقریباً یقینی تھی کہ اس بار وہ لازماً آئے گی!...

چھٹی کتاب

روسی راہب

1
ستارتس زوسیما اور اس کے ملاقاتی

جب ایلیوشا بوجھل دل کے ساتھ اور خوف و ہراس کے عالم میں ستارتس کے کمرے میں داخل ہوا اسے جو کچھ نظر آیا اس پر وہ اتنا ہکا بکا ہوا کہ چلتے چلتے رک گیا۔ اسے تو یہ خوف کھائے جا رہا تھا کہ اسے بستر مرگ پر دراز بیمار اور بے ہوش شخص ملے گا لیکن اس کے برعکس اسے سب سے پہلی چیز جو نظر آئی وہ ستارتس تھا جو بستر پر لیٹا ہوا نہیں بلکہ کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ ضعف نے اس کا کچومر ضرور نکال دیا تھا لیکن اس کے چہرے پر بشاشت ٹپک رہی تھی اور وہ بالکل چوکس دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے اردگرد ملاقاتیوں نے ہجوم کر رکھا تھا اور وہ ان کے ساتھ دھیمے، پُرسکون اور بشاش بشاش انداز سے باتیں کر رہا تھا۔ تاہم اصل بات یہ تھی کہ اسے اپنے بستر سے اٹھے ابھی بمشکل پاؤ گھنٹہ گزرا ہوگا کہ ایلیوشا پہنچ گیا؛ ویسے اس کے ملاقاتی اس سے پہلے ہی اس کے کمرے میں جمع ہو چکے تھے اور اس کے جاگنے کا انتظار کر رہے تھے کیونکہ فادر پائیسی انہیں پختہ یقین دلا چکا تھا کہ "اتالیق لازماً جاگیں گے اور جیسا کہ وہ اس صبح خود وعدہ کر چکے ہیں، وہ ان لوگوں کے ساتھ، جو انہیں قلبی طور پر

عزیز ہیں، ایک بار پھر باتیں کریں گے۔" فادر پائیسی کو اس وعدے پر کامل یقین تھا اور واقعہ یہ ہے کہ اسے بستر مرگ پر دراز شخص کے ایک ایک لفظ پر اس حد تک اعتماد تھا کہ اگر وہ اسے اس حالت میں بھی دیکھ لیتا کہ وہ ہوش وحواس سے عاری ہو چکا ہے اور اس کی سانس بند ہو چکی ہے، تاہم جب تک اس کا یہ وعدہ کہ وہ ایک بار پھر اٹھے گا اور حاضرین کو خدا حافظ کہے گا، پورا نہیں ہو جاتا، وہ شاید خود موت پر بھی اعتبار نہ کرتا اور توقع کرتا کہ اجل گزیدہ شخص دوبارہ ہوش میں آ جائے گا اور اپنا وعدہ نبھائے گا۔ اسی صبح ستارتس زوسیما نے سونے سے پہلے اس سے واضح الفاظ میں کہا تھا: "جب تک میں تم سے، اپنے پیارے قلبی دوستوں سے، ایک بار پھر جی بھر کر باتیں کرنے کی مسرت سے بہرہ ور نہیں ہو جاتا، آپ حضرات کے مشفق چہرے دیکھ نہیں لیتا اور ایک مرتبہ پھر آپ سب مہربانوں کے سامنے اپنا دل کھول کر نہیں رکھ دیتا، میں داعیٔ اجل کو لبیک نہیں کہوں گا۔" جو لوگ ستارتس کے ساتھ گفتگو کرنے کے لئے، جو غالباً آخری ہوگی، جمع ہوئے تھے، وہ اس کے انتہائی ارادت مند دوست تھے جن سے وہ سالوں سے واقف تھا۔ یہ تعداد میں چار تھے: ان میں سے تین — فادر آئی اوسف، فادر پائیسی اور فادر میخائیل سینئر راہب تھے۔ فادر میخائیل خانقاہ کا سردار راہب (Prior) تھا۔ وہ ابھی بہت بوڑھا نہیں ہوا تھا، دوسروں کی طرح کوئی خاص عالم فاضل نہیں تھا۔ وہ معمولی گھرانے میں پیدا ہوا تھا لیکن عزم صمیم کا مالک تھا، دنیاداری کے امور میں اناڑی تھا، شکل صورت کی کرختگی کے باوجود دل کا بہت نیک اور بے حد شفیق تھا لیکن وہ اپنی شفقت کو اس حد تک چھپائے رکھتا تھا جیسے اسے اس پر شرم آتی ہو۔ چوتھا ملاقاتی آفیرم (Afirm) کسی غریب ترین گھرانے کا بے حد عمر رسیدہ اور کوتاہ قامت راہب تھا۔ جسمانی اعتبار سے اس میں نام کو بھی کوئی کشش نہیں تھی، وہ تقریباً ان پڑھ تھا، اتنا کم گو اور کم گفتار تھا کہ شاذ ہی کسی سے ہم کلام ہوتا تھا، مسکین ترین اشخاص سے زیادہ مسکین تھا اور اس کی شکل صورت سے کچھ یوں ظاہر ہوتا تھا جیسے کسی زبردست اور مہیب واقعے نے، جو اس کی عقل وفہم سے ماورا تھا، اسے مستقلاً خوف میں مبتلا کر دیا ہے۔ ستارتس زوسیما اس بظاہر لرزاں وترساں راہب سے بہت پیار کرتا تھا اور اپنی ساری زندگی کے دوران میں اس کی انتہائی عزت کرتا رہا تھا حالانکہ غالباً کوئی ایسا شخص نہیں تھا جس کے ساتھ اس نے اتنے کم الفاظ کا تبادلہ کیا ہو اور یہ اس حقیقت کے باوجود کہ ماضی میں دونوں نے مقدس روس کے طول وعرض میں کئی سال اکٹھے گھومنے پھرنے میں گزارے تھے۔ یہ بہت پرانی، تقریباً چالیس سال پہلے کی بات ہے جب ستارتس زوسیما نے کاسترومسک (191۔الف) کی مفلوک الحال اور غیر معروف خانقاہ میں راہب کی حیثیت سے اپنے اشتغال کا آغاز کیا تھا اور اس کے بہت جلد بعد وہ خستہ حال اور معمولی خانقاہ کے لئے چندہ اکٹھا کرنے کی غرض سے فادر آفیرم کی معیت میں اپنے

طویل سفر پر روانہ ہو گیا تھا۔ میزبان اور اس کے ملاقاتی اطمینان سے ستارتس کی خواب گاہ میں بیٹھ چکے تھے جو، جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، خاصی تنگ تھی، چنانچہ ستارتس کی آرام کرسی کے گرد ان چاروں کے بیٹھنے کے لئے کرسیاں بچھانے کے لئے، جو دوسرے کمروں سے لائی گئی تھیں، بمشکل گنجائش نکل سکی (مبتدی راہب پرفاری کھڑا رہا)۔ جھٹ پٹا ہو رہا تھا مگر ستارتس کا حجرہ ایقونوں کے سامنے رکھی شبیہ شمعوں اور موم بتیوں کی روشنی سے منور ہو رہا تھا۔ جب ستارتس کی نظر الیوشا پر پڑی جو ہچکچاہٹ کے عالم میں دروازے کے قریب رک گیا تھا تو وہ مسرت سے مسکرانے لگا اور اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

"میرے خاموش طبع بچے، خوش آمدید، میرے مشفق بیٹے، خوش آمدید، تو تم آ ہی گئے، مجھے معلوم تھا کہ تم ضرور آؤ گے۔"

الیوشا اس کے قریب پہنچا، اس کے سامنے فرش پر سجدہ ریز ہو گیا اور زار و قطار رونے لگا۔ کوئی چیز اس کا سینہ چیر کر باہر آنے کی جدوجہد کر رہی تھی، اس کی روح میں تلاطم برپا تھا اور وہ آنسو بہا کر اپنے دل کا غبار نکالنا چاہتا تھا۔

"آؤ، آگے آؤ، ابھی مجھ پر آنسو بہانے کا وقت نہیں آیا۔" ستارتس اپنا دایاں ہاتھ الیوشا کے سر پر رکھ کر مسکرانے لگا۔ "تم دیکھ رہے ہو کہ میں یہاں بیٹھا باتیں کر رہا ہوں اور عین ممکن ہے کہ میں اگلے بیس سال تک زندہ رہوں جیسا کہ وہ نیک دل اور مشفق خاتون کل میرے لئے چاہ رہی تھی، وہی جو اپنی بچی لزاویتا کو بازوؤں میں اٹھائے واشیگوریائی سے آئی تھی۔ خداوند، اس ماں اور اس کی ننھی منی لزاویتا پر رحم فرما!" اس نے اپنے سینے پر صلیب کا نشان بنایا۔ "پرفاری، کیا تم نے اس کی نیاز وہاں پہنچا دی تھی جہاں میں نے پہنچانے کو کہا تھا؟"

اسے وہ ساٹھ کوپک یاد آ گئے تھے جو اس کی زندہ دل، شگفتہ مزاج مریدنی نے پرسوں اس کو پیش کئے تھے اور اس سے کہا تھا: "آپ یہ کسی ایسے شخص کو دے دیں جو مجھ سے بھی غریب ہو۔" اس قسم کی نیاز کفارہ کے طور پر دی جاتی تھی جو بعض لوگ کسی وجہ سے اپنے ذمے لے لیتے تھے اور جو ہمیشہ ان رقوم پر مشتمل ہوتی تھی جو انہوں نے اپنی محنت سے کمائی ہوتی تھیں۔ دن غروب ہونے سے پہلے پہلے ستارتس نے پرفاری کو ہمارے قصبے کی ایک عورت کے پاس بھیج دیا تھا جس کا حال ہی میں مکان بھسم ہو گیا تھا۔ وہ بیوہ تھی، دو بچوں کی ماں تھی اور آگ کے بعد بھیک مانگنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ پرفاری نے بہ عجلت جواب دیا کہ اس کے ذمے جو کام لگایا گیا تھا، وہ پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا گیا ہے اور ہدایات کے مطابق "انجانی محسنہ" کی نیاز بیوہ کے حوالے کر دی گئی ہے۔

"میرے بیٹے، اٹھو!" ستارتس نے الیوشا سے مخاطب ہو کر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا،

"مجھے اپنی شکل دیکھنے دو۔ کیا تم اپنے گھر والوں کے ہاں گئے تھے اور اپنے بھائی سے ملے تھے؟"
الیوشا کو یہ بات بہت عجیب معلوم ہوئی کہ وہ عمداً اور خاص طور پر اس کے صرف ایک بھائی کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔۔۔ مگر کون سا؟ وہ کوئی بھی ہو، بہر حال یہ بالکل ممکن تھا کہ اس نے اسے کل اور آج بھی صرف اسی بھائی کے لئے بھیجا ہو۔

"میں اپنے ایک بھائی سے مل کر آیا ہوں،" الیوشا نے جواب دیا۔

"میں تمہارے بڑے بھائی کے بارے میں دریافت کر رہا ہوں جس کے سامنے میں فرش پر سجدہ ریز ہوا تھا۔"

"میری اس سے صرف کل ملاقات ہوئی تھی۔ آج وہ مجھے کہیں نہیں مل سکا،" الیوشا نے جواب دیا۔

"اسے جلد از جلد ڈھونڈو۔ کل پھر کوشش کرو اور اسے جلد از جلد تلاش کرو۔ باقی سب کچھ چھوڑ دو اور ایک لمحہ بھی مت ضائع کرو۔ شاید تم اب بھی کوئی بھیانک سانحہ رونما ہونے سے روک سکے ہو۔ میں کل اس کے سامنے اس لئے سربسجود ہوا تھا کیونکہ مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ اس پر بڑی افتاد پڑنے والی ہے۔"

وہ یک لخت خاموش ہو گیا اور یوں نظر آنے لگا جیسے وہ اپنے ہی خیالات میں کھو چکا ہو۔ جو کچھ اس نے کہا تھا، وہ عجیب و غریب تھا۔ فادر آئی اوسف نے، جس نے ستارتس کے سربسجود ہونے کا منظر دیکھا تھا، فادر پائیسی کے ساتھ نگاہوں کا تبادلہ کیا۔ الیوشا کے لئے مزید ضبط کرنا ممکن نہ رہا۔

"فادر اور اتالیق محترم،" اس نے غیر معمولی طور پر جذباتی ہو کر کہا۔ "آپ کیا فرما رہے ہیں، میری سمجھ میں مطلق نہیں آ رہا... اس پر کیا افتاد پڑنا ہے؟"

"مت پوچھو۔ مجھے کل کسی بھیانک چیز کا احساس ہوا تھا... کچھ یوں نظر آ رہا تھا جیسے اس کی آنکھوں نے اس کے سارے مقدر کو منکشف کر دیا ہو۔ اس کی آنکھوں میں یہ سب کچھ محض ایک پل کے لئے نظر آیا تھا... چنانچہ وقتی طور پر میری روح پر لرزہ طاری ہو گیا کہ یہ شخص کس چیز کے لئے تیار ہو رہا ہے۔ میں اپنی زندگی میں اس سے پہلے بھی ایک دو مرتبہ لوگوں کے چہروں پر اس قسم کا تاثر دیکھ چکا ہوں... جیسے وہ ان کا سارا مقدر منکشف کر رہا ہو اور، وائے افسوس، شدنی ہو کر رہی۔ الیکسی، میں نے تمہیں اس کے پاس اس لئے بھیجا تھا کیونکہ میرا خیال تھا کہ بھائی کی شکل دیکھ کر اس کا کچھ بھلا ہو جائے گا۔ لیکن جو کچھ ہوتا ہے خداوند کی مرضی سے ہوتا ہے، اور تو اور ہمارا مقدر بھی اسی کی دین ہوتا ہے۔ 'یقیناً، یقیناً، میں تم سے کہتا ہوں، سوائے اس کے کہ گندم کا دانہ زمین پر گر پڑے اور نیست و نابود ہو جائے، مگر جب یہ نیست و نابود ہوتا ہے تو پھر یہ بہت پھل دیتا ہے۔' یہ

بات اپنے پلے باندھ لو اور ہمیشہ یاد رکھو۔ اور الیکسی، اس کے علاوہ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے تمہارے خدوخال کی وجہ سے اپنے دل میں تمہارے لئے بار بار برکت کی دعائیں کی ہیں۔" ستارتس نے اپنے چہرے پر تبسم کی کرنیں بکھیرتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارے متعلق اس طرح سوچتا ہوں: تم اس چار دیواری سے تو رخصت ہو جاؤ گے لیکن عام دنیا میں تم کسی راہب ہی کی طرح زندگی گزارو گے۔ تمہارے دشمن تعداد میں بہت ہوں گے لیکن تمہارے یہ دشمن بھی تم سے محبت کریں گے۔ زندگی میں تمہیں متعدد آلام کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن انہی آلام میں تمہاری مسرت مضمر ہو گی، تم زندگی سے بہت لطف اٹھاؤ گے اور دوسروں کو قائل کرو گے کہ وہ بھی لطف اٹھائیں۔۔۔ اور یہی اہم ترین چیز ہے۔ یہ تمہاری فطرت ہے۔ میرے اساتذہ اور آباء،" اس نے اپنے چہرے پر پُرشفقت تبسم پیدا کرتے اور اپنے مہمانوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا، "میں نے آج تک کسی کو بھی ۔۔۔ حتیٰ کہ خود اسے بھی ۔۔۔ نہیں بتایا ہے کہ میری روح کو اس نوجوان کا چہرہ کیوں اتنا بھا گیا ہے۔ اب میں اس کی وضاحت کرتا ہوں۔ اس نوجوان کا چہرہ میرے لئے ایک قسم کی یاددہانی اور پیش آگہی ہے۔ میری زندگی کے آغاز میں، جب میں ابھی بچہ تھا، میرا ایک بھائی تھا جو عین جوانی میں، جب وہ ابھی صرف سترہ سال کا تھا، میری آنکھوں کے سامنے خداوند کو پیارا ہو گیا تھا۔ اور بعد ازاں، جب میں زندگی کے مراحل طے کرنے لگا، مجھے بتدریج احساس ہونے لگا کہ میرا یہ بھائی میرے مقدر میں اوپر سے علامت اور شگون بن کر آیا تھا کیونکہ اگر وہ میری زندگی میں نہ آیا ہوتا، اگر وہ ہمارے گھرانے میں پیدا نہ ہوا ہوتا، میرا خیال ہے کہ میں کبھی راہب نہ بن پاتا اور نہ اس قابل قدر راستے پر چل پاتا۔ اس کا تعلق میرے بچپن کے دنوں سے تھا اور اب جب کہ میں (اس دنیا میں) اپنے سفر کے انجام تک پہنچ چکا ہوں، مجھے کچھ یوں نظر آنے لگا ہے جیسے میرا سامنا اس کی تجسیم نو سے ہو رہا ہو۔ میرے آباء و اساتذہ، حیرت کی بات تو یہ ہے کہ اگرچہ ان دونوں کی شکل صورت میں بس معمولی سی مشابہت ہے لیکن روحانی طور پر مجھے الیکسی اس سے اتنا ملتا جلتا معلوم ہوتا رہا ہے کہ مجھے ہمیشہ یہ خیال آتا رہا ہے کہ وہی نوجوان، میرا بھائی، اس نوجوان کی شکل میں میرے سفر کے اختتام پر پُراسرار طور پر مجھے یہ سمجھانے آ گیا ہے کہ میں پیچھے مڑ کر دیکھوں، ماضی میں جھانکوں اور اپنی بیتی ہوئی زندگی پر ایک نظر ڈالوں۔ اپنی ان سوچوں، اپنے اس عجیب و غریب خواب پر خود مجھے بھی بڑی حیرت ہوتی رہتی ہے۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، پورفائری، تم وہ سن رہے ہو؟" اس نے مبتدی راہب کی جانب متوجہ ہو کر کہا جو اس کی خدمت پر مامور تھا۔ "میں نے اکثر تمہارے چہرے پر خفگی سے ملتے جلتے آثار دیکھے ہیں کہ مجھے تمہاری نسبت الیکسی سے زیادہ محبت ہے۔ اب تمہیں علم ہو گیا ہو گا کہ ایسا کیوں ہے لیکن جان لو کہ مجھے تم سے بھی محبت ہے، تاہم یہ سوچ کر مجھے اکثر ملال

ہوا ہے کہ تم اتنے برہم ہوتے رہے ہو۔ میرے عزیز مہمانو، ویسے میں آپ کو اس نوجوان، اپنے بھائی کے متعلق بتانا چاہتا ہوں کیونکہ اپنی ساری زندگی کے دوران میں مجھے اس سے زیادہ بیش بہا، زیادہ پیش گویانہ اور زیادہ متاثر کن چیز اور کوئی نظر نہیں آئی۔ میرا دل ملائم ہو چکا ہے اور اس لئے میں مڑ کر اپنی تمام زندگی یوں دیکھ رہا ہوں جیسے میں اسے دوبارہ جی رہا ہوں..."

یہاں مجھے اس چیز کی طرف توجہ دلانا ہو گی کہ اپنی زندگی کے آخری دن ستارتس کی اپنے مہمانوں کے ساتھ یہ آخری گفتگو صرف جزوی طور پر قلم بند کی جا سکی ہے۔ اسے ستارتس کے انتقال کے بعد الیکسی فیودورووچ کرامازوف نے اپنے حافظے کی مدد سے تحریر کیا تھا۔ لیکن سوال یہ ہے: کیا اس کی یہ تحریر ستارتس کی صرف اس گفتگو پر مشتمل تھی یا اس نے اپنے اتالیق کی بعض سابقہ گفتگوؤں کے نکات بھی، جو وہ لکھتا رہتا تھا، اس میں شامل کر دیئے تھے؟ میں اس بارے میں کچھ کہنے سے قاصر ہوں۔ علاوہ ازیں الیکسی فیودورووچ کرامازوف کی تحریر میں ستارتس کی زندگی کی ساری داستان میں منطقی تسلسل پایا جاتا ہے جیسے اس نے اپنی پوری زندگی کے واقعات اپنے دوستوں کے سامنے ایک مسلسل کہانی کی شکل میں بیان کئے ہوں جب کہ بعد کے بعض بیانات کے مطابق جو کچھ لازیب کہا گیا تھا وہ اس سے قدرے مختلف ہے کیونکہ اس رات کی گفتگو عمومی نوعیت کی تھی اور اگرچہ ملاقاتیوں نے اپنے میزبان کی باتوں میں بہت کم مداخلت کی تھی تاہم انہیں اپنی اپنی سنانے کا موقع مل ہی جاتا تھا اور وہ غالباً اس کی کہانی میں اپنی کہانیوں کا پیوند لگا دیتے ہوں گے۔ پھر یہ بات بھی پیش نظر رکھی جانا چاہئے کہ کہانی میں ہمہ وقت تسلسل برقرار رکھنا ویسے بھی مشکل تھا کیونکہ ستارتس کا دم اکثر اکھڑ جاتا تھا اور وہ ذرا آرام کرنے کی غرض سے بار بار بستر پر لیٹ جاتا تھا حالانکہ نہ تو اسے نیند آ رہی ہوتی تھی اور نہ اس کے مہمانوں کا وہاں سے کھسکنے کو جی چاہتا تھا۔ ایک دو مرتبہ فادر پائیسی نے اناجیل اربعہ کی بعض آیات کی تلاوت کر کے گفتگو میں خلل ڈال دیا تھا۔ ایک اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ حاضرین میں سے کسی کے بھی ذہن میں یہ خیال تک نہیں آیا تھا کہ اس کا اسی رات انتقال ہو جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دن بھر گہری نیند سونے کے بعد نظر یہ آ رہا تھا کہ اپنی زندگی کی آخری رات اسے نئی زندگی مل گئی ہے جس نے اسے اپنے دوستوں کے ساتھ اس طویل گفتگو کے پورے دورانیے کے دوران میں تقویت فراہم کئے رکھی۔ یہ اس کا اپنے قدردانوں اور بہی خواہوں کے لئے پُر مہر جذبات کا آخری اظہار تھا جس نے اس کے حوصلے کو ناقابل یقین انداز سے برقرار رکھا لیکن صرف مختصر مدت کے لئے کیونکہ اس کی شمع حیات اچانک گل ہو گئی ...

لیکن اس کا ذکر بعد میں کیا جائے گا۔ فی الحال میں اتنا بتانا چاہوں گا کہ میں نے گفتگو کی تمام تفصیلات کو حیطۂ تحریر میں لانے سے گریز کیا ہے اور اپنے آپ کو صرف ان باتوں تک محدود رکھنے کو ترجیح دی ہے جن کا تعلق ستارتس کی داستانِ حیات سے بنتا ہے اور جن کا ذکر الیکسی فیودورووچ کے مسودے میں ملتا ہے۔ یوں یہ اتنی طویل بھی نہیں ہو گی اور نہ اتنی اکتا دینے والی، ویسے میں ایک بار پھر اتنا عرض کئے دیتا ہوں کہ الیوشا نے اپنی تحریر میں سابقہ گفتگوؤں کی متعدد باتیں شامل کر دی تھیں۔

2

خلد آشیاں مثالی مقدس اعلیٰ حضرت راہب و پادری[92] اور ستارتس کی حیات کے چند اجزا اس کی اپنی زبانی جیسا کہ الیکسی فیودورووچ کرامازوف نے انہیں تحریر کیا تھا

سوانحی معلومات

(الف) فادر زوسیما کے جوانا مرگ بھائی کے بارے میں

میرے عزیز آباء و اساتذہ، میں ایک دور دراز کے شمالی صوبے کے قصبے 'و' میں پیدا ہوا تھا۔ میرے والد کا تعلق طبقۂ اشراف سے تھا لیکن یہ اشراف نہ تو اونچے درجے کے تھے اور نہ انہیں کوئی امتیازی مقام حاصل تھا۔ ابھی میں دو سال کا تھا کہ میرے والد ماجد کا انتقال ہو گیا اور مجھے وہ بالکل یاد نہیں۔ وہ اپنے پیچھے میری ماں کے لئے ایک درمیانے درجے کا چوبی مکان، کچھ پونجی اور چھوٹی موٹی جائیداد چھوڑ گئے۔ ساری املاک کی مالیت بہت زیادہ تو نہیں تھی تاہم وہ میری ماں اور اس کے بچوں کی ضروریات پورا کرنے کے لئے کافی تھی۔ یہ بچے تعداد میں دو تھے۔ ان میں سے ایک تو میرا بھائی مارکل تھا اور دوسرا میں خود ــــ میرا نام زنوبی تھا۔ میرا بھائی مجھ سے تقریباً آٹھ سال بڑا تھا، وہ

فطرتاً شعلہ خو اور تنگ مزاج تھا لیکن وہ دل کا نیک اور مشفق تھا۔ کبھی دوسروں پر طنز نہیں کرتا تھا اور عجیب بات یہ ہے کہ خاموش طبع تھا، خاص طور پر گھر میں میری، اپنی اماں اور ملازموں کی موجودگی میں بہت کم زبان کھولتا تھا۔ وہ سکول میں بہت اچھی پڑھائی کرتا تھا مگر دوسرے لڑکوں کے ساتھ گھلتا ملتا نہیں تھا، ویسے وہ ان کے ساتھ جھگڑتا بھی نہیں تھا۔ بہر حال میری اماں اس کا یہی خاکہ کھینچا کرتی تھی۔ اپنی وفات سے چھ ماہ قبل، جب وہ پہلے ہی سترہ سال کی حد عبور کر چکا تھا اس نے ہمارے قصبے میں مقیم ایک سیاسی جلاوطن کے ہاں آنا جانا شروع کر دیا تھا — یہ شخص دوسروں سے الگ تھلک بالکل تن تنہا رہتا تھا۔ اسے غیر روایتی خیالات کی وجہ سے ماسکو سے جلاوطن کر دیا گیا تھا۔ وہ عالم فاضل شخص تھا اور کسی زمانے میں یونیورسٹی کا ممتاز و معروف فلسفی تھا۔ کوئی ایسی بات ہوئی کہ وہ مارکل کو پسند کرنے اور اسے اپنے گھر بلانے لگا۔ نوجوان مسلسل اپنی شامیں اس کے ہاں گزارنے لگا اور یہ سلسلہ ساری سردیوں کے دوران میں چلتا رہا تا آنکہ جلاوطن کو خود اس کی اپنی درخواست پر سینٹ پیٹرزبرگ میں کسی سرکاری عہدے پر تعینات کر دیا گیا جہاں اس کے چند چاہنے والے اور مدد کرنے والے دوست موجود تھے۔

ایام صیام (Lent) (93) شروع ہو گئے لیکن مارکل روزے نہیں رکھتا تھا، وہ تو الٹا ان کا ٹھٹھا اڑاتا اور ان کے بارے میں گستاخانہ رویہ اختیار کیے رکھتا تھا۔ "یہ بالکل خرافات ہیں،" وہ کہا کرتا تھا، "اور خدا بھی کہیں موجود نہیں۔" اس پر ہماری اماں، ہمارے ملازمین اور خود میں بھی دہشت زدہ رہ جاتے۔ حالانکہ میں خاندان میں سب سے چھوٹا تھا اور میری عمر بھی ابھی صرف نو سال ہوئی تھی، اس کے یہ الفاظ سن کر مجھ پر شدید خوف طاری ہو جاتا۔ ہمارے چار ملازم تھے، وہ چاروں زرعی غلام تھے اور انہیں کسی زمیندار کے نام پر، جو ہمارا واقف تھا، خریدا گیا تھا۔ ان میں سے ایک باورچن افیمیا تھی۔ وہ بزرگ عورت تھی اور ذرا لنگڑا کر چلتی تھی۔ مجھے اب تک یاد ہے کہ میری اماں نے اسے ساٹھ کاغذی روبل (93۔الف) کے عوض فروخت کر دیا تھا اور اس کی جگہ ایک ایسی ملازمہ رکھ لی تھی جو رقم دے کر اپنی آزادی حاصل کر چکی تھی۔

لینٹ کے چھٹے ہفتے میرے بھائی کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی — وہ صحت مند تو کبھی بھی نہیں رہا تھا، اس کی جسمانی ساخت کمزور اور پھیپھڑے خراب تھے، چھاتی میں بلغم جمی رہتی تھی اور وہ شکل صورت سے مدقوق نظر آتا تھا۔ وہ اگرچہ کشیدہ قامت تھا اور اس کے خدوخال بہت خوب صورت تھے لیکن اصلاً وہ تھا سینک سلائی اور نحیف و ناتواں۔ اسے لازماً سردی لگ گئی ہو گی کیونکہ فوری طلبی پر جب ڈاکٹر آیا اس نے مریض پر ایک نظر ڈالتے ہی میری اماں کو مطلع کر دیا کہ اس کی تپ دق روز بروز بگڑتی جا رہی ہے اور اس کے موسم بہار کے اختتام تک زندہ بچنے کے

امکانات کم ہی ہیں۔ میری اماں زار و قطار رونے اور میرے بھائی سے التجا کرنے لگی (وہ یہ کام بہت احتیاط سے کر رہی تھی کہیں میرا بھائی خوف زدہ ہی نہ ہو جائے) کہ وہ روزے رکھنا شروع کر دے، گرجے جایا کرے، اپنے گناہوں کا اعتراف کرے اور عشائے ربانی میں شرکت کرے کیونکہ ابھی اس میں چلنے پھرنے کی سکت تھی۔ یہ سن کر اس کا پارہ چڑھ گیا اور وہ عیسائیت پر تبرے بھیجنے لگا، مگر کچھ ہی دیر بعد سوچ بچار میں مستغرق ہو گیا کیونکہ اسے فوراً احساس ہو گیا تھا کہ وہ خطرناک طور پر بیمار ہے اور یہی وجہ ہے کہ اماں چاہتی ہے کہ جب تک اس میں سکت ہے، وہ روزے رکھے، گرجے جائے اور عشائے ربانی میں شرکت کرے۔ یہ بات یقینی ہے کہ اسے کافی عرصے سے خود بھی معلوم تھا کہ وہ بیمار ہے اور اس نے گزشتہ سال اماں اور مجھ سے قدرے لاابالی پن سے کہا تھا: "میں اس دنیا میں کوئی زیادہ عرصہ آپ لوگوں کے درمیان گزارنے نہیں آیا، غالباً میں تو یہ سال بھی نہیں نکال سکوں گا۔" اور اس کے یہ الفاظ الہامی ثابت ہوئے۔

تین دن بیت گئے اور یاد اذیت کے ایام شروع ہو گئے۔ اور منگل کے روز سے میرے بھائی نے روزے رکھنا اور گرجے جانا شروع کر دیا۔ "اماں، سچی بات یہ ہے کہ میں یہ سب کچھ آپ کی خاطر، آپ کا دل رکھنے، آپ کو خوش کرنے اور آپ کو شانتی پہنچانے کے لئے کر رہا ہوں۔" اماں مسرت اور ملال کے ملے جلے جذبات کی کیفیت میں رونے لگی، "اگر اس کی یہ کیفیت ہو گئی ہے اور اس میں یہ تبدیلی آ گئی ہے، پھر یقیناً اس کا انجام قریب ہی ہو گا۔" مگر بہت جلد وہ وقت آ گیا جب اس کے لئے گرجے جانا ناممکن ہو گیا؛ وہ بستر سے لگ گیا، اس نے گھر پر ہی (اپنے گناہوں کا) اعتراف کیا، پاک روٹی کھائی اور مقدس شراب پی۔

چونکہ اس سال ایسٹر تاخیر سے آیا تھا، اس لئے فضا میں بہار کی بوباس بس چکی تھی اور دن روشن تر ہونے لگے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ وہ سارا سارا دن کھانستا رہتا تھا اور بڑی مشکل سے کوئی جھپکی لے پاتا تھا، مگر جب صبح طلوع ہوتی وہ ہمیشہ پورا لباس پہن لیتا اور آرام کرسی پر بیٹھنے کی کوشش کرتا۔ مجھے اس کا وہاں چپ چاپ عاجزانہ، مسکراتے انداز سے بیٹھنا صحیح صحیح یاد ہے اور اگرچہ وہ بیمار تھا اس کا چہرہ مسرت و شادمانی سے چمکتا دمکتا رہتا تھا۔ وہ روحانی طور پر کاملاً تبدیل ہو چکا تھا — یہ تھی وہ شاندار اور زبردست کایا کلپ جو اچانک اس پر وارد ہوئی تھی! ہماری بوڑھی انا اس کے کمرے میں داخل ہوتی اور کہتی، "جانی، لاؤ، میں تمہارے ایقونے کے سامنے شبیہ شمع روشن کر دوں۔" پہلے وہ اسے کبھی اس کی اجازت نہیں دیتا تھا بلکہ اگر وہ جلا بھی دیتی تو اسے بجھا دیتا تھا۔

"ہاں، انا، جلا دو۔ جب میں منع کیا کرتا تھا تو میں بہت بری حرکت کا مرتکب ہوتا تھا۔ جب تم شمع روشن کرو، میرے لئے خداوند سے دعا کرنا، اور میں خوش ہو کر تمہارے لئے دعا کروں گا۔ اس کا

مطلب یہ ہوگا کہ ہم ایک ہی خدا سے دعا کر رہے ہیں۔"

اس کے یہ الفاظ ہمیں بہت عجیب لگتے۔ اماں اپنے کمرے میں چلی جاتی، جی بھر کر روتی، اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرتی، آنکھیں پونچھتی اور ہشاش بشاش نظر آنے کی کوشش کرتے اس کے کمرے میں واپس آ جاتی۔ "اماں، پیاری اماں، آپ کیوں روتی ہیں؟" وہ کہا کرتا تھا "میں ابھی بہت لمبا عرصہ جیوں گا اور آپ کی خوشیوں میں شریک ہوتا رہوں گا اور زندگی، آپ کو معلوم ہی ہے کہ زندگی خوشی و مسرت سے مالا مال ہے۔"

"آہ، میری جان، تم ساری رات بخار میں پھنکتے رہتے اور کھانس کھانس کر اپنا برا حال کر لیتے ہو، تمہیں خاک خوشی ملتی ہوگی۔"

"اماں،" وہ کہا کرتا، "آپ مت روئیں، زندگی تو جنت ہے اور ہم سب جنت میں ہیں، صرف ہم یہ بات تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں؛ لیکن اگر ہم اسے تسلیم کر لیں، پھر کل ہی ہمیں دھرتی پر جنت مل جائے گی۔"

اور اس کے الفاظ پر ہم سب حیران رہ جاتے کیونکہ وہ اتنے عجیب و غریب انداز سے اور پورے تیقّن سے بات کرتا تھا؛ ہمارے دل موم کی طرح نرم ہو جاتے اور ہماری آنکھوں سے اشک رواں ہو جاتے۔ ہمارے ہمسائے اور دوست ہمیں ملنے چلے آتے۔ "میرے عزیز، مہربان دوستو،" وہ ان سے کہتا، "میں آپ کی محبت کا مستحق نہیں، آخر میں نے کیا ہی کیا ہے؟ آپ حضرات مجھ جیسے شخص پر اتنا پیار کیوں نچھاور کرتے ہیں اور میں نے اس پیار کو پہلے کیوں نہ پہچانا، پہلے اس کی کیوں قدر نہ کی؟"

جو ملازمین اس کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے، وہ ان سے بار بار کہا کرتا، "میرے عزیزو، میرے پیارو، آخر تم لوگ میری خدمت کیوں کرتے ہو؟ کیا میں اس کا مستحق ہوں کہ میری خدمت کی جائے؟ اگر خداوند نے مجھ پر ترس کھایا اور اس نے مجھے زندہ رکھا، میں خود تمہاری خدمت کیا کروں گا کیونکہ ہم سب کو ایک دوسرے کی خدمت کرنا چاہئے۔" جب اماں یہ باتیں سنتی تو وہ اپنا سر جھٹکنے لگتی، "میری جان، یہ تمہاری بیماری ہے جو تم سے اس قسم کی باتیں کرا رہی ہے۔"

"اماں،" وہ جواب دیتا، "اماں، آپ تو میرے دل کا قرار ہیں؛ یہ تو ممکن نہیں مگر (اس دنیا میں) نہ آقا ہوں نہ ملازم ہوں، مگر جس طرح وہ میرے ملازم ہیں اور میری خدمت کرتے ہیں، اسی طرح میں ان کا ملازم بنتا اور ان کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ اور اماں، میں ایک اور بات آپ کو بتانا چاہتا ہوں: ہم سب ایک دوسرے کے گنہگار ہیں اور اس معاملے میں میں تو سب سے بڑا گنہگار ہوں۔"

اس کی یہ باتیں سن کر اماں مسکرائے بنا نہ رہ سکتی، وہ محض مسکراتی اور آنسو بہاتی رہتی۔ "تم دوسروں کی نسبت کیوں زیادہ گنہگار ہو؟ دنیا میں قاتل اور چور بھی ہیں، آخر تم نے ان لوگوں کا کیا بگاڑا ہے کہ اپنے آپ کو دوسروں کی نسبت زیادہ الزام دے رہے ہو؟"

"پیاری اماں، میری جان سے عزیز اماں، خوب صورت روح کی مالک اماں،" وہ کہا کرتا (وہ پیار کے اس قسم کے الفاظ، اس طرح کے غیر متوقع الفاظ استعمال کرنے لگا تھا)، "میں آپ کو بتا رہا ہوں: واقعی ہم میں سے ہر ایک دوسروں کے گناہوں کا مجرم ہے۔ مجھے کچھ نہیں آ رہا کہ میں آپ کے سامنے اس کی وضاحت کیسے کروں لیکن مجھے اس کی صداقت اپنی رگ رگ میں اس طرح محسوس ہوتی ہے کہ اس سے مجھے اذیت ہونے لگتی ہے۔ یہ کیسے ہوا کہ ہم سب اکٹھے رہتے رہے، ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے رہے اور یہ بات نہ سمجھ پائے؟" وہ جب نیند سے بیدار ہوتا تھا تو اس قسم کی باتیں کرنے لگتا تھا اور یوں وہ ہر دن کے ساتھ پہلے کی نسبت کہیں زیادہ نرم دل، خوش باش اور محبت سے لبریز ہوتا چلا گیا۔ کبھی کبھار بوڑھا جرمن ڈاکٹر، جس کا نام آئزن شمٹ تھا، آ جاتا۔

"خیر، ڈاکٹر صاحب،" وہ مذاق مذاق میں اس سے پوچھتا، "کیا میں اس دنیا میں مزید ایک دن زندہ رہوں گا؟"

"تم ایک دن نہیں، بلکہ کئی دن، کئی مہینے، کئی سال زندہ رہو گے!" ڈاکٹر جواب دیتا۔

"سال اور مہینے!" وہ جواب دیتا، "خیر! آخر دنوں کا شمار کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اس ساری مسرت کا، جو یہاں موجود ہے، تجربہ کرنے کے لئے ایک ہی دن کافی ہے۔ میرے پیارو، ہم لڑتے جھگڑتے کیوں ہیں۔ ایک دوسرے کے سامنے ڈینگیں کیوں لیتے ہیں، اپنے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف بغض کیوں پالتے ہیں؟ آئیں، سیدھے پھلواڑی میں چلیں، اکٹھے چہل قدمی کریں، مزے کریں، لطف اٹھائیں، ایک دوسرے کو چومیں اور اپنے زندہ ہونے پر خوشیاں منائیں۔"

"تمہارا یہ بیٹا زیادہ دیر اس دنیا میں نہیں رہے گا،" ڈاکٹر اماں سے کہتا جب وہ اسے دروازے پر چھوڑنے آتی تھی۔ "اس کا مرض اس کے دماغ پر اثر انداز ہونے لگا ہے۔"

اس کے کمرے کی کھڑکیاں باغیچے میں کھلتی تھیں۔ ہمارا باغ سایہ دار تھا۔ اس میں بہت پرانے درخت تھے جن پر موسم بہار میں شگوفے پھوٹنے لگے تھے۔ سرما کے بعد جلدی آنے والے پرندے شاخوں پر بسیرا کرنے اور اس کی کھڑکی کے آس پاس چہچہانے اور گنگنانے لگے تھے۔ اور جب اس کی ان پر نظر پڑتی، وہ ان کی تحسین کرنے اور ان سے بھی معذرت خواہ ہونے لگتا، "خداوند کے ننھے پرندو، مسرت کے ننھے پیغام رسانو، تم بھی مجھے معاف کر دو کیونکہ میں تمہارا بھی گنہگار ہوں۔" یہ

ایک ایسی چیز تھی جو اس وقت ہم میں سے کوئی بھی سمجھ نہ سکا لیکن وہ خوشی سے روتا اپنی کہتا رہتا:
"میرے گردوپیش اتنی شانِ کبریائی ـــ پرندے اور درخت، چراگاہیں، افلاک ـــ تھی، صرف میں ہی ذلت کی زندگی بسر کرتا رہا، صرف میں نے ہر چیز کا تقدس ناپاک کیا اور جمال وجلال کا مشاہدہ کرنے میں بھی ناکام رہا۔"

"تم اپنے اوپر اتنے گناہوں کا بوجھ لاد رہے ہو" اماں کہتی اور رونے لگتی۔

"میری پیاری اماں، میری مسرت کے سرچشمے، میں غم کی وجہ سے نہیں بلکہ خوشی کے عالم میں رو رہا ہوں؛ میں ان کے سامنے اپنے جرم کا اعلان کرنا چاہتا ہوں لیکن میں آپ کو یہ نہیں سمجھا سکتا کہ ان کے ساتھ محبت کیسے کی جانا چاہئے کیونکہ خود مجھے بھی اس کا علم نہیں۔ اگرچہ میں ہر ایک کا گنہگار ہوں مجھے یقین ہے کہ مجھے معاف کیا جائے گا اور یہی جنت ہے۔ کیا اب میں جنت الفردوس میں نہیں؟"

اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ تھا جو نہ تو مجھے یاد آ رہا ہے اور نہ جسے قلم بند کیا جا سکتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ میں اکیلا اس کے کمرے میں چلا گیا تھا جب وہاں کوئی اور نہیں تھا۔ یہ ایک سہانی اور چمکیلی شام تھی، سورج غروب ہو رہا تھا اور اس کی ترچھی کرنوں نے سارا کمرہ منور کر دیا تھا۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے اپنی طرف بلایا جسے دیکھ کر میں اس کی جانب بڑھا، اس نے اپنے دونوں ہاتھ میرے شانوں پر رکھے اور بڑی ملائمت اور شفقت سے میرے چہرے کو بغور دیکھنے لگا؛ ایک منٹ تک اس نے مجھ سے کچھ نہ کہا، بس مجھے دیکھتا رہا: "خیر، اب تم جاؤ، جاؤ اور کھیلو، اور میری طرف سے بھی زندہ رہو اور زندگی سے لطف اٹھاؤ!"

میں اس کے کمرے سے نکلا اور کھیلنے باہر چلا گیا۔ بعدازاں مجھے باچشمِ نم بار بار یاد آیا کہ اس نے مجھے کس طرح اپنی طرف سے بھی زندہ رہنے اور زندگی سے لطف اندوز ہونے کی تلقین کی تھی۔ وہ اس قسم کی مزید تعجب انگیز اور مسرت افزا باتیں کرتا رہا جو تاہم اس وقت ہمارے لئے ناقابلِ فہم تھیں۔ وہ ایسٹر کے بعد تیسرے ہفتے کے دوران میں خداوند کو پیارا ہو گیا۔ وہ پوری طرح اپنے ہوش وحواس میں تھا اور اگرچہ اس نے بولنا بند کر دیا تھا لیکن خود اس میں آخر دم تک کوئی تبدیلی نہ آئی۔ وہ خجستہ وفرخندہ نظر آتا رہا۔ اس کی آنکھیں اپنے اندر شادمانی سموئے ہمیں ڈھونڈتی رہیں، وہ مسکراتے اور ہاتھوں سے اشارے کرتے ہمیں اپنی طرف بلاتا رہا۔ قصبے میں بھی اس کی موت کے بہت چرچے ہوئے۔ اس وقت ان باتوں کا مجھ پر کوئی خاص اثر نہ ہوا حالانکہ جب اس کی تجہیز وتکفین عمل میں آئی تھی میری آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی تھی۔ میں بہت چھوٹا تھا، بچہ ہی تو تھا لیکن یہ سب کچھ اس طرح میرے دل پر نقش ہو گیا کہ مٹائے مٹ نہ سکا اور اس کا احساس ہمیشہ

میرے ساتھ رہا۔ وقت آنے پر اس نے کبھی نہ کبھی اپنا اظہار کرنا تھا اور درحقیقت ہوا بھی یہی۔

(ب) ان مقدس صحائف کا ذکر جو فادر زوسیما کی زندگی پر اثر انداز ہوئے

میری اماں اور میں اب تنہا رہ گئے تھے۔ بہت جلد ہمارے پڑوسیوں اور دوستوں نے (میری اماں کو) مشورے دینا شروع کر دیے۔ "دیکھو" وہ کہتے، "اب تمہارا صرف ایک ہی بیٹا رہ گیا ہے اور تم غریب بھی نہیں ہو؛ تمہاری اچھی بھلی آمدنی ہے، تو تم وہی کچھ کیوں نہیں کرتیں جو دوسرے کرتے ہیں کہ اپنے بیٹے کو سینٹ پیٹرزبرگ بھیج دو۔ اگر وہ یہیں پڑا رہا پھر تم شاید اسے زندگی میں ترقی کرنے کے مواقع سے محروم کر دو گی۔" اور انہوں نے میری اماں کو صلاح دی کہ وہ مجھے سینٹ پیٹرزبرگ کی کیڈٹ کور میں بھرتی کرا دے تاکہ میں بعد میں امپیریل گارڈز میں شامل ہو سکوں۔ میری اماں کافی مدت تک پس وپیش میں مبتلا رہی: وہ اپنے آخری بیٹے سے کیسے علیحدگی اختیار کر سکتی تھی۔ اگرچہ اسے بہت آنسو بہانا پڑے، تاہم اس اُمید میں کہ اس سے شاید میرے مستقبل کے امکانات روشن ہو جائیں گے، اس نے (سینے پر پتھر رکھ کر بہی خواہوں کی رائے پر عمل کرنے کا) فیصلہ کر لیا۔ وہ مجھے سینٹ پیٹرزبرگ لے گئی اور مجھے بھرتی کرا آئی، اور میری اس سے دوبارہ بھی ملاقات نہ ہوئی کیونکہ تین ہی سال بعد اس کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس کی پیش از وقت موت کا سبب یہ تھا کہ وہ ان تین سالوں کے دوران میں ہم دونوں کے متعلق غم کھاتی اور پریشان ہوتی رہی تھی۔

اپنے آبائی گھر کی قیمتی بیش بہا یادیں میرے پاس رہ گئی ہیں کیونکہ کوئی بھی یادیں ان یادوں سے زیادہ بیش بہا نہیں ہو سکتیں جن کا تعلق کسی شخص کے اس آبائی گھر سے ہوتا ہے جس میں اس نے اپنا بچپن گزارا ہو۔ گھر میں محبت اور ہم آہنگی کا کتنا ہی فقدان کیوں نہ ہو، یہ بات پھر بھی ہمیشہ درست ہوتی ہے۔ آدمی چاہے تو بدترین خاندانوں کی قیمتی یادیں بھی اپنے دل میں محفوظ رکھ سکتا ہے بشرطیکہ اس کی روح میں وہ چیز تلاش کرنے کی صلاحیت ہو جسے بیش بہا قرار دیا جا سکتا ہے۔ میں اپنے گھر کی یادوں میں مقدس صحائف بھی شامل کرتا ہوں جن کا میں اپنے بچپن کے زمانے میں بھی بڑے ذوق وشوق سے مطالعہ کیا کرتا تھا۔ مقدس صحائف کے متعلق میرے پاس ایک باتصویر کتاب تھی۔ اس کا عنوان "پرانے اور نئے عہد ناموں کی ایک سو چار کہانیاں" (94) تھا، اور میں نے اسی سے پڑھنا سیکھ لیا تھا۔ یہ اب بھی انتہائی قیمتی نشانی کی طرح میرے پاس موجود ہے اور اُس الماری میں پڑی ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ابھی میں اسے پڑھنے کے قابل نہیں ہوا تھا کہ صرف آٹھ

سال کی عمر میں مجھ پر پہلی مرتبہ ایک قسم کا روحانی مکاشفہ وارد ہو گیا۔ ایام یادِ مصائب (مسیح) کے سوموار کو میری اماں مجھ اکیلے کو ہی دوپہر کی عبادت کے لئے گرجے لے گئی تھی (مجھے یاد نہیں اس وقت میرا بھائی کہاں تھا)۔ اس روز دھوپ نکلی ہوئی تھی اور جب میں اسے یاد کرتا ہوں مجھے عودان سے از سرِ نو بخورات اٹھتے اور چپ چاپ فضا میں بکھرتے نظر آنے لگتے ہیں۔ اوپر گنبد کی تنگ کھڑکی میں سے الوہی کرنیں آ رہی اور ہمیں نہا رہی تھیں۔ عود کے بخورات موج در موج اوپر اٹھتے، ان کا استقبال کرتے اور پھر ان میں جذب ہوتے نظر آتے۔ میں جذباتی کیفیت میں ان کا مشاہدہ کرتا رہا اور زندگی میں اولین بار خدا کے کلام کے معنی کا بیج میری روح میں اترنے لگا۔ ایک نوجوان گرجے کے وسطی حصے (nave) میں آیا۔ اس کے ہاتھ میں اتنی ضخیم کتاب تھی کہ مجھے اندیشہ ہونے لگا کہ اس سے سنبھالی نہیں جائے گی۔ اس نے اسے ایستادہ رحل (95) پر رکھا، کھولا اور پڑھنا شروع کر دیا۔ اچانک زندگی میں اولین بار، پہلی بار میری سمجھ میں آیا کہ خانۂ خدا میں کیا پڑھا جاتا ہے۔ عوض کی سرزمین (96) میں ایک شخص تھا، وہ راست باز اور پرہیزگار تھا۔ وہ کثیر دولت کا مالک تھا، اس کے پاس بے شمار اونٹ، بھیڑیں اور گدھیاں تھیں۔ اس کے بچے ناز و نعم میں پل رہے تھے اور خوب عیش کرتے تھے، اور وہ ان سب سے بہت پیار کرتا تھا۔ اور وہ ان کے لئے دن رات دعائیں کرتا رہتا تھا کہ وہ عیش کرتے کرتے کہیں گناہوں کی دلدل میں نہ پھنس جائیں۔ پھر ایک دن شیطان خدا کے فرزندوں کے ساتھ خداوند کے حضور پیش ہوا اور خداوند سے گویا ہوا کہ وہ ساری دنیا اور پاتال کے تمام خطوں میں بھی گھوم پھر آیا ہے۔ "کیا تو میرے بندے ایوب (96۔الف) سے ملا ہے؟" اور خداوند نے اپنے عظیم اور پارسا بندے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بڑے فخر سے کہا: "دیکھا تو نے، وہ کتنا کامل اور راست باز ہے۔" اس پر شیطان نے کہا: "تو اسے میرے حوالے کر دے اور تو دیکھے گا کہ تیرا یہ بندہ تیرے خلاف باتیں کرے گا اور تیرے نام پر لعنت بھیجے گا۔" (97) اور خداوند نے اپنے راست باز بندے کو، جس سے وہ اتنا پیار کرتا تھا، شیطان کی تحویل میں دے دیا اور ایکا ایکی یوں ہوا جیسے بادلوں میں بجلی کڑکنے لگی ہو، شیطان نے ایوب کے بیٹوں اور مویشیوں کو جلا کر بھسم کر دیا اور اس کی املاک چاروں طرف بکھیر دیں۔ اس پر ایوب نے اپنا پیراہن چاک کیا، زمین پر گر کر سجدہ ریز ہوا اور کہا: "ننگا میں اپنی ماں کے پیٹ سے نکلا اور ننگا ہی واپس زمین کے اندر چلا جاؤں گا: خداوند نے دیا اور خداوند نے ہی لے لیا۔ خداوند کا نام مبارک ہو، اب بھی اور ہمیشہ کے لئے بھی۔"

آباء و اساتذہ، آپ میرے ان آنسوؤں سے درگزر کریں — مجھے یوں نظر آ رہا ہے جیسے میرا سارا بچپن واپس لوٹ آیا ہو اور میرا سینہ اچھل رہا ہے جیسے آٹھ سال کی نازک عمر میں اچھلا کرتا تھا

اور مجھے پھر ویسی ہی ہیبت، حیرت، کنفوژن اور شادمانی محسوس ہونے لگی ہے۔ اور مجھے اپنے تخیل میں اونٹ ہی اونٹ نظر آنے لگے تھے اور شیطان بھی جو خداوند سے اس طرح ہم کلام ہوا تھا، اور خود خداوند بھی جس نے اپنے بندے کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور اسے تباہی کے غار میں دھکیل دیا تھا، اور اس کا یہ بندہ رو رو کر کہہ رہا تھا: "بابرکت ہو تیرا نام بے شک تو مجھے سزا دے رہا ہے۔" اور پھر گرجے میں موسیقی کی نرم و گداز اور مدھر تانیں ابھرنے لگیں: "کاش میری دعا قبول ہو جائے (97۔الف)۔" اس کے بعد پادری کے عودان سے عود کی لپٹیں دوبارہ بلند ہونے لگیں، عبادت گزار سجدہ ریز ہو گئے اور دعائیں مانگنے لگے! وہ وقت اور آج کا وقت، میں جب بھی یہ مقدس ترین کہانیاں پڑھتا ہوں — میں نے کل ہی یہ کتاب الماری سے نکالی تھی — میرے آنسو خود بخود چھلکنے لگتے ہیں۔ ان (کہانیوں) میں کتنی عظمت، کتنی پُراسراریت اور کتنا وہ کچھ ہے جو ناقابلِ تصور ہے۔ بعد ازاں میرا واسطہ ان لوگوں سے پڑا جو سمجھتے ہیں کہ انسان کبھی بے غرض نہیں ہوتے، وہ جو کچھ کرتے ہیں اس کے پیچھے ان کا کوئی نہ کوئی مفاد یا غرض پوشیدہ ہوتی ہے؛ اور ان لوگوں سے بھی جو ہر چیز میں مین میکھ تلاش کرتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ جھوٹا تکبر کرتے تھے اور کفر تولتے تھے: خداوند نے شیطان کی تفریح کی خاطر اپنے چہیتے بندے کو کیسے چھوڑ دیا کہ اس نے اس کے بچے اس سے چھین لئے، اسے طرح طرح کے امراض میں مبتلا کر دیا اور اس کا سارا جسم پھوڑوں سے بھر دیا، چنانچہ اسے اپنے زخموں کی پیپ صاف کرنے کے لئے ٹھیکرا استعمال کرنا پڑا۔ اور یہ سب کس لئے؟ محض اس لئے تاکہ وہ شیطان کے سامنے بڑک مار سکے: "دیکھو، میرا بندہ میری خاطر کیا کچھ جھیل سکتا ہے۔" لیکن کہانی کی عظمت ٹھیک ٹھیک اس بات میں ہے کہ یہ ایک راز ہے — یہاں ابدی صداقت کو عارضی دُنیوی اصطلاحات کے ذریعے پیش کیا جا رہا ہے۔ دُنیوی صداقت کے مقابلے میں ابدی صداقت ٹھیک ثابت کر دی گئی ہے۔ یہاں خالق نیچے ایوب پر نظر ڈالنے کے بعد ایک بار پھر اپنی تخلیق پر اتراتا ہے، ناز کرتا ہے جیسا کہ وہ تخلیق کے ابتدائی ایام کے دوران میں ہر دن کے اختتام پر کیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا: "جو کچھ میں نے تخلیق کیا ہے، اچھا ہے۔" اور ایوب نے خداوند کی تعریف کر کے نہ صرف خداوند کی بلکہ اس کی تمام مخلوقات کی بھی خدمت کی ہے جو نسلوں سے چلی آ رہی ہیں اور جن کی نسلیں ابد تک چلتی جائیں گی۔ اس نے یہ کام اس لئے کیا کیونکہ یہ اس کا مقدر ٹھہرایا جا چکا تھا۔ خدایا، کیا کتاب ہے اور کیسے کیسے اسباق پر مشتمل ہے! کیا کتاب ہے — یہ کتاب مقدس (بائبل)! انسان کو یہ کتاب ہی نہیں ملی بلکہ اس کے ساتھ اسے کیسے کیسے معجزوں اور کیسی طاقت سے بھی نوازا گیا ہے! یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے اس میں دنیا اور انسان اور انسانی فطرت اور دنیا میں موجود ہر چیز کو مورتی بنا کر پیش کر دیا گیا ہو، اور اس میں تمام زمانوں کے لئے ہر چیز کے لئے قانون

(ہدایت) موجود ہے۔ اس میں کتنے ہی اسرار منکشف اور حل کر دیئے گئے ہیں۔ خداوند ایوب کی سابق حالت بحال کر دیتا ہے اور اسے (دوبارہ) مالا مال کر دیتا ہے۔ کئی سال گزر جاتے ہیں، اور دیکھو، اس کے ہاں نئے بچے جنم لے لیتے ہیں لیکن وہ اس کے پہلے بچوں سے مختلف ہیں اور وہ ان سے محبت کرتا ہے۔ ''مگر اف، خدایا!'' آدمی کے دل میں سوال پیدا ہوتا ہے، ''وہ اپنے ان بعد کے بچوں سے کیسے محبت کر سکتا تھا جب کہ اس کے سابقہ بچے اس سے چھین لئے گئے تھے؟ کیا وہ اپنے سابقہ بچوں کو یاد کرتے ہوئے اپنے ان بعد کے بچوں کے ساتھ خوش رہ سکتا تھا خواہ وہ اسے کتنے ہی عزیز کیوں نہ ہوں؟'' اور اگر تم لوگ حقیقت جاننا چاہتے ہو تو وہ یہ ہے: وہ (خوش) رہ سکتا تھا بالکل رہ سکتا تھا۔ انسانی زندگی کے عظیم راز کے ذریعے پرانا غم بتدریج پُرسکون اور نرم ولطیف مسرت میں تبدیل ہو جاتا ہے: شتاب پسند اور جوشیلے شباب کی جگہ انکسار پسند اور غور وفکر کرنے والا بڑھاپا لے لیتا ہے۔ ہر روز جب سورج طلوع ہوتا ہے میں اسے برکت دیتا ہوں، اس کے لئے دعائے خیر کرتا ہوں اور پہلے کی طرح اس کی تعریف میں گنگنانے لگتا ہوں مگر اب مجھے اس کا غروب، اس کی لانبی، ترچھی کرنیں زیادہ پیاری معلوم ہونے لگی ہیں، ان کے ساتھ میرے ذہن میں اپنی طویل اور پُرمسرت زندگی کی نرم ولطیف اور تسکین بخش یادیں اور تصویریں ابھرنے لگتی ہیں جو مجھے بے حد عزیز ہیں — اور ان سب سے بڑھ کر مجھے وہ الوہی صداقت یاد آنے لگتی ہے جو شفا بخشتی ہے، آشتی کی ضامن ہے اور سب کچھ معاف کر دیتی ہے! میں جانتا ہوں، میں سمجھتا ہوں کہ میری زندگی کا چراغ گل ہونے کو ہے، لیکن مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ میری دنیوی زندگی کا ہر جاتا دن مجھے مستقبل کی نئی، لامتناہی اور غیر معلوم زندگی کے قریب سے قریب تر کرتا جا رہا ہے جس کو پیشگی بھانپتے ہوئے میری روح وجد کے عالم میں اچھلنے، میرے دماغ کے جالے صاف ہونے اور میرا دل خوشی سے رونے لگتا ہے...

دوستو اور اساتذہ کرام، میں نے اکثر اور حال ہی میں پہلے کی نسبت کہیں زیادہ تواتر سے سنا ہے کہ ہمارے ہر مقام کے پادری، خاص طور پر وہ جو دیہاتوں میں کام کرتے ہیں، اکثر بڑے تندو تلخ لہجے سے شکایت کرتے رہتے ہیں کہ ان کے ذرائع آمدنی قلیل اور معاشرے میں مقام فروتر ہے۔ وہ زبانی کلامی ہی نہیں، مطبوعہ تحریروں میں بھی — میں نے یہ تحریریں خود پڑھی ہیں — کھلم کھلا دعویٰ کرتے رہتے ہیں کہ چونکہ ان کی تنخواہیں اتنی قلیل ہیں کہ وہ اپنا ٹھیک طرح سے گزارہ بھی نہیں کر سکتے، چنانچہ وہ لوگوں کے سامنے خدا کے صحائف کی تفسیر کرنے سے قاصر ہیں اور اگر بدعتی اور لوتھر کے پیروکار ان کے ریوڑ کو اپنی چکنی چپڑی باتوں سے ورغلاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں، ''یہ تو ہونا ہی تھا کیونکہ ہماری تنخواہیں اتنی کم ہیں۔'' ''خدایا!'' میں دعا مانگنے لگتا ہوں، ''ان کی آمدنی بڑھا دے

جو انہیں اتنی عزیز ہے'' (ویسے ان کی شکایت واقعی صحیح ہے) لیکن میں آپ لوگوں سے صحیح عرض کرتا ہوں: اگر اس صورت حال کے لئے کسی کو مورد الزام قرار دیا جا سکتا ہے تو آدھا الزام ہم پر آئے گا۔ چلیں، ہم فرض کر لیتے ہیں کہ ان کے پاس وقت کی کمی ہے اور وہ یہ دعویٰ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ وہ ہمہ وقت دنیوی کام (98) اور کلیسا کے مذہبی فرائض کے بوجھ تلے دبے رہتے ہیں، لیکن یقیناً وہ ہر وقت تو اپنے دھندوں میں مصروف نہیں رہتے ہوں گے کہ انہیں سارے ہفتے کے دوران میں کم از کم ایک گھنٹا بھی نہ مل سکے جس میں وہ خدا کو یاد کر سکیں اور اس کے متعلق سوچ بچار کر سکیں۔ اور نہ وہ پورا سال کام کرتے رہتے ہوں گے۔ چنانچہ (میں تجویز پیش کرتا ہوں) انہیں ہفتے کے دوران میں ایک شام اور کسی کو نہیں، تو کم از کم بچوں کو اپنے ہاں اکٹھا کر لینا چاہئے — (دھیرے دھیرے) ان بچوں کے باپوں کو بھی اس کی خبر ہو جائے گی اور جلد یا بدیر وہ بھی آنا شروع ہو جائیں گے۔ اور اس مقصد کے لئے لمبے چوڑے ہال تعمیر کرنے کی بھی ضرورت نہیں، آپ انہیں چھوٹے موٹے مکانوں، اپنی چھوٹی موٹی رہائش گاہوں میں بھی بلا سکتے ہیں۔ آپ گھبرائیں نہیں، وہ آپ کے گھر کا ناس نہیں ماریں گے، وہ آپ کے ساتھ ایک ہی گھنٹا تو ٹھہریں گے۔ یہ کتاب کھولیں اور سیدھی سادی زبان میں ان کے سامنے اس کی خواندگی شروع کر دیں، آپ دون کی نہ لیں اور نہ اپنے آپ کو ان سے برتر خیال کریں، فروتنی برتیں اور گرم جوشی کا مظاہرہ کریں، کتاب اس طرح نہ پڑھیں جیسے یہ آپ پر کوئی بوجھ ہو بلکہ اس سے لطف اندوز ہوتے نظر آئیں۔ آپ کو اس بات پر خوشی محسوس ہونا چاہئے کہ وہ آپ کو پڑھتے سن رہے اور سمجھ رہے ہیں۔ جب کوئی ایسا لفظ آ جائے جو ان سیدھے سادے لوگوں کے فہم سے بالا ہو تو رک جائیں اور اس کی تشریح کر دیں، لیکن پریشان ہونے کی ضرورت نہیں وہ سب کچھ سمجھ جائیں گے کیونکہ جو لوگ صحیح معنوں میں (دین پر) ایمان رکھتے ہوں، وہ ہر بات سمجھ لیتے ہیں! انہیں ابراہام اور سارہ (99)، اسحاق اور ربقہ (100) کی کہانیاں پڑھ کر سنائیں، انہیں بتائیں کہ کس طرح یعقوب لابن (101) کے پاس گیا اور کس طرح اس نے خواب میں فرشتے سے زور آزمائی کی تھی اور کہا تھا: ''یہ کیسی بھیانک جگہ ہے!'' (102) اور آپ سیدھے سادے دین دار لوگوں کو بے حد متاثر کر دیں گے۔ ان لوگوں، خاص طور پر بچوں کو پڑھ کر سنائیں کہ کس طرح بھائیوں نے اپنے ہی قابل قدر اور قابل محبت بھائی یوسف (103) کو، جو خواب دیکھا کرتا تھا اور عظیم پیغمبر تھا، غلامی میں بیچ دیا تھا اور پھر انہوں نے کس طرح اپنے باپ کو اس کے خون آلود کپڑے دکھاتے ہوئے کہا تھا کہ اسے کوئی جنگلی درندہ چیر پھاڑ کر کھا گیا ہے۔ انہیں پڑھ کر سنائیں کہ بعد ازاں کس طرح اس کے بھائی اناج خریدنے مصر گئے مگر اسے پہچان نہ پائے اور کس طرح یوسف نے، جو اب بڑا حاکم بن چکا تھا،

انہیں اذیتیں پہنچائیں، ان پر چوری کا الزام لگایا (104)، ان کے بھائی بنیمین کو روک لیا اور اس نے یہ سب کچھ ان کی محبت کی خاطر کیا: "میں تمہیں اس لئے اذیتیں دیتا ہوں کیونکہ میں تم سے محبت کرتا ہوں:" کیونکہ اپنی ساری زندگی کے دوران میں وہ کبھی یہ فراموش نہ کر سکا کہ اسے جھلسا دینے والے صحرا میں کسی کنوئیں کے قریب تاجروں کے ہاتھ فروخت کر دیا گیا تھا اور پھر کس طرح منتیں کرتے ہوئے اس نے اپنے بھائیوں سے التجا کی تھی کہ وہ کسی اجنبی دیس میں اسے غلامی میں نہ بیچیں؛ اور اب کئی سال بعد انہیں دیکھنے کے بعد وہ ان کے ساتھ دوبارہ غیر مشروط محبت کر رہا تھا، اگرچہ وہ ان سے محبت کرتا تھا، وہ انہیں سزائیں بھی دیتا اور ایذائیں بھی پہنچاتا رہتا تھا۔ آخر کار اس کے لئے اپنے دل کا درد برداشت کرنا ناممکن ہو گیا، وہ دوسرے کمرے میں چلا گیا، اپنے بستر پر لیٹ گیا اور رونے لگا۔ بعد ازاں اس نے آنکھیں پونچھیں، ہنستا مسکراتا ان کے پاس واپس آیا اور انہیں بتایا، "میں یوسف ہوں، تمہارا بھائی!" پھر مزید پڑھو کہ جب بوڑھے یعقوب کو معلوم ہوا کہ اس کا چہیتا بیٹا زندہ ہے، اس نے کس طرح خوشی منائی، کس طرح اپنا آبائی وطن چھوڑا، مصر پہنچا اور دیار غیر میں انتقال کیا اور اپنی وصیت میں ابدالآباد تک کے لئے عظیم ترین پیغام چھوڑ گیا جو اس کی ساری زندگی کے دوران میں پُراسرار طور پر اس کے مسکین اور ڈراکل دل میں پڑا رہا تھا کہ اس کے بیٹے یہوداہ (105) کے اخلاف میں سے دنیا کی عظیم ترین امید — اس کا صلح کار اور نجات دہندہ (106) — وجود میں آئے گی۔

آبا، و اساتذہ، میں آپ سے معافی کا خواستگار ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ مجھ سے ناراض نہ ہوں کہ میں بچوں کی طرح ایک ایسے موضوع پر باتیں کر رہا ہوں جو ہر کہ و مہ کو مدتوں سے معلوم ہیں اور جنہیں حقیقتاً آپ احباب مجھ سے سوگنا مہارت اور فصاحت سے سمجھا سکتے ہیں۔ میں تو محض وجد اور ولولے کی کیفیت میں بولے جا رہا ہوں؛ آپ میرے آنسوؤں سے درگزر کریں کیونکہ مجھے اس کتاب سے عشق ہے! اسے، خداوند کے قسیس کو، بھی رونے دیں اور وہ خود دیکھ لے گا کہ اس کے الفاظ پر سامعین کے قلوب کس طرح دھڑکنے لگے ہیں۔ ضرورت صرف ایک ننھے منے، معمولی بیج کی ہے: اگر وہ یہ بیج اس کے دل میں بو دیتا ہے، یہ مرے گا نہیں، بلکہ یہ اس کی ساری زندگی اس کے دل میں زندہ رہے گا: یہ وہاں تاریکی میں، اس کے گناہوں کی سڑاند میں ایک روشن نقطے کی طرح، ایک عظیم یاددہانی کی طرح چھپا رہے گا۔ زیادہ وضاحتیں کرنے، زیادہ تفصیلات بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، بالکل کوئی ضرورت نہیں: وہ ہر چیز آسانی سے سمجھ جائے گا۔ آپ کہتے ہیں کہ عام سیدھا سادھا آدمی سمجھ نہیں پائے گا؟ ذرا کوشش تو کر کے دیکھیں، آگے بڑھیں اور اسے حسین و جمیل آستر (107) اور متکبر و بدماغ وشتی (107) کی رقت انگیز اور دل گداز کہانی یا پیغمبر

یوناہ (108) کے وہیل مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی حیرت انگیز اور کراماتی داستان سنائیں۔ پھر ہمارے خداوند (یسوع مسیح) کی حکایات، جو سینٹ لوقا کی انجیل میں بیان ہوئی ہیں، مت بھولیں (میں نے بھی کیا تھا یعنی ان حکایات پر خاص زور دیا تھا) اور اس کے بعد "رسولوں کے اعمال" میں سے پڑھ کر سنائیں کہ ساؤل (109) نے کس طرح عیسائیت قبول کی تھی (اس واقعے کا پڑھ کر سنایا جانا سب سے زیادہ ضروری ہے: آپ کو اس کا لازماً ذکر کرنا چاہئے) اور آخر میں انہیں "سیر الاولیا" (110) میں سے کچھ سنائیں خواہ یہ محض خدا کے بندے ایلکسی (111) کی کہانی ہو اور پھر ان لوگوں کی جنہوں نے خوشی خوشی ایذائیں جھیلیں، ان میں عظیم ترین اماں مریم مصری (112) تھی جس نے خدا کا جلوہ دیکھا اور مسیح کا علم بلند کیا تھا — اس طرح کے قصے سنا کر آپ سیدھے سادے لوگوں کے دلوں میں گھر کر جائیں گے، اور آپ کی آمدنی خواہ کتنی ہی قلیل کیوں نہ ہو، آپ کو اس کام میں فی ہفتہ ایک گھنٹا، صرف ایک گھنٹا صرف کرنا پڑے گا۔ اور قسیس خود اپنی آنکھوں سے دیکھ سکے گا کہ ہمارے عوام الناس کتنے شفیق، کتنے محبت کرنے والے اور کتنے احسان ماننے والے ہیں اور وہ اسے سوگنا معاوضہ دینے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ انہیں اپنے قسیس کا جوش و خروش، ولولہ اور شفقت یاد رہے گی، یوں وہ اس کے پادریانہ فرائض بلکہ اس کے گھریلو معاملات میں بھی خوشی خوشی اس کی مدد کریں گے اور وہ پہلے کی نسبت اس کا کہیں زیادہ احترام کریں گے — اور اس طرح اس کے اپنے حالات فوراً بہتر ہو جائیں گے۔ یہ بات اتنی عیاں ہے کہ بعض اوقات ہم اس خوف سے اس کا اظہار نہیں کرتے کہ کہیں لوگ ہمارا مذاق نہ اڑائیں لیکن حقیقت یہی ہے کہ یہ بالکل سچ ہے! جو شخص خدا پر یقین نہیں رکھتا اسے خدا کے بندوں پر بھی یقین نہیں ہوتا۔ تاہم جو لوگ خدا کے بندوں پر یقین کرتے ہیں انہیں خدا کی شان کبریائی بھی نظر آ جائے گی خواہ انہیں اس سے پہلے اس پر کبھی یقین نہ رہا ہو۔ عوام الناس اور ان کی جبلی روحانی قوت کے ماسوا کوئی چیز ہمارے دہریت پسندوں کو، جنہوں نے اپنی مادر وطن سے رشتہ توڑ لیا ہے، راہ راست پر نہیں لا سکے گی اور نہ دوبارہ عیسائیت کا حلقہ بگوش بنا سکے گی۔

اور جب تک ہم عملاً مثال پیش نہ کریں، یسوع کے کلام کا کیا فائدہ ہے؟ خدا کے کلام کے بغیر لوگ نیست و نابود ہو جائیں گے کیونکہ ان کے قلوب کلام اور ہر نوع کی اچھی اور خوب صورت چیز اس کی چاہت میں مبتلا ہیں۔

مدت مدید پہلے، تقریباً چالیس سال قبل، میں فادر انفیم کی معیت میں خانقاہ کے لئے چندے اور خیرات اکٹھی کرنے کی غرض سے روس کے طول و عرض میں گھوما پھرا، اور ایک مرتبہ ہم نے ایک بہت بڑے دریا کے کنارے پر، جس میں جہاز رانی ہو سکتی تھی، چند مچھیروں کے ساتھ رات گزاری۔

وہاں ایک اٹھارہ سالہ خوش شکل کسان ہم میں آ شامل ہوا۔ اسے کام پر جانے کی جلدی تھی کیونکہ اس نے اگلے روز کسی سوداگر کا بجری جہاز کہیں پہنچانا تھا۔ مجھے وہ اپنی نکھری نکھری اور نرم ولطیف آنکھوں سے اپنے سامنے دیکھتا نظر آیا، یہ جولائی کی روشن، پرُسکون اور نیم گرم رات تھی، دریا کا پاٹ چوڑا تھا، اس کی سطح سے دھند اٹھ رہی تھی، کبھی کبھار کوئی مچھلی دھپّے سے پانی کے چھینٹے اڑا دیتی، پرندے خاموش ہو چکے تھے، ہر چیز ساکت، صامت، پرُسکون تھی اور خداوند کی ثنا کر رہی تھی۔ صرف ہم دونوں — وہ نوجوان اور میں — ابھی تک جاگ رہے تھے۔ ہم نے خدا کی کائنات کے حسن اور اس کے عظیم راز کے متعلق باتیں شروع کر دیں۔ گھاس کا ہر پتا، ہر چھوٹا بڑا پتنگا اور حشرہ، ہر چیونٹی، ہر شہد کی مکھی، سوچنے سمجھنے اور استدلال کرنے کی صلاحیت سے عاری ہے لیکن حیرت انگیز طور پر اپنا مقصد پورا کرنے میں لگی ہوئی ہے اور یوں وہ خدا کے راز کی شہادت دے رہی اور اسے مسلسل دوام پہنچا رہی ہے، اور مجھے احساس ہوا کہ میرے دل پر گہرے اثرات مرتسم ہوتے جا رہے ہیں۔ نوجوان نے مجھے بتایا کہ اسے جنگل اور اس کے پرندوں سے پیار ہے۔ وہ پرندے پکڑا کرتا تھا، وہ ہر اس آواز کو پہچانتا تھا جو پرندے نکال سکتے ہیں اور وہ ان سب کو اپنے جال میں پھانسنے کا ہنر جانتا تھا۔ ''مجھے جنگل سے زیادہ کسی اور چیز کا علم نہیں،'' اس نے کہا، ''اس کی ہر چیز بہت اچھی ہے۔''

''بالکل صحیح،'' میں نے جواب دیا، ''ہر چیز اچھی اور پرُشکوہ ہے کیونکہ ہر چیز صداقت ہے۔ مثلاً گھوڑے ہی کو لو،'' میں نے اس سے کہا، ''عظیم جانور ہے جو انسان کا ساتھ دیتا ہے یا پھر بیل کو لو جو اسے غذا فراہم کرتا ہے اور چپ چاپ، سر جھکائے، اطاعت شعارانہ انداز سے اس کی خدمت میں جتا رہتا ہے۔ ان جانوروں کے چہروں کو غور سے دیکھو — کیا انکساری ہے، انسان کے ساتھ کتنی لگن ہے حالانکہ وہ انہیں اکثر بے رحمی سے مارتا پیٹتا رہتا ہے، ان چہروں میں کیا عاجزی، کیا اعتماد، کیا خوب صورتی ہے۔ یہ بات کتنی متاثر کن ہے کہ وہ گناہوں سے مکمل طور پر مبرّا ہیں کیونکہ انسان کے ماسوا ہر چیز کامل اور گناہوں سے پاک صاف ہے اور یسوع پہلے ان کے پاس اور بعد میں ہمارے پاس آئے۔''

''لیکن،'' لڑکے نے کہا، ''کیا یہ ممکن ہے کہ یسوع ان کے بھی ساتھ ہیں؟''

''اس کے علاوہ اور ہو بھی کیا سکتا ہے؟'' میں نے جواب دیا، ''کیونکہ کلام سب کے لئے ہے۔ پوری کائنات اور ساری مخلوق، جو اس پر موجود ہے، کلام کی شدید آرزو کرتی ہے، چنانچہ اس کی خواہش میں مرا جاتا ہے، خداوند کی تعریف میں گنگناتا ہے، غیر شعوری طور پر یسوع کے لئے روتا ہے اور وہ یہ سب کچھ اپنی بے گناہ زندگی کے راز کے ذریعے کرتا ہے۔ اُدھر جنگل میں،'' میں نے اس سے کہا، ''ہیبت ناک ریچھ (شکار کی تلاش میں) مارا مارا پھر رہا ہے، وہ خوف ناک اور خونخوار ہے

لیکن وہ جرم وگناہ سے بالکل پاک صاف ہے۔'' اور میں نے اسے بتایا کہ کس طرح ایک ریچھ ایک عظیم سینٹ (113) کے پاس، جو نجات کے لئے چلہ کشی کر رہا تھا، اس کی معمولی سی جھونپڑی میں آیا۔ عظیم سینٹ کو ریچھ پر ترس آ گیا، وہ بلا خوف وخطر اس کے پاس آیا اور اس نے اسے روٹی کا ٹکڑا پیش کیا۔ ''جاؤ،'' اس نے کہا، ''یسوع تمہارے ساتھ ہوں،'' اور خونخوار درندہ کوئی ضرر پہنچائے بغیر چپ چاپ فرماں برادرانہ انداز سے وہاں سے چلا گیا۔ نوجوان کے دل پر اس بات کا گہرا اثر ہوا کہ ریچھ کوئی ضرر پہنچائے بغیر وہاں سے رخصت ہو گیا تھا اور یہ کہ یسوع اس کے ساتھ تھا۔ ''واہ!'' اس نے کہا، ''کتنی اچھی بات ہوئی۔ ہر وہ چیز جو خداوند سے آتی ہے، کتنی اچھی اور شاندار ہوتی ہے!'' وہ وہاں اپنے ہی نرم ولطیف خیالات میں کھویا چپ چاپ بیٹھا رہا۔ مجھے نظر آ رہا ہے کہ وہ بات کی تہہ تک پہنچ گیا تھا، اور وہ میرے قریب بیٹھے بیٹھے ہلکی پھلکی، میٹھی اور معصوم نیند میں کھو گیا۔ ''خداوند، اس نوجوان پر اپنی برکت نازل فرما!'' میں نے اس کے لئے دعا کی جب خود مجھ پر نیند کا غلبہ ہونے لگا تھا، ''خداوند، اپنے تمام بندوں کو امن اور روشنی عطا فرما!''

(ج) ستارتس زوسیما کی راہب بننے سے پہلے کی جوانی کی یادیں۔ ڈوئیل

میں نے خاصا طویل عرصہ، تقریباً آٹھ سال، سینٹ پیٹرز برگ میں کیڈٹ کور میں گزارا اور وہاں مجھے عام ڈگر سے ہٹ کر مختلف قسم کی تعلیم حاصل ہوئی جس نے میرے بچپن کے بیشتر تاثرات کو دھندلا ضرور دیا لیکن میں بھولا کچھ بھی نہیں تھا۔ تاہم میں نے اتنی جلدی بے شمار نئی عادتیں اور نئی آراء اختیار کر لیں کہ میں بالکل ہی وحشی، سنگ دل اور ان گھڑ نوجوان بن گیا۔ فرانسیسی زبان کے ساتھ ساتھ میں نے سطحی قسم کی شائستگی اپنا لی اور اپنے اوپر معاشرتی آداب کا ظاہری رنگ روپ چڑھا لیا۔ ہم سب، جن میں خود میں بھی شامل تھا، ان عام فوجی سپاہیوں کو مکمل جانور سمجھتے تھے جو ہماری ماتحتی میں کام کرتے تھے — شاید کسی بھی دوسرے کیڈٹ کی نسبت میں یہ حرکت زیادہ کرتا تھا کیونکہ اپنے ساتھیوں کے مقابلے میں میں سب سے زیادہ نئے اثرات قبول کرتا تھا۔ گریجویشن کرنے اور کمیشن مل جانے کے بعد ہم سب رجمنٹ کی آن کی خاطر خون تک بہانے کے لئے تیار تھے لیکن یہ آن کیا ہوتی ہے، ہم میں سے شاید ہی کوئی جانتا ہوگا کہ یہ کیا ہوتی ہے اور اگر اتفاق سے کسی کو دریافت ہو بھی جاتا کہ یہ اصلاً کیا ہوتی ہے، تو سب سے پہلے وہی اس کا مضحکہ اڑاتا۔ مے نوشی، غل غپاڑہ، لپاڈگی اور بدھک بازی ہمارا شعار تھیں اور ہمیں ان پر تقریباً ناز تھا۔ میں یہ تو

نہیں کہہ سکتا کہ ہم سب برے تھے: وہ تمام نوجوان اچھے لوگ تھے لیکن حرکتیں بری کرتے تھے اور ان سب میں بدترین میں تھا۔ بدترین بات یہ ہوئی کہ مجھے ورثے میں کچھ روپیہ مل گیا اور یوں میں تمام حدود پھلانگ کر جوانی کے پورے جوش وخروش کے ساتھ اپنی سفلی خواہشات کی تکمیل کرنے لگا۔ لیکن حیران کن بات یہ تھی کہ اگرچہ اس زمانے میں میں کتابیں بھی پڑھتا تھا اور بعض اوقات تو بڑے مزے لے لے کر پڑھتا تھا، ایک کتاب جس کو میں نے شاذ ہی کبھی کھولا ہوگا، انجیل تھی، مگر میں نے اسے بالکل ہی ترک بھی نہیں کیا تھا بلکہ جہاں بھی جاتا تھا اسے اپنے ساتھ لے جاتا تھا۔ اگرچہ مجھے شعوری طور پر اس کا احساس نہیں تھا لیکن حقیقت یہی ہے کہ "یہ ہر گھڑی، ہر روز، ہر مہینے، ہر برس" (114) میرے ساتھ ہوتی تھی۔

اس قسم کی فوجی زندگی کے چار سال گزارنے کے بعد میں نے دیکھا کہ میں قصبہ ک پہنچ گیا ہوں جہاں ان دنوں میری رجمنٹ مقیم تھی۔ اس قصبے کی سماجی زندگی تیز رفتار، ہیجان انگیز اور رنگ برنگی تھی۔ اس میں خاصی بڑی تعداد میں اشراف رہائش پذیر تھے۔ ان میں سے بیشتر مسرف، چٹورے، کھاؤ اڑاؤ، زندہ دل اور مہمان نواز تھے۔ میں چونکہ فطرتاً ہنس مکھ تھا اور آسانی سے دوسروں میں گھل مل جاتا تھا، اس لئے میں جہاں بھی جاتا، مجھے ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا۔ اور مزید بات یہ ہوئی کہ سب کو معلوم ہو گیا کہ میں کوئی ٹٹ پونجیا نہیں اور معاشرے میں یہ چیز اہمیت سے خالی نہیں ہوتی۔ یہ حالات تھے کہ ایک واقعہ پیش آ گیا جو بعد میں ہر چیز کی اساس بن گیا۔ مجھے ایک لڑکی سے عشق ہو گیا۔ یہ لڑکی نوخیز اور حسین، ذہین اور قابل قدر تھی۔ وہ بے داغ کردار کی مالک تھی اور معزز والدین کی بیٹی تھی۔ اس کے والدین کا معاشرے میں رتبہ بہت بلند تھا، وہ اپنی دولت، اثر و رسوخ اور اختیار پر فخر کر سکتے تھے اور انہوں نے اپنے گھر میں میرا شفقت اور گرم جوشی سے استقبال کیا۔ مجھے کچھ یوں نظر آ رہا تھا کہ لڑکی مجھ سے التفات برت رہی ہے—— مجھے توقعات بندھنے لگیں اور میرا دل بلیوں اچھلنے لگا۔ بعد ازاں میں اس نتیجے پر پہنچا کہ مجھے اس لڑکی سے شاید کوئی خاص محبت نہیں بلکہ میں اس پر محض اس لئے فدا ہوتا رہا ہوں کیونکہ وہ ذہین ہے اور اعلیٰ کردار کی مالک ہے اور یوں مجھے اس سے جو انس ہو گیا تھا وہ بالکل فطری تھا۔ (اپنی دانست میں) میں چاہتا تو اسے اپنی بنا سکتا تھا لیکن میری خود غرضی اور عیش پرور طبیعت نے مجھے اس کا ہاتھ مانگنے سے روکے رکھا۔ اتنی کچی عمر میں کنوارے کی اوباش، بے قید اور سہل پسند زندگی کی ترغیبات سے دست بردار ہونا، خاص طور پر جب میں قلاش بھی نہیں تھا، بہت دشوار، جلد باز بلکہ کج روی بھی معلوم ہوا۔ پھر بھی میں نے اشاروں کنایوں میں بات کرنے کی کوشش ضرور کی۔ بہرحال میں نے وقتی طور پر کوئی فیصلہ کن قدم اٹھانے سے گریز کیا۔ پھر اچانک ہی یوں ہوا کہ ہمیں دو مہینے کے لئے ملک کے کسی دوسرے

حصے میں تعینات کر دیا گیا۔

جب یہ مدت پوری ہو گئی اور میں واپس آیا تو یہ دیکھ کر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ لڑکی کی ایک امیر کبیر پڑوسی زمیندار سے شادی ہو چکی ہے۔ یہ شخص پرکشش شخصیت کا مالک تھا، مجھ سے عمر میں قدرے بڑا تھا مگر ابھی تک نوجوان تھا۔ اس کے دارالسلطنت میں بڑے لوگوں سے روابط تھے، سماجی اعتبار سے مجھ سے بلند تر حیثیت کا مالک تھا اور سب سے اہم بات یہ تھی کہ وہ تعلیم یافتہ تھا۔ اور تعلیم ایک ایسی چیز تھی جو مجھے چھو کر بھی نہیں گزری تھی۔ اس غیر متوقع صورت حال پر میں اتنا بھونچکا ہوا کہ غصے کے عالم میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں سے عاری ہو گیا۔ اس معاملے میں سب سے زیادہ برانگیختہ کر دینے والی بات یہ تھی جیسا کہ مجھے تب معلوم ہوا کہ نوجوان زمیندار مدتوں سے اس کا منگیتر چلا آ رہا تھا، اس کے گھر میں خود میری اس سے متعدد بار ملاقات ہو چکی تھی لیکن میں اپنی ذاتی برتری کے احساس سے اتنا اندھا ہو چکا تھا کہ مجھے کچھ نظر ہی نہ آیا۔ اور مجھے زیادہ بڑی تکلیف اس بات پر بھی ہو رہی تھی کہ میں کتنا بڑا احمق تھا۔ یہ کیسے ممکن ہوا کہ وہ بات، جو تقریباً ہر شخص کو معلوم تھی، میری نگاہوں سے کیوں اوجھل رہی؟ مجھ پر کچھ ایسا غیظ وغضب طاری ہوا کہ میرے لئے اس پر قابو پانا ممکن نہ رہا۔ شعلہ فشاں چہرے کے ساتھ میں ایک ایک کر کے وہ تمام مواقع یاد کرنے لگا جب میں اس (لڑکی) کے سامنے اپنی محبت کا اظہار بس کیا ہی چاہتا تھا اور چونکہ اس نے کبھی مجھے روکا نہیں تھا، مجھے پیشگی خبردار نہیں کیا تھا، میں نے فطری طور پر یہ نتیجہ اخذ کیا کہ وہ میرا مضحکہ اڑاتی رہی ہے۔ بہرحال بعد میں مجھے احساس ہو گیا کہ اس نے کبھی میرا مضحکہ نہیں اڑایا تھا بلکہ اس کے برعکس اس قسم کی گفتگو کے دوران میں وہ ہنسی مذاق سے مجھے ٹوکتی اور موضوع تبدیل کرتی رہتی تھی—— تاہم اس وقت میں یہ بات سمجھنے سے قاصر رہا اور پرانتقام غصے کی آگ میں جلتا بھنتا رہا۔ اب جب مجھے یہ باتیں یاد آتی ہیں تو مجھے بڑی حیرت ہونے لگتی ہے کہ غیظ وغضب اور جذبہ انتقام کی یہ خواہش ذاتی طور پر مجھے کتنی اذیت ناک اور قابل اعتراض نظر آتی تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ میں فطرتاً سلیم الطبع شخص واقع ہوا ہوں، میں کسی بھی شخص کے خلاف زیادہ دیر تک اپنے دل میں عناد نہیں پال سکتا تھا اور چنانچہ ایک لحاظ سے مجھے اپنے آپ کو مصنوعی انداز سے اشتعال دلانا پڑا اور انجام کار میرا رویہ گھٹیا اور احمقانہ ہو گیا۔

میں مناسب موقع کا انتظار کرنے لگا اور پھر ایک دن اچانک ایک اہم سماجی تقریب میں اپنے "رقیب" کی بھد اڑانے میں کامیاب ہو گیا۔ جس معاملے میں میں اس کی توہین کا مرتکب ہوا، وہ بالکل ہی غیر متعلق تھا۔ دراصل اس نے اس زمانے کے—— یہ 1826 کی بات ہے—— ایک اہم واقعے (115) کے متعلق کوئی رائے زنی کی تھی۔ مجھے یہ موقع مناسب معلوم ہوا اور میں نے اس کی

رائے کا جی بھر کر مذاق اڑایا لیکن محفل کے حاضرین کے بقول میں نے یہ کام بڑی ہوشیاری اور بذلہ سنجی سے کیا تھا۔ تب میں نے اسے وضاحت کرنے پر مجبور کر دیا اور میں اس کے ساتھ اتنی بدتمیزی سے پیش آیا کہ وہ (ڈوئیل کے لئے) میرا چیلنج قبول کرنے پر آمادہ ہو گیا حالانکہ ہم دونوں میں بہت بُعد تھا کیونکہ میں اس سے نہ صرف عمر میں چھوٹا تھا بلکہ سماجی اعتبار سے میرا مقام بھی اس سے کہیں فروتر تھا اور یوں اس کے مقابلے میں میری کوئی حیثیت ہی نہیں تھی۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ اس نے میرا یہ چیلنج اس لئے بھی قبول کیا تھا کیونکہ وہ مجھ سے خار کھاتا تھا۔ وہ پہلے بھی مجھ سے کچھ کچھ جلتا تھا جب اس کی بیوی اس کی محض منگیتر تھی۔ اس کا خیال تھا کہ اگر اب اسے (اس کی بیوی کو) معلوم ہو گیا کہ اس نے مجھ سے اپنی جو توہین کرائی ہے، وہ اسے پی گیا ہے اور مجھے ڈوئیل لڑنے کا چیلنج دینے سے خوف زدہ ہے، وہ شاید اسے حقارت کی نظروں سے دیکھنے سے باز نہیں رہ سکے گی اور یوں وہ اس سے جو محبت کرتی ہے، اس میں کچھ شگاف پڑ جائے گا۔ میں نے بہت جلد اپنے لئے ایک سیکنڈ ڈھونڈ لیا۔ وہ میرا دوست تھا اور ہماری ہی رجمنٹ میں لیفٹیننٹ تھا۔ اگرچہ ڈوئیل لڑنا قانوناً ممنوع تھا اور اس کی سخت سزا مقرر تھی، مگر یہ اس زمانے میں فوجیوں میں فیشن بن چکی تھی۔۔۔ یہ فیشن بھی خوب چیز ہیں، یہ مختلف اوقات پر بے لگام انداز سے پھلتے پھولتے اور مستحکم ہونے لگتے ہیں۔

یہ جون کی آخری تاریخ تھی اور ہماری ڈوئیل اگلے روز صبح سات بجے شہر سے باہر ہونا تھی۔۔۔ اور پھر میرے ساتھ ایک ایسا واقعہ پیش آ گیا جس نے میری ساری آئندہ زندگی پر فیصلہ کن انداز سے اثر انداز ہونا تھا۔ جب میں ڈوئیل سے ایک روز پہلے شام کو گھر واپس آیا، میرا مزاج بے حد برہم اور وحشیانہ ہو رہا تھا اور اسی طیش کے عالم میں میں اپنے بیٹ مین (فوجی افسر کا ذاتی خدمتگار) افاناسی پر پل پڑا اور اپنی پوری قوت کے ساتھ اس کے چہرے پر دو ایسے زبردست تھپڑ مارے کہ اس کا چہرہ بالکل لہولہان ہو گیا۔ اسے میری ملازمت میں آئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا اور اگرچہ میں پہلے بھی کبھی کبھار اس کی پٹائی کرتا رہا تھا، میں نے اس قسم کی پُرخباثت سنگ دلی کا مظاہرہ کبھی نہیں کیا تھا۔ اور میرے دوستو، کیا آپ یقین کریں گے کہ چالیس سال گزرنے کے باوجود جب بھی مجھے اپنی یہ حرکت یاد آتی ہے، شرم اور خجالت سے میری گردن جھک جاتی ہے۔ میں لیٹ گیا اور تقریباً تین گھنٹے سوتا رہا۔ جب مجھے جاگ آئی، سورج طلوع ہو رہا تھا، نیند مجھ سے کوسوں دور بھاگ گئی تھی، میں یک لخت اٹھا، کھڑکی کے قریب گیا، اسے کھولا۔۔۔ میرا گھر قبرستان کے سامنے تھا۔۔۔ اور دیکھا کہ سورج نکل رہا ہے۔ موسم قدرے گرم اور بے حد خوب صورت تھا۔ پرندے چہچہا رہے تھے۔ "گڑبڑ کیا ہے؟ یہ مجھے کیا ہو رہا ہے؟" میں نے اپنے آپ سے سوال کیا، اور مجھ پر ندامت

اور کراہت کے جذبات غالب آ گئے۔ "کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ میں خون بہانے جا رہا ہوں؟ نہیں، بظاہر تو ایسی کوئی بات نہیں،" میں نے سوچا۔ "یا پھر یہ بات ہے کہ میں موت سے خوف کھا رہا ہوں، میں ڈر رہا ہوں کہ کہیں مارا ہی نہ جاؤں؟ نہیں، بالکل نہیں۔۔۔ نہیں، ہرگز یہ بات نہیں ... پھر؟" اچانک مجھے احساس ہوا کہ اصل بات کیا ہے: بات یہ تھی کہ میں نے گزشتہ رات افاناسی کو بے رحمی سے پیٹا تھا اور یہی چیز مجھے اندر ہی اندر کھائے جا رہی تھی! ایکا ایکی سارا منظر دوبارہ میری نگاہوں کے سامنے گھومنے لگا جیسے سب کچھ دوبارہ دہرایا جا رہا ہو: وہ میرے سامنے کھڑا تھا اور میں پوری قوت سے سیدھا اس کے چہرے پر ضربیں لگا رہا تھا جبکہ وہ بالکل تن کر ایستادہ تھا، اس کے ہاتھ پہلوؤں پر ٹکے ہوئے تھے، سر بالکل سیدھا اور آنکھیں سامنے دیکھ رہی تھیں۔ ہر چوٹ کھانے کے بعد وہ ڈگمگا جاتا تھا، اس میں اتنی جرأت بھی نہیں تھی کہ وہ اپنے آپ کو بچانے کے لئے اپنا کوئی بازو ہی اوپر اٹھا لیتا۔۔۔ کیا کسی انسان کی یہ گت بھی بنائی جا سکتی ہے، کیا کوئی انسان اپنے ساتھی انسان کو اس بری طرح مار سکتا ہے! کتنا بھیانک جرم ہے! مجھے یوں لگا جیسے کسی نے میرے دل میں کوئی تیز خنجر بھونک دیا ہو۔ میں وہاں یوں کھڑا تھا جیسے میرا دماغ ٹھکانے نہ رہا ہو، لیکن سورج ابھی تک اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا، ننھے منے مہین پتے مسرت سے چمک اور جھوم رہے تھے اور پرندے۔۔۔ ننھے منے پرندے۔۔۔ خدا کی شان میں نغمے الاپ رہے تھے... میں نے دونوں ہاتھوں سے اپنی آنکھیں ڈھانپ لیں، بستر پر گر پڑا اور زار و قطار رونے لگا۔ اور پھر مجھے اپنا بھائی مارکل اور اس کے وہ الفاظ، جو اس نے مرنے سے پہلے نوکروں چاکروں سے کہے تھے، یاد آ گئے: "میرے پیارو، میرے عزیزو، تم میری خدمت کیوں کرتے ہو، تم مجھ سے محبت کیوں کرتے ہو، کیا مجھے یہ زیب دیتا ہے کہ میں اپنی خدمت کراؤں؟ کیا میں اس خدمت کا مستحق ہوں؟" یہ خیال اچانک کوندے کی طرح میرے دماغ میں لپکا۔ یہی بات تو یہ ہے کہ مجھے یہ استحقاق کہاں سے ملا کہ کوئی دوسرا شخص، جو میری ہی طرح خدا کی صورت اور مشابہت میں تخلیق ہوا ہے، میری خدمت کرے؟ میری زندگی میں یہ سوال پہلی مرتبہ میرے ذہن میں آیا تھا۔ میرے بھائی نے کہا تھا، "اماں، پیاری اماں، میرے دل کی قرار اماں، ہم ایک دوسرے کے گناہوں کے سچے معنوں میں مجرم ہیں، صرف لوگ اس کا اقرار نہیں کرنا چاہتے، لیکن اگر وہ اقرار کر لیں۔۔۔ پھر یہ دنیا یک بیک جنت بن جائے گی۔"

"خدایا! یقیناً یہ بات غیر صحیح نہیں ہو سکتی؟" میں نے سوچا اور میرے آنسو بہنے لگے۔ "سچی بات تو یہ ہے کہ اس روئے زمین پر میں شاید مجرموں سے بھی بڑھ کر سب سے بڑا مجرم اور بدترین سے بھی بدتر آدمی ہوں!" اور پھر اچانک ساری سچائی اپنی تمام تر اہمیت کے ساتھ مجھ پر واشگاف ہو

گئی: میں کیا کرنے والا تھا؟ میں ایک نیک، سمجھدار اور اشراف زادے کو ہلاک کرنے جا رہا تھا جو کسی طور پر بھی مجھ سے زیادتی کرنے کا مجرم نہیں تھا اور یوں میں اس کی شریک حیات کو ساری عمر کے لئے مسرت سے محروم کر کے اسے بھی اذیت پہنچانے اور موت کے کنوئیں میں دھکیلنے کا مرتکب ہونے والا تھا۔ میں اپنے بستر میں ٹانگیں پسارے اور تکیے میں منہ چھپائے لیٹا ہوا تھا اور مجھے کوئی اندازہ نہ رہا کہ کتنا وقت گزر چکا ہے۔ اچانک میرا لیفٹیننٹ دوست پستول لے کر پہنچ گیا۔

"واہ" اس نے کہا، "یہ تو بڑا اچھا ہوا کہ تم پہلے ہی بیدار ہو چکے ہو۔ چلو، اٹھو، اب چلنے کا وقت ہو گیا ہے۔" میں بوکھلا چکا تھا اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کر رہا ہوں؛ تاہم ہم کلاش میں سوار ہونے کے لئے گھر سے باہر نکل آئے۔ "ایک منٹ ٹھہرو،" میں نے اپنے دوست سے کہا، "میں اپنا بٹوا بھول آیا ہوں، لے کر ابھی واپس آتا ہوں۔" اور میں لپک جھپک دوبارہ مکان میں گھس گیا اور سیدھا افاناسی کی کوٹھڑی میں چلا گیا۔ "افاناسی،" میں نے اس سے مخاطب ہو کر کہا، "کل میں نے بہت زور سے تمہیں دو گھونسے مارے تھے، مجھے معاف کر دو۔"

وہ اس طرح کپکپانے لگا جیسے اسے خوف نے جکڑ لیا ہو اور وہ نگاہیں گاڑ کر مجھے دیکھنے لگا— اور مجھے کچھ یوں محسوس ہوا جیسے زبانی معافی کافی نہ ہو۔ تب میں نے کیا کیا؟ میں اچانک وہیں کھڑے کھڑے اپنی افسروں کی پوری وردی میں اس کے پاؤں پر گر پڑا اور اپنی پیشانی اس کے سامنے فرش پر ٹکا دی۔ "مجھے معاف کر دو،" میں نے دوبارہ کہا۔

اب وہ بالکل ہی ہکا بکا ہو گیا۔

"جناب عالی... میرے محترم اور مہربان آقا، یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ کیا میں اس قابل ہوں..." اور وہ اچانک اسی طرح زار و قطار رونے لگا جس طرح کچھ دیر پہلے میں رویا تھا۔ اس نے اپنا چہرہ اپنے ہاتھوں میں چھپا لیا اور کپکپاتا اور سسکیاں بھرتا کھڑکی کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ میں بھاگتا دوڑتا واپس اپنے دوست کے پاس پہنچا اور گاڑی میں چھلانگ لگا دی۔

"چلو!" میں نے گلا پھاڑتے ہوئے کہا۔ "کیا تم نے کبھی کوئی فاتح دیکھا ہے؟" میں نے چیخ کر کہا، "نہیں دیکھا، تو اب دیکھ لو، وہ یہاں تمہارے سامنے بیٹھا ہوا ہے!" سارے راستے کے دوران میں مجھ پر کچھ اسی قسم کے وجد کی کیفیت طاری رہی، اور میں لگاتار ہنستا اور باتیں کرتا رہا۔ میں کہہ کیا رہا تھا یہ مجھے قطعاً یاد نہیں۔ وہ متواتر اپنی نظریں مجھ پر جمائے رہا۔ "خیر، میرے دوست، تم زبردست آدمی ہو، مجھے یقین ہے کہ تم اپنی رجمنٹ کے عز و وقار پر حرف نہیں آنے دو گے۔"

چنانچہ ہم مقررہ مقام پر پہنچ گئے۔ وہ پہلے ہی وہاں موجود تھے اور ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ ہمیں ہدایت کی گئی کہ ہم ایک دوسرے سے بارہ قدموں کے فاصلے پر کھڑے ہو جائیں۔ پھر ہمیں

بتایا گیا کہ میرے حریف کو پہلے گولی چلانے کا حق حاصل ہوگا — میں اس کے سامنے بالکل شگفتہ رو کھڑا تھا: میں اتنا شگفتہ رو تھا کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے کہ کوئی شخص اتنا شگفتہ رو ہو سکتا ہے۔ میں پلک جھپکائے بغیر محبت بھرے انداز سے اسے دیکھ رہا تھا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ میں کیا کرنے والا ہوں۔ اس نے پستول کی لبلبی دبائی، گولی میرے رخسار کو محض چھوتی کان کو چھید گئی۔ "خدا کا شکر ہے،" میں نے چلا کر کہا، "تم سے اپنے ساتھی انسان کا خون نہیں ہوا!" پھر میں نے اپنا پستول پکڑا، پیچھے مڑا اور اسے بہت دور جنگل کے درختوں میں پھینک دیا۔

"تمہاری صحیح جگہ یہی ہے!" میں نے پوری قوت سے گلا پھاڑتے ہوئے کہا۔

میں اپنے حریف کی طرف مڑا اور اس سے بصد ادب کہا، "جناب، میں بڑا ہی احمق نوجوان ہوں کہ آپ کی خواہ مخواہ اتنی زبردست توہین کر دی اور آپ کو اپنے اوپر گولی چلانے پر مجبور کر دیا۔ میں آپ سے دس گنا، بلکہ شاید اس سے بھی زیادہ برا ہوں۔ اگر آپ یہ بات اس خاتون تک پہنچا دیں جس سے آپ دنیا میں سب سے زیادہ پیار کرتے ہیں، تو آپ کی بڑی نوازش ہوگی۔"

یہ الفاظ بمشکل میرے منہ سے نکلے ہوں گے کہ وہ تینوں چلا چلا کر احتجاج کرنے لگے۔

"معافی چاہتا ہوں،" میرے حریف نے تقریباً غضب ناک ہو کر کہا، "اگر تم لڑنا نہیں چاہتے تھے، پھر یہ سارا کھٹ راگ کھڑا کیوں کیا تھا؟"

"کل میں احمق تھا، آج مجھ میں عقل آ گئی ہے،" میں نے مسکراتے ہوئے اسے جواب دیا۔

"جہاں تک کل کا تعلق ہے، مجھے تمہاری بات پر یقین ہے،" اس نے کہا، "مگر جہاں تک تمہارے آج کے رویے کا تعلق ہے، تمہاری رائے سے اتفاق کرنا مشکل ہے۔"

"واہ واہ!" میں نے تالی بجاتے ہوئے کہا، "میں آپ کی اس بات سے بھی متفق ہوں، میں اسی کا مستحق ہوں!"

"تم گولی چلاؤ گے یا نہیں؟"

"بالکل نہیں،" میں نے کہا، "اگر آپ چاہیں تو بے شک دوسری مرتبہ بھی گولی چلا لیں، مگر بہتر یہی ہوگا کہ آپ نہ ہی چلائیں۔"

ہمارے سیکنڈز بھی، خاص طور پر میرا، چیخنے چلانے لگے۔ "کیا تم ڈوئیل کے عین بیچ میں اپنے حریف سے معافی مانگ کر رجمنٹ کو بدنام کرنے پر تلے ہوئے ہو؟... کاش مجھے معلوم ہوتا!"

میں ان سب کے سامنے کھڑا ہو گیا لیکن اب میں ہنس نہیں رہا تھا، "دوستو، اگر آج کل کوئی ایسا شخص نظر آ جائے جو اپنی حماقت پر نادم ہو اور کھلے عام اپنا قصور تسلیم کر لے تو کیا یہ واقعی حیران کن بات ہے؟"

"لیکن ڈوئیل کے عین درمیان میں؟" میرے سیکنڈ نے ایک بار پھر گلا پھاڑتے ہوئے کہا۔

"یہی تو اصل نکتہ ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "یہی تو معاملے کا اہم ترین پہلو ہے کیونکہ مجھے یہاں پہنچتے ہی، ان کے گولی چلانے سے پہلے ہی، ان سے معافی مانگ لینا چاہئے تھا اور انہیں نہایت گھناؤنے اور مہلک گناہ کے ارتکاب کا موقع نہیں دینا چاہئے تھا لیکن ہم نے دنیا کا انتظام کچھ ایسے شرمناک انداز سے چلانے کی کوشش کی ہے کہ (میرے لئے) ایسا کرنا تقریباً ناممکن ہو گیا تھا کیونکہ بارہ قدم کے فاصلے سے میرے اوپر گولی چلانے کا اذن ملنے کے بعد ہی ان کی سمجھ میں آ سکتا تھا کہ میرے الفاظ نرے الفاظ ہی نہیں، ان کے کچھ معنی بھی ہیں۔ اگر میں یہاں پہنچتے ہی اور ان کے گولی چلانے سے پہلے یہ اقدام کرتا تو آپ سب لوگ یہی کہتے، 'سالا بزدل ہے، پستول سے ڈرتا ہے، اس کی بات پر دھیان دینے کا کوئی فائدہ نہیں، حضرات!" میں نے اچانک اپنے دل کی گہرائیوں سے چلاتے ہوئے کہا، "اپنے گرد و پیش خداوند کی نعمتوں پر نظر دوڑائیں ـــــ روشن و تابندہ آسمان، تازہ ہوا، نرم و ملائم گھاس، پرندے، ساری فطرت پرشکوہ اور خوب صورت ہے اور یہ کسی بھی گناہ کی مرتکب نہیں ہوتی۔ صرف ہم ہی وہ بدنصیب مخلوق ہیں جو خدا کے وجود کو نہیں مانتے، حماقتوں پر حماقتیں کئے جا رہے ہیں اور بالکل نہیں سمجھتے کہ زندگی جنت الفردوس ہے، لیکن ہم سب کے لئے جو چیز نہایت ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ ہم میں اسے سمجھنے کی امنگ پیدا ہو، پھر جنت الفردوس فی الفور اپنے حسن سمیت چلی آئے گی، ہم ایک دوسرے کے گلے لگ جائیں گے اور خوشی کے مارے ہماری آنکھوں سے خودبخود آنسو رواں ہو جائیں گے۔"

میں مزید بہت کچھ کہنا چاہتا تھا مگر مجھ سے کچھ بھی تو نہ کہا گیا۔ میرا گلا رندھ گیا۔ مجھے اتنی بے پناہ خوشی، اتنی بے پناہ مٹھاس محسوس ہو رہی تھی، میرا دل جس مسرت سے معمور تھا اس کا اس سے پہلے مجھے اپنی زندگی میں کبھی احساس تک نہیں ہوا تھا۔

"تم نے جو کچھ کہا وہ قابل تحسین اور پاکیزہ جذبات کا حامل ہے۔" میرے حریف نے مجھ سے کہا، "اور میں یہ کہوں گا کہ تم یقیناً انتہائی غیر معمولی آدمی ہو۔"

"آپ جتنا جی چاہے میرا مضحکہ اڑائیں۔" اپنی باری پر میں نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا، "لیکن جو کچھ میں نے کیا ہے، اس پر آپ بعد میں میری تحسین کریں گے۔"

"ہاں۔" اس نے کہا، "میں اب بھی تمہاری توصیف کرنے کے لئے تیار ہوں۔ میں اپنا ہاتھ تمہاری طرف بڑھاتا ہوں کیونکہ نظر یہی آ رہا ہے کہ تم سچے اور کھرے آدمی ہو۔"

"نہیں۔" میں نے اس سے کہا، "فی الحال آپ سے ہاتھ ملانا مناسب نہیں۔ بعد میں جب کبھی میں نسبتاً بہتر انسان بن جاؤں گا اور آپ کا احترام حاصل کرنے کے اہل ہو جاؤں گا تب اگر

مجھ سے معافی کرنا چاہیں تو آپ شاید ٹھیک کر رہے ہوں گے۔"

ہم واپس گھر لوٹ آئے۔ سارا راستہ میرا سیکنڈ مجھے ڈانٹتا رہا لیکن میں اس سے بغل گیر ہوتا رہا۔ جو کچھ ہوا تھا اس کی خبر میرے تمام دوستوں اور ساتھیوں تک پہنچ گئی اور وہ میرا محاکمہ کرنے کے لئے اسی شام ایک جگہ اکٹھے ہو گئے۔

"اس نے اپنی رجمنٹ کا وقار خاک میں ملا دیا ہے، اسے مستعفی ہو جانا چاہئے۔" ان سب کا فیصلہ تھا۔

چند ایسے بھی تھے جنہوں نے میرا دفاع کرنا چاہا۔ "ہمیں اس حقیقت کا اعتراف کرنا چاہئے کہ گولی چلنے پر یہ پیچھے نہیں ہٹا تھا۔"

"مگر یہ دوسری گولی پر خائف تھا اور معافیاں مانگنے پر اتر آیا۔"

"اگر یہ گولی سے اتنا ہی خائف تھا۔" میرا دفاع کرنے والوں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "یہ معافی مانگنے سے پہلے خود اپنے پستول سے گولی چلاتا مگر اس کی بجائے اس نے اسے دور درختوں میں پھینک دیا حالانکہ یہ بھرا ہوا تھا۔ نہیں، اس میں کوئی اور راز، کوئی عجیب راز پوشیدہ ہے۔"

میں ان کی باتیں سنتا، ان کے چہرے بغور دیکھتا اور لطف اندوز ہوتا رہا۔ "عزیز ترین دوستو،" میں نے ان سے کہا، "دوستو اور ساتھیو، آپ حضرات کو میرے استعفیٰ کے متعلق پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، آپ لوگوں کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ میں اپنا استعفیٰ پہلے ہی بھیج چکا ہوں، دراصل میں نے اپنا استعفیٰ اسی صبح اپنے کمانڈنگ افسر کے سپرد کر دیا تھا اور جب یہ منظور ہو جائے گا میں سیدھا کسی خانقاہ میں چلا جاؤں گا اور یہی میرے مستعفی ہونے کا مقصد ہے۔"

جونہی یہ الفاظ میرے منہ سے نکلے وہ سب کے سب بیک وقت فلک شگاف قہقہے لگانے لگے۔

"تمہیں یہ بات پہلے ہی بتا دینا چاہیے تھا، اب سب کچھ واضح ہو چکا ہے، ہم راہب کو سزا نہیں دے سکتے۔"

لیکن ان کے قہقہے تھے کہ رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے، تاہم وہ میرا مذاق نہیں اڑا رہے تھے، ان کی ہنسی میں پیار اور شگفتگی تھی۔ چشم زدن میں وہ مجھ سے محبت کرنے لگے تھے اور اس میں وہ احباب بھی شامل تھے جنہوں نے میرے بخئے ادھیڑنے میں کوئی کسر روا نہیں رکھی تھی اور پھر بقیہ ایام کے دوران میں جب میرا استعفیٰ منظوری کے مراحل طے کر رہا تھا، وہ مجھے کندھوں پر اٹھائے اٹھائے پھرے۔ "ارے، تم راہب ہوا" وہ کہتے۔ ہر شخص شگفتہ لہجے سے کچھ نہ کچھ مجھ سے کہتا رہتا تھا۔ انہوں نے مجھے اپنے ارادے سے باز رکھنے کی کوشش بھی کی اور بعضوں کو تو مجھ پر

ترس آنے لگا تھا: "تمھیں واقعی پتا ہے کہ تم کیا کر رہے ہو؟"

"نہیں،" وہ کہا کرتے، "یہ واقعی دلیر آدمی ہے، گولی کے سامنے ڈٹا رہا اور اگر چاہتا تو اپنے پستول سے خود بھی گولی چلا سکتا تھا لیکن ایک رات اس نے خواب میں دیکھا کہ اسے راہب بن جانا چاہئے اور یہی وجہ ہے کہ اب یہ راہب بن رہا ہے۔"

قصبے کے اعلیٰ طبقے میں بھی یہی ردعمل ہوا۔ پہلے وہ لوگ مروّت میں مجھے خوش آمدید ضرور کہتے تھے لیکن وہ مجھ پر کوئی خاص توجہ نہیں دیتے تھے، پر اب وہ مجھ سے متعارف ہونے اور اپنے گھروں میں بلانے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرنے لگے۔ وہ میرا مذاق اڑانے سے تو باز نہ رہ سکے تاہم وہ مجھ سے محبت ضرور جتاتے رہے۔ اور یہاں مجھے آپ کو مزید بتا دینا چاہئے کہ اگرچہ ڈوئیل کے بارے میں علانیہ باتیں ہو رہی تھیں لیکن حکام نے ان پر کوئی خاص توجہ نہ دی کیونکہ میرا حریف ہمارے جرنیل کا قریبی رشتے دار تھا۔ اور درحقیقت چونکہ یہ خون خرابے کے بغیر بلکہ تقریباً مضحکہ خیز انداز سے انجام کو پہنچی تھی اور ستم بالائے ستم چونکہ میں نے استعفیٰ دے دیا تھا، سارا معاملہ مذاق بن کر رہ گیا۔ چنانچہ قصبے کے باسیوں کے ہنسی مذاق کے باوجود میں ڈوئیل کے بارے میں کھلم کھلا اور کسی قسم کے احساسِ شرمندگی کے بغیر باتیں کرنے لگا کیونکہ ان کی ہنسی بہرحال ان کی معاندانہ خباثت کا نہیں بلکہ نیک فطرتی کا نتیجہ تھی۔ عام طور پر اس قسم کی گفتگوئیں شام کی محفلوں میں خواتین کی موجودگی میں ہوا کرتی تھیں کیونکہ یہ خواتین ہی تھیں جو اس وقت سب سے زیادہ میری گفتگو سننے کی دلدادہ تھیں اور وہ اپنے مردوں کو بھی اسے سننے پر مجبور کر دیتی تھیں۔

ہر وہ شخص جس کی نگاہیں میری نگاہوں سے ٹکرا جاتیں، ہنس پڑتا اور مجھ سے پوچھنے لگتا: "یہ کیسے ممکن ہے کہ ہر شخص، مثلاً میں دوسروں کے گناہوں کا مجرم ہوں؟ مثلاً جو کچھ تم نے کیا، میں اس کا مجرم کیسے ٹھہرایا جا سکتا ہوں؟"

"میں یہ کیسے توقع کر سکتا ہوں کہ آپ اس بات کو سمجھ جائیں گے،" میں انھیں جواب دیتا، "کیونکہ صورتحال یہ ہے کہ دنیا بالکل ہی مختلف راستے پر چل نکلی ہے، ہم کھلے اور شرمناک جھوٹ کو بھی سچائی کا درجہ دینے لگے ہیں اور دوسروں سے بھی یہی توقع کرتے ہیں کہ وہ اس جھوٹ کو غیر معین عرصے تک جاری رکھیں گے۔ اپنی زندگی میں میں نے ایک کھرا کام کیا،" میں ان سے کہتا، "اور اس کا حاصل کیا ہوا؟ میں آپ سب کی نگاہوں میں ایک قسم کا 'پاک باز بدھو' بن گیا ہوں اور اگرچہ آپ لوگ مجھے پسند کرنے لگے ہیں لیکن اصلاً آپ میرا مذاق اڑانے سے باز نہیں رہ سکتے۔"

"اگر ہم آپ کو پسند کرتے ہیں تو اس میں حیرت کی کون سی بات ہے؟" ایک روز میری میزبان اچانک کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

یہ مکالمہ ایک بہت بڑی محفل میں ہوا تھا جہاں بے شمار مہمان موجود تھے۔ پھر اچانک خواتین کے درمیان میں سے وہی دوشیزہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی جس کی خاطر میں نے ڈوئیل کا چیلنج دیا تھا اور جسے میں چند دن پہلے تک اپنا بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ اٹھی، میرے قریب آئی اور اس نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا:

"مجھے یہ کہنے کی اجازت دیں،" اس نے کہا، "کم از کم میں آپ کا مذاق نہیں اڑا رہی: اس کے برعکس میں آپ کی دل کی گہرائیوں سے ممنون ہوں۔ آپ نے جو کچھ کیا، اس کے لئے میں آپ کی دوبارہ تعریف کرتی ہوں اور آپ کا پھر شکریہ ادا کرتی ہوں۔"

اتنے میں اس کا شوہر بھی آ گیا اور اس کے بعد میرے اردگرد لوگوں کا ہجوم ہو گیا۔ سبھی مجھ سے ہاتھ ملانے کے لئے بے تاب تھے لیکن مجھے چومنے کی کسی نے کوشش نہ کی۔ میں خوشی سے باؤلا ہوا جا رہا تھا۔ میرے گرد و پیش جو لوگ جمع ہو گئے تھے ان میں میری نگاہ خاص طور پر ایک ادھیڑ عمر شخص پر رک گئی جس سے اگرچہ میرا تعارف تو نہیں تھا مگر کچھ عرصے سے مجھے اس کا نام ضرور معلوم تھا تاہم اس رات سے قبل ہم دونوں کے مابین کبھی ایک لفظ کا بھی تبادلہ نہیں ہوا تھا۔

(د) پُراسرار اجنبی (115الف)

وہ شخص ہمارے قصبے میں طویل عرصے سے مقیم تھا، سول سروس میں اہم عہدے پر فائز تھا اور ہر شخص اس کا احترام کرتا تھا۔ وہ صاحبِ ثروت تھا اور اس کی سخاوت کے چرچے دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ وہ ایک یتیم خانے اور ایک محتاج گھر کو خاصا چندہ دیتا رہتا تھا اور اس کے علاوہ، جیسا کہ اس کی موت کے بعد منکشف ہوا، وہ گمنامی کے پردے میں اور بھی متعدد خیراتی کام کرتا رہتا تھا۔ اس کی عمر تقریباً پچاس برس تھی، شکل صورت پر تقریباً کرختگی برستی تھی اور وہ بہت کم گو تھا۔ اس کی ایک نوجوان خاتون سے، جس کے بطن سے اس کے تین بچے تھے، شادی ہوئے دس سال سے زیادہ کا عرصہ نہیں گزرا تھا۔ اگلی شام میں اپنے گھر بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک دروازہ کھلا اور بالکل یہی شخص اندر آ گیا۔

یہاں مجھے بتا دینا چاہئے کہ اب میں فوجی بارکوں میں نہیں رہتا تھا بلکہ استعفیٰ پیش کرنے کے فوراً بعد ایک نجی گھر میں منتقل ہو گیا تھا۔ یہ میں نے ایک بوڑھی عورت سے کرائے پر لیا تھا (وہ کسی کلرک کی بیوہ تھی اور خود بھی اپنی خادمہ کے ساتھ اس کے ایک حصے میں رہائش پذیر تھی)۔ میں اس

فکر میں محض اس لئے منتقل ہوا تھا کیونکہ جب میں ڈوئیل سے واپس آیا تھا میں نے اسی شام افاناسی کو واپس رجمنٹ میں بھیج دیا تھا اور اسے میں نے رجمنٹ میں اس لئے بھیجا تھا کیونکہ ہمارے مابین جو کچھ بیتا تھا، اس کے بعد مجھے اس سے آنکھ ملاتے ہوئے شرم محسوس ہوتی تھی۔ — دنیا دار آدمی اچھے اور نیک کاموں پر بھی اسی طرح شرمسار ہونے پر مائل رہتا ہے۔

"میں گزشتہ کئی روز سے مختلف لوگوں کے گھروں میں تمہاری باتیں بہت تجسس سے سنتا رہا ہوں،" اس شخص نے اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا، "اور آخرکار اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ مجھے تمہارے ساتھ ذاتی واقفیت پیدا کرنا چاہئے تاکہ تمہارے ساتھ مزید تفصیلی گفتگو ممکن ہو سکے۔ تو کیا تم مجھ پر یہ کرم کر سکتے ہو؟"

"یقیناً"، میں نے جواب دیا، "مجھے بے حد خوشی ہوگی؛ بلکہ میں تو اسے خاص طور پر اپنی عزت افزائی سمجھوں گا۔" کہنے کو تو میں نے یہ کہہ دیا لیکن سچی بات یہ ہے کہ اس سے مل کر میں شروع میں اتنا حیران ہوا تھا کہ مجھ پر تقریباً خوف طاری ہو گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اگرچہ لوگ میری باتیں سنتے رہے اور اپنے تجسس کا اظہار کرتے رہے تھے، اس وقت تک ایسا ایک شخص بھی میرے پاس نہیں آیا تھا جس کے چہرے پر اتنی سنجیدگی بلکہ گھمبیرتا طاری ہو۔ اور ادھر یہ شخص تھا کہ فی الواقع خود چل کر میرے غریب خانے پہنچ گیا تھا۔ وہ بیٹھ گیا۔

"مجھے نظر آ رہا ہے کہ تم بڑے مستحکم کردار کے مالک ہو" اس نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا، "کیونکہ تم ایک ایسے معاملے میں صداقت پر ڈٹے رہنے سے نہیں ہچکچائے جس میں تم نے وہ کرنے کے بعد جسے تم اپنی دانست میں صحیح سمجھتے تھے، تم نے ہمہ گیر نفرت و حقارت کا نشانہ بن جانے کا خطرہ مول لینے سے گریز نہیں کیا۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ میری شاید ضرورت سے کچھ زیادہ ہی تعریف فرما رہے ہیں" میں نے کہا۔

"نہیں، بالکل نہیں" اس نے جواب دیا۔ "یقین کرو جس قسم کا کام تم نے کیا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ مشکل ہے جتنا کہ تم سمجھتے ہو۔ درحقیقت یہی وہ چیز ہے جس نے مجھے ورطۂ حیرت میں ڈال دیا اور یہی وجہ ہے کہ میں تمہیں ملنے چلا آیا ہوں۔ اگر تمہیں میرا تجسس ناگوار نہ گزرے تو میں عرض کروں گا کہ تم مجھے صحیح صحیح بتاؤ کہ جب تم نے ڈوئیل کے دوران میں اپنے آپ کو معافی مانگنے پر مجبور کیا تھا تو تمہیں کیا محسوس ہو رہا تھا — بشرطیکہ تمہیں یہ سب کچھ اب تک یاد ہو۔ میرے سوال کو فضول اور بیکار نہ سمجھو۔ اس کے برعکس میں جو تم سے یہ سوال پوچھ رہا ہوں تو اس کے پیچھے میرا اپنا مقصد پنہاں ہے اور یہ مقصد کیا ہے، اس کا انکشاف میں مناسب وقت پر کروں گا بشرطیکہ خداوند

کو یہ منظور ہو جائے کہ ہم ایک دوسرے کے قریب آ جائیں۔"

جب وہ یہ باتیں کہہ رہا تھا میں سیدھا اس کے چہرے کی جانب دیکھ رہا تھا اور ایکا ایکی مجھے محسوس ہونے لگا کہ میں اس شخص پر کامل اعتماد کر سکتا ہوں اور اس کے ساتھ ہی میرے دل میں غیر معمولی تجسس موجزن ہونے لگا کیونکہ مجھے احساس ہو رہا تھا کہ وہ اپنے قلب میں کوئی خاص راز چھپائے ہوئے ہے۔

"آپ پوچھ رہے ہیں" میں نے جواب دیا، "کہ جب میں اپنے حریف سے معذرت کر رہا تھا میرے صحیح صحیح احساسات کیا تھے، لیکن بہتر یہ ہوگا کہ جو کچھ ہوا میں اس کے متعلق شروع سے آپ کو بتا دوں اور یہ ایک ایسی بات ہے جو میں نے ابھی تک کسی کو نہیں بتائی۔" اور میں نے افاناسی کے ساتھ جو سلوک کیا تھا، میں نے اس کی ایک ایک تفصیل اسے بتا دی، یہاں تک کہ میں نے جس انداز سے اس کے سامنے زمین سے اپنی پیشانی چھوائی تھی، اس کے متعلق بھی اسے بتا دیا۔

"اس سے آپ خود نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں" میں نے اپنی بات ختم کرتے ہوئے کہا، "کہ ڈوئیل کے دوران میں میرے لئے معافی مانگنا خاصا آسان کام تھا کیونکہ اولین قدم تو میں گھر سے روانہ ہونے سے پہلے ہی اٹھا چکا تھا اور جب میں ایک دفعہ راستے پر گامزن ہو گیا، پھر ہر چیز نہ صرف آسانی سے بلکہ خوشی اور شگفتہ انداز سے طے پا گئی۔"

میری گفتگو سننے کے بعد اس نے مجھ پر دوستانہ اور مشفقانہ نگاہ ڈالی۔ "تم نے جو کچھ مجھے بتایا ہے، انتہائی عجیب اور دلچسپ ہے اور میں یقیناً دوبارہ تمہیں ملنے آؤں گا۔" اور اس کے بعد وہ تقریباً باقاعدہ ہر رات میرے ہاں آنے لگا۔ اور ہم ایک دوسرے کے گہرے دوست بن سکتے تھے بشرطیکہ اس نے اپنے متعلق مجھے کچھ بتایا ہوتا۔ تاہم اس نے اپنے متعلق شاذ ہی کبھی کچھ بتایا ہوگا، اس کے برعکس وہ مجھ سے میرے بارے میں مسلسل کرید کرید کر سوالات کرتا رہتا۔ میں اس کے باوجود اس کا بہت گرویدہ ہو گیا۔ ہماری ان ملاقاتوں کے سلسلے کو شروع ہوئے کوئی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ میں نے اسے اپنے اعتماد میں لے لیا اور اپنا سینہ کھول کر اس کے سامنے رکھ دیا کیونکہ میں نے سوچ لیا تھا: مجھے اس کے رازوں کو جاننے کی ضرورت ہی کیا ہے؛ صاف نظر آ رہا ہے کہ وہ راہِ راست پر چلنے والا آدمی ہے۔ علاوہ ازیں وہ بہت حد سنجیدہ شخص ہے، مجھ سے عمر میں کہیں بڑا ہے اور اس کے باوجود مجھ سے، ایک ناتجربہ کار چھوکرے سے ملنے چلا آتا ہے اور اسے میری صحبت سے کوئی عار محسوس نہیں ہوتی۔ اور میں نے اس سے بہت سی مفید باتیں سیکھیں کیونکہ وہ بہت عقل مند اور جہاں دیدہ شخص تھا۔

"یہ کہ زندگی جنت الفردوس ہے،" اس نے ایک روز یک لخت کہا، "میں اس بارے میں بہت

عرصے سے سوچتا رہا ہوں:" اور اس کے بعد اس نے جھٹ پٹ مزید کہا، "اس کے ماسوا میں کچھ اور سوچتا ہی نہیں۔" اس نے میری جانب دیکھا اور مسکرا دیا۔ "مجھے اس پر تم سے کہیں زیادہ یقین ہے:" اس نے کہا: "کیوں، اس کا تمہیں بعد میں علم ہو جائے گا۔"

میں نے اس کی باتیں توجہ سے سنیں اور سوچنے لگا، "غالباً یہی وجہ ہے کہ وہ میرے سامنے کسی چیز کا انکشاف کرنا چاہتا ہے۔"

"جنت الفردوس:" اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا، "ہم میں سے ہر ایک کے اندر چھپی ہوئی ہے، یہ اس وقت میرے اندر بھی چھپی ہوئی ہے، مجھے صرف اس کی آرزو کرنے کی ضرورت ہے اور یہ اپنے آپ اگلے ہی دن چلی آئے گی اور تاحیات میرے ساتھ رہے گی۔"

میں اس کی جانب دیکھنے لگا۔ وہ بڑے جوش وجذبے سے تقریر کر رہا تھا اور پُراسرار انداز سے مجھ پر نگاہیں گاڑے ہوئے تھا جیسے وہ مجھے ٹٹول رہا ہو۔ "جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اپنے گناہوں کے علاوہ آدمی دوسرے لوگوں اور دوسری اشیا کی خطاؤں کا بھی ذمے دار ہوتا ہے:" اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا، "تو تم نے واقعی بالکل ٹھیک سوچا ہے اور حیران کن بات صرف یہ ہے کہ تم فی الفور مکمل طور پر معاملے کی تہہ تک کیسے پہنچ گئے۔ واقعی یہ بات درست ہے کہ جونہی لوگوں نے اس تصور کو سمجھ لیا تو ان کے لئے آسمانی جنت کا آغاز ہو جائے گا، یہ ان کے صرف خوابوں تک محدود نہیں رہے گی بلکہ حقیقت کا روپ بھی دھار لے گی۔"

"اور:" میں نے چیختے ہوئے تلخ لہجے سے کہا، "اور یہ حقیقت کا روپ کب دھارے گی، اگر یہ کبھی دھار سکی؟ کیا یہ محض خواب تو نہیں؟"

"خیر:" اس نے کہا، "تم ابھی تک شک میں مبتلا ہو، خود ہی تلقین کرتے ہو، اس کے باوجود خود اس کا یقین بھی نہیں کرتے۔ اگرچہ جیسا کہ تم کہتے ہو یہ ابھی محض خواب ہے لیکن یاد رکھو کہ اس کی عملی تعبیر ہو کر رہے گی۔ — تمہیں اس کا یقین ہونا چاہئے، لیکن ابھی یہ حقیقت کا جامہ نہیں پہنے گی کیونکہ ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے۔ یہ روحانی اور نفسیاتی معاملہ ہے۔ دنیا کی تشکیل نو کرنے کے لئے ضروری ہے کہ لوگ مختلف ذہنی رویہ اپنائیں۔ جب تک انسان انسان کا بھائی نہیں بن جاتا، انسانوں میں اخوت قائم نہیں ہو سکتی۔ کوئی بھی سائنس یا مشترک مادی فائدہ لوگوں کو اس بات کی ترغیب نہیں دے سکتا کہ وہ اپنی املاک یا استحقاقات میں منصفانہ طور پر دوسروں کو بھی شریک کر لیں۔ ہر شخص ہمیشہ یہی سمجھتا رہے گا کہ اس کا حصہ کافی نہیں، لوگ ہمیشہ بڑبڑاتے اور شکایت کرتے رہیں گے، وہ مدام ایک دوسرے کو حسد کی نگاہوں سے دیکھتے اور ایک دوسرے کو تباہی کے غار میں دھکیلتے رہیں گے۔ تم پوچھتے ہو کہ یہ خواب کبھی حقیقت بنے گا؟ یہ ضرور حقیقت بنے گا لیکن اس سے

پہلے انسان کو خود اختیار کردہ اکیلے پن کی عادت ترک کرنا ہو گی۔"

"کیسا اکیلا پن؟" میں نے سوال کیا۔

"وہی، جو خاص طور پر ہمارے دور میں ہر جگہ موجود ہے اور جو ابھی تک اختتام پذیر نہیں ہوا، ابھی تک اپنی معیاد پوری نہیں کر سکا۔ کیونکہ آج کل کیفیت یہ ہے کہ ہر شخص ممکنہ حد تک اپنے آپ کو دوسروں سے علیحدہ رکھنے کی تگ ودو میں مصروف ہے، ہر شخص دنیا کی تمام اشیا سے اکیلا ہی متمتع ہونے کی خواہش میں مبتلا ہے لیکن وہ جتنا چاہے زور لگا لے، اس کی کوششیں بارآور نہیں ہو سکتیں، وہ سب کچھ پر قابض نہیں ہو سکتا بلکہ جب وہ اس جانب قدم بڑھاتا ہے تو اس کا انجام کامل تباہی پر ہوتا ہے، وہ ذات کی تکمیل کرنے سے ہی قاصر نہیں رہتا، بلکہ الٹا اکیلے پن کا شکار ہو جاتا ہے۔ چونکہ ہمارے دور میں ہر شخص نے اپنے آپ کو دوسروں سے الگ تھلگ کر لیا ہے، ہر کوئی اپنے ہی بل میں غائب ہو گیا ہے، اس نے اپنے اور اگلے آدمی کے مابین فاصلہ کھڑا کر لیا ہے اور اس نے خود کو اور اپنی املاک کو دوسروں کی نظروں سے چھپا لیا ہے، اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا ہے کہ وہ دوسروں سے کنارہ کش ہو گیا ہے اور اپنی باری آنے پر دوسرے خود اس سے کنارہ کش ہو گئے ہیں۔ وہ دوسروں سے الگ تھلگ ہو کر بے وقوف دولت کے انبار لگاتا رہتا ہے اور سمجھنے لگتا ہے: 'اب میں کتنا طاقت ور، کتنا محفوظ و مامون ہو گیا ہوں،' اور اپنے اس پاگل پن میں وہ یہ سمجھنے سے قاصر رہتا ہے کہ وہ جتنا بڑا انبار لگاتا ہے اتنا ہی زیادہ خود کو ضعیف بناتا اور یوں اپنی تباہی کے بیج بوتا رہتا ہے۔ چونکہ انسان محض اپنی ہی ذات پر اعتبار کرنے کا عادی ہو گیا ہے، اس نے اپنے آپ کو کل سے علیحدہ کر لیا ہے: اس نے اپنی روح کو نہ انسانوں میں، نہ انسانوں کی امداد میں اور نہ انسانیت میں اعتماد کرنے کا خوگر بنا لیا ہے اور محض اس خوف سے اس پر کپکپی طاری ہونے لگتی ہے کہ اس نے جو دولت اکٹھی اور جو مراعات حاصل کر رکھی ہیں، کہیں وہ ان سے محروم نہ ہو جائے (116)۔ آج ہر جگہ انسانی دماغ نے اپنے آپ کو ہم چوما دیگرے نیست سمجھتے ہوئے اس حقیقت کو نظر انداز کرنا شروع کر دیا ہے کہ انسان کو صحیح تحفظ فرد کی اپنی، تنہا کوششوں سے نہیں بلکہ بنی نوع انسان کی ہیئت سالمہ سے ہی مل سکتا ہے۔ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ اکیلے پن کو ترجیح دینے کا یہ رجحان ایک روز ختم ہو کر ہی رہے گا اور ہر انسان کو ایکا ایکی اندازہ ہو جائے گا کہ اپنے آپ کو دوسروں سے الگ تھلگ کرنے کا عمل انسان کے لئے کتنا غیر فطری ہے۔ یہی واقعتاً زمانے کا تقاضا ہے اور لوگ یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہو جائیں گے کہ وہ اتنا طویل عرصہ اندھیرے میں کیوں رہے اور انہیں روشنی کیوں نظر نہ آئی۔ تب ابن آدم کا نشان (117) آسمان پر دکھائی دے گا... مگر جب تک وہ دن نہیں آ جاتا تب تک ہمیں بہرحال وقتاً فوقتاً علم بلند کئے رکھنا چاہئے اور انسان بے شک یہ کام انفرادی طور پر ہی کرے

اسے بہرحال (دوسروں کے سامنے) مثال ضرور پیش کرتے رہنا چاہئے، اسے اپنی روح کو کمینے پن سے نکالنا چاہئے اور بہادرانہ انداز سے اسے مواخانہ محبت کی طرف لے جانا چاہئے، خواہ اس کا نتیجہ یہ نکلے کہ لوگ اسے پاک باز بدھو سمجھنے لگیں... اور اسے یہ اس لئے کرتے رہنا چاہئے تاکہ عظیم تصور کو نیست و نابود ہونے سے بچایا جا سکے..."

چنانچہ ایک کے بعد ایک ہماری شامیں انہی پُرجوش اور ولولہ پرور بحثوں میں صرف ہونے لگیں۔ میں نے محفلوں میں شرکت کرنا چھوڑ دیا اور دوستوں کے ہاں میرا آنا جانا بھی پہلے کی نسبت کہیں کم ہو گیا۔ علاوہ ازیں میں اب لوگوں کی نگاہوں میں بھی کوئی انوکھی چیز نہیں رہا تھا۔ میں یہ بات کسی ملامت کے جذبے سے نہیں کہہ رہا کیونکہ وہ بہرحال ابھی تک میرے گرویدہ تھے اور میرے ساتھ شفقت کا برتاؤ کر رہے تھے۔ پھر بھی یہ بات ماننا ہو گی کہ انوکھا پن ایک ایسی چیز ہے جو اس دنیا میں بڑی قوت بھی جاتی ہے۔ جہاں تک پُراسرار اجنبی کا تعلق ہے، میرے دل میں بالآخر اس کے لئے تحسین کے جذبات امڈنے لگے تھے کیونکہ اس کی دانائی کی باتوں سے جو لطف و سرور حاصل ہوتا تھا، اس سے قطع نظر مجھے یہ احساس ہونے لگا تھا کہ وہ کسی قسم کی منصوبے بندی میں مصروف ہے اور غالباً اپنے آپ کو کسی عظیم کام کے لئے تیار کر رہا ہے۔ اسے بظاہر جو چیز پسند آئی تھی، ممکن ہے وہ یہ ہو کہ میں نے اس کے راز کی ٹوہ لگانے میں کسی بھی طرح کے تجسس کا اظہار نہیں کیا تھا اور اس سے اسے اگلوانے کی بالواسطہ یا بلاواسطہ کوئی کوشش نہیں کی تھی۔ لیکن انجام کار مجھے یوں لگا جیسے وہ خود ہی مجھے کوئی چیز بتانے کے لئے سخت بے قرار ہو رہا ہو اور یہ بات تب خاص طور پر عیاں ہو گئی جب اسے میرے ہاں آتے ایک مہینہ ہو چکا تھا۔

"تمہیں پتا ہے؟" اس نے ایک روز مجھ سے پوچھا، "قصبے کے لوگ ہمارے بارے میں بہت متجسس ہو رہے ہیں؟ انہیں اچنبھا اس بات پر ہے کہ میں تمہیں یوں بار بار ملنے کیوں چلا آتا ہوں۔ لیکن اگر وہ حیران ہو رہے ہیں تو انہیں ہوتے رہنے دو کیونکہ ہر چیز بہت جلد منکشف ہو جائے گی۔"

بعض اوقات وہ غیر معمولی طور پر مضطرب ہو جاتا اور ایسے مواقع پر وہ تقریباً ہمیشہ رخصت ہونے ہی میں خیریت سمجھتا۔ اگر وہ بدستور ٹھہرا رہتا، وہ زیرک و عمیق نظریں گاڑ کر مجھے تکتا رہتا اور میں سوچنے لگتا، "اب یہ شخص مجھ سے ضرور کچھ نہ کچھ کہے گا،" لیکن وہ اپنی بات ادھوری چھوڑ دیتا اور اس کی بجائے کوئی معمولی، پیش پا افتادہ، گھسی پٹی بات کرنے لگتا۔ وہ اکثر سر درد کی بھی شکایت کرنے لگا اور ایک موقع پر اس کی طویل اور پُرجوش گفتگو کے بعد مجھے بالکل ہی غیر متوقع طور پر احساس ہوا کہ اچانک اس کی رنگت پیلی پڑ گئی ہے، خد و خال اینٹھ گئے ہیں اور وہ خالی خالی نظروں سے مجھے گھور گھور کر دیکھ رہا ہے۔

"کیا بات ہے؟" میں نے کہا، "آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

اس نے ابھی ابھی سر درد کی شکایت کی تھی۔

"میں... تمہیں معلوم نہیں... میں... کسی کا قتل کر چکا ہوں۔"

یہ کہہ کر مسکرانے لگا لیکن اس کے چہرے پر مُردنی چھائی ہوئی تھی۔

"یہ مسکرا کیوں رہا ہے؟" اس نے جو کچھ کہا تھا ابھی میں اسے پوری طرح سمجھ بھی نہ پایا تھا کہ یہ خیال بجلی کے کوندے کی طرح میرے ذہن میں لپکا اور مجھے یوں لگا جیسے مجھے کسی نے گولی مار دی ہو۔ میری رنگت بھی پیلی پڑ گئی۔

"آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" میری چیخ نکل گئی۔

"تم سمجھ گئے ہو گے،" اس نے اسی پھیکی مسکراہٹ سے کہا، "یہ الفاظ ادا کرنے میں مجھے کتنی بھاری قیمت چکانا پڑی ہو گی۔ اب جبکہ میں انہیں کہہ چکا ہوں، میرا خیال ہے میں آگے بڑھ سکتا ہوں۔"

کافی دیر تک مجھے اس کی بات کا یقین نہ آیا اور میں انجام کار تب مانا جب وہ مسلسل تین دن میرے ہاں آتا رہا اور ہر چیز کھول کر بیان کر چکا۔ پہلے تو میں سمجھا کہ وہ شاید پاگل ہے مگر بالآخر مجھے حیرت بھی ہوئی اور جھنجھلاہٹ بھی، جب مجھے تسلیم کرنا پڑا کہ وہ سچ کہہ رہا ہے۔

چودہ سال قبل وہ ایک گھناؤنے اور قبیح جرم کا مرتکب ہوا تھا۔ اس کا شکار ایک حسین و جمیل اور صاحب ثروت نوجوان خاتون بنی تھی جس کی زرعی زمین بھی تھی اور جس کا ہمارے قصبے میں ایک مکان بھی تھا۔ وہ بری طرح اس کے عشق میں گرفتار ہو گیا تھا اور اس کے سامنے اپنے جذبات کا اظہار بھی کر چکا تھا۔ اس نے سرتوڑ کوشش کی تھی کہ وہ کسی طرح اس سے شادی کرنے پر رضامند ہو جائے۔ لیکن وہ پہلے ہی کسی اور کو اپنا دل دے چکی تھی اور جس شخص کو وہ چاہتی تھی، وہ طبقہ اشراف کا اعلیٰ فوجی افسر تھا۔ اس وقت تو وہ کسی مہم (117-الف) پر گیا ہوا تھا مگر عام خیال یہی تھا کہ وہ بہت جلد واپس آ جائے گا۔ چنانچہ اس خاتون نے میرے ملاقاتی کو دھتکار دیا اور اس سے بولی کہ وہ آئندہ اس سے ملنے کی کوئی کوشش نہ کرے۔ اس نے اس کے ہاں آنا جانا تو چھوڑ دیا لیکن اس کے خیال سے دست بردار نہ ہوا۔ چونکہ وہ اکثر اس کے گھر آتا جاتا رہا تھا، یوں وہ مکان کے ایک ایک انچ سے واقف ہو چکا تھا۔ ایک رات اس نے غیر معمولی جرات مگر زبردست ناعاقبت اندیشی کا مظاہرہ کیا کہ وہ باغیچے سے چھت پر چڑھ گیا جہاں سے وہ بآسانی دوسروں کو نظر آ سکتا تھا مگر جیسا کہ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ جرائم زیادہ تر وہی کامیاب ہوتے ہیں جن میں نڈرتا اور دیدہ دلیری دکھائی گئی ہو۔

وہ چھت کے روشن دان میں سے ایک میں داخل ہوا، سیڑھیاں اتر کر رہائشی حصے میں آیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ زینے کے نیچے جو دروازہ ہے وہ نوکروں کی لاپروائی سے اکثر کھلا رہ جاتا ہے۔ وہ اسی لاپروائی پر انحصار کر رہا تھا اور یقین مانیے کہ دروازہ واقعی غیر مقفل تھا۔ رہائشی حصے میں پہنچنے کے بعد وہ اندھیرے میں چلتا خاتون کی خواب گاہ میں داخل ہو گیا جہاں شبینہ چراغ جل رہا تھا۔ اسے مقدر کا کھیل کہیں کہ اسی گلی کے ایک قریبی مکان میں کسی بچے کے نام رکھنے کی رسم کے سلسلے میں دعوت ہو رہی تھی اور خاتون کی دونوں خادمائیں بلا اجازت چوری چھپے وہاں چلی گئی تھیں۔ باقی نوکر چاکر اپنے کوارٹروں اور نچلی منزل میں باورچی خانے میں سو رہے تھے۔ خاتون کو اپنی خواب گاہ میں سوتے دیکھ کر میرے پُراسرار ملاقاتی کی آتش غضب بھڑک اٹھی، انتقامی اور حاسدانہ غصے نے اسے اپنے شکنجے میں جکڑ لیا اور وہ اس حالت میں جیسے اس پر نشے میں غرق آدمی کی وحشت طاری ہو چکی ہو، اس کے پلنگ کے قریب پہنچا اور آؤ دیکھا نہ تاؤ، فی الفور اس کے دل میں چاقو اتار دیا۔ وار اتنا اچانک اور اتنا کاری تھا کہ اس بے چاری کے منہ سے چیخ بھی نہ نکل سکی۔ اس شخص نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ اپنے جرم پر پردہ ڈالنے اور اسے نوکروں چاکروں کی کارستانی جتانے کے لئے ایک اور مذموم اور مجرمانہ فعل کا ارادہ باندھ لیا۔ ضمیر کی ذرا سی خلش بھی محسوس کئے بغیر اس نے اس کا پرس چرا لیا، اس کے تکیے کے نیچے سے چابیاں اٹھائیں، دراز دار الماری کھولی اور وہاں سے بالکل اسی طرح کی چند اشیاء اٹھالیں جس طرح کی کسی معمولی اور جاہل نوکر سے توقع کی جا سکتی ہے یعنی قیمتی کاغذات اور دستاویزات تو پڑی رہنے دیں، بس نقدی کھسکا لی۔ اس نے چند وزنی طلائی زیورات بھی اپنی جیب میں ڈال لئے جن کی مالیت نقدی سے دس گنا زیادہ تھی اور چھوٹی موٹی اشیاء نظر انداز کر دیں۔ ایک دو اشیاء وہ نشانی کے طور پر اپنے ساتھ لے گیا لیکن ان کا ذکر بعد میں آئے گا۔ اس بھیانک جرم کا ارتکاب کرنے کے بعد وہ جس راستے سے آیا تھا اسی راستے واپس چلا گیا۔

نہ تو اگلے روز، جب جرم کا چرچا ہوا، اور نہ اس کے بعد کبھی کسی شخص کو اصلی مجرم کے متعلق کوئی شبہ ہوا! پھر کسی کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ مرحومہ کو کتنی شدت سے چاہتا تھا کیونکہ وہ فطرتاً کم گو واقع ہوا تھا اور دوسروں سے ملتا جلتا بھی کم ہی تھا، اور نہ اس کا کوئی ایسا دوست تھا جسے وہ اپنے اعتماد میں لے سکتا۔ چونکہ وہ گزشتہ دو ہفتوں سے اس خاتون کو ملنے تک نہیں گیا تھا، اسے مقتولہ کا محض واقف کار گردان لیا گیا اور کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ آیا کہ اس کے اس کے ساتھ قریبی تعلقات ہو سکتے ہیں۔ اس کی بجائے شبہ فوراً خاتون کے ملازم پیوتر پر ہوا جو نیم غلام تھا اور تمام حالات اس شبے کی تصدیق کرتے نظر آتے تھے کیونکہ اس ملازم کو معلوم تھا کہ وہ اسے فوج میں بھجوانا چاہتی تھی ـــــ اور اس نے یہ بات کبھی چھپا کر نہیں رکھی تھی ـــــ تاکہ وہ اپنے کسانوں میں سے جبری

رکروٹ (118) بھرتی کرانے کا کوٹا پورا کر سکے۔ ویسے بھی اس ملازم کا کوئی آگا پیچھا تو تھا نہیں اور اس پر طرہ یہ کہ وہ تھا بھی بہت اکھڑ اور بدتمیز۔ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ کسی شراب خانے میں، جہاں وہ پی پلا کر نشے میں دھت ہو چکا تھا اور خواہ مخواہ آگ بگولا ہو رہا تھا، اس نے خاتون کو ہلاک کرنے کی دھمکی دی تھی۔ اس کے قتل سے دو روز پہلے وہ گھر سے فرار ہو گیا تھا اور قصبے میں کہیں چھپا ہوا تھا لیکن کہاں؟ یہ کسی کو معلوم نہیں تھا۔ تاہم قتل کے عین اگلے روز وہ قصبے سے باہر جانے والی سڑک پر نشے میں غرق پڑا ملا، اس کی جیب میں چاقو تھا اور اس سے بھی بدتر بات یہ ہوئی کہ کسی وجہ سے اس کی دائیں ہتھیلی پر خون کے دھبے پڑے ہوئے تھے۔ اس کا دعویٰ تھا کہ یہ دھبے اس کی نکسیر پھوٹنے سے بنے تھے مگر کسی کو اس کی بات پر یقین نہ آیا۔ خادماؤں نے اقرار کر لیا کہ وہ دعوت میں شریک ہونے چلی گئی تھیں اور سامنے کا دروازہ کھلا چھوڑ گئی تھیں جو ان کی واپسی تک غیر مقفل ہی رہا۔ اس کے علاوہ مزید واقعاتی شہادتیں مل گئیں جن کے بل بوتے پر بے گناہ نوکر دھر لیا گیا۔

گرفتاری کے بعد مقدمہ چلا۔ مقدمے کے آغاز کے ٹھیک ایک ہفتہ بعد ملزم کو بخار ہو گیا اور وہ بے ہوشی کی حالت میں ہسپتال میں جاں بحق ہو گیا۔ یوں معاملہ اختتام پذیر ہو گیا، اسے خدا کی مرضی سمجھ لیا گیا اور تمام لوگوں کو، جن میں جج، حکام، وکیل اور عوام بھی شامل تھے، یہی یقین رہا کہ قتل کا ارتکاب مرحوم ملازم نے کیا تھا، کسی اور نے نہیں۔ اس کے بعد (اصل مجرم کی) سزا شروع ہو گئی۔

پُراسرار ملاقاتی نے، جو اب میرا دوست بن چکا تھا، مجھے بتایا کہ ابتدا میں اسے ضمیر کی قطعاً کوئی کسک محسوس نہ ہوئی۔ وہ کافی عرصہ ذہنی اذیت میں مبتلا ضرور رہا، اس لئے نہیں کہ اس کا ضمیر اسے لعنت ملامت کر رہا تھا بلکہ اس لئے کہ اسے افسوس اس بات کا تھا کہ اس نے اپنی محبوبہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے، یہ کہ اب وہ بقید حیات نہیں رہی ہے اور یہ کہ اس نے اسے قتل کر کے اپنی محبت کا بھی گلا گھونٹ دیا ہے حالانکہ جذبات کے شعلے ابھی تک اس کے دل میں بھڑک رہے تھے۔ جہاں تک کسی بے گناہ کے خون بہانے، کسی دوسرے انسان کے قتل کرنے کا تعلق ہے، اس نے اس کے متعلق اس زمانے میں شاذ ہی کبھی سوچا ہو گا۔ معلوم ہوتا تھا کہ یہ تصور کہ اس کے ہاتھوں قتل ہونے والی عورت کسی دوسرے شخص کی بیوی بن سکتی تھی، اس کے لئے ناقابل برداشت تھا اور وہ کافی عرصے تک دل ہی دل میں اس بات کا قائل رہا کہ اس نے جو کچھ کیا تھا، اس کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہیں تھا۔

شروع میں اسے نوکر کی گرفتاری پر کچھ کوفت ضرور ہوئی لیکن مؤخرالذکر کی اچانک بیماری اور پھر ناگہانی موت نے اس کے سارے وسوسے دور کر دیے کیونکہ تمام قرائن کے مطابق (وہ بہرحال اسی انداز سے استدلال کرتا تھا) نوکر کی موت اس لئے واقع نہیں ہوئی تھی کہ وہ گرفتار ہو گیا تھا یا

اپنی گرفتاری سے اسے صدمہ پہنچا تھا بلکہ وہ مرا اس لئے تھا کیونکہ فرار کے دنوں میں وہ ساری ساری رات نشے میں دھت گیلی زمین پر پڑا رہتا تھا اور یوں اسے سردی لگ گئی تھی۔ مسروقہ اشیاء اور نقدی کے بارے میں بھی اسے کوئی خاص تشویش نہیں تھی کیونکہ (وہ اسی انداز سے استدلال کرتا رہتا تھا) اس نے چوری لالچ کی خاطر نہیں، بلکہ اس لئے کی تھی کہ کسی کو (قتل کا) شبہ اس پر نہ ہو (بلکہ نوکروں وغیرہ پر ہو)۔ علاوہ ازیں وہ رقم تھی بھی بالکل حقیر اور اس نے چند ہی دنوں بعد وہ ساری کی ساری، بلکہ اس میں اپنی طرف سے کچھ مزید اضافہ کر کے محتاج گھر کو دان کر دی تھی جو ہمارے قصبے میں قائم ہو چکا تھا۔ اس نے یہ کام خاص طور پر محض چوری کے بارے میں اپنے ضمیر کو مطمئن کرنے کے لئے کیا تھا اور عجیب بات یہ ہے کہ اسے کچھ مدت ——— درحقیقت کافی طویل مدت ——— تک اطمینان قلب اور ذہنی سکون حاصل رہا ——— اور یہ بات خود اس نے مجھے بتائی تھی۔ اس کے بعد وہ دفتری امور میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگا، اس نے عمداً ایک انتہائی مشکل اور کٹھن فریضہ اپنے ذمے لے لیا جس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں اسے دو سال کا عرصہ لگ گیا اور چونکہ وہ مضبوط کردار اور اٹل ارادے کا مالک تھا، اس نے جو کچھ کیا تھا وہ اسے بھلانے میں تقریباً کامیاب ہو گیا۔ تاہم جب کبھی اسے وہ واقعہ یاد آتا بھی، وہ اسے اپنے ذہن سے بالکل ہی جھٹک دینے کی کوشش کرتا۔ وہ تن من دھن سے مخیّر کاموں میں حصہ لینے لگا، اس نے بہت کچھ کر دکھایا اور شہر کے قابل قدر منصوبوں کے لیے بار بار چندے دیتا رہا۔ بڑے شہروں میں بھی اس کا ذکر ہونے لگا اور وہ ماسکو اور سینٹ پیٹرزبرگ کی متعدد خیراتی تنظیموں کی کمیٹیوں کا رکن منتخب ہو گیا۔ لیکن آخرکار وہ اپنے ہی بھیانک خیالات کی زد میں آ گیا اور اسے جو شدید ذہنی اذیت پہنچنے لگی وہ اس کی برداشت سے قطعی باہر تھی۔ دریں اثنا وہ ایک خوب صورت، سمجھ دار نوجوان خاتون کی جانب راغب ہونے لگا اور اس نے بہت جلد اس امید پر اس سے شادی کر لی کہ اس طرح وہ اپنی مریضانہ داخلی کشمکش اور ذہنی اذیت سے نجات حاصل کر سکے گا، اور یہ کہ نئے راستے پر چڑ کر اور اپنی بیوی بچوں کے سلسلے میں اس پر جو فرائض عائد ہوتے ہیں، انہیں سرگرمی سے ادا کر کے وہ پرانی یادوں کو مکمل طور پر اپنے ذہن سے کھرچنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ لیکن جو کچھ ہوا، وہ اس کے بالکل برعکس تھا۔ اپنی شادی کے پہلے ہی سال کے دوران میں یہ خیال اسے بار بار اذیت پہنچاتا رہا: ”میری بیوی مجھ سے محبت کرتی ہے لیکن اگر اسے معلوم ہو گیا، پھر کیا ہو گا؟“ جب وہ پہلی بار حاملہ ہوئی اور اس نے اپنے شوہر کو اس کے متعلق مطلع کیا، وہ الجھن میں پھنس گیا۔ ”میں (ایک شخص کو) زندگی دے رہا ہوں حالانکہ میں (ایک دوسرے شخص کی) زندگی لے چکا ہوں۔“ پھر ان کے ہاں بچے پیدا ہو گئے۔ ”مجھ میں ان سے محبت کرنے، انہیں تعلیم دلانے، ان کی پرورش و تربیت کرنے، انہیں نیکی اور بدی کے مابین تمیز

کرنے کا درس دینے کا حوصلہ کہاں سے آئے گا؟ مجھ میں، جو خون کر چکا ہے۔“ اس کے بچے بڑے ہونے لگے۔ وہ بہت پیارے اور خوب صورت بچے تھے اور وہ ان کے ساتھ لاڈ پیار کرنا چاہتا تھا۔ ”لیکن مجھ میں ان کے چمکتے دمکتے معصوم چہروں پر نگاہیں ڈالنے کا حوصلہ نہیں۔ میں اس کا مستحق نہیں۔“

آخرکار مقتولہ کا قتل، اس کی بھری پُری جوانی جسے قبل از وقت موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا، اور اس کا خون جو پکار پکار کر انتقام کا مطالبہ کر رہا تھا، آسیب بن کر اس کے سر پر سوار ہونے لگا اور اس کی زندگی میں تلخی اور زہر بھرنے لگا۔ اسے بھیانک خواب آنے لگے اور اس کی نیند حرام ہونے لگی۔ چونکہ وہ فطرتاً صابر و شکیب اور بُردبار واقع ہوا تھا، وہ اپنی اذیت کافی عرصہ جھیل گیا۔ ”اپنی مخفی اذیت کے ذریعے میں ہر چیز کی تلافی کر دوں گا۔“ مگر یہ امید بھی بے کار ثابت ہوئی۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا، توں توں اس کی ذہنی اذیت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

اگرچہ اس کے اکل کھرے اور درشت رویے کی وجہ سے لوگ اسے کوئی خاص پسند نہیں کرتے تھے لیکن اپنے مخیّر کاموں کی وجہ سے اسے معاشرے میں خاصی عزت و توقیر حاصل تھی، مگر وہ جتنی زیادہ عزت کماتا تھا، اس کی زندگی اتنی ہی زیادہ ناقابل برداشت ہوتی جا رہی تھی۔ اس نے میرے سامنے اقرار کیا کہ اس نے خود کو ہلاک کرنے کے بارے میں بھی سوچا تھا لیکن اس کی بجائے اس کے ذہن پر ایک اور خیال سوار ہو گیا ——— شروع میں یہ خیال پاگلانہ اور ناممکن معلوم ہوا لیکن انجام کار وہ اس کے دل و دماغ پر اس قدر حاوی ہو گیا کہ اب اس کے لئے اسے جھٹکنا ناممکن ہو گیا۔ یہ خیال محض یہ تھا: اٹھو، باہر نکلو اور ساری دنیا کے سامنے کھلم کھلا اقرار کر لو کہ تم نے کسی کا خون کیا ہے۔ تین سال تک یہ خیال اس کے ذہن پر چپکا رہا اور مختلف صورتوں میں آسیب بن کر اس پر سوار رہا۔ بالآخر اسے پختہ یقین ہو گیا کہ اگر وہ اپنے جرم کا اقرار کر لے، تو لامحالہ اس کی روح کی صفائی ہو جائے گی اور اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سکون حاصل ہو جائے گا۔ لیکن اس نتیجے پر پہنچنے کے بعد اسے دہشت ہونے لگی: ”میں یہ کام کیسے کر سکتا ہوں؟“ اور تب غیر متوقع طور پر ڈوئیل کے دوران میں (میرا) واقعہ پیش آ گیا۔ ”تمہیں دیکھنے کے بعد میں نے آخرکار فیصلہ کر لیا ہے۔“ میں نگاہیں گاڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

”کیا یہ واقعی درست ہے؟“ میں نے حیرت سے اپنے بازو فضا میں لہراتے ہوئے اس سے کہا، ”کہ اس قسم کے معمولی واقعے نے آپ کی کایا پلٹ دی ہے اور آپ میں اتنا عزم پیدا کر دیا ہے؟“

”مجھے اس عزم تک پہنچنے میں تین سال کا عرصہ لگا ہے؟“ اس نے جواب دیا، ”مگر تمہارے اس واقعے نے اسے آخری مہمیز لگا دی ہے۔ تمہاری مثال دیکھنے کے بعد میں نے اپنے آپ کو لعنت

ملامت کی اور مجھے تم پر رشک آنے لگا۔" اس نے قدرے خشونت سے کہا۔

"لیکن کسی کو بھی آپ کی بات کا یقین نہیں آئے گا۔" میں نے کہا۔ "چودہ سال بیت چکے ہیں۔"

"میرے پاس ایسے ثبوت ہیں جن پر شک وشبہ نہیں کیا جا سکتا۔ میں انہیں پیش کر دوں گا۔"

اس کی بات سن کر میرے آنسو نکل آئے اور میں نے اسے بازوؤں میں بھینچ لیا۔

"تاہم تم میرے لئے ایک بات، صرف ایک بات کا فیصلہ کر دو!" اس نے کہا (جیسے اب ہر چیز کا انحصار محض مجھی پر ہو)۔ "میرے بیوی بچوں کا کیا بنے گا! شاید صدمے سے میری بیوی کا دم ہی نکل جائے اور اگرچہ میرے بچوں کو اپنے سماجی مقام اور خاندانی املاک سے محروم نہیں ہونا پڑے گا، پھر بھی ان کا باپ سزا یافتہ مجرم ہو گا اور وہ تاحیات اس حقیقت سے چھٹکارا نہیں پا سکیں گے۔ اور میں ان کے لئے، ان کے قلوب میں، کیسی وراثت، کیسی میراث چھوڑ کر جا رہا ہوں!"

میں چپ رہا۔

"تو کیا مجھے ان سے ہمیشہ کے لئے جدا ہونا، انہیں ہمیشہ کے لئے چھوڑنا ہو گا؟ ہمیشہ کے لئے، ہمیشہ کے لئے، تمہارا کیا خیال ہے؟"

میں وہاں بس بیٹھا رہا، منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکلا اور دل ہی دل میں بار بار ایک ہی دعا دہراتا رہا۔ آخر میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ مجھ پر خوف و دہشت طاری ہو چکی تھی۔

"خیر؟" اس نے میری جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"جائیں،" میں نے کہا۔ "سرِعام اعتراف کر لیں۔ سب کچھ گزر جائے گا، صرف سچائی باقی رہ جائے گی۔ جب آپ کے بچے بڑے ہو جائیں گے، وہ سمجھ جائیں گے کہ آپ کا فیصلہ کتنا عظیم اور قابلِ تحسین تھا۔"

اس موقع پر جب وہ رخصت ہوا، بظاہر یہی نظر آ رہا تھا کہ وہ اپنے دل میں واقعی تہیہ کر چکا ہے۔ لیکن وہ اس کے بعد پورے دو ہفتے ہر شام میرے پاس آتا رہا۔ ہر بار وہ حوصلہ مجتمع کرتا مگر اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے میں ناکام رہتا۔ اس سے میرا دل تقریباً ٹوٹ ٹوٹ جاتا۔ بعض اوقات وہ عزمِ صمیم باندھ کر آتا اور بڑے جوش و خروش سے کہتا:

"مجھے معلوم ہے کہ جب میں اعتراف کر لوں گا مجھے یوں محسوس ہونے لگے گا جیسے میں واقعی جنت الفردوس میں پہنچ گیا ہوں۔ میں چودہ سال جہنم میں گزار چکا ہوں۔ میں اذیت میں سے گزرنا چاہتا ہوں۔ میں دکھ بھوگنا چاہتا ہوں۔ میں اذیت قبول کر لوں گا اور زندہ رہنا سیکھ جاؤں گا۔ انسان جھوٹ کی دلدل میں جتنا زیادہ دھنستا جاتا ہے، اس کے لئے اس میں سے نکلنا اتنا ہی زیادہ مشکل

ہوتا جاتا ہے۔ اب حال یہ ہے کہ میں نہ صرف اپنے ساتھی انسانوں سے محبت کرنے کا اہل نہیں رہا، بلکہ مجھ میں تو اتنی ہمت بھی باقی نہیں رہی کہ اپنے بچوں سے ہی پیار کر سکوں۔ خدایا، میرے بچے شاید سمجھ جائیں گے کہ مجھے کن کن اذیتوں میں سے گزرنا پڑا ہے اور وہ شاید مجھے ملامت نہیں کریں گے۔ خدا قوت میں نہیں، صداقت میں ملتا ہے۔"

"ہر شخص آپ کے اس عظیم تطہیری فعل کو سمجھ جائے گا۔" میں اس سے کہتا، "اگر اب نہیں تو بعد ازاں ضرور کیونکہ آپ اپنے عمل سے صداقت کا علم بلند کریں گے جو اس دنیا میں مفقود ہے..."

اس کی ڈھارس بندھ جاتی اور وہ واپس چلا جاتا لیکن جب اگلے روز دوبارہ آتا تو غصے میں بھرا ہوتا، اس کے چہرے کا رنگ فق ہوتا اور وہ طنزیہ انداز سے کہتا:

"میں جب بھی تمہیں ملنے آتا ہوں مجھے تم اس قسم کی تجسس نگاہوں سے دیکھتے ہو جیسے تم کہہ رہے ہو: 'تم نے ابھی تک اعتراف نہیں کیا، ہونہہ؟' ٹھہرو، مجھ سے اتنی نفرت نہ کرو۔ یہ اتنا آسان نہیں جتنا کہ تم سمجھ رہے ہو۔ شاید میں یہ اعتراف کروں گا ہی نہیں۔ تم مجھے ملامت تو نہیں کرو گے؟ یا کرو گے؟"

لیکن بات یہ تھی کہ میں اسے کسی لایعنی تجسس کے ساتھ تو کیا دیکھتا، مجھ میں تو اتنا بھی حوصلہ نہیں تھا کہ میں اسے آنکھ اٹھا کر ہی دیکھ لیتا۔ میں اتنا تھک چکا تھا کہ معلوم ہونے لگتا کہ میں اب گرا کہ اب گرا، اور میرا دھاڑیں مار مار کر رونے کو جی چاہنے لگا تھا: میری راتوں کی نیند بھی مفقود ہوتی جا رہی تھی۔

"میں ابھی ابھی اپنی بیوی کے پہلو سے اٹھ کر آ رہا ہوں،" اس نے ایک روز اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "تمہیں معلوم ہے کہ بیوی کیا چیز ہوتی ہے؟ جب میں ادھر آ رہا تھا، میرے بچوں نے مجھ سے کہا، 'خدا حافظ، پاپا، دیر نہ کریں، جلدی واپس آ جائیں اور "بچوں کی کہانیاں" (119) پڑھ کر سنائیں۔' نہیں، تم یہ بات سمجھ نہیں پاؤ گے۔ کوئی شخص بھی کسی دوسرے کے دکھ کو سمجھ نہیں سکتا۔"

اس کی آنکھیں سلگ رہی تھیں اور اس کے ہونٹ کپکپانے لگے تھے۔ اچانک اس نے اتنے زور سے میز پر مکا مارا کہ چیزیں اچھل کر فضا میں بکھر گئیں ــــ وہ تو اتنا شریف النفس اور نرم خو انسان تھا کہ اس سے اس قسم کی حرکت پہلے کبھی سرزد نہیں ہوئی تھی۔

"میں یہ کیوں کروں؟" وہ چلا چلا کر کہہ رہا تھا۔ "کیوں؟ سزا تو کسی کو ہوئی نہیں، ٹھیک؟ میری وجہ سے کسی کو قید بامشقت نہیں بھگتنا پڑی۔ جہاں تک اس کے خون کا تعلق ہے تو کیا میں نے مسلسل ذہنی اذیتیں برداشت کر کے اس کی تلافی نہیں کر دی؟ مزید برآں، کسی کو بھی میری بات کا

یقین نہیں آئے گا، میرا ایک بھی ثبوت کسی کو قائل نہیں کر سکے گا۔ پھر کیا یہ ضروری ہے کہ علانیہ اپنے جرم کا اعتراف کیا جائے؟ میں نے جو خون کیا ہے، اس کی تلافی کے لئے میں ساری عمر ذہنی اذیت بھوگنے کو تیار ہوں، مگر میرے بیوی بچوں کے ساتھ ہرگز ہرگز کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ کیا میرے ساتھ انہیں بھی تباہی کے غار میں دھکیلنا انصاف پسندی ہوگی؟ کیا ہم غلطی تو نہیں کر رہے؟ صداقت کیا ہے؟ اور بہر حال کیا لوگ سچائی کی پہچان کر لیں گے؟ کیا وہ اس کی قدر، اس کا احترام کریں گے؟"

"خدایا!" میں نے اپنے دل میں سوچا، "اسے اس قسم کے موقع پر لوگوں کے احترام کی فکر لگی ہوئی ہے!" اور مجھے اس کی حالت زار پر اتنا ترس آنے لگا کہ میں اس کے ساتھ اس کے مقدر میں شریک ہونے کے لئے تیار ہو گیا بشرطیکہ اس سے اس کا کوئی بھلا ہو سکتا۔ مجھے کچھ یوں نظر آنے لگا جیسے اس کا دماغ چل گیا ہو۔ میں نہ صرف اپنے دماغ بلکہ روح کی عین گہرائیوں میں یہ اندازہ کر کے کہ اس قسم کے جیسے کی اسے کیا قیمت ادا کرنا ہوگی، دہشت زدہ ہو گیا۔

"تم میری قسمت کا فیصلہ کر دو!" اس نے ایک بار پھر دکھ سے لاچار ہو کر کہا۔

"جائیں اور جا کر اعتراف کر لیں۔" میں نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ میرے حلق سے آواز بمشکل نکل رہی تھی تاہم میں نے محکم انداز سے سرگوشیوں میں کہہ ہی دیا۔ میں نے میز سے "نیا عہد نامہ" کا روسی ترجمہ (120) اٹھایا اور اسے یوحنا کی انجیل کا باب 12، آیت 24 دکھائی۔

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک گیہوں کا دانہ زمین پر گر کر مر نہیں جاتا، اکیلا رہتا ہے؛ لیکن جب مر جاتا ہے تو بہت سا پھل لاتا ہے۔"

میں یہ آیت اس کے آنے سے کچھ ہی دیر پہلے پڑھ رہا تھا۔ اس نے اسے پڑھا۔

"صحیح۔" اس نے کہا لیکن وہ تلخی سے مسکرا دیا۔ "ہاں،" اس نے مختصر خاموشی کے بعد کہا۔ "اس کتاب میں جو کچھ ہے، اسے پڑھ کر آدمی پر دہشت طاری ہونے لگتی ہے۔ دوسروں کو درس دینا بہت آسان ہے۔ اسے لکھا کس نے تھا؟ کیا وہ واقعی انسان تھے؟"

"اسے مقدس روح نے تحریر کیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہارے لئے چہچہانا بہت آسان ہے۔" اس نے دوبارہ مسکراتے ہوئے کہا لیکن اب کے اس کی مسکراہٹ تقریباً نفرت سے بھرپور تھی۔ میں نے دوبارہ کتاب مقدس اٹھائی اور اسے ایک دوسرے مقام پر — عبرانیوں کے نام خط، باب 10، آیت 13 — کھولا۔ اس نے پڑھا:

"زندہ خدا کے ہاتھوں میں پڑنا ہولناک بات ہے۔"

اس نے آیت پڑھی اور کتاب ایک طرف پھینک دی۔ اس کے سارے جسم پر کپکپی بھی طاری

ہو گئی۔

"بڑی بھیانک آیت ہے۔" اس نے کہا۔ "تاہم میں اتنا ضرور کہوں گا کہ تمہارا انتخاب خوب تھا۔" وہ اپنی کرسی سے اٹھا۔ "خیر،" اس نے کہا، "خدا حافظ، اب تم سے میری شاید دوبارہ ملاقات نہیں ہوگی... ہمارا جنت میں ہی آمنا سامنا ہوگا۔ تو مجھے زندہ خدا کے ہاتھوں میں پڑے چودہ سال بیت چکے ہیں۔ اب مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ ان چودہ سالوں کا مطلب کیا تھا۔ کل میں ان ہاتھوں سے درخواست کروں گا کہ وہ مجھے رہائی دے دیں..."

میں اس سے بغل گیر ہوا اور اس کا بوسہ لینا چاہتا تھا لیکن اس کا چہرہ اس قدر مسخ ہو چکا تھا اور وہاں اتنی گمبھیرتا چھائی ہوئی تھی کہ مجھے اس کا حوصلہ نہ ہو سکا۔ "خدایا،" میں نے سوچا، "اس شخص کا کیا بنے گا؟" میں ایقونے کے سامنے دوزانو ہو گیا اور جب میں ہمہ وقت شفاعتی اور بوقت ضرورت مددگار دوست مقدس مادر خداوند کے سامنے اس کے لئے دعا میں مصروف تھا، میری آنکھوں سے اشک رواں ہو گئے۔ مجھے دوزانو ہو کر چشم نم دعا مانگتے آدھ گھنٹہ گزر گیا۔ پہلے ہی رات خاصی بھیگ چکی تھی۔ تقریباً بارہ کا عمل ہوگا۔ اچانک میری نگاہیں اوپر اٹھ گئیں اور دروازہ کھلا نظر آیا۔ وہ ایک بار پھر آ گیا تھا۔ میں بھونچکا رہ گیا۔

"آپ کہاں پھر رہے ہیں؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"میں،" اس نے کہا، "میں... میرا خیال ہے میں یہاں اپنی کوئی چیز... میرا خیال ہے اپنا رومال... یہاں بھول گیا تھا... خیر، شاید میں کچھ بھی نہیں بھولا۔ میں بیٹھ سکتا ہوں؟..."

وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ میں اس کے قریب کھڑا ہو گیا۔ "تم نہیں بیٹھو گے؟" اس نے کہا۔ میں بیٹھ گیا۔ ہم وہاں تقریباً دو منٹ بیٹھے رہے؛ وہ مجھے نگاہیں گاڑ کر دیکھتا رہا اور پھر اچانک مسکرا پڑا — میں یہ مسکراہٹ کبھی بھول نہیں پاؤں گا — پھر وہ اٹھا اور اس نے مجھے اپنی آغوش میں بھینچ لیا اور مجھے چوم لیا۔

"یاد رکھو، میرے دوست،" اس نے کہا، "واقعی یاد رکھو کہ میں تمہیں دوسری مرتبہ ملنے آیا تھا۔ زونی، تم میری بات سن رہے ہو؟ میں چاہتا ہوں تم اسے یاد رکھو!"

یہ پہلی بار تھا کہ اس نے مجھے میرے نام سے پکارا تھا۔ اور پھر وہ چلا گیا۔ "کل،" میں نے دل میں سوچا۔

اور پھر یہ وقوع پذیر ہو گیا۔ اس شام مجھے معلوم نہیں تھا کہ اگلے روز اس کی سالگرہ ہے۔ میں پچھلے چند دنوں سے کہیں نہیں گیا تھا اور یوں مجھے کسی سے بھی اس بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا تھا۔ اس دن وہ ہر سال بہت بڑی دعوت منعقد کیا کرتا تھا اور اس میں سارا قصبہ شریک ہوتا تھا۔

اس مرتبہ بھی یہی ہوا۔ جب ڈنر اختتام پذیر ہوا، وہ ہاتھ میں کچھ کاغذ پکڑے کمرے کے وسط میں پہنچا۔۔۔۔ یہ دستاویز اعلیٰ حکام کے نام تھی اور اس میں اس نے اپنا سارا کچا چٹھا بیان کر دیا تھا۔ چونکہ اعلیٰ حکام موقع پر موجود تھے، اس نے وہیں بھری محفل میں وہ دستاویز پڑھنا شروع کر دی۔ اس میں اس کے جرم کی تمام تفصیلات درج تھیں۔ "میں انسان نہیں، عفریت ہوں، ننگ بشر ہوں، اس لئے میں اپنے آپ کو انسانوں کے زمرے سے خارج کرتا ہوں، میں نے روشنی پالی ہے۔" اس نے دستاویز کی خواندگی ختم کرتے ہوئے کہا، "میں اپنے گناہوں کی سزا بھگتنا چاہتا ہوں۔"

اس نے ہر وہ چیز میز پر رکھ دی جس سے اس کے حساب کے مطابق اس کے جرم کی توثیق ہوتی تھی اور جسے وہ چودہ سالوں سے سنبھالے ہوئے تھا۔۔۔۔ اس نے جن چیزوں کی نمائش کی ان میں مرحومہ کے زیورات تھے جو اس نے اس لئے اٹھائے تھے تاکہ جرم کا شبہ کسی اور کی طرف منتقل ہو جائے، ایک لاکٹ تھا (اس لاکٹ میں مرحومہ کے منگیتر کی تصویر تھی)، ایک صلیب تھی جس پر مسیح کی شبیہہ منقش تھی، ایک نوٹ بک اور دو خطوط تھے۔ ان خطوط میں سے ایک خط مرحومہ کے منگیتر کا تھا جس میں اس نے اطلاع دی تھی کہ وہ عنقریب واپس پہنچنے والا ہے اور دوسرا خط اس کے جواب میں اس کا اپنا تھا۔ یہ خط ابھی نامکمل تھا اور میز پر پڑا ہوا تھا۔ اس کا ارادہ اسے اگلے روز ڈاک کے حوالے کرنا تھا۔ وہ یہ دونوں خط اپنے ساتھ لے گیا تھا۔۔۔۔ کیوں؟ اور اس نے انہیں ضائع کرنے کی بجائے بطور شہادت چودہ سال تک سنبھالے کیوں رکھا تھا؟

اس کے بعد کیا ہوا؟ ہر شخص حیران رہ گیا، بھونچکا ہو گیا اور کوئی بھی اس کی بات کا اعتبار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ سب اس کی گفتگو انتہائی تجسس سے سنتے رہے جیسے کسی پاگل کی سنی جاتی ہے اور کوئی بھی اس کی بات کو صحیح ماننا نہیں چاہتا تھا۔ چند دنوں بعد قصبے والوں کی متفقہ رائے تھی کہ بے چارے کا دماغ چل گیا ہے۔ اعلیٰ حکام اور عدلیہ نے سارے معاملے کی تحقیق کرنا تھی، لیکن بعد میں انہوں نے بھی اپنی کارروائی معطل کر دی۔ اس نے مرحومہ کی جو ذاتی اشیاء اور کاغذات پیش کئے تھے اگرچہ ان سے شبہات جنم لیتے تھے، تاہم فیصلہ یہ ہوا کہ وہ خواہ کتنے ہی صحیح ثابت ہو جائیں محض ان کے بل بوتے پر اسے آسانی سے سزا نہیں دلائی جا سکے گی۔ جہاں تک ذاتی اشیاء کا تعلق تھا، چونکہ وہ اس کا ملنے ملانے والا تھا، ہو سکتا ہے وہ انہیں اس کے پاس بطور امانت رکھوا گئی ہو۔ بعد ازاں میں نے سنا کہ مرحومہ کے متعدد رشتے داروں اور واقف کاروں کی مدد سے اشیاء کی ملکیت تو لاریب ثابت ہو گئی۔ لیکن ایک بار پھر یہ معاملہ ادھورا ہی رہ گیا۔

پانچ دن بعد خبر پھیل گئی کہ بدقسمت شخص بیمار پڑ گیا ہے اور اس کی جان خطرے میں ہے۔ یہ بیماری کیا تھی، میں اس کے متعلق وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بعضوں کا خیال تھا کہ یہ کوئی دل کا

عارضہ ہے اور پھر یہ افواہ گردش کرنے لگی کہ اس کی بیوی کے اصرار پر طبی رائے طلب کی گئی تھی اور اسے ذہنی مریض قرار دے دیا گیا ہے۔ اگرچہ لوگ مجھ سے بار بار سوال کرتے رہتے تھے لیکن میں نے انہیں کچھ نہ بتایا، مگر جب میں نے اس سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تو لوگوں نے، خاص طور پر اس کی بیوی نے، مجھے کافی دنوں تک لٹکائے رکھا۔

"یہ تم ہو جو اس کی بیماری کا باعث بنے ہو۔" وہ مجھ سے کہتی۔ "وہ افسردہ تو ہمیشہ ہی رہتے تھے لیکن گزشتہ سال کے دوران میں سب کے مشاہدے میں آیا کہ وہ غیر معمولی طور پر اعصاب زدگی کا شکار ہو رہے ہیں اور ان کا طرز عمل عجیب و غریب ہوتا جا رہا ہے۔ پھر تم آ دھمکے اور تم نے ان کا بالکل ہی بیڑا غرق کر دیا۔ تم انہیں مسلسل جو وعظ پلاتے رہے، کتابیں پڑھ پڑھ کر سناتے رہے، یہ سب اسی کا کیا دھرا ہے؛ وہ پورا مہینہ تمہارے ساتھ نتھی رہے تھے۔" اور واقعہ یہ ہے کہ محض اس کی بیوی ہی نہیں بلکہ پورا قصبہ مجھ پر برس رہا اور الزام تراشی کر رہا تھا۔ "یہ سب کچھ صرف تمہاری وجہ سے ہوا ہے،" وہ مجھ سے کہتے۔ جہاں تک اس کا اپنا تعلق ہے، وہ زبان سے تو کچھ نہ کہتا لیکن دل ہی دل میں بہت خوش معلوم ہوتا تھا کیونکہ لاریب اس پر خداوند کی رحمت کا نزول ہوتے نظر آ رہا تھا؛ اس نے اپنی ذات مسخر کر لی تھی اور خود ہی اپنی سزا اپنے اوپر نافذ کر لی تھی۔ جہاں تک اس کے ذہنی عارضے کا تعلق ہے، مجھے اس کے بارے میں شبہ تھا۔ آخرکار اس نے مجھے خدا حافظ کہنے کی خواہش کا اظہار کیا اور زبردست اصرار کیا کہ مجھے اس سے ملنے کی اجازت دے دی جائے۔ جونہی میں اس کے کمرے میں داخل ہوا، مجھے احساس ہو گیا کہ وہ دنوں کا نہیں، گھڑیوں کا مہمان ہے۔ وہ کمزور ہو چکا تھا، اس کی سانس اکھڑ رہی تھی، رنگت پیلی پڑ چکی تھی، ہاتھوں میں رعشہ تھا لیکن اس کی آنکھوں میں سکون و اطمینان اور شادمانی جھلک رہی تھی۔

"میں نے کر دکھایا!" اس نے کہا۔ "میں کئی دنوں سے تم سے ملاقات کرنے کے لئے بے قرار ہو رہا تھا، تم آئے کیوں نہ؟"

میں نے اسے یہ بتانے سے گریز کیا کہ مجھے آنے کی اجازت ہی نہیں ملی تھی۔

"خداوند نے مجھ پر ترس کھایا ہے اور وہ مجھے اپنی طرف بلا رہا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ میں بستر مرگ پر پڑا ہوں لیکن اتنے سالوں کے بعد مجھے پہلی مرتبہ خوشی اور اطمینان محسوس ہوا ہے۔ جونہی میں نے وہ کیا جو مجھے کرنا چاہیے تھا، مجھے فی الفور اپنی روح کے اندر جنت الفردوس کا احساس ہونے لگا۔ اب مجھ میں اپنے بچوں کے ساتھ لاڈ پیار کرنے اور انہیں چومنے کا حوصلہ آ گیا ہے۔ لوگوں کو میری بات کا یقین نہیں آ رہا، تب بھی کسی نے۔۔۔۔ نہ میری بیوی نے اور نہ ججوں نے۔۔۔۔ میری بات کا یقین نہیں کیا تھا اور میرے بچے تو کبھی بھی یقین نہیں کریں گے۔ اس صورت حال میں

مجھے کچھ یوں نظر آ رہا ہے جیسے خداوند کی رحمت میرے بچوں کے شامل حال ہو رہی ہو۔ میں مر جاؤں گا لیکن ان کی یادوں میں میرے نام پر کوئی حرف نہیں ہو گا۔ اور اب مجھے خداوند کی موجودگی کا احساس ہو رہا ہے اور میرا دل مسرت کے جذبات سے یوں امنڈ رہا ہے جیسے میں جنت میں پہنچ گیا ہوں... میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔''

وہ رک گیا۔ اس کی سانس دھونکنی کی طرح چلنے لگی تھی۔ اس نے گرم جوشی سے میرا ہاتھ دبایا اور مجھے مشفق نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ لیکن ہماری گفتگو زیادہ دیر جاری نہ رہی کیونکہ اس کی بیوی مسلسل کمرے میں آ جا رہی اور ہماری جانب دیکھ رہی تھی۔ تاہم وہ مجھ سے سرگوشی کرنے میں کامیاب ہو گیا:

''تمہیں وہ وقت یاد ہے جب میں آدھی رات کو تم سے دوبارہ ملنے آیا تھا؟ میں نے تم سے خاص طور پر یہ بھی کہا تھا، 'اسے بھولنا مت۔' تمہیں معلوم ہے میں واپس کیوں آیا تھا؟ میں تمہیں ہلاک کرنے آیا تھا۔''

مجھے جھرجھری آ گئی۔

''میں تمہارے ہاں سے نکلا اور اندھیرے میں گلیوں میں بے مقصد گھومنے پھرنے لگا۔ میں اپنی داخلی ذات سے برسرِ پیکار تھا۔ مجھے اپنے دل میں تمہارے خلاف اتنی نفرت محسوس ہوئی کہ میرے لیے برداشت کرنا مشکل ہو گیا۔ 'وہ واحد شخص ہے،' میں نے سوچا، 'جس نے مجھے شکنجے میں کس رکھا ہے اور جو میرا محاکمہ کر سکتا ہے۔ اب میں آنے والی کل کی سزا سے بچ نہیں سکتا کیونکہ اسے سب کچھ معلوم ہے۔' قصہ دراصل یہ نہیں تھا کہ مجھے تم سے اندیشہ لاحق ہونے لگا تھا کہ تم میرے خلاف شکایت کر دو گے (اس قسم کی بات مجھے کبھی نہیں سوجھی تھی)، بلکہ میں سوچ رہا تھا: 'اگر میں نے لوگوں کے سامنے اپنے جرم کا اعتراف نہ کیا تو میں اس سے آنکھ کیسے ملا سکوں گا؟' اگر تم روئے زمین کے دوسرے کنارے پر بھی چلے جاتے لیکن بقیدِ حیات رہتے تو میرے لیے یہ تصور کرنا ناقابل برداشت ہو جاتا کہ تم زندہ ہو، سب کچھ جانتے ہو اور میرا محاکمہ کر رہے ہو۔ اور میں تم سے یوں نفرت کرنے لگا جیسے ہر چیز کے ذمے دار تم ہی ہو۔ میں اسی وقت تمہارے ہاں واپس چلا آیا۔ مجھے یاد تھا تمہاری میز پر چاقو پڑا رہتا ہے۔ میں بیٹھ گیا اور تم سے بھی بیٹھ جانے کو کہا۔ میں پورے ایک منٹ سوچتا رہا۔ اگر میں نے تمہیں قتل کر دیا ہوتا تو اس کی پاداش میں میں یقیناً نیست و نابود ہو گیا ہوتا خواہ میں نے سابقہ قتل کے بارے میں کسی کو بتایا ہوتا یا نہ بتایا ہوتا۔ لیکن اس وقت میں اس بارے میں قطعاً نہیں سوچ رہا تھا اور نہ اس کے متعلق سوچنا چاہتا تھا۔ مجھے تو بس تم سے نفرت ہو رہی تھی اور میں پوری قوت کے ساتھ تم سے انتقام لینے پر تلا ہوا تھا۔ میرے دل میں جو شیطان گھس آیا

تھا، خداوند نے اسے قابو کر لیا۔ تاہم میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ تم اپنی زندگی میں موت کے اتنا قریب کبھی نہیں پہنچے ہو گے۔''

ایک ہفتے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ سارا قصبہ اس کے جنازے کے ساتھ ساتھ قبرستان پہنچا۔ پادری نے دلوں کو ہلا دینے والا خطبہ دیا۔ جس بھیانک مرض نے اس کی زندگی کا خاتمہ کیا تھا، لوگوں کو اس نے رلا رلا دیا۔ لیکن جب اس کی تجہیز و تکفین ہو گئی، سارے قصبے نے میرا حقہ پانی بند کر دیا اور لوگ مجھے اپنے گھروں میں بلانے سے گریز کرنے لگے۔ یہ سچ ہے کہ بعض لوگ —— شروع میں ان کی تعداد بہت کم تھی لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اس میں اضافہ ہونے لگا تھا —— ماننے لگے تھے کہ اس کا بیان صداقت پر مبنی تھا۔ وہ اکثر مجھ سے ملنے چلے آتے اور بڑے جوش و خروش اور تجسس سے مجھ پر سوالوں کی بوچھار کر دیتے کیونکہ عامۃ الناس کو کسی پارسا شخص کا زوال اور بدنامی دیکھ کر بہت لطف آتا ہے۔ تاہم میں نے اپنی زبان بند رکھی اور کچھ ہی عرصے بعد میں نے اس قصبے کو ہمیشہ کے لیے خیرباد کہہ دیا اور اس کے کوئی پانچ مہینے بعد خداوند نے مجھے صحیح اور محکم راستہ دکھا دیا۔ میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں کہ تب سے اس کا نادیدہ ہاتھ میری رہنمائی کرتا چلا آ رہا ہے اور جہاں تک خدا کے بندے میخائیل (120الف) کا تعلق ہے جس نے اتنا عرصہ اذیت بھگتی ہے، میں آج تک ہمیشہ اسے اپنی دعاؤں میں یاد کرتا رہا ہوں۔

3

ستارتس زوسیما کے مواعظ اور تعلیمات کے بارے میں

(الف) روسی راہب اور اس کی امکانی اہمیت کے متعلق چند خیالات

آباء و اساتذہ کرام، راہب کیا ہے؟ ہماری روشن خیال دنیا میں آج کل بعض لوگ اسے طنزیہ معنوں میں استعمال کرتے ہیں اور بعض دوسرے تو اسے گالی بنانے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ اور صورت حال بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے۔ ارے ہاں، یہ درست ہے، بالکل درست ہے کہ راہبوں میں بھی طفیلی، ہوس کار، عیاش طبع، پیٹ کے پجاری اور دریدہ دہن لفنگے موجود ہیں۔ تعلیم یافتہ حضرات اس جانب اشارے کرتے رہتے ہیں۔ ''تم لوگ،'' وہ کہتے ہیں، ''تم لوگ معاشرے کے

کاہل، ست الوجود اور بیکار ارکان ہو، دوسروں کی محنت پر پلتے ہو، بے حیا بھکاری ہو۔" تاہم اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ایسے بے شمار راہب بھی موجود ہیں جو لن ترانی نہیں کرتے، عجز و فروتنی جن کا شعار ہے اور جو خلوت میں پورے سکون اور دل جمعی کے ساتھ خضوع و خشوع کے عالم میں اپنے معبود کی عبادت کرنے کی تمنا کرتے ہیں لیکن ان کا نام شاذ ہی لیا جاتا ہے، ان کے ذکر پر خاموشی اختیار کر لی جاتی ہے، مگر لوگوں کو یہ سن کر کتنی حیرت ہوگی کہ خلوت میں عبادت کرنے کی متمنی یہی وہ عاجز و مسکین روحیں ہیں جو کسی روز روس کی نجات کا ذریعہ بن سکتی ہیں! کیونکہ وہ واقعی سکوت کے عالم میں "اس گھڑی، اس دن، اس مہینے اور اس سال" کی تیاری میں لگی ہوئی ہیں۔ اپنی خلوت میں وہ مسیح کی شبیہہ کو الوہی صداقت کی پاکیزگی میں اسی طرح مطہر، ہر قسم کی آلودگی سے پاک صاف اور پُرشکوہ و پُرعظمت رکھے ہوئے ہیں جس طرح پرانے زمانے سے آبا...، رسول، اور شہید رکھے چلے آئے ہیں اور جب ضرورت پیش آئی تو وہ اسے دنیا کی ناپاک اور ڈانواں ڈول صداقت کے سامنے کھڑی کر دیں گے۔ یہ عظیم و عمیق خیال ہے۔ یہ ستارہ مشرق سے طلوع ہوگا (121)۔

تو یہ ہیں راہبوں کے متعلق میرے خیالات: کیا میں غلط کہہ رہا ہوں، گھمنڈ کر رہا ہوں؟ ذرا دنیاداروں کو دیکھیں، ان لوگوں کو دھیان میں لائیں جو اپنے آپ کو باقی مخلوق سے برتر سمجھتے ہیں، ہم جو ما دیگرے نیست تصور کرتے ہیں: کیا ان لوگوں نے خداوند کی شبیہہ اور الوہی صداقت کو مسخ نہیں کیا؟ ان کے پاس سائنس ہے لیکن کیسی سائنس؟ ایک ایسی سائنس جو مکمل طور پر حواس کے تابع ہے۔ لیکن جہاں تک روحانی دنیا کا تعلق ہے جو انسانی وجود کی بلند ترین چوٹی ہے، اسے کاملاً مسترد کر دیا گیا ہے، کامیابی کے نشے میں، انتہائی نفرت اور حقارت کے ساتھ اسے زندگی سے خارج کر دیا گیا ہے۔ دنیا، خاص طور پر حالیہ زمانے میں، حریت کا ڈھول پیٹ رہی ہے لیکن ان کی اس حریت میں ہمیں نظر کیا آ رہا ہے؟ غلامی اور خودکشی کے ماسوا اور کچھ بھی تو نہیں۔ کیونکہ دنیا کہتی ہے: "تمہاری ضروریات ہیں، لہٰذا انہیں پورا کرو کیونکہ تمہارے بھی وہی حقوق ہیں جو تم میں سے ممتاز ترین اور امیر ترین لوگوں کے ہیں۔ انہیں حاصل کرنے میں بزدلی نہ دکھاؤ بلکہ ان کی تعداد میں اضافہ کرتے چلے جاؤ۔" — تو یہ ہیں موجودہ زمانے کی تعلیمات۔ اپنی ضروریات کو بڑھاتے چلے جانے کے اس حق سے حاصل کیا ہوتا ہے؟ امراء کے لیے تنہائی اور دوسروں سے علیحدگی اور روحانی خودکشی، اور غربا کے لیے رشک و حسد اور قتل و غارت گری۔ کیوں؟ اس لیے کہ اگرچہ انہیں حقوق عطا کر دیے گئے ہیں لیکن مادی ضروریات کی تسکین کیسے ہوگی، اس کا کوئی راستہ نہیں بتایا گیا۔ ہمیں یقین دلایا جاتا ہے کہ جوں جوں زمانہ آگے بڑھتا جا رہا ہے فاصلوں کے سمٹ جانے اور فضا کے ذریعے پیغام رسانی (122) کے باعث دنیا کی طنابیں کھنچتی جا رہی ہیں اور وہ متحد ہوتی جا رہی اور ایک برادرانہ

معاشرے کے سانچے میں ڈھلتی جا رہی ہیں۔ الخ، میں یہ مشورہ دوں گا کہ دنیا کی اس طرح کی یگانگت پر بالکل ایمان نہ لائیں۔ جب وہ حریت کا مفہوم انسانی ضروریات میں بے تحاشا اضافہ اور ان ضروریات کی فوری تسکین بتاتے ہیں، تو درحقیقت وہ اپنی ہی فطرت کو مسخ کر رہے ہوتے ہیں کیونکہ وہ اپنے اندر بے معنی اور احمقانہ خواہشات، عادات اور فضول ترین باطل خیالات کو جنم دے رہے ہوتے ہیں۔ ان کی زندگیوں کے پیچھے جو محرکات کارفرما ہیں وہ ان کا باہمی حسد و رقابت، ہوس کاری اور نمود و نمائش ہیں۔ دعوتوں کا اہتمام کرنا، سیر و تفریح کے لیے سفر کرنا، گاڑیاں رکھنا، خطابات حاصل کرنا اور غلامانہ انداز سے خدمت کرنے والے نوکر چاکر رکھنا اتنی زبردست ضرورت سمجھا جاتا ہے کہ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے لوگ اپنی جان، عزت اور احساس انسانیت کی قربانی دینے سے بھی گریز نہیں کرتے اور اگر وہ اس ضرورت کو پورا کرنے میں ناکام ہو جاتے ہیں تو خودکشی پر بھی آمادہ ہو جاتے ہیں۔ یہی بات ان لوگوں پر بھی صادق آتی ہے جو خوشحال نہیں ہیں مگر غریبوں کا معاملہ یہ ہے کہ جب انہیں اپنی ضروریات پوری ہوتی نظر نہیں آتیں، وہ شراب کا سہارا لینے لگتے ہیں اور نشے میں غرق ہو جاتے ہیں۔ لیکن وہ وقت بہت قریب ہے جب وہ اپنی پیاس مئے انگوری کی بجائے خون سے بجھانا شروع کر دیں گے کیونکہ انہیں اسی طرف لایا جا رہا ہے۔ میں آپ حضرات سے پوچھتا ہوں: کیا اس قسم کے لوگ آزاد ہیں؟ میں کسی زمانے میں "نصب العین کی خاطر جدوجہد کرنے والے" کو جانتا تھا جس نے خود مجھے بتایا تھا کہ جب جیل میں اسے تمباکو سے محروم رکھا گیا، وہ اتنی شدید اذیت میں مبتلا ہو گیا کہ محض تمباکو کی کچھ مقدار حاصل کرنے کی غرض سے وہ اپنے "نصب العین" سے قریب قریب غداری کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ پھر بھی اس طرح کے لوگ یہ دعویٰ کرتے نہیں تھکتے: "میں انسانوں کے لیے لڑوں گا، جدوجہد کروں گا، سردھڑ کی بازی لگا دوں گا۔" لیکن وہ جائیں گے کہاں اور ان میں اہلیت کیا ہے؟ وہ ابتدا میں مختصر مدت کے لیے شاید کچھ جوش و خروش دکھا سکتے ہیں — لیکن وہ لمبے عرصے کے لیے اسے جاری نہیں رکھ سکیں گے۔ چنانچہ اس میں حیران ہونے کی کوئی بات نہیں کہ لوگ آزاد ہونے کی بجائے غلام بنتے جا رہے ہیں اور وہ برادرانہ محبت اور انسانی یگانگت کے مقصد کے حصول کے لیے کام کرنے کی بجائے نااتفاقی اور بیگانگی کی دلدل میں دھنسنے لگے ہیں جیسا کہ میرے جوانی کے ایام میں میرے پُراسرار ملاقاتی نے مجھے بتایا تھا۔ چنانچہ دنیا میں انسانوں کی خدمت، ان کی باہمی اخوت اور یک جہتی کا تصور روز بروز کمزور سے کمزور تر ہوتا جا رہا ہے اور سچ پوچھیں تو یہ تضحیک و تمسخر کا نشانہ بننے لگا ہے کیونکہ آدمی اپنی عادات کیسے ترک کر سکتا ہے، غلامی کے بندھنوں میں جکڑا ہوا انسان کہاں جا سکتا ہے اگر وہ اپنی بے شمار ضروریات کو، جو اس کی اپنی وضع کردہ ہیں، پورا کرنے کا اتنا خوگر ہو چکا ہو، (دوسروں سے) الگ

تھلگ ہو چکا ہو اور بحیثیت مجموعی دنیا اس کے لیے اپنا مفہوم کھو چکی ہو؟ ہم انسان ایک ایسے مرحلے میں داخل ہو گئے ہیں جب ہم نے اپنے اردگرد زیادہ سے زیادہ اشیاء کا حصار تو بنالیا ہے لیکن ہم خوش پہلے کی نسبت کہیں کم ہیں۔

راہبانہ طرز بالکل مختلف ہے۔ اطاعت شعاری، روزے داری اور عبادت گزاری اب تقریباً ہنسی مذاق کا موضوع بن چکے ہیں لیکن صحیح معنوں میں بالکل یہی وہ چیزیں ہیں جو اصلی اور سچی آزادی کے راستے کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔ میں ان ضروریات سے، جو فالتو اور غیر ضروری ہیں، قطع تعلق کر لیتا ہوں، اپنے خود غرضانہ اور متکبر منشا کو تسخیر کر لیتا اور اطاعت شعاری سے اس کی سزا دیتا ہوں اور یوں خداوند کی مدد سے روحانی آزادی اور اس کے ساتھ روحانی مسرت حاصل کر لیتا ہوں! کسی عظیم تصور کو باندھنے اور اسے تکمیل تک پہنچانے کے لیے دنیا کو تیاگ دینے کا کون زیادہ اہل ہے — امیر آدمی جو دنیا سے الگ تھلگ ہو چکا ہے، یا وہ شخص جو مادی اشیاء اور عادات کی تعدی سے خلاصی حاصل کر چکا ہے؟ لوگ راہب کا مواخذہ کرتے ہیں کیونکہ اس نے دنیا اور دنیا والوں سے قطع تعلق کر لیا ہوتا ہے۔ اس سے کہا جاتا ہے: "تم نے دنیا سے اس لیے قطع تعلق کر لیا ہے کیونکہ تم خانقاہ کی دیواروں کے پیچھے صرف اپنی نجات تلاش کرنا چاہتے ہو لیکن تم انسانوں کی برادرانہ انداز سے خدمت کرنا بھول گئے ہو۔" لیکن ہم اس چیز کا جائزہ لیں گے اور دیکھیں گے کہ برادرانہ محبت کے سلسلے میں کون زیادہ کام کرتا ہے۔ یہی بات تو یہ ہے کہ دنیا اور دنیا والوں سے بظاہر قطع تعلق کرنے کے باوجود ہم دوسروں سے الگ تھلگ نہیں ہوتے، الگ تھلگ تو وہ خود ہیں لیکن انہیں اس کا وقوف نہیں۔ پرانے زمانوں میں بھی عظیم شخصیات ہماری برادری ہی سے آتی تھیں، پھر کوئی وجہ نہیں کہ اب وہ کیوں نہیں آ سکتیں۔ ہمارے یہ عاجز، مسکین طبع، خاموش سیرت، خلوت گزیں روزے دار اٹھیں گے اور کسی عظیم مقصد کا علم بلند کر دیں گے۔ روس کی نجات کا انحصار اس کے باشندوں پر ہے۔ قدیم زمانے ہی سے روسی رہبانیت کی عامۃ الناس کے ساتھ یگانگت رہی ہے۔ اگر اب لوگ ایک دوسرے سے الگ تھلگ ہو چکے ہیں، تو ہم بھی الگ ہو چکے ہیں۔ لوگ ہمارے عقائد میں ساجھے دار ہیں، وہ بھی انہی باتوں میں یقین رکھتے ہیں جن میں کہ ہم، اور روس میں بے عقیدہ سیاست دانوں کے ہاتھ پلے کچھ نہیں آئے گا خواہ وہ کتنے ہی مخلص اور نابغۂ روزگار کیوں نہ ہوں۔ یہ بات یاد رکھیں۔ لوگ ملحدوں کے ساتھ مقابلہ کریں گے اور ان پر غالب آئیں گے اور روس میں واحد اور متحدہ آرتھوڈوکس مذہب ہی فروغ پائے گا۔ چنانچہ عامۃ الناس توجہ دیں، ان کی قدر کریں، انہیں حوصلہ نہ ہارنے دیں۔ ان کی خاموشی سے خدمت اور تربیت کرتے رہیں۔ یہ آپ کا راہبانہ فرض ہوگا کیونکہ یہ قوم خدا کی کلام بردار ہے۔

(ب) آقاؤں اور خادموں کے متعلق چند باتیں اور اس بارے میں کہ کیا یہ ممکن ہے کہ آقا اور خادم ایک دوسرے کے روحانی بھائی بن جائیں

خدایا، اس بات سے کون انکار کر سکتا ہے کہ عامۃ الناس بھی گناہوں میں تھڑے ہوئے ہیں۔ اور ہر شخص کو نظر آ رہا ہے کہ بدعنوانیوں کا شعلہ ہر آن اوپر سے نیچے کی طرف پھیلتا جا رہا ہے۔ علیحدگی عام لوگوں میں بھی سرایت کرتی جا رہی ہے۔ کولک (123) اور دیہاتی سود خور پہلے ہی وجود میں آ چکے ہیں۔ اعلیٰ مراتب اور اعزازات حاصل کرنے کے لیے تاجروں کی حرص روز بروز فزوں تر ہوتی جا رہی ہے۔ وہ تعلیم سے کورے اور کلچر سے بے بہرہ ہیں لیکن خود کو تعلیم یافتہ اور تہذیب یافتہ کہلوا رہے ہیں۔ اپنے رویے کو صحیح ثابت کرنے کے لیے وہ قدیم روایات سے نفرت کرنے اور اپنے آباء و اجداد کے مذہب سے شرمانے لگے ہیں۔ وہ پرنسوں سے راہ و رسم بڑھا رہے ہیں لیکن خود کسی ہوس کار کسان سے بڑھ کر نہیں۔ شراب نوشی نے لوگوں کا بیڑا غرق کر دیا ہے لیکن وہ اسے ترک کرنے کے لیے تیار نہیں۔ وہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ جن میں بچے بھی شامل ہیں، سفاکانہ سلوک کرتے ہیں اور یہ سب کچھ مے نوشی کی دین ہے۔ میں نے کارخانوں میں دس دس سال کے بچے دیکھے ہیں، وہ ضعیف، دائمی مریض، کرخمیدہ، بدحال نظر آتے ہیں اور وہ جوان ہونے سے پہلے ہی جسمانی، ذہنی اور اخلاقی اوصاف سے عاری ہو چکے ہیں۔ تنگ و تاریک کارخانے، جن میں ہوا کا گزر تک نہیں ہوتا اور جن میں کام کرنے والوں کو انتہائی قلیل معاوضہ دے کر ان کا خون نچوڑا جاتا ہے، پُرشور مشینیں، سارا دن مشقت، بے ہودہ اور فحش زبان، شراب نوشی، اور کچھ نہیں، بس شراب نوشی — کیا نوخیز بچے کی روح کو یہی کچھ درکار ہے؟ نہیں، اسے سورج کی روشنی، بچوں کے کھیل، ہر کام میں اچھی مثال، تھوڑی بہت محبت، خواہ یہ کتنی ہی قلیل کیوں نہ ہو، چاہیے۔ راہبو، یہ سلسلہ جاری نہیں رہنا چاہیے، بچوں کا استحصال نہیں ہونا چاہیے اور نہ ان کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ روا رکھا جانا چاہیے۔ اپنے حجروں سے نکلیں اور فوراً ڈنکے کی چوٹ لوگوں کو یہ باتیں سمجھائیں۔ لیکن خداوند روس کا تحفظ کرے گا۔ کیوں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک عام آدمی اخلاق باختگی کا شکار ہو چکا ہے، تاہم وہ جانتا ہے کہ وہ گناہ کا مرتکب اس لیے ہوتا ہے کیونکہ اس پر خدا کا غضب نازل ہو چکا ہے اور یہ کہ جب اس سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے وہ بری حرکت کا مرتکب ہوتا ہے۔ چنانچہ ہمارے عوام ابھی تک مستقل مزاجی سے راست روی میں یقین رکھتے ہیں، انہیں خدا پر اعتقاد ہے اور وہ دردمندی کے آنسو بہاتے ہیں۔

اونچے طبقوں کا معاملہ مختلف ہے۔ وہ سائنس سے مرعوب ہو کر محض عقل و دانش کے ذریعے منصفانہ دنیا تخلیق کرنا چاہتے ہیں لیکن قدیم زمانوں کے برعکس وہ یہ سب کچھ مسیح کے بغیر کرنا چاہتے ہیں اور وہ پہلے ہی اعلان کر چکے ہیں کہ جرم و گناہ نام کی کوئی چیز نہیں۔ ان کے نقطۂ نظر سے یہ بالکل درست ہے کیونکہ اگر کوئی خدا ہی موجود نہیں، پھر جرم کیسے ہو سکتا ہے؟ یورپ میں لوگ پہلے ہی امراء کے خلاف پُرتشدد بغاوت پر اتر آئے ہیں اور ان کے رہنما ہر جگہ انہیں خون خرابا کرنے پر مشتعل کر رہے ہیں اور انہیں تلقین کر رہے ہیں کہ ان کا غیظ و غضب بجا ہے۔ لیکن "لعنت ہو ان کے غضب پر کیونکہ وہ تند تھا اور ان کے قہر پر کیونکہ وہ سخت تھا" (124)۔ پھر بھی خداوند روس کا تحفظ کرے گا جیسے کہ وہ پہلے بھی متعدد بار کر چکا ہے۔ نجات عوام سے، ان کے مذہب سے اور ان کے عجز و انکسار سے آئے گی۔

آباء و اساتذہ، عوام کے مذہب اور عقائد کی نگہداشت کرو۔ ان کا مذہب خواب نہیں، حقیقت ہے۔ ہمارے عوام میں عزّ و وقار کا جو سچا اور شاندار احساس پایا جاتا ہے، میں اس پر ساری عمر متحیر ہوتا رہا ہوں: میں خود اسے دیکھ چکا اور اس کی شہادت دے سکتا ہوں۔ میں اسے دیکھ چکا اور اسے دیکھ دیکھ کر حیران ہوتا رہا ہوں۔ ہمارے عوام جن غلیظ گناہوں کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں اور جس قسم کے افلاس میں اپنی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں، اس کے باوجود میں اسے ان میں دیکھ چکا ہوں۔ دو سو سال کی غلامی (125) کے باوصف ان کی ذہنیت غلامانہ نہیں۔ وہ شکل صورت، وتیرے اور فعل کے اعتبار سے آزاد ہیں اور اپنے قلوب میں کسی قسم کا بغض نہیں پالتے۔ وہ منتقم مزاج یا حاسد بھی نہیں۔ "آپ اشراف ہیں، آپ صاحب ثروت ہیں، آپ زیرک، ذہین اور لائق فائق ہیں—— بہت اچھا، میری دعا ہے خداوند آپ کا بھلا کرے، آپ کو اپنی برکتوں سے نوازے۔ میں آپ کا احترام کرتا ہوں لیکن یاد رکھیں، میں بھی انسان ہوں، کسی رشک و حسد کے بغیر آپ کا احترام کر کے میں آپ پر ثابت کر رہا ہوں کہ میری بھی انا ہے، میرا بھی عزّ و وقار ہے۔"

اگر وہ واقعتاً اس قسم کی بات نہیں کہتے (کیونکہ انہوں نے اس طرح بات کرنا سیکھا ہی نہیں)، تو بھی ان کے طرز عمل سے یہی کچھ مترشح ہوتا ہے؛ میں خود یہ دیکھ چکا ہوں، مجھے خود اس کا تجربہ ہو چکا ہے: اور کیا آپ یہ یقین کریں گے کہ ہمارا عام روسی باشندہ جتنا زیادہ مفلوک الحال اور عاجز و مسکین ہو گا اور وہ اس اصیل صداقت کو اتنا ہی زیادہ اپنی ذات میں سموئے ہوئے ہو گا کیونکہ ان میں سے جو لوگ—— کولک اور سود خور—— خوشحال ہیں، وہ کئی لحاظ سے پہلے ہی بدعنوان ہو چکے ہیں اور اس کی خاصی بڑی ذمے داری ہماری غفلت اور لاپروائی پر عائد ہوتی ہے! لیکن خداوند اپنے بندوں کا تحفظ کرے گا کیونکہ روس کی عظمت اس کے عجز و انکسار میں ہے۔ میں (اپنے) مستقبل کے خواب

دیکھتا رہتا ہوں اور مجھے کچھ یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میں اسے پہلے ہی بیّن طور پر دیکھ رہا ہوں: کیونکہ ایک وقت ایسا بھی آئے گا جب ہمارے دولت مند طبقے کے انتہائی بدعنوان شخص کو بھی کسی غریب آدمی کا سامنا ہونے پر اپنی دولت پر شرم محسوس ہونے لگے گی اور موخر الذکر اس عجز و انکسار کو دیکھ کر سمجھ جائے گا اور خوشی خوشی اس کے سامنے سر جھکا دے گا اور اس کی پُرشکوہ شرمندگی پر شفقت و محبت پر مبنی ردعمل کا اظہار کرے گا۔ میری بات کا اعتبار کریں، آخرکار ہو گا بالکل یہی؛ حالات بالکل اسی نہج پر جا رہے ہیں۔ مساوات انسان کے صرف روحانی وقار میں مل سکتی ہے۔ اور روس کے ماسوا کہیں بھی یہ بات سمجھی نہیں جا سکے گی۔ اگر بھائی ہیں تو بھائی چارا بھی ہو گا اور جب تک بھائی چارا نہیں ہو گا، منصفانہ بانٹ بھی نہیں ہو سکتی۔ ہم مسیح کی شبیہ کے محافظ ہیں جو پورے عالم میں کسی گراں بہا ہیرے کی طرح چمکے گی... چمکے گی، ضرور چمکے گی۔

آباء و اساتذہ، ایک مرتبہ میرے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا جس نے میرے دل پر گہرا اثر کیا۔ اپنی جہاں گردیوں کے دوران میں جب میں صوبائی صدر مقام ک میں مقیم تھا، اپنی ملازمت سے سبکدوشی کے آٹھ سال بعد میری اپنے سابقہ ذاتی خادم (بیٹ مین) افاناسی سے دوبارہ ملاقات ہوئی۔ اس نے اتفاق سے مجھے بازار میں دیکھ لیا اور پہچان لیا تھا، وہ سرپٹ میری طرف بھاگا۔ خدایا، اس کی مسرت دیدنی تھی! وہ خوشی سے اتنا دیوانہ ہوا جا رہا تھا کہ عملاً مجھ پر آ گرا۔ "خدایا، صاحب، یہ واقعی آپ ہی ہیں؟ کیا میں واقعی آپ ہی کو دیکھ رہا ہوں؟" وہ مدتوں پہلے فوج چھوڑ چکا تھا۔ اب وہ شادی شدہ تھا اور دو ننھے منے بچوں کا باپ تھا۔ اس کا بازار میں کھوکھا تھا اور وہ چھوٹی موٹی اشیا بیچ کر بڑی مشکل سے دو وقت کی روٹی کما رہا تھا۔ اس کا کمرا خستہ حال لیکن صاف ستھرا تھا۔ اس نے مجھے بٹھایا، سماوار جلایا اور کسی شخص کو اپنی بیوی کو بلانے بھیج دیا جیسے اس کے گھر میری آمد نے اس دن کو کسی جشن میں تبدیل کر دیا ہو۔ وہ اپنے بچے میرے پاس لایا۔ "فادر، ان کو برکت دیں۔"

"میں کون ہوں برکت دینے والا؟" میں نے جواب دیا، "میں تو سیدھا سادھا اور عاجز و مسکین راہب ہوں۔ میں خداوند سے ان کے لیے دعا کروں گا۔ لیکن، افاناسی پاولووچ، جہاں تک تمہارا تعلق ہے، میں اس دن سے آج کے دن تک ہر روز ہمیشہ باقاعدگی سے تمہارے لیے دعا کرتا رہا ہوں کیونکہ جو کچھ ہوا اس کی ابتدا تمہیں سے ہوئی تھی۔" اور میں نے جس قدر ممکن ہوا، اپنی بات اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ بے چارہ، اسے اپنی آنکھوں پر اعتبار ہی نہیں آ رہا تھا کہ میں، جو کسی زمانے میں اس کا آقا تھا، فوج میں افسر تھا، اب اس کے سامنے راہب کا لباس پہنے بیٹھا ہوں اور پھر اس کے آنسو چھلکنے لگے۔

"تم رو کیوں رہے ہو؟" میں نے اس سے کہا۔ "تمہیں تو، جسے میں کبھی بھلا نہیں سکتا، اپنے پورے وجود کے ساتھ خوش ہونا چاہیے کیونکہ جس راستے پر میں چل رہا ہوں، وہ منور اور مسرت سے بھرپور ہے۔"

اس نے کوئی لمبی چوڑی گفتگو نہ کی، صرف ہونہہ ہاں کرتا رہا اور شفقت و محبت سے سر ہلاتا رہا۔

"آپ کی لمبی چوڑی دولت کا کیا بنا؟" اس نے پوچھا

"وہ میں نے خانقاہ کو دے دی تھی۔ ہم سب بھائیوں کی طرح رہتے ہیں۔" جب چائے پی جا چکی، میں اس سے رخصت ہوا چاہتا تھا کہ اس نے خانقاہ کو نیاز دینے کے لیے پچاس کوپک نکالے اور پھر مجھے احساس ہوا کہ وہ مزید پچاس میری مٹھی میں تھمانے کی کوشش کر رہا ہے۔ "فادر، یہ آپ کے لیے، غیر معمولی زائر کے لیے ہیں، ہوسکتا ہے کسی وقت آپ کو ان کی ضرورت پیش آ جائے۔"

میں نے اس کے پچاس کوپک قبول کر لیے، اسے اور اس کی بیوی کو جھک کر سلام کیا اور خوشی سے سرشار وہاں سے رخصت ہوا۔ میں سارا راستہ سوچتا رہا۔ "یہ ہیں ہم دونوں، وہ اپنے گھر میں ہے اور میں کچے پکے راستوں پر بادیہ پیمائی کر رہا ہوں۔ ہم دونوں ہی شاید آہیں بھر رہے ہیں لیکن ہمارے قلوب مسرت سے سرشار ہیں اور ہم سوچ رہے ہیں کہ خداوند کتنا کارساز ہے کہ اس نے اتفاقیہ ہم دونوں کو یوں ملا دیا۔" میری اس سے دوبارہ کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔ میں اس کا آقا تھا اور وہ میرا خادم، لیکن جب ہم محبت اور روحانی ملائمت سے ایک دوسرے سے بغل گیر ہو چکے، ہم دونوں کے مابین ایک عظیم انسانی رشتہ وجود میں آ گیا۔ میں نے اس بارے میں بہت سوچا ہے اور اب میں اس کے متعلق یہ استدلال کرتا ہوں: کیا یہ بات اتنی ہی بعید از قیاس ہے کہ یہ عظیم اور پُرتپاک رشتہ ہر جگہ اور مناسب وقت پر ہمارے روسی عوام کے مابین وجود میں نہ آ سکے؟ مجھے یقین ہے کہ ایسا ہوگا اور عنقریب ہوگا۔

جہاں تک نوکروں کا تعلق ہے تو میں اتنا مزید کہوں گا: پرانے وقتوں میں جب میں ابھی جوان تھا، مجھے اپنے نوکروں چاکروں پر بہت طیش آتا تھا۔ "باورچی نے انتہائی گرم کھانا میز پر رکھ دیا ہے، میرے بیٹ مین نے میرا کوٹ جھاڑا پونچھا نہیں۔" پھر ایک روز مجھ پر روشنی عیاں ہوگئی جب مجھے اپنے بھائی کی ایک بات یاد آ گئی جو اس نے میرے بچپن کے دنوں میں کہی تھی: "کیا مجھے یہ زیب دیتا ہے کہ کوئی دوسرا شخص میری خدمت کرے اور میں اسے محض اس لیے جھاڑیں پلاتا رہوں کہ وہ غریب ہے، ان پڑھ ہے؟" مجھے یہ دیکھ کر سخت اچنبھا ہوا کہ سادہ ترین، واضح ترین تصورات و خیالات بھی بڑی مشکل سے اور بڑی دیر سے ہماری کھوپڑی میں جگہ بنا پاتے ہیں۔ سیکولر دنیا میں

نوکروں کے بغیر گزارہ نہیں ہوسکتا لیکن آپ کو اس کے ساتھ کچھ اس قسم کا برتاؤ کرنا چاہیے کہ نوکر کو محسوس ہونے لگے کہ اگر وہ نوکر نہ ہوتا تو وہ روحانی طور پر اپنے آپ کو اتنا آزاد محسوس نہ کرتا جتنا کہ وہ اب کر رہا ہے (126)۔ آخر میں اپنے نوکر کا نوکر کیوں نہیں بن سکتا اور وہ بھی اس انداز سے کہ خود نوکر بھی اس سے آگاہ ہو جائے۔ اور یہ سب کچھ اس طور ہو کہ جو کچھ میں کروں، مجھے اس پر بے جا فخر و ناز نہ ہو اور اسے کوئی بدگمانی نہ ہو۔ میں اپنے ملازم کے ساتھ اس طرح کا برتاؤ کیوں نہیں کر سکتا جس طرح کا برتاؤ میں اپنے رشتے داروں سے کرتا ہوں، اسے اپنے خاندان کا فرد کیوں نہیں بنا سکتا اور وہ بھی قلبی مسرت کے ساتھ؟ یہ رویہ آج بھی وجود میں آ سکتا ہے اور مستقبل میں انسانوں کے مابین شاندار یگانگت کی اساس بن سکتا ہے جب انسان نوکر نہیں ڈھونڈ رہا ہوگا جیسا کہ وہ اب کرتا ہے اور نہ وہ اپنے جیسوں کو نوکر بنا رہا ہوگا جیسا کہ وہ اب کرتا ہے بلکہ اس کے برعکس وہ دل سے اپنے آپ کو دوسروں کا خادم بنانا چاہے گا جیسا کہ اناجیل اربعہ (127) میں بیان کیا جا چکا ہے۔

اور کیا یہ خواہش حقیقتاً محض خواب ہی رہے گی کہ انسان ایک روز روشن خیالی اور شفقت و ترحم کے کاموں میں سکون قلب اور مسرت تلاش کرے گا نہ کہ، جیسا کہ اب ہو رہا ہے، بسیار خوری، زناکاری، فخر و ابتہاج، شیخی خوری اور دو اشخاص کے مابین حاسدانہ رقابت کے ذریعے سفاکانہ اطمینان ڈھونڈتا رہے گا؟ مجھے پختہ یقین ہے کہ یہ خواب محض خواب نہیں رہے گا بلکہ اس کے پورا ہونے کا وقت آیا ہی چاہتا ہے۔ لوگ ہنستے ہیں، ٹھٹھا اڑاتے ہیں اور ازرو تمسخر پوچھتے ہیں: اچھا، تو پھر یہ وقت کب آئے گا اور اس کا واقعی کوئی امکان ہے کہ یہ آئے گا؟ تاہم مجھے یقین ہے کہ یسوع کی معیت میں ہم یہ عظیم کارنامہ سرانجام دے دیں گے۔ اس روئے زمین پر انسانی تاریخ میں کتنے ہی ایسے خیالات وجود میں آ چکے ہیں جنہیں بظاہر آج سے محض دس سال قبل ناقابلِ تصور خیال کیا جاتا رہا ہے تاہم جب ان کے بارآور ہونے کا پُراسرار وقت آیا، وہ اچانک نمودار ہوئے اور انہوں نے ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ چنانچہ ہمارے ساتھ بھی یہی کچھ ہوگا اور دنیا میں ہمارے لوگوں کا نام روشن ہو جائے گا۔ اور کل عالم پکار اٹھے گا: "جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا" (128)۔

اور ان لوگوں سے، جو ہم پر ناک بھوں چڑھاتے رہتے ہیں، یہ پوچھا جا سکتا ہے: "اگر ہمارا تصور محض خواب ہے، پھر آپ لوگ یسوع کے بغیر، محض عقل و دانش کے بل بوتے پر اپنی عمارت کب تعمیر کریں گے اور روئے زمین پر منصفانہ نظام کب قائم کریں گے؟" اس کے برعکس اگر وہ یہ دعویٰ کریں کہ یگانگت کی طرف ہم نہیں بلکہ وہ خود بڑھ رہے ہیں، پھر میں یہ کہوں گا کہ جو لوگ اس قسم کی بات پر یقین رکھتے ہیں، وہ لازماً انتہائی سادہ لوح ہی ہو سکتے ہیں اور آدمی ان کی سادہ لوحی پر محض

تعجب کا ہی اظہار کر سکتا ہے۔ یہ بالکل درست ہے کہ ہماری نسبت وہ خواب نما فلسفیوں کے زیادہ دلدادہ ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ وہ منصفانہ نظام قائم کر سکیں گے لیکن یسوع کو رد کرنے کے بعد وہ دنیا کو محض خون میں نہلا سکیں گے کیونکہ خون خون کا تقاضا کرتا ہے اور جو تلوار کے زور پر زندہ رہتے ہیں، وہ تلوار ہی سے ہلاک ہوتے ہیں(129)۔ اور اگر مسیح نے عہد نہ باندھا ہوتا، وہ ایک دوسرے کو نیست و نابود کر چکے ہوتے اور آخر میں صرف دو انسان ہی زندہ بچ پاتے(130)۔ اور یہ آخری دونوں بھی اپنی انا میں اپنے اوپر قابو پانے میں کامیاب نہ ہو پاتے، چنانچہ ایک پہلے تو دوسرے کو اور پھر خود کو ہلاک کر لیتا۔ اگر مسیح کا عہد و پیمان نہ ہوتا جو اس نے عاجزوں اور مسکینوں کی خاطر باندھا تھا، تو واقعتاً یہی کچھ ہو کر رہتا۔

ڈوئیل کے بعد میں نے ابھی تک فوجی وردی پہننا ترک نہیں کیا تھا کہ میں نے سماجی تقریبات میں نوکروں کے متعلق باتیں شروع کر دیں اور مجھے یاد ہے کہ (میری باتیں سن کر) ہر شخص حیران رہ جاتا۔ "کیا تم؟" وہ کہتے، "اپنے نوکر کو صوفے پر بٹھاؤ گے اور اسے چائے پلاؤ گے؟" اور میں جواب دیتا، "کیوں نہیں، خواہ کبھی کبھار ہی سہی۔" اس پر سب لوگ ہنس پڑتے۔ ان کا سوال فضول اور تھو، اور میرا جواب مبہم ہوتا لیکن میرا خیال ہے کہ اس میں سچائی کی تھوڑی بہت رمق ضرور ہوتی تھی۔

(ج) عبادت، محبت اور دوسری دنیاؤں کے ساتھ رابطے کے بارے میں

نوجوان، عبادت کو کبھی نظر انداز نہ کرو۔ ہر مرتبہ جب تم عبادت کرتے ہو، بشرطیکہ تم یہ فریضہ نیک نیتی، خلوص اور بے ریائی سے سرانجام دے رہے ہو، تو تمہارے اندر جذبے کا نیا شعلہ اور اس کے ساتھ ایک نیا تصور پیدا ہو جائے گا——ایک ایسا تصور جس سے تم پہلے آشنا نہیں تھے، یہ تمہارے حوصلوں کو از سرِ نو جوان اور بلند کر دے گا اور تم سمجھ جاؤ گے کہ عبادت تعلیم ہے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ تمہیں ہر روز اور ہر لمحے، جب بھی ممکن ہو، اپنے دل میں دہراتے رہنا ہے: "خداوند، ان سب پر رحم فرما جو آج تیری بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں۔" کیونکہ ہر گھڑی، ہر آن، ہزاروں لوگ اس دنیاوی زندگی سے رخصت ہوتے رہتے ہیں اور ان کی روحیں خداوند کے حضور پیش ہوتی رہتی ہیں——اور ان میں بے شمار ایسے ہوتے ہیں کہ جب وہ اس دنیا کو داغِ مفارقت دیتے ہیں، وہ تنہائی کی موت مرتے ہیں، غم و اندوہ کے مارے ہوتے ہیں اور ان کے انتقال پر کوئی دو آنسو بہانے والا بھی

نہیں ہوتا بلکہ کسی کو یہ تک معلوم نہیں ہوتا کہ یہ لوگ کبھی زندہ بھی تھے یا نہیں، اور اگر معلوم ہو بھی تو پھر اسے ان کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔ اور ذرا غور سے سنو: اگرچہ نہ تم انہیں اور نہ وہ تمہیں جانتے ہوتے ہیں، عین ممکن ہے کہ تم ان کی روحوں کی مغفرت کے لیے جو دعا کرتے ہو، وہ دنیا کے اس کونے سے اوپر اٹھے اور خداوند تک پہنچ جائے۔ اس وقت جب وہ خداوند کے سامنے لرزاں و ترساں کھڑے ہوں گے، ان کی روحوں کو یہ محسوس کر کے کتنی راحت ہوگی کہ فانی دنیا میں کوئی تو ہے جو ان کے حق میں دعا کر رہا ہے، ابھی تک کم از کم ایک انسان تو ایسا ہے جو ان سے محبت کرتا ہے۔ خداوند بھی تم سب پر مزید کرم کرنے لگے گا کیونکہ اگر تم ان کے لیے اس طرح کے رحم کی بھیک مانگتے ہو، پھر سوچو وہ تم پر کتنا زیادہ رحم فرمائے گا، وہ جو تمہاری نسبت کہیں بے پایاں طور پر رحیم و کریم ہے۔ اور وہ تمہاری خاطر ان کی مغفرت کر دے گا۔

برادرانِ مکرم، انسانوں کے گناہوں سے مت ڈریں۔ گنہگار انسانوں سے بھی محبت کریں کیونکہ اس میں الوہی محبت کی مماثلت ہے اور یہ روئے زمین پر اعلیٰ ترین محبت ہے۔ خداوند کی تمام مخلوق سے محبت کریں، کل سے محبت کریں اور ریت کے ذرے ذرے سے محبت کریں۔ ایک ایک پتے سے، خداوند کے نور کی ایک ایک کرن سے محبت کریں! جانوروں سے محبت کریں، پودوں سے محبت کریں، ہر نوع کی چیز اور مخلوق سے محبت کریں۔ اگر آپ ہر نوع کی چیز اور مخلوق سے محبت کریں گے، پھر ہر جگہ آپ پر خود خداوند کا بھید منکشف ہونے لگے گا۔ جب ایک مرتبہ آپ پر منکشف ہو گیا تو ہر گزرتے دن کے ساتھ آپ اسے کہیں زیادہ گہرائی سے سمجھنے لگیں گے۔ اور آخرکار آپ کلی، جامع، ہمہ گیر محبت کے ساتھ پوری دنیا سے محبت کرنے لگیں گے۔ جانوروں سے محبت کریں، خداوند نے انہیں سوچ بچار کی مبادیات اور پُرسکون محبت کے احساس سے نوازا ہے۔ اس میں خلل نہ ڈالیں، انہیں تنگ نہ کریں، ان سے ان کی مسرت نہ چھینیں، خداوند کے منشا کے خلاف نہ جائیں۔ (اے) انسان، اپنے آپ کو جانوروں سے بلند نہ کر، گناہ وہ نہیں کرتے، یہ تو تُو ہے جو اپنی عظمت اور شان و شوکت کے زعم میں دھرتی کو اس پر اپنی موجودگی سے پلید کر رہا ہے اور اپنے نجس نشانات پیچھے چھوڑے جا رہا ہے—— حیف، صد حیف، اس کا اطلاق ہم سب پر ہوتا ہے۔ بچوں سے خاص طور پر محبت کریں(131) کیونکہ ملائکہ کی طرح وہ بھی بے گناہ اور معصوم ہوتے ہیں اور ان کی زندگیاں ہماری زندگیوں کے لیے مرہم کا کام دیتی ہیں، ہمارے قلوب کو پاکیزہ بناتی ہیں اور ہمیں اگلا رستہ دکھاتی ہیں۔ جو بچوں کا استحصال کرتا ہے، ان کی ناراضگی مول لیتا ہے، اس پر (خداوند کی) پھٹکار ہو۔ بچوں سے محبت کرنا میں نے فادر انفیم سے سیکھا۔ ہماری جہاں گردیوں کے دوران میں یہ شفیق اور خاموش طبع شخص ان چند کوپکوں سے، جو ہمیں راستے میں خیرات میں ملے ہوتے، کیک،

بسکٹ اور مٹھائیاں خریدتا اور ان میں تقسیم کر دیتا۔ یہ جب کبھی ان کے قریب سے گزرتا، روحانی طور پر ان سے متاثر ہوئے بنا نہ رہتا۔ یہ اس قسم کا آدمی ہے۔

بعض خیالات آدمی کو الجھن میں ڈال دیتے ہیں، خاص طور پر تب جب اسے دوسرے لوگوں کے گناہوں کا مشاہدہ کرنا پڑتا ہے اور وہ اپنے آپ سے سوال کرنے لگتا ہے، ”کیا ان کا مقابلہ تلوار سے کیا جائے یا عجز و محبت سے؟“ اپنے آپ سے ہمیشہ یہی کہیں: ”میں عجز و محبت سے تسخیر کروں گا۔“ اگر آپ نے اس کے متعلق ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تہیہ کر لیا، پھر آپ ساری دنیا تسخیر کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ محبت میں عجز نہایت زبردست قوت ہے، تمام موجودہ قوتوں سے طاقت ور ترین ہے اور اس کے مقابلے میں باقی سب ہیچ ہے۔

ہر روز، ہر گھڑی، بلکہ ہر پل بھی، اپنا جائزہ لیتے رہیں، اپنا محاسبہ کرتے رہیں، اپنی چوکسی کرتے رہیں تاکہ یہ بات یقینی رہے کہ کہیں آپ سے یہ اصول داغ دار تو نہیں ہو گیا۔ جب آپ بے دھیانی سے کسی ننھے بچے کے قریب سے گزر جاتے ہیں، یوں سمجھیں کہ آپ غصے سے کھول رہے ہیں، آپ کے لبوں پر غلیظ الفاظ مچل رہے ہیں، آپ بدمزاج ہیں، ممکن ہے آپ کو بچے کی موجودگی کا احساس ہی نہ ہوا ہو لیکن یاد رکھیں کہ وہ آپ کو دیکھ چکا ہے اور ممکن ہے کہ آپ کی شخصیت کا یہ بدصورت اور نجس پہلو اس کے ننھے منے حساس دل میں جاگزیں ہو گیا ہو۔ آپ اسے جانتے نہیں تھے لیکن آپ نے شاید انجانے میں اس کے اندر ایک ایسا بیج بو دیا ہو جو بڑھ کر تناور درخت بن جائے گا کیونکہ آپ نے بچے کے سامنے غیر احسن طرزِ عمل کا مظاہرہ کیا ہے، کیونکہ آپ نے خود اپنے اندر چوکس، فعال محبت کو پھلنے پھولنے نہیں دیا۔ برادران، محبت اتالیق ہے، مگر آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس کا حصول کیسے ممکن ہے کیونکہ یہ آسانی سے ہاتھ نہیں آتی۔ اس کو حاصل کرنے کے لیے طویل عرصے تک بھاری قیمت ادا کرنا پڑتی ہے، مسلسل پتا مارنا پڑتا ہے کیونکہ محبت کبھی کبھار، اتفاقیہ طور پر یا ہنگامی لمحے کے لیے نہیں بلکہ دوامی طور پر کرنا چاہیے؛ ہنگامی، اتفاقیہ یا کبھی کبھار کی محبت تو کوئی بھی، یہاں تک کہ بدچلن شخص بھی، کر سکتا ہے۔

میرا بھائی، اگرچہ وہ ابھی نوعمر تھا، چھوٹے چھوٹے پرندوں سے معذرت خواہ ہوتا رہتا تھا۔ بظاہر یہ بات خلافِ عقل معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقتاً وہ راستی پر تھا کیونکہ ہر چیز سمندر کی مانند ہے، بہتی رہتی ہے اور ہر دوسری چیز کے ساتھ اس کا ربط قائم ہوتا رہتا ہے۔ اسے ایک مقام پر چھو کر دیکھیں اور اس کی گونج دنیا کے کسی دوسرے کونے میں سنائی دے گی۔ مانا، پرندوں سے معذرت خواہ ہونا پاگل حرکت معلوم ہوتی ہے لیکن اگر آپ معمولی سی کریم النفسی کا مظاہرہ کر سکیں، ذرا سا پُروقار رویہ اپنا سکیں تو یہ پرندوں، ننھے منے بچوں اور آپ کے گرد و پیش دوسری مخلوق کے لیے کتنا اچھا، کتنا

راحت رساں عمل ہو گا۔ میں ایک بار پھر آپ سے عرض کرتا ہوں کہ ہر چیز سمندر کی مانند ہے۔ جب یہ بات آپ کی سمجھ میں آ جائے گی پھر آپ ایک قسم کے وجد کی کیفیت میں، ہمہ گیر محبت کی گرفت میں، پرندوں کے سامنے دعائیں مانگنے لگیں گے اور ان سے گڑگڑا گڑگڑا کر التجائیں کرنے لگیں گے کہ وہ بھی آپ کے گناہ معاف کر دیں۔ اس وجد کو سینے سے لگا کر رکھیں، دنیا والوں کو یہ خواہ کتنا ہی مہمل، بے معنی نظر آئے۔

میرے دوستو، خداوند سے مسرت و شادمانی کی دعائیں مانگتے رہا کریں۔ بچوں کی طرح، آسمان کے ننھے منے پرندوں کی طرح، خوش رہا کریں۔ انسانوں کے گناہوں سے اپنے اعمال کو پراگندہ نہ ہونے دیں، انہیں اپنی مساعی میں خلل نہ ڈالنے دیں اور انہیں بار آور نہ ہونے دیں۔ یہ مت کہیں: ”گناہ طاقت ور ہے، بدچلنی طاقت ور ہے، پلید دنیا طاقت ور ہے، اور ہم تنہا، بے یارومددگار اور بے بس ہیں، یہ پلید دنیا ہم پر غالب آ جائے گی اور ہماری صالح کوششوں کو کامیاب نہیں ہونے دے گی۔“ میرے بچو، اس قسم کی مایوسی سے بچیں! آپ کے لیے بخشش بس ایک ہے، اپنے آپ کو اپنی گرفت میں لے لیں اور تمام انسانوں کے گناہوں کا بوجھ اپنے کندھوں پر ڈال لیں۔ میرے دوستو، یقین مانیں کہ سچ بات بالکل یہی ہے کیونکہ جس لمحے آپ نے پورے خلوص کے ساتھ ہر شخص، ہر چیز کی ذمے داری اپنے سر لے لی، آپ کو فوراً احساس ہو جائے گا کہ سچ بات بالکل یہی ہے اور یہ کہ حقیقتاً ہر شخص اور ہر چیز کی ذمے داری آپ ہی پر عائد ہوتی ہے۔ اگر آپ اپنی کاہلی اور کمزوری کا الزام دوسروں پر دھرتے رہے تو انجام کار شیطان کے تکبر کے ساجھی بن جائیں گے اور خداوند کے مخالفوں میں شمار ہونے لگیں گے۔

شیطان کے تکبر کے بارے میں میری رائے یہ ہے: جب تک ہم اس دھرتی پر ہیں، ہمارے لیے اس کا سمجھنا دشوار ہے اور چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ہم نہایت آسانی سے غلطی کے مرتکب ہو سکتے ہیں اور اس پر قائم رہ سکتے ہیں، بلکہ یہ بھی تصور کرنے لگ سکتے ہیں کہ ہم غلطی نہیں، کوئی عظیم اور خوبصورت کام کر رہے ہیں۔ اور واقعہ تو یہ ہے کہ جب تک ہم دنیا میں موجود رہتے ہیں ہم اپنی فطرت کے متعدد انتہائی طاقت ور جذبات و احساسات کی تفہیم کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ لیکن اس سے غلط نتیجہ بھی اخذ نہ کریں اور یہ مت سمجھنا شروع کر دیں کہ اس سے ہمیں اپنے افعال کا جواز مہیا ہو گیا ہے کیونکہ لایزال قلم آپ سے صرف ان چیزوں کا حساب لے گا جو آپ سمجھ سکتے ہیں، نہ کہ ان کا جو آپ سمجھ نہیں سکتے۔ آپ کو صرف اتنا کرنا ہے کہ اپنے آپ کو اس بات کا قائل کر لیں کہ آپ نے اشیا کو صرف اسی طرح دیکھنا ہے جس طرح کہ وہ حقیقتاً ہیں، جب یہ صورت پیدا ہو جائے گی پھر آپ اعتراضات اٹھانا بند کر دیں گے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ روئے زمین پر ہم یوں ٹھوکریں

کھاتے پھر رہے ہیں جیسے ہم (صحیح راستے سے) بھٹک گئے ہوں اور اگر ہمارے سامنے یسوع کی مثال نہ ہوتی، ہم اپنا راستہ بالکل ہی بھول جاتے اور تباہی کے غار میں گر پڑتے جیسا کہ طوفان (نوح) سے پہلے نسل انسانی کے ساتھ ہوا تھا۔ زمین پر بہت کچھ ہے(132) جو ہم سے پوشیدہ ہے لیکن اس کے عوض ہمیں ایک داخلی اور مخفی احساس سے سرفراز کر دیا گیا ہے کہ ہمارا رشتہ ایک دوسری، سماوی اور بلند و بالا دنیا سے ہے اور یہ بے جان نہیں بلکہ جیتا جاگتا رشتہ ہے، اور یہ کہ ہمارے خیالات اور احساسات کی جڑیں یہاں نہیں بلکہ دوسری دنیاؤں میں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فلسفیوں کو یہ کہنا پڑا ہے کہ روئے زمین کی اشیاء کی ماہیت کو سمجھا نہیں جا سکتا۔ خداوند نے دوسری دنیاؤں سے بیج لیے اور انہیں یہاں زمین پر بو دیا، اور یوں اس نے اپنا گلستان تشکیل کر لیا، چنانچہ ہر وہ چیز جو اُگ سکتی اور دھرتی سے باہر نکل سکتی تھی، اُگی اور باہر نکل آئی، لیکن جو کچھ اُگتا ہے، وہ اپنے اس احساس کے ذریعے زندہ رہتا ہے اور زندہ ہے کہ وہ پُراسرار طور پر دوسری دنیاؤں کے ساتھ منسلک ہے۔ اگر آپ کے اندر یہ احساس مرجھا جائے یا یکسر نیست و نابود ہو جائے، تب وہ سب کچھ بھی موت سے ہم کنار ہو جائے گا جو تمہارے باطن کے اندر اُگتا اور پرورش پاتا ہے۔ پھر آپ زندگی سے لاتعلق ہی نہیں ہو جائیں گے بلکہ اس سے گھن بھی کھانے لگیں گے۔ میرا تو یہی خیال ہے۔

(د) کیا انسان اپنے ساتھی انسانوں کا محاکمہ کر سکتا ہے؟
آخر دم تک ایمان پر قائم رہنے کے بارے میں

خاص طور پر یاد رکھیں کہ آپ کسی کا محاکمہ نہیں کر سکتے(133)۔ اس دنیا میں کوئی شخص بھی دوسرے انسانوں کا محاکمہ نہیں کر سکتا تاوقتیکہ وہ یہ نہیں سمجھ لیتا کہ وہ بھی بالکل اسی قسم کا مجرم ہے جتنا کہ وہ شخص جو اس کے سامنے کھڑا ہے اور یہ کہ صحیح معنوں میں کسی بھی دوسرے شخص کی نسبت وہ خود اس شخص کے جرم کا قصوروار ہے۔ جب وہ اس بات سے آگاہ ہو جائے، وہ منصف بن سکتا ہے۔ بظاہر یہ بات کتنی ہی بے سروپا کیوں نہ نظر آئے، سچ یہی ہے۔ کیونکہ اگر میں خود راست باز ہوتا تو شاید میرے سامنے کٹہرے میں کوئی مجرم کھڑا نہ ہوتا۔ اگر آپ اپنے سامنے کھڑے مجرم کے، جسے آپ دل ہی دل میں لعنت ملامت کر رہے ہیں، جرائم کی ذمے داری قبول کر سکتے ہیں، پھر اس کام میں دیر نہ لگائیں، اسے فی الفور کر ڈالیں، اس کی بجائے خود تکالیف سہیں اور اسے سرزنش کیے بغیر چھوڑ دیں۔ اور اگر خود قانون نے آپ کو اس کا منصف مقرر کر دیا ہے، تو بھی جس قدر ممکن ہو اسی جذبے سے

کام کریں کیونکہ وہ چلا تو جائے گا لیکن اپنے بارے میں ایسا فیصلہ صادر کرے گا جو آپ کے فیصلے سے کہیں زیادہ سخت ہوگا۔ تاہم اگر آپ کے خیر سگالی کے اظہار کے باوجود وہ متاثر نہیں ہوتا بلکہ الٹا آپ کا تمسخر اڑاتا ہے، پھر بھی اسے اپنے راستے کی سدِ سکندری نہ بننے دیں: اس کا مطلب محض یہ ہوگا کہ اس (کے سدھرنے) کا وقت نہیں آیا لیکن کبھی نہ کبھی یہ آئے گا ضرور، تاہم اگر یہ نہیں آتا تو بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا لیکن آپ دل میں ملال مت لائیں۔ اگر وہ نہیں سمجھتا اور سدھرتا، تو کوئی دوسرا شخص سمجھ اور سدھر جائے گا، وہ اپنا محاکمہ کرے گا اور خود ہی اپنے آپ کو سزا سنائے گا اور یوں انصاف ہو جائے گا۔ اس بات پر یقین کریں، کسی شک کے بغیر یقین کریں کیونکہ اس میں ولیوں (saints) کی تمام اُمیدیں اور یقین شامل ہے۔

ہمیشہ فعال رہیں، ان تھک انداز سے کام کرتے رہیں۔ اگر رات کو، جب آپ سونے کی غرض سے بستر پر دراز ہوں، آپ کو یہ یاد آئے: ''جو کچھ مجھے کرنا چاہیے تھا، وہ میں مکمل نہیں کر سکا'' پھر فوراً اٹھیں اور اسے مکمل کریں۔ اگر آپ کے گرد و پیش بدمزاج، کینہ پرور اور سنگ دل لوگوں نے حصار بنا رکھا ہو جو آپ کی بات سننے کے لیے تیار نہ ہوں، پھر ان کے سامنے لیٹ جائیں اور ان سے معافی مانگیں، کیونکہ اگر وہ آپ کی بات سننے کے روادار نہیں تو اس کا الزام آپ پر بھی تو آتا ہے۔ اگر آپ میں ان کڑوے کسیلے لوگوں سے گفتگو کرنے کی مزید ہمت نہیں، پھر خاموشی اور عجز و انکسار سے ان کی خدمت کرتے رہیں اور کبھی امید کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دیں۔ اگر سب لوگ آپ کا ساتھ چھوڑ دیں بلکہ آپ کو زبردستی باہر نکال دیں، پھر جب آپ اکیلے رہ جائیں، زمین پر لیٹ جائیں، اسے چومیں(134)، اسے اپنے آنسوؤں سے بھگو دیں اور دھرتی آپ کے آنسوؤں میں سے پھل اگل دے گی بے شک آپ کی تنہائی کے دوران میں کسی ایک بھی فرد نے آپ کو آنسو بہاتے دیکھا نہ ہو اور آہیں بھرتے سنا نہ ہو۔ مرتے دم تک اپنے ایمان پر قائم رہیں، خواہ ساری دنیا گمراہی کے راستے پر چل پڑے اور خواہ سچائی کا دامن تھامنے والے آپ اکیلے رہ جائیں تب بھی قربانی دیتے رہیں اور خداوند کی ستائش کرتے رہیں۔ اگر آپ کی کسی اپنے جیسے شخص سے ملاقات ہو جائے، پھر سمجھیں کہ ساری دنیا— زندہ اور توانا دنیا— آپ کے ہاتھ آ گئی ہے۔ محبت اور شفقت سے ایک دوسرے سے معانقہ کریں اور خداوند کی ثنا کریں کیونکہ اس کی صداقت کا اظہار ہو گیا ہے، بے شک یہ صرف آپ دونوں کے ذریعے ہوا ہے۔

اگر آپ سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے، خواہ یہ ایک گناہ ہو اور سرزد بھی اتفاقیہ طور پر ہوا ہو، اس پر مرتے دم تک نادم ہوتے رہیں، پھر دوسروں (کے کاموں) پر خوشی منائیں، راست باز اشخاص (کے کاموں) پر خوشی منائیں، آپ کو خوشی اس بات کی منانا چاہیے کہ آپ سے تو کوئی نہ کوئی گناہ

سرزد ہو ہی گیا خواہ وہ ایک ہی سہی، لیکن ان لوگوں سے تو کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا، وہ راست باز رہے تھے۔

اگر لوگوں کی بداعمالیوں پر آپ کو غصہ آئے اور آپ کو ناقابلِ برداشت حد تک اذیت پہنچنے لگے اور وہ بھی اس حد تک کہ آپ کو خطاکاروں کے خلاف انتقامی جذبہ محسوس ہونے لگے تو کسی بھی دوسری چیز کی نسبت اس احساس سے زیادہ ڈریں۔ جائیں اور اپنے لیے وہ ایذائیں تلاش کریں جن میں سے آپ کو تب گزرنا پڑتا اگر ان خطاؤں کے مجرم آپ خود ہوتے۔ ان ایذاؤں کو اپنے ذمے لیں، انہیں برداشت کریں، آپ کا دل مطمئن ہو جائے گا اور آپ سمجھ جائیں گے کہ آپ بھی خطاکار ہیں کیونکہ وہ شخص آپ ہو سکتے تھے جس کا دامن کسی گناہ سے آلودہ نہیں ہوتا اور یوں آپ خطاکاروں کے لیے راستہ دکھانے والی روشنی بن سکتے تھے لیکن آپ ایسے بنے نہیں۔ اگر آپ کی روشنی چمکی ہوتی تو اس سے دوسروں کے لیے بھی راستہ منور ہو جاتا اور جس سے جرم سرزد ہوا ہے وہ غالباً آپ کی روشنی میں صحیح راستے سے بھٹک نہ پاتا۔ اگر آپ کی روشنی چمکتی تو ہے لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ لوگ اس روشنی سے، جو آپ کی ذات سے منعکس ہو رہی ہے، مستفید نہیں ہوتے اور نجات تلاش نہیں کرتے، تو بھی آپ کو ثابت قدم رہنا چاہیے اور آسمانی روشنی کی قوت پر شک نہیں کرنا چاہیے۔ اگرچہ انہوں نے نجات تلاش نہیں کی مگر یقین کریں کہ بعد ازاں ان کی بخشش ہو جائے گی۔ اگر ان کی بخشش نہیں ہوتی تو بھی ان کے اخلاف کی لازماً ہو جائے گی کیونکہ آپ کی روشنی نابود نہیں ہوگی خواہ آپ خود بے شک تب تک نابود ہو چکے ہوں۔ راست باز آدمی ضرور عدم کو سدھار جاتا ہے لیکن اس کی روشنی باقی رہتی ہے۔ نجات ہمیشہ نجات دہندہ کی موت سے ملتی ہے۔ نسلِ انسانی اپنے پیغمبروں کو قبول کرنے میں لیت و لعل کرتی ہے اور ان پر جور و ستم روا رکھتی ہے، تاہم لوگوں کو اپنے شہیدوں سے محبت ہوتی ہے اور جنہیں انہوں نے ایذائیں پہنچا پہنچا کر دوسرے جہان پہنچایا ہوتا ہے انہیں سر آنکھوں پر بٹھاتی ہے۔ تاہم آپ ساری نسلِ انسانی کے لیے کام کر رہے ہیں؛ جو کچھ آپ کر رہے ہیں، اس کا تعلق مستقبل سے ہے۔ اپنے لیے کسی صلے کی تمنا نہ کریں کیونکہ موجودہ صورتِ حال جیسی بھی ہے، اس میں اس زمین پر آپ کو اچھا خاصا اجر ملتا ہی رہتا ہے ــــ اور یہ اجر کیا ہے؟ روحانی مسرت جو صرف راست بازوں کے حصے میں آتی ہے۔ امیروں سے نہ طاقت وروں سے خوف کھائیں بلکہ عقل مند بنیں اور اپنا وقار ہمیشہ برقرار رکھیں۔ اپنی حدود و قیود سے آگاہ رہیں، زمانے کی نبض پہچانیں اور اس کا ساتھ دینا سیکھیں۔ جب اکیلے ہوں تو عبادت کریں۔ زمین پر سجدہ ریز ہونے کے لیے تیار رہیں اور اس پر بوسوں کی بوچھار کر دیں۔ دھرتی کو چومتے رہیں، محبت پیہم کرتے رہیں لیکن محبت کی اشتہا کبھی سرد نہ ہونے دیں، ہر شخص سے محبت کریں، ہر چیز سے محبت کریں، اس غایت انبساط کو، اس کیف و وجد کو ڈھونڈتے رہیں۔ دھرتی کو مسرت کے آنسوؤں سے بھگو دیں اور ان آنسوؤں سے محبت کرتے رہیں۔ اس کیف و وجد پر شرمسار نہ ہوں، اسے بیش بہا گردانیں کیونکہ یہ تحفہ خداوندی ہے، یہ عظیم تحفہ ہے، یہ ہر کس و ناکس کو نہیں ملتا، صرف گنی چنی چیدہ ہستیوں کو ہی عطا ہوتا ہے۔

(ہ) جہنم اور جہنم کی آگ کے بارے میں، عارفانہ وعظ

آبا و اساتذہ، میں اپنے آپ سے پوچھتا رہتا ہوں: "جہنم کیا ہے؟" (135) اور میں جواب میں یوں استدلال کرتا ہوں: "یہ وہ اذیت ہے جو اس لیے جھیلنا پڑتی ہے کہ آدمی میں محبت کرنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔ ایک مرتبہ زندگی کی لامتناہی میں، جسے زمان و مکان کی (اصطلاحات میں) ناپا نہیں جا سکتا، کسی روحانی ہستی کو اس کے اس دھرتی پر آنے کے بعد یہ کہنے کی صلاحیت بخش دی گئی: "میں (موجود) ہوں اور میں محبت کرتا ہوں۔" اسے ایک، صرف ایک مرتبہ فعال، جیتی جاگتی محبت کا لمحہ عطا ہوا اور اس مقصد کے لیے دنیوی زندگی اور اس (دنیوی زندگی) کے ساتھ زمانے اور موسم بھی عنایت ہوئے ــــ اور ہوا کیا؟ اس خوش قسمت ہستی نے اس بیش بہا عطیے کو یوں جھٹک دیا جیسے اس کی کوئی وقعت ہی نہ ہو، اس نے اس کی قدر نہ کی، اس سے محبت نہ کی، اسے پُر حقارت نگاہوں سے دیکھا اور اس سے اغماض برتتا رہا، اس طرح کی ہستی اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد ابرہام کا سینہ دیکھتی ہے اور ابرہام سے ہم کلام ہوتی ہے جیسا کہ امیر آدمی اور لعزر کی اخلاقی کہانی (136) میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ ہستی جنت کا تصور باندھتی ہے اور خداوند تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکتی ہے۔ لیکن اسے جس بات سے اذیت پہنچتی ہے، وہ یہ ہے کہ وہ محبت کیے بغیر ہی خداوند تک پہنچ گئی ہے اور ان لوگوں کے ساتھ اس کا تعلق قائم ہو گیا ہے جو محبت کرتے رہے ہیں اور جن کی محبت کو وہ پائے استحقار سے ٹھکراتی رہی ہے۔ کیونکہ اب اس پر حقیقت واضح ہو گئی ہے، وہ یہ سب کچھ سمجھ گئی ہے اور وہ کہتی ہے: "اب مجھے علم ہو گیا ہے اور اگرچہ میں محبت کرنے کی شدید آرزو کر رہا ہوں، میں محبت کے میدان میں کوئی کارنامہ سرانجام نہیں دے سکوں گا، اپنی محبت میں کوئی قربانی نہیں دے سکوں گا کیونکہ یہ چیزیں تو دنیوی زندگی میں ہی کی جا سکتی ہیں اور میری دنیوی زندگی ختم ہو چکی ہے، اور اب میرے اندر روحانی رحمت کی شدید آرزو کے جو شعلے بھڑک رہے ہیں، انہیں بجھانے کے لیے ابرہام حیات بخش پانی کا قطرہ نہیں لائے گا کیونکہ میں اسے سابقہ زندگی میں مسترد کر

چکا ہوں (یعنی اب مجھے دوبارہ فعال دنیوی زندگی گزارنے کا موقع نہیں دیا جائے گا)۔ اب نہ زندگی رہی ہے اور نہ وقت۔ اگرچہ مجھے دوسروں پر اپنی زندگی نثار کر کے خوشی ہوگی، اب میں یہ کام کر نہیں سکتا کیونکہ میں جس زندگی کو محبت کی بھینٹ چڑھا سکتا تھا، وہ اب باقی نہیں رہی اور اب اس زندگی اور اس زندگی کے مابین خلیج حائل ہو چکی ہے۔"

لوگ جہنم کے شعلوں کی مادی مفہوم میں بات کرتے ہیں: میں اس راز کو کھنگالنا نہیں چاہتا، ویسے بھی میں اس سے خوف کھاتا ہوں، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہاں واقعی مادی آگ ہوئی، جہنمیوں کو اس پر سچے دل سے خوشی ہوگی کیونکہ میرا خیال ہے کہ انہیں ان جلتے شعلوں میں جس قسم کا جسمانی عذاب بھگتنا پڑے گا، اس میں وہ اس سے کہیں بھیانک تر، کہیں شدید تر روحانی عذاب کو بھول جائیں گے خواہ ان کی یہ کیفیت ایک لمحہ ہی رہے۔ یہ روحانی عذاب وہ عذاب ہے جس سے انہیں کسی صورت بھی خلاصی نہیں دلائی جا سکتی کیونکہ یہ عذاب خارجی نہیں داخلی ہوگا۔ اور اگر انہیں خلاصی دلا بھی دی گئی، وہ پہلے کی نسبت کہیں زیادہ ناشاد ہو جائیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ جنت کے راست باز ان کی اذیت کو دیکھتے ہوئے انہیں شاید معاف کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے اور اپنی لامحدود محبت کے باعث انہیں اپنے ہاں آنے اور اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دے دیں گے، وہ خود (یعنی جہنمی) اور بھی شدید تر عذاب میں پھنس جائیں گے کیونکہ (جنت کے باسیوں کی مہربانیوں کے جواب میں) ان کے اندر جوابی، فعال اور پُرتشکر محبت کی آتشیں خواہش اور بھی تیزی سے بھڑک اٹھے گی، لیکن اس کا حاصل کچھ نہیں ہوگا کیونکہ اب اس محبت کا وقت ختم ہو چکا ہوگا۔ تاہم میں اپنے نہاں خانہ دل میں یہ سمجھنے پر مجبور ہوں کہ جب انہیں احساس ہو جائے گا کہ انہیں جس چیز کی اتنی شدید آرزو ہے، وہ قطعی ناممکن ہے، پھر ان کی اذیت میں قدرے تخفیف ہونے لگے گی کیونکہ جب وہ راست بازوں کی محبت کو اس انداز سے قبول کر لیں گے کہ اب وہ ان کی محبت کا جواب محبت سے نہیں دے سکتے کیونکہ اس کا وقت نکل چکا ہے، بلکہ اب انہیں ان کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دینا چاہیے، ان کے یوں سرِ تسلیم خم کر دینے اور عاجزی و فروتنی اختیار کرنے کا نتیجہ یہ برآمد ہوگا کہ انہیں اس فعال محبت کا، جسے انہوں نے دنیوی زندگی میں حقارت سے ٹھکرا دیا تھا، کچھ نہ کچھ اندازہ ہو جائے گا اور اس کا کچھ نہ کچھ پرتو ان کے موجودہ طرزِ عمل پر بھی پڑنے لگے گا... آباء و اساتذہ، مجھے افسوس ہے کہ میں اپنی بات کو اس سے زیادہ واضح انداز سے پیش نہیں کر سکتا۔

لیکن افسوس ہے ان لوگوں پر جو اس زمین پر اپنے آپ کو تباہ کر لیتے ہیں، افسوس ہے ان لوگوں پر جو اپنے ہاتھوں اپنی جان لے لیتے ہیں! میرا خیال ہے کہ ان سے بڑھ کر کوئی ناشاد ہو ہی نہیں سکتا۔ ہمیں بتایا جاتا ہے کہ ان کے لیے خداوند سے دعا کرنا گناہ ہے اور ظاہری طور پر کلیسائی

مسلک انہیں دھتکارتا نظر آتا ہے لیکن میں اپنی روح کی گہرائیوں میں سمجھتا ہوں کہ ان کے لیے بھی دعا کی جا سکتی ہے(137)۔ کیونکہ یسوع محبت پر خفا نہیں ہو سکتے۔ میں اپنی پوری زندگی کے دوران میں ان لوگوں کے لیے دل ہی دل میں دعا کرتا رہا ہوں۔ آباء و اساتذہ، میں آپ کے سامنے اس کا اعتراف کرتا ہوں اور اب بھی ہر روز ان کے لیے دعا کرتا رہتا ہوں۔

صد افسوس، اپنے علم اور ناقابلِ تردید صداقت پر غور و فکر کرنے کے باوجود جہنم میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں، جو خود پسند ہیں اور کسی کو خاطر میں نہیں لاتے: ان میں بعض بدبخت ایسے ہیں جو شیطان اور اس کی متکبر روح کے ہم نوا بن چکے ہیں۔ انہوں نے رضاکارانہ طور پر جہنم کا انتخاب کیا ہے اور وہ کبھی سیر نہیں ہو پاتے: انہوں نے واقعی اپنی مرضی سے عذاب منتخب کیا ہے۔ انہوں نے زندگی اور خدا پر پھٹکار کر کے خود اپنے آپ کو پھٹکار کا مستحق بنا لیا ہے۔ وہ اپنے فاسقانہ تکبر پر اسی طرح پلتے ہیں جیسے صحرا میں کوئی بھوک سے بلبلاتا شخص اپنے ہی جسم کا خون چوس رہا ہو(138)۔ ان کی ابد تک تشفی نہیں ہو سکے گی۔ لیکن وہ عفو کو مسترد کر دیتے ہیں اور خدا کے منکر ہو جاتے ہیں جو انہیں اپنی طرف بلا رہا ہوتا ہے۔ وہ زندہ خدا کا نفرت کے بغیر تصور ہی نہیں کر سکتے اور وہ مطالبہ کرتے رہتے ہیں کہ زندگی کا کوئی خدا نہیں ہونا چاہیے، خدا کو خود اپنے آپ کو اور اپنی ساری مخلوق کو نیست و نابود کر دینا چاہیے۔ اور وہ ابدآباد تک اپنی ہی نفرت کے شعلوں میں بھسم ہوتے اور موت اور لاوجود کی تمنا کرتے رہیں گے۔ لیکن انہیں موت عطا نہیں کی جائے گی...

یہاں الیکسی فیودوروچ کا مسودہ ختم ہو جاتا ہے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ یہ ادھورا ہے اور بے ربط عناصر پر مشتمل ہے۔ مثلاً سوانحی معلومات میں ستارتس کی صرف ابتدائی جوانی کا ذکر ملتا ہے۔ جہاں تک اس کی تعلیمات اور آراء کا تعلق ہے وہ سب اس طرح جمع کر دی گئی ہیں جیسے وہ ایک کل کے اجزا ہوں حالانکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ ان کا اظہار مختلف مواقع پر اور مختلف حالات میں کیا جاتا رہا تھا۔ ستارتس نے اپنی زندگی کے آخری لمحات کے دوران میں جو کچھ کہا تھا، اسے من و عن تو پیش نہیں کیا گیا لیکن الیکسی کے مسودے میں اس کی جن سابقہ تعلیمات اور فرمودات کا تذکرہ کیا گیا ہے، ان سے اس کی آخری تقریر کی روح اور چیدہ چیدہ نکات کی نشان دہی ضرور ہو جاتی ہے۔ درحقیقت ستارتس کی زندگی بالکل غیر متوقع طور پر انجام کو پہنچی تھی۔ اگرچہ وہ لوگ، جو اس آخری رات اس سے ملنے آئے تھے، بخوبی سمجھ گئے تھے کہ اس کا جان بر ہونا مشکل ہے، تاہم ان کے لیے یہ تصور کرنا بھی

ناممکن تھا کہ موت یوں اچانک شب خون مارے گی۔ اس کے برعکس، جیسے کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ اس کے دوستوں کو، یہ دیکھتے ہوئے کہ وہ کتنا چوکس اور پُر گو ہے، یقین ہو گیا تھا کہ اس کی حالت میں، خواہ عارضی طور پر ہی سہی، نمایاں بہتری ہونے لگی ہے۔ پھر جیسا کہ انہوں نے بعد میں بڑے تعجب سے بتایا، اس کے انتقال سے صرف پانچ منٹ پہلے بھی کسی چیز کا پیشگی اندازہ لگانا ناممکن تھا۔ ہوا یہ کہ اسے اچانک سینے میں درد محسوس ہونے لگا، اس کی رنگت پیلی پڑ گئی اور اس نے کس کر اپنے ہاتھوں سے دل بھینچ لیا۔ اس پر تمام حاضرین اپنی نشستوں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور عجلت سے اس کی جانب لپکے۔ لیکن وہ شدید تکلیف کے عالم میں بھی ہر شخص کی جانب مسکرا کر دیکھتے ہوئے نرمی سے اپنی کرسی سے نیچے فرش کی طرف ڈھلک گیا۔ پھر اس نے اپنا چہرہ فرش کی جانب جھکایا، اپنے بازو پھیلائے اور پھر جیسے اس پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی ہو، وہ زمین کو چومنے اور دعائیں مانگنے لگا (جیسا کہ اس نے خود اپنی تربیت کی تھی)، اور اسی عالم میں اس نے خوشی خوشی اور پُرسکون انداز سے اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ اس کی موت کی خبر سارے درویش خانے میں پھیل گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے خانقاہ میں بھی پہنچ گئی۔ وہ اشخاص، جو مرحوم کے قریب ترین تھے اور وہ جو سینارٹی کے اعتبار سے منتخب کئے گئے تھے، اس کی میت قدیم رسوم کے مطابق تیار کرنے لگے، اور تمام راہب خانقاہ کے چھوٹے گرجے میں جمع ہو گئے۔ سحر ہونے سے پہلے ہی، جیسا کہ بعد ازاں افواہیں پھیلنے لگی تھیں، اس کی موت کی خبر قصبے میں پہنچ گئی۔ دن چڑھتے چڑھتے سارا قصبہ اس سانحے کے بارے میں باتیں کرنے لگا تھا اور بے شمار لوگ جوق در جوق خانقاہ کی جانب چل پڑے۔ لیکن ہم اس کا ذکر بعد ازاں اگلی کتاب میں کریں گے۔ فی الحال ہم صرف اتنا کہنے پر اکتفا کریں گے کہ ابھی دن ختم نہیں ہوا تھا کہ ایک ایسا وقوعہ پیش آ گیا جو اتنا غیر متوقع تھا اور اس کا راہبوں اور قصبے والوں پر جو اثر ہوا وہ اتنا عجیب، اتنا پریشان کن اور اتنا الجھاؤ میں ڈالنے والا تھا کہ اتنے سال گزر جانے کے بعد بھی ہمارے قصبے والوں کے اذہان سے محو نہیں ہو سکا، انہیں اس کی تمام تفصیلات اچھی طرح یاد ہیں اور وہ جب بھی اس کا ذکر کرتے ہیں، وہ پریشان ہو جاتے ہیں...

ساتویں کتاب

الیوشا

1

بدبو[1]

خفتہ(2) اعلیٰ حضرت راہب و پادری(3) فادر زوسیما کی میت تجہیز و تکفین کے لیے طے شدہ(4) رسوم کے مطابق تیار کی گئی۔ جیسا کہ سب جانتے ہیں مرحوم راہبوں کی میتوں کو غسل نہیں دیا جاتا۔ "جب کوئی راہب سایہ خداوندی میں سوتا ہے،" ("دعاؤں کی عظیم کتاب" میں یہی تحریر ہے)،"مقررہ پادری (یعنی وہ پادری جسے اس کام کے لیے متعین کیا جاتا ہے) پہلے میت کی پیشانی، سینے، انگلیوں، بازوؤں، پاؤوں اور گھٹنوں پر گوبا (Guba) یعنی یونانی اسفنج (5) کے ساتھ صلیب کے نشانات بنا دیتا ہے اور پھر نیم گرم پانی میں بھگوئے ہوئے اسفنج سے اس کا سارا جسم صاف کر دیتا ہے، اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں کرتا۔" فادر پائیسی نے خفتہ شخص پر یہ رسوم خود سرانجام دیں۔ اس کے بدن پر اسفنج پھیرنے کے بعد اس نے اسے راہب کی قبا پہنا دی اور اسے کفن میں لپیٹ دیا لیکن کفن لپیٹنے سے پہلے اس نے اسے کچھ اس طریقے سے چاک کیا کہ جسم کے گرد لپیٹے جانے کے بعد کفن نے صلیب کی شکل اختیار کر لی۔ اس نے اس کے سر پر کلاہ(6) پہنا دی جس پر آٹھ کونوں والی مخصوص سلاتی صلیب کشیدہ تھی۔ کلاہ کو کھلا رہنے دیا گیا۔ پھر خفتہ شخص کا چہرہ باریک سیاہ aer (7) سے ڈھانپ دیا گیا۔ اس کے ہاتھوں میں ہمارے نجات دہندہ کا ایقونہ رکھ دیا گیا۔ یوں تیار اور

Scanned with CamScanner

ملبوس کئے جانے کے بعد صبح کے قریب اس کی میت تابوت میں رکھ دی گئی جسے کافی مدت پہلے منگوا لیا گیا تھا۔ فیصلہ یہ ہوا تھا کہ میت سارا دن حجرے کے اس کمرے میں پڑی رہنے دی جائے جس میں مرحوم ستارتس اپنے ساتھی راہبوں اور عام ملاقاتیوں کو شرفِ ملاقات بخشا کرتا تھا۔ چونکہ عہدے کے اعتبار سے مرحوم اعلیٰ حضرت پادری و راہب (schemahieromonk) تھا، اس لیے ان راہبوں (hieromonks) کا، جو پادریوں یا ڈیکنوں کے فرائض بھی سرانجام دیتے تھے، یہ فرض بنتا تھا کہ وہ اس کی میت پر منظوم زبور (Psalter) کی بجائے اناجیل اربعہ کی خوانندگی کرتے رہیں۔ فادر آئی اوسف نے مرحوم کی دعائے مغفرت (8) کے فوراً بعد خوانندگی شروع کر دی۔ ارادہ تو فادر پائیسی کا پورا دن اور پوری رات خوانندگی کرنے کا تھا لیکن فی الحال وہ درویش خانے کے صدر راہب کے ساتھ بے حد مشغول تھا۔ دونوں کو یہ دیکھ کر شدید تشویش لاحق ہونے لگی تھی کہ خانقاہ کے راہبوں اور غیر راہب قسیسوں، جو خانقاہ کے مختلف ہوسٹلوں سے آئے تھے اور عام لوگوں میں، جو جوق در جوق قصبے سے چلے آ رہے تھے، غیر معمولی طور پر عجیب و غریب، ناشنیدہ بلکہ ''نازیبا'' اضطراب اور بے تاب توقع پیدا ہونے لگی ہے اور جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے، توں توں اس کی شدت میں تیزی سے اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ فادر پائیسی اور صدر راہب دونوں لوگوں کے اس اضطراب اور بے چینی کو رفع کرنے کی پوری کوشش کرتے رہے لیکن انہیں کوئی خاص کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

سورج کے طلوع ہونے کے بعد قصبے سے مزید لوگ آنے لگے۔ ان میں سے بعض اپنے ساتھ بیماروں، خاص طور پر بچوں کو لیے آ رہے تھے جیسے وہ خاص طور پر اسی موقع کے منتظر تھے۔ اس کی وجہ بظاہر یہی نظر آ رہی تھی کہ انہیں شفا بخش طاقت (9) پر پورا اعتقاد تھا جسے ان کے عقیدے کے مطابق بہت جلد اپنا ظہور کرنا تھا۔ ان کے اس رویے سے بالآخر یہ ثابت ہو گیا کہ مقامی لوگ مرحوم ستارتس کی زندگی میں ہی اس کا ایک عظیم اور غیر مشتبہ سنت کی حیثیت سے کتنا احترام کرنے لگے تھے۔ اور جو آئے تھے ان میں سے بہت سے کسی لحاظ سے بھی محض نچلے طبقے کے سیدھے سادھے اور غیر تعلیم یافتہ اشخاص نہیں تھے۔ معتقدین اپنی اس عظیم توقع کا اظہار علانیہ طور پر جس بے تابی، بلکہ جس بے صبری اور پُرزور اصرار کے ساتھ کر رہے تھے، فادر پائیسی کو وہ شرمناک طور پر گھٹیا اور باعث تحقیر نظر آیا۔ اگرچہ وہ بہت عرصے سے بھانپ رہا تھا کہ ہو گا یہی کچھ لیکن حقیقتاً جو کچھ ہو رہا تھا وہ اس کے بدترین اندیشوں سے بھی کہیں بدتر تھا۔ جب اس کا سامنا ان راہبوں سے ہوا جو دوسروں سے کہیں زیادہ مضطرب ہو رہے تھے، وہ انہیں ڈانٹ پلانے لگا: ''کسی معجزاتی چیز کی اتنی عظیم اور فوری توقع انتہائی ناسمجھی کی دلیل ہے۔ اگر عام لوگ اس کا اظہار کریں تو وہ قابلِ معافی

ہیں لیکن ہم لوگوں کے لیے بالکل نازیبا ہے۔''

لیکن کسی نے بھی اس کی باتوں پر کوئی خاص توجہ نہ دی اور فادر پائیسی یہ دیکھ کر بہت پریشان ہوا کہ اگرچہ وہ (لوگوں کی) حد سے بڑھی ہوئی توقع پر جھنجلا رہا ہے اور اسے ناسمجھی پر مبنی اور لاحاصل قرار دے رہا ہے لیکن (اگر سچ پوچھا جائے تو) عملی طور پر اور اپنے دل کی گہرائیوں میں وہ خود بھی آرزو اسی کی کر رہا ہے اور اپنے آپ سے اس کا اقرار کیے بنا نہیں رہ سکتا۔ تاہم وہاں چند ایسے اشخاص بھی آ پہنچے تھے جن کی موجودگی اسے خاص طور پر کھل رہی تھی اور جن کو دیکھ کر اس کے دل میں گھمبیر اندیشے لاحق ہونے لگے تھے کہ کوئی نہ کوئی ناگوار بات لازماً ہو کر رہے گی۔ مرحوم کے پُرہجوم حجرے میں اسے ان ناپسندیدہ اشخاص میں راکیتن یا دور دراز واقع ابدرسک کی خانقاہ سے آئے ہوئے مہمان راہب کو، جو ابھی تک خانقاہ میں مقیم تھا، دیکھ کر خاص طور پر سخت نفرت محسوس ہوئی (ویسے اس نے اپنے اس احساس پر اپنے آپ کو جھٹ ملامت کر دی)۔ پتا نہیں کیا وجہ ہوئی تاہم حقیقت یہی ہے کہ فادر پائیسی آناً فاناً ان دونوں اشخاص کو شبہے کی نظروں سے دیکھنے لگا—— حالانکہ جن اشخاص کی موجودگی نے اس کے دل میں شبہات کو جنم دیا تھا، کسی لحاظ سے بھی وہ صرف وہی دونوں نہیں تھے۔

پُرتوقع ہجوم میں جو شخص سب سے زیادہ جوش و خروش کا مظاہرہ کر رہا تھا، وہ ابدرسک کا راہب تھا۔ جدھر دیکھو وہ ادھر نظر آ جاتا تھا۔ کوئی جگہ، کوئی کونا ایسا نہیں تھا جہاں اس کی موجودگی کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ وہ ہر شخص سے سوالات پوچھتا، ہر جگہ کان لگائے باتیں سنتا اور کسی خاص طور پر پُراسرار انداز سے سرگوشیاں کرتا دکھائی دیتا تھا۔ اس کے چہرے پر انتہائی بے قراری کا اظہار ہو رہا تھا۔ جیسے اسے غصہ اس بات کا ہو کہ متوقع واقعہ ظہور پذیر ہونے میں اتنی دیر کیوں لگ رہا ہے۔

جہاں تک راکیتن کا تعلق ہے، بعدازاں معلوم ہوا کہ وہ درویش خانے میں اتنے سویرے سویرے مادام خوخلاکووا کے واضح حکم پر آیا تھا جسے خود درویش خانے کے اندر آنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی تھی۔ جونہی اس مشفق اور کمزور ارادے کی مالک خاتون کی آنکھ کھلی اور اسے اطلاع ملی کہ کیا واقعہ گزر گیا ہے، اس پر کچھ اس قسم کا تجسس سوار ہوا کہ اس نے جھٹ پٹ راکیتن کو درویش خانے بھیج دیا کہ وہ ہر چیز پر نگاہ رکھے، جو کچھ دیکھے اسے لکھتا رہے اور تقریباً ہر آدھ گھنٹے بعد اپنی تحریری رپورٹ اسے بھیجتا رہے۔ اس کی نظروں میں وہ انتہائی پارسا اور مذہبی نوجوان تھا—— اور وہ تھا بھی اتنا ہوشیار اور تیز طرار کہ لوگوں سے نپٹنے کے فن میں بہت ماہر ہو گیا تھا۔ یہی نہیں بلکہ اگر اسے کسی شخص میں معمولی سے معمولی فائدہ حاصل ہونے کی جھلک بھی دکھائی دے جاتی، تو وہ بہت اچھی طرح جان جاتا کہ ان کی نظروں میں کیسے سمایا جا سکتا ہے۔

اس روز مطلع صاف تھا اور دھوپ چمک رہی تھی۔ بہت سے پارسا زائرین نے درویش خانے کے مقبروں کے آس پاس ہجوم کر رکھا تھا۔ ان میں سے بیشتر تو گرجے کے قرب و جوار میں اور باقی قبرستان میں ادھر ادھر بکھرے ہوئے تھے۔ درویش خانے میں ادھر ادھر گھومنے کے دوران میں فادر پائیسی کو یکا یک ایلیوشا کا خیال آ گیا اور اس کے ساتھ ہی اسے یہ بھی یاد آ گیا کہ اس کی اس سے کچھ مدت سے، صحیح پوچھیں تو گزشتہ رات سے، ملاقات نہیں ہوئی۔ جونہی وہ اسے یاد آیا، وہ اسے درویش خانے کے انتہائی آخری سرے پر بیرونی دیوار کے ساتھ ایک راہب کے مقبرے پر بیٹھا نظر آ گیا جو مدتوں پہلے جہان فانی سے کوچ کر چکا تھا اور اپنے روحانی کارناموں کی وجہ سے بڑی شہرت حاصل کر چکا تھا۔ ایلیوشا کی پشت درویش خانے کی اور چہرہ باڑ کی جانب تھا۔ کچھ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ مقبرے کے کتبے کے پیچھے چھپا بیٹھا ہو۔ جب فادر پائیسی اس کے قریب پہنچا، اس نے دیکھا کہ ایلیوشا اپنا چہرہ اپنے ہاتھوں میں ڈھانپے ہوئے ہے، چپکے چپکے زار و قطار رو رہا ہے اور ہر ہچکی کے ساتھ اس کا جسم بری طرح کانپنے لگتا ہے۔ فادر پائیسی کچھ دیر اس کے قریب کھڑا رہا۔

"کافی ہو گیا، میرے بیٹے، کافی ہو گیا، میرے دوست۔" اس نے آخرکار ہمدردی سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اس کی کوئی ضرورت نہیں! تمہیں تو خوش ہونا چاہئے نا کہ رونا۔ تمہیں معلوم نہیں یہ ان کا عظیم ترین دن ہے؟ ذرا سوچو وہ اس وقت، اس لمحے، کہاں ہوں گے، ذرا سوچو!"

ایلیوشا نے اپنے چہرے سے، جو بچوں کی طرح رونے سے سوج چکا اور آنسوؤں سے بھیگ چکا تھا، ہاتھ ہٹاتے ہوئے اسے جھجکتی نگاہوں سے دیکھا اور فی الفور اسے دوبارہ ڈھانپ لیا۔

"میرا خیال ہے تم بھی شاید ٹھیک ہو۔" فادر پائیسی نے سوچتے ہوئے کہا، "اگر تم رونا ہی چاہتے ہو تو ضرور روؤ۔ یہ آنسو تمہیں یسوع نے بھیجے ہیں۔"

"تمہارے نرم و لطیف آنسو تمہاری روح کے لیے راحت رساں ہیں اور تمہارے پیارے دل میں مسرت بھر دیں گے۔" اس نے وہاں سے جاتے ہوئے اپنے دل میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی رفتار تیز کر دی کیونکہ اسے یہ اندیشہ لاحق ہونے لگا تھا کہ اگر اس نے پیچھے مڑ کر ایلیوشا پر ایک نظر بھی ڈالی، خود اس کی اپنی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیل رواں ہو جائے گا۔ دریں اثنا وقت گزرتا جا رہا تھا۔ راہبوں کی مقررہ عبادتوں اور مرحوم کے لیے دعاؤں کا سلسلہ جاری رہا۔ فادر پائیسی نے فادر آئی اوسف کو فارغ کر دیا اور خود تابوت کے پاس بیٹھ گیا اور اناجیل اربعہ کی خواندگی کرنے لگا۔ لیکن ابھی سہ پہر کے تین نہیں بجے تھے کہ وہ واقعہ پیش آ گیا جس کا حوالہ گزشتہ کتاب کے اختتام پر دیا جا چکا ہے۔ یہ واقعہ کلیتاً اتنا غیر متوقع تھا، عام امیدوں کے اتنا برعکس تھا کہ آج

تک اس کی ایک ایک تفصیل کی بازگشت، اگرچہ ژولیدہ انداز سے، ہمارے قصبے اور پورے ضلع میں یقین طور پر سنائی دیتی رہتی ہے۔ یہاں میں اپنی ذاتی رائے کا اظہار کرنا چاہوں گا: اگرچہ مجھے اس معمولی اور قابل ملامت واقعے کا ذکر کرتے ہوئے تقریباً گھن سی محسوس ہوتی ہے اور میں اپنی کہانی میں اس کو شامل کرنے سے گریز کرتا لیکن اس کا ذکر کر اس لیے رہا ہوں کیونکہ اس نے میری کہانی کے اصل، بے شک مستقبل کے، ہیرو یعنی ایلیوشا کے قلب و روح پر اتنا زبردست اثر کیا تھا کہ اس نے اس کی روحانی دنیا میں بحران کی کیفیت پیدا کر دی تھی اور اسے اس قدر اتھل پتھل کر دیا تھا کہ وہ بالکل لرز کر رہ گیا تھا، تاہم اس سے اسے کچھ حاصل بھی ہوا تھا، وہ یوں کہ اس کی وجہ سے اس کے عقائد میں آخرکار اٹل انداز سے پختگی آ گئی اور اس کے مستقبل کی سمت متعین ہو گئی تھی۔

تو آئیں، پھر ہم اپنی کہانی دوبارہ شروع کرتے ہیں۔ طلوع آفتاب سے پہلے جب ستارتس کی میت کو عبا پہنائی جا چکی، تجہیز و تکفین کے لیے تیار کر کے اسے تابوت میں رکھا جا چکا اور اسے اس سامنے کے کمرے میں پہنچایا جا چکا جو مرحوم کی زندگی کے دوران میں استقبالیے کے طور پر استعمال ہوتا تھا، تو ان لوگوں کے مابین، جو تابوت کے گرد جمع ہو چکے تھے، سوال اٹھا کہ کھڑکیاں کھول دی جائیں یا بند رہنے دی جائیں۔ تاہم اس سوال کا، جسے کسی شخص نے چلتے چلتے اور یونہی اٹھا دیا تھا، کسی نے جواب نہ دیا بلکہ کسی نے بھی اس پر کوئی توجہ ہی نہ دی ——— اور اگر کسی نے اسے درخور اعتنا سمجھا بھی تو اس نے اس کا اظہار نہ کیا کیونکہ یہ خیال ہی کہ اس قسم کی شخصیت کی میت گلنے سڑنے لگے گی یا گلنے سڑنے سے اس سے بدبو آنے لگے گی، بالکل احمقانہ تھا، اور اس شخص کا، جس نے یہ سوال اٹھایا تھا، اگر مذاق نہیں اڑایا جا سکتا تو کم از کم اس پر ترس ضرور کھایا جا سکتا ہے۔ اس سے تو صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس شخص میں ایمان کا فقدان ہے اور اس کے سوچنے کا انداز بالکل سطحی ہے۔ کیونکہ باقی سب لوگوں کو تو کسی بالکل ہی مختلف چیز کے وقوع پذیر ہونے کی توقع تھی۔ پھر دوپہر کے کچھ ہی دیر بعد ایک ایسا واقعہ پیش آ گیا جس پر پہلے تو حاضرین نے خاموشی اختیار کئے رکھی اور کسی قسم کا تبصرہ کرنے سے گریز کیا ——— صاف ظاہر ہے کہ ان کے دماغوں میں جو شکوک پیدا ہو رہے تھے، وہ ایسے تھے کہ وہ دوسروں کے سامنے ان کا اظہار کرنے سے گھبرا رہے اور خوف کھا رہے تھے، لیکن سہ پہر کے تین بجے وہ اتنے یقین اور ناقابل تردید انداز سے سامنے آنے لگا کہ پلک جھپکنے میں اس کی خبر سارے درویش خانے میں پھیل گئی، پھر مختصر عرصے میں خانقاہ کے کونے کونے تک پہنچ گئی اور راہبوں کو تشویش میں مبتلا کر گئی، اور آخرکار دیکھتے ہی دیکھتے پر لگا کر قصبے میں داخل ہو گئی اور اس نے معتقدین اور غیر معتقدین دونوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ غیر معتقدین نے تو خوش ہونا ہی تھا لیکن معتقدین میں بھی بعض ایسے اشخاص تھے جن کی خوشی سے غیر معتقدین سے بھی زیادہ باچھیں کھلی جا

رہی تھیں کیونکہ لوگوں کو "کسی راست باز شخص کا زوال اور اس کی ذلت بہت پسند آتی ہے۔" جیسا کہ مرحوم ستارتس نے خود اپنے ایک وعظ میں کہا تھا۔

سچی بات یہ ہے کہ تابوت سے بدبو اٹھنا شروع ہو گئی تھی اور وہ شدہ شدہ اتنی تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی کہ تین بجنے تک اس کے بارے میں کسی غلط فہمی کا امکان باقی نہ رہا۔ اس دریافت کے فوراً بعد خود راہبوں کے مابین نازیبا افراتفری کے عالم میں جو سکینڈل رونما ہوا، خانقاہ کی طویل تاریخ کے دوران میں اس جیسی کھلم کھلا شرمناک اور رسوا کن مثال اور کوئی نہیں ملتی اور اگر کوئی ہو گی بھی تو اسے پیش آئے اتنے مدتیں بیت چکی ہیں کہ کسی کو بھی اس کے بارے میں کچھ یاد نہیں۔ ویسے بھی یہ سب کچھ اتنے بے لگام اور گھٹیا انداز سے ہوا کہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ یہ بھی رونما ہو سکتا تھا۔ بہت بعد ازاں، بلکہ کئی سال گزر جانے کے بعد بھی جب بعض سمجھ دار راہب اس دن کی یادیں تازہ کرنے کے لیے بیٹھتے تو انہیں یہ دیکھ کر بڑا اچنبھا ہوتا بلکہ ان پر ایک قسم کی ہیبت طاری ہو جاتی کہ اس سکینڈل نے اتنی وسعت اختیار کر لی تھی کیونکہ ماضی میں بھی بعض اوقات ایسا ہوتا رہا تھا کہ جب انتہائی متقی، خدا ترس اور پارسا راہب فوت ہوتے جن کی پارسائی کی قسمیں کھائی جا سکتی تھیں اور جن کی پوری دنیا معترف ہوتی تھی، تو قدرتی طور پر دوسری تمام میتوں کی طرح ان کے تابوتوں سے بھی بدبو نکلنے لگتی تھی لیکن اس سے نہ تو لوگوں کے اعتقاد پر کوئی فرق پڑتا تھا اور نہ ان میں کسی قسم کی بے چینی جنم لیتی تھی۔ یہ درست ہے کہ مدتوں پہلے اس خانقاہ میں ایسے بزرگ بھی موجود رہے تھے جنہیں یہاں کے راہب اب بھی یاد کرتے رہتے ہیں کہ جب ان میں سے کسی کا انتقال ہوتا تو نہ تو اس کی میت گلتی سڑتی اور نہ اس سے بدبو خارج ہوتی۔ خانقاہ کے راہب جب اس قسم کے واقعات ایک دوسرے سے سنتے سناتے ہیں تو ان پر رقت طاری ہونے لگتی ہے اور وہ ان سے پُراسرار انداز سے بے حد متاثر ہونے لگتے ہیں، اور یوں ان کی یادوں کو کسی بابرکت اور معجزاتی چیز کی مثال کے طور پر سینوں سے لگا کر رکھا جاتا ہے اور خود راہبوں کو توقع بندھنے لگتی ہے کہ اگر خداوند کا فضل شامل حال ہوا تو مستقبل میں ان کے اپنے مقبروں سے اس سے بھی زیادہ جلالت وعظمت کا اظہار ہو گا۔

اس قسم کا ستارتس، جس کی یاد کو بطور خاص سینوں میں محفوظ کیا جاتا تھا، ایوب (Job) تھا۔ وہ ایک نامور مرتاض تھا۔ اس نے چپ رہنے اور روزے رکھنے کی جو قسمیں کھائی تھیں، ان کی وہ سختی سے پابندی کرتا تھا۔ اس نے ایک سو پانچ سال کی عمر پائی تھی اور وہ کافی عرصہ پہلے اس صدی کے ابتدائی عشرے میں فوت ہوا تھا۔ باہر سے آنے والے تمام زائرین کو ان کی آمد پر بطور خاص اس کے مقبرے پر لے جایا جاتا، وہاں انتہائی غیر معمولی احترام اور عقیدت کا مظاہرہ کیا جاتا اور پُراسرار

انداز سے بتایا جاتا کہ اس مقبرے سے بہت سی توقعات وابستہ ہیں اور خیال کیا جاتا ہے کہ مستقبل میں یہاں عظیم واقعات جنم لیں گے۔ (یہ وہی مقبرہ تھا جہاں صبح کو فادر پائیسی نے ایلیوشا کو بیٹھے دیکھا تھا۔) مدتوں پہلے وفات پانے والے اس ستارتس کے مقبرے کے پہلو میں ایک اور مقبرہ تھا۔ اس میں مشہور و معروف اعلیٰ حضرت راہب و پادری وارسونوفی مدفون تھا۔ اسے بھی مرتاض ایوب کی طرح یاد رکھا جاتا تھا۔ اس کا انتقال ہوئے بھی کوئی زیادہ مدت نہیں گزری تھی بلکہ فادر زوسیما اسی کا جانشین بنا تھا۔ اس کی زندگی کے دوران میں باہر سے جو زائرین آتے تھے وہ سب اسے "پاک باز بدھو" گردانتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ فادر ایوب اور فادر وارسونوفی دونوں ہی کے متعلق یہ زبان زد عام تھا کہ وہ اپنے تابوتوں میں یوں لیٹے پڑے ہیں جیسے وہ ابھی تک بقید حیات ہوں اور جب ان کی تجہیز و تکفین عمل میں آئی تھی تو ان کی میتوں سے کوئی بدبو نہیں اٹھی تھی بلکہ ان کے چہرے یوں نظر آ رہے تھے جیسے ان پر نور برس رہا ہو۔ بعض لوگ تو یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ انہیں خوب اچھی طرح یاد ہے کہ ان کی میتوں سے زہد و تقدس کی شعاعیں پھوٹ رہی اور خوشبو کی لپٹیں آ رہی تھیں۔

لیکن فادر زوسیما کے تابوت کے گرد و پیش جس بے ہودگی، بے تکی اور بغض کا مظاہرہ کیا گیا بحولہ بالا روح پرور یادوں کے باوجود اس کی اصل وجہ دریافت کرنا دشوار امر ہے۔ ذاتی طور پر میرا یہ خیال ہے کہ اس میں متعدد دیگر عناصر شامل ہو گئے تھے اور متعدد مختلف اسباب اپنے اپنے انداز سے اثر انداز ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک سبب یہ تھا (اور اس کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے) کہ خانقاہ کے بعض راہبوں کو ستارتسی کے ادارے سے اللہ واسطے کا بیر تھا۔ ان کی اس مخاصمت کی جڑیں بہت گہری بھی تھیں اور بہت پرانی بھی کیونکہ ان کے نزدیک یہ ایک مضرت رساں اختراع تھی۔ لیکن حقیقتاً بڑی وجہ یہ تھی کہ بعض لوگوں کو مرحوم کے زہد و پارسائی سے حسد تھا اور یہ زہد و پارسائی کوئی یونہی سی چیز نہیں تھی بلکہ اس کی زندگی ہی میں اس کا سکہ لوگوں کے دلوں پر اس طرح بیٹھ چکا تھا کہ اس پر اعتراض کرنا یا اس کے بارے میں تکرار کرنا نازیبا تصور کیا جانے لگا۔ اگرچہ مرحوم ستارتس نے معجزوں سے کم اور محبت سے زیادہ بے شمار لوگوں کے دل جیتے تھے اور اپنے اردگرد مریدوں کا بہت بڑا حلقہ بنا لیا تھا تاہم اس کے باوجود، بلکہ اس کے باعث، اس نے حسد کے جذبات بھی ابھار دیے تھے اور یوں نہ صرف راہبوں کی جماعت میں بلکہ اس کے باہر عام لوگوں میں بھی اس کے کھلے اور ڈھکے چھپے دونوں طرح کے پکے دشمن پیدا ہو گئے تھے۔ مثلاً نہ اس نے کبھی کسی کا برا چاہا اور نہ کسی کو نقصان پہنچایا، پھر بھی وہ سوال کرتے رہتے تھے: "اسے اتنا بڑا پارسا کیوں سمجھا جاتا ہے؟" اور صرف اسی سوال نے، جو ایک طویل عرصے کے دوران میں بار بار دہرایا

جاتا رہا تھا، آخرکار بدترین نفرت کے پھوٹ پڑنے کا جواز فراہم کر دیا۔ میرے خیال میں یہی وہ وجہ ہے کہ جب اس کی میت سے بدبو خارج ہونے لگی —— اور وہ بھی اتنی جلدی کیونکہ اس کے انتقال کا سانحہ پیش آئے ابھی ایک دن بھی نہیں گزرا تھا —— تو بہت سے لوگوں کو بے پناہ خوشی ہوئی، اور حیرت کی بات تو یہ ہے کہ ان میں اس کے اپنے مرید بھی شامل تھے جو کل تک اس کا بے حد احترام کرتے رہے تھے اور اب جو کچھ ظہور پذیر ہوا تھا، اسے اپنی ذاتی توہین اور اہانت تصور کرنے لگے تھے۔ بعد میں جو واقعات پیش آئے، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

جونہی تعفن اتنا بڑھ گیا کہ اس سے نظریں چرانا ممکن نہ رہا تو ان راہبوں کے چہروں کو دیکھ کر، جو مرحوم کے کمرے میں برابر آ جا رہے تھے، بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ یہاں یوں کھنچے کھنچے کیوں چلے آ رہے ہیں۔ وہ اندر داخل ہوتے، کچھ دیر رکتے اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتے باہر نکل جاتے تاکہ ان لوگوں کے سامنے، جو ہجوم کی صورت میں باہر انتظار کر رہے تھے، خبر کی تصدیق کر سکیں۔ منتظرین میں سے بعض تو رنج و غم سے سر ہلا دیتے لیکن دوسروں کی خوشی چھپائے نہ چھپتی بلکہ ان کی نفرت بھری نگاہوں سے اچھلتی دکھائی دیتی۔ ایک بھی شخص ایسا نہیں تھا جو انہیں لعن طعن کرتا اور نہ کوئی مرحوم سٹارتس کی ستائش میں اپنے لب کھولتا، اور یہ بات بڑی عجیب تھی کیونکہ خانقاہ میں اس کے حامی اکثریت میں تھے۔ بظاہر یہی معلوم ہو رہا تھا کہ اس موقع پر خود خداوند نے اقلیت کو سرخ رو ہونے کی اجازت مرحمت فرما دی ہے۔

کچھ ہی دیر میں عام لوگ بھی، جن میں غالب تعداد تعلیم یافتہ اشخاص کی تھی، صورت حال کا خود جائزہ لینے کے لیے حجرے میں آنے جانے لگے۔ اگرچہ درویش خانے کے صدر دروازے پر عام لوگوں کا خاصا بڑا مجمع ہو گیا تھا، اصلاً ان میں سے بہت کم اشخاص حجرے کے اندر گئے۔ اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ رسوا کن خبر کے جنگل کی آگ کی طرح پھیل جانے کے نتیجے میں تین بجے کے معاً بعد عام لوگوں کی تعداد میں معتد بہ اضافہ ہونے لگا تھا۔ وہ لوگ، جو شاید سارا دن آنے سے احتراز برتتے اور نہ شاید جن کا آنے کا کوئی ارادہ تھا، اب عمداً آنے لگے۔ ان میں سے بعض اشخاص اچھے خاصے مراتب کے حامل تھے۔ یہاں یہ لازماً ذکر کر دینا چاہیے کہ اس مرحلے تک ظاہری طور پر ہی سہی، بہرحال تہذیب و شائستگی سے ملتی جلتی چیز کا ضرور مظاہرہ ہوتا رہا اور فادر پائیسی سنگین چہرے اور مستحکم و واضح انداز سے اناجیل اربعہ کی خواندگی کرتا رہا جیسے وہ اس بات سے قطعاً بے خبر ہو کہ یہاں کسی قسم کی گڑبڑ کا امکان موجود ہے حالانکہ وہ کافی دیر پہلے ہی بھانپ چکا تھا کہ کوئی غیر معمولی واقعہ ظہور پذیر ہوا چاہتا ہے۔ تاہم بہت جلد اس کے اپنے کانوں میں بھی آوازیں پڑنے لگیں جو شروع میں تو خاصی نیچی تھیں لیکن لحظہ بہ لحظہ بلند سے بلند تر اور کرخت سے کرخت تر ہوتے

گئی تھیں۔ اچانک اس نے کسی شخص کو کہتے سنا: "خدا کی پکڑ انسان کی پکڑ نہیں!" یہ ایک عام آدمی تھا جس نے سب سے پہلے یہ بات کہی۔ وہ ٹاؤن کلرک تھا، عمر رسیدہ تھا اور جہاں تک عام شہرت کا تعلق ہے، اسے پارسا گردانا جاتا تھا۔ لیکن اس بات کو بلند آواز سے کہہ کر اس نے صرف وہی دہرایا تھا جو بہرحال راہب کافی دیر سے ایک دوسرے سے سرگوشیوں میں کہہ رہے تھے۔ وہ اس مردود قرار دینے والی رائے کا اظہار کافی دیر پہلے ہی کر چکے تھے اور جس چیز نے معاملات کو بدتر بنا دیا وہ یہ حقیقت تھی کہ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ خندہ زنی کی فضا افزوں تر ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔ کچھ ہی دیر میں رکھ رکھاؤ کے بچے کھچے آثار بھی پاؤں ہوا ہونے لگے اور پھر وہ لمحہ بھی آ گیا جب سارے بندھن ٹوٹ گئے اور ہر شخص کو احساس ہونے لگا کہ وہ آداب معاشرت کے تقاضوں کے پیش نظر کب تک اپنی زبان بند رکھ سکے گا۔

"پھر کچھ ہوا ہے، آخر ہوا ہی کیوں؟" بعض راہب کہہ رہے تھے۔ تاہم شروع میں ان کے لہجوں میں تاسف کا عنصر شامل تھا۔ "آخر یہ ہوا ہی کیوں؟ ان کا قد کوتاہ اور جسم سکڑا سمٹا تھا، ہڈیوں کا بس ڈھانچا ہی تو تھا، پھر یہ بو کہاں سے آئی؟"

"اس صورت میں یہ خداوند کی سوچی سمجھی نشانی ہو گی۔" دوسروں نے عاجلانہ جواب دیا۔ اور ان کی رائے فی الفور اور کسی قسم کے اعتراض کے بغیر (صحیح) تسلیم کر لی گئی کیونکہ انہوں نے مزید حاشیہ آرائی کر دی تھی کہ اگر یہ بو فطری ہے جیسا کہ ہر مرنے والے گنہگار کے ساتھ ہوتا ہے تو بھی اسے اتنی جلد بازی سے وقوعہ کے فوراً بعد نہیں بلکہ قدرے تاخیر سے خارج ہونا چاہیے تھا —— اسے زیادہ نہیں تو کم از کم ایک پورا دن تو گزر دینے چاہیے تھا۔ لیکن موجودہ صورت میں تو "فطرت کے قوانین کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔" چنانچہ اس سے ناقابل تردید نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ یہ خداوند کی سوچی سمجھی نشانی ہے۔ اس میں لازماً خداوند کا ہاتھ ہے، یہ خدائی فعل (10) ہے۔ حاضرین کی نگاہوں میں اس قسم کا محاکمہ ناقابل تردید تھا۔

بھلے مانس راہب و پادری آئی اوسف نے، جو لائبریرین کے فرائض بھی سرانجام دیتا تھا اور جس کا مرحوم خاص طور پر شیدا تھا، بعض گند اچھالنے والوں سے احتجاج کرنے کی کوشش کی۔ "ہر جگہ کے لوگ اس خیال کے حامی نہیں۔ پھر آرتھوڈوکس مسلک کے بنیادی عقائد میں یہ کہیں نہیں کہا گیا کہ پارسا اشخاص کی میتیں گلنے سڑنے سے لازماً بچی رہیں گی۔ اسے عقیدہ نہیں، صرف رائے قرار دیا جا سکتا ہے اور ان ممالک، معاشروں اور جماعتوں میں بھی، مثلاً ماؤنٹ ایتھوس پر، جہاں آرتھوڈوکس عقائد پر نہایت سختی سے عمل ہوتا ہے، لوگوں کو مرحومین کے اجسام کے گلنے سڑنے اور ان سے بدبو خارج ہونے پر ذرا بھی تشویش نہیں ہوتی اور جن اشخاص کو پارسائی کی سند حاصل ہو چکی ہوتی ہے،

انہیں سینٹ کا درجہ دینے کے لیے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ ان کی میتیں گلنے سڑنے سے بچ گئی تھیں یا نہیں، بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ قبر میں برس ہا برس پڑے رہنے کے بعد ان کے اجسام کی، خواہ وہ گل سڑ ہی کیوں نہ گئے ہوں، ہڈیوں کی رنگت کیا ہے کیونکہ اگر ہڈیاں موم کی رنگت کی ہو جائیں یعنی وہ زرد ہو جائیں تو یہ اس چیز کی بڑی علامت ہو گی کہ خداوند نے راست باز مرحوم کو تقدیس کا درجہ عنایت کر دیا ہے؛ لیکن اگر وہ زرد نہ ہوں، پیلی نہ پڑیں بلکہ سیاہ دکھائی دینے لگیں، پھر اس کا مطلب یہ ہو گا کہ خداوند نے اسے پرجلالت مقام کا اہل نہیں سمجھا — اور ماؤنٹ ایتھوس پر مقیم لوگوں کا یہی عقیدہ یا خیال ہے اور ماؤنٹ ایتھوس وہ مشہور و معروف مقام ہے جہاں زمانہ قدیم سے آرتھوڈوکس مسلک کو اس کی اپنی پوری پاکیزہ حالت میں جوں کا توں برقرار رکھا گیا ہے۔" فادر آئی اوسف نے اپنی بات ختم کرتے ہوئے کہا۔

لیکن مسکین طبع فادر آئی اوسف کی گفتگو کو کسی نے بھی درخور اعتنا نہ سمجھا بلکہ جواب میں اسے محض طنز و تضحیک سننے کو ملی۔ "یہ شخص جو کچھ کہہ رہا ہے، سراسر بے ہودگی اور نو اختراع قیاس آرائی ہے، اس پر توجہ دینے کی کوئی ضرورت نہیں،" راہبوں نے آپس میں فیصلہ کر لیا۔ "ہم پرانی روایات کی پابندی کرنے والے لوگ ہیں؛ یہ لوگ جو نئی نئی باتیں تراشتے رہتے ہیں، ہمیں ان سے کیا لینا دینا؟ ہم ان کی تقلید کیوں کریں؟" دوسروں نے اظہار خیال کیا۔

اور وہ اشخاص، جو سب سے زیادہ پھوں پھاں کر رہے تھے، کہنے لگے: "سچی بات یہ ہے کہ پارسا لوگوں کی جتنی تعداد ان کے نقطہ نظر کی حامی ہے ہماری ان سے کم نہیں۔ وہ وہاں (11) اتنی مدت سے ترکوں کے محکوم چلے آ رہے ہیں کہ وہ سب کچھ بھول گئے ہیں۔ ان کی تو آرتھوڈوکسی بھی پلید ہو چکی ہے۔ انہوں نے تو اپنے گرجوں میں گھنٹیاں بجانا بھی چھوڑ دی ہیں۔"

فادر آئی اوسف نے بڑے تیکھے لہجے سے اپنے موقف پر اصرار کیا۔ اس کی تنگی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جو کچھ وہ کہہ رہا تھا خود اسے بھی اس کی صحت پر پورا یقین نہیں تھا، جیسے وہ خود قدرے شکوک میں مبتلا ہو۔ اسے یہ سوچ کر بہت تشویش ہونے لگی کہ کوئی نازیبا بات ہونے والی ہے اور یہ کہ کھلم کھلا نافرمانی سر اٹھایا چاہتی ہے۔ فادر آئی اوسف کی مثال پر عمل کرتے ہوئے دوسری تمام سمجھ دار اور معقول آوازیں بھی ایک ایک کر کے خاموش ہو گئیں۔ اور چنانچہ ہوا یہ کہ وہ تمام لوگ، جو مرحوم ستارتس سے محبت کرتے اور ستارتسی کے ادارے کو اطاعت شعارانہ عاجزی سے تسلیم کرتے تھے، ایکا ایکی ہراساں ہو گئے اور جب ان کا ایک دوسرے سے آمنا سامنا ہوتا، جھجکتے جھجکتے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگتے۔ اس کے برعکس ان لوگوں کے، جو ستارتسی کے ادارے کے مخالف تھے کیونکہ وہ اسے اختراع قرار دیتے تھے، حوصلے جوان ہو گئے۔ "نہ صرف یہ کہ مرحوم ستارتس وارسونفی کی میت

سے گلنے سڑنے کی کوئی بدبو نہیں آئی تھی،" وہ طنزیہ انداز سے کہہ رہے تھے، "بلکہ اس سے تقدیس کی خوشبودار لپٹیں آ رہی تھیں، اس لیے نہیں کہ وہ ستارتس تھا بلکہ اس لیے کیونکہ وہ پارسا تھا۔" کچھ ہی دیر میں حالیہ مرحوم کو نہ صرف برا بھلا کہا جانے لگا بلکہ اس پر الزامات کی بوچھار بھی ہونے لگی۔ "اس کی تعلیم جھوٹی تھی؛ وہ کہتا تھا، 'زندگی آنسوؤں کی وادی نہیں بلکہ باغ مسرت ہے۔'" یہ ان لوگوں کی رائے تھی جو تقریباً کندۂ ناتراش تھے۔ "وہ جدید انداز سے اپنے مذہب پر عمل کرتا تھا، وہ مانتا ہی نہیں تھا کہ جہنم میں حقیقی آگ ہو سکتی ہے۔" یہ ان لوگوں کی گوہر افشانی تھی جو ان سے بھی زیادہ احمق تھے۔ "وہ روزوں کا سختی سے پابند نہیں تھا، میٹھی چیزوں پر جان دیتا تھا، چائے کے ساتھ چیری کے جام جیسی اشیا، کھاتا تھا، خواتین ان چیزوں کا توڑا نہیں ہونے دیتی تھیں۔ ایک تارک الدنیا اور چائے پیتا پلاتا رہے، ایسی بات کبھی دیکھی نہ سنی۔" یہ ان لوگوں کے دل کی بھڑاس تھی جنہیں حسد نے پاگل بنا دیا تھا۔ "وہ تکبر کا مارا ہوا تھا؛" یہ اس کے انتہائی کینہ پرور نکتہ چینوں کا دعویٰ تھا۔ وہ مزید کہتے تھے، "وہ اپنے آپ کو سینٹ سمجھتا تھا، لوگ اس کے سامنے دوزانو ہوتے رہتے تھے اور وہ اسے اپنا حق سمجھتا تھا۔" "وہ اعتراف کے ساکرامنٹ کا بے جا استعمال کرتا تھا؛" یہ وہ لوگ انتہائی پرُبغض انداز سے سرگوشیوں میں کہہ رہے تھے جو ستارتسی کے ادارے کے جانی دشمن تھے اور ان میں سینئر ترین راہب شامل تھے جنہوں نے سختی سے اپنے آپ کو عبادت کے لیے وقف کر رکھا تھا اور جو روزے رکھنے میں کبھی کسی کوتاہی کے مرتکب نہیں ہوئے تھے، خاموشی اختیار کیے رکھنے کی قسموں پر صحیح معنوں میں عمل کرتے تھے، جنہوں نے مرحوم کی زندگی کے دوران میں کبھی اپنی زبان نہیں کھولی تھی لیکن جواب بڑھ چڑھ کر اپنے حسد کا اظہار کرنے لگے تھے اور ان کی یہ حرکت اس لیے معیوب اور قابل مذمت تھی کیونکہ ان کی باتوں کا نوعمر اور ابھی تک آسانی سے متاثر ہونے والے راہبوں کے ذہنوں پر گہرا اثر ہو رہا تھا۔ کوتاہ قامت راہب جو ابدرسک کی خانقاہ سینٹ سلویسٹر سے آیا تھا، یہ سب کچھ سراپا اشتیاق ہو کر سن رہا تھا، وہ بھی آہ بھرتا اور کبھی (اتفاق میں) سر دھننے لگتا۔ "ہاں، بلکہ فادر فیراپون نے جو کہا کیا تھا، وہ ٹھیک ہی کیا تھا؛" وہ اپنے دل میں سوچ رہا تھا اور سوچیں کہ عین اس وقت جلتی پر تیل چھڑکنے کے لیے کون آ دھمکا؟ خود فادر فیراپون، اور کون؟

جیسا کہ ازیں پیشتر بیان کیا جا چکا ہے، فادر فیراپون مگس خانے میں چوبی جھونپڑے میں رہتا تھا اور شاذ و نادر ہی باہر نکلتا تھا، بلکہ وہ تو لمبے لمبے عرصوں کے لیے گرجے کی عبادت میں بھی شریک نہیں ہوتا تھا اور اس کی اس حرکت کو محض اس لیے نظر انداز کر دیا جاتا تھا کیونکہ اس کے متعلق یہ مفروضہ باندھ لیا گیا تھا کہ وہ خداوند کا پاک باز چہیتا ہے اور اس پر ان اصولوں کا اطلاق نہیں ہوتا جن کی پابندی باقی تمام لوگوں پر لازمی ہوتی ہے۔ تاہم سچی بات یہ ہے کہ اسے محض اس لیے استثنا

حاصل تھا کیونکہ ضرورت کا تقاضا یہی تھا۔ کسی ایسے شخص کو راہب خانے کے عام اصولوں کا پابند بنانا
سعی لاحاصل ہوتا جو خود ان کی پابندی کرنے سے گریزاں تھا کیونکہ روزے رکھنے اور خاموشی اختیار
کئے رہنے کے قوانین کی جتنی شدت سے وہ پابندی کرتا تھا کوئی دوسرا اس کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا
(وہ مسلسل کئی کئی دن اور کئی کئی راتیں عبادت میں گزار دیتا بلکہ اکثر رکوع کی حالت ہی میں سو جاتا
تھا)۔ ''وہ ہم سب میں سے کہیں زیادہ پارسا ہے،'' بعض راہب کہتے، ''اور جو کچھ وہ کرتا ہے، وہ
قوانین کی پابندی کرنے سے کہیں زیادہ کٹھن ہے۔ اگر وہ گرجے کی عبادتوں میں شریک نہیں ہوتا تو
اسے دوسروں سے بہتر طور پر معلوم ہے کہ اسے شریک ہونا چاہئے یا نہیں کیونکہ اس نے اپنے لیے
قوانین خود بنا لیے ہیں۔'' چونکہ راہب خانے کے ارباب حل و عقد نہیں چاہتے تھے کہ کسی قسم کی
شکایتوں اور سکینڈلوں کا موقع آئے، وہ فادر فیراپون سے کوئی تعرض نہیں کرتے تھے بلکہ انہوں نے
اسے اس کے حال پر چھوڑ رکھا تھا۔ جیسا کہ سب جانتے تھے اسے فادر زوسیما سے سخت نفرت تھی اور
اب ایکا ایکی اسے اپنی کٹیا میں یہ خبر ملی، ''خدا کی پکڑ بندوں کی پکڑ سے مختلف ہوتی ہے،'' اور یہ کہ
''فطرت کے قانون کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔'' ہمیں یہ فرض کر لینا چاہیے کہ جو شخص سب سے
پہلے بھاگا بھاگا خبر لے کر اس کے پاس پہنچا وہ لازماً ابدرسک سے آیا ہوا مہمان راہب ہوگا جو
گزشتہ رات اسے ملنے گیا تھا لیکن دہشت کے عالم میں واپس آیا تھا۔

یہ بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ اگرچہ فادر پائیسی، جو بڑے استقلال اور ان تھک انداز سے
تابوت پر خواندگی کر رہا تھا، ان واقعات سے آگاہ نہیں تھا جو حجرے کے باہر رونما ہو رہے تھے تاہم
اس کی چھٹی حس بے خطا انداز سے اسے مسلسل خبردار کر رہی تھی کہ واقعات کیا نہج اختیار کریں گے
کیونکہ اپنے حلقے کو جتنی اچھی طرح وہ جانتا تھا، کوئی اور نہیں جانتا ہوگا۔ تاہم وہ پُرسکون رہا اور جو
کچھ ممکنہ طور پر ظہور پذیر ہونا تھا، اس کا بے خوفی سے انتظار کرتا رہا۔ وہ ذہنی طور پر بھانپ چکا تھا کہ
وہاں جس طرح کی بے چینی اور ابتری پھیلی ہوئی ہے، اس کا انجام کیا ہوگا۔

پھر اچانک پیش کمرے کی ایک عجیب و غریب آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی جس نے ماحول
کے تقدس میں بری طرح رخنہ ڈال دیا۔ دھماکے سے دروازہ کھلا اور فادر فیراپون دہلیز پر نمودار ہوا۔
اس کے پیچھے پیچھے متعدد راہب تھے۔ یہ سب اس کے ساتھ آئے تھے اور جیسا کہ حجرے سے صاف
نظر آ رہا تھا، انہوں نے پورچ میں ہجوم کر لیا تھا۔ ان میں چند عام لوگ بھی شامل تھے، تاہم ان
لوگوں نے فادر فیراپون کے پیچھے پیچھے اندر آنے کی جرأت نہیں کی تھی اور نہ ہی وہ بیرونی سیڑھیاں
چڑھنے کا حوصلہ کر سکے تھے۔ اس کی بجائے وہ پورچ میں ہی کھڑے رہے اور انتظار کرنے لگے کہ
اب فادر فیراپون کیا کہتا اور کیا کرتا ہے کیونکہ وہ بھانپ چکے تھے اور اپنی دلیری کے باوجود انہیں

خوف بھی لاحق ہونے لگا تھا کہ وہ یونہی ادھر نہیں آیا۔ دہلیز پر رکنے کے بعد فادر فیراپون نے اپنے
بازو اوپر اٹھا لیے ---- اور اس کے دائیں بازو کے نیچے سے ابدرسک سے آمدہ مہمان راہب کی تیز
اور تجسس میں آنکھیں جھانکتی نظر آئیں۔ وہ واحد شخص تھا جو اپنے تجسس پر قابو نہیں پا سکا تھا اور
سیڑھیاں پھلانگتا فادر فیراپون کے پیچھے پیچھے اوپر آ گیا تھا۔ اس کے برعکس دروازہ کھلنے پر دوسرے
اچانک خوف سے مضطرب ہو گئے بلکہ قدرے پیچھے بھی ہٹ گئے تھے۔ تہدیدی انداز سے اپنے بازو
اوپر اٹھائے فادر فیراپون دہاڑا:

''خداوند کے نام پر میں تمہیں باہر نکلنے کا حکم دیتا ہوں(12)۔'' اور اس نے چاروں جانب
نگاہیں دوڑاتے ہوئے یکے بعد دیگرے کمرے کے چاروں کونوں پر صلیب کے نشانات بنانا شروع
کر دیے۔ فادر فیراپون کے ساتھ آنے والے فوراً اس طرز عمل کی اہمیت سمجھ گئے کیونکہ وہ جانتے
تھے کہ وہ جب بھی آتا ہے، اسی قسم کی حرکت کرتا ہے اور تب تک نہ تو بیٹھے گا اور نہ منہ سے کوئی لفظ
ادا کرے گا، جب تک وہ (اپنے خیال کے مطابق) اندھیرے کی طاقتوں (یعنی ناپاک روحوں) کو
باہر نہیں نکال دیتا۔

''ابلیس کی اولاد، دفع ہو جاؤ! شیطان کے تخم، دفع ہو جاؤ!'' وہ صلیب کے ہر نشان کے ساتھ
دہراتا، ''خدا کے نام پر میں تمہیں باہر نکلنے کا حکم دیتا ہوں!'' اس نے ایک بار پھر دہاڑتے ہوئے
کہا۔ اس نے اپنا موٹے کپڑے کا چھوٹا جبہ پہن رکھا تھا اور اپنی کمر کے گرد رسی لپیٹ رکھی تھی۔ اس
کی بے بٹن سن کی قمیص میں اس کی سفید بالوں سے بھری برہنہ چھاتی نظر آ رہی تھی۔ وہ ننگے پاؤں
تھا۔ وہ جونہی اپنے بازو ادھر ادھر لہرانے لگا، اس نے اپنے چغے کے اوپر جو زنجیریں(13) پہن رکھی
تھیں، وہ کھنکھنانے اور جھنجھنانے لگیں۔ فادر پائیسی نے خواندگی بند کر دی، وہ آگے بڑھا اور اس کے
سامنے منتظر کھڑا ہو گیا۔ آخر وہ اس کی جانب درشت انداز سے دیکھتے ہوئے بولا:

''محترم فادر، آپ نے یہاں تشریف لانے کی زحمت کیوں اٹھائی ہے؟ آپ یہاں کا امن و
سکون کیوں غارت کرنے پر تلے ہوئے ہیں؟ آپ پُر امن لوگوں کو کیوں مضطرب کرنا چاہتے
ہیں؟''

''میں کیوں آیا ہوں؟ کیوں؟ تیرا کیا خیال ہے؟'' فادر فیراپون نے سرتابانہ انداز سے گلا
پھاڑتے ہوئے کہا۔ ''میں تیرے مہمانوں کو، فاسد شیطانوں کو نکال باہر کرنے کے لیے آیا ہوں۔
میں دیکھ رہا ہوں کہ میری عدم موجودگی میں تو نے ان کی اچھی خاصی تعداد جمع کر لی ہے۔ میں جھاڑو
سے اس جگہ کی اچھی طرح صفائی کروں گا۔''

''آپ کوشش تو شیطانوں کو باہر نکالنے کی کر رہے ہیں لیکن شاید آپ کام انہیں کے آ رہے

ہیں:" فادر پائیسی نے اپنی بات بے دھڑک انداز سے جاری رکھتے ہوئے کہا۔" اور اپنے متعلق کون کہہ سکتا ہے کہ میں مقدس پارسا ہوں۔ فادر، کیا آپ کہہ سکتے ہیں؟"

"میں مقدس نہیں، پلید ہوں، گنہگار ہوں۔ میں یہ قطعاً نہیں چاہوں گا کہ میں کرسی پر بیٹھ جاؤں اور لوگ میرے سامنے اس طرح دوزانو ہو جائیں جیسے وہ کسی بت کے سامنے ہوتے ہیں!" فادر فیراپون نے دہاڑتے ہوئے کہا۔ "آج لوگ مقدس مذہب کا بیڑا غرق کر رہے ہیں۔ تمہارا مرحوم سینٹ:" اس نے ہجوم کی جانب مڑتے اور تابوت کی طرف انگلی لہراتے ہوئے کہا۔" شیطانوں کے وجود سے منکر تھا۔ چنانچہ حال یہ ہو گیا ہے کہ اب وہ مکڑیوں کی طرح ہر کونے میں نظر آنے لگے ہیں۔ اب اس نے خود بھی بدبو خارج کرنا شروع کر دیا ہے۔ اس میں ہمیں خداوند کی زبردست نشانی دکھائی دینے لگی ہے۔"

اور اس قسم کی چیز فادر زوسیما کی زندگی میں واقعی رونما ہوئی تھی۔ ایک راہب کو خواب میں بدروحیں نظر آنے لگی تھیں اور کچھ عرصہ بعد جب وہ جاگ رہا ہوتا تب بھی وہ اسے دکھائی دینے لگتیں۔ پھر جب خوف و دہشت کے عالم میں اس نے اس کا ذکر سٹارتس سے کیا تو اس نے اس کا علاج تجویز کرتے ہوئے کہا تھا کہ راہب لگاتار عبادت کرے اور مسلسل روزے رکھے۔ جب یہ علاج کارگر نہ ثابت ہوا تو اس نے اسے ایک خاص دوا استعمال کرنے کا مشورہ دیا اور ساتھ ہی حکم دیا کہ وہ عبادت کرنے اور روزے رکھنے کا سلسلہ بھی چلاتا رہے۔ اس عجیب و غریب علاج پر بہت سے لوگوں کو بڑا غصہ آیا اور جب وہ اس کے متعلق آپس میں گفتگو کرتے تو ناپسندیدگی سے اپنے سر ہلانے لگتے — اور سب سے زیادہ شور فادر فیراپون نے مچایا جسے سٹارتس کے بعض بدخواہوں نے بلاتاخیر مطلع کر دیا تھا کہ اس انوکھے مرض کا یہ "غیر معمولی" علاج اسی نے تجویز کیا ہے۔

"فادر، آپ یہاں سے تشریف لے جائیں،" فادر پائیسی نے بڑے تحکمانہ انداز سے کہا۔ "کچھ کرنا خداوند کا کام ہے، انسان کا نہیں۔ شاید یہاں کوئی ایسی 'نشانی' نظر آ رہی ہو جو آپ کی، میری یا کسی کی بھی سمجھ سے بالا ہو۔ فادر، آپ یہاں سے چلے جائیں اور لوگوں کو گمراہ کرنے سے باز رہیں!" اس نے اپنی بات پر اصرار کرتے ہوئے کہا۔

"اسے راہبوں میں جو مقام حاصل تھا، وہ اس کے شایانِ شان روزے نہیں رکھتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ نشانی اوپر سے ظاہر ہوئی ہے۔ یہ اتنی واضح ہے کہ سب لوگ اسے دیکھ سکتے ہیں اور اس سے انکار کرنا گناہ ہوگا!" اب جوشیلے راہب کے لیے اپنے جذبات پر قابو رکھنا مشکل ہو گیا تھا اور وہ اپنے جوش و خروش میں عقل و دانش کی تمام حدود پار کر گیا۔ "خواتین اپنی جیبوں میں اس کے لیے جو مٹھائیاں لاتی تھیں، ان پر اس کی رال ٹپکنے لگتی تھی؛ وہ چائے پر جان چھڑکتا تھا اور مزے لے

لے کر پیتا تھا۔ وہ میٹھی چیزوں سے شکم پُری کرتا تھا اور اس کا دماغ متکبرانہ خیالات کی آماجگاہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اسے بدنامی اور شرمندگی اٹھانا پڑ رہی ہے..."

"فادر، آپ بے معنی باتیں کر رہے ہیں!" فادر پائیسی نے بھی اپنی آواز اونچی کر لی۔ "آپ جس طرح روزے رکھتے ہیں، لذات سے پرہیز کرتے ہیں اور جس جوش و خروش سے عبادت کرتے ہیں، اس پر میں صرف تعجب کا اظہار کر سکتا ہوں لیکن آپ کے الفاظ اسی طرح خالی خولی اور معانی سے معرّیٰ ہیں جس طرح کسی دنیا دار لیکن ناتجربہ کار اور احمق نوجوان کے ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ، فادر، آپ یہاں سے چلے جائیں، میں آپ کو حکم دیتا ہوں،" فادر پائیسی نے دہاڑتے ہوئے اپنی بات ختم کی۔

"میں چلا جاؤں گا،" فادر فیراپون نے قدرے ہکا بکا ہو کر لیکن اپنی وقاحت کو اسی طرح برقرار رکھتے ہوئے کہا۔ "تم عالم فاضل لوگ! اپنے اعلیٰ علم کے بل بوتے پر مجھ جیسے ناچیز اور ہیچ لوگوں کے مقابلے میں بہت اونچے مقام پر کھڑے ہو جاتے ہو۔ جب میں یہاں آیا تھا تو علم سے تقریباً کورا تھا اور جو تھوڑا بہت جانتا تھا یہاں پہنچنے کے بعد وہ بھی بھول گیا۔ اور مجھ جیسے حقیر اور بے مایہ شخص کو خود خداوند نے تم لوگوں کے ضرورت سے زیادہ علم سے بچائے رکھا..."

فادر پائیسی اپنی جگہ استقلال سے جما رہا اور انتظار کرتا رہا۔ فادر فیراپون نے ایک پل توقف کیا اور پھر مرحوم سٹارتس کے تابوت پر نظر ڈالتے ہوئے افسردہ ہو گیا۔ اس نے اپنا دایاں ہاتھ گال پر رکھا اور ہموار اٹھتے چڑھتے لہجے سے بولا:

"کل لوگ اس کی میت پر 'میرا مددگار اور محافظ' گائیں گے — کیا شاندار حمد ہے اور جب میری روح قفسِ عنصری سے پرواز کرے گی تو وہ 'کیا ارضی سرور ہے!' (14) جیسا معمولی نغمہ الاپنے پر اکتفا کریں گے۔" اس نے روتی صورت بنا کر شکایتی لہجے سے کہا۔ "تم لوگوں نے اپنے آپ کو بہت بلند و بالا مقام پر فائز کر رکھا ہے۔ لعنت ہو اس جگہ پر!" اس نے اچانک واویلا کرتے ہوئے کہا جیسے اس کا دماغ چل گیا ہو اور مکا لہراتے ہوئے ایکا ایکی مڑا اور تیزی سے سیڑھیاں نیچے اتر گیا۔ نیچے اس کا منتظر ہجوم پہلے تو کچھ ہچکچایا، پھر جھٹ پٹ چند لوگ اس کے پیچھے پیچھے چل پڑے جبکہ باقی اپنی اپنی جگہوں پر ڈٹے رہے کیونکہ حجرے کا دروازہ ابھی تک کھلا تھا اور فادر پائیسی، جو فادر فیراپون کے پیچھے پیچھے پورچ تک آیا تھا، وہاں پُرامید انداز سے کھڑا تھا۔ لیکن بوڑھے کا غصہ ابھی فرو نہیں ہوا تھا: کوئی بیس قدم چلنے کے بعد اس نے اچانک ڈوبتے سورج کی طرف رخ کیا، اپنے دونوں بازو اوپر اٹھائے اور یوں دھڑام سے نیچے گر پڑا جیسے اس کا آخری وقت آ پہنچا ہو اور چلا چلا کر کہنے لگا:

"میرے خداوند نے تسخیر کر لیا ہے! یسوع نے ڈوبتے سورج کو تسخیر کر لیا ہے!" وہ دہاڑ رہا تھا۔ وہ غم واندوہ سے پاگل ہوا جا رہا تھا اور پھر سورج کی جانب اپنا بازو اٹھاتے اور زمین کی طرف منہ کے بل نیچے گرتے ہوئے وہ کسی ننھے منے بچے کی طرح بلک بلک کر رونے لگا۔ سسکیوں اور آہوں سے اس کا سارا بدن کانپ رہا تھا اور اس کے بازو زمین پر پھیلے ہوئے تھے۔ اس مرتبہ سب لوگ اس کی جانب بھاگے، بعض چلا رہے تھے اور بعض ہمدردی میں آہیں بھر رہے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ سب کو ایک قسم کے جنون نے اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔

"سینٹ تو یہ ہے! پارسا تو یہ ہے!" چاروں طرف سے آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور اس مرتبہ ان میں خوف کا شائبہ تک نہیں تھا۔ "ستارتس تو اسے مقرر کیا جانا چاہیے!" بعض نے غصے سے مغلوب ہو کر کہا۔

"یہ ستارتس بننے پر رضامند نہیں ہوگا... یہ یقیناً انکار کر دے گا... یہ ملعون جدید طریقوں اور بدعتوں پر عمل نہیں کرے گا... یہ ان کی حماقتوں کا گرویدہ نہیں بنے گا۔" ہر طرف سے آوازیں گونج رہی تھیں۔ صاحبان ایمان کو عبادت کے لیے گرجے میں بلانے کے لیے گھنٹیاں نہ بجتیں تو خدا معلوم انجام کیا ہوتا۔ یکا یک سب لوگ اپنے سینوں پر صلیب کا نشان بنانے لگے۔ فادر فیراپون بھی اٹھا اور صلیب کا نشان بناتے ہوئے اپنے حجرے کی جانب چل پڑا۔ اس نے ایک مرتبہ بھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھا، وہ ابھی تک بڑبڑائے جا رہا تھا لیکن کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ چند لوگوں نے، اور ان کی تعداد بالکل قلیل تھی، اس کے پیچھے جانے کا قصد کیا مگر اکثریت تتر بتر ہو گئی، انہیں عبادت میں شریک ہونے کی جلدی تھی۔ فادر پائیسی نے فادر آئی اوسف کو خواندگی پر بٹھا دیا، وہ جنونیوں کی چیخ چہاڑ کے آگے جھکنے کو تیار نہیں تھا لیکن کسی خاص چیز نے اس کے دل کو غم واندوہ اور پشیمانی سے بھر دیا۔ وہ اچانک رک گیا اور اپنے آپ سے پوچھنے لگا، "یہ غم واندوہ کہاں سے آیا ہے کہ میری روح یوں مسلی جا رہی ہے؟" اور اسے فی الفور یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ اس کے اس اچانک غم واندوہ کے پیچھے انتہائی معمولی اور خاص وجہ کارفرما ہے کیونکہ اسے حجرے کے دروازے کے آس پاس منڈلاتے ہوئے جنونیوں کے ہجوم کے بیچ میں الیوشا نظر آ گیا تھا اور اسے یاد آیا کہ جونہی اس کی نگاہ اس پر پڑی تھی، اسے معاً اپنے دل میں درد کی کسک محسوس ہوئی تھی۔ "کیا یہ درست ہے کہ یہ نوجوان مجھے اتنا عزیز ہے؟" اس نے تعجب سے اپنے آپ سے پوچھا۔ عین اسی وقت اتفاق سے الیوشا بھی ادھر آ نکلا۔ بظاہر وہ کہیں، پر گرجے کی جانب نہیں، جا رہا تھا۔ ان کی آنکھیں چار ہو گئیں۔ الیوشا نے عجلت سے اپنی نگاہیں جھکا لیں اور زمین کی طرف دیکھنے لگا۔ نوجوان پر محض نظر ڈالنے سے فادر پائیسی کی سمجھ میں آ گیا کہ اس کے دل میں کتنی زبردست کشمکش برپا

ہے۔

"کیا تم بھی بھٹک گئے ہو؟" فادر پائیسی کے منہ سے نکلا۔ "کیا تم بھی ان لوگوں میں شامل ہو گئے ہو جن کا اعتقاد تقریباً جاتا رہا ہے؟" اس نے پُرملال لہجے سے مزید کہا۔

الیوشا رک گیا اور مبہم انداز سے فادر پائیسی کو دیکھنے لگا مگر اس نے تیزی سے اپنی نگاہیں ہٹا لیں اور دوبارہ زمین پر گاڑ دیں۔ اس نے اپنا منہ قدرے دوسری طرف پھیر لیا، وہ اپنے مخاطب سے آنکھیں ملانے کے لیے تیار نہیں تھا۔ فادر پائیسی نے اس کا بغور جائزہ لیا۔

"یہ تم بھاگم بھاگ کہاں جا رہے ہو؟ گھنٹی تو ہمیں عبادت کے لیے بلا رہی ہے؟" اس نے یک لخت اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا لیکن الیوشا نے کوئی جواب نہ دیا۔

"یا بات یہ ہے کہ تم درویش خانے سے ہمیشہ کے لیے جا رہے ہو، یوں بلا اجازت! برکت لیے بغیر!"

اچانک الیوشا کچھ اس انداز سے مسکرایا جیسے وہ جانتا ہو کہ مشکل صورت حال سے کیسے نپٹا جاتا ہے، پھر اس نے عجیب وغریب، انتہائی عجیب وغریب انداز سے اس قسیس پر نظر ڈالی جس کے سپرد اس کے سابقہ اتالیق، اس کے دل و دماغ کے محافظ، اس کے محبوب ستارتس نے اسے کیا تھا اور پھر اب بھی جواب دیے بغیر اس نے اچانک کچھ اس انداز سے اپنا ہاتھ لہرایا جیسے وہ اپنے مقدر پر قانع ہو اور جیسے اسے احترام کے عام تقاضوں کی بھی کوئی خاص پروا نہ ہو، وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا صدر دروازے کی جانب بڑھا اور درویش خانے سے باہر نکل گیا۔

"تم واپس آؤ گے!" فادر پائیسی نے پُرملال حیرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

2

صحیح موقع

ہاں، فادر پائیسی نے یہ نتیجہ اخذ کرنے میں کوئی غلطی نہیں کھائی تھی کہ اس کا "نوجوان دوست" واپس آئے گا اور اس نے (شاید پوری طرح تو نہیں لیکن ژرف نگاہی سے ضرور) الیوشا کی صحیح دماغی کیفیت بھی بھانپ لی تھی۔ تاہم مجھے یہ تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں کہ اس عجیب اور غیر واضح لمحے میرے بالکل ہی نوخیز لیکن انتہائی عزیز ہیرو کی زندگی میں اس عجیب اور غیر واضح لمحے

کی اصل اہمیت کیا تھی، مجھے خود بھی اسے صحیح طور پر بیان کرنے میں دقت پیش آتی۔ فادر پائیسی کے اس تکلیف دہ سوال کا "کیا تم بھی ان لوگوں میں شامل ہو گئے ہو جن کا اعتقاد تقریباً جاتا رہا ہے" جواب میں البتہ الیوشا کی جانب سے دے سکتا تھا، "نہیں، میں ان میں شامل نہیں ہوا۔" نہیں، حقیقتاً بات اس کے بالکل برعکس تھی۔ وہ انتشارِ ذہنی کا محض اس لیے شکار ہوا تھا کیونکہ اسے ضرورت سے کہیں زیادہ اعتقاد تھا۔ حقیقت بہرحال یہی ہے کہ وہ واقعی ذہنی انتشار کا شکار تھا، اور جو واقعات پیش آ رہے تھے وہ اتنے اذیت ناک تھے کہ بعد ازاں بھی، جب کافی وقت گزر چکا تھا، وہ جب بھی اس افسوس ناک وقت کو یاد کرتا، یہ اسے اپنی زندگی کا انتہائی کرب ناک، دور رس اور زبردست نتائج کا حامل دکھائی دیتا۔ تاہم اگر مجھ سے لگی لپٹی رکھے بغیر پوچھا جائے کہ "کیا یہ کرب اور ہول اس لیے طاری ہوا تھا کہ ستارٹس کی میت سے شفا بخش صلاحیتیں تو کیا ظاہر ہوتیں، وہ تو اتنی جلدی سڑنے لگی اور اس سے بدبو آنے لگی تھی؟" تو میں کسی پس و پیش کے بغیر جواب دوں گا: "ہاں، واقعی یہی بات تھی۔" تاہم میں اپنے قاری سے محض اتنی التجا کروں گا کہ وہ میرے نوجوان ہیرو کے دل کی پاکیزگی کا غیر مناسب طور پر ٹھٹھا اڑانے میں جلد بازی نہ کریں۔ جہاں تک میرا اپنا تعلق ہے تو میرا نہ صرف یہ کہ اس کی جانب سے معذرت کرنے اور اس کی نوعمری یا تعلیم کے میدان میں کوئی خاص پیش رفت نہ کرنے کے باعث اس کے سادہ لوحی پر مبنی اعتقاد کو صحیح قرار دینے اور اس کی اس طرح کی دیگر باتوں کا جواز ڈھونڈنے کا کوئی ارادہ نہیں بلکہ اس کے برعکس میں بلا تامل عرض کروں گا کہ میں اس کی قلبی صفات کا زبردست معترف ہوں اور ان کا بے حد احترام کرتا ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر اس کی جگہ کوئی دوسرا نوجوان ہوتا جو روحانی اثرات قبول کرنے میں احتیاط کا مظاہرہ کرتا ہے، جو پیار و محبت کے معاملات میں گرم جوشی نہیں بلکہ سرد مہری اور بے اتفاقی دکھاتا ہے، اور جو ذہنی اعتبار سے زیرک اور تیز فہم تو بہت ہوتا ہے لیکن اپنا الو سیدھا کرنے کی غرض سے جوڑ توڑ کے فن میں ماہر ہوتا ہے حالانکہ اس عمر میں اس سے اس کی توقع نہیں کی جا سکتی، تو میں یہ کہوں گا کہ وہ اس صورت حال سے باآسانی پہلو بچا سکتا تھا جو ہمارے ہیرو کو درپیش تھی، لیکن بعض حالات میں اپنے جذبات کے سامنے، وہ خواہ کتنے ہی ناعاقبت اندیشانہ کیوں نہ ہوں، سپر انداز ہونا صحیح معنوں میں ان کے سامنے نہ سپر انداز ہونے سے کہیں زیادہ افضل اور قابلِ تعظیم بات ہے۔ یہ بات ہمارے نوجوان پر خاص طور پر صادق آتی ہے کیونکہ ان نوجوانوں پر جو حد سے زیادہ غیر جذباتی اور تعقل پسند ہوں، پورے یقین کے ساتھ اعتبار نہیں کیا جا سکتا اور میرے خیال میں اس طرح کے نوجوان بالکل بے مصرف اور ناکارہ ہوتے ہیں۔ "لیکن،" سمجھ دار اور آسانی سے نہ گھبرانے والے اشخاص غالباً احتجاج کریں گے، "یقیناً ہر نوجوان سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ ہر بات پر آنکھیں

بند کر کے ایمان لے آئے گا اور جس نوجوان کا تم ذکر کر رہے ہو، اسے دوسروں کے سامنے بطور مثال نہیں پیش کیا جا سکتا۔" تو اس کا میں پھر جواب دوں گا، "جی ہاں، میرے نوجوان کا اعتقاد تھا، پورے جوش و خروش سے اور بے حجت، بلا چون و چرا اعتقاد تھا! تاہم میں اس کی جانب سے کوئی عذر پیش نہیں کروں گا۔"

آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ اگرچہ میں اوپر کہہ چکا ہوں (غالباً میں نے اس ضمن میں عجلت پسندی کا مظاہرہ کیا ہے) کہ میں اپنے ہیرو کی جانب سے کوئی وضاحت، عذر یا جواز پیش نہیں کروں گا، پھر بھی میرا خیال ہے کہ کچھ نہ کچھ وضاحت کی ضرورت موجود ہے تاکہ اس کہانی کی مناسب انداز سے تفہیم کی جا سکے جو آگے پیش کی جا رہی ہے۔ میں عرض کروں گا کہ مسئلہ محض معجزوں کا نہیں تھا۔ یہ کسی اعتبار سے بھی کسی معجزاتی چیز کی فضول توقع نہیں تھی۔ الیوشا کو اپنے کسی خاص عقیدے کی توثیق یا دوسرے نظریوں پر اپنے کسی راسخ، پہلے سے ترشے ترشائے نظریے کی فوقیت ثابت کرنے کے لیے کسی معجزے کی ضرورت نہیں تھی۔ (نہیں، بالکل نہیں تھی۔) اس کے معاملے میں یہ بنیادی اور اساسی طور پر فردِ واحد کے لیے محبت اور احترام کا جذبہ تھا ـــــ اور اس کے ماسوا اور کچھ بھی نہیں ـــــ اور یہ فردِ واحد اس کا محبوب ستارٹس اور اتالیق تھا۔ جو بات یاد رکھنے کی ہے، وہ یہ ہے کہ اگرچہ اس کے پاک و صاف نوجوان دل میں "ہر کس و ناکس" کے لیے محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی مگر بظاہر یہی معلوم ہو رہا تھا کہ اس خاص وقت اور گزشتہ سال کی ساری مدت کے دوران میں اور خاص طور پر روحانی بحران کے ایام میں، غلط طور پر ہی سہی، وہ بہرحال ایک فردِ واحد یعنی اس کے محبوب ستارٹس کی ذات پر مرکوز ہو کر رہ گئی تھی جو اب انتقال کر چکا تھا۔ درحقیقت وہ اس ہستی کو اتنی طویل مدت سے اپنے لیے لاریب اتنا کامل نمونہ تصور کرتا رہا تھا کہ اس کی تمام تر پُرشباب توانائی اور اس کی تمام آرزوؤں کا رخ اسی کامل نمونے کی جانب منتقل ہوتا رہا تھا یہاں تک کہ "ہر کس و ناکس" بھی اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو کر رہ گئے۔ اسے بعد ازاں یاد آیا کہ اس پُرآشوب اور صبر آزما دن وہ کس طرح اپنے بھائی دمتری کو بالکل فراموش کر چکا تھا جس کے متعلق اسے گزشتہ روز اتنی تشویش اور پریشانی لاحق ہو گئی تھی۔ وہ یہ بھی بھول گیا تھا کہ اسے ایلیوشیچکا کے باپ کو دو سو روبل پہنچانے ہیں۔ اور یہ وہ فریضہ تھا جس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی اسے اتنی فکر لگی رہی تھی۔ لیکن ایک بار پھر بات وہی نکلتی ہے کہ وہ معجزوں کا نہیں، کسی "بلندتر انصاف" کا طلب گار تھا جس کی اس کے عقیدے کے مطابق خلاف ورزی ہو چکی تھی اور اس خلاف ورزی کے نتیجے کے طور پر اس کا دل اتنے سفاکانہ اور غیر متوقع انداز سے زخمی ہو چکا تھا۔ چنانچہ الیوشا کی توقعات میں اگر اس "انصاف" نے ناگزیر طور پر معجزے کی شکل اختیار کر لی جو اس کے سابقہ محبوب اتالیق کے جسدِ

خاکی سے فوری طور پر رونما ہوتا تھا، تو پھر اس میں تعجب کی کون سی بات ہے؟ آخر خانقاہ کے باقی تمام افراد کو بھی، جن میں فادر پائیسی جیسے لوگ بھی شامل تھے جن کی دانش و خردمندی کی وہ تحسین کرتا تھا، تو بالکل یہی خیال تھا اور انہیں یہی توقع تھی۔ یوں ایلوشا نے کسی قسم کے شکوک کو راہ دیے بغیر خود بھی وہی خواب بننا شروع کر دیے تھے۔ علاوہ ازیں وہ انہیں مدتوں سے (حقیقت کے طور پر) اپنے دل میں قبول کر چکا تھا؛ اس نے خانقاہ میں جو ایک سال گزارا تھا، اس نے اسے ان توقعات کا عادی بنا دیا تھا۔ لیکن اسے جس چیز کی شدید خواہش تھی، وہ محض معجزہ نہیں بلکہ انصاف، انصاف تھا! لیکن اب اسی شخص کی، جس کا یہ حق بنتا تھا کہ اسے دنیا کے باقی تمام لوگوں کے مقابلے میں سب سے اونچے مقام پر فائز کیا جائے، تذلیل کی جا رہی تھی اور بجائے اس کے کہ اسے مجلل کیا جاتا، اسے پاتال میں پھینکا جا رہا تھا اور اس کی تذلیل کی جا رہی تھی! کس لیے؟ کس کے فیصلے سے؟ کس کے حکم پر؟ یہ تھے وہ سوالات جو اس کے ناپختہ دماغ اور بھولے بھالے قلب کو چھلنی کیے جا رہے تھے۔ اس کا دل تململا رہا تھا۔۔۔ بلکہ ناقابل برداشت حد تک غصے سے جل بھن رہا تھا۔۔۔ کہ راست بازوں میں سے راست باز ترین شخص کو اس قسم کے جاہل، ناکندہ تراش اور رذیل ہجوم کے ہاتھوں اس طرح کی شرم ناک اور کینہ توز نفرت و حقارت کا نشانہ بننا پڑ رہا ہے۔ خیر، اگر کوئی معجزہ رونما نہیں ہوا، اگر کوئی حیران کن چیز ظہور پذیر نہیں ہوئی، اگر فوری طور پر وہ واقعہ منصہ شہود پر نہیں آیا جس کی بڑی توقع کی جا رہی تھی، تو کیا فرق پڑتا ہے؟ لیکن اسے یوں رسوا کرنے کی ضرورت کیا تھی؟ اس طرح کا سکینڈل کیوں کھڑا کیا گیا؟ اور پھر اس کی نعش وقت سے پہلے کیوں گلنے سڑنے اور بدبو دینے لگی جیسا کہ بعض متقم مزاج راہب دعویٰ کر رہے ہیں؟ اور یہ "نشانی" کس لیے جس پر وہ فادر فیراپون کے ساتھ مل کر خوشی کے شادیانے بجا رہے ہیں اور وہ یہ کیوں سمجھتے ہیں کہ انہیں اس انداز سے خوشی منانے کا حق حاصل ہے؟ پروردگار کہاں تھا اور اس کا ہاتھ (15) کہاں تھا؟ اور ایلوشا نے سوچا کہ اس نے "انتہائی نازک اور اہم موقع" پر اپنا ہاتھ کھینچ کیوں لیا تھا جیسے وہ فطرت کے اندھے، گونگے اور سفاک قوانین کے سامنے سرنگوں ہونا چاہتا ہو۔

یہی وجہ ہے کہ ایلوشا کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا اور جیسا کہ میں اوپر کہہ چکا ہوں کہ وہ بہر حال واحد فرد تھا جس کی دنیا کے تمام دیگر انسانوں کے مقابلے میں وہ سب سے زیادہ قدر کرتا تھا اور اس شخص کو اب ذلیل کیا جا چکا تھا، "بھرشٹ" کیا جا چکا تھا۔ ممکن ہے (آپ کی نظروں میں) میرے نوجوان ہیرو کی آزردگی نادانی، کم فہمی اور ازلی پن کا نتیجہ ہو لیکن اس کے برعکس مجھے تیسری مرتبہ اعادہ کرنے دیں (اور میں پیشگی ہی اقرار کر لیتا ہوں کہ یہ بھی شاید نادانی ہی ہو) کہ مجھے خوشی ہے کہ اس موقع پر میرے نوجوان ہیرو نے ضرورت سے زیادہ تعقل پسندی کا مظاہرہ نہیں کیا کیونکہ

ذہین و فطین شخص کے لیے اپنی عقل و دانش استعمال کرنے کے ہمیشہ وافر مواقع میسر آتے ہی رہیں گے۔ لیکن اگر اس قسم کے غیر معمولی لمحے پر اس کے دل پر محبت تغلب نہ پا سکی، پھر وہ کب پائے گی؟ تاہم چلتے چلتے میں اتنا عرض کیے دیتا ہوں کہ میں اس ضمن میں ایک اور عجیب و غریب حقیقت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہتا جس نے ایلوشا کو اپنی زندگی کے اس دوررس نتائج کے حامل اور ذہنی طور پر اسے چکرا دینے والے لمحے نے وقتی طور پر ہی سہی لیکن رکنے اور سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ یہ نئی اور غیر متوقع چیز جو چشم زدن میں ایلوشا کے ذہن میں در آئی تھی، ان اذیت ناک تاثرات پر مشتمل تھی جو اپنے بھائی ایوان کے ساتھ گفتگو کے دوران میں اس کے ذہن پر مرتسم ہوئے تھے اور اب رہ رہ کر اسے یاد آ رہے تھے، خاص طور پر اب۔ الغ، بات یہ نہیں کہ اس کے بنیادی یا یوں کہیں کہ اس کے لاشعوری عقائد کو کوئی ٹھیس پہنچی تھی؛ اپنی وقتی بغاوت کے باوجود وہ اپنے خدا سے محبت کرتا اور اس پر غیر مشروط طور پر یقین کرتا رہا۔ تاہم اپنے بھائی کے ساتھ گفتگو کے دوران میں اس کے ذہن پر جو ایک قسم کا مبہم لیکن اذیت ناک اور شر انگیز تاثر قائم ہوا تھا، وہ ایک بار پھر اس کی روح میں انگڑائیاں لینے لگا بلکہ پُر اصرار انداز سے اپنے آپ کو منوانے کی سعی کرنے لگا۔

سورج غروب ہو چکا تھا اور فضا پر اندھیرا چھانے لگا تھا جب رکیتن کو درویش خانے سے خانقاہ کی طرف جاتے ہوئے صنوبر کے جنگل میں ایلوشا کی شکل دکھائی دی جو زمین کی جانب منہ کیے ایک درخت کے نیچے لیٹا ہوا تھا اور بظاہر سو رہا تھا۔ وہ اس کی طرف بڑھا اور اس کا نام لے کر اسے پکارنے لگا۔

"ایلکسی، تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ یہ تم نے۔۔۔" اس نے حیرت سے کہا لیکن اپنی بات ختم کیے بغیر وہاں رک گیا۔ وہ دراصل اس سے کہنا یہ چاہتا تھا، "تو نوبت واقعی یہاں تک پہنچ چکی ہے؟"

ایلوشا نے اس کی جانب آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا لیکن اس کے جسم کی کسی معمولی سی حرکت سے رکیتن فوراً تاڑ گیا کہ وہ اس کی بات سن چکا اور اس کا مطلب سمجھ چکا ہے۔

"تمہیں ہوا کیا ہے؟" اس نے حیرت سے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا، تاہم اب اس کے چہرے پر حیرت کی جگہ تمسخر انگیز مسکراہٹ پھیلتی جا رہی تھی۔

"دیکھو، مجھے تمہیں تلاش کرتے کرتے دو گھنٹوں سے اوپر بیت چکے ہیں۔ تم اچانک غائب ہو گئے تھے۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ یہ کس قسم کی پُر تقدس حماقت بازی ہے؟ کم از کم میری جانب دیکھو تو سہی۔۔۔"

ایلوشا نے اپنا سر اٹھایا اور درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ وہ رو نہیں رہا تھا لیکن اس کے چہرے پر اذیت اور اس کی آنکھوں میں آزردگی نمایاں تھی۔ اس نے رکیتن کی جانب سیدھا دیکھے

سے احتراز کیا بلکہ اس سے آگے کسی اور سمت میں دیکھنے لگا۔

"تم جانتے ہو کہ تمہارا چہرہ بالکل متغیر ہو گیا ہے؟ تم معمول کے مطابق منکسر المزاج اور رقیق القلب دکھائی نہیں دے رہے۔ کسی سے ناراض ہو گئے ہو یا کوئی اور بات ہو گئی ہے؟ کسی نے تمہیں پریشان کیا ہے، تمہارے جذبات کو ٹھیس پہنچائی ہے؟"

"یہاں سے چلے جاؤ،" الیوشا نے اس کی جانب دیکھے بغیر تھکے ماندے انداز سے کہا۔

"ہونہہ، تو یہ بات ہے! تم بھی دوسرے فانی انسانوں کی طرح چیخنا چلانا جانتے ہو؟ تمہارا شمار تو ملائکہ میں ہوتا تھا؟ خیر، الیوشا، میں صاف گوئی سے کام لوں گا اور کہوں گا کہ تم نے واقعی مجھے حیران کر دیا ہے۔ یہاں جو کچھ ہوتا ہے، میں نے مدتوں سے اس پر حیران ہونا چھوڑ دیا ہے۔ پھر بھی میرا خیال تھا تم تعلیم یافتہ آدمی ہو۔"

آخرکار الیوشا نے اس کی جانب دیکھ ہی لیا لیکن اس کا دماغ ابھی تک غیر حاضر تھا جیسے وہ ابھی تک سمجھ نہ پایا ہو کہ رکیتن کیا کہہ رہا ہے۔

"کیا تم اس لیے پریشان ہو کہ بڑے میاں کی لاش سے بدبو اٹھنا شروع ہو گئی ہے؟" رکیتن نے اس سے سچی حیرت سے پوچھا۔ "کیا تمہیں سنجیدگی سے توقع تھی کہ اس سے معجزے رونما ہونے لگیں گے؟"

"مجھے یقین ہے، مجھے یقین ہے اور میں یقین کرنا چاہتا ہوں اور میں یقین کرتا رہوں گا۔ تمہیں اور کیا چاہیے؟" الیوشا نے چڑ کر کہا۔

"مائی ڈیئر فیلو، بالکل نہیں۔ آج کل تو سکول کا کوئی بارہ سالہ طالب علم بھی اس قسم کی بات میں یقین نہیں کرے گا۔ خیر، دفع کرو... چنانچہ اب تم اپنے خدا سے بھی بگڑ گئے ہو، تم اس کے خلاف بغاوت پر اتر آئے ہو؟ معلوم ہوتا ہے کہ بڑے میاں کو کسی عزت افزائی کے قابل نہیں سمجھا گیا، اتنے بڑے موقع پر اسے کوئی تمغا وغیرہ عطا نہیں ہوا! تمہاری حالت واقعی قابل رحم ہے۔"

الیوشا کافی دیر تک نیم باز آنکھوں سے رکیتن کو گھور گھور کر دیکھتا رہا۔ پھر اچانک اس کی آنکھوں سے چنگاریاں برسنے لگیں مگر اسے غصہ رکیتن پر نہیں آیا تھا۔

"میں اپنے خدا کے خلاف بغاوت نہیں کر رہا، میں تو صرف اس کی دنیا تسلیم کرنے سے انکاری ہوں۔" اس نے قدرے طنزیہ انداز سے مسکراتے ہوئے کہا۔

رکیتن جواب دینے سے پہلے ایک لحظہ سوچتا رہا۔ "جب تم یہ کہتے ہو کہ تم 'اس کی دنیا تسلیم کرنے سے انکاری ہو' اس سے تمہارا مطلب کیا ہے؟ یہ تم کس قسم کی اوٹ پٹانگ ہانک رہے ہو؟"

الیوشا نے کوئی جواب نہ دیا۔

"خیر، فضول باتیں کافی ہو گئی ہیں، آؤ، اب کام کی بات ہو جائے... تم نے آج کچھ کھایا پیا؟"

"یاد نہیں پڑتا... شاید کچھ کھایا ہو۔"

"تمہاری صورت سے نظر آ رہا ہے کہ تم بھوکے ہو، تمہیں جسم و جان کا رشتہ برقرار رکھنے کے لیے کچھ کھانے کی ضرورت ہے۔ تمہاری شکل دیکھ کر ترس آ رہا ہے۔ صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ تم ساری رات سوئے بھی نہیں۔ سنا ہے تمہاری وہاں کوئی محفل منعقد ہوئی تھی۔ پھر یہ احمقانہ قصہ کھڑا ہو گیا... میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ تم نے مقدس روٹی کا ایک آدھ ہی لقمہ کھایا ہو گا۔ میری جیب میں چند ساسیج ہیں۔ جب میں نے قصبے سے ادھر آنے کا قصد کیا تھا تو انہیں اپنے ساتھ لے آیا تھا کہ شاید ان کی ضرورت پیش آ جائے۔ ویسے میرا خیال ہے کہ تمہیں غالباً ساسیجوں سے کوئی خاص رغبت نہیں..."

"کیوں نہیں؟ لاؤ، نکالو، کھائے لیتے ہیں۔"

"آہا، تو تمہارا یہ حال ہو گیا ہے! تم تو بالکل ہی بغاوت پر اتر آئے ہو، مور چابندی شروع کر دی ہے! خیر، میرے دوست، میں یہ موقع کسی قیمت پر نہیں گنواؤں گا، آؤ، میرے کمرے میں چلتے ہیں... میں خود بھی ووڈکا کا ایک آدھ گلاس پینا چاہوں گا، تھکاوٹ نے میرا دھڑن تختہ کر دیا ہے۔ خیر، چھوڑو، ویسے میرا خیال ہے کہ ووڈکا پینے میں تم میرا ساتھ نہیں دو گے یا دو گے؟"

"مجھے کوئی عذر نہیں ہو گا۔"

"کیا؟ عذر نہیں ہو گا؟ یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ یقین نہیں آ رہا۔ میرے دوست، تم شاید مذاق کر رہے ہو!" رکیتن نے اسے متحیر نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "خیر، خیر، ادھر یا اُدھر، ساسیج یا ووڈکا، معلوم ہوتا ہے دنیا پاگل ہو گئی ہے۔ بہت خوب! موقع اچھا ہے اور ہمیں اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ آؤ، چلیں!"

الیوشا چپ چاپ زمین سے اٹھا اور رکیتن کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔

"اگر تمہارے بھائی وانیچکا نے تمہیں یوں دیکھ لیا، اس کا تو دم ہی نکل جائے گا! برسبیل تذکرہ، تمہارا پیارا بھائی وانیچکا یعنی ایوان فیودرووچ آج صبح ماسکو چلا گیا تھا، تمہیں کچھ خبر ہے؟"

"ہاں،" الیوشا نے بجھے ہوئے دل سے کہا اور اچانک اس کے بھائی دمتری کا چہرہ اس کی نگاہوں کے سامنے گھوم گیا مگر صرف ایک آدھ سیکنڈ کے لیے، اور اگرچہ اس نے اسے کوئی چیز، کوئی نہایت ضروری کام جسے ایک پل کے لیے بھی ملتوی نہیں کیا جا سکتا تھا، کوئی فرض، کوئی بھیانک

ڈے واری یاد دلا دی تاہم اس یاد دہانی کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا، اس کے دل کو کوئی چوٹ نہ پہنچی اور وہ یاد دہانی پلک جھپکنے میں آئی، گئی اور بھلا دی گئی تاہم ایلیوشا کے ذہن پر یہ طویل عرصے تک آسیب بن کر سوار رہی۔

"تمہارے بھائی وانیکا نے مجھے ایک مرتبہ 'تیسرے درجے کا بھونگا' کا خطاب دیا تھا۔ پھر ایک موقع پر خود تم نے بھی مجھے یہ بتانے سے گریز نہیں کیا تھا کہ میں 'فرومایہ اور بے ایمان' ہوں... خیر، خیر، اب میں دیکھوں گا کہ تم دونوں کتنے پانی میں ہو، کتنے سمجھ دار اور عزت دار ہو۔" (رکیتن نے یہ آخری جملہ اپنے آپ سے زیرلب کہا۔) "سنو!" اس نے اپنی معمول کی آواز میں کہا۔ "چھوڑو، خانقاہ میں جانے کی کیا ضرورت ہے، آؤ، سیدھے قصبے چلتے ہیں... اخ، بربکیل تذکرہ، اگر تم مادام خوخلاکووا کے ہاں چلنے کے لیے تیار ہو، تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ مجھے ویسے بھی وہاں جانا ہے۔ سنو، یہاں جو کچھ ہوتا رہا ہے، میں نے اس کی پوری رپورٹ اسے بھیج دی تھی اور کیا تم یقین کرو گے کہ اس نے جواب میں کسی تاخیر کے بغیر مجھے پنسل سے لکھا ہوا رقعہ بھیج دیا (یہ خاتون بھی خوب ہے، اسے رقعے لکھنے کا بہت شوق ہے، معمولی سا عذر بھی کافی ہے) کہ 'مجھے بالکل امید نہیں تھی کہ فادر زوسیما جیسا واجب التعظیم ستارتس اس قسم کا رویہ اختیار کرے گا!' اس نے بالکل یہی تحریر کیا تھا: 'اس قسم کا رویہ اختیار کرے گا!' وہ ناراض بھی بہت زیادہ تھی۔ میں ایمانداری سے پوچھنا چاہتا ہوں تم سب کس قسم کے لوگ ہو! ٹھہرو!" اس نے ایک مرتبہ پھر چلاتے ہوئے کہا، چلتے چلتے رک گیا اور ایلیوشا کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے بھی رکنے پر مجبور کر دیا۔

"ایلیوشا، تمہیں معلوم ہے؟" اس نے سیدھے اس کی نگاہوں میں نگاہیں گاڑتے ہوئے کہا۔ اسے اچانک جو نیا خیال سوجھا تھا وہ اس پر پوری طرح حاوی ہو چکا تھا اور اگرچہ بظاہر وہ ہنس رہا تھا، اسے اس نئے خیال کا اظہار کرنے میں تامل ہو رہا تھا جو بالکل غیر متوقع طور پر اس کے ذہن میں در آیا تھا۔ اس کی وجہ اس کی وہ حیرت تھی جو اسے ایلیوشا کو خلاف توقع اس ذہنی کیفیت میں پا کر ہوئی تھی۔ "ایلیوشا، تمہیں معلوم ہے کہ اس وقت جانے کی بہترین جگہ کون سی ہے؟" اس نے بالآخر جھجکتے جھجکتے کہہ ہی دیا۔

"جہاں تمہارا جی چاہے، چلے چلو... کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

"آؤ، گروشینکا کے ہاں چلتے ہیں۔ ہونہہ، چلو گے؟" رکیتن نے آخرکار کچھ توقف کے بعد اگل ہی دیا۔ گھبراہٹ سے اس پر کپکپی طاری ہو گئی تھی۔

"ٹھیک ہے، گروشینکا کے ہاں ہی چلے چلتے ہیں،" ایلیوشا نے پُرسکون انداز سے اور بلا تامل جواب دیا۔ یہ کہ ایلیوشا اتنے سکون اور آسانی سے اس کی تجویز پر صاد کر سکتا ہے، اس پر رکیتن کو اتنا

تعجب ہوا کہ وہ پچھلی جانب گرنے سے بال بال بچا۔

"ا... اچھا... ہاں، ہاں!" اس نے بھونچکا ہو کر کہا۔ پھر اس نے یک لخت ایلیوشا کو بازو سے پکڑا اور اسے پگڈنڈی پر اپنے ساتھ گھسیٹنے لگا۔ اسے ابھی تک فکر کھائے جا رہی تھی کہ کہیں موخرالذکر کا حوصلہ جواب نہ دے جائے۔ وہ چپ چاپ چلتے رہے۔ رکیتن میں بات کرنے کی بھی ہمت نہیں رہی تھی۔

"وہ بہت خوش ہو گی، واقعی بہت خوش ہو گی..." وہ بڑبڑانے لگا تھا لیکن وہ اچانک خاموش ہو گیا۔ اور یہ بات تو بالکل یقینی تھی کہ وہ ایلیوشا کو اس لیے اپنے ساتھ نہیں لے جا رہا تھا کہ وہ گروشینکا کو خوش کرنا چاہتا تھا۔ وہ حسابی کتابی اور آنکھوں کا تنگ قسم کا آدمی تھا اور کوئی بھی ایسا کام نہیں کرتا تھا جس میں اسے اپنا فائدہ نظر نہ آتا ہو۔ تاہم اس موقع پر اس کے عزائم دہرے تھے۔ پہلا تو کینہ توزی پر مبنی تھا یعنی وہ ایلیوشا جیسے "راست باز شخص کی تذلیل" اور "سینٹ کے مقام سے گنہگار کے مقام" تک اس کا امکانی ہبوط دیکھنا چاہتا تھا اور اس سے وہ پیشگی ہی لطف اندوز ہونے لگا تھا۔ دوسری چیز جو اس کے ذہن میں تھی وہ ایک خاص مادی فائدہ تھا جس کا ذکر بعد میں کیا جائے گا۔

"بہت خوب، اب موقع ہاتھ آ گیا ہے، اور اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا جانا چاہیے،" اس نے بغض اور شگفتہ روئی سے سوچا۔ "اسے مجھے کسی قیمت پر بھی ضائع نہیں کرنا چاہیے—— یہ عین وقت پر ہاتھ آیا ہے اور اس سے میرا مقصد حاصل ہو جائے گا۔"

3

ہریا پیاز

گروشینکا قصبے کے معروف ترین علاقے میں کیتھیڈرل چوک کے قریب ایک تاجر کی بیوہ کے، جس کا نام مسز مارازووا تھا، گھر میں رہتی تھی جہاں اس نے صحن کے سامنے ایک چھوٹی سی چوبی اینکسی کرائے پر لے رکھی تھی۔ مارازووا کا پتھر کا دو منزلہ مکان خاصا بڑا اور پرانا تھا اور اس میں کشش نام کو بھی نہیں تھی۔ مکان کی مالکہ بوڑھی ہو چکی تھی اور اپنی دو بھتیجیوں بھانجیوں کے ساتھ، جو خود بھی بڑھاپے کی دہلیز پار کر چکی تھیں اور غیر شادی شدہ تھیں، باقی دنیا سے الگ تھلگ زندگی گزارنے کی

عادی تھی۔ اسے اگھیسی کرائے پر اٹھانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی اور بچہ بچہ جانتا تھا کہ اس نے (کوئی چار سال قبل) گروشینکا کو محض اس لیے اپنی کرایہ دار بنایا تھا کیونکہ وہ تاجر سامسونوف پر عنایت کرنا چاہتی تھی جو اس کا تو رشتے دار تھا لیکن جیسا کہ قصبے کے ہر شخص کو معلوم تھا، گروشینکا کا یار تھا۔ کہا جاتا ہے کہ حاسد بوڑھے نے اپنی "چہیتی" کو مارازووا کے گھر میں محض اس خیال سے جگہ دلائی تھی کہ بڑھیا اس پر نظر رکھے گی۔ لیکن بہت جلد یہ چوکسی بالکل غیر ضروری ہو گئی اور انجام کار مسز مارازووا کا گروشینکا سے شاید ہی کبھی سامنا ہوتا اور یوں اس نے اس کی جاسوسی کرنے کا فریضہ طاق نسیان پر رکھ دیا۔ یہ درست ہے کہ اس بات کو بیتے چار سال گزر چکے ہیں جب بڑے میاں نے اٹھارہ سالہ بے زبان، مسکین طبع، جھینپو، دبلی پتلی، کھوئی کھوئی اور اداس دوشیزہ کو کسی دیہاتی قصبے سے اٹھایا اور یہاں لا بسایا تھا اور تب سے پلوں کے نیچے سے کثیر مقدار میں پانی بہہ چکا ہے۔ تاہم ہمارے قصبے کے لوگوں کو اس کے ماضی کے بارے میں کوئی خاص معلومات حاصل نہ تھیں اور جو حاصل تھیں، وہ بھی ادھوری اور متناقض تھیں۔ اب بھی جب اگرافینا الیکسانڈرووا نکھر کر پھول بن چکی ہے اور اس کے حسن کے چرچے گھر گھر ہونے لگے ہیں اور بے شمار لوگوں کو اس میں دلچسپی پیدا ہو گئی ہے، اس کی سابقہ زندگی کی کوئی بات سامنے نہیں آ سکی۔ افواہیں پھیلانے والے البتہ کہتے ہیں کہ وہ ابھی سترہ سال کی تھی کہ وہ کسی فوجی یا غیر فوجی افسر کے بہکاوے میں آ گئی اور اپنی آبرو لٹا بیٹھی۔ آبرو لوٹنے والے نے آبرو لوٹی اور چلتا بنا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ شخص کہیں اور چلا گیا تھا، اس نے کسی دوسری عورت سے شادی کر لی تھی اور گروشینکا کو بدنامی اور غربت کے حوالے کر گیا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگرچہ بڑے میاں نے اسے واقعی غربت سے نجات دلائی تھی، وہ خود کسی معزز گھرانے کی فرد تھی جس کے ارکان کلیسا کی ملازمت کرتے رہے تھے۔ اس کا اپنا باپ نائب پادری یا اس قسم کی کوئی دوسری چیز رہ چکا تھا۔

اب چار سال کا عرصہ گزرنے کے بعد وہ بالکل تبدیل ہو چکی تھی۔ اس کی شکل سے نہ تو مسکینی اور ملوک الحالی جھلکتی تھی اور نہ وہ حساس اور قابل رحم رہی تھی بلکہ ایک ایسی روسی حسینہ کے قالب میں ڈھل چکی تھی جس کے گال گلابی، چہرہ کتابی، رنگ شہابی، جسم بھرواں لیکن متناسب اور خوش وضع تھا۔ وہ جرات مندانہ اور پرعزم کردار کی مالک بن چکی تھی، اپنے آپ پر نازاں تھی، منہ پھٹ تھی، پیسے کی قدر جانتی تھی اور اسے اکٹھا کرنے کے جنون میں مبتلا ہو چکی تھی، کنجوس اور خود غرض تھی اور کہا جاتا ہے کہ جائز ناجائز ذرائع سے خود اچھی خاصی دولت جمع کر چکی تھی۔ تاہم ایک بات پر سب لوگ متفق تھے کہ گروشینکا تک رسائی حاصل کرنا کوئی آسان کام نہیں اور اس کے محسن بڑے میاں کے ماسوا کوئی شخص فخریہ دعویٰ نہیں کر سکتا تھا کہ وہ اس کی عنایات سے لطف اندوز ہو چکا ہے۔ اور یہ

حقیقت ناقابل تردید ہے کیونکہ خاص طور پر پچھلے دو سالوں کے دوران میں متعدد اشخاص اس کی عنایات کے زور شور سے طلب گار رہے ہیں لیکن ان کے حصے میں ناکامی کے سوا کچھ نہیں آیا ہے۔ چنانچہ اس تیز طرار اور پراستقلال نوجوان دوشیزہ کے ہاتھوں اس کے چاہنے والوں کو جو بڑے زور اور ذلت آمیز زک اٹھانا پڑی، اس پر ان میں سے بعض بڑے مضحکہ خیز اور بے وقار انداز سے میدان سے بھاگ نکلنے پر مجبور ہو گئے۔ لوگوں کو یہ بھی معلوم تھا کہ اس نے گزشتہ ایک برس کے دوران میں خاص طور پر Gescheft (16) بھی شروع کر دیا ہے اور یہ کہ اس نے اس میدان میں اس حد تک غیر معمولی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا ہے کہ انجام کار بعض اشخاص اسے پکی یہودن کے نام سے پکارنے لگے ہیں۔ بات یہ نہیں تھی کہ وہ سود پر رقمیں قرض دیتی تھی تاہم کچھ عرصے سے یہ بات ہر کس و ناکس کے علم میں تھی کہ وہ فیودر پاولووچ کی شراکت میں پرامیسری نوٹ کوڑیوں کے بھاؤ خرید لیتی ہے، ایک روبل کے صرف دس کوپک دیتی ہے اور بعد میں ان میں سے بعض پر دس کوپک کا روبل بنا لیتی ہے۔

اگرچہ بخیل بوڑھا رنڈوا کروڑپتی سامسونوف، جو اپنے بیٹوں کو جبر کی چکی میں پیستا رہا تھا، اب علیل رہنے لگا تھا کیونکہ وہ ایک سال قبل اپنی بری طرح متورم ٹانگوں کے استعمال سے محروم ہو چکا تھا، تاہم وہ اپنی مکفول کے سحر میں ابھی تک بری طرح گرفتار تھا حالانکہ بعض لوگ ناک بھوں چڑھا کر کہتے رہے تھے کہ وہ تو اس کی بے دام لونڈی ہے اور وہ اسے انگوٹھے کے نیچے دبا کر رکھتا ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ گروشینکا رسا تڑوانے میں کامیاب ہو گئی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اسے بے پایاں حد تک یہ یقین دلانے میں بھی کامیاب رہی تھی کہ وہ اس کے ساتھ پوری وفا برتتی ہے، اسی کی ہے، اسی کی رہے گی اور کسی اور کی نہیں بنے گی۔ یہ بوڑھا، جسے انتقال کیے اب کافی عرصہ بیت چکا ہے، انتہائی کامیاب تاجر اور سرمایہ دار ہی نہیں تھا بلکہ توجہ گیر شخصیت کا مالک بھی تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ اول درجے کا کنجوس بلکہ مکھی چوس تھا اور اس کا دل پتھر کی طرح سخت تھا اور اگرچہ گروشینکا نے اسے اس حد تک اپنا گرویدہ بنا لیا تھا کہ وہ اس کے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا (مثلاً گزشتہ دو سالوں سے کچھ یہی کیفیت چلی آ رہی تھی)، تاہم وہ اسے کوئی خاص قابل ذکر بڑی رقم دینے کے لیے تیار نہیں تھا اور وہ اسے خواہ بالکل ہی چھوڑ دینے کی دھمکی کیوں نہ دے دیتی، اس کا دل پھر بھی موم نہ ہوتا اور وہ اپنی ضد پر اڑا رہتا۔ تاہم اس نے اسے چھوٹی موٹی رقم ضرور تھما دی اور معلوم ہونے پر یہ بھی لوگوں کے لیے حیرت کا باعث بنی۔ "نوجوان خاتون،" اس نے آٹھ ہزار روبل اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا، "تمہارے دماغ میں بھس نہیں بھرا ہوا، تم بہت تیز طرار ہو اور اچھی سوجھ بوجھ کی مالک ہو۔ اس رقم سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کرو

اور یاد رکھو کہ معمول کے سالانہ گزارہ الاؤنس کے سوا تمہیں مجھ سے ایک دمڑی مزید نہیں ملے گی، اور ہاں، میں اپنی وصیت میں بھی تمہارے لیے کچھ نہیں چھوڑوں گا۔" اور وہ اپنے عہد پر پورا اترا۔ اپنی موت کے بعد وہ اپنا سب کچھ اپنے بیٹوں کو دے گیا جن کے ساتھ اس نے ان کی بیویوں اور بچوں سمیت اپنی زندگی میں نوکروں سے بڑھ کر سلوک نہیں کیا تھا، اور جہاں تک گروشینکا کا تعلق ہے، اس کا تو اس نے اپنے وصیت نامے میں ذکر تک نہ کیا۔ لیکن مشورہ دوسرا معاملہ ہے — جب گروشینکا کے ذاتی سرمائے کو کاروبار میں لگانے کا مسئلہ سامنے آیا، وہ قدم قدم پر اس کی رہنمائی کرتا رہا اور کاروبار میں اس کی پوری معاونت کرتا رہا۔

جب فیودر پاولووچ نے ایک معمولی کے کاروباری سودے کے سلسلے میں گروشینکا کے ساتھ ابتدائی رابطہ قائم کیا تو انجام کار خود اسے یہ دیکھ کر سخت اچنبھا ہوا کہ وہ اس حد تک اس کے دام الفت میں گرفتار ہو چکا ہے کہ اسے اندیشہ لاحق ہونے لگا کہ کہیں وہ اس عاشقی میں اپنے ہوش و حواس ہی نہ کھو بیٹھے۔ اور بوڑھا سامسونوف، جو قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا تھا، دل میں خوب ہنسا۔ یہ بات قابل غور ہے کہ بڑے میاں کے ساتھ اپنے تعلقات کے سارے عرصے کے دوران میں وہ مکمل طور پر، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ جنون کی حد تک راست باز تھی اور اس سے ہرگز ہرگز کوئی بات نہیں چھپاتی تھی، اور پوری دنیا میں وہ غالباً واحد شخص تھا جس سے وہ کوئی بات نہیں چھپاتی تھی۔ حال ہی میں جب دمتری فیودرووچ منظر عام پر نمودار ہوا اور گروشینکا کے ساتھ اپنی محبت کا برملا اعلان کرنے لگا، بڑے میاں کی ہنسی بند ہو گئی۔ اور ایک موقع پر تو اس نے گروشینکا کو منہ پھٹ اور گھمبیر انداز سے نصیحت کر ڈالی:

"اگر تمہیں کسی لمحے ان دونوں باپ بیٹے میں سے کسی کے انتخاب کا مسئلہ درپیش آئے، تو تمہاری ترجیح باپ ہونا چاہیے۔ تم جو چاہو کرو، مگر خبردار، ہوشیار، اس بڈھے بدمعاش کو اس طرح اپنے قبضے میں کس لو کہ وہ تمہارے ساتھ شادی کرنے اور اپنی املاک اور سرمائے کا کچھ حصہ تمہارے نام منتقل کرنے پر آمادہ ہو جائے، اور اس بات کا خاص طور پر اہتمام کرو کہ وہ یہ سب کچھ پیشگی تحریری طور پر تمہارے حوالے کر دے۔ رہا کپتان، تو اس کے ساتھ کسی قسم کی پینگیں مت بڑھاؤ، اس سے تمہیں کچھ نہیں ملے گا۔" یہ بڈھے عیاش کے بعینہٖ الفاظ ہیں جو گور کنارے پہنچ چکا تھا اور توقع کر رہا تھا کہ اس کا دم اب نکلا کہ اب نکلا۔ اور درحقیقت وہ اس مشورے کے پانچ ماہ بعد اس جہان فانی سے کوچ کر گیا۔

چلتے چلتے میں یہاں اس بات کا بھی ذکر کر دینا چاہتا ہوں کہ اگرچہ قصبے کے متعدد اشخاص گروشینکا کا التفات حاصل کرنے کے لیے باپ بیٹے کے مابین اس واہیات اور بھونڈی رقابت

سے آگاہ تھے، بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جنہیں ان دونوں کے متعلق خود گروشینکا کے صحیح رویے کے بارے میں کوئی اندازہ ہو۔ گروشینکا کی دونوں خادماؤں نے بھی عدالت میں گواہی دیتے ہوئے کہا تھا (ان واقعات کا ذکر ہم بعد میں کریں گے) کہ اگرافینا الیکساندرووونا نے محض ڈر کے مارے دمتری فیودرووچ کو اندر آنے کی اجازت دی تھی کیونکہ بظاہر یہی نظر آ رہا تھا کہ وہ "قتل کی دھمکیاں" دے رہا ہے۔ گروشینکا کی دو نوکرانیاں تھیں۔ ان میں سے ایک تو بہت عمر رسیدہ ہو چکی تھی، وہ باورچن کے فرائض سرانجام دیتی تھی اور گروشینکا کے والدین کے گھر سے اس کے ساتھ آئی تھی۔ اب اس کی صحت خاصی خراب ہو چکی تھی اور وہ سننے سے تقریباً معذور ہو چکی تھی۔ دوسری اس کی پوتی یا نواسی تھی۔ وہ تقریباً بیس سال کی چست دوشیزہ تھی اور گروشینکا کی ذاتی ملازمہ کی حیثیت سے کام کرتی تھی۔ خود گروشینکا غریبانہ ماحول میں کسی ٹیم ٹام کے بغیر رہتی تھی۔ وہ جس انیکسی میں رہائش پذیر تھی وہ صرف تین کمروں پر مشتمل تھی اور ان میں جو فرنیچر تھا وہ 1820 کی دہائی کے اسلوب میں مہاگنی کا بنا ہوا تھا، اور مالکہ مکان کا فراہم کردہ تھا۔

جب الیوشا اور رکیتن انیکسی میں داخل ہوئے، سورج کبھی کا غروب ہو چکا تھا اور اچھا خاصا اندھیرا چھا چکا تھا مگر کمروں میں ابھی تک شمعیں روشن نہیں کی گئی تھیں۔ خود گروشینکا ڈرائنگ روم میں اپنے لمبے چوڑے، سخت اور بھدے صوفے پر آرام کر رہی تھی جس کی پشت پر مہاگنی کی باریک تہہ چڑھا دی گئی تھی لیکن جس کی نشست گھس گھس کر اتنی بوسیدہ ہو چکی تھی کہ اس میں سوراخ بننے لگے تھے۔ اس نے اپنے سر کے نیچے دو سفید تکیے رکھے ہوئے تھے جن میں پر بھرے ہوئے تھے اور جنہیں پلنگ سے اٹھا کر یہاں لایا گیا تھا۔ وہ پشت کے بل بالکل ساکن یوں بنی سنوری لیٹی ہوئی تھی جیسے اسے کسی کا انتظار ہو۔ اس کے جسم پر سیاہ رنگ کا ریشمی فراک تھا اور اس نے اپنے سر کے گرد باریک لیس کا سکارف (17) لپیٹ رکھا تھا جو اسے خوب زیب دے رہا تھا۔ اس کے مدوّر شانوں پر لیس کی شال لٹک رہی تھی جس پر خاصا وزنی جڑاؤ پن چسپاں تھا۔ وہ واقعی کسی کا انتظار کر رہی تھی اور جب وہ وہاں لیٹی ہوئی تھی، وہ تناؤ کی حالت میں تھی اور اس کے چہرے سے بے قراری ٹپک رہی تھی۔ اس کے چہرے کی رنگت قدرے پیلی تھی، اس کی آنکھیں اور ہونٹ دہک رہے تھے اور اس کا دایاں پاؤں بے چینی سے صوفے کے بازو کو ہلکے ہلکے تھپتھپا رہا تھا۔ رکیتن اور الیوشا کی آمد پر ایک قسم کا شور بلند ہوا؛ انہیں پیش کمرے میں گروشینکا کی گھبراہٹ میں ڈوبی آواز سنائی دی، "کون ہے؟" اور وہ خود صوفے سے جست لگا کر کھڑی ہو گئی۔ لیکن ملازم لڑکی نے مہمانوں کو اندر آنے دیا اور جواب میں اپنی مالکہ کو بتایا:

"یہ وہ نہیں، کوئی اور لوگ ہیں، ویسے دونوں ٹھیک ٹھاک ہیں۔"

''کچھ میں نہیں آ رہا یہاں کیا ہو رہا ہے؟'' رکیتن ایلوشا کو بازو سے پکڑے ڈرائنگ روم کی طرف جاتے ہوئے بڑبڑایا۔ گروشینکا صوفے کے قریب کھڑی تھی اور بظاہر ابھی تک خوف زدہ معلوم ہو رہی تھی۔ اس کے سکارف سے ہلکے زرد بالوں کی موٹی لٹ باہر نکل آئی تھی اور اس کے دائیں شانے پر لٹکنے لگی تھی مگر جب تک اس نے اپنے مہمانوں کو اچھی طرح دیکھ اور انہیں پہچان نہ لیا، اس نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور نہ اسے درست کیا۔

''ہائے اللہ، یہ تم ہو رکیتکا؟ تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا۔ یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ کون ہے یہ؟ خدایا، یہ کسے لے آیا ہے!'' اس نے ایلوشا کو پہچانتے ہوئے زور شور سے کہا۔

''خوب! یہاں کچھ موم بتیاں ہونا چاہئیں۔ منگواؤ نا!'' رکیتن نے قریبی دوست اور واقف کار کی بے تکلفی سے کہا جیسے اسے گھر میں اس قسم کا حکم چلانے کا حق حاصل ہو۔

''موم بتیاں... بالکل، بالکل، موم بتیاں... فینیا، اسے موم بتی لا دو۔ تم نے اسے یہاں لانے کے لیے خوب وقت چنا ہے!'' اس نے ایلوشا کی جانب سر کو جنبش دیتے ہوئے ایک بار پھر زور شور سے کہا، اور اس کے ساتھ ہی وہ اپنی لٹ کو دونوں ہاتھوں سے درست کرنے کے لیے آئینے کی طرف گھوم گئی۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ غصے میں ہے۔

''تو میں نے غلط وقت کا انتخاب کیا ہے؟'' رکیتن نے وقتی طور پر اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''رکیتن، اگر تم جاننا ہی چاہتے ہو تو سنو، تم نے تو میرا دم ہی خشک کر دیا تھا۔'' گروشینکا نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ چہرے پر مسکراہٹ سجائے ایلوشا کی جانب مڑی۔ ''مائی ڈارلنگ ایلوشا، مجھ سے مت ڈرو، تم سے مل کر میں نہال ہو گئی ہوں۔ تم وہ مہمان ہو جس کے متعلق میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ یہاں آئے گا۔ لیکن رکیتکا، تم نے واقعی میری روح قبض کر لی تھی! میرا خیال تھا میتیا زبردستی اندر گھسنے کی کوشش کر رہا ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے آج اس کے ساتھ کھیل کھیلا تھا، وہ میرے قریب میں آ گیا اور قسمیں کھانے لگا کہ اسے مجھ پر اعتبار ہے لیکن میں جھوٹ بول رہی تھی۔ میں نے اسے بتایا تھا کہ میں آج کی شام کوزما کوزیچ کے ساتھ، جو میرا پرانا بیلی ہے، حساب کتاب کرنے میں صرف کروں گی اور رات گئے تک واپس نہیں آؤں گی۔ تمہیں شاید معلوم ہو کہ میں ہر ہفتے ایک پوری شام اس کے ساتھ گزارتی ہوں تاکہ حسابات کی درستی ہو سکے۔ ہم دروازے پر تالا لگا دیتے ہیں، وہ اپنا گنتارا نکال لیتا ہے، میں اس کے قریب بیٹھ جاتی ہوں اور بہی کھاتوں کی خانہ پری کرنے لگتی ہوں — میں واحد ہستی ہوں جس پر وہ اعتماد کرتا ہے۔ میتیا کو مجھ پر یقین آ گیا۔ چنانچہ وہ یہی سمجھتا ہے کہ میں (ابھی تک) وہاں ہوں، لیکن اس کے برعکس میں دروازہ

مقفل کر کے یہاں بیٹھی ہوں اور ایک پیغام کا انتظار کر رہی ہوں۔ یہ فینیا نے تمہیں اندر کیسے آنے دیا؟ فینیا، فینیا، جاؤ اور گیٹ کھول کر دیکھو کہ کیپٹن کہیں نظر آ رہا ہے یا نہیں! ممکن ہے وہ یہیں کہیں گھات لگائے بیٹھا ہو اور ہماری نگرانی کر رہا ہو، میری تو خوف سے جان نکلی جا رہی ہے!''

''گرفینا الیکسانڈروونا، وہاں تو کوئی نہیں، میں ابھی ابھی خوب اچھی طرح دیکھ بھال کر کے آئی ہوں اور میں پل پل بعد دروازے کی جھری میں سے جھانک کر باہر دیکھ لیتی ہوں۔ خود میرے اوسان خطا ہوئے جا رہے ہیں۔''

''فینیا، باہر کے کواڑ اچھی طرح بند ہیں؟ ہمیں پردے بھی گرا دینا چاہئیں — یہ رہے!'' اس نے خود ہی بھاری بھرکم پردے گرا دیئے۔ ''ورنہ اسے روشنی نظر آ جائے گی۔ ایلوشا، آج مجھے تمہارے بھائی میتیا سے خوف آ رہا ہے۔'' گروشینکا بلند لہجے سے کہہ رہی تھی۔ اس کی آواز میں گھبراہٹ تو تھی ہی لیکن وہ ایک قسم کی فرحت سے بھی مملو تھی۔

''تم آج میتکا سے اتنا ڈر کیوں رہی ہو؟'' رکیتن نے پوچھا۔ ''عام طور پر تو تمہیں اس سے کوئی خوف نہیں آتا، وہ تمہارے اشاروں پر رقص کرتا ہے۔''

''میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ مجھے کسی خبر کا، کسی مختصر سہانے پیغام کا انتظار ہے اور میتکا تو آخری شخص ہے جس کی مجھے اس لمحے ضرورت ہو گی۔ سچ پوچھتے ہو تو میں یہ کہوں گی کہ جب میں نے کہا تھا کہ مجھے آج شاید خاصی دیر تک کوزما کوزیچ کے ہاں ٹھہرنا ہے تو مجھے کچھ یوں لگا تھا جیسے اسے میری بات کا اعتبار نہ آیا ہو۔ میرا خیال ہے کہ وہ ابھی تک فیودر پاولووچ کے عقبی باغیچے میں کہیں چھپا میرا انتظار کر رہا ہے۔ اور اگر وہ وہاں چھپا ہوا ہے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ ادھر نہیں آئے گا — اس پر مجھے خداوند کا شکر ادا کرنا چاہیے! لیکن اصل بات یہ ہے کہ میں کوزما کوزیچ کے ہاں گئی ضرور تھی، میتیا خود مجھے وہاں لے گیا تھا۔ میں نے اسے بتایا تھا کہ وہاں میرا قیام آدھی رات تک ہو گا، وہ لازماً وہاں آدھی رات کو آئے اور مجھے یہاں گھر پہنچا دے۔ وہ چلا گیا اور میں خود بھی دس منٹ بعد بڑے میاں کے ہاں سے اپنے گھر چلی آئی۔ اف خدایا، مجھے کوئی خوف آ رہا! — میں سارا رستہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگتی رہی مبادا وہ کہیں سے آ ٹپکے۔''

''اور یہ تم بن ٹھن کر کہاں جا رہی ہو؟ اور یہ تم نے سکارف بہت عجیب و غریب قسم کا پہن رکھا ہے!''

''رکیتن، عجیب و غریب تم خود ہو رہے ہو۔ آخر تمہیں تجسس کس بات کا ہے؟ میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ مجھے پیغام کا انتظار ہے اور یونہی یہ ملا، میں گولی کی مانند اڑ جاؤں گی اور تم میری گرد کو بھی نہیں پہنچ پاؤ گے۔ یہی وجہ ہے کہ میں پوری طرح ملبوس اور جانے کے لیے تیار ہوں۔''

"اور جا کہاں رہی ہو؟"

"تجسس بری بلا ہے۔ مجھ سے کوئی سوال مت پوچھو اور میں جھوٹ نہیں بولوں گی۔"

"اپنی شکل تو دیکھو، خوشی سے پھولی نہیں سما رہی ہو... میں نے تمہیں کبھی اس حال میں نہیں دیکھا — یوں بنی ٹھنی ہو جیسے بال پر جا رہی ہو۔" رکیتن اس کے سراپے کا جائزہ لے رہا تھا۔

"تمہیں ان چیزوں کا کیا پتا ہے؟"

تمہیں پتا ہے؟"

"میں کم از کم ایک بال میں تو شرکت کر چکی ہوں۔ تین سال ہوئے کوزما کوزیچ کے ایک بیٹے کی شادی ہو رہی تھی اور میں سارا منظر گیلری سے دیکھ رہی تھی۔ لیکن، رکھکا، میں تم سے باتیں کیوں کر رہی ہوں جب کہ اتنا اچھا شہزادہ میرے قریب کھڑا ہے۔ اسے دیکھ کر آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی ہے! الیوشا، ڈارلنگ، مجھے اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہیں آ رہا۔ اللہ اللہ، تم اور یہاں! سچ پوچھو تو مجھے یہ بتانے میں کوئی عار نہیں، مجھے کبھی توقع نہیں ہوئی تھی، میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا، مجھے کبھی یقین ہی نہیں آیا تھا کہ ایک روز تم بھی یہاں آ ؤ گے۔ میں خوش ہوں، بے حد خوش ہوں! ادھر صوفے پر بیٹھ جاؤ۔ ہاں، یہ ٹھیک ہے۔ مجھے اپنی شکل تو دیکھنے دو، تم تو بالکل چاند کے ٹکڑے ہو! سچ پوچھو تو میں ابھی تک اپنے حواس میں نہیں آئی... رکھکا، جہاں تک تمہارا تعلق ہے، کاش تم اسے کل یا تین دن پہلے لائے ہوتے!... خیر، فکر کی کوئی بات نہیں، میں اب بھی بہت خوش ہوں۔ ممکن ہے کہ یہی بہتر ہو کہ یہ تین دن پہلے آنے کی بجائے آج، اس قسم کے حالات میں، آ گیا ہے...

وہ اتراتی، نخرے دکھاتی فلرٹ کرنے کے انداز سے صوفے پر الیوشا کے ساتھ بیٹھ گئی اور اسے بے باکانہ انداز سے پُر تحسین نگاہوں سے دیکھنے لگی۔ اور واقعی اس کے روم روم سے خوشی پھوٹی پڑ رہی تھی، وہ بالکل سچ بول رہی تھی۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں، اس کے ہونٹ ہنس رہے تھے لیکن یہ ہنسی پُر مسرت اور نیک عزائم کی آئینہ دار تھی۔ الیوشا نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اسے اس کے چہرے پر اس طرح کے مشفقانہ تاثرات دیکھنے کو ملیں گے... گزشتہ روز سے قبل اس نے تو شاید اس کی شکل بھی کبھی نہیں دیکھی تھی اور جب دیکھی تھی تو اس کے دل پر اس کا رعب نقش ہو گیا تھا۔ مزید برآں، اس نے کاتریا ایوانوونا کے ساتھ جو گھٹیا اور مذموم سلوک کیا تھا، اس پر اسے بہت دکھ پہنچا تھا اور اب یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ وہ اسے ایک بالکل ہی مختلف مخلوق نظر آنے لگی ہے۔ اور وہ اپنے غم و اندوہ سے خواہ کتنا ہی نڈھال تھا، اس کی نگاہیں اس کے چہرے سے ہٹتی ہی نہیں تھیں اور وہ غیر ارادی طور پر اسے دیکھے ہی جا رہا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ کل کے مقابلے میں آج اس کے سارے وجود اور اس کے سارے آداب میں انقلابی تبدیلی رونما ہو گئی ہے: نہ تو

اس کی آواز میں گزشتہ روز کا تصنع تھا اور نہ اس کی حرکات و سکنات میں کسی قسم کی بناوٹ یا نمود و نمائش تھی... اب اس کی ہر چیز میں سادگی تھی، بے ریائی تھی؛ اس کی حرکات میں پھرتی، بے باکی اور بے تکلفی تھی لیکن وہ ہو رہی تھی بالکل جوشیلی۔

"خدایا! آج کیا کچھ نہیں ہو گیا، واقعی!" وہ ایک بار پھر بچوں کی طرح سادگی اور معصومیت سے باتیں کرنے لگی۔ "اور الیوشا تمہیں دیکھ کر مجھے کتنی خوشی ہوئی ہے، مجھے واقعی اس کا کوئی اندازہ نہیں۔ اگر تم پوچھو تو میں فی الواقع کوئی جواب نہیں دے پاؤں گی۔"

"تم اتنی خوش کیوں ہو، تمہیں اس کا کوئی اندازہ نہیں، یہ بھی خوب رہی!" رکیتن نے دبی دبی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔ "پھر تم میرا ناک میں دم کیوں کرتی رہیں؟ 'اسے لے کر آنا، اسے ساتھ لے کر آنا؟' آخر تمہارے پاس کوئی نہ کوئی وجہ تو ہو گی؟"

"پہلے میرے پاس وجہ تھی لیکن اب وہ جاتی رہی ہے، حالات تبدیل ہو گئے ہیں۔ خیر، کیا کھاؤ پیو گے؟ رکھکا، میں پہلے کی نسبت کہیں بہتر انسان ہوں۔ رکھکا، کھڑے کیوں ہو، بیٹھ جاؤ۔ خیر، بیٹھنے کا فیصلہ تو تم پہلے ہی کر چکے تھے، ہونہہ؟ خاطر جمع رکھیں، میرا رکھکا جہاں بھی جائے گا آسانی سے اپنے لیے جگہ بنا لے گا۔ الیوشا، اسے دیکھو، یہ ادھر منہ پھلائے بیٹھا ہے کہ میں نے اسے پہلے بیٹھنے کی دعوت کیوں نہ دی؟ میرا رکھکا ہے ہی اتنا حساس، ہمیشہ ہی اتنا حساس!" گروشینکا کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ "رکھکا، آج تو منہ نہ پھلاؤ! آج میرا مزاج بہت فیاضانہ ہو رہا ہے۔ مائی ڈیئر الیوشچکا، تم وہاں بیٹھے اتنے اداس، اتنے غمگین کیوں نظر آ رہے ہو؟ تم تو مجھ سے خائف نہیں ہو، یا ہو؟" اس نے ادائے دلبرانہ سے مسکراتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"یہ بہت پریشان ہے۔ ستارتس کو ترقی نہیں ملی!" رکیتن نے گہری آہ بھرتے ہوئے کہا۔

"کیسی ترقی؟"

"اس کے ستارتس کی لاش گلنے سڑنے اور بدبو دینے لگی ہے۔"

"'گل سڑ رہی ہے'، کیا مطلب ہے تمہارا؟ کیا واہیات باتیں کر رہے ہو، تمہارے دماغ میں غلاظت بھری ہوئی ہے۔ احمق کے بچے، چپ ہو جاؤ۔ الیوشا، تم مجھے اپنی گود میں بٹھا لو گے؟ — اس طرح!" اور اس کے ساتھ ہی اس نے اچانک پلک جھپکنے میں زقند بھری اور پیار کرنے والی بلونگڑی کی طرح سٹ سمٹا کر اس کی گود میں بیٹھ گئی اور پیار سے اپنا دایاں بازو اس کے گلے میں حائل کر دیا۔ "میرے پاک صاف ننھے منے پیارے بچے، مجھے اجازت دو کہ میں تمہاری دل جوئی کروں۔ نہیں، میں بالکل سنجیدہ ہوں، مجھے بس گھڑی کی گھڑی اپنی گود میں بٹھا لو۔ میرا خیال ہے تم ناراض نہیں ہو گے۔ ٹھیک؟ ویسے اگر تم چاہو تو میں ابھی اٹھ کھڑی ہوتی ہوں۔"

ایلوشا کی زبان گنگ ہو گئی۔ وہ بالکل ساکن بیٹھا رہا اور جلنے جلنے سے خوف کھانے لگا۔ اس نے الفاظ "ویسے اگر تم چاہو تو میں ابھی اٹھ کھڑی ہوتی ہوں" سنے ضرور لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس کے ہوش و حواس معطل ہو چکے ہیں لیکن اس کی وجہ وہ نہیں تھی جو شاید رکیتن نے فرض کر لی ہو (وہ اپنی نشست پر بیٹھا انہیں للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا) یا جس کی اس نے توقع باندھ لی ہو۔ (بات دراصل یہ تھی کہ) ایلوشا کی روح کو جو عظیم غم و اندوہ کھائے جا رہا تھا، اس نے ان تمام تحسسات و جذبات کا گلا گھونٹ دیا تھا جنہوں نے ممکن ہے اس کے دل میں سر اٹھایا ہو اور اگر وہ اس موقع پر عقلی طور پر استدلال کرنے کے قابل ہوتا تو وہ سمجھ جاتا کہ اسے ہر قسم کی ترغیبات و تحریصات اور عشوہ طرازیوں کے خلاف ڈھال میسر آ گئی ہے۔ تاہم اپنی پراگندہ اور ژولیدہ روحانی حالت کے باوجود اور اس غم و اندوہ کے باوصف، جو اس کا کچومر نکالے دے رہا تھا، وہ اس نئے اور عجیب و غریب تحسس پر متعجب ہوئے بنا نہ رہ سکا جو اس کے دل میں انگڑائیاں لے رہا تھا۔ یہ عورت، یہ "ڈراؤنی" عورت، نہ صرف یہ کہ اس کے دل میں وہ خوف بٹھانے میں ناکام رہی تھی جو اسے پہلے محسوس ہوا کرتا تھا۔۔۔ وہ خوف جو کسی عورت کے محض تصوّر ہی سے اسے مغلوج کر دیا کرتا تھا۔۔۔ بلکہ اس کے برعکس، حالانکہ دوسری تمام عورتوں کے مقابلے میں وہ اس (عورت) سے کہیں زیادہ خائف ہوتا رہا تھا جو اب اس کے گھٹنوں پر بیٹھی ہوئی تھی، اس کے ساتھ ہم آغوش ہو رہی اور اس کے ساتھ اٹکھیلیاں کر رہی تھی، اب اس کے دل میں بالکل ہی مختلف، غیر متوقع اور عجیب و غریب تحسس کو۔۔۔ زبردست، بے مثال اور انتہائی پاکیزہ تجسس کا تحسس۔۔۔ انگیخت کر رہی تھی، ابھار رہی تھی، ہوا دے رہی تھی اور یہ سب کچھ کسی خوف کے شائبے تک کے بغیر ہو رہا تھا، ماضی کی طرح اس پر کسی قسم کی دہشت طاری کئے بغیر ہو رہا تھا۔۔۔ اور یہ اہم ترین اور حیران کن ترین چیز تھی۔

"تم کافی بک بک کر چکی ہو" رکیتن نے گلا پھاڑتے ہوئے کہا، "اب شیمپین نکالو، تمہیں معلوم ہے تم مجھ سے اس کا وعدہ کر چکی ہو۔"

"ہاں، مجھے یاد ہے۔ ایلوشا، تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ باقی باتوں کے علاوہ میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ اگر یہ تمہیں اپنے ساتھ لے آیا تو میں اسے شیمپین کی بوتل دوں گی۔ چلیں، پھر شیمپین ہو جائے، میں بھی پیوں گی! فینیا، فینیا، شیمپین لے آؤ، وہی بوتل جو متیا یہاں چھوڑ گیا تھا۔ جلدی کرو۔ میں خسیس سہی، طمع کی بندی سہی، لیکن میں تمہیں شیمپین ضرور پلاؤں گی، پر رکیتن، تمہاری خاطر نہیں، تم نرے منچلے ہو، دوسروں کے رنگ میں بھنگ ڈالتے رہتے ہو، مگر یہ، یہ تو شہزادہ ہے! اگرچہ اس وقت میرے ذہن میں کچھ اور ہی سمایا ہوا ہے، میرا شراب پینے کو جی نہیں چاہتا، تاہم میں

تم لوگوں کا ساتھ ضرور دوں گی، ہم پئیں گے اور ڈٹ کر پئیں گے!"

"یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ اور کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ یہ 'پیغام' کیا ہے بشرطیکہ اس میں راز کی کوئی بات نہ ہو" رکیتن نے ایک بار پھر ٹٹولتے ہوئے کہا۔ تجسس نے اسے پاگل بنا دیا تھا لیکن وہ عمداً یوں بن رہا تھا جیسے وہ ان طعنوں اور پھبتیوں سے مطلق آگاہ نہ ہو جو اس پر مسلسل کسی جا رہی تھیں۔

"ارے ہاں، اس میں کوئی راز واز نہیں اور یہ بات تم خود بھی اچھی طرح جانتے ہو" گروشینکا نے اچانک اپنی گردن رکیتن کی طرف گھماتے اور ایلوشا سے ذرا علیحدہ ہوتے ہوئے کچھ یوں کہا جیسے وہ اپنی ہی ادھیڑ بن میں مصروف ہو (حالانکہ وہ ایلوشا کی گردن میں بازو حمائل کئے اسی طرح بیٹھی رہی تھی)۔ "میرا افسر دوست آ رہا ہے، رکیتن، میرا افسر آ رہا ہے!"

"یہ تو میں بھی سن چکا ہوں کہ وہ آ رہا ہے لیکن میں پوچھنا چاہوں گا کیا وہ واقعی آس پاس آ پہنچا ہے؟"

"وہ اس وقت مکرائی میں ہے، وہاں سے وہ پیام بر بھیجے گا، اس نے یہی لکھا تھا، کچھ ہی دیر پہلے مجھے اس کا رقعہ ملا تھا۔ اب میں پیام بر کی آمد کی منتظر ہوں۔"

"واقعی؟ مگر مکرائی میں کیوں؟"

"یہ لمبی کہانی ہے، میں تمہیں پہلے ہی کافی کچھ بتا چکی ہوں۔"

"خیر، مگر اب متیا کا کیا بنے گا؟ میرے خدایا! کیا اسے معلوم ہے؟"

"کیا معلوم ہے؟ اسے کچھ معلوم نہیں! اگر اسے بھنک پڑ گئی وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ لیکن اب مجھے اس کا کوئی خوف نہیں، اب میں اس کے چاقو سے مطلق نہیں ڈرتی۔ رکیتکا، اپنا منہ بند رکھو، میرے سامنے دمتری فیودرووچ کا نام تک زبان پر نہ لاؤ؛ میں اب اس سے بالکل تنگ آ چکی ہوں۔ لیکن اس وقت تو میں ان باتوں کے متعلق سوچنا بھی نہیں چاہتی۔ اب میں اس کی بجائے ایلوشیکا کے متعلق سوچ سکتی ہوں۔ جانِ من، میری طرف ایک مسکراہٹ تو پھینکو، خوش ہو جاؤ، دل شاد ہو جاؤ۔ میری مسرت پر، میری حماقت پر ہنسو، دل کھول کر ہنسو۔۔۔ ارے، یہ مسکرا رہا ہے، واقعی مسکرا رہا ہے! اس کے چہرے پر کیا دل آویزی ہے۔ ایلوشا، تمہیں معلوم ہونا چاہیے، میرا واقعی یہ خیال تھا کہ کل اس نوجوان خاتون کے ساتھ جو کچھ ہوا، اس پر تم مجھ سے خفا ہو گئے ہو گے۔ میں بالکل کتیا بن گئی تھی، واقعی کتیا۔۔۔ لیکن پھر بھی خوشی کی بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ اسی طرح ہوا، کسی اور طرح نہیں ہوا۔ اس کے اچھے اور برے دونوں پہلو تھے" گروشینکا اچانک فکر انگیز انداز سے مسکرانے لگی اور اس کی مسکراہٹ میں بغض و عداوت کی دھاری جھلملانے لگی۔ "متیا نے مجھے بتایا تھا کہ وہ چلا چلا

کر کہہ رہی تھی، 'اس حرام زادی کے کوڑے لگائے جانا چاہئیں۔' اُف، ماما میں نے اس کی بڑی بے عزتی کی تھی لیکن اس نے خود ہی مجھے بلایا تھا، وہ مجھے محسوس کرانا چاہتی تھی کہ میں قابل نفرت حد تک بے وقعت ہوں، بے حیثیت ہوں، حقیر ہوں، وہ مجھے اپنی چکنی چپڑی باتوں سے رشوت دینا چاہتی تھی... نہیں، جس طرح ہوا، بالکل اچھا ہوا!" وہ ایک بار پھر مسکرا پڑی۔ "مجھے فکر اس بات کی تھی کہیں تم ناراض نہ ہو جاؤ۔ اور اب بھی مجھے صرف اسی چیز کی تشویش ہے...."

"اب میں سمجھ گیا؛" رکیتن اچانک بڑی حیرت سے بیچ میں دخل انداز ہو گیا۔ "الیوشا، تمہیں معلوم ہونا چاہیے یہ (عورت) تم سے واقعی خوف زدہ ہے، الیوشا تم جیسے چوہے کے بچے سے...."

"یہ چوہا تمہیں معلوم ہوتا ہوگا.... کیونکہ تمہیں پتا ہی نہیں کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ تمہیں معلوم ہونا چاہیے میں اس سے دل و جان سے محبت کرتی ہوں۔ الیوشا، تمہیں یقین آیا کہ میں تم سے دل و جان سے محبت کرتی ہوں۔"

"رذیل، ذلیل، بے حیا عورت، الیکسی، سنو، یہ کیا کہہ رہی ہے، یہ تم سے اپنی محبت جتلا رہی ہے!"

"اگر مجھے اس سے محبت ہے تو تمہیں کیا!"

"پھر اس افسر کے بارے میں کیا کہو گی؟ کرائی سے جو بیش بہا پیغام آ رہا ہے اس کے متعلق کیا خیال ہے؟"

"وہ اور چیز ہے، یہ اور چیز ہے۔"

"یہ تو زنانہ منطق ہوئی!"

"رکھنکا، مجھے غصہ نہ دلاؤ؛" گروشینکا نے جوابی وار کرتے ہوئے کہا۔ "وہ اور بات ہے، یہ اور بات ہے۔ الیوشا کے لیے میری محبت مختلف ہے۔ الیوشا، یہ درست ہے کہ میرے دل میں تمہارے متعلق بعض گھٹیا خیالات پل رہے تھے۔ ہمیں حقائق کا سامنا کرنا چاہیے۔ میں ادنیٰ درجے کی عورت ہوں۔ میرا مزاج بڑا کڑوا ہے اور میں مرنے مارنے پر تل جاتی ہوں، لیکن ایسے اوقات بھی آتے ہیں جب میں تمہیں اپنا ضمیر سمجھنے لگتی ہوں۔ میں سوچتی رہتی ہوں: 'اس جیسا آدمی مجھ جیسی بدعورت سے یقیناً گھن کھاتا ہوگا۔' پچھلے روز بھی میں انہی خطوط پر سوچ رہی تھی جب میں نوجوان خاتون کے گھر سے سر پر پاؤں رکھے بھاگی آ رہی تھی۔ الیوشا، تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میری تم پر بہت عرصے سے نظر تھی۔ میتیا کو بھی یہ بات معلوم ہے، میں اسے بتا چکی ہوں۔ میتیا سب کچھ سمجھتا ہے۔ الیوشا، تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ بعض اوقات جب میری تم پر نگاہ پڑتی ہے تو مجھے اپنے آپ سے شرم محسوس ہونے لگتی ہے، کاش اپنے آپ سے شرم محسوس ہونے لگتی ہے.... میں سوچنے لگتی ہوں

کہ تم میرے دل و دماغ میں سمانے لگے ہو، میرے خیالات کا مرکز بننے لگے ہو۔ یہ سب کچھ کیسے شروع ہوا، مجھے کچھ معلوم نہیں اور نہ مجھے کچھ یاد ہے...."

فینیا اندر آئی اور اس نے ایک ٹرے میز پر رکھ دی۔ ٹرے پر شمپین کی بوتل، جس کا ڈھکن کھلا تھا اور تین گلاس پڑے تھے۔ گلاسوں میں پہلے ہی شراب انڈیلی جا چکی تھی۔

"اہا، شمپین آ گئی!" رکیتن نے با آواز بلند کہا۔ "اگرفینا الیکسانڈرووونا، تم بہت جوشیلی ہو رہی ہو، تم بالکل مختلف ہستی بن چکی ہو۔ ایک گلاس چڑھا جانے کے بعد تم ناچنے لگو گی۔ توبہ، توبہ! ان عورتوں پر اعتبار کیا ہی نہیں جا سکتا کہ وہ کوئی ڈھنگ کا کام کر سکیں گی!" اس نے شمپین کا بغور جائزہ لیتے ہوئے مزید کہا۔ "بڑھیا نے یہ لازماً باورچی خانے میں انڈیلی ہو گی اور بوتل بغیر کاگ کے بھیج دی ہے.... اور یہ گرم ہو چکی ہے۔ خیر، ہمیں بھی کوئی پروا نہیں۔"

وہ میز کے قریب پہنچا، اس نے ایک گلاس اٹھایا اور ایک ہی جلے میں غٹا غٹ چڑھا گیا۔ پھر اس نے اپنے لیے دوسرا گلاس انڈیل لیا۔

"آدمی کو روز روز شمپین نہیں ملتی!" اس نے اپنے ہونٹ چاٹتے ہوئے کہا۔ "خیر، الیوشا، تم بھی ایک گلاس اٹھا لو اور ہمیں دکھا دو کہ تم کس مٹی کے بنے ہو۔ ہم جام صحت کس کا تجویز کریں کے؟ بہشتی دروازوں کے لیے؟ گروشنکا، تم بھی اپنا گلاس اٹھا لو، ہم بہشتی دروازوں کا بھی جام صحت پئیں گے۔"

"کون سے بہشتی دروازے؟"

گروشینکا نے اپنا گلاس پکڑ لیا۔ الیوشا نے اپنا گلاس اٹھایا، ایک چسکی لی اور اسے نیچے رکھ دیا۔

"نہیں، بہتر یہی ہے کہ میں نہ ہی پیوں!" اس نے ملائمت سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو تمہاری باتیں نری باتیں ہی تھیں!" رکیتن نے چلاتے ہوئے کہا۔

"اگر یہ بات ہے پھر میں بھی نہیں پیوں گی؛" گروشینکا نے گفتگو میں شریک ہوتے ہوئے کہا۔ "ویسے بھی میرا جی نہیں چاہتا تھا۔ رکیتن، تم شغل جاری رکھو، اور اکیلے ہی ساری بوتل چڑھا لو۔ میں صرف اسی صورت میں پیوں گی اگر الیوشا پیے گا۔"

"کیا فضول جذباتی باتیں ہیں!" رکیتن نے چوٹ کرتے ہوئے کہا۔ "کیا مزے سے اس کی گود میں بیٹھی ہوئی ہے! مانا پڑے گا کہ یہ بے چارہ تو سوگ منا رہا ہے، مگر تمہیں کیا تکلیف ہے؟ یہ اپنے خدا کے خلاف بغاوت کر چکا ہے اور میرا ساسیج ڈکارنے کا ارادہ باندھ رہا تھا۔"

"کیا؟"

"اس کا ستارتس انتقال کر گیا ہے، ستارتس زوسیما، بینٹ۔"

"ستارتس زوسیما کا انتقال ہو گیا ہے، واقعی؟ واللہ، مجھے بالکل معلوم نہیں تھا!" گروشینکا نے اونچی آواز سے کہا۔ اس نے بڑے حسد من انداز سے اپنے سینے پر صلیب کا نشان بنایا۔ "اور ایک میں ہوں کہ اس کی گود میں چڑھی بیٹھی ہوں، اف خدایا!" اور اس نے اچانک کچھ اس قسم کی گھبراہٹ کا اظہار کیا جیسے اس پر خوف سوار ہو گیا ہو۔ اس نے جست لگائی اور صوفے پر جا بیٹھی۔ ایلیوشا کافی دیر تک اسے حیرت کی نگاہوں سے دیکھتا رہا اور کچھ یوں نظر آنے لگا جیسے اس پر کوئی چیز روشن ہو گئی ہو۔

"رکیتن،" اس نے یک لخت بلند اور مستحکم آواز میں کہا، "مجھے یہ طعنے مت دو کہ میں نے اپنے خدا کے خلاف بغاوت کر دی ہے۔ میں تمہارے خلاف اپنے دل میں کوئی پرخاش نہیں رکھنا چاہتا۔ چنانچہ مجھے چڑاؤ مت اور یہ سمجھنے کی کوشش کرو کہ میں کیا محسوس کر رہا ہوں۔ میں ایک ایسی بیش بہا چیز سے محروم ہو گیا ہوں جس تک تمہیں کبھی رسائی حاصل نہ ہو سکی، چنانچہ تمہیں کوئی حق حاصل نہیں کہ میرا محاکمہ کرنے بیٹھ جاؤ۔ اسے (گروشینکا کو) دیکھو۔ تم نے دیکھا نہیں کہ اس نے کس طرح میرے جذبات کو ٹھیس پہنچانے سے گریز کیا؟ تمہارے حق میں بہتر یہی ہے کہ اس کی مثال سے سبق سیکھو۔ جب میں یہاں آیا تھا تو میرا خیال تھا کہ میرا واسطہ ایک بدعورت سے پڑے گا — میں اس کی جانب اس لیے کھنچ گیا کیونکہ میں خود گھٹیا اور بد ہوں۔ اس کی بجائے مجھے ایک سچی بہن مل گئی، ایک خزانہ میرے ہاتھ آ گیا — مجھے محبت کرنے والی روح دستیاب ہو گئی... اس نے میرے جذبات کو ٹھیس پہنچانے سے گریز کیا... اگرافینا الیکسانڈروونا، میں تمہارے بارے میں گفتگو کر رہا ہوں۔ تم نے میری روح کو جلا بخش دی ہے۔"

ایلیوشا کے ہونٹ کپکپانے لگے، اس کی چھاتی کھنچ گئی۔ وہ بولتے بولتے چپ ہو گیا۔

"تمہاری روح کو جلا بخش دی ہے، کیا فضول باتیں کر رہے ہو!" رکیتن نے کینہ توز ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔ "وہ تمہیں کچا چبا جانے کی فکر میں تھی، تمہیں کچھ پتا بھی ہے؟"

"چپ، رکیتکا چپ!" گروشینکا اچانک اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ "اپنی زبانیں بند رکھو، تم دونوں۔ اب میں تمہیں سب کچھ بتائے دیتی ہوں۔ ایلیوشا، تم (اس لیے) چپ رہو کیونکہ تم نے مجھے پانی پانی کر دیا ہے، کیونکہ میں بد ہوں، نیکی میرے قریب سے بھی نہیں گزری — میری فطرت ہی کچھ ایسی ہے۔ اور رکیتکا، تم اس لیے اپنی زبان بند رکھو کیونکہ تم دروغ گو ہو۔ میرے دل میں اسے ورغلانے کا بدخیال آیا ضرور تھا، لیکن اب تم غلط بیانی کر رہے ہو، اب سب کچھ تبدیل ہو گیا ہے... اور رکیتکا، اب میں تمہاری زبان سے مزید ایک لفظ بھی نہیں سننا چاہتی!" گروشینکا نے یہ سب کچھ

غیر معمولی اضطراب کے عالم میں کہا۔

"ان دونوں کو دیکھیں، دونوں ہی اپنے ہوش و حواس سے بالکل عاری ہو چکے ہیں!" رکیتن دونوں کو اچنبھے سے دیکھتے ہوئے پھنکارا۔ "تم پاگل ہو گئے ہو! کیا میں بھٹکتا بھٹکتا کسی پاگل خانے یا اس سے ملتی جلتی کسی چیز میں پہنچ گیا ہوں؟ تمہارے دماغ چل گئے ہیں، تم دونوں کے۔ ضرورت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ تم دونوں رونے بیٹھ جاؤ اور رو دو بھی پھوٹ پھوٹ کر!"

"اور میں ابھی رونے لگوں گی، بالکل رونے لگوں گی،" گروشینکا بار بار کہتی رہی۔ "اس نے ابھی ابھی مجھے اپنی بہن کہا ہے اور اس کی یہ بات میں تاحیات بھول نہیں پاؤں گی اور رکیتکا، ممکن ہے میں بد ہوں لیکن صرف اتنا یاد رکھو، کہ ایک مرتبہ میں نے کسی کو ہریا پیاز کی گٹھی پیش کی تھی۔"

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو — پیاز کی گٹھی؟ خدا کی پناہ! یہ واقعی خفقانی ہو گئے ہیں!"

رکیتن انہیں اتنے مسرور و منبسط دیکھ کر حیران رہ گیا اور غصے کی آگ میں جلتا بھنتا رہا حالانکہ اسے اندازہ ہو جانا چاہیے تھا کہ ہر وہ چیز جو ان دونوں کو روحانی طور پر ان کے وجود کی گہرائیوں تک جھنجھوڑ سکتی تھی، آپس میں یکجا ہو چکی تھی اور یہ ایک ایسی بات ہے جو زندگی میں شاذ و نادر ہی ظہور پذیر ہوتی ہے۔ اگرچہ رکیتن ہر اس چیز کے بارے میں بے حد حساس تھا جس کا تعلق اس کی اپنی ذات سے بنتا تھا لیکن جب معاملہ ان لوگوں کے جذبات و احساسات کو بھانپنے کا بنتا تھا جو اس کے بہت قریب ہوتے تھے تو اسے بالکل کچھ نظر نہیں آتا تھا — اس کی وجہ جزوی طور پر تو اس کی نوعمری اور ناتجربے کاری قرار دی جا سکتی ہے لیکن اس کا اصل سبب اس کی بے پایاں انانیت تھی۔

"ایلیوشیکا، تمہیں معلوم ہونا چاہیے،" گروشینکا نے اچانک پُر اضطراب ہنسی ہنستے اس کی جانب متوجہ ہو کر کہا، "جب میں نے رکیتکا سے کہا تھا کہ میں نے ایک مرتبہ کسی کو پیاز کی گٹھی پیش کی تھی تو میں بڑ ہانک رہی تھی لیکن میں تمہارے سامنے بڑ نہیں ہانکوں گی، میں تمہیں اس کے بارے میں جو بتا رہی ہوں تو اس کی وجہ مختلف ہے۔ یہ ہے تو محض سبق آموز کہانی (18)، لیکن اچھی کہانی ہے۔ یہ میں نے اپنے بچپن میں ماتریونا سے سنی تھی جو اب میری باورچن کے طور پر کام کرتی ہے۔ یہ کچھ اس طرح چلتی ہے: 'کسی زمانے میں ایک ناپسندیدہ عورت رہتی تھی۔ وہ اتنی ہی نابکار تھی جتنا کہ کسی عورت کے متعلق سوچا جا سکتا ہے کہ وہ اس سے زیادہ نابکار نہیں ہو سکتی۔ اور پھر ایک روز اس کا انتقال ہو گیا۔ اس نے اپنی زندگی میں نیکی کا ایک بھی کام نہیں کیا تھا۔ خبیث روحوں نے اسے پکڑا اور اسے دہکتی ہوئی آتشیں جھیل میں پھینک دیا۔ اس کا محافظ فرشتہ یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور وہ سوچنے لگا: 'کیا میں اس کی کوئی نیکی یاد کر سکتا ہوں جس کے متعلق میں خداوند کو بتا سکوں؟' اسے یاد آ گئی اور اس نے خداوند سے کہا، 'اس نے ایک مرتبہ اپنے باغیچے سے ہریا پیاز کی گٹھی نکالی تھی اور

کسی بھکارن کو دے دی تھی۔ اور خداوند نے جواب دیا: 'تم یوں کرو کہ اس گٹھی کو آتشیں جھیل پر لے جاؤ اور اس کے سامنے کر دو۔ اسے پورا پورا موقع دو کہ وہ اسے مضبوطی سے کس کر پکڑ لے۔ اب اگر تم اسے اس حالت میں باہر نکالنے میں کامیاب ہو جاتے ہو، پھر اس پر جنت کے دروازے کھل جائیں گے لیکن اگر گٹھی ٹوٹ گئی، پھر اسے وہیں رہنا پڑے گا۔' فرشتہ دوڑتا دوڑتا اس عورت کے پاس پہنچا اور گٹھی پکڑ کر اس کے سامنے کر دی، 'بڑی بی، ادھر دیکھو' اس نے بڑھیا سے کہا، 'یہ پیاز کی گٹھی ہے، اسے کس کر پکڑ لو' اور پھر وہ نہایت حزم و احتیاط سے اسے باہر کھینچنے لگا اور اس نے اسے تقریباً باہر کھینچ ہی لیا تھا کہ اس پر جھیل کے دوسرے گنہگاروں کی نظر پڑ گئی۔ انہیں جب اندازہ ہو گیا کہ بڑھیا بچ کر نکل جائے گی، تو وہ بھی اس کے ساتھ چمٹ گئے کہ شاید انہیں بھی باہر کھینچ لیا جائے۔ مگر بڑھیا اتنی ہی نابکار تھی جتنا کہ تصور کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ وہ ان لوگوں کو اپنے پاؤوں سے ٹھوکریں مارنے لگی: 'وہ باہر مجھے کھینچ رہا ہے، تمہیں نہیں: پیاز کی یہ گٹھی میری ہے تمہاری نہیں۔' جونہی اس کے منہ سے یہ الفاظ نکلے، گٹھی ٹوٹ گئی۔ اور یہ عورت دوبارہ جھیل میں گر گئی جہاں وہ آج تک جل رہی ہے۔ فرشتے کے آنسو رواں ہو گئے لیکن وہ کیا کر سکتا تھا، واپس چلا گیا۔ تو الیوشا، میں نے کہانی تمہیں سنا دی ہے۔ مجھے اس کا ایک ایک لفظ یاد ہے کیونکہ وہ نابکار عورت میں ہی ہوں۔ میں نے رکھتکا سے بڑ ہانکی تھی کہ میں نے کسی کو پیاز کی گٹھی پیش کی تھی لیکن تمہارے سامنے میں اسے ایک اور انداز سے پیش کروں گی۔ اگر میں نے اپنی پوری زندگی میں کسی کو کچھ دیا ہے تو بس پیاز کی ایک گٹھی ہی دی ہے، میرا بس یہی تخیرانہ کام ہے۔ چنانچہ الیوشا، محض اتنی سی بات پر اب تم میری تعریفوں کے پل مت باندھو، مجھے بانس پر مت چڑھاؤ، اپنے دل میں یہ خیال تک نہ لاؤ کہ میں کوئی نیک روح ہوں کیونکہ میں اتنی ہی بدکردار اور نابکار ہوں جتنا کہ کوئی عورت ہو سکتی ہے اور اگر تم میری اسی طرح تعریفیں کرتے رہے تو تم مجھے مزید شرمندگی کے گڑھے میں دھکیل دو گے۔ خیر، اب مجھے اپنے گناہوں اور خطاکاریوں کا پورا پورا اعتراف کر لینا چاہیے۔ سنو، الیوشا، میں تمہیں ورغلانے اور پھانسنے کے لیے اتنی بے قرار تھی اور میں نے رکیتن پر اتنا دباؤ ڈالا کہ اس سے وعدہ کر لیا کہ اگر وہ تمہیں یہاں لانے میں کامیاب ہو گیا تو میں اسے پچیس روبل دوں گی۔ رکھتکا، ٹھہرو، رک جاؤ!"

وہ تیزی سے میز کی طرف لپکی، دراز کھولی، بٹوا اٹھایا اور پچیس ڈالر کا نوٹ باہر نکال لیا۔

"کیا بکواس ہے! بالکل بکواس ہے!" رکیتن اپنی بات دہراتے ہوئے بولا۔ وہ شرمندگی اور خجالت سے پانی پانی ہوا جا رہا تھا۔

"رکھتکا، لے لو، یہ تمہارا مجھ پر قرض بنتا ہے۔ میرا خیال ہے تم اسے ٹھکراؤ گے نہیں، آخر تم نے خود ہی تو اس کا مطالبہ کیا تھا۔" اور اس نے کاغذی نوٹ اس کی جانب پھینک دیا۔

"میں کیوں ٹھکراؤں؟" رکیتن نے غراتے ہوئے کہا۔ وہ بظاہر محجوب تو بہت ہو رہا تھا لیکن اپنے کھسیانے پن کو شیخی کے پردے میں چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔ "بوقتِ ضرورت کام آئے گا۔ آخر بے وقوف ہوتے کس لیے ہیں، یہی نا کہ عقل مند انہیں اپنے مقاصد کے لیے استعمال کریں۔"

"اور رکھتکا، اب اپنا منہ بند رکھو، مجھے مزید جو کچھ کہنا ہے وہ تمہاری سماعت کے لیے نہیں۔ وہاں کونے میں بیٹھ جاؤ اور منہ میں تالا ڈالے رکھو۔ تم ہمیں پسند نہیں کرتے، چنانچہ چپ رہو۔"

"تم میں ہے ہی کیا کہ تمہیں پسند کیا جائے؟" رکیتن نے جوابی وار کرتے ہوئے کہا۔ اب وہ اپنا غصہ چھپانے کی کوئی کوشش نہیں کر رہا تھا۔ اس نے پچیس روبل کا نوٹ اپنی جیب میں ڈال لیا تاہم الیوشا کے سامنے وہ ابھی تک سرتاپا کھسیانا ہوا جا رہا تھا۔ اسے توقع تھی کہ اسے ادائیگی بعد میں کی جائے گی تاکہ مؤخرالذکر کو اس کا کوئی علم نہ ہونے پائے لیکن اب جب کہ بھانڈا پھوٹ چکا تھا، اس کے احساسِ خفت نے اسے آتش ناک بنا دیا تھا۔ اب تک اسے اقتضائے مصلحت اسی میں نظر آیا تھا کہ وہ گروشینکا کی کوئی خاص تردید نہ کرے خواہ وہ اسے کتنے ہی طعنے کیوں نہ دیتی رہے؛ بظاہر یہی دکھائی دے رہا تھا کہ اس پر اس (گروشینکا) کا کچھ نہ کچھ زور ضرور چلتا ہے مگر اب وہ واقعی آگ بگولا ہو گیا تھا۔

"آدمی لوگوں کو پسند ان کاموں کے باعث کرتا ہے جو انہوں نے کیے ہوتے ہیں مگر تم دونوں نے میرے لیے کیا کیا ہے!"

"لوگوں کو پسند کرنے کے لیے وجوہ درکار نہیں ہوتیں؛ الیوشا کو ان کی ضرورت پیش نہیں آتی۔"

"اور تمہارا خیال ہے الیوشا تمہیں پسند کرتا ہے؟ آخر اس میں کون سا سرخاب کا پر لگا ہوا ہے کہ تم خوشی سے دیوانی ہوئی جا رہی ہو۔"

"رکھتکا، اپنی زبان کو لگام دو!" گروشینکا کمرے کے عین درمیان میں کھڑی تھی۔ وہ اتنی بھڑک چکی تھی کہ اس کی آواز میں ہسٹریائی کیفیت در آئی تھی۔ "تمہیں ہمارے بارے میں خاک معلوم نہیں! اتنی بے تکلفی برتنے کی جرأت مت کرو! میرا احترام کرو! تم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ تم مجھ سے اس طرح مخاطب ہو سکتے ہو! اس کونے میں چلے جاؤ اور خبردار، جو منہ سے ایک لفظ بھی نکالا! تمہیں اپنی حیثیت کا علم ہونا چاہیے، تم میرے بس پیچھے ہو، اس سے زیادہ کچھ نہیں! اور اب الیوشا، میں تمہیں، صرف تمہیں سب کچھ سچ سچ بتا دوں گی، کچھ بھی تو نہیں چھپاؤں گی تاکہ تمہیں معلوم ہو سکے کہ میں کس قسم کی مخلوق ہوں! یہ باتیں صرف تمہارے کانوں کے لیے ہیں، رکھتکا کے لیے نہیں۔ میں تمہیں پھانسنا چاہتی تھی، یہ پوری سچائی ہے، میں پورا تہیہ کر چکی تھی۔ مجھے اس کی اتنی

زبردست تمنا تھی کہ میں نے تمہیں یہاں بلوانے کے لیے رکھنکا کو رشوت دینے سے بھی گریز نہ کیا۔
آخر مجھے اس کی اتنی شدید آرزو کیوں تھی؟ ایلیوشا، تمہارے دل میں میری نیت کے بارے میں شک تک پیدا نہیں ہوا تھا، بس تم ہمیشہ مجھ سے دامن بچانے کی کوشش کرتے رہے، جب بھی میرے قریب سے گزرتے اپنی نگاہیں نیچی کر لیتے لیکن میرا حال مختلف تھا، میں تمہیں کوئی سو مرتبہ دیکھ چکی تھی اور پھر میں نے ہر کس و ناکس سے تمہارے متعلق پوچھ گچھ شروع کر دی۔ تمہارا چہرہ میرے دماغ پر آسیب بن کر سوار ہو چکا تھا۔ 'وہ مجھ سے گھن کھاتا ہے،' میں سوچتی، 'وہ تو میری شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتا۔' آخرکار میری جو حالت ہو گئی اس پر میں خود بھی حیران رہ گئی: 'میں اس قسم کے لڑکے سے خوف کیوں کھاؤں؟ میں تو اس جیسے کو ناشتہ کر سکتی ہوں۔' میں واقعی آگ بگولا ہو رہی تھی۔ یہ مت بھولو کہ کسی آدمی میں اتنی جرأت نہیں ہے کہ وہ یہ کہہ سکے یا سوچ سکے کہ جب اس کا جی چاہے، وہ یہاں آ سکتا اور اگرفینا الیکساندروونا کا جسم اپنی عیاشی کے لیے استعمال کر سکتا ہے۔ بڑے میاں کا معاملہ دوسرا ہے، میرا جسم اور روح دونوں اس کے ساتھ بندھے ہوئے تھے۔ اس شادی کا اہتمام جہنم میں ہوا تھا—— خود ابلیس نے اس پر اشیرباد دی تھی۔ چنانچہ تمہیں دیکھنے کے بعد میں نے اپنے آپ سے کہا، 'میں اسے نگل جاؤں گی، چٹخارے لے لے کر پورے کا پورا ہڑپ کر جاؤں گی۔' تم سمجھ گئے ہو نا کہ میں کتنی بدکار کتیا ہوں اور تم نے مجھے اپنی بہن کہا! لیکن جس نے مجھے ورغلایا تھا، مجھے خراب کیا تھا، وہ پہنچ گیا ہے، مجھے یہاں بیٹھنا اور اس کے پیغام کا انتظام کرنا ہے۔ تمہیں کوئی اندازہ ہی نہیں کہ یہ جو ہے کا بچہ میرے لیے کیا معنی رکھتا ہے۔ پانچ سال قبل جب کوزما مجھے یہاں لایا تھا—— میں یہاں بیٹھی رہتی اور لوگوں کی نظروں سے چھپتی رہتی تھی، صرف یہی جی چاہتا کہ کسی کونے کھدرے میں گھس جاؤں اور وہیں پڑی رہوں: میں سینک سلائی تھی، ہڈیوں کی پوٹ تھی، احمق تھی، رو رو کر اپنی آنکھوں کا ستیاناس مارتی رہتی، کئی کئی راتیں سو نہ پاتی، نیند کوسوں دور بھاگتی رہتی اور میں سوچتی رہتی: 'یہ چوہا اب کہاں ہو گا؟ یہ ذلیل کہاں ہو گا؟ شاید کسی دوسری عورت کی آغوش میں سو رہا ہے اور میرا ٹھٹھا اڑا رہا ہے۔ ایک دفعہ میرے ہاتھ آ جائے...' میری سوچیں میرا پیچھا ہی نہیں چھوڑ رہی تھیں، 'اگر ایک مرتبہ مجھے مل جائے، میرے پاس آ جائے، میں اسے سبق سکھا دوں گی، اگلا پچھلا سارا حساب چکا دوں گی، اپنا بدلہ لے کر دم لوں گی، بالکل بدلہ لے کر رہوں گی!' میں ساری ساری رات تکیے میں منہ دیے روتی رہتی، سوچوں میں پڑی رہتی، جان بوجھ کر اپنے آپ کو کچوکے دیتی رہتی اور اپنے ہی غیظ و غضب میں پناہ ڈھونڈتی رہتی۔ 'چھوڑوں گی نہیں، بدلہ لے کر رہوں گی، ضرور لے کر رہوں گی۔' ایسے اوقات بھی آتے کہ میں یک لخت اندھیرے میں چیخنے چلانے لگتی۔ پھر اچانک خیال آتا کہ میں غالباً اس کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکوں گی یا

شاید وہ مجھے بالکل ہی بھول گیا ہے، اور میں پلنگ سے نیچے فرش پر گر پڑتی، بے چارگی کے عالم میں رو رو کر اپنا برا حال کر لیتی اور دن چڑھے تک آنسو بہاتی رہتی۔ صبح کو کسی پاگل کتیا کی طرح احمق اور ساری دنیا کو تہس نہس کرنے کے لیے تیار ہو جاتی۔ پھر معلوم ہے میں نے کیا کیا؟ میں روپیہ پیسہ اندوز کرنے لگی۔ میں سنگ دل بن گئی، اپنے اوپر موٹاپا چڑھا لیا—— تمہارا خیال ہے میں پہلے کی نسبت زیادہ عقل مند ہو گئی ہوں گی، ٹھیک؟ نہیں، ایسا بالکل نہیں ہوا... پوری کائنات میں ایک شخص کو بھی، ایک فرد واحد کو بھی معلوم نہیں تھا کہ میں راتوں کے اندھیرے میں صوفے پر پڑی دانت پیستی رہتی تھی جیسا کہ میں پانچ سال قبل کیا کرتی تھی جب میں ابھی نوخیز لڑکی تھی۔ 'میں اسے دکھا دوں گی، میں اسے دکھا دوں گی،' میں سوچتی۔ میں جو کچھ کہہ رہی ہوں، تم سن رہے ہو نا؟ تو، خیر، تمہارا اب میرے بارے میں کیا خیال ہے؟ پھر ایک ماہ قبل اچانک یہ خط آیا: وہ آ رہا ہے، وہ اب رنڈوا ہے، وہ مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔ اُف، میرا تو تقریباً دم ہی نکل گیا اور مجھے خیال آیا، 'وہ آئے گا، سیٹی بجائے گا، ہاتھ سے اشارہ کرے گا اور میں شکست خوردہ پلے کی طرح ٹانگوں میں دم دبائے اس کے پیچھے چل پڑوں گی۔' مجھے یہی سوچ آئی تھی لیکن مجھے اس کا یقین نہیں آ رہا تھا: 'اسے معلوم ہو جائے گا کہ میں کس مٹی کی بنی ہوں! پر سوال یہ ہے: کیا میں بھاگتی بھاگتی اس کے پیچھے جاؤں گی یا نہیں؟' اور گزشتہ ایک مہینے سے مجھے اپنے آپ پر اتنا غصہ آ رہا ہے کہ آج سے پانچ سال پہلے بھی اتنا نہیں آیا ہو گا۔ اور ایلیوشا، اب تم سمجھ گئے ہو گے کہ میں کتنی بری، کتنی تند مزاج ہوں۔ میں نے تمہیں پوری سچائی بتا دی ہے! میں نے متیا کو محض اس لیے اپنا کھلونا بنائے رکھا ہے مبادا مجھے بھاگ کر دوسرے کے پاس جانا پڑے۔ رکھنکا، اپنی زبان کو لگام دیے رکھو، تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ میرا محاکمہ کرو، میں تم سے تو کوئی بات ہی نہیں کر رہی۔ تمہارے آنے سے پہلے میں یہاں لیٹی ہوئی تھی، انتظار کر رہی تھی، سوچ رہی تھی، اپنے مقدر کا فیصلہ کرنے کی کوشش کر رہی تھی اور تمہیں کبھی معلوم نہیں ہو سکے گا کہ میرے دل میں کیا تھا! ایلیوشا، سنو، اس نوجوان خاتون کو بتا دو کہ گزشتہ روز ہمارے مابین جو کچھ ہوا، وہ اسے بھول جائے، اس پر غصہ نہ کھائے!... دنیا میں ایک شخص بھی تو ایسا نہیں جسے معلوم ہو کہ میں اب کیا محسوس کر رہی ہوں اور انہیں معلوم ہو بھی کیسے سکتا ہے؟... ممکن ہے جب میں وہاں جاؤں، میں اپنے ساتھ چاقو لے جاؤں... ابھی میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا..."

جب گروشینکا یہ کرب ناک الفاظ ادا کر چکی، اس کے لیے مزید برداشت کرنا ناممکن ہو گیا۔ وہ چپ ہو گئی، اس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا، صوفے پر تکیوں کے اوپر گر پڑی اور کسی چھوٹی بچی کی طرح ٹپ ٹپ آنسو بہانے لگی۔ ایلیوشا اٹھا اور رکیتن کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔

"مِشا،" اس نے کہا، "غصہ نہ کرو، اس نے تمہارے جذبات کو ٹھیس ضرور پہنچائی ہے لیکن تم

غصہ نہ کرو۔ اس نے جو کچھ کہا ہے وہ تم سن چکے ہو۔ ہمیں انسانی روح سے بہت زیادہ کا تقاضا نہیں کرنا چاہیے، ہمیں دریا دلی اور رحم دلی دکھانا چاہیے...''

جب ایلیوشا بول رہا تھا وہ ان جذبات کی تند و تیز لہروں میں بہہ رہا تھا جنہیں قابو میں رکھنا اس کے بس کی بات نہیں رہا تھا۔ اسے بلا روک ٹوک اپنے جذبات کے اظہار کی ضرورت تھی اور وہ اسی لیے رکیتن کی جانب متوجہ ہوا تھا۔ اگر رکیتن وہاں موجود نہ ہوتا تو بھی وہ اپنے قلبی جذبات کا اظہار کیے بنا نہ رہ سکتا۔ لیکن رکیتن اس کی جانب پُر تحقیر اور پُر استہزا نظروں سے دیکھ رہا تھا اور ایلیوشا چپ ہو گیا۔

''ایلوشکا، یوئر ہولی نس (19)، تمہارا یہ سارتن تمہارے دماغ پر اتنا حاوی ہو چکا ہے کہ اب تم اس کا نسخہ مجھ پر آزمانا چاہتے ہو'' رکیتن نے پُر بغض اور پُر خصوصیت انداز سے کھیسیں نکالتے ہوئے کہا۔

''رکیتن، کبھی بھی نہ کرو، کھیسیں نہ نکالو۔۔۔ ان کا تو نام بھی اپنی زبان پر نہ لاؤ۔۔۔ وہ روئے زمین کے تمام انسانوں سے بلند تر اور پاک باز تر ہے۔'' ایلیوشا کی آنکھوں سے آنسو ٹپکا ہی چاہتے تھے۔ ''میں تم پر معلم بننے کی کوشش نہیں کر رہا، میں تو بدترین مدعا علیہ کی حیثیت سے بات کر رہا ہوں۔ اس (گروشینکا) کے مقابلے میں میں ہوں ہی کیا؟ میں تو یہاں اپنی بربادی ڈھونڈنے کے لیے آیا تھا اور میں اپنے دل میں کہتا رہا: 'جو ہوتا ہے، ہونے دو، کیا پروا ہے، جو ہوتا ہے، ہونے دو، کیا پروا ہے؟' اور اس کی وجہ میری اخلاقی بزدلی تھی لیکن یہ پانچ سال مصائب اور اذیتوں میں گزرنے کے بعد، جونہی پہلی مرتبہ کسی ایسے شخص کو دیکھتی ہے جو اس سے خلوص کے چند بول کہہ دیتا ہے، سب کچھ معاف کر دیتی ہے اور سب کچھ بھول جاتی ہے، اور اب بھی آنسو بہا رہی ہے! اسے ورغلانے، خراب کرنے اور تباہی کے گڑھے میں پھینکنے والا واپس آ گیا ہے، وہ اسے بلا رہا ہے، اور یہ اسے سب کچھ معاف کرنے پر راضی ہو گئی ہے اور بڑے اشتیاق سے اس کے پاس جانے کے لیے تیار ہے، اور یہ اپنے ساتھ چاقو بھی نہیں لے جائے گی، بالکل نہیں لے جائے گی! لیکن میں اس قسم کا آدمی نہیں، تم ہو یا نہیں، میشا، مجھے معلوم نہیں لیکن میں نہیں ہوں! یہ سبق میں نے آج سیکھا ہے، ابھی ابھی... یہ اپنی محبت میں ہم دونوں سے بلند تر ہے۔ اس نے جو کچھ ابھی ابھی ہمیں بتایا ہے، کیا تم نے پہلے بھی اسے یہ باتیں کسی دوسرے کو بتاتے سنا ہے؟ نہیں، تم نے کبھی نہیں سنا۔ اگر تم نے کچھ سنا ہوتا تو تم مدتوں پہلے اسے سب کچھ معاف کر چکے ہوتے... اور جہاں تک اس دوسری عورت کا تعلق ہے جسے اس نے کل ناراض کر دیا تھا، اسے بھی اسے معاف کر دینا چاہیے! اور تم جانتے ہو کہ اگر اسے (اصل حقیقت) معلوم ہو جائے وہ لازماً معاف کر دے گی... اور معلوم تو اسے

ہو ہی جائے گی... گروشینکا کی روح ابھی شانت نہیں ہے لیکن اس پر ترس ضرور کھایا جانا چاہیے... ممکن ہے اس کی روح ابھی تک انمول خزانے سے معمور ہو...''

ایلیوشا چپ ہو گیا، جذباتی طور پر اس کی طبیعت بالکل غیر ہو چکی تھی۔ اپنے غصے کے باوجود رکیتن ہکا بکا ہو کر اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایلیوشا جیسا دھیما مزاج شخص اتنی لمبی اور پُر جوش تقریر کر سکتا ہے۔

''کیا زبردست وکیل ہے! کیا تم اس کے عشق میں گرفتار ہو گئے ہو یا ایسی ہی کوئی اور بات ہو گئی ہے؟ اگرافینا الیکسانڈرووا، مبارک ہو، ہمارا یہ تارک الدنیا راہب تم سے عشق فرمانے لگا ہے۔ تم جیت گئی ہو!'' اس نے ڈھیٹ انداز سے ہنستے ہوئے کہا۔

گروشینکا نے سر تکیے سے اٹھایا اور نرم و ملائم خندہ روئی سے، جس نے اچانک اس کے سوجے ہوئے اشک آلود چہرے کو منور کر دیا تھا، ایلیوشا کی جانب دیکھنے لگی۔

''ایلیوشا، میرے فرشتہ صفت دوست، اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ اس کی مطلق پروا نہ کرو۔ تمہیں معلوم ہی ہے کہ یہ کس قسم کا آدمی ہے۔ اس سے گفتگو کرنے کا کوئی حاصل نہیں۔ مائیکل اوسی پووچ!'' اس نے رکیتن کی طرف متوجہ ہو کر کہا، ''میں نے تمہارے ساتھ جو بدتمیزی کی تھی اس پر میں تم سے معذرت کرنے والی تھی، لیکن اب مجھے اس کی کوئی خواہش نہیں رہی۔ ایلیوشا، ادھر آؤ، ادھر، اور میرے پاس بیٹھ جاؤ'' اس نے پُر مسرت انداز سے مسکراتے ہوئے اسے اشارہ کیا۔ ''ہاں، یہ ٹھیک ہے! مجھے بتاؤ'' اس نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور تبسم زدہ ہو کر اپنی نگاہیں اس کے چہرے پر گاڑ دیں، ''مجھے بتاؤ میں اس آدمی سے محبت کرتی ہوں یا نہیں؟ وہی شخص جس نے مجھے ورغلایا تھا، میرا مطلب ہے میں اس سے محبت کرتی ہوں یا نہیں؟ تمہارے آنے سے پہلے میں یہاں لیٹی اپنے دل کو ٹٹول رہی تھی: میں اس سے محبت کرتی ہوں یا نہیں؟ ایلیوشا، اس کا فیصلہ تم کرو، اس کا وقت آ گیا ہے مگر ہو گا وہی جو تم کہو گے۔ اسے معاف کر دوں یا نہیں؟''

''لیکن تم اسے پہلے ہی معاف کر چکی ہو'' ایلیوشا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میرا خیال ہے میں کر چکی ہوں،'' گروشینکا نے سوچتے ہوئے کہا۔ ''میں نے بھی کیا ذراکل دل پایا ہے! اس ذراکل دل کے نام پر!'' اس نے اچانک میز سے جھپٹا مار کر گلاس اٹھایا، ایک ہی بلے میں حلق سے اتارا، دوبارہ اوپر اٹھایا اور فرش پر دے مارا۔ گلاس کرچی کرچی ہو گیا۔ اس کی مسکراہٹ میں سفاکی کی جھلک نظر آ رہی تھی۔

''یا شاید میں نے ابھی تک اسے معاف نہیں کیا'' اس نے تہدید آمیز انداز سے کہا اور فرش کی جانب یوں گھور گھور کر دیکھنے لگی جیسے وہ اپنے آپ سے باتیں کر رہی ہو۔ شاید میرے دل میں

معاف کرنے کا جذبہ ابھی ابھی بیدار ہونا شروع ہوا ہے۔ ویسے مجھے اپنے جذبات کے خلاف جنگ لڑنا اور انہیں مفتوح کرنا ہوگا۔ الیوشا، تم سمجھ گئے ہو گے کہ میں گزشتہ پانچ سالوں کے دوران میں اپنے آنسوؤں کی بے پناہ دلدادہ ہو گئی ہوں... شاید مجھے محبت اُس سے نہیں، بلکہ اپنی عدم مسرت سے ہو گئی ہے!"

"خیر، میں اس شخص کی جگہ لینا قطعاً پسند نہیں کروں گا۔" رکیتن پھنکارا۔

"نہیں، ورکھکا، تم نہیں لے سکو گے، تم بالکل اس کی جگہ نہیں لے سکو گے۔ تمہیں تو میں اپنا جفت ساز بنا کر رکھوں گی اور تم سے اپنی جوتیاں سہلایا کروں گی۔ لو، تمہیں بیٹھے بٹھائے روزگار مل گیا۔ تمہیں مجھ جیسی عورت کہیں نہیں ملے گی... اور میں یہ کہوں گی کہ اُسے بھی نہیں..."

"اوخ، واقعی؟ اور یہ تم نئی سنوری کیوں بیٹھی ہو؟" رکیتن نے پُرخصومت انداز سے اس کا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔

"رکھکا، میرے اس طرح بننے سنورنے پر تمہیں اپنے دل کے پھپھولے پھوڑنے کی ضرورت نہیں؛ تمہیں پتا ہی نہیں کہ میں اپنے دل میں کیا محسوس کر رہی ہوں! اگر میں چاہوں تو اس خوب صورت لباس کو ابھی نوچ کر پھینک سکتی ہوں، بالکل پھینک سکتی ہوں" اس نے گونج دار آواز میں کہا۔ "رکھکا، تمہیں پتا ہی نہیں یہ زرق برق لباس کس لیے ہے؟ ممکن ہے میں اُس کے پاس چلی جاؤں اور کہوں: 'تم نے کبھی مجھے اس طرح دیکھا ہے؟' تمہیں معلوم ہے کہ جب وہ مجھے چھوڑ گیا تھا میں سترہ سال کی سینک سلائی مدقوق بات بے بات آنسو بہانے والی لڑکی تھی۔ اب اگر میں اس کی گود میں بیٹھ جاؤں، اس سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگوں، اسے مشتعل کروں، اس کے جذبات میں آگ لگا دوں اور اس سے کہوں: 'دیکھو اب میں کیا بن گئی ہوں، مائی ڈیئر سر، اب تم مجھ سے صرف یہی حاصل کر سکو گے اور اس سے زیادہ کچھ نہیں... کیونکہ ہزاروں لغزشیں حائل ہیں لب تک جام آنے میں۔ شاید میں اسی لیے بن ٹھن کر بیٹھی ہوں، ورکھکا۔" گروشینکا نے کینہ پرور ہلکی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔ "الیوشا، میں تند مزاج ہوں، بدخصلت ہوں۔ میں اس چمکیلے اور بھڑکیلے لباس کے پُرزے پُرزے کر دوں گی، میں اپنی شکل مسخ کر لوں گی، میں اپنا حسن بگاڑ دوں گی، میں تیز تیزاب سے اپنا چہرہ جھلس ڈالوں گی، میں چاقو سے اسے چھید ڈالوں گی اور بھیک مانگنے نکل کھڑی ہوں گی۔ اگر میرا جی نہ مانا، میں کہیں نہیں، کسی کے پاس نہیں جاؤں گی... لیکن اگر میں فیصلہ کر لوں، میں کل ہی کوزما کو اس کی ساری اشیا، اس کا سارا روپیہ، لوٹا دوں گی اور اپنی ساری زندگی دوسروں کے گھروں میں کام کر کے بتا دوں گی!... تمہارا خیال ہے میں یہ نہیں کر سکوں گی، مجھ میں اس کا حوصلہ ہی نہیں ہوگا؟ نہیں، تمہیں غلطی لگی ہے، میں کروں گی، کر کے دکھا دوں گی، بلکہ ابھی کر سکتی

ہوں، مجھے طیش مت دلاؤ... اور جہاں تک اُس کا تعلق ہے، میں اسے بے نقط سنا کر چلتا کروں گی، وہ میری جھلک بھی نہیں دیکھ سکے گا۔"

اس نے آخری لفظ ہسٹیریائی کیفیت میں کہے اور ایک بار پھر اس کی حالت غیر ہو گئی۔ اس نے چہرہ دونوں ہاتھوں میں ڈھانپا، بے اختیار تکیے پر گری اور ہچکیوں اور آہوں کے ساتھ لوٹنے پوٹنے لگی۔ رکیتن اٹھ کھڑا ہوا۔

"چلنا چاہیے" اس نے کہا۔ "پہلے ہی دیر ہو چکی ہے۔ ہمیں خانقاہ کے اندر جانے کی اجازت نہیں ملے گی۔"

گروشینکا اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

"الیوشا، تم تو نہیں جا رہے؟ ہاں یا ناں!" وہ ہکابکا ہو کر چلائی۔ اس پر ہول طاری ہو چکا تھا۔ "تم نے مجھے جس ہیجان میں سے گزارا ہے، مجھے جو اذیت پہنچائی ہے، اس کے بعد تم مجھے یوں چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔ اب تم مجھے ایک بار پھر رات کا سامنا کرنے کے لیے اکیلی نہیں چھوڑ سکتے۔"

"تم اس سے کیا چاہتی ہو، یہاں تمہارے ساتھ رات گزارے؟ اگر یہ بھی یہی چاہتا ہے، پھر خیر — گزار لے، میرا کیا بگڑتا ہے، میں اکیلا ہی چلا جاؤں گا!" رکیتن نے طنزیہ انداز سے کہا۔

"اپنی زبان کو لگام دو، گندے، غلیظ، نجس بونے!" گروشینکا نے بھڑکتے ہوئے کہا۔ "اس نے جو کچھ مجھ سے کہا ہے، تمہیں تو کبھی کہنے کی ہمت نہ ہوئی۔"

"اس نے تم سے کیا کہا ہے؟" رکیتن جھنجھلا کر بولا۔

"مجھے کچھ معلوم نہیں، مجھے کچھ پتا نہیں؛ مجھے کچھ یاد نہیں کہ اس نے مجھ سے کیا کہا تھا، مگر اس نے جو کچھ بھی کہا تھا، وہ سیدھا میرے دل میں اتر گیا تھا۔ اس نے میرا دل مسوس دیا تھا، چھید دیا تھا۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے مجھ پر ترس کھایا، اکیلا اور واحد، یہی ساری بات ہے! میرے فرشتہ صفت دوست، تم پہلے میرے پاس کیوں نہ آئے؟" وہ الیوشا کے سامنے اس طرح دو زانو ہو گئی جیسے اس پر جنون طاری ہو گیا ہو۔ "میں اپنی ساری زندگی تم جیسے شخص کا انتظار کرتی رہی ہوں۔ مجھے معلوم تھا تم جیسا ضرور آئے گا اور مجھے معاف کر دے گا۔ اس حقیقت کے باوجود کہ میں گری پڑی عورت ہوں، میں اپنے اس یقین پر ڈٹی رہی کہ کوئی نہ کوئی مجھ سے ضرور محبت کرے گا، مجھ سے محض میرے جسم کا تقاضا نہیں کرے گا!..."

"میں نے تمہارے لیے کیا کیا ہے؟" الیوشا نے اپنے چہرے پر نرم و ملائم مسکراہٹ سجاتے، اس کے اوپر جھکتے اور اس کے ہاتھ تھامتے ہوئے پوچھا۔ "میں نے تو تمہیں صرف ایک پیاز، پیاز کی ننھی اور معمولی سی گٹھی، پیش کی تھی، اس سے زیادہ تو کچھ بھی نہیں!..."

اس نے یہ کہا اور خود بھی ٹپ ٹپ آنسو بہانے لگا۔ اسی لمحے انہیں باہر سے آتی کوئی آواز سنائی دی اور وہ چونک گئے۔ کوئی شخص استقبالیہ میں پہنچ گیا تھا۔ فینیا سرپٹ بھاگتی کمرے میں آئی۔ وہ چلا چلا کر کہہ رہی تھی۔

''میڈم، میری پیاری میڈم، سندیسے والا پہنچ گیا ہے!'' اس نے وفورِ مسرت سے چلاتے اور ہانپتے ہوئے کہا۔ ''آپ کو لے جانے کے لیے کرائی سے بگھی پہنچ گئی ہے۔ تموفائی اپنی ٹرائیکا لے کر آیا ہے۔ وہ منٹوں میں گھوڑے تبدیل کر لیں گے... خط، خط، میڈم، یہ رہا خط!''

خط اس کے ہاتھ میں تھا، وہ اسے فضا میں لہرا رہی اور بار بار چلائے جا رہی تھی۔ گروشینکا نے خط چھین لیا اور اسے موم بتی کے قریب لے گئی۔ یہ مختصر سا رقعہ تھا، صرف چند سطور پر مشتمل تھا اور وہ انہیں ایک ہی سانس میں پڑھ گئی۔

''وہ مجھے بلا رہا ہے!'' وہ اونچی آواز سے بولی۔ مریضانہ مسکراہٹ سے اس کا چہرہ ٹیڑھا میڑھا ہو گیا تھا۔ ''وہ میرے لیے سیٹیاں بجا رہا ہے۔ اری کتیا کی بچی، رینگو اور رینگتے رینگتے اس کے پاس پہنچ جاؤ!''

وہ رک گئی اور یوں معلوم ہونے لگا جیسے اسے فیصلہ کرنے میں دشواری پیش آ رہی ہو۔ لیکن یہ کیفیت صرف ایک سیکنڈ رہی، اگلے پل اس کے چہرے پر خون دوڑنے لگا اور اس کے رخسار گہرے سرخ رنگ سے تمتمانے لگے۔

''میں جا رہی ہوں!'' اس نے اچانک باآواز بلند کہا۔ ''میری زندگی کے پانچ سال! خداحافظ، الیوشا، خداحافظ! میری قسمت پر مہر ثبت ہو گئی ہے... جاؤ، چلے جاؤ، تم سب چلے جاؤ، دفع ہو جاؤ۔ میں تم میں سے کسی کی شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتی!... گروشینکا نئی زندگی کی جانب پرواز کر رہی ہے... رکھتکا، تمہیں میری عیب جوئی نہیں کرنا چاہیے۔ عین ممکن ہے میں موت کی طرف قدم بڑھا رہی ہوں! خدایا، میرا خیال ہے مجھے نشہ چڑھ گیا ہے!''

اچانک اس نے انہیں وہیں چھوڑا اور اپنے بیڈ روم کی طرف بھاگ گئی۔

''خیر، اب اسے ہماری ضرورت نہیں رہی، اس کے دماغ پر ہم سے زیادہ اہم چیزیں سوار ہو گئی ہیں!'' رکیتن غرایا۔ ''آؤ، چلیں، ورنہ مزید زنانہ چیخ پکار سننے کو ملے گی۔ میں اس رونے دھونے اور چیخ چہاڑ سے تنگ آ چکا ہوں...''

الیوشا یوں کھنچا کھنچا اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا جیسے وہ کوئی کٹھ پتلی ہو۔ صحن میں بگھی کھڑی تھی۔ گھوڑوں کی راسیں کھولی جا چکی تھیں، کوئی شخص لالٹین پکڑے ادھر ادھر گھوم پھر رہا تھا، خوب چہل پہل لگی ہوئی تھی۔ دروازے میں ٹرائیکا داخل ہو رہی تھی جس میں تازہ گھوڑے جتے ہوئے تھے۔ لیکن

الیوشا اور رکیتن بمشکل پورچ کی سیڑھیاں اترے ہوں گے کہ گروشینکا کے بیڈ روم کی کھڑکی کھلی اور اس نے کھنکھناتے لہجے میں الیوشا کو آواز دی۔

''الیوشیچکا، اپنے بھائی متنکا کو میرا پیار پہنچا دینا اور اسے بتا دینا کہ وہ اپنی نابکار کے متعلق بری بری باتیں نہ سوچے، اور ہاں، اسے بتا دینا کہ میں نے کہا تھا: 'گروشینکا کا ہاتھ اس جیسا نفیس شخص نہیں بلکہ کوئی لفنگا ہی تھامے گا!' اور ہاں، ایک بات اور، اس سے کہنا کہ گروشینکا نے اس سے صرف ایک گھنٹہ محبت کی تھی، وہ اس سے صرف ایک واحد گھنٹہ ہی محبت کر سکی تھی، چنانچہ اس کے بعد اسے اس گھنٹے کو یاد رکھنا ہوگا اور اس سے کہنا کہ گروشینکا اس سے صرف یہی چاہتی ہے، اس کے ماسوا وہ کسی اور چیز کی تمنا نہیں کرتی!...''

وہ چپ ہو گئی، اس کی سسکیاں نکل رہی تھیں۔ کھڑکی دھماکے سے بند ہو گئی۔

''ہماہ، ہماہ!'' رکیتن غرایا۔ ''پہلے وہ تمہارے بھائی متنکا کے چاقو گھونپتی ہے اور پھر کہتی ہے کہ وہ اسے ساری عمر یاد رکھے۔ کتیا کہیں کی!''

الیوشا نے کوئی جواب نہ دیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس نے کچھ سنا ہی نہیں۔ وہ رکیتن کی رفاقت میں بہت تیز تیز چل رہا تھا جیسے وہ بہت جلدی میں ہو۔ وہ کچھ ایسے مشینی انداز سے چلا جا رہا تھا جیسے اس پر سکتے کی کیفیت طاری ہو چکی ہو۔ اچانک رکیتن چونک اٹھا جیسے اسے بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔ قبل ازیں جب وہ الیوشا کی سنگت میں گروشینکا کے ہاں پہنچا تھا تو وہاں جو کچھ ہوا، اس کی اسے قطعاً کوئی توقع نہیں تھی؛ جو کچھ ہوا، بالکل مختلف تھا اور اس کی خواہشات کے عین خلاف تھا۔

''اس کا یہ افسر پولستانی ہے،'' اس نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے دوبارہ گفتگو شروع کی۔ ''ویسے اب وہ افسر بھی نہیں رہا۔ کسی زمانے میں وہ سائبیریا میں ــــ میرا خیال ہے کہیں چین کی سرحد کے قریب ــــ کسٹمز میں ملازم تھا۔ وہ بالکل بے حیثیت پولستانی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی ملازمت چھن چکی ہے۔ پھر اسے معلوم ہوا کہ گروشینکا کے پاس کچھ روپیہ ہے، اور وہ واپس آ گیا۔ بس اتنی سی بات ہے۔''

اور ایک بار پھر یہی لگا جیسے الیوشا نے اس کی بات سنی ہی نہ ہو۔ رکیتن سے مزید برداشت نہ ہو سکا۔

''چنانچہ تم نے ایک گنہگار کو بچا لیا ہے، ہونہہ؟'' اس نے پُرخصوصیت لہجے سے الیوشا کا ٹھٹھا اڑاتے ہوئے کہا۔ ''چنانچہ تم نے ایک افتادہ عورت کو نیکی کے راستے پر ڈال دیا ہے، یہی کیا ہے نا تم نے؟ اس کے بدن سے سات بدروحیں (20) نکال دی ہیں۔ چنانچہ جس معجزے کی سب لوگ توقع کر رہے تھے، وہ ظہور پذیر ہو ہی گیا!''

"بس کرو، رکیتن!" الیوشا نے بوجھل دل سے جواب دیا۔

"تم مجھ سے جو گھِن کھا رہے ہو اس کی وجہ وہ پچیس روبل تو نہیں؟ میرا خیال ہے تم سوچ رہے ہو گے کہ میں نے سچے دوست سے غداری کی ہے لیکن نہ تو تم یسوع ہو اور نہ میں یہوداہ (21)۔"

"اوہ، رکیتن، میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں اس رقم کے متعلق بالکل بھول چکا تھا" الیوشا نے بلند آواز سے کہا، "یہ تم ہی ہو جو مجھے اس کی یاد دہانی کرا رہا ہے..."

لیکن اب رکیتن کا پارہ آسمان تک پہنچ چکا تھا۔

"تم سب جہنم میں جاؤ، ایک ایک کر کے سب کے سب!" اس نے اچانک چیختے ہوئے کہا۔ "آخر مجھے یہ سوجھی کیا کہ تم سے دوستی کر لی! جہاں تک میرا تعلق ہے تم بے شک آج ہی جہنم رسید ہو جاؤ! جاؤ، دفع ہو جاؤ، میری نظروں سے دور ہو جاؤ!"

وہ یک لخت مڑا اور ایک دوسری سڑک پر ہو لیا۔ الیوشا اندھیرے میں اکیلا رہ گیا۔ وہ قصبے سے نکلا اور اس نے کھیتوں کے بیچ پگڈنڈی پر چلتے خانقاہ کا رخ کر لیا۔

4

قانائی الجلیل (22)

جب الیوشا درویش خانے میں واپس آیا تو خانقاہ کے قواعد کے مطابق خاصی تاخیر ہو چکی تھی، تاہم گیٹ کیپر نے اسے خاص دروازے سے اندر جانے کی اجازت دے دی۔ گھڑیال نے نو بجائے ـــــ ایک ایسے دن کے اختتام پر جس نے ان سب کو پریشانی اور خلش میں مبتلا کیے رکھا تھا، یہ آرام اور چین کا وقت تھا۔ الیوشا نے ڈرتے ڈرتے دروازہ کھولا اور ستارتس کے حجرے میں داخل ہو گیا جہاں اب تابوت کھڑا تھا۔ کمرے میں فادر پائیسی کے ماسوا اور کوئی متنفس نہیں تھا۔ وہ اکیلا تابوت کے اوپر اناجیل اربعہ کی خواندگی کر رہا تھا اور زیر تربیت راہب پرفائری، جسے گزشتہ رات کی بحث اور آج کے جوش و خروش اور واقعات نے نڈھال کر دیا تھا، برابر کے کمرے میں گھوڑے بیچ کر سویا ہوا تھا۔ اگرچہ فادر پائیسی نے الیوشا کے قدموں کی چاپ سن لی تھی، اس نے اتنا بھی نہ کیا کہ

مڑ کر اس پر ایک سرسری نظر ہی ڈال لیتا۔ دروازے میں داخل ہونے کے بعد الیوشا دائیں جانب مڑا، کونے میں پہنچا اور عبادت کے لیے دوزانو ہو گیا۔

اس کی روح مبہم جذبات سے لبالب بھری ہوئی تھی لیکن ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں تھا جو دوسروں سے واضح طور پر ممتاز ہو کر سامنے آتا کیونکہ جونہی کسی ایک کو سر اٹھانے کا موقع ملتا، معاً کوئی دوسرا اس کا تعاقب کرنے لگتا اور یوں ایک پیہم اور نہ ختم ہونے والی رَو کا سلسلہ جاری تھا۔ اسے اپنا دل آسودہ محسوس ہو رہا تھا لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اسے اس پر کوئی حیرت نہیں ہو رہی تھی۔ اسے ایک بار پھر تابوت اور کفن میں لپٹی ہوئی میت نظر آئی جو اس کے نزدیک اتنی بیش قیمت تھی، لیکن صبح کے وقت اسے جس جگر خراش، تکلیف دہ اور اذیت ناک تاسف و رنجیدگی میں سے گزرنا پڑا تھا، اب اس کا دور دور تک کوئی نشان باقی نہیں رہ گیا تھا۔ حجرے میں قدم رکھنے کے بعد وہ تابوت کے سامنے بالکل اسی طرح دوزانو ہو گیا جس طرح لوگ کسی مقدس درگاہ کے روبرو ہوتے ہیں لیکن اس کے دل و دماغ سرشار، نیز سرور سے چھلک رہے تھے۔ حجرے کی ایک کھڑکی کھلی تھی اور اندر جو ہوا آ رہی تھی وہ تازہ اور قدرے خنک تھی ـــــ "تعفن پہلے سے بھی شدید ہو گیا ہو گا، بھی تو انہیں کھڑکی کھولنا پڑی،" الیوشا نے سوچا۔ لیکن گلنے سڑنے کی بدبو، جو اسے کچھ عرصہ پہلے اتنی گھناؤنی اور ذلت ناک معلوم ہوئی تھی، اب پہلے والی شدید ذہنی اذیت اور کراہت نہیں ابھار رہی تھی۔ وہ زیرِ لب عبادت کرنے لگا لیکن اسے بہت جلد احساس ہو گیا کہ پوری طرح منہمک ہونا اس کے بس میں نہیں، وہ عبادت کے کلمات محض مشینی انداز سے ادا کر رہا ہے۔ بے ترتیب، غیر مربوط اور ادھورے خیالات یکے بعد دیگرے اچانک اس کے دماغ میں آتے، شہابِ ثاقب کی طرح بھڑکتے اور غائب ہو جاتے، لیکن وہ خود اس بات سے آگاہ تھا کہ اس کے قلب و روح میں کوئی سالم، پائے دار اور آسودگی بخش چیز موجود ہے۔ کبھی کبھار وہ پورے اشتیاق اور انہماک سے عبادت میں مصروف ہو جاتا کیونکہ اسے شکرانہ ادا کرنے اور محبت کا اظہار کرنے کی شدید تمنا تھی... وہ ذوق و شوق سے ایک مناجات شروع کرتا لیکن اگلے ہی لمحے اس کی توجہ بھٹک جاتی، وہ اپنے ہی کسی خیال میں کھو جاتا اور نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ نہ صرف یہ کہ مناجات بھول جاتا بلکہ اسے یہ بھی یاد نہ رہتا کہ اس کی توجہ کس چیز سے بھٹکی تھی۔ فادر پائیسی، جو خواندگی کر رہا تھا، وہ اسے سننے کی کوشش کرنے لگا لیکن وہ تھکن سے اس قدر مغلوب ہو چکا تھا کہ آہستہ آہستہ نیند اس پر غلبہ پانے لگی اور اس کی آنکھ لگ گئی...

"پھر تیسرے دن قانائی الجلیل میں ایک شادی ہوئی،" فادر پائیسی پڑھ رہا تھا، "اور یسوع کی ماں وہاں تھی۔ اور یسوع اور اس کے شاگردوں کی بھی اس

شادی میں دعوت تھی۔''

''شادی؟ یعنی چہ؟... شادی؟'' الفاظ الیوشا کے دماغ کی طرف بگولے کی طرح لپکے۔ ''وہ بھی خوش نصیب ہے... وہ دعوت پر چلی گئی ہے... نہیں، وہ اپنے ساتھ چاقو لے کر نہیں گئی، چاقو لے کر نہیں گئی... وہ تو محض کرب کی چیخ تھی، خیر... کرب کی چیخوں کو معاف کر دیا جانا چاہیے۔ کرب کی چیخوں سے روح کو شانتی ملتی ہے... ان کے بغیر غم ناقابل برداشت ہو جائے گا۔ رکیتن بغلی گلی میں چلا گیا تھا۔ رکیتن ہر وقت اپنے بغضوں کے متعلق سوچتا رہتا ہے، وہ ہمیشہ یونہی بغلی گلیوں میں کھسکتا رہے گا... اور سڑک... سڑک چوڑی، سیدھی، درخشاں، بلور کی مانند صاف شفاف ہے، اور دھوپ اس کے آخری سرے پر ہے... آہ؟... یہ کیا پڑھ رہا ہے؟''

''اور جب مے ہو چکی تو یسوع کی ماں نے ان سے کہا کہ ان کے پاس مے نہیں رہی...'' الیوشا کو سنائی دیا۔

''ارے ہاں، کوئی بات میرے کانوں تک پہنچ نہیں سکی ہے اور میں نہیں چاہتا تھا کہ میں اسے سننے سے رہ جاؤں۔ مجھے یہ ٹکڑا پسند آیا ہے: قانائی الجلیل، پہلا معجزہ... اوہ، وہ معجزہ، اوہ، وہ شیریں معجزہ! یسوع نے جب پہلا معجزہ دکھایا تھا، وہ لوگوں کے غم میں، ان کی خوشی میں شریک ہو رہے تھے، خوشی منانے میں لوگوں کی مدد کر رہے تھے... 'جو انسانوں سے محبت کرتا ہے ان کی خوشیوں سے بھی محبت کرتا ہے...' ستارتس اکثر اس کی تکرار کرتے رہتے تھے، یہ ان کی اصل تعلیمات کا جزو تھا... قیا کہتا ہے: 'مسرت کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا...' ارے ہاں — قیا... 'ہر وہ چیز جو صدق شعار اور خوب صورت ہے، ہمیشہ عفو پر مائل رہتی ہے' — یہ بھی وہ مجھ سے کہتا رہتا تھا...''

''یسوع نے اس سے کہا، 'اے عورت، مجھے تجھ سے کیا کام ہے؟ ابھی میرا وقت نہیں آیا۔'''

''اس کی ماں نے ملازموں سے کہا، 'جو کچھ یہ تم سے کہے، وہ کرو۔'''

'''وہ کرو' مسرت، بعض مفلس لوگوں کی مسرت، بعض انتہائی مفلس لوگوں کی مسرت... اگر انہیں شادی کے موقع پر بھی کافی مے میسر نہیں تھی، پھر وہ لازماً مفلس ہوں گے... مؤرخین ہمیں بتاتے ہیں کہ اس زمانے میں مفلس ترین لوگ — وہ اتنے مفلس تھے کہ آدمی سوچ بھی نہیں سکتا کہ کوئی شخص اتنا مفلس ہو سکتا ہے — جھیل جینے سارےت (23) کے کناروں اور اس سے ملحقہ علاقوں میں آباد تھے... ایک اور عظیم ہستی، اس کی ماں، جو خود بھی عظیم دل کی مالک تھی، وہاں اس کے ساتھ موجود تھی اور وہ جانتی تھی کہ وہ انسانی قالب میں محض اس لیے نہیں آیا تھا کہ اسے جو عظیم اور مہیب تاک فریضہ سونپا گیا ہے، اسے پایۂ تکمیل تک پہنچائے بلکہ اس لیے بھی کہ وہ دکھا سکے کہ

اس کا دل سیدھے سادے، بھولے بھالے اور بے ریا لوگوں کی، جو شاید اسے ازرہ شفقت اپنی شادیوں کی پھیکی اور بے رس تقریبات میں آنے کی دعوت دیں، معصومانہ، بے تصنع اور ناتراشیدہ مسرتوں کے لیے وا ہے اور وہ ان میں شریک ہونے کے لیے تیار ہے۔ 'میرا وقت ابھی آیا نہیں،' اس نے اپنی ماں سے پُرخلوص مسکراہٹ سے کہا (وہ اسے پُرخلوص مسکراہٹ سے نوازے بغیر رہ ہی نہیں سکتا تھا)... تو کیا وہ واقعی محض مفلس لوگوں کی بیاہ شادیوں پر مے مہیا کرنے آیا تھا؟ تاہم اس نے اپنی ماں کے حکم پر بالکل یہی کیا تھا... اف، وہ پھر پڑھ رہا ہے...''

''یسوع نے ان سے کہا، 'مشکوں میں پانی بھر دو۔' پس انہوں نے ان کو لبالب بھر دیا۔''

''پھر اس نے ان سے کہا، 'اب نکال کر میر مجلس کے پاس لے جاؤ۔' پس وہ لے گئے۔''

''جب میر مجلس نے وہ پانی چکھا جو مے بن گیا تھا اور جانتا نہ تھا کہ یہ کہاں سے آئی ہے (مگر خادم جنہوں نے پانی بھرا تھا، جانتے تھے)، تو میر مجلس نے دلہا کو بلا کر اس سے کہا:

''ہر شخص پہلے اچھی مے پیش کرتا ہے اور ناقص اس وقت جب پی کر چھک گئے مگر تو نے اچھی مے اب تک رکھ چھوڑی ہے۔''

''لیکن یہ کیا ہے؟ یہ کیا ہے؟ کمرا پھیلتا کیوں جا رہا ہے؟... ارے ہاں... یہ شادی، یہ بیاہ کی تقریب ہے... ہاں، بالکل۔ ادھر مہمان ہیں، ادھر نو بیاہتا نوجوان جوڑا بیٹھا ہے اور لوگ خوشیاں منا رہے ہیں اور... صاحب عقل میر مجلس کہاں ہے؟ لیکن یہ کون ہے؟ کون؟ کمرا پھر تنگ ہو گیا ہے... بڑی میز سے کون اٹھ رہا ہے؟ کیا؟ وہ بھی یہیں ہیں؟ لیکن وہ تو یقیناً اپنے تابوت میں ہوں گے... لیکن وہ یہاں بھی ہیں... وہ اٹھ کھڑے ہوئے ہیں، انہوں نے مجھے دیکھ لیا ہے، وہ ادھر آ رہے ہیں... خدایا!...''

ہاں، وہ سیدھا اسی کی جانب آ رہا تھا: کوتاہ قامت، سوکھا چھوارا، کہن سال شخص، چھوٹی چھوٹی جھریوں سے بھرا چہرہ، وہ اس کی جانب آ رہا تھا، وہ خوشی سے کھلا جا رہا تھا اور وہ ملائم ہنسی ہنس رہا تھا۔ اس کا تابوت غائب ہو چکا تھا۔ اور وہ اسی لباس میں ملبوس تھا جو اس نے کل پہن رکھا تھا جب وہ ان کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور اس کے مہمان اس سے ملنے اس کے ہاں اکٹھا ہو گئے تھے۔ اس کے چہرے پر تکدر اور افسردگی کے کوئی آثار نہیں تھے، اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ ''بالکل ٹھیک، یہ وہی ہیں، چنانچہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی دعوت میں موجود ہیں، انہیں بھی قانائی الجلیل کی شادی کی

تقریب میں بلایا گیا ہے..."

"میرے دوست، مجھے واقعی بلایا گیا تھا، مدعو کیا گیا تھا۔" اسے اپنے اوپر نرم و ملائم آواز ابھرتی سنائی دی۔ "تم یہاں ہم سے چھپ کر کیوں بیٹھے ہوئے ہو؟ آؤ اور ہم میں شامل ہو جاؤ۔"

"یہ انہی کی آواز ہے، یہ ستارتس زوسیما کی آواز ہے... ہاں، ان کے علاوہ مجھے اور کون بلا سکتا ہے؟" ستارتس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تاکہ وہ ایلیوشا کو کھڑے ہونے میں مدد دے سکے۔

"آؤ، ہم جشن منائیں،" سوکھے چھوارے کوتاہ قامت بوڑھے نے کہا، "آؤ ہم نئی مے، نئی مسرت، عظیم مسرت کی مے نوش کرتے ہیں۔ دیکھو، یہاں کتنی بڑی تعداد میں مہمان آئے ہوئے ہیں اور یہ دولہا اور دلہن، وہ ادھر صاحب عقل میر مجلس تشریف فرما ہے، وہ نئی مے کی چسکیاں لے رہا ہے۔ تم مجھے دیکھ کر حیران کیوں ہو رہے ہو؟ میں نے پیاز کی گٹھی پیش کی تھی اور یہی وجہ ہے کہ میں یہاں ہوں۔ اور یہاں جو لوگ موجود ہیں، ان میں سے بہتوں نے صرف ایک ایک گٹھی... ننھی منی، چھوٹی موٹی گٹھی... پیش کی تھی۔ ہم جتنے بھی کام کرتے ہیں، ان کی اہمیت ہے ہی کیا؟ اور میرے شریف النفس، میرے منکسر مزاج بچے، تم نے بھی آج ایک بھوکی عورت کو گٹھی پیش کرنے کا اہتمام کر لیا، میرے مشفق، میرے منکسر مزاج دوست، اپنا کام شروع کر دو، شروع کر دو... اور تمہیں ہماری روشنی نظر آ رہی ہے، تمہیں وہ (یسوع) دکھائی دے رہا ہے؟"

"مجھے خوف تنگ کر رہا ہے... مجھ میں دیکھنے کی ہمت نہیں..." ایلیوشا نے سرگوشی کی۔

"اس سے مت خوف کھاؤ۔ وہ اپنے جاہ و جلال میں پُرہیبت ہے، اپنی شان و شکوہ میں بارعب ہے، لیکن وہ بے پایاں طور پر رحیم و کریم ہے۔ چونکہ اسے ہم سے محبت ہے، اس نے ہماری شبیہہ اختیار کر لی ہے اور ہمارے ساتھ جشن منانے میں شامل ہو گیا ہے۔ اس نے پانی کو مے میں تبدیل کر دیا ہے تاکہ مہمانوں کی خوشی میں خلل نہ پڑے، وہ نئے مہمانوں کی آمد کی توقع کر رہا ہے، وہ ہمیشہ نئے سے نئے لوگوں کو مدعو کرتا رہتا ہے اور ابد تک مدعو کرتا رہے گا۔ وہ نئی مے لا رہے ہیں، کیا تم انہیں نئے گھڑے اندر لاتے دیکھ رہے ہو؟..."

ایلیوشا کے دل میں کوئی چیز جلنے لگی، اس میں کوئی چیز سوجنے لگی یہاں تک کہ اسے اذیت کا احساس ہونے لگا، اس کی روح کے اندر وجد کے آنسو جمع ہونے لگے... اس نے اپنے بازو آگے بڑھائے اور اس کی آنکھ کھل گئی...

ایک بار پھر تابوت اس کی نگاہوں کے سامنے تھا، کھڑکی کھلی تھی اور نرم، سنجیدہ اور پُراستقلال آواز اناجیل اربعہ کی خواندگی کرنے میں مشغول تھی، لیکن جو کچھ پڑھا جا رہا تھا، ایلیوشا کو سنائی نہیں دے رہا تھا۔ عجیب بات تو یہ تھی کہ وہ اپنے گھٹنوں پر جھکے جھکے سو گیا تھا اور اب وہ اپنے پاؤں پر

کھڑا تھا۔۔۔ اور اس نے یک لخت تین پُرعزم تیز تیز قدم اٹھائے اور سیدھا تابوت کے پاس پہنچ گیا۔ اس کا کندھا فادر پائیسی کے ساتھ چھو گیا تھا لیکن اسے معلوم نہ ہو سکا۔ مؤخرالذکر نے ایک لمحے کے لیے کتاب سے نگاہیں اٹھائیں تاکہ وہ اسے ایک نظر دیکھ سکے لیکن اس نے جھٹ پٹ اپنی نگاہیں دوسری طرف پھیر لیں۔ اسے احساس ہو گیا تھا کہ نوجوان پر کوئی عجیب واردات بیت چکی ہے۔ ایلیوشا تقریباً آدھ منٹ تابوت کو دیکھتا رہا جس میں کفن میں ملفوف ساکت میت لیٹی ہوئی تھی، اس کے سینے پر ایک ایقونہ اور اس کی کلاہ درویشی پر آٹھ کونوں والی صلیب پڑی تھی۔ اس نے ابھی ابھی اس کی آواز سنی تھی جو ابھی تک اس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔ وہ ابھی تک کان لگائے ہوئے تھا، اسے ابھی تک مزید سننے کی توقع تھی... لیکن وہ اچانک مڑا اور حجرے سے باہر نکل گیا۔

وہ پورچ میں بھی نہ رکا بلکہ تیزی سے سیڑھیاں نیچے اتر گیا۔ اس کی روح، جو وجد سے سرشار ہو چکی تھی، آزادی، وسیع و عریض فضاؤں کی آرزو کر رہی تھی۔ اس کے سر پر فلکی گنبد افق تا افق پھیلا ہوا تھا جس پر ساکت اور درخشاں ستارے جڑے ہوئے تھے۔ سمت الراس سے افق تک کہکشاں اپنے ہنوز مدھم بازو پھیلائے ہوئے تھی۔ خنک، خاموش اور پُرسکون رات نے دھرتی کو اپنی آغوش میں سمیٹ لیا تھا۔ نیلگوں شب میں خانقاہ کے گرجے کے سفید مینار اور سنہری گنبد چمک رہے تھے۔ درویش خانے کے گرد و پیش کیاریوں میں موسم خزاں کے پُرشکوہ پھول رات کے لیے محو خواب ہو گئے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ دھرتی کی خاموشی آکاش کی خاموشی میں یوں گھل مل گئی ہے جیسے دھرتی کا بھید ستاروں تک پہنچ گیا ہو... ایلیوشا کھڑا انہیں دیکھتا رہا اور پھر وہ اچانک یوں زمین پر گر پڑا جیسے صدمے سے ہوش و حواس کھو بیٹھا ہو۔

اسے معلوم نہیں تھا کہ وہ دھرتی سے کیوں بغل گیر ہو رہا ہے۔ وہ اپنے آپ کو سمجھا نہیں سکتا تھا کہ وہ اتنے بے لگام انداز سے اسے چومنا کیوں چاہتا ہے، وہ ساری کی ساری دھرتی کو کیوں چومنا چاہتا ہے، مگر وہ اسے چومے جا رہا تھا، ساتھ ساتھ آنسو بہائے اور ہچکیاں لیے جا رہا تھا، اسے اپنے آنسوؤں سے شرابور کیے جا رہا تھا اور بڑے جوش و خروش سے قسمیں کھائے جا رہا تھا کہ وہ اس سے تاابد محبت کرتا رہے گا۔ "اپنی مسرت کے آنسوؤں سے دھرتی کو شرابور کر دے اور ان آنسوؤں سے پیار کر..." یہ الفاظ اس کی روح میں گونج رہے تھے۔ وہ کس چیز پر آنسو بہا رہا تھا؟ آہ، وجد کے عالم میں وہ ان ستاروں پر بھی رو رہا تھا جو ازل سے اس پر چمک رہے تھے۔ "اسے اپنے اس وجد پر کوئی شرمندگی نہیں تھی۔" یہ تو ایسے تھا جیسے اس کی روح خدا کی لاتعداد دنیاؤں کو ایک دوسرے سے مربوط کرنے والے تاروں کا سنگم بن گئی ہو اور ان "بعید دنیاؤں کے ساتھ رابطے پر" کپکپانے لگی ہو۔ وہ ہر شخص کو ہر بات پر معاف کرنے اور اس سے عفو طلب کرنے کا آرزومند تھا۔۔۔ اُف، اپنے

ہی لیے نہیں بلکہ دوسروں کے لیے بھی! "پھر وہ میرے لیے عفو مانگیں گے" ــــ یہ الفاظ اس کے دماغ میں گونج رہے تھے۔ لیکن ہر گزرتے لمحے کے ساتھ وہ واضح طور پر، یقین طور پر آگاہ ہوتا چلا گیا کہ کوئی چیز، جو فلکی محراب کی مانند محکم اور غیر حقیر ہے، اس کی روح میں داخل ہو رہی ہے۔ کچھ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی خیال اس کے دماغ پر قابض ہوتا جا رہا ہے اور یہ تاحیات، تاابد اس کے ساتھ رہے گا۔ جب وہ دھرتی پر گرا تھا، وہ کمزور و ناتواں نوخیز نوجوان تھا، مگر جب وہ اٹھ کر اپنے پاؤں پر کھڑا ہوا، وہ سخت جان اور پُرعزم جنگجو بن چکا تھا اور ساری زندگی بنا رہے گا، اور اس نے یہ بات اس وجد کی کیفیت میں، جو محض پلک جھپکنے کے عرصے کے دوران میں جاری رہی تھی، بھانپ لی اور پہچان لی تھی۔ اور اپنی ساری زندگی کے دوران میں الیوشا اس لمحے کو کبھی فراموش نہیں کر پائے گا۔ "اس لمحے کوئی میری روح کا دیدار کرنے آیا تھا" بعد ازاں وہ بار بار کہتا رہے گا اور اپنے ان الفاظ پر اسے پختہ یقین رہے گا...

اپنے مرحوم ستارتس کی ہدایت کے مطابق کہ وہ "دنیا میں واپس چلا جائے"، وہ تین دن بعد خانقاہ سے رخصت ہو گیا۔

آٹھویں کتاب

متیا

1
کوزما سامسونوف

جب گروشینکا اپنی نئی زندگی سے ہم آغوش ہونے کے لیے پر تول رہی تھی لیکن جانے سے پہلے الیوشا کو حکم دے رہی تھی کہ وہ دمتری فیودرووچ کو اس کا سلام پہنچا دے اور ساتھ ہی اسے تاکید کر دے کہ وہ اس گھنٹے کو ہمیشہ یاد رکھے جب اس (گروشینکا) نے اس کے ساتھ سچی محبت کی تھی، تب دمتری فیودرووچ کو قطعاً معلوم نہیں تھا کہ اس (گروشینکا) پر کیا واردات گزر چکی ہے، وہ تو اپنے ہی تفکرات کے بوجھ تلے دبا ہوا تھا اور بھیانک ذہنی انتشار کی لپیٹ میں آ چکا تھا۔ گزشتہ دو دنوں کے دوران میں اس کی دماغی کیفیت کچھ اس انتہا تک پہنچ چکی تھی، جیسا کہ خود اس نے بعد میں کہا، وہ سرسام (23۔الف) میں مبتلا ہو سکتا تھا۔ الیوشا گزشتہ صبح اسے تلاش کرنے میں ناکام رہا تھا اور اس کے بھائی ایوان کی بھی سے خانے میں اس سے ملاقات نہیں ہو سکی تھی۔ جس فلیٹ میں وہ مقیم تھا، اس کے مالک میاں بیوی نے اس کے حکم پر اس کا اتا پتا بتانے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ گزشتہ چند دنوں کے دوران میں وہ پاگلوں کی طرح ادھر ادھر بھاگتا پھرتا رہا تھا اور جیسا کہ اس نے

خود بعد میں اقرار کیا: "میں اپنی روح کے خلاف نبرد آزما تھا اور اپنی نجات ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا تھا۔" اور اس حقیقت کے باوجود کہ وہ ایک پل کے لیے بھی کہیں جانے کو تیار نہیں تھا کیونکہ اسے خدشہ تھا کہ گروشینکا کی آمد پر وہ اسے دیکھ نہیں سکے گا، اسے فی الواقعی کسی کام کے سلسلے میں قصبے سے باہر جانا پڑا۔ یہ سب کچھ بعد میں اجمالی تفصیل اور سرکاری طور پر منظر عام پر آ گیا، مگر جس خوف ناک مصیبت نے اسے اچانک اور غیر متوقع انداز سے اپنی لپیٹ میں لیا تھا، اب ہم یہاں اس سے پہلے کے دو بھیانک دنوں کے صرف بڑے اور چیدہ چیدہ واقعات کا ذکر کریں گے۔

اگرچہ یہ درست ہے کہ گروشینکا نے اس ایک گھنٹے کے دوران میں اس کے ساتھ سچا اور پُرخلوص پیار کیا تھا تاہم اس کے ساتھ ساتھ وہ اسے سفاکانہ اور بے رحمانہ انداز سے اذیت دینے میں بھی کامیاب رہی تھی۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس (گروشینکا) کے عزائم کی اس کے کانوں میں بھنک تک نہ پڑ سکی، وہ اس کے ساتھ نرمی سے پیش آتا یا سختی برتتا، لیکن کسی طرح بھی وہ انہیں اگلوانے میں کامیاب نہ ہو پاتا ــــ وہ بھی اس کے جھڑے میں نہ آتی بلکہ الٹا اس پر چڑھائی کر دیتی اور اسے بالکل ہی دھتکار دیتی۔ اس وقت وہ یہ بات پوری طرح سمجھتا تھا کہ وہ اپنے مقصد (گروشینکا کے عزائم دریافت کرنا) میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ اس کے ساتھ ہی صحیح طور پر اس کے پاس یہ شبہ کرنے کی وجہ تھی کہ وہ بھی داخلی کشمکش میں سے گزر رہی ہے، کسی ایسی گومگو صورت حال میں پھنس چکی ہے جس میں فوری فیصلہ درکار ہے، اپنے آئندہ لائحہ عمل کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنا چاہتی ہے لیکن فیصلہ کرنے کی صلاحیت سے اپنے آپ کو عاری پا رہی ہے اور چنانچہ جب وہ ڈوبتے دل کے ساتھ یہ مفروضہ باندھنے لگا کہ وہ لازماً اس سے اور اس کی تشنگانہ خواہشات سے بے پناہ نفرت کرتی ہو گی، تو اس کا یہ مفروضہ بالکل ہی بے بنیاد نہیں تھا اور اسے خود بھی اس پر کوئی حیرت نہ ہوئی۔ غالباً یہ صورت حال کی صحیح عکاسی تھی، پھر بھی اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر گروشینکا کی پریشانی کیا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ جہاں تک اس کی اپنی ذات کا تعلق تھا، اس کے لیے دو دن میں سارا مسئلہ خود بخود سلجھ گیا: "یا تو اسے مجھے یا پھر فیودر پاولووچ کو منتخب کرنا ہو گا، تیسری کوئی صورت ہے ہی نہیں۔"

برسبیل تذکرہ، یہاں یہ بات واضح کر دینا ضروری ہے: اسے پختہ یقین تھا کہ فیودر پاولووچ لازماً گروشینکا کو شادی کی تجویز پیش کرے گا (اگر وہ پہلے ہی یہ تجویز پیش نہیں کر چکا) اور اسے پل بھر کے لیے بھی یہ خیال نہ آیا کہ عیش پرست کو یقین ہے کہ محض تین ہزار روبل ادا کرنے پر اس کا کام بن جائے گا اور اسے ایک دھیلا بھی مزید خرچ نہیں کرنا پڑے گا۔ متیا اس نتیجے پر اپنی ان معلومات کے بل بوتے پر پہنچا تھا جو اسے گروشینکا اور اس کے کردار کے بارے میں حاصل ہوئی

تھیں۔ چنانچہ اکثر اوقات اسے یہی نظر آتا ہو گا کہ گروشینکا جن مشکلات میں گھری ہوئی ہے اور وہ جس عدم فیصلے کی کیفیت میں سے گزر رہی ہے، اس کا باعث محض یہ حقیقت ہو گی کہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ وہ باپ بیٹے میں سے کسے ترجیح دے اور اس کی کون سی ترجیح آخر کار اس کے لیے زیادہ سودمند رہے گی۔

عجیب بات تو یہ ہے کہ ان ایام کے دوران میں متیا کے ذہن میں کبھی بھولے سے بھی یہ خیال نہ آیا کہ وہ ذرا رک کر اس "افسر" کا بھی دھیان دل میں لے آئے جس نے گروشینکا کی زندگی میں اتنے دور رس اور تباہ کن نتائج کا حامل کردار ادا کیا تھا اور جس کی فوری آمد کی توقع وہ اتنے خوف اور تشویش کے عالم میں کر رہی تھی۔ یہ درست ہے کہ گزشتہ چند دنوں کے دوران میں گروشینکا نے اس معاملے میں بالکل چپ سادھ رکھی تھی اور متیا سے اس بارے میں ایک لفظ تک نہیں کہا تھا۔ تاہم اسے خود گروشینکا کی زبانی اس شخص کے، جو ایک مرتبہ اس کی آبرو لوٹ چکا تھا، خط کے متعلق معلوم ہو چکا تھا جو اسے ایک ماہ قبل موصول ہوا تھا اور جس کے مندرجات کے بارے میں وہ خود بھی کسی حد تک آگاہ ہو چکا تھا۔ ایک پُرغضب موقع پر وہ یہ خط اسے دکھا چکی تھی مگر وہ یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئی تھی کہ وہ اسے کوئی خاص اہمیت دینے پر تیار نظر نہیں آتا۔ اس نے ایسا کیوں کیا، اس کی توجیہہ کرنا خاص دشوار امر ہے ـــ شاید اس کی وجہ محض یہ ہو کہ اس عورت کے حصول کی خاطر اس کی اپنے باپ کے ساتھ جو چپقلش چل رہی تھی، اس پر اسے نفرت اور دل شکستگی نے جس طرح دبا رکھا تھا، اس میں وہ یہ سوچنے سے قاصر ہو چکا تھا کہ ("افسر" کی آمد کی وجہ سے) اس کا سامنا کم از کم وقتی طور پر کہیں زیادہ خوفناک اور پُرخطر چیز سے ہوا چاہتا ہے۔ جہاں تک شادی کے اس نئے امیدوار کا تعلق ہے جو پانچ سال کی غیر حاضری کے بعد اچانک منظر عام پر نمودار ہو گیا تھا، متیا کو اس کی آمد کا تو کیا یقین آتا، وہ تو یہ بھی ماننے کے لیے راضی نہیں ہو رہا تھا کہ ایسا کوئی شخص واقعی موجود ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ اس "افسر" کا جو پہلا خط موصول ہوا تھا جو متیا کو دکھا دیا گیا تھا، اس میں اس کی آمد کا ذکر گول مول انداز میں کیا گیا تھا: خط کی زبان بے حد مبہم، مرصع اور پُرشکوہ تھی اور وہ نری پُری جذباتی باتوں سے معمور تھا۔ (چنانچہ اگر متیا کو اس پر یقین نہ آیا تو ہمیں متعجب نہیں ہونا چاہیے۔) تاہم ہمیں یہاں یہ ذکر کر دینا چاہیے کہ اس موقع پر گروشینکا متیا کی نگاہوں سے خط کی چند آخری سطور چھپانے میں کامیاب رہی تھی جس میں "افسر" کی واپسی کا ذکر زیادہ واضح الفاظ میں کیا گیا تھا۔ مزید برآں، جیسا کہ متیا نے بعد ازاں یاد کرتے ہوئے کہا، اس وقت اسے یوں لگا تھا جیسے اسے گروشینکا کے چہرے پر سائبیریا سے آمدہ اس خط کے متعلق غیر ارادی اور غیورانہ حقارت نظر آ گئی ہو۔ اس کے بعد گروشینکا اور متیا کے اس نئے حریف کے مابین جو بیتا یا جو خط کتابت ہوئی،

گروشینکا نے اس کی بھنک بھی تیا کے کانوں میں نہ پڑنے دی۔ چنانچہ ہوا یہ کہ وہ اس "افسر" کو رفتہ رفتہ یک سر فراموش کرنے میں کامیاب رہا۔ اس کی سوچوں کا مرکز محض یہ بات تھی کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے اور حالات کیسا ہی پلٹا کیوں نہ کھا جائیں، اس کے اپنے اور فیودر پاولووچ کے مابین آخری معرکے کی، جو سروں پر منڈلا رہا تھا، گھڑی بالکل قریب آ پہنچی ہے اور یہ معرکہ کسی بھی دوسرے وقوعے سے لازماً پہلے بپا ہوگا۔ وہ بڑی بے چینی کے عالم میں انتظار کر رہا تھا کہ دیکھیں، گروشینکا عنقریب کیا فیصلہ کرتی ہے جس کے بارے میں اسے پختہ یقین تھا کہ یہ ہوگا بالکل اچانک اور اضطراری طور پر۔ عین ممکن ہے کہ وہ یک دم اس سے کہہ دے: "مجھے لے چلو، میں ہمیشہ کے لیے تمہاری ہوں۔" اور یوں معاملہ اپنے انجام کو پہنچ جائے گا: وہ اس پر جھپٹ پڑے گا اور اسے اٹھا کر آن کی آن میں دنیا کے کسی بعید ترین کونے میں یا کم از کم روس کے دوسرے کونے میں لے جائے گا جہاں وہ اس سے شادی کر لے گا، وہ وہیں مستقلاً آباد ہو جائیں گے، اپنی شخصیتوں پر نقاب اوڑھ لیں گے، اپنے نام تک تبدیل کر لیں گے اور کسی کو قطعاً معلوم نہیں ہو پائے گا کہ وہ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں۔ پھر وہ مکمل طور پر نئی زندگی کا آغاز کریں گے! وہ اس نئی، مختلف اور اب "پاک دامن" ("یہ لازماً، قطعی طور پر، پاک دامن زندگی ہوگی") زندگی کے بارے میں پیہم اور پُرخبط انداز سے سوچتا رہتا۔ اس کے دل میں اس نشاۃ ثانیہ، اس تجدید کی خواہش موجیں مار رہی تھی، سر اٹھا رہی تھی۔ وہ اپنی مرضی سے جس غلیظ اور نجس دلدل میں گر پڑا تھا، اب اس کے لیے بالکل ہی ناقابل برداشت ہو چکی تھی اور وہ اپنے آپ کو جس صورت حال میں پا رہا تھا، ایسی صورت ہائے حالات میں پھنسے دوسرے لوگوں کی طرح اس کی امیدیں بھی سب سے زیادہ تبدیلی منظر پر مرکوز ہو چکی تھیں۔ کاش اس کا واسطہ ان لوگوں سے نہ پڑتا، کاش اسے ان حالات میں سے نہ گزرنا پڑتا، کاش وہ یہاں سے فرار ہو سکتا۔۔۔ پھر راوی چین ہی چین لکھتا، ہر چیز نیا جنم لے لیتی اور سب کچھ نئے سرے سے شروع ہو جاتا! اس کا ان باتوں پر یقین تھا اور اسے انہی کی آرزو تھی۔

لیکن یہ سب کچھ تبھی ہوگا اگر مسئلے کا کوئی فرحت آثار حل نکل آئے۔ کسی مختلف فیصلے کا تصور بھی اس کے ذہن میں آتا رہتا تھا جس کا انجام کچھ اور مگر مبنی معنوں میں بھیانک ہوگا۔ فرض کرو وہ یک لخت اس سے کہتی ہے: "میں آئندہ تمہاری شکل نہیں دیکھنا چاہتی۔ میں نے اپنا مقدر فیودر پاولووچ کے ساتھ وابستہ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے، میں اس سے شادی کر رہی ہوں، چنانچہ اب مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں رہی۔" پھر۔۔۔ لیکن پھر۔۔۔ سچی بات یہ ہے کہ تیا یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ پھر کیا ہوگا۔ اس کے دفاع میں اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ اسے آخر دم تک اس سلسلے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔ اس کے سامنے کوئی واضح عزائم نہیں تھے اور نہ وہ کسی جرم کا ارتکاب کرنے کے متعلق

کوئی منصوبہ بنا رہا تھا۔ وہ تو محض بطور جائزہ لے کر، جاسوسی کر رہا، کنسوئیاں لے رہا اور ذہنی اذیت بھگت رہا تھا۔ اس کے سارے منصوبوں کا دار و مدار اُس پہلے، فرحت آثار انجام پر تھا۔ وہ کسی دوسرے امکان کے بارے میں سوچنے سے بھی انکاری تھا۔ لیکن یہاں اسے ذہنی اذیت کے ایک اور سبب سے واسطہ پڑا کیونکہ اس کا ایک بالکل نئی، اضافی لیکن ساتھ ہی دور رس اور جاہ کن نتائج کی حامل اور ناقابل تغلب رکاوٹ سے سامنا ہو گیا تھا۔

اور وہ رکاوٹ یہ تھی: اگر اس نے اس سے کہہ دیا: "میں تمہاری ہوں، مجھے لے چلو۔" پھر سوال پیدا ہوگا کہ صحیح معنوں میں وہ یہ کام کرے گا کیسے؟ اسے اس کے لیے ذرائع کہاں سے دستیاب ہوں گے، روپیہ کہاں سے مل سکے گا؟ ہوا یہ کہ عین انہی ایام میں اس کی ساری آمدنی، جو گزشتہ کئی سالوں سے فیودر پاولووچ کی فرستادہ رقوم پر مشتمل ہوتی تھی، بالکل ختم ہو چکی تھی۔ یہ درست ہے کہ گروشینکا کے پاس اپنا روپیہ تھا لیکن روپے پیسے کے معاملے میں تیا اچانک غیر معمولی طور پر غیرت مند خوددار ہو گیا تھا۔ وہ اس کے نہیں بلکہ اپنے خرچ پر اسے ساتھ لے جانا اور نئی زندگی کا آغاز کرنا چاہتا تھا۔ وہ اس کا روپیہ لینے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا تھا، اس کا تو محض تصور ہی اس کے لیے سوہان روح بن جاتا تھا۔ میں اس رویے کی نہ تو تفصیل میں جانا چاہتا ہوں اور نہ اس کا تجزیہ ضروری خیال کرتا ہوں، میں صرف اتنا کہوں گا: اس خاص وقت اس کی ذہنی کیفیت تھی ہی ایسی۔ اس بات کا قوی احتمال ہے کہ یہ سب کچھ بالواسطہ اور شاید غیر شعوری طور پر ضمیر کے ان مخفی کچوکوں کا نتیجہ ہو جو اسے اس لیے برداشت کرنا پڑ رہے تھے کیونکہ اس نے کاتریا ایوانوونا کا روپیہ خرد برد کر لیا تھا: بعد ازاں اس نے خود اقرار کیا تھا کہ ان دنوں وہ سوچتا رہتا تھا، "ایک عورت تو پہلے ہی مجھے لفنگا سمجھتی ہے اور دوسری کی نگاہوں میں مجھے لفنگا بننے میں کوئی دیر نہیں لگے گی؛ اگر گروشینکا کو بعد ازاں معلوم ہو گیا تو وہ اس لفنگے سے کوئی تعلق واسطہ نہیں رکھنا چاہے گی۔" چنانچہ وہ ذرائع کہاں تلاش کرے، ملعون روپیہ کہاں سے حاصل کرے؟ اسے یہ حاصل کرنا ہوگا ورنہ سب کچھ کھو بیٹھے گا اور اس کے ہاتھ پلے کچھ بھی تو نہیں آئے گا۔" اور محض اس لیے کیونکہ میں کچھ رقم اکٹھی نہیں کر سکا! کیا گڑبڑ گھوٹالا ہے!"

لیکن مجھے چند باتیں پیشگی عرض کرنے دیں: سارا نکتہ یہ تھا کہ اسے غالباً معلوم تھا کہ روپیہ کہاں سے مل سکتا ہے، شاید وہ یہ بھی جانتا تھا کہ یہ کہاں پڑا ہے۔ میں فی الحال اس کی تفصیل بیان نہیں کروں گا کیونکہ بعد ازاں ہر چیز آئینے کی طرح صاف ہو جائے گی لیکن اس وقت وہ جس بڑے گھپلے میں پھنسا ہوا تھا، ادھورے اور ناقص انداز ہی سے سہی، میں بہر حال اسے بیان کرنے پر اکتفا کروں گا۔ اس روپے کو، جو کہیں چھپا کر رکھا گیا تھا، حاصل کرنے میں کامیاب ہونے، اس پر اپنا

حق جتانے کے لیے اسے پہلے وہ تین ہزار روبل واپس کرنا ہوں گے جو اس نے کاترینا ایوانوونا کو ادا کرنا تھے — "ورنہ میں محض معمولی چور سمجھا جاؤں گا، لفنگا تصور کیا جاؤں گا اور میں اپنی نئی زندگی کا آغاز ایک لفنگے کی حیثیت سے نہیں کرنا چاہتا۔" متیا نے اپنی سوچیں ختم کرتے ہوئے دل میں کہا، اور اسی بات کو دھیان میں رکھتے ہوئے اس نے فیصلہ کرلیا کہ اگر ضرورت پیش آئی تو وہ ساری دنیا کو زیروزبر کرڈالے گا لیکن خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے کوئی دوسرا کام کرنے سے پہلے اسے کاترینا ایوانوونا کے تین ہزار روبل لازماً واپس کرنا ہوں گے۔ اس نے یہ فیصلہ دو روز قبل گروشینکا کے کاترینا ایوانوونا کی توہین کرنے اور خود اس کی الیوشا کے ساتھ شاہراہ پر ملاقات ہونے کے بعد کے اوقات میں کیا تھا؛ متیا نے الیوشا سے پوری کہانی سننے کے بعد اعتراف کیا تھا کہ وہ لفنگا ہے اور اس نے الیوشا سے کہا تھا کہ وہ یہ بات کاترینا ایوانوونا کو بتا دے، "شاید اس کی اس سے کچھ تسلی ہو جائے۔" اپنے بھائی سے ملاقات کے بعد اپنے جنون میں اسے اسی رات محسوس ہوا کہ کاترینا ایوانوونا کا روپیہ واپس نہ کرنے سے تو یہی بہتر ہے کہ وہ کسی کو لوٹ لے اور قتل کردے۔ وہ جو کچھ سوچ رہا اور محسوس کر رہا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے حالات کی تنگی سے اتنا تنگ آ چکا تھا کہ وہ کچھ بھی کرنے کے لیے آمادہ ہو گیا تھا۔ "میں اپنے شکار کو ہی نہیں ساری دنیا کو بھی یہ کہنے کا موقع تو دے سکتا ہوں کہ میں چور، ڈاکو اور قاتل ہوں اور اس جرم کی پاداش میں میں سائبیریا بھی جانے کے لیے تیار ہوں لیکن میں کاتیا کو یہ کہنے کا موقع ہرگز نہیں دے سکتا کہ میں نے اس کا استحصال کیا، اس کا روپیہ چرایا اور نیکی کی نئی زندگی شروع کرنے کے لیے گروشینکا کے ساتھ بھاگنے میں اسے استعمال کیا! میں یہ نہیں کرسکتا، بالکل نہیں کرسکتا!" متیا دانت پیستے ہوئے یہ سب کچھ اپنے دل میں کہتا رہتا اور بعض اوقات اسے واقعی محسوس ہونے لگتا کہ انجام کار اس کا دماغ جواب دے جائے گا۔ تاہم فی الحال اس کی جدوجہد جاری رہی...

اور یہ بڑی عجیب بات تھی۔ آدمی کو خیال آتا ہے کہ اس قسم کا فیصلہ کرنے کے بعد اس کے پاس مایوسیوں میں گھرنے کے سوا اور کیا رہ گیا ہوگا۔ اس جیسے کنگال شخص کو بیٹھے بٹھائے اتنی بڑی رقم کہاں سے دستیاب ہوتی؟ تاہم وہ آخری لمحے تک اس امید سے چمٹا رہا کہ وہ کسی نہ کسی طرح یہ تین ہزار روبل حاصل کر ہی لے گا، شاید یہ روپیہ اڑ کر اپنے آپ اس کے پاس پہنچ جائے گا، درختوں پر اُگ آئے گا یا آسمان سے برسنے لگے گا۔ لیکن دمتری فیودوروِچ جیسے لوگوں کے ساتھ عام طور پر یہی ہوتا چلا آیا ہے جنہیں باپ دادا کی وراثت میں ملی ہوئی دولت کو خرچ کرنے اور لٹانے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں آتا کیونکہ انہیں قطعاً معلوم نہیں ہوتا کہ یہ دولت کمائی کیسے گئی تھی۔ دو روز پیشتر الیوشا سے ملاقات کے فوراً بعد، جب اس کا دماغ غیر الطب اور غیر امید افزا منصوبوں سے

چکرا رہا تھا جنہوں نے اسے بالکل ہی الجھا کر رکھ دیا تھا، اسے ایک بالکل ہی انوکھا، انتہائی بچگانہ اور حقیقت سے قطعی عاری خیال سوجھ گیا۔ اور جن حالات میں سے وہ گزر رہا تھا، ان میں غالباً اس جیسے اشخاص کو ناممکن ترین اور عجیب ترین منصوبے بھی انتہائی قابل عمل معلوم ہونے لگتے ہیں۔

اس نے اچانک ہی گروشینکا کے مربی تاجر سامسوف کے ہاں جانے اور اسے ایک خاص "منصوبہ" پیش کرنے کا فیصلہ کرلیا جس کے بل بوتے پر مؤخرالذکر کو اسے ساری درکار رقم فراہم کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔ یہ کہ اس کا منصوبہ کاروباری اعتبار سے کامیاب رہے گا، اسے اس بارے میں مطلق کوئی شبہ نہیں تھا اور اگر اسے کوئی شبہ تھا تو صرف یہ تھا کہ اگر سامسوف نے اس کے منصوبے کو خالص کاروباری نقطہ نظر سے دیکھنے کی بجائے اس پر کسی اور انداز سے غور کرنے کا فیصلہ کرلیا تو پھر اس کا ردعمل کیا ہوگا۔ اگرچہ متیا اس تاجر کو شکل سے تو جانتا تھا، وہ اس سے متعارف نہیں تھا اور نہ اس کی اس سے کبھی کوئی گفتگو ہوئی تھی۔ جانے کیا وجہ تھی لیکن اس کے دل میں یہ بات بیٹھ چکی تھی کہ اگر گروشینکا کو اپنی زندگی میں نیا ورق پلٹنے اور کسی "قابل اعتماد" شخص کے ساتھ شادی کرنے کا موقعہ میسر آیا تو عیاش بڈھے کو، جو پہلے ہی قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا تھا، کوئی اعتراض نہیں ہوگا اور اعتراض کرنا تو دور کی بات ہے، ایسی صورت حال پیدا ہونے پر وہ الٹا فعال طور پر اس کی حوصلہ افزائی کرے گا۔ کسی افواہ نے، جو اس کے سننے میں آئی تھی یا خود گروشینکا کی کسی بات نے، جو بے دھیانی میں اس کے منہ سے نکل گئی تھی، اسے یہ باور کرا دیا تھا کہ گروشینکا کے ساتھ رشتے کے لیے بڈھا اسے فیودر پاولووچ پر ترجیح دے گا۔

میرے بہت سے قارئین کو شاید یہ خیال گزرے کہ اس قسم کی مدد پر انحصار کرکے اور سیدھے گروشینکا کے محسن کے ہاتھوں اپنی دلہن کو قبول کرنے پر رضامندی کا اظہار کرکے دمتری فیودوروِچ نے کسی دانائی کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ الٹا یہ ثابت کردیا کہ وہ بڑا گھٹیا، بےضمیر اور ناشائستہ آدمی ہے۔ اس کے جواب میں میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ متیا کے نزدیک گروشینکا کا ماضی اب محض ایک بھولی بسری داستان بن چکا تھا اور اس کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہ گئی تھی۔ وہ اس ماضی کو بے پایاں رحم اور دردمندی سے دیکھتا تھا اور اپنی روح کے پورے جوش و خروش سے اسے یقین ہو چکا تھا کہ اگر گروشینکا صرف اتنا کہہ دے کہ وہ اس سے محبت کرتی ہے اور اس کے ساتھ شادی کرنے کے لیے تیار ہے تو اس کا فوری مطلب یہ ہوگا کہ نہ صرف مکمل طور پر ایک بالکل ہی نئی گروشینکا بلکہ مکمل طور پر ایک نیا دمتری فیودوروِچ بھی وجود میں آ جائے گا، اب ان دونوں کی بدیاں جھڑ چکی ہوں گی اور صرف نیکیاں ان کے کھاتے میں باقی رہ جائیں گی؛ وہ ایک دوسرے کو معاف کردیں گے اور کاملاً ایک نئی زندگی کا آغاز کردیں گے۔ جہاں تک کوزما کوزمچ سامسوف کا تعلق ہے، متیا اسے

گروشینکا کے بیتے ہوئے ماضی کا فرد گردانتا تھا جس نے اس کی زندگی میں دوررس لیکن تباہ کن نتائج کا حامل کردار ادا ضرور کیا تھا لیکن جس کے ساتھ گروشینکا نے محبت کبھی نہیں کی تھی اور اہم ترین بات یہ تھی کہ اب وہ "چلا ہوا" کارتوس تھا، وہ ختم ہو چکا تھا جیسے وہ بالکل ہی غیر متعلق ہو۔ مزید برآں، متیا تو اب اسے مرد بھی تصور نہیں کرتا تھا کیونکہ قصبے کا بچہ بچہ جانتا تھا کہ وہ مردانگی کا محض دھندلا سا سایہ ہے اور ایک لحاظ سے گروشینکا کے ساتھ اس کے تعلقات محض افلاطونی ہیں (یعنی ان میں جنس کا کوئی عمل دخل نہیں ہے)، اور یہ صورت حال کافی عرصے سے، اصلاً تقریباً ایک سال سے چلی آ رہی ہے۔

کہا جا سکتا ہے کہ اس سے تو صرف یہ عندیہ ملتا ہے کہ متیا بالکل سیدھا سادھا اور بھولا آدمی تھا اور زندگی کی اونچ نیچ کو نہیں سمجھتا تھا۔ ہاں، اپنی تمام تر برائیوں کے باوجود وہ بالکل سیدھا سادھا آدمی تھا اور بہ تکمیل تذکرہ اس کے اسی بھول پن نے اسے یہ باور کرانے پر آمادہ کیا کہ اب جب کہ بوڑھا گوزما گور کنارے پڑا ہے، وہ گروشینکا کے ساتھ اپنی سابقہ وابستگیوں پر پچھتا رہا اور توبہ تائب کر رہا ہوگا، اور یہ کہ اس بے ضرر بوڑھے کے ماسوا اس (گروشینکا) کا اب کوئی مخلص دوست یا محسن نہیں رہا تھا۔

گلی فضا میں الیوشا کے ساتھ اپنی گفتگو کے بعد متیا کو ساری رات کوئی خاص نیند نہ آئی اور وہ اس نے کروٹیں بدلتے گزار دی، پھر صبح کو تقریباً دس بجے وہ ساموسوف کے گھر پہنچ گیا اور اس نے نوکر سے کہا کہ اس کی آمد کی اطلاع کر دی جائے۔ مکان پرانا، سرد، تاریک اور بے حد وسیع و عریض تھا۔ یہ دو منزلہ عمارت تھی اور اس کے صحن میں انیکسی، موٹر خانہ اور چند ملازموں کے گھر بنے ہوئے تھے۔ نچلی منزل میں ساموسوف کے دونوں بیٹے اپنے اہل و عیال کے ساتھ رہائش پذیر تھے۔ اس کی بڑی بہن اور ایک غیر شادی شدہ بیٹی بھی وہیں مقیم تھیں۔ انیکسی پر اس کے دو سٹیوارڈ قابض تھے جن میں سے ایک کا خاصا بڑا کنبہ تھا۔ بوڑھے ساموسوف کی اولاد اور سٹیوارڈ جگہ کی تنگی کا شکار تھے، جبکہ اوپر کی پوری منزل اس اکیلے کی تحویل میں تھی اور اس میں وہ اپنی بیٹی کے ساتھ بھی حصے داری کرنے کو تیار نہیں تھا جو اس کی دیکھ بھال کرتی تھی اور جسے سانس کی تکلیف میں مبتلا ہونے کے باوجود نہ صرف مقررہ اوقات پر اوپر آنا پڑتا تھا بلکہ جب بوڑھے کا جی چاہتا اور وہ اسے پیغام بھیجتا، وہ اس کی خدمت میں حاضر ہونے پر مجبور ہو جاتی تھی۔ اس اوپر کی منزل پر متعدد استقبالیہ کمرے تھے جنہیں تاجروں سے مخصوص انداز سے سجایا گیا تھا۔ وہاں دیواروں کے ساتھ ساتھ مہاگنی اور دوسرے درختوں کی لکڑی سے بنی ہوئی بھاری اور بھدی کرسیاں طویل اور اکتا دینے والی ایک جیسی قطاروں میں پڑی تھیں، چھتوں سے بلوری فانوس لٹک رہے تھے لیکن اب ان پر گرد و غبار کی تہیں جم

چکی تھیں اور کھڑکیوں کے مابین بڑے بڑے آئینے آویزاں تھے۔ یہ سارے کے سارے کمرے خالی رہتے تھے اور کسی کام نہیں آتے تھے کیونکہ نحیف و ناتواں بوڑھے نے اپنے آپ کو ایک چھوٹے سے کمرے تک محدود کر لیا تھا۔ یہ کمرا بالکل ہی مختصر تھا، الگ تھلگ واقع تھا اور بیڈ روم کا کام دیتا تھا۔ اس میں ایک بوڑھی خادمہ، جو اپنے بالوں کو رومال سے ڈھانپے رکھتی تھی، اور ایک ملازم چھوکرا، جو عام طور پر استقبالیے میں بنچ پر پاؤں پسارے ملتا تھا، اس کی خدمت کرتے تھے۔ اپنی متورم ٹانگوں کی وجہ سے بوڑھے کے لیے چلنا پھرنا دشوار ہو چکا تھا اور وہ کبھی کبھار ہی اپنے چمڑی کاؤچ سے نیچے اترتا تھا۔ بوڑھی خادمہ اس کی بغلوں کے نیچے بازو دبا کر اسے کمرے کے ایک دو چکر لگوا دیتی تھی۔ وہ اس بڑھیا کے ساتھ بھی سختی سے پیش آتا تھا اور شاید ہی کبھی کلام کرتا تھا۔

جب اسے "کیپٹن" کی آمد کی اطلاع دی گئی اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ جھٹ حکم صادر کر دیا کہ اسے بالکل اندر نہ آنے دیا جائے۔ لیکن متیا بھی اپنی ضد کا پکا تھا، وہ اپنی جگہ بیٹھا رہا اور اصرار کرنے لگا کہ ایک بار پھر اس کی آمد کی اطلاع بھیجی جائے۔ گوزما گوزیچ نے چھوکرے پر سوالات کی بوچھار کر دی۔ "وہ کیسا دکھائی دیتا ہے؟ شراب کے نشے میں تو دھت نہیں؟ شور شرابا تو نہیں کرتا؟" اور جواب تھا، "وہ بالکل ہوش میں ہے لیکن آپ سے ملاقات کرنے پر بضد ہے۔" بوڑھے نے ایک بار پھر اس سے ملنے سے انکار کر دیا۔ اس پر متیا نے، جسے پہلے ہی اس قسم کے رویے کی توقع تھی اور جو عمداً اپنے ساتھ کاغذ پنسل لے گیا تھا، کاغذ کے پرزے پر انتہائی صاف ستھرے خط میں ایک سطری رقعہ لکھ دیا، "میں ایک انتہائی ضروری کام کے سلسلے میں، جس کا اگرفینا الیکسانڈرونا سے گہرا تعلق ہے، آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں،" اور درخواست کی کہ اسے بوڑھے تک پہنچا دیا جائے۔

کچھ دیر سوچ بچار کرنے کے بعد بوڑھے نے اپنے ملازم چھوکرے کو تلقین کی کہ ملاقاتی کو بڑے کمرے میں بٹھا دیا جائے اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی بوڑھی ملازمہ کو نیچے بھیج دیا کہ وہ اس کے چھوٹے بیٹے کو فوراً اپنے ساتھ اوپر لے آئے۔ اس کا یہ چھوٹا بیٹا بے حد لمبا تڑنگا اور غیر معمولی جسمانی طاقت کا مالک تھا۔ اس کا چہرہ صفاچٹ تھا اور وہ جرمن انداز کا لباس پہنے ہوئے تھا (خود ساموسوف خفتان میں ملبوس تھا اور اس نے امتیازی قسم کی داڑھی رکھی ہوئی تھی)۔ وہ باپ کے حکم پر جھٹ پٹ حاضر ہو گیا اور چپ چاپ کھڑا ہو گیا۔ ان سب کی اپنے باپ کے سامنے روح فنا رہتی تھی۔ باپ نے اپنے لحیم شحیم اور مضبوط تن و توش کے مالک بیٹے کو اس لیے نہیں بلایا تھا کیونکہ وہ کیپٹن سے خائف تھا (مزاج کے اعتبار سے وہ کوئی خاص ڈرپوک شخص نہیں تھا)، وہ تو محض یہ چاہتا تھا کہ موقع پر کوئی گواہ موجود ہونا چاہیے—— شاید کبھی ضرورت پیش آ جائے۔ اپنے دونوں جانب اپنے نوجوان بیٹے اور نوخیز چھوکرے کا سہارا لیتے ہوئے وہ بالآخر گھسٹ گھسٹ کر چلتا بڑے

کمرے میں آ گیا۔ یہ فرض کر لینا مناسب ہوگا کہ اس پر ایک خاص حد تک تجسس سوار ہو چکا تھا۔

جس بڑے کمرے میں میتیا انتظار کر رہا تھا وہ وسیع و عریض، سرد، اداس اور تاریک تھا، اس کے دونوں جانب دریچوں کی قطاریں تھیں، اوپر ایک گیلری تھی، دیواروں پر نقلی سنگ مرمر کی پتلی اینٹیں لگی ہوئی تھیں اور چھت سے وہ بھاری بھرکم فانوس لٹک رہے تھے جن پر گرد کی تہیں چڑھی ہوئی تھیں۔ میتیا دروازے کے قریب کرسی پر بیٹھا تھا اور بڑی بے چینی سے اپنی قسمت کے فیصلے کا انتظار کر رہا تھا۔

جب بوڑھا مخالف سمت کے دروازے سے، جو میتیا کی کرسی سے کوئی پچیس قدم دور تھا، اندر داخل ہوا تو موخرالذکر نے جھٹ پٹ جست لگائی اور لمبے لمبے، محکم، عسکری ڈگ بھرتا اس کا استقبال کرنے آگے بڑھا۔ میتیا اس موقعہ پر فراک کوٹ پہن کر آیا تھا جس کے سارے بٹن بند تھے اور وہ اپنے سیاہ دستانوں میں ملفوف ہاتھوں میں اسی طرح ٹاپ ہیٹ تھامے ہوئے تھا جس طرح اس نے تب کیا تھا جب تین روز پیشتر وہ اپنے بھائیوں اور اپنے باپ فیودر پاؤلووچ کے ساتھ خاندانی اجتماع کے موقع پر خانقاہ میں ستارتس سے ملنے گیا تھا۔ بوڑھا اپنی جگہ کھڑا رہا۔ اس کے چہرے پر خشونت برس رہی تھی اور وہ یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ کسی سے متاثر ہوتا ہے نہ مرعوب۔ اور جب میتیا اس کے قریب پہنچا، اسے محسوس ہوا کہ اس کا سر سے پاؤں تک بغور جائزہ لیا جا رہا ہے۔ وہ یہ دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا کہ حالیہ دنوں میں کوزما کوزمچ کا چہرہ کتنی بری طرح پھول چکا ہے۔ اس کا زیریں ہونٹ، جو پہلے وقتوں میں بھی خاصا موٹا تھا، نچلی جانب لٹک رہا تھا اور بالکل ڈونٹ (doughnut) معلوم ہو رہا تھا۔ اپنے مہمان کے سامنے انتہائی سنجیدگی اور خاموشی سے جھکنے کے بعد اس نے اسے دو نشستی صوفے کے قریب بازوؤں والی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور اپنے بیٹے کے بازو پر اپنا تقریباً پورا وزن ڈالتے ہوئے وہ اندوہ ناک آہیں اور کراہیں بھرتا آہستہ آہستہ میتیا کے سامنے صوفے پر بیٹھنے لگا۔ چنانچہ جب موخرالذکر نے اسے اتنے شدید درد کے عالم میں دیکھا تو اسے معاً خیال آیا کہ صورت حال کا تقاضا بھی ہے کہ وہ اس سے معذرت کرے اور وہ اتنا حساس بھی ضرور تھا کہ وہ اتنے پُروقار شخص کے سامنے اپنی بے ڈھنگی پر کھسیانا ہونے لگا۔

جب بوڑھا بالآخر بیٹھ جانے میں کامیاب ہو گیا اس نے آہستہ، غیر مبہم، گھمبیر لیکن شائستہ لہجے سے بولتے ہوئے کہا، "مائی ڈیئر سر، میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

میتیا بڑبڑا گیا، وہ اچھلا اور کھڑا ہو گیا لیکن دوبارہ بیٹھ گیا۔ پھر وہ اپنے بازو کچھ اس انداز سے لہراتے ہوئے جیسے وہ سخت اذیت میں مبتلا ہو، یک لخت اونچے، تیز، گھبرائے گھبرائے لہجے میں بولنے لگا۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ اس سے صبر و تحمل کا دامن چھوٹا جا رہا ہے؛ وہ جانتا تھا کہ جس صورت حال میں وہ پھنس چکا ہے اس سے چھٹکارا پانے کی امید کی رمق تک باقی نہیں رہی اور وہ

محض تنکوں کا سہارا ڈھونڈ رہا ہے، اور اگر وہ کامیاب نہ ہوا پھر اس کے بیڑے کے غرق ہونے میں کوئی کسر باقی نہیں رہ جائے گی۔ سامسونوف نے یہ سب کچھ غالباً پلک جھپکاتے بھانپ لیا تھا لیکن اس کا چہرہ اسی طرح سرد مہر اور جذبات سے عاری تھا جس طرح کسی ممی کا ہوتا ہے۔

"معزز کوزما کوزمچ، میرے اور میرے باپ فیودر پاؤلووچ کے مابین جو جھگڑا چل رہا ہے، آپ اس کے بارے میں غالباً پہلے ہی کافی کچھ سن چکے ہیں۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ اس جھگڑے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ میری ماں کے انتقال کے بعد میرے باپ نے مجھے میری وراثت سے محروم کر دیا تھا... ہمارے تنازع کے بارے میں سارے قصبے میں باتیں بنائی جا رہی ہیں... کیونکہ یہاں کے سب لوگوں کو ان چیزوں کے متعلق گپیں ہانکنے کا بڑا شوق ہے جن سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا... آپ نے شاید گروشینکا سے بھی اس بارے میں کچھ سنا ہوگا... میں آپ سے معافی کا خواستگار ہوں، میں گروشینکا نہیں، اگرفینا الیکساندروونا کہنا چاہتا تھا، اگرفینا الیکساندروونا، جس کا میں بے حد احترام اور قدر کرتا ہوں..."

میتیا نے اپنی گفتگو کا آغاز کچھ اسی طرح کیا تھا لیکن اس نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ لیکن ہم اس کی گفتگو من وعن اور لفظ بہ لفظ دہرانے کی کوشش نہیں کریں گے، اس کی صرف تلخیص پیش کرنے پر ہی اکتفا کریں گے۔ اس کے کہنے کے مطابق اصل بات یہ تھی کہ اس نے یعنی میتیا نے یونہی دل میں خیال آنے پر، نہ کہ قصداً پیشگی منصوبے بندی کر کے، اس دیہاتی قصبے کے ایک وکیل پاول پاولووچ کورنیپ لادوف سے تین ماہ قبل مشورہ کیا تھا۔ "جناب کوزما کوزمچ، آپ شاید اس وکیل کا نام سن چکے ہوں؟ اس وکیل کی پیشانی بے حد فراخ ہے، اتنی فراخ کہ ذہانت کے اعتبار سے وہ مدبر سیاست دان معلوم ہوتا ہے... وہ آپ کو جانتا ہے... وہ آپ کا زبردست مداح ہے اور آپ کی بہت تعریف کر رہا تھا..." میتیا ایک بار پھر بڑبڑا گیا۔ لیکن اس کے عزم میں کوئی فرق نہ آیا اور پل بھر کے وقفے کے بعد وہ ایک بار پھر طوفانی رفتار سے چل پڑا۔

اس کورنیپ لادوف نے باریک بینی سے میتیا سے سوال جواب کرنے اور جو دستاویزات وہ پیش کر سکا (جب دستاویزات کا مسئلہ آیا، میتیا نے صرف مبہم انداز سے ان کا ذکر کیا اور ان کی تفصیل میں جانے سے گریز کیا)، ان کا عمیق مطالعہ کرنے کے بعد کہا کہ جہاں تک چرماشنیا گاؤں کا تعلق ہے جو اسے اپنی ماں سے وراثت میں ملنا چاہیے تھا، اس کے بارے میں عدالت میں مقدمہ دائر کیا جا سکتا اور یوں بڈھے مردود کو سبق سکھایا جا سکتا ہے... "سب دروازے بند نہیں ہوئے، قانون اس معاملے سے کامیابی سے نپٹنا جانتا ہے۔" دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ فیودر پاولووچ سے لگ بھگ چھ ہزار مزید بلکہ شاید سات ہزار روبل وصول کیے جا سکتے ہیں کیونکہ

چرماشنیا کی (جاگیر کی) قیمت کسی صورت بھی پچیس ہزار سے کم نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اٹھائیس تیس، جی ہاں کوزما کوزیچ، تیس ہزار ہو سکتی ہے، کیا آپ یقین کریں گے کہ اس کے باوجود مجھے اس بڈھے کنجوس سے سترہ ہزار بھی نہیں ملے! خیر، تب تو میں نے اس معاملے کو آگے بڑھانے سے گریز کیا کیونکہ قانون کے بارے میں میرا علم بس واجبی سا ہے اور جب میں یہاں آیا، مجھ پر بجلی گھونسا پڑا— یہاں ایک جوابی دعویٰ میرا انتظار کر رہا تھا (یہاں متیا ایک بار پھر گڑبڑا گیا اور دوبارہ بالکل ہی مختلف راستے پر چل پڑا)۔ چنانچہ معزز کوزما کوزیچ، کیا آپ اس معزز اچکے کے خلاف میرے تمام دعاوی اپنے ذمے لے لیں گے اور ان کے معاوضے میں مجھے صرف تین ہزار روبل ادا کر دیں گے؟ میں اپنی عزت، جی ہاں، اپنی عزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ کے ہارنے کا رتی برابر امکان نہیں! اس کے برعکس آپ کو اپنے تین ہزار کے عوض چھ یا سات ہزار مل سکتے ہیں... سب سے اہم بات یہ ہے کہ (ہم دونوں کے مابین) یہ معاملہ آج سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے طے ہو جانا چاہیے۔ میں ابھی جاتا ہوں اور آپ کے لیے کوئی وکیل ڈھونڈ لاتا ہوں یا آپ جو چاہیں وہ کر دیتا ہوں... درحقیقت میں سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔ آپ جو دستاویزات بھی چاہیں، میں فراہم کر دوں گا، آپ جس کاغذ پر چاہیں، میرے دستخط کرا سکتے ہیں... ہم مزید وقت ضائع کیے بغیر ابھی، اسی وقت، یا پھر صبح ختم ہونے سے پہلے پہلے معاہدے کی تمام شقیں طے کر سکتے ہیں... اگر آپ مجھے تین ہزار دے سکیں... میرا مطلب ہے اس بدبخت قصبے میں ایک بھی تاجر ایسا نہیں جو آپ سے ٹکر لے سکتا ہو... اور یوں آپ مجھے تباہی سے بچا سکتے ہیں... مختصر یہ کہ آپ میری گردن بچا سکتے ہیں، اور پھر میں نہایت اچھا، بلکہ درحقیقت ارفع کام کر دکھاؤں گا... کیونکہ میرے دل میں ایک خاتون کے بارے میں، جسے آپ اچھی طرح جانتے ہیں اور جس کی بھلائی کی آپ کو پدرانہ فکر ہے، مخلص اور کھرے جذبات پل رہے ہیں۔ اور اگر آپ بے غرض نہ ہوتے تو میں یہاں آتا ہی نہ۔ اور کوزما کوزیچ، اگر آپ برا نہ مانیں تو میں یہ کہوں گا کہ ہم یہاں سہ فریقی جنگ لڑ رہے ہیں کیونکہ مقدر بڑی بھیانک چیز ہے! نہیں، آئیں، ہم حقیقت پسندانہ، جی ہاں، حقیقت پسندانہ رویہ اختیار کریں! چونکہ آپ کافی عرصے سے مقابلے میں شریک نہیں رہے، چنانچہ صرف دو فریق باقی رہ گئے ہیں، میں نے شاید یہ بات بھدے انداز سے کہہ دی ہے لیکن میری مشکل یہ ہے کہ میں ادبی شخصیت نہیں۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ دوڑ میں شامل ہیں، ان میں ایک میں بھی ہوں اور دوسرا اژدہا بدمعاش ہے۔ چنانچہ فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ کسے ترجیح دیں گے: مجھے یا اس بدمعاش کو؟ اب سب کچھ آپ کے رحم و کرم پر ہے— تین آدمیوں کا مقدر اور پونجی صرف دو کی ٹکاتا ہے... میں معذرت چاہتا ہوں، میرا خیال ہے میں ذہنی طور پر گڑبڑا گیا ہوں، کچھ

سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں لیکن میرا خیال ہے آپ سمجھ گئے ہوں گے— مجھے آپ کی قابل احترام آنکھوں میں صاف نظر آ رہا ہے کہ آپ سمجھ گئے ہیں... اگر آپ سمجھ نہیں سکے، پھر میں ابھی چلا جاؤں گا اور کہیں ڈوب مروں گا آج ہی— اور یہی سارا معاملہ ہے!"

"اور یہی سارا معاملہ ہے!" کے ساتھ متیا نے اپنی لایعنی تقریر ختم کر دی، وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اپنی مضحکہ خیز تجویز کے جواب کا انتظار کرنے لگا۔ آخری فقرے کے ساتھ ہی اس پر اچانک ناامیدی کے جذبات غالب آ گئے اور اسے محسوس ہونے لگا کہ نشانہ بالکل خطا گیا ہے اور بدترین بات یہ تھی کہ اس کی سمجھ میں آ گیا تھا کہ وہ بالکل مہمل اور بے ہودہ بکواس کرتا رہا ہے۔ "کیا یہ بات عجیب نہیں؟" مایوسی کے عالم میں اس کے ذہن میں بجلی کے کوندے کی طرح یک بیک خیال لپکا: "جب میں ادھر آ رہا تھا، یہ سب کچھ بالکل معقول اور صحیح نظر آ رہا تھا مگر اب یہ اڑنگ ترنگ معلوم ہوتا ہے، اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں!" دریں اثنا جب وہ بولے جا رہا تھا، بوڑھا بالکل ساکن بیٹھا رہا اور اسے برفیلی نگاہوں سے گھور گھور کر دیکھتا رہا تھا۔ ایک مدت انتظار کرانے کے بعد آخرکار کوزما کوزیچ گویا ہوا اور انتہائی بے لوچ اور فیصلہ کن لہجے سے بولا:

"میں معافی چاہتا ہوں، ہم اس قسم کا کاروبار نہیں کرتے۔"

متیا کو یک لخت محسوس ہوا کہ اس کی ٹانگیں جواب دے گئی ہیں۔

"تو پھر کوزما کوزیچ، اب مجھے کیا کرنا ہوگا؟" وہ پھیکی مسکراہٹ سجائے بڑبڑایا۔ "میں تو تباہ ہو گیا، آپ کا کیا خیال ہے؟"

"جناب، میں معافی چاہتا ہوں..."

متیا اٹھ کھڑا ہوا اور نگاہیں گاڑ کر سامنے دیکھنے لگا۔ اچانک اسے بوڑھے کے چہرے پر تبدیلی نظر آئی۔ وہ خوف سے تھر تھر کانپنے لگا۔

"مائی ڈیئر سر، ہم اس قسم کے معاملات میں الجھنا نہیں چاہتے۔" بوڑھے نے اپنے الفاظ چبا چبا کر کہا: "مقدمے بازی، وکلا، اور پتا نہیں کیا کیا، اس طرح کی مصیبت جب گلے پڑ جاتی ہے پھر کوئی انت نہیں رہتا! ویسے ایک شخص ہے، تم چاہو تو اس سے مل سکتے ہو..."

"اف، خدایا! کون؟..." متیا بڑبڑانے لگا۔ "کوزما کوزیچ، آپ نے مجھے نئی زندگی بخش دی ہے۔"

"وہ مقامی آدمی نہیں ہے، وہ اس قصبے میں نہیں رہتا۔ وہ کسان ہے، عمارتی لکڑی کا کاروبار کرتا ہے۔ لوگ اسے لیاگاوی (lyagavy)(24) کہتے ہیں۔ وہ گزشتہ ایک سال سے زیادہ عرصے سے چرماشنیا کے ایک جنگل کے بارے میں فیودر پاولووچ کے ساتھ سودے بازی کی کوشش

کر رہا ہے لیکن ان کا قیمت پر اتفاق نہیں ہو سکا، شاید تم نے بھی سنا ہو۔ اتفاق سے وہ اس ضلع میں واپس آ گیا ہے اور الیانسکی گاؤں میں، جو والوایا سٹیشن سے بارہ ورسٹ دور ہے، فادر الیانسکی کے ہاں ٹھہرا ہوا ہے۔ اس نے مجھے بھی اس معاملے، میرا مطلب ہے اس جنگل کے بارے میں خط لکھا تھا اور مجھ سے رائے پوچھی تھی۔ فیودر پاولووچ خود وہاں جانا اور اس سے ملنا چاہتا ہے۔ چنانچہ اگر تم وہاں پہلے پہنچ جاؤ اور تم نے ابھی جو شرائط مجھے پیش کی تھیں، اسے پیش کر دو، عین ممکن ہے...''

''واہ، کیا زبردست تجویز ہے!'' میتیا نے اس کی بات کاٹتے ہوئے جوش و خروش سے کہا۔ ''مجھے اسی آدمی کی ضرورت ہے، وہ میرے مقصد کے لیے بالکل موزوں رہے گا! ادھر وہ مول تول کر رہا ہے اور ادھر اچانک اسے جائیداد کی ملکیت کے کاغذات پیش کر دیے جاتے ہیں، ہا، ہا، ہا!''

اور میتیا ہنسنے لگا مگر اس کی یہ ہنسی خشک اور زبردستی کی تھی جس پر ساسوتوف کو بڑی حیرت ہوئی اور وہ چونک پڑا۔

''میں کن الفاظ میں آپ کا شکریہ ادا کروں، کوزما کوزمچ؟'' میتیا نے وجد میں آ کر کہا۔

''اس کی کوئی ضرورت نہیں۔'' ساسوتوف نے سر کو جنبش دیتے ہوئے کہا۔

''لیکن آپ کو اندازہ ہی نہیں کہ آپ نے مجھ پر کتنا بڑا احسان کیا ہے، آپ نے میری زندگی بچائی ہے، میرا ماتھا ٹھنکا ہو گا، جبھی تو میں آپ کے پاس چلا آیا... اچھا، اب میں چلتا ہوں اور اس پادری سے ملتا ہوں۔''

''میں بہت خوش ہوں کہ تمہارے کسی کام آیا۔''

''میں جا رہا ہوں، جا رہا ہوں۔ میں نے آپ کو جو پریشان کیا، اس پر میں بہت شرمندہ ہوں۔ حالانکہ آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں، پھر بھی آپ مجھ سے ملاقات کرنے پر راضی ہو گئے، یہ میں کبھی نہیں بھولوں گا۔ کوزما کوزمچ، یہ ایک روسی کا قول ہے، سچے اور اصلی... ر... روسی کا!''

''کوئی بات نہیں۔''

میتیا اس سے ہاتھ ملانے کے لیے آگے بڑھا لیکن اسے بوڑھے کی آنکھوں میں اچانک خباثت جھلکتی نظر آ گئی۔ میتیا نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا لیکن جھٹ پٹ اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا کہ وہ خواہ مخواہ شک میں مبتلا ہو رہا ہے۔ ''اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ وہ تھک چکا ہے...'' اس نے سوچا۔

''میں جو کچھ کر رہا ہوں اس (گروشینکا) کی خاطر کر رہا ہوں، کوزما کوزمچ، اس کی خاطر! آپ سمجھتے ہیں نا کہ یہ سب کچھ اس کی خاطر ہے؟'' اس نے پوری طرح گلا پھاڑتے ہوئے کہا۔ اس نے گردن کو خم دیا، ایک دم پیچھے مڑا اور پیچھے دیکھے بغیر وہی تیز اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا واپس

دروازے کی طرف چل پڑا۔ خوشی کے عالم میں اس کے روم روم پر کپکپی طاری ہو گئی تھی۔

''میرا خیال تھا کہ میرا سب کچھ تباہ ہو گیا ہے لیکن میرے محافظ فرشتے نے مجھے بچا لیا ہے۔''

اچانک اس کے ذہن میں سوچ ابھری۔ ''اگر ان بڑے میاں (وہ صحیح معنوں میں واجب التعظیم بزرگ ہیں، کیا پُروقار چال ڈھال، کیا رکھ رکھاؤ ہے!) جیسے اصلی تاجر نے مجھے یہ راستہ اختیار کرنے کی تلقین کی ہے... پھر... پھر سمجھو، میری جیت ہی جیت ہے۔ مجھے جلدی کرنا ہو گی۔ میں سورج غروب ہونے سے پہلے واپس آ جاتا ہوں یا رات گئے، کوئی فرق نہیں پڑے گا، لڑائی تو جیتی جا چکی ہے۔ بڑے میاں نے مجھے بے وقوف نہیں بنایا ہو گا یا بنایا ہے؟'' میتیا جب اپنی رہائش گاہ کے قریب پہنچا، وہ کچھ اسی انداز سے اپنے آپ سے باآواز بلند باتیں کرتا آ رہا تھا۔ اور اس کی سوچ کے مطابق دو میں سے صرف ایک ہی صورت ممکن تھی: یا تو یہ بے عیب اور معقول مشورہ ہے جو اسے ایک ایسے شخص نے دیا ہے جو نامی گرامی تاجر ہے، اس معاملے سے آگاہ ہے اور جو اس لیاگاوی (کیا مضحکہ خیز نام ہے) کو بھی جانتا ہے، یا پھر اس نے اسے الو بنایا ہے اور اسے ایک ایسی چیز کے پیچھے لگا دیا ہے، جس کا حصول ناممکن ہے!

وائے افسوس، صحیح مؤخرالذکر مفروضہ ہی ہوا۔ بعد ازاں، کہیں بہت بعد ازاں، جب سارا گرد و غبار بیٹھ چکا تھا (اور جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا)، بوڑھے ساسوتوف نے دانت کچکچاتے ہوئے خود اقرار کر لیا کہ اس نے ''کیپٹن'' کو بے وقوف بنایا تھا۔ وہ کینہ پرور، سرد مہر، بدطینت اور اس بھرا شخص تھا اور اس کی بیماری نے اس کے ان خصائص کو بدتر بنا دیا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ بوڑھے نے جو کچھ کیا، اس کی ترغیب اسے کس چیز سے ملی تھی — کیا اس کا سبب کیپٹن کا پُراضطراب رویہ تھا یا اس شہوت پرست مسرف مزاج کا یہ احمقانہ یقین تھا کہ ساسوتوف اس کے بے تکے پن منصوبے کو سنتے ہی اچھل پڑے گا اور اسے جھٹ پٹ قبول کر لے گا یا پھر گروشینکا کے سلسلے میں اس کا حسد تھا جس کے نام پر یہ نکما شخص روپیہ اکٹھا کرنے کی سکیم لے کر اس کے پاس آیا تھا؟ کچھ بھی تو یقین سے نہیں کہا جا سکتا۔ تاہم اتنا ضرور طے ہے کہ جب میتیا اس کے سامنے کھڑا محسوس کر رہا تھا کہ اس کی ٹانگیں جواب دیتی جا رہی ہیں اور وہ بے وقوفانہ انداز سے بار بار گردان کیے جا رہا تھا کہ وہ تباہ و برباد ہو گیا ہے، تو اس وقت ساسوتوف کو اس سے بے پناہ نفرت ہونے لگی تھی اور اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ اس کے ساتھ کوئی چالاکی کر کے ہی دم لے گا۔ جب میتیا چلا گیا، بوڑھا، جس کی رنگت غصے سے پیلی پڑ چکی تھی، اپنے بیٹے کی جانب متوجہ ہوا اور اس نے اسے حکم دیا کہ وہ ایسا اہتمام کرے کہ یہ بدبخت بھکاری مکان تو کجا، صحن کے آس پاس بھی نہ پھٹکنے آئے ورنہ...

اس نے اپنی دھمکی کو مکمل نہ کیا لیکن اس کا بیٹا بھی، جو اسے متعدد بار غصے کی کیفیت میں دیکھ

چکا تھا، خوف سے تھر تھر کانپنے لگا۔ بوڑھا پورا گھنٹا غیظ و غضب سے تھرتھراتا رہا! جب شام ہوئی اس کی طبیعت خراب ہو گئی اور اس نے ڈاکٹر کو حاضر ہونے کا حکم دے دیا۔

2

لیا گاوی

اسے جلدی کرنا تھی لیکن گھوڑوں کے کرائے پر لینے کے لیے اس کے پاس پیسے نہیں تھے۔۔۔ لیکن یہ بات اتنی بھی صحیح نہیں تھی، اس کے پاس بیس کوپک کے دو سکے باقی بچ گئے تھے لیکن اس کا کل اثاثہ صرف انہی پر مشتمل تھا۔۔۔ اس نے گزشتہ کئی سال سے جس خوشحالی کی زندگی گزاری تھی، اس کی یادگار بس یہی دو سکے رہ گئے تھے! اس کے پاس ایک پُرانی نقرئی گھڑی تھی جو کافی عرصہ پہلے کام کرنا بند کر چکی تھی۔ وہ اسے اپنی رہائش گاہ سے اٹھا لایا اور بازار میں ایک یہودی گھڑی ساز کے کھوکے پر لے گیا۔ اسے اس کے چھ روبل مل گئے۔ "مجھے تو اتنے کی بھی امید نہیں تھی!" متیا سراپا حیرت تھا اور اس کے منہ سے چیخ نکل گئی (اس کا انگ انگ خوشی سے جھوم رہا تھا)، اس نے چھیوں روبلوں پر جھپٹا مارا اور برق رفتاری سے گھر کی جانب بھاگ کھڑا ہوا۔ گھر پر اس نے اس رقم میں مزید تین روبل کا اضافہ کر لیا۔ یہ روبل اس نے اپنے مالک مکان سے ادھار لیے تھے۔ اگرچہ مالک مکان اور اس کی بیوی کی کل کائنات یہی تھی لیکن وہ اس کے اتنے گرویدہ تھے کہ انہوں نے خوشی خوشی یہ اس کے حوالے کر دیے۔ اپنی وجد کی حالت میں متیا نے بلا جھجک ان پر منکشف کر دیا کہ اس کی قسمت داؤ پر لگی ہوئی ہے اور اس نے انتہائی عجلت سے ان کے سامنے تقریباً سب کچھ اگل دیا۔۔۔ اس نے سامسونوف کو کیا منصوبہ پیش کیا تھا، سامسونوف نے اسے کیا رائے دی تھی، خود اسے مستقبل کے بارے میں کیا توقعات تھیں، وغیرہ وغیرہ۔ اس کے مالکان مکان پہلے ہی اس کے متعدد رازوں سے آگاہ تھے اور یہی وجہ ہے کہ وہ اسے اپنے گھر کا ایک فرد سمجھتے تھے، ان کے نزدیک وہ شرافت پیشہ تھا جسے تکبر چھو کر بھی نہیں گزرا تھا۔ یوں نو روبل اکٹھا کرنے کے بعد اس نے تازہ دم ڈاک گھوڑے منگوائے جنہوں نے اسے وولوویا کے اڈے تک پہنچانا تھا۔ چنانچہ بعد ازاں سب لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ ایک خاص واقعے کے رونما ہونے سے ایک روز قبل دوپہر کو اس کے پاس ایک کوپک بھی نہیں تھا، روپیہ حاصل کرنے کی غرض سے اسے اپنی گھڑی بیچنا

پڑی اور اپنے مالکان مکان سے تین روبل ادھار لینا پڑے تھے اور یہ سب انکشافات گواہوں کی موجودگی میں ہوئے۔

میں اس حقیقت کا ذکر پیشگی کر رہا ہوں، کیوں؟ یہ بعد میں واضح ہو جائے گا۔

جب وہ گھوڑا گاڑی میں صبا رفتاری سے وولوویا کی طرف بھاگا جا رہا تھا، اگرچہ اس امید پر کہ "یہ تمام امور" آخر کار طے پا جائیں گے، اس کا چہرہ مسرت سے چمک رہا تھا تاہم ایک پریشانی نے اس پر کپکپی بھی طاری کر رکھی تھی: "میری غیر حاضری میں گروشینکا کیا اقدام کرے گی؟ اگر وہ آج ہی فیودر پاولووچ کے پاس چلی گئی، پھر کیا ہوگا؟" یہی وجہ ہے کہ وہ اسے کچھ بتائے بغیر ہی ادھر چلا آیا تھا اور روانہ ہونے سے پہلے مالکان مکان کو سخت ہدایات دے آیا تھا کہ اگر کوئی اس کی بابت دریافت کرنے آئے تو وہ اسے ہرگز ہرگز کچھ نہ بتائیں۔ "مجھے آج شام تک، آج شام تک لازماً واپس آنا ہوگا" وہ گاڑی میں ہچکولے کھاتا بار بار اپنے آپ سے کہے جا رہا تھا۔ "اور جہاں تک اس لیا گاوی کا تعلق ہے، مجھے اسے شاید زبردستی یہاں لانا ہوگا... تاکہ سودا مکمل ہو سکے..." متیا تمام راستے کچھ اس طرح کے خواب بن رہا تھا، اس کا دل بلیوں اچھل رہا تھا لیکن وائے افسوس، قسمت اس کے ساتھ ہاتھ کرنے پر تلی ہوئی تھی، اسے قطعاً یہ منظور نہیں تھا کہ حالات وہی رخ اختیار کریں جن کا "منصوبہ" اس نے بنایا تھا۔

پہلی بات تو یہ ہوئی کہ وولوویا سے دیہاتی سڑک پر سفر کرنے سے وقت کا ضیاع ہوا۔ یہ بارہ کی بجائے اٹھارہ ورسٹ نکلی۔ دوسرے الیانسکی کا پادری گھر پر نہ ملا، وہ قریبی گاؤں گیا ہوا تھا۔ جب انہی تھکے ماندے گھوڑوں کے ساتھ سفر کرنے کے بعد اسے وہ قریبی گاؤں میں ملا تو رات ہو چکی تھی۔ پادری نے، جو شواہد سے معلوم ہوتا تھا کہ منکسر المزاج اور پُرشفقت آدمی ہے، اسے فوراً بتا دیا کہ اگرچہ شروع میں لیا گاوی اس کے ساتھ مقیم تھا لیکن اب وہ ایک رات جنگل کے محافظ کے ہاں گزارنے ایک چھوٹے سے گاؤں سخائی پاسیولوک چلا گیا ہے کیونکہ وہ وہاں بھی عمارتی لکڑی کے سودے کے لیے گفت و شنید کر رہا ہے۔ اگرچہ ابتدا میں پادری متیا کی یہ پُرزور درخواست ماننے پر آمادہ نہیں تھا کہ وہ بلا تاخیر اسے لیا گاوی کے پاس لے چلے اور یوں اسے تباہی سے بچا لے، وہ انجام کار اس کے ساتھ سخائی پاسیولوک تک جانے کے لیے راضی ہو گیا کیونکہ اس کا جذبۂ تجسس بیدار ہو چکا تھا لیکن بدقسمتی یہ ہوئی کہ اس نے پیدل چلنے کی تجویز پیش کر دی کہ "ایک ہی ورسٹ کا تو فاصلہ ہے، اس سے زیادہ مطلق نہیں۔" متیا نے ہاں کر دی اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا چلنے لگا، یوں بے چارے پادری کو اس کا ساتھ دینے کے لیے تقریباً دوڑ لگانا پڑی۔ وہ کوتاہ قامت شخص تھا، اتنا بوڑھا تو نہیں تھا تاہم بے حد کم آمیز اور محتاط ضرور تھا۔ متیا وقت ضائع کیے بغیر اسے اپنا منصوبہ

بتانے لگا؛ وہ پُر اضطراب انداز سے اصرار کرتا رہا کہ وہ اسے لیاگاوی کے بارے میں مزید معلومات فراہم کرے اور سارا راستہ خود ہی مسلسل باتیں کرتا رہا۔ پادری سنتا تو دھیان سے رہا لیکن اس نے مشورہ کوئی خاص نہ دیا۔ اس کے بیشتر جوابات ٹال مٹول کے تھے۔ "مجھے معلوم نہیں، واقعی کچھ معلوم نہیں، مجھے معلوم ہو بھی کیسے سکتا ہے؟" وہ بس اسی قسم کا ردعمل ظاہر کر رہا تھا۔ جب میتیا نے وراثت کے سلسلے میں اپنے باپ کے ساتھ جھگڑوں کی گفتگو شروع کی تو پادری کے اوسان بالکل ہی خطا ہو گئے کیونکہ اتفاق سے بعض کاروباری امور میں اس کی فیودر پاولووچ کے ساتھ شراکت تھی۔ تاہم اس نے تعجب کے ساتھ میتیا سے اتنا استفسار ضرور کیا کہ وہ اس دیہاتی تاجر گورسٹکن کو لیاگاوی کیوں کہتا ہے اور پھر اسے خاص طور پر سمجھانے لگا کہ اگرچہ یہ شخص واقعی لیاگاوی ہے لیکن وہ لیاگاوی نہیں بھی کیونکہ اصلاً یہ اس کا نام نہیں، محض کنیت ہے اور اگر کوئی شخص اسے اس کی کنیت سے پکارتا ہے تو وہ بے حد برا مانتا ہے۔ پادری نے میتیا سے پُرزور اصرار سے کہا، "تم اسے گورسٹکن ہی کہو ورنہ تمہاری اس کے ساتھ نبھ نہیں سکے گی اور وہ تمہاری بات تک سننے کا روادار نہیں ہوگا۔"

اس پر میتیا ایک لمحے کے لیے دم بخود رہ گیا اور پھر بتانے لگا کہ خود سامسونوف اس کا یہی نام لے رہا تھا۔ یہ سننے کے بعد پادری نے جھٹ پٹ موضوع تبدیل کر دیا حالانکہ بہتر یہی ہوتا کہ وہ اسے فوراً سمجھا دیتا کہ اگر خود سامسونوف نے اسے اس دیہاتی تاجر کے پاس بھیجا ہے اور اس نے اس کا ذکر لیاگاوی کے نام سے کیا ہے تو دال میں لازماً کچھ کالا ہوگا، اسے محض جھانسا دیا گیا ہے اور اس کے پیچھے کوئی خبیث مقصد کارفرما ہوگا۔ تاہم میتیا کے پاس ان "معمولی" باتوں کے لیے کوئی وقت نہیں تھا۔ وہ جلدی میں تھا، چنانچہ وہ لمبے لمبے ڈگ بھر کر چلتا رہا اور اسے صرف تب جب وہ سخائی پاسیولوک پہنچ چکے، اندازہ ہوا کہ وہ ایک ڈیڑھ نہیں بلکہ تین ورسٹ سے زیادہ پیدل چل چکے ہیں۔ اس پر اسے غصہ تو بہت آیا تاہم اس نے منہ سے کچھ نہ کہا۔

وہ جھونپڑی کے اندر چلے گئے۔ اس کے ایک کمرے پر تو جنگل کا محافظ لیکن دروازے کے قریب بڑے کمرے پر گورسٹکن قابض تھا۔ وہ موخرالذکر کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ انہوں نے چربی کی موم بتی جلائی۔ کمرے میں اتنی گرمی اور حبس تھا کہ دم گھٹتا محسوس ہوتا تھا۔ دیار کی میز پر بجھا ہوا سماوار کھڑا تھا، اس کے قریب ایک ٹرے رکھی ہوئی تھی جس پر چند پیالیاں، گنے کی شراب (رم) کی خالی بوتل، ووڈکا کی نیم خالی بوتل اور ڈبل روٹی کے چند نیم خوردہ توس پڑے تھے۔ خود مہمان بنچ پر لیٹا ہوا تھا۔ اس نے اپنے سر کے نیچے تکیے کی بجائے اپنے فالتو ملبوسات رکھے ہوئے تھے اور وہ زور زور سے خراٹے لے رہا تھا۔ میتیا حیران پریشان وہاں کھڑا رہا۔

"ہمیں اسے جگانا ہوگا، یہ بالکل ضروری ہے، میں یہاں بڑی عجلت میں آیا ہوں اور مجھے آج

ہی رات واپس جانا ہے۔" پریشانی اب اس کی نس نس سے جھلکنے لگی تھی، لیکن پادری اور جنگل کے محافظ نے، جو قریب ہی خاموش کھڑے تھے، کوئی جواب نہ دیا۔ میتیا گورسٹکن کے قریب آیا اور بڑے زور شور سے اسے ہلانے جلانے اور جگانے کی کوشش کرنے لگا مگر وہ تو گھوڑے بیچ کر سویا ہوا تھا، اس پر مطلق کوئی اثر نہ ہوا اور وہ بے سدھ لیٹا رہا۔ "یہ پی کر مدہوش ہو چکا ہے،" میتیا نے نتیجہ اخذ کیا۔ "میں کیا کروں، خدا کے لیے مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟" اور اچانک صبر و تحمل کا دامن چھوڑ کر وہ نشئی آدمی کی ٹانگیں اور بازو پوری قوت سے جھنجھوڑنے، اس کے سر کو آگے پیچھے جنبش دینے اور اسے بنچ پر بٹھانے کی کوشش کرنے لگا لیکن اس کی تمام تر مساعی کے باوجود وہ شخص ٹس سے مس نہ ہوا، بس کبھی کبھار کوئی بے ربط، فحش گالی بک دیتا یا پھر گنواروں کی طرح کراہنے لگتا۔

"کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ کچھ دیر انتظار کر لیا جائے؟" پادری نے بالآخر کہا، "معلوم ہوتا ہے کہ اس کی حالت ٹھیک نہیں۔"

"یہ سارا دن پیتا رہا ہے،" جنگل کے محافظ نے ارشاد فرمایا۔

"خدایا!" میتیا کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ "کاش تمہیں معلوم ہوتا کہ میرا اس سے بات کرنا کتنا ضروری ہے اور میری کیوں جان پر بنی ہوئی ہے!"

"سچ پوچھیں تو میری رائے میں بہتر یہی ہوگا کہ صبح تک انتظار کر لیا جائے،" پادری نے اپنی بات دہرائی۔

"صبح تک؟ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ اس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا!" پھر ایک ایسے عالم میں، جب وہ کچھ بھی کرنے کو تیار تھا، اس نے ایک بار پھر مدہوش آدمی کو جگانے کی کوشش کی لیکن اسے بہت جلد احساس ہو گیا کہ وہ سعیٔ لاحاصل میں پڑا ہوا ہے اور وہ رُک گیا۔ پادری منہ میں گھنگھنیاں ڈالے کھڑا رہا اور جنگل کا نیم بیدار محافظ بے دلی اور کبیدہ خاطری سے اسے دیکھتا رہا۔

"آدمی کو زندگی میں کن کن بھیانک المیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے!" میتیا نے بھرپور مایوسی سے چیختے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر پسینے کی ندیاں بہہ رہی تھیں۔ پادری کو احساس ہوا کہ یہ مناسب موقع ہے اور اس نے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے معقولیت پر مبنی انداز سے کہا، "ہم سوئے ہوئے آدمی کو انجام کار جگانے میں شاید کامیاب تو ہو جائیں، پھر بھی اس کی حالت اتنی ٹھیک نہیں ہوگی کہ اس کے ساتھ ڈھنگ کی گفتگو کی جا سکے اور چونکہ آپ کا کام بہت اہم ہے، اس لیے کیا بہتر یہی نہیں ہوگا کہ صبح کا انتظار کر لیا جائے؟..."

مرتا کیا نہ کرتا، میتیا نے بازو نیچے گرائے اور پادری کا مشورہ مان لیا۔

"فادر، میں یہیں ٹھہرا رہوں گا اور موم بتی جلائے رکھوں گا، اور مناسب وقت کا انتظار کرتا

رہوں گا۔ جب اسے جاگ آئے گی میں ایک بار پھر کوشش کروں گا... میں موم بتی اور رات کے قیام کی ادائیگی کر دوں گا:" اس نے جنگل کے محافظ کی جانب متوجہ ہو کر کہا۔ "یقین رکھو تمہیں دمتری کرامازوف کی وجہ سے کوئی نقصان برداشت نہیں کرنا پڑے گا۔ لیکن، فادر، آپ کا کیا بنے گا؟ آپ کہاں سوئیں گے؟"

"جناب، آپ میری فکر نہ کریں، میں اپنے گھر چلا جاؤں گا۔ ان کی گھوڑی مجھے وہاں پہنچا دے گی:" اس نے جنگل کے محافظ پر بھیگی نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔ "چنانچہ خدا حافظ، میں آپ کی کامیابی کے لیے دعا گو ہوں۔"

یوں معاملہ طے ہو گیا۔ پادری گھوڑی پر روانہ ہو گیا، وہ بہت خوش تھا کہ آخر اس کی جان چھوٹ گئی ہے لیکن وہ اب بھی بے چینی سے اپنا سر ہلا رہا تھا اور دل ہی دل میں سوچ رہا تھا: "مجھے کل صبح سویرے اپنے محسن فیودر پاولووچ کو اس عجیب و غریب واقعے کی اطلاع دینا چاہیے یا نہیں؟ ورنہ اگر بدقسمتی آ ٹپکی تو ہوسکتا ہے کہ اسے کسی دوسرے ذریعے سے اس کی بھنک پڑ جائے، یوں وہ مجھ سے ناراض ہو جائے گا اور مجھ پر اپنی نوازشات بند کر دے گا۔"

جنگل کا محافظ اپنا سر کھجاتا خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔ متیا بنچ پر بیٹھ گیا اور جیسا کہ اس نے خود کہا تھا، مناسب موقع کا انتظار کرنے لگا۔ دبیز دھند کی طرح گہری افسردگی نے اس کی روح کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ گہری، بھیانک افسردگی! وہ بیٹھا رہا اور کڑھتا رہا، لیکن وہ اپنے خیالات کو مجتمع نہ کر سکا۔ موم بتی جل کر پگھل گئی، کوئی جھینگر گانے لگا اور ضرورت سے زیادہ گرم کیے گئے کمرے میں حبس ناقابل برداشت حد تک بڑھ گیا۔ اچانک اس کے ذہن میں باغیچہ اور باغیچے کا عقبی دروازہ در آیا، اس کے باپ کے مکان کا دروازہ پُراسرار انداز سے کھل رہا تھا اور گروشینکا گرتے پڑتے اس دروازے میں داخل ہو رہی تھی... اس کے ذہن کو جھٹکا لگا، وہ اچھلا اور کھڑا ہو گیا۔

"کیا مصیبت ہے!" وہ دانت پیستے ہوئے بڑبڑایا اور مشینی انداز سے چلتا سوئے ہوئے آدمی کے قریب چلا گیا اور نگاہیں گاڑ کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ شخص موژک (روسی کسان) تھا، اس کا جسم ہڈیوں کی مالا تھا، ویسے وہ کوئی خاص بوڑھا نہیں تھا، اس کا چہرہ لمبوترا، سر کے بال گھونگریالے اور ہلکے بھورے رنگ کے تھے جبکہ اس کی داڑھی لمبی، چھدری اور سرخ تھی۔ وہ سوتی قمیص اور سیاہ واسکٹ پہنے ہوئے تھا جس کی جیب سے گھڑی کی نقرئی زنجیر لٹک رہی تھی۔ متیا بڑی نفرت سے اس کے خدوخال کا ملاحظہ کرتا رہا اور پتا نہیں کیا وجہ ہوئی کہ اسے اس حقیقت سے خاص طور پر گھن آنے لگی کہ اس شخص کے بال گھونگریالے ہیں۔ سب سے بڑھ کر اسے جس چیز پر جھنجھلاہٹ ہونے لگی وہ یہ

تھی کہ وہ، متیا، اتنا کچھ لٹا کر، قربان کر کے، یہاں کھڑا ہے، اس کا روم روم تھکاوٹ سے چور چور ہو چکا ہے جبکہ یہ لیموتیوز، جس پر اب اس کے سارے مقدر کا دارومدار تھا، یہاں یوں خراٹے لے رہا ہے جیسے اس دنیا جہان میں اسے کسی چیز کی فکر نہ ہو، جیسے یہ ابھی ابھی کسی دوسرے سیارے سے نیچے اترا ہو! "اف، قسمت کا کیا بھیانک کھیل ہے!" متیا بلند آواز سے پکارا اور اچانک ضبط کا دامن مکمل طور پر ہاتھ سے چھوڑتے ہوئے لپک کر دوبارہ آگے بڑھا تاکہ وہ اس مدہوش موژک کو جگا سکے۔ اس پر ایک قسم کا غیظ و غضب طاری ہو گیا، وہ اس سے کھینچا تانی کرنے لگا، اسے آگے پیچھے دھکیلنے لگا، اس نے اس پر گھونسے بھی برسائے لیکن نتیجہ پھر وہی ڈھاک کے تین پات، پانچ منٹ تک زور آزمائی کرنے اور کچھ نہ حاصل کرنے کے بعد وہ دوبارہ بے چارگی اور مایوسی کے عالم میں بنچ پر بیٹھ گیا۔

"کیا حماقت ہے، کیا بڑی بُری حماقت ہے!" وہ چیخ رہا تھا، چلا رہا تھا۔ "اور... کیا رسوائی ہے!" یک لخت سوچے سمجھے بغیر اس کے منہ سے نکل گیا۔ اس کا سر درد سے پھٹنے لگا تھا: "کیا میں اپنی ہار مان لوں؟ یہاں سے چلا جاؤں؟" یہ خیال بجلی کے کوندے کی طرح اس کے ذہن میں لپکا۔ "نہیں، میں صبح تک انتظار کروں گا، ثابت کر دوں گا کہ میں بھی اپنی ہٹ کا پورا ہوں! ورنہ یہاں آنے کا مقصد کیا تھا؟ بہرحال اب واپس جانے کا بھی تو کوئی ذریعہ نہیں، اف، میرے خدایا، میں یہاں سے نکلوں گا کیسے؟ کیا مصیبت ہے!"

اس کا سر درد لحظہ بہ لحظہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ وہ بے حس و حرکت بیٹھا ہوا تھا اور اسے معلوم ہی نہ ہو سکا کہ وہ اونگھنے لگا ہے، اور پھر یک دم بیٹھے بیٹھے سو گیا ہے۔ وہ لازماً دو یا دو سے زیادہ گھنٹے سویا رہا ہوگا۔ جب اس کی آنکھ کھلی، اس کے سر میں اتنا شدید درد ہو رہا تھا کہ اس کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔ اس کی کنپٹیوں پر ہتھوڑے برس رہے تھے اور درد سے اس کی چندیا پھٹی جا رہی تھی۔ کافی دیر تک وہ اپنے خیالات مجتمع کرنے میں یکسر ناکام رہا اور اسے ٹھیک ٹھیک قطعاً اندازہ نہ ہو سکا کہ اسے ہوا کیا ہے۔ آخر اس پر منکشف ہوا کہ ضرورت سے زیادہ گرم کیا گیا کمرا بخارات سے بھرا ہوا ہے اور وہاں خود اس کا اپنا دم گھٹ سکتا تھا۔ لیکن مدہوش موژک ابھی تک یوں کانوں پڑا خراٹوں پر خراٹے لیے جا رہا تھا، موم بتی تقریباً ختم ہو چکی تھی اور اب بجھا چاہتی تھی۔ متیا کے منہ سے چیخ نکلی اور وہ ٹھوکریں کھاتا، دیوانہ وار بھاگتا جھٹ دروازہ پار کر کے جنگل کے محافظ کے کمرے میں جا پہنچا۔ موخرالذکر نے جاگنے میں دیر نہ لگائی۔ اگرچہ یہ سننے کے بعد کہ اگلا کمرا بخارات سے بھرا ہوا ہے اس نے کچھ کرنے پر آمادگی کا اظہار زبانی کلامی تو کر دیا مگر عملاً کچھ نہ کیا، بلکہ اس کے رویے سے معلوم ہوتا تھا کہ اس نے اس خبر کو کامل بے نیازی سے سنا ہے جس پر متیا ہکا بکا رہ گیا اور وہ

غصے سے کھول پڑا۔

"مگر وہ مر چکا ہے، مر چکا ہے، اب ہم کیا کریں... کیا کریں؟" تیا ہذیانی کیفیت میں چلائے جا رہا تھا۔

انہوں نے ٹھیک کر دروازے کے پٹ وا کر دیے، کھڑکی اور روشن دان کھول دیا۔ تیا احتیاط سے پانی کی بالٹی گھسیٹ لایا۔ اس نے پہلے اپنا سر اس میں بھگویا، پھر اسے کہیں سے کپڑے کی دھجی ہاتھ آ گئی، اس نے اسے پانی سے تر کیا اور لیاگاوی کے چہرے پر پھیرنے لگا۔ جنگل کا محافظ اس ساری کارروائی کو تقریباً حقارت سے دیکھتا رہا اور کھڑکی کھولنے کے بعد تقریباً تمکین لہجے سے بولا،

"کافی ہے۔" اور نیند پوری کرنے کے لیے واپس چلا گیا۔ وہ اپنی لالٹین تیا کے پاس ہی چھوڑ گیا جو آدھ گھنٹے تک بار بار مدہوش آدمی کے، جس کا دم بس گھٹتے گھٹتے رہ گیا تھا، سر کو بھگوتا رہا تاکہ اسے ہوش میں لایا جا سکے۔ وہ ساری رات ٹھہرنے کا فیصلہ پہلے ہی کر چکا تھا لیکن وہ خالص تھکن سے اتنا چور ہو چکا تھا کہ اپنی سانس بحال کرنے کے لیے ایک پل کے لیے بیٹھ گیا، اس نے بالکل غیر شعوری طور پر آنکھیں بند کر لیں اور پلک جھپکتے میں نیند کی آغوش میں چلا گیا۔

جب اس کی آنکھ کھلی، بے حد تاخیر ہو چکی تھی۔ صبح کے نو بج چکے تھے۔ جھونپڑی کی دو چھوٹی چھوٹی کھڑکیوں میں سے سورج کی تیز کرنیں چمک رہی تھیں۔ گزشتہ روز کا گھونگریالے بالوں والا حرحک اپنا کوٹ پہنے بنچ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے میز پر تازہ سماوار اور ووڈکا کی نئی بوتل پڑی تھی۔ کل والی بوتل ختم ہو چکی تھی اور نئی بھی آدھی سے زیادہ خالی ہو چکی تھی۔ تیا اچھل کر کھڑا ہو گیا اور اسے پلک جھپکتے میں اندازہ ہو گیا کہ ملعون حرحک ایک بار پھر نشے میں، کامل اور مکمل طور پر نشے میں دھت ہو چکا ہے۔ وہ کوئی ایک منٹ اسے گھور گھور کر دیکھتا رہا، اس کی آنکھیں تقریباً باہر ابلی پڑ رہی تھیں۔ حرحک منہ سے ایک لفظ بھی نکالے بغیر عیارانہ انداز سے اسے دیکھ رہا تھا، اس کے انگ انگ سے گستاخانہ بے نیازی ٹپک رہی تھی اور تیا کو محسوس ہوا کہ وہاں تقریباً نخوت آمیز حقارت جھلک رہی ہے۔ وہ اس کی طرف لپکا۔

"معافی چاہتا ہوں، آپ سمجھ گئے ہوں گے... میں... آپ نے غالباً محافظ سے سن لیا ہو گا کہ میرا نام لیفٹیننٹ دمتری کرامازوف ہے، میں بڑے کرامازوف کا بیٹا ہوں جس کے ساتھ آپ عمارتی لکڑی کے کھڑے درختوں کا سودا کر رہے ہیں..."

"تم جھوٹ بول رہے ہو!" حرحک نے بڑے سکون اور استقلال سے کہا۔

"جھوٹ بول رہا ہوں، کیا مطلب ہے آپ کا؟ آپ فیودر پاؤلووچ کو یقیناً جانتے ہوں گے؟"

"میں کسی فیودر پاؤلووچ کو نہیں جانتا۔" حرحک نے اپنے الفاظ چبا چبا کر کہا۔

"آپ ان کے ساتھ عمارتی لکڑی کے درخت خریدنے کا سودا کر رہے ہیں، درخت خریدنے کی بات چیت کر رہے ہیں، اپنی آنکھیں کھولیں اور ہوش میں آئیں۔ فادر الیانسکی مجھے یہاں لائے تھے... آپ نے سامسونوف کو بھی خط لکھا تھا اور انہوں نے ہی مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے..." تیا کی سانس پھولنے لگی تھی۔

"تم جھوٹ بول رہے ہو!" لیاگاوی نے ایک بار پھر دھیرے دھیرے اور واضح انداز سے اپنے الفاظ دہرائے

تیا کو ٹھنڈے پسینے آنے لگے۔

"خدا کا واسطہ، یہ مذاق نہیں! مانا آپ پیتے رہے ہیں، لیکن اتنی بھی نہیں کہ آپ ہوش و حواس کھو چکے ہوں، آپ یقیناً باتیں کر سکتے ہیں، سمجھ سکتے ہیں... ورنہ... ورنہ... میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا!"

"تم وہی رنگ ساز ہو!"

اف خدایا! میں رنگ ساز نہیں، کرامازوف، دمتری کرامازوف ہوں۔ میں آپ کے پاس ایک تجویز لے کر آیا ہوں... فائدے مند تجویز... بہت فائدے مند... اس کا عمارتی لکڑی سے تعلق ہے۔"

حرحک بڑے گمبھیر انداز سے اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔

"مجھے یاد ہے تم نے کام کا معاہدہ کیا تھا مگر تم لفنگے نکلے! تم بڑے لفنگے اور کمینے شخص ہو۔ سنا تم نے؟"

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے!" تیا مایوسی کے عالم میں اپنے ہاتھ مسل رہا تھا۔

حرحک اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرتا رہا اور پھر اس نے اچانک شرارتی انداز سے اپنی آنکھیں میچ لیں۔

"نہیں جناب۔ تم مجھے اتنا بتا دو وہ کون سا قانون ہے جو لوگوں کو دھوکا دینے کی اجازت دیتا ہے۔ بتاؤ نا! تم لفنگے ہو۔ سمجھے کچھ؟"

تیا افسردگی اور مایوسی کی کیفیت میں ذرا پیچھے ہٹ گیا اور اسے یوں لگا جیسے کسی نے اس کے سر پر ہتھوڑے مارا ہو۔ معاً اس کے ذہن میں سب کچھ واضح ہو گیا۔ جیسا کہ خود اس نے بعد میں کہا، "مجھے روشنی نظر آئی اور میں سب کچھ سمجھ گیا۔" وہ بالکل گم صم کھڑا تھا اور سوچ رہا تھا، "اتنا ذہین اور

کچھ دار ہونے کے باوجود میں اس قسم کی فضول اور احمقانہ مہم جوئی پر کیوں چل پڑا تھا اور اس پر پورا دن اور پوری رات کس لیے ڈٹا رہا تھا؟ یہی نہیں، میں اس لیاگاوی کے ناز نخرے اٹھاتا رہا، اس کے متعلق پریشان ہوتا رہا، اس کی پیشانی پر گیلی پٹیاں پھیرتا رہا اور یوں اپنا وقت ضائع کرتا رہا۔ کس لیے؟... چھوڑو یار، یہ شخص شراب کے نشے میں دھت ہے، مدہوشی نے اس کی مت مار رکھی ہے اور یہ پورا ہفتہ پیتا ہی رہے گا... انتظار کرنے کا فائدہ؟ اور اگر سامسوف نے مجھے جان بوجھ کر یہاں بھیجا ہے، پھر؟ اور اگر گروشینکا... اف، میرے خدایا، یہ میں نے کیا کر دیا!"

ادھر حرحک اپنی جگہ بیٹھا رہا، اسے گھور گھور کر دیکھتا رہا اور کھسیس نکالتا رہا۔ کوئی دوسرا موقع، کوئی دوسرے حالات ہوتے تو متیا کو اتنا غصہ آ جاتا کہ وہ غالباً اس کا گلا گھونٹنے سے بھی گریز نہ کرتا، لیکن اب وہ اپنے آپ کو کسی بچے سے بھی زیادہ کمزور محسوس کر رہا تھا۔ وہ خاموشی سے بنچ کی جانب بڑھا، اپنا کوٹ اٹھایا، پہنا اور ایک لفظ کہے بغیر باہر نکل گیا۔ اسے جھونپڑی کے دوسرے کمرے میں جنگل کا محافظ دکھائی نہ دیا، وہاں کوئی متنفس نہیں تھا۔ اس نے اپنی جیب سے پچاس کوپک کی ریزگاری نکالی اور اپنے قیام، موم بتی اور جنگل کے محافظ کو اس کی وجہ سے جو زحمت اٹھانا پڑی تھی، اس کے معاوضے کے طور پر میز پر رکھ دی۔ جب وہ جھونپڑی سے باہر نکلا، اس نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں لیکن اسے جنگل کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔ وہ انکل پچو چل پڑا، اسے تو اتنا بھی معلوم نہیں تھا کہ اسے دائیں مڑنا ہے یا بائیں۔ کل جب وہ پادری کی معیت میں تیز تیز چلتا ادھر آیا تھا اس نے یہ یاد رکھنے کا بھی تکلف نہیں کیا تھا کہ وہ کدھر سے آ رہے ہیں۔ اس کے دل میں کسی کے خلاف، یہاں تک کہ سامسوف کے بھی نہیں، کوئی عناد، کسی انتقام جوئی کا جذبہ نہیں تھا۔ وہ جنگل کی تنگ پگڈنڈی پر بے مقصد چلتا رہا، اسے سمت کا کوئی احساس نہیں تھا، اس کی ساری امیدیں پاش پاش ہو چکی تھیں اور اسے قطعاً معلوم نہیں تھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔ وہ اچانک جسمانی اور روحانی دونوں اعتبار سے اتنا نحیف و ناتواں ہو چکا تھا کہ چھوٹے سے چھوٹا بچہ اسے چاروں شانے چت گرا سکتا تھا، اسے اُلّو بنا سکتا تھا۔ بہرحال وہ کسی نہ کسی طرح جنگل سے باہر نکلنے کا راستہ تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی، اس کے سامنے اُجڑے پُجڑے کھیتوں کا، جن کی فصلیں کاٹی جا چکی تھیں، طویل سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا چلا جا رہا تھا اور دل میں کہتا جا رہا تھا: "ہر طرف موت اور مایوسی نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں!"

دیہاتی سڑک پر اسے ایک کوچوان مل گیا جو کسی بوڑھے تاجر کو کہیں لے جا رہا تھا اور یہی کوچوان اس کی سلامتی کا سبب بن گیا۔ جب اس کی گھوڑا گاڑی قریب پہنچی، متیا نے اس سے راستہ پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ بھی والوویا جا رہے ہیں۔ چند الفاظ کے تبادلے کے بعد وہ اسے اپنے ساتھ

لے جانے پر راضی ہو گئے۔ تین گھنٹے بعد وہ اپنی منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ اڈے پر پہنچنے کے بعد اس نے جھٹ پٹ حکم دیا کہ اسے قصبے تک پہنچانے کے لیے ڈاک گھوڑے تیار کیے جائیں لیکن اچانک اس پر منکشف ہوا کہ اس کے پیٹ میں چوہے دوڑ رہے ہیں۔ جب گھوڑے جوتے جا رہے تھے، اس نے تلے ہوئے انڈوں کی پلیٹ کا آرڈر دے دیا۔ اس نے چند سیکنڈ میں انہیں پیٹ میں اتار لیا، اس کے ساتھ ہی وہ ڈبل روٹی کا خاصا بڑا ٹکڑا اور ایک دو ساسیج بھی ہڑپ کر گیا جو کہ میز پر رکھے ہوئے تھے اور اس نے ووڈکا کے تین گلاس غٹاغٹ پی لیے۔ اشتہا رفع ہو جانے کے بعد اس کی حالت بہتر ہو گئی اور اس کے حوصلے پھر سے جوان ہو گئے۔ سڑک پر گھوڑے پوری رفتار سے بھاگے جا رہے تھے لیکن متیا کوچوان کو مزید تیز چلنے کی تلقین کیے جا رہا تھا اور اس دوران میں اس کے ذہن میں دن ختم ہونے سے پہلے پہلے "ملعون روپے" کو حاصل کرنے کا "بالکل فول پروف" منصوبہ سر اٹھانے لگا۔ "ذرا سوچیں، آدمی کی زندگی محض اس لیے زیر و زبر ہو جاتی ہے کیونکہ اس کی جیب میں تین ہزار روبل کی حقیر رقم نہیں ہوتی! بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی!" وہ بڑی کراہت سے بڑبڑایا۔ "میں آج یہ معاملہ طے کر کے ہی رہوں گا، کسی کو بھی اس بارے میں غلط فہمی نہیں ہونا چاہیے!" اگر وہ مسلسل گروشینکا کے بارے میں نہ سوچ رہا ہوتا جو اس کے ذہن سے نکلتی ہی نہیں تھی اور اسے یہ خوف نہ ستا رہا ہوتا کہ کہیں اسے کچھ ہو نہ گیا ہو، وہ ایک بار پھر پوری طرح ہشاش بشاش ہو چکا ہوتا! لیکن جب بھی وہ اس کا دھیان اپنے دماغ میں لاتا، اس کے دل پر چھریاں چل جاتیں۔ وہ بالآخر واپس پہنچ ہی گئے اور وہ ایک سیکنڈ ضائع کیے بغیر اسے (گروشینکا کو) ملنے دوڑ پڑا۔

3

سونے کی کانیں

متیا کی عین یہی وہ آمد تھی جس کا رکیتن کے ساتھ گفتگو کے دوران میں گروشینکا نے بڑی تشویش سے ذکر کیا تھا۔ اس وقت وہ اپنے "پیغام" کا انتظار کر رہی تھی اور جب متیا نے نہ تو گزشتہ روز اور نہ اس روز اپنی شکل دکھائی تو اسے بڑی شانتی محسوس ہوئی۔ اب اسے کچھ کچھ امید ہونے لگی تھی کہ اس کی روانگی سے پیشتر متیا غالباً بالکل ہی نہیں آئے گا لیکن ہوا اس کے قطعی برعکس اور وہ

اچانک اس کے ہاں آ دھمکا۔ باقی جو کچھ ہوا، اس کے متعلق ہم پہلے ہی جانتے ہیں۔ گروشینکا نے اس سے پیچھا چھڑانے کے ارادے سے اسے منا لیا کہ وہ اسے بلا تاخیر سامسونوف کے ہاں چھوڑ آئے گا۔ اس نے عذر یہ پیش کیا تھا کہ وہاں اس کی ضرورت ہے کیونکہ وہاں وہ حسابات کی فوری پڑتال کرنا چاہتی ہے اور جب وہ وہاں پہنچ گئے اور صدر دروازے کے پاس کھڑے ایک دوسرے کو خدا حافظ کہہ رہے تھے، وہ اس سے یہ وعدہ لینے میں کامیاب ہو گئی کہ وہ رات کو تقریباً بارہ بجے آئے گا اور اپنی معیت میں اسے گھر پہنچا دے گا۔ اس انتظام پر میتیا بھی خوش تھا۔ "اگر یہ کوزما سامسونوف کے ہاں جا رہی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ فیودر پاولووچ کے ہاں نہیں جا سکے گی... بشرطیکہ یہ جھوٹ نہ بول رہی ہو۔" اسے بعد میں خیال آیا۔ جہاں تک اس کی اپنی سوچ کام کرتی تھی وہ یہی سمجھتا رہا کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہی۔

وہ اس قسم کا حاسد آدمی تھا جو جب بھی اپنی محبوبہ سے دور ہوتا ہے، اپنے تخیل کی لگامیں ڈھیلی چھوڑ دیتا ہے، اس کے متعلق ہر قسم کی بھیانک باتیں سوچنے لگتا ہے کہ کہیں اس کے ساتھ ایسا نہ ہو جائے، ویسا نہ ہو جائے، کہیں وہ اس سے "بے وفائی" کا ارتکاب نہ کر بیٹھے، لیکن جب وہ شکستہ دل اور پراگندہ دماغ کے ساتھ بھاگم بھاگ اس کے پاس واپس جاتا ہے تو اسے کسی شک وشبہ کے بغیر یقین ہو چکا ہوتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ بے وفائی کی مرتکب ہو چکی ہے لیکن جونہی اسے اس کا درخشاں وتاباں، شگفتہ و فرحاں، ملائم و پرشفقت چہرہ نظر آتا ہے، وہ جھٹ پٹ اپنے تمام شکوک بھول جاتا ہے، اس کا دل بلیوں اچھلنے لگتا ہے، اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں رہتا اور وہ جی ہی جی میں شرمندہ ہو کر اپنے آپ کو لعنت ملامت کرنے لگتا ہے۔ گروشینکا سے اجازت لینے کے بعد وہ دوڑتا بھاگتا گھر پہنچا۔ دن ختم ہونے سے پہلے اسے کتنے ہی کام نپٹانا تھے! "مجھے جس قدر جلد ممکن ہوا سمردیاکوف سے دریافت کرنا ہوگا کہ گزشتہ رات کوئی واقعہ تو پیش نہیں آیا تھا، کیا معلوم وہ فیودر پاولووچ سے ملنے چلی گئی ہو!" اچانک اس کے ذہن میں بجلی کے کوندے کی طرح خیال لپکا۔ چنانچہ ابھی وہ اپنی رہائش گاہ پر پہنچا ہی تھا کہ حسد اس کے بے قرار دل کو کترنے لگا۔

حسد! "اوتھیلو حاسد نہیں ہے، وہ تو (دوسروں پر) اعتبار کرنے والا شخص ہے۔"(25) پوشکن نے ایک مرتبہ کہا تھا، اور اس کی یہی بات یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ ہمارے شاعر نے کیا ذہن رسا پایا تھا۔ اوتھیلو کی روح محض اس لیے چکنا چور ہو جاتی ہے اور دنیا کے بارے میں اس کے نقطۂ نظر میں کجی آ جاتی ہے کیونکہ اس کا آدرش نیست و نابود ہو چکا ہے لیکن اوتھیلو ایک ایسا شخص ہے جو دوسروں پر اعتبار کرتا ہے، وہ منہ بسور کر کونوں کھدروں میں نہیں بیٹھتا، وہ کنسوئیاں نہیں لیتا، وہ درپردہ جاسوسی نہیں کرتا۔ اس کے برعکس اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کی رہنمائی کرنا پڑتی ہے، اسے پنی

بڑھانا پڑتی ہے، اسے غیر معمولی طور پر اشتعال دلانا پڑتا ہے تب کہیں اس کے دل میں بے وفائی کا ہلکا سا شبہ سر اٹھاتا ہے۔ صحیح حاسدوں کا یہ طریقہ نہیں ہوتا۔ صحیح حاسد ضمیر کی ذرا سی بھی خلش محسوس کیے بغیر جس قسم کی اخلاقی پستی اور ذلالت پر اتر آتے ہیں، اس کا تصور کرنا بھی دشوار ہے۔ تاہم یہ بات بھی درست نہیں کہ سبھی حاسد نچلی، گھٹیا اور ہوس ناک روحوں کے مالک ہوتے ہیں، اس کے برعکس وہ دل کے نیک اور عالی منش ہو سکتے ہیں، خالص اور ایثار کیش محبت کے جذبے کے ساتھ محبت کر سکتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ وہ میزوں کے نیچے چھپ سکتے ہیں، انتہائی کمینے، کم ظرف اور بطلہ پرور اشخاص کو رشوتیں دے سکتے ہیں، اور جاسوسی کرنے اور کنسوئیاں لینے کی انتہائی گھٹیا اور نفرت انگیز عادت کو اختیار کر سکتے ہیں۔

اوتھیلو کسی حالت میں بھی بے وفائی قبول نہیں کر سکتا تھا — وہ اسے معاف تو کر سکتا تھا لیکن اس کے ساتھ نباہ نہیں کر سکتا تھا — حالانکہ اس کی روح اتنی ہی پاکیزہ اور معصوم تھی جتنی کسی بچے کی ہوتی ہے۔ صحیح حاسد ایسا نہیں ہوتا۔ یہ تصور کرنا بھی محال ہے کہ حاسد لوگ کیا کچھ برداشت کر لیتے ہیں، کن کن چیزوں کو قبول کرنے اور ان کے ساتھ نباہ کرنے پر راضی ہو جاتے ہیں اور کیا کچھ معاف کر دیتے ہیں۔ درحقیقت یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق پورا گمان کیا جا سکتا ہے کہ وہ معاف کر دیں گے اور سب عورتیں یہ بات جانتی ہیں۔ حاسد آدمی غیر معمولی طور پر مختصر عرصے کے بعد (ویسے وہ اس سے پہلے فطرتاً بڑے بھیانک انداز سے تو تڑاق کرتا ہے) بے وفائی کے تقریباً ثابت شدہ اور اعلانیہ فعل سے چشم پوشی اختیار کر سکتا ہے یا اسے معاف کر سکتا ہے بے شک وہ ہم آغوشیوں اور بوسے بازیوں کو اپنی آنکھوں سے ہی کیوں نہ دیکھ چکا ہو بشرطیکہ وہ کسی نہ کسی طرح فوراً اپنے آپ کو یقین دلا سکے کہ یہ "آخری مرتبہ" ہوگا، اور یہ کہ اس کے بعد اس کا رقیب منظر سے غائب ہو جائے گا، روئے زمین سے ناپید ہو جائے گا یا یہ کہ وہ اپنی محبوبہ کو کسی ایسی جگہ لے جا سکے گا جہاں اس کا قابل نفرین رقیب کبھی اپنی شکل دکھانے کی جرأت نہیں کرے گا۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ حالات کے ساتھ اس سمجھوتے کی عمر ایک گھنٹے سے زیادہ نہیں ہوتی کیونکہ بے شک اس کا رقیب غائب ہو جائے، وہ اس کی جگہ بالکل ہی اگلے روز ایک نیا تراش لے گا اور ایک بار پھر حسد میں گرفتار ہو جائے گا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس محبت کا فائدہ ہی کیا جس پر مسلسل اتنا کڑا پہرہ دینے کی ضرورت ہو، وہ محبت کس کام کی اگر اس کی اتنی جانفشانی سے نگرانی کرنے کی نوبت آ جائے؟ لیکن صحیح صحیح بالکل یہی بات ہے جس پر حاسد اشخاص رک کر ذرا بھی غور نہیں کرتے حالانکہ ان میں بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو طبعاً نیک دل اور عالی منش ہوتے ہیں۔ ایک اور بات جو قابل غور ہے، یہ ہے کہ یہی نیک دل اور عالی منش لوگ جب کسی کونے کھدرے میں چھپ کر کنسوئیاں

لینے اور جاسوسی کرنے کی کوشش میں مصروف ہوتے ہیں تو اگرچہ وہ اپنے "نیک اور عالی منش" دلوں میں خوب سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ وہ خیالات کی کن اتھاہ گہرائیوں میں جا گرے ہیں، وہ بھی، کم از کم اس وقت تک بالکل نہیں جب تک وہ کونوں کھدروں میں چھپے رہتے ہیں، ضمیر کی کوئی کسک محسوس نہیں کرتے۔

گروشینکا پر نظر پڑتے ہی تیا کا حسد بیدار ہوا ہو جاتا، ایک مختصر لمحے کے لیے وہ اس پر اعتماد کرنے لگتا اور اس کے دل میں عالی منش خیالات گھر کرنے لگتے بلکہ اسے اپنے آپ سے نفرت ہونے لگتی کہ وہ خواہ مخواہ گھٹیا اور رذیل جذبات پال رہا ہے۔ لیکن اس سے ثابت محض یہ ہوتا کہ اس عورت کے لیے اس کی محبت اس سے کہیں بلند تر تھی جس کا تصور خود اس نے اپنے دل میں باندھا ہوا تھا، یہ محض شہوانی جذبہ نہیں تھا، اس کے محض "جسمانی پیچ و خم" نہیں تھے جن کا ذکر اس نے الیوشا سے کیا تھا بلکہ ان سے ماورا کوئی چیز تھی۔ اس کے برعکس جب گروشینکا اس کی نگاہوں سے دور ہوتی، تیا کو فوراً اس کے متعلق شبہ ہونے لگتا کہ وہ اس سے بے وفائی برتنے کے لیے ہر طرح کی گھٹیا اور عیارانہ ترکیبیں لڑا رہی ہوگی۔ اور بڑی بات یہ ہے کہ اسے اپنی ان سوچوں پر ضمیر کی ذرا سی بھی کسک محسوس نہ ہوتی۔

چنانچہ ایک بار پھر وہ غصے سے جل بھن رہا اور حسد کی آگ میں جل رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ سب سے بڑھ کر وقت کو انتہائی اہمیت حاصل ہے۔ پہلی بات تو یہ تھی کہ اسے کسی نہ کسی طرح کچھ نہ کچھ رقم کا بندوبست کرنا تھا، خواہ یہ قرض کی صورت میں ہو اور اس قرض کی میعاد بھی مختصر ہو۔ گزشتہ روز اس کے ہاتھ جو نو روبل آئے تھے، وہ تقریباً سبھی کے سبھی سفر کے دوران میں خرچ ہو چکے تھے اور اتنا تو طے تھا کہ وہ روپے کے بغیر کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن اس صبح سڑک پر سفر کے دوران میں اپنے "نئے منصوبے" کے ساتھ ساتھ اس کے ذہن میں یہ بات بھی آئی تھی کہ اپنی موجودہ مشکلات پر قابو پانے کے لیے اسے مناسب رقم کی صورت میں روپیہ کہاں سے مل سکتا ہے۔ جن پستولوں سے ڈوئیل لڑی جاتی تھی، اس کے پاس ان کی نہایت عمدہ جوڑی تھی، کارتوس بھی تھے اور اب تک اس نے انہیں جو رہن نہیں رکھا تھا اس کی وجہ محض یہ تھی کہ وہ اسے اپنی کسی بھی دوسری چیز کے مقابلے میں کہیں زیادہ عزیز تھے۔

چند روز قبل ستولیچنی گرات (26) میں اس کا چلتے چلتے کسی نوجوان سرکاری ملازم سے تعارف ہوا تھا۔ یہ سرکاری ملازم کنوارا اور خاصا خوشحال تھا، اسے ہتھیار جمع کرنے کا جنون تھا۔ وہ پستول، ریوالور اور خنجر خریدتا، انہیں اپنی دیواروں پر لٹکاتا اور بڑے فخر سے اپنے دوستوں کے سامنے ان کی نمائش کرتا رہتا تھا۔ بندوق کیسے کام کرتی ہے، اس میں گولیاں کیسے بھری جاتی ہیں اور اسے داغا کیسے

جاتا ہے، وہ بالکل صحیح صحیح بیان کر سکتا تھا۔ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر تیا اس سے ملنے چل پڑا اور دس روبل کے عوض اس کے پاس اپنے پستول رہن رکھنے کی پیشکش کرنے لگا۔ سرکاری ملازم اس کی تجویز سن کر بہت خوش ہوا، اس نے نہ صرف اس کی پیشکش قبول کر لی بلکہ اسے قائل کرنے کی بھی کوشش کرنے لگا کہ وہ اپنے پستول رہن رکھنے پر کیوں مصر ہے، بیچ کیوں نہیں دیتا؟ تیا نے اس کی بات ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ سرکاری ملازم نے بہرحال اسے دس روبل ادا کر دیے اور کہا کہ وہ کسی صورت میں بھی اس سے سود وصول نہیں کرے گا۔ وہ جب ایک دوسرے سے الگ ہوئے، آپس میں گہرے دوست بن چکے تھے۔ تیا کو جلدی تھی اور سمردیاکوف سے جلد از جلد ملنے کی فکر میں وہ فیودر پاولووچ کے پائیں باغیچے کے پار گرمائی مکان میں لشتم پشتم اس جگہ کی طرف بھاگا جہاں سے وہ گرد و پیش کا اچھی طرح جائزہ لے سکتا تھا۔ چنانچہ بعد ازاں یہ تسلیم کرنا ممکن ہو گیا کہ ایک خاص واقعے سے، جس کا ذکر میں بعد میں کروں گا، تین چار گھنٹے قبل تیا کی جیب میں پھوٹی کوڑی بھی نہیں تھی اور اس نے محض دس روبل کی خاطر اپنی پسندیدہ ترین متاع گروی رکھ دی تھی جب کہ (اسی واقعے کے) تین گھنٹے بعد اس کے قبضے میں ہزاروں روبل تھے... لیکن میں واقعات کو پیشگی بیان کرنے لگا ہوں۔

فیودر پاولووچ کی پڑوسن ماریا کوندراتیونا کے ہاں ایک تعجب خیز اور پریشان کن خبر اس کی منتظر تھی — سمردیاکوف بیمار پڑ گیا تھا۔ اس نے اس کے تہہ خانے میں گرنے، مرگی کا دورہ پڑنے، ڈاکٹر کے بلائے جانے اور فیودر پاولووچ کے تشویش میں مبتلا ہونے کے متعلق سنا۔ اس نے یہ جاننے میں دلچسپی کا اظہار کیا کہ اس کا بھائی ایوان اسی صبح ماسکو روانہ ہو گیا تھا۔ "وہ میرے والوویا پہنچنے سے پہلے ہی لازماً وہاں سے گزر چکا ہوگا۔" دمتری فیودرووچ نے سوچا، لیکن اسے اصل تشویش سمردیاکوف کی بیماری پر تھی۔ "اب کیا ہوگا؟ نگرانی کون کرے گا؟ مجھے خبریں کون پہنچائے گا؟" وہ بڑے جوش و خروش سے دونوں عورتوں پر جرح کرنے لگا: کیا انہوں نے گزشتہ رات کے دوران میں کوئی معمولی، غیر معمولی بات دیکھی تھی؟ وہ خوب اچھی طرح جانتی تھیں کہ وہ کیا معلوم کرنا چاہتا ہے اور انہوں نے اس کی تسلی کر دی: ادھر کوئی نہیں آیا تھا، البتہ ایوان فیودرووچ نے رات وہاں بسر کی تھی اور اس کے علاوہ "کچھ نہیں ہوا تھا۔" تیا کو گہرا سوچ بچار کرنا پڑا اور وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ اسے لازب آج سے پہرا بٹھانا ہوگا لیکن کہاں؟ یہاں یا سامسونوف کے گھر کے صدر دروازے پر؟ اس نے فیصلہ کر لیا کہ اسے یہ اہتمام دونوں جگہوں پر کرنا ہوگا — ویسے اس کا انحصار حالات پر ہوگا — جب کہ اب، بالکل اب... بات دراصل یہ تھی کہ عین اس وقت اس کے ذہن میں تازہ ترین، "نیا اور فول پروف" منصوبہ کلبلا رہا تھا جو اس نے سڑک پر سفر کے دوران میں سوچا تھا اور جس کو عملی

جامہ پہنانے میں تاخیر نہیں برتی جا سکتی تھی۔ "میں ایک گھنٹے کے اندر اندر سب کچھ طے کر لوں گا،" اس نے سوچا، "میں سب کچھ معلوم کر لوں گا اور پھر، پھر میں سب سے پہلے سامسونوف کے ہاں جاؤں گا اور دریافت کروں گا کہ گروشینکا ابھی تک وہیں ہے۔ اس کے بعد میں دوڑتا بھاگتا واپس یہاں آ جاؤں گا اور گیارہ بجے تک انتظار کروں گا۔ جب گیارہ بجیں گے، میں دوبارہ سامسونوف کے ہاں جاؤں گا، اسے (گروشینکا کو) اپنے ساتھ لوں گا اور اس کے گھر پہنچا دوں گا۔ ٹھیک ہے، بس میں یہی کروں گا۔"

وہ تیزی کی رفتار سے اپنی رہائش گاہ پہنچا، اپنے بال سنوارے، کپڑوں پر برش پھیرا، لباس تبدیل کیا اور مادام خوخلاکووا کے گھر کی طرف چل پڑا۔ صد افسوس، یہی اس کا "منصوبہ" تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ اس خاتون سے تین ہزار روبل ادھار لے گا کیونکہ اسے بیٹھے بٹھائے یقین ہو گیا تھا کہ وہ انکار نہیں کرے گی ——— اب بھلا کوئی سوچے اگر وہ اتنا ہی پُراعتماد تھا پھر وہ پہلے ہی اس کے ہاں کیوں نہ گیا کیونکہ ایک لحاظ سے وہ معاشرے کے اسی طبقے کی فرد تھی جس سے خود اس کا اپنا تعلق تھا اور اس کی بجائے وہ سامسونوف کے ہاں کیوں گیا جو مختلف حلقے کا رکن تھا اور جس کی اس کے ساتھ کوئی قدر مشترک نہیں تھی۔ تاہم اصل بات یہ تھی کہ گزشتہ مہینے کے دوران میں مادام خوخلاکووا کے ساتھ اس کا رابطہ منقطع ہو گیا تھا جس کا بر سبیل تذکرہ وہ کوئی خاص واقف نہیں تھا اور مزید برآں وہ خوب اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ اسے برداشت کرنے کے لیے قطعاً تیار نہیں تھی۔ یہ خاتون ابتدا ہی سے اسے محض اس لیے سخت ناپسند کرنے لگی تھی کیونکہ وہ کاتریناایوانوونا کا منگیتر تھا جب کہ کسی سبب وہ چاہتی تھی کہ کاتریناایوانوونا اسے دھتا بتا دے اور اس کی بجائے "پُرکشش، دلیر، خلیق، اعلیٰ تعلیم یافتہ ایوان فیودرووچ کے ساتھ شادی کر لے جس نے آداب بھی اتنے اعلیٰ پائے ہیں۔" جہاں تک متیا کے آداب کا تعلق ہے، وہ ان پر لعنت بھیجتی تھی۔ اور واقعہ تو یہ ہے کہ متیا نے ایک مرتبہ اس کا مذاق اڑاتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا تھا "یہ عورت اتنی ہی چلبلی اور دریدہ دہن ہے جتنی کہ ان پڑھ ہے۔" لیکن اس صبح والوویا سے قصبے کی جانب واپسی کے دوران میں اسے ایک نہایت شاندار خیال سوجھ گیا تھا: "اگر وہ کاتریناایوانوونا کے ساتھ میری شادی کی مخالف ہے (وہ جانتا تھا کہ وہ پاگل پن کی حد تک اس کے خلاف ہے)، تو کیا وہ لاریب مجھے تین ہزار روبل دینے سے انکار کر سکے گی کیونکہ یہی رقم مجھے کاتیا سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تعلقات منقطع کرنے اور اس علاقے کو چھوڑنے میں مدد دے گی؟ یہ اونچے طبقے کی بگڑی عورتیں جب کسی چیز کو حاصل کرنے کا تہیہ کر لیتی ہیں، پھر وہ سب کچھ داؤں پر لگانے کے لیے تیار ہو جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں وہ امیر بھی تو بہت زیادہ ہے،" متیا استدلال کرتا جا رہا تھا۔

جہاں تک خود "منصوبے" کا تعلق ہے، وہ بالکل اس کے گزشتہ منصوبے جیسا تھا یعنی وہ اسے چرماشنیا پر اپنے حقوق کی پیشکش کرے گا لیکن فرق یہ ہو گا کہ اس مرتبہ وہ نہ تو اسے اس قسم کی تجارتی شرائط پیش کرے گا جیسی اس نے گزشتہ روز سامسونوف کو پیش کی تھیں اور نہ اسے اس طرح کا جھانسا دے کر پھانسنے کی کوشش کرے گا جس طرح اس نے سامسونوف کے ساتھ کرنا چاہا تھا کہ اس کی رقم دگنی ہو کر چھ سات ہزار روبل ہو جائے گی، بلکہ وہ صرف اتنا کرے گا کہ جس قرضے کی وہ درخواست کرے گا، اس پر وہ شریف آدمی کی حیثیت سے شخصی ضمانت پیش کر دے گا۔ وہ یوں یوں اپنے اس نئے تصور کو آگے بڑھاتا گیا توں توں اس کی مسرت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ لیکن وہ جب بھی اس نوع کے اچانک فیصلے کرتا تھا، تو اس پر ہمیشہ اسی طرح کا وجد طاری ہو جاتا تھا۔ وہ اپنے ہر نئے خیال پر تن من سے فریفتہ ہو جاتا تھا اور اس کو عملی شکل دینے کے لیے زبردست جوش و خروش کا مظاہرہ کرنے لگتا تھا۔ تاہم جب اس نے مادام خوخلاکووا کے گھر کے پورچ میں قدم رکھا، اس پر اچانک ایک نوع کی دہشت طاری ہو گئی: صرف اب اس پر معاً منکشف ہوا اور اسے پختہ یقین ہو گیا کہ یہ اس کا آخری موقع ہے اور اگر اس مرتبہ بھی وہ ناکام ہو گیا، پھر اس کے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں رہ جائے گا کہ وہ "کسی کا گلا کاٹے اور اس سے تین ہزار روبل چھین لے، اور بس..." جب اس نے گھنٹی بجائی تقریباً ساڑھے سات کا عمل ہو چکا تھا۔

پہلے تو اسے یہی محسوس ہوا کہ قسمت کی دیوی اس پر مہربان ہو گئی ہے اور اس پر اپنی مسکراہٹیں نچھاور کر رہی ہے: جونہی اس کی آمد کی اطلاع پہنچائی گئی، اسے بلاتاخیر اندر بلا لیا گیا۔ "یہ تو ایسے ہی ہے جیسے وہ میرا ہی انتظار کر رہی ہو،" اچانک متیا کے دل میں خیال آیا اور پھر اس نے ڈرائنگ روم میں بمشکل قدم رکھا ہو گا کہ مالکہ مکان پھرتی سے چلتی اندر آ گئی اور اس نے خود تصدیق کر دی کہ وہ واقعی اسی کی منتظر تھی...

"میں تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی، واقعی! تمہیں ماننا ہو گا کہ میرے پاس یہ مفروضہ باندھنے کا کوئی معقول جواز تو نہیں تھا کہ تم مجھے ملنے چلے آؤ گے، مگر میرا دل مانتا ہی نہیں تھا اور یوں تمہارا انتظار کیے چلی گئی۔ دمتری فیودرووچ، تمہیں میرے وجدان پر تعجب تو ہو گا لیکن مجھے سارا دن یقین رہا کہ تم آج ضرور آؤ گے۔"

"مائی ڈیئر لیڈی، یہ تو واقعی بڑی تعجب انگیز بات ہے،" متیا نے بے ہنگم انداز سے اپنی نشست سنبھالتے ہوئے کہا، "لیکن میں آپ کی خدمت میں غیر معمولی طور پر اہم کام کے سلسلے میں حاضر ہوا ہوں... یوں سمجھیں یہ میرے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے، محترم خاتون، صرف میرے لیے، اور میرے پاس وقت بھی بہت کم ہے..."

"مجھے معلوم ہے کہ تم غیر معمولی طور پر اہم کام کے سلسلے میں آئے ہو، اس کا اندازہ لگانے کے لیے نہ تو کسی وجدان کی ضرورت ہے اور نہ کسی توہم پرستی کی جو معجزوں کی آرزو کرتی رہتی ہے (تم نے فادر زوسیما کے متعلق سن ہی لیا ہوگا؟) تم یہاں کیوں آئے ہو اس کی وجہ اتنی ہی واضح ہے جتنا یہ کلیہ کہ دو جمع دو چار ہوتے ہیں — کاتریا ایوانوونا کے ساتھ جو کچھ ہوا، اس کے بعد تم یہاں آئے بغیر رہ ہی نہیں سکتے تھے، یہ پہلے سے طے شدہ امر تھا۔"

"مائی ڈیئر لیڈی، یہ زندگی کی گھمبیر حقیقت تھی، بالکل تھی، اس کے سوا اور کچھ نہیں تھا اگر آپ اجازت دیں تو میں کچھ عرض کروں..."

"حقیقت، دمتری فیودرووچ، بالکل حقیقت، میں سراسر حقیقت کے حق میں ہوں۔ اب معجزوں سے میرا دل بھر چکا ہے۔ تم نے سنا کہ فادر زوسیما انتقال کر گئے ہیں؟"

"نہیں، میں نے یہ خبر پہلی مرتبہ سنی ہے۔" متیا کے لہجے میں قدرے حیرت تھی۔ پلک جھپکنے میں ایلوشا کی تصویر اس کی نگاہوں کے سامنے گھوم گئی۔

"کل رات، اور کیا تم تصور کر سکتے ہو کہ..."

"مائی ڈیئر لیڈی،" متیا نے اسے ٹوکتے ہوئے کہا، "مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ میں بڑی بھیانک صورت حال میں پھنس چکا ہوں اور اگر آپ نے میری مدد نہ کی تو میرا بھٹا بیٹھ جائے گا، سب کچھ زیر و زبر ہو جائے گا۔ مجھے معلوم ہے کہ میرے الفاظ پھیکے اور سطحی ہیں لیکن میری حالت بہت پتلی ہے، مجھ پر واقعی خوف نے غلبہ پا لیا ہے..."

"مجھے معلوم ہے، بالکل معلوم ہے کہ تم پر خوف غالب آ چکا ہے، مجھے سب کچھ معلوم ہے، تمہاری اس کے علاوہ اور کوئی ذہنی حالت ہو ہی نہیں سکتی تھی اور اب تم، جو تمہارا جی چاہے، کہتے جاؤ، مجھے سب کچھ پیشگی معلوم ہے۔ دمتری فیودرووچ، میں کافی عرصے سے تمہارے حالات میں دلچسپی لے رہی ہوں، میں ان کے متعلق کھوج لگاتی رہی ہوں اور ان پر غور و فکر کرتی رہی ہوں... دمتری فیودرووچ، یقین مانیں، میں تجربے کار روحانی معالج ہوں۔"

"مائی ڈیئر لیڈی، اگر آپ تجربے کار روحانی معالج ہیں تو میں تجربے کار مریض ہوں،" متیا نے زبردستی اپنے لہجے میں شائستگی پیدا کرتے ہوئے کہا، "اور کوئی میرے کان میں کہہ رہا ہے کہ اگر آپ واقعی مجھ میں اتنی دلچسپی لیتی رہی ہیں تو پھر آپ شدید ضرورت کے سمے مجھ پر دیا کریں گی، میری مدد فرمائیں گی اور مجھے آخرکار اس منصوبے پر روشنی ڈالنے کی اجازت دیں گی جو میں آپ کے سامنے پیش کرنے کی جرأت کر رہا ہوں... اور یہ کہ مجھے آپ سے کیا توقعات ہیں... مائی ڈیئر لیڈی، میں اس لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں..."

"کوئی وضاحت نہ کرو، فی الحال اس کی قطعاً ضرورت نہیں۔ جہاں تک مدد کا تعلق ہے، تم پہلے شخص نہیں جس کی میں نے مدد کی ہے۔ مجھے یقین ہے تم نے میری کزن بلیمسوا کے متعلق ضرور سنا ہوگا۔ اس کا شوہر تباہی کے کنارے پہنچ چکا تھا، اور دمتری فیودرووچ، جیسا کہ تم نے بڑے واضح انداز سے بیان کیا ہے اس کا بھٹا بیٹھا جا رہا تھا اس کا سب کچھ زیر و زبر ہو رہا تھا۔ سوچو، میں نے کیا کیا ہوگا؟ میں نے اسے مشورہ دیا، 'گھوڑوں کا فارم بنا لو۔' اس نے میرے مشورے پر کان دھرا اور اب اس کا کاروبار دن دگنی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ دمتری فیودرووچ، تمہیں کچھ معلوم ہے گھوڑے کیسے پالے جاتے ہیں؟"

"نہیں، مائی ڈیئر لیڈی، بالکل نہیں — اوہ، مائی ڈیئر لیڈی، قطعاً نہیں!" متیا نے چیختے ہوئے کہا۔ وہ مضطرب ہو رہا تھا، اس کے صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹا جا رہا تھا اور وہ اپنی کرسی سے تقریباً اٹھ کھڑا ہوا۔ "مائی ڈیئر لیڈی، میں آپ کی منت کرتا ہوں، آپ سے بنتی کرتا ہوں، آپ کے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں، براہ کرم میری بات سن لیں، مجھے صرف دو منٹ عنایت کر دیں تاکہ میں آپ کے سامنے اپنا مدعا بیان کر سکوں، اپنے منصوبے کے متعلق آپ کو سب کچھ بتا سکوں۔ اس کے علاوہ میرے پاس وقت بھی نہیں، مجھے بے حد جلدی ہے!..." وہ ہسٹیریائی انداز سے چلانے لگا کیونکہ وہ بھانپ چکا تھا کہ وہ دوبارہ شروع ہوا چاہتی ہے اور وہ چلا چلا کر اسے خاموش کر دینا چاہتا تھا۔ "میں آپ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوا تھا کیونکہ مجھے زندگی اور موت کا مسئلہ درپیش تھا... میں مایوسی کی آخری حدوں کو چھونے لگا تھا اور اسی عالم میں آپ کے پاس چلا آیا تاکہ آپ سے کچھ رقم، تین ہزار روبل، ادھار مانگ سکوں۔ آپ کا یہ قرض بالکل محفوظ ہوگا، میں امکانی طور پر اس کی پکی اور یقینی ضمانت دوں گا، بالکل پکی اور یقینی ضمانت! صرف مجھے وضاحت کرنے کی اجازت دیں..."

"بعد ازاں، ہم اس کے متعلق بعد ازاں گفتگو کریں گے!" مادام خوخلاکووا نے ہاتھ لہرا کر اس کی وضاحت ایک طرف کر دی۔ "ویسے تمہیں وضاحت کرنے کی کوئی ضرورت بھی نہیں۔ میں تمہیں پیشتر ازیں بتا چکی ہوں کہ مجھے اس کے متعلق پہلے ہی معلوم ہے۔ تم مجھ سے ایک خاص رقم، تین ہزار روبل مانگ رہے ہو لیکن دمتری فیودرووچ، میں تمہیں اس سے بھی زیادہ، کہیں زیادہ دوں گی، میں تمہیں تباہی سے بچا لوں گی لیکن تمہیں وہی کرنا ہوگا جو میں کہوں گی!"

متیا اپنی نشست سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"مائی ڈیئر لیڈی، آپ اتنی مہربان کیسے ہو گئیں؟" متیا نے بے حد متاثر ہوتے تقریباً بلند آواز سے کہا۔ "خدایا! آپ نے مجھے بچا لیا ہے، آپ ایک شخص کو پُرتشدد موت سے، گولی سے بچا رہی

ہیں... میں تاابد آپ کا ممنون رہوں گا..."

"میں تمہیں تین ہزار سے بھی زیادہ، بے انتہا زیادہ دوں گی!" مادام خوخلاکووا نے، جس پر وجد کی کیفیت طاری تھی، شگفتہ نگاہیں ڈالتے ہوئے پُرزور انداز سے کہا۔

"بے انتہا زیادہ! لیکن اتنے زیادہ کی ضرورت نہیں۔ مجھے تو صرف یہ ملعون تین ہزار چاہئیں اور میں اس کے بدلے میں آپ کو پکی ضمانت دوں گا۔ میں آپ کا بے حد ممنون ہوں اور مزید بات یہ ہے کہ میں آپ کے سامنے ایک منصوبہ پیش کر رہا ہوں..."

"دمتری فیودوروچ، اتنا ہی کافی ہے، سودا طے پا گیا ہے!" مادام خوخلاکووا نے کسی ایسی محسنہ کے انداز سے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا جسے اخلاقی فتح حاصل ہو گئی ہو۔ "میں نے وعدہ کیا تھا میں تمہیں بچاؤں گی، میں تمہیں لازماً بچاؤں گی۔ میں تمہیں اسی طرح بچاؤں گی جس طرح میں نے بلیسیوف کو بچایا تھا۔ دمتری فیودوروچ، کیا تم نے کبھی سونے کی کانیں تلاش کرنے اور ان سے سونا نکالنے کے بارے میں سوچا ہے؟"

"مائی ڈیئر لیڈی، سونے کی کانیں؟ مجھے تسلیم ہے میں نے ان کے بارے میں کبھی نہیں سوچا۔"

"خیر، کوئی بات نہیں۔ تمہاری جانب سے میں یہ کام کر چکی ہوں! میں ان کے متعلق بارہا سوچتی رہی ہوں! اسی چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے گزشتہ مہینے کا بیشتر حصہ تم پر نظر رکھنے میں صرف کیا ہے۔ میں تمہیں اپنے کام کے سلسلے میں سو مرتبہ ادھر ادھر جاتے دیکھ چکی ہوں اور اگر میں تمہیں سو کی بجائے صرف ایک مرتبہ اس طرح دیکھ پاتی، پھر بھی میں یہی کہتی، 'اتنا چست اور توانا جوان ڈھونڈے سے نہیں ملے گا، اسے تو سونے کی کانیں تلاش کرنے اور ان سے سونا نکالنے کا کام کرنا چاہیے۔' میں تو تمہاری چال کا بھی معائنہ کرتی رہی ہوں اور اسے دیکھنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچی ہوں، 'یہ تو جوان سونے کی کئی پرتیں ڈھونڈ نکالے گا۔'"

"میری چال دیکھ کر، مائی ڈیئر لیڈی؟" متیا مسکرانے لگا۔

"ہاں، تمہاری چال دیکھ کر، آخر اس میں خرابی کیا ہے؟ دمتری فیودوروچ، کیا تم اس بات سے انکار کر سکتے ہو کہ آدمی کی چال دیکھ کر اس کے چال چلن کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے؟ فطری علوم اس دعوٰی کی تائید کرتے ہیں۔ اوہ، دمتری فیودوروچ، اب میں حقیقت پسند بن گئی ہوں۔ خانقاہ میں جو کچھ بیتا ہے، اس سے میں بہت پریشان ہوئی ہوں، چنانچہ اس کو دیکھنے کے بعد میں آج سے حقیقت پسند بن گئی ہوں، کامل حقیقت پسند۔ میں اب سرتاپا عملی کاموں میں مصروف ہو جانا چاہتی ہوں۔ میں شفایاب ہو چکی ہوں۔ 'کافی!' جیسا کہ ترگنیف (27) نے کہا ہے۔"

"لیکن، مائی ڈیئر لیڈی، وہ تین ہزار جو آپ نے اتنی دریا دلی سے مجھے ادھار دینے کا وعدہ کیا تھا..."

"دمتری فیودوروچ، یہ تمہیں مل جائیں گے،" مادام خوخلاکووا جھٹ بیچ میں بول پڑی، "سمجھو، یہ تمہاری جیب میں پہنچ چکے ہیں۔ دمتری فیودوروچ، تین ہزار کیوں، تین لاکھ کہو اور ان سارے ساروں کو حاصل کرنے میں تمہیں بالکل کوئی وقت نہیں لگے گا۔ میں تمہیں بتاتی ہوں میرے ذہن میں تمہارے لیے کیا کیا منصوبے پک رہے ہیں: تمہیں سونا مل جائے گا اور کثیر مقدار میں ملے گا، تم لاکھوں نہیں، کروڑوں بناؤ گے اور جب تم واپس آؤ گے تم بہت بڑے آدمی بن چکے ہو گے، تم ہماری زندگیوں پر زبردست انداز سے اثر انداز ہونے لگو گے، تم مفاد عامہ کے کاموں میں ہماری رہنمائی کیا کرو گے۔ کیا یہ سب کچھ ہم یہودیوں پر چھوڑ دیں؟ تم عمارتیں تعمیر کراؤ گے، تم بہت بڑے بڑے کاروباروں کا بیڑا اٹھاؤ گے۔ تم غریبوں اور مسکینوں کی مدد کیا کرو گے اور وہ تمہیں دعائیں دیا کریں گے۔ دمتری فیودوروچ، یہ ریل کا زمانہ ہے۔ تمہاری شہرت دور دور تک پھیل جائے گی اور تم وزارت مالیات کے لیے ناگزیر ہو جاؤ گے جس کا حال آج کل اتنا پتلا ہو رہا ہے۔ دمتری فیودوروچ، روبل کی قدر جس انداز سے روز بروز گرتی جا رہی ہے، اس پر مجھے راتوں کو نیند نہیں آتی۔ میری ذات کا یہ وہ پہلو ہے جس کے متعلق لوگوں کو کچھ معلوم نہیں..."

"مائی ڈیئر لیڈی، مائی ڈیئر لیڈی!" دمتری فیودوروچ نے اسے دوبارہ ٹوکتے ہوئے کہا۔ اسے چنتا ہونے لگی تھی کہ حالات کوئی اچھا رخ اختیار نہیں کر رہے۔ "اس بات کا زبردست امکان ہے کہ میں، مائی ڈیئر لیڈی، آپ کے مشورے، انتہائی عقل مندانہ مشورے پر عمل کروں اور مائی ڈیئر لیڈی، شاید میں... سونے کی تلاش میں نکل ہی پڑوں... اور جب میں واپس آؤں گا، میں اس کے بارے میں تفصیل سے آپ کو بتاؤں گا... ایک مرتبہ نہیں، بلکہ کئی مرتبہ... لیکن اب، اب وہ تین ہزار جن کا آپ نے اتنی دریا دلی سے... آہ، ان کے مل جانے سے مجھے اپنی موجودہ مصیبت سے نجات مل جائے گی... اگر یہ مجھے آج مل جائیں... مطلب کہنے کا یہ ہے، آپ سمجھ گئی ہوں گی، اب میرے لیے مزید وقت ضائع کرنا ممکن نہیں، ایک گھنٹا بھی نہیں..."

"کافی، دمتری فیودوروچ، اتنا ہی کافی ہے!" مادام خوخلاکووا نے اسے پُرعزم انداز سے ٹوکتے ہوئے کہا۔ "میں پوچھتی ہوں: تم سونے کی تلاش میں جاؤ گے یا نہیں؟ تم نے پکا ارادہ کر لیا ہے؟ مجھے سیدھا جواب چاہیے: ہاں یا نہیں!"

"مائی ڈیئر لیڈی، جاؤں گا، ضرور جاؤں گا، مگر بعد میں... مائی ڈیئر لیڈی، آپ جہاں چاہیں گی میں چلا جاؤں گا... لیکن فی الحال..."

''ٹھہرو۔'' مادام خوخلاکووا نے چلاتے ہوئے کہا اور وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے اپنی شان دار (دراز دار) الماری کھولی جس میں بے شمار درازیں تھیں اور وہ انہیں ایک ایک کر کے کھینچنے لگی۔ وہ بڑے جوش و خروش سے کوئی چیز تلاش کر رہی تھی۔

''تین ہزار!'' متیا نے ہکا بکا ہو کر سوچا۔ 'یہ بھی خوب رہی، نہ کوئی کاغذ اور نہ کوئی رسمی کارروائی... اخ، اس نے تو واقعی کمال کر دیا! کیا لاجواب عورت ہے، کاش یہ اتنا زرزر نہ کرتی...''

''یہ رہا!'' مادام خوخلاکووا نے مسرت کا نعرہ بلند کیا۔ ''میں یہی تلاش کر رہی تھی!''

یہ ربن میں پرویا ہوا چھوٹا سا رو پہلی ایقونہ تھا، بالکل ویسا ہی جیسا بعض اوقات مسیح کی تصویر والی صلیب کے ساتھ گلے میں پہنا جاتا ہے۔

''دمتری فیودورووچ، یہ کیف (28) سے ملا تھا'' اس نے بڑے احترام و تقدیس کے جذبات سے کہا۔ یہ عظیم شہید سینٹ واروارا (29) کی نشانیوں میں سے ہے۔ مجھے اجازت دو کہ میں اسے تمہارے گلے میں لٹکا دوں اور یوں تمہاری نئی زندگی اور نئی کوششوں کے آغاز پر تمہیں اشیر باد دے سکوں۔''

اور اس نے فی الواقعی ایقونہ اس کے گلے میں ڈال دیا اور اسے ٹھیک کرنے لگی۔ متیا کھسیانا تو بہت ہو رہا تھا لیکن مرتا کیا نہ کرتا، ذرا سا آگے کھسک آیا اور اس کی مدد کرنے لگا۔ آخر ایقونہ اس کی نکٹائی اور قمیص کے کالر کے نیچے اُڑس گیا، چنانچہ اب وہ اس کے سینے پر لٹک رہا تھا۔

''اب تم جا سکتے ہو!'' مادام خوخلاکووا نے بڑے گھمبیر انداز سے اپنی نشست سنبھالتے ہوئے کہا۔

''مائی ڈیئر لیڈی، میں بے حد متاثر ہوا ہوں... آپ نے جو کرم کیا ہے... سمجھ میں نہیں آتا اس کا شکریہ کیسے ادا کروں... کاش آپ کو معلوم ہوتا میرے لیے اب وقت کتنا قیمتی ہے!... وہ رقم جس کے متعلق مجھے اتنی زبردست توقع تھی کہ آپ اپنی دریا دلی کے باعث مجھے ادھار دے دیں گی... اخ، ڈیئر لیڈی، چونکہ آپ میرے ساتھ اتنی شفقت برت رہی ہیں، اتنے موثر انداز سے مجھ پر فیاضی کر رہی ہیں،'' متیا نے وجدانی کیفیت میں اچانک بلند آواز سے کہا، ''مجھے اجازت دیں کہ میں آپ پر کچھ منکشف کر سکوں... ایک ایسی چیز جس سے آپ کافی عرصے سے واقف ہیں... مجھے یہاں ایک خاص عورت سے محبت ہو گئی ہے... میں نے کاتیا کے ساتھ بے وفائی کی ہے... میرا مطلب ہے کاتریا ایوانوونا کے ساتھ... اف، میں نے اس کے ساتھ سفاکانہ اور باعث ننگ سلوک کیا ہے، لیکن مجھے یہاں کسی اور سے محبت ہو گئی ہے... ایک خاص نوجوان عورت سے، جسے آپ غالباً نفرت کی نگاہوں سے دیکھتی ہیں کیونکہ، مائی ڈیئر لیڈی، آپ سے کچھ ڈھکا چھپا نہیں، آپ

سب کچھ جانتی ہیں لیکن میں اسے کسی صورت بھی چھوڑ نہیں سکتا۔ چنانچہ وہ تین ہزار...''

''دمتری فیودورووچ، سب کچھ چھوڑ دو، تیاگ دو!'' مادام خوخلاکووا نے نہایت فیصلہ کن لہجے میں باآواز بلند اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا، ''میں کہتی ہوں، سب کچھ چھوڑ دو، خاص طور پر عورتوں کو۔ تمہاری نگاہیں تو سونے کی کانوں پر مرکوز ہونا چاہئیں اور وہاں عورتوں کا کوئی کام نہیں۔ بعد ازاں جب تم دولت اور شہرت کما لو گے، تمہیں اعلیٰ ترین طبقوں میں معشوق مل جائے گی — وہ مکمل طور پر ماڈرن عورت ہو گی، اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو گی اور ہر نوع کے تعصبات سے پاک صاف ہو گی۔ نسائی حقوق کا مسئلہ، جو ابھی سر اٹھا رہا ہے، اس وقت تک حل ہو چکا ہو گا اور نئی قسم کی عورت منصۂ شہود پر آ چکی ہو گی...''

''مائی ڈیئر لیڈی، آپ سمجھ نہیں رہیں، آپ واقعی سمجھ نہیں رہیں...'' دمتری فیودورووچ نے ہاتھ جوڑتے ہوئے لجاجت سے کہا۔

''لیکن اف، دمتری فیودورووچ، میں سمجھتی ہوں کہ تمہیں کیا چاہیے۔ تمہیں کس چیز کی شدید تمنا ہے حالانکہ تم خود اس سے آگاہ نہیں۔ موجودہ زمانے میں اپنے حقوق کے متعلق عورتوں کا نقطہ نظر کیا ہے، میں اس سے ناواقف نہیں اور نہ میں نے اس سے کبھی اغماض برتا ہے۔ عورتوں کی پیش رفت، بلکہ مستقبل قریب میں سیاست میں بھی ان کا کردار — یقین مانو میرا بھی یہی آدرش ہے۔ دمتری فیودورووچ، میرے کردار کے اس پہلو سے لوگوں کو کوئی خاص آگہی حاصل نہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ خود میری بھی ایک بیٹی ہے۔ میں نے اس معاملے کے متعلق مصنف شیڈرن (30) کو خط لکھا تھا۔ معاشرے میں عورت کا کیا مقام ہونا چاہیے، اس بارے میں میں ان سے فیضان حاصل کرتی رہی ہوں۔ میں نے گزشتہ سال انہیں گمنام خط تحریر کیا تھا اور یہ صرف دو سطور پر مشتمل تھا: ''میرے اتالیق، معاصر عورت کی جانب سے میں آپ سے بغل گیر ہوتی ہوں اور آپ کا بوسہ لیتی ہوں۔ اپنا کار خیر جاری رکھیں۔'' جب دستخط کرنے کی نوبت آئی، تو پہلے میں نے 'جدید ماں' لکھنے کا سوچا، لیکن پھر مجھے تامل ہوا اور میں نے محض 'ایک ماں' لکھنے پر اکتفا کیا۔ دمتری فیودورووچ، تم تو جانتے ہو کہ اس میں حسن بھی زیادہ ہے اور اخلاقی اعتبار سے بھی قابل اعتراض نہیں: لفظ 'جدید' (ماڈرن) اس لیے بھی قابل قبول نہیں تھا کہ اس سے دھیان خواہ مخواہ ''The Modernist'' (31) (جدیدیت پسند) کی طرف چلا جاتا اور موجودہ زمانے کے سنسر شپ کو دیکھتے ہوئے یہ ماننا پڑے گا کہ اس طرح سوچنا بڑا کڑوا ثابت ہوتا... اف، میرے خدایا، تمہیں کیا ہو گیا ہے؟''

''مائی ڈیئر لیڈی!'' متیا بالآخر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے بے بسی کے عالم میں اپنے ہاتھ منت سماجت کے انداز سے جوڑے ہوئے تھے۔ ''مائی ڈیئر لیڈی، معلوم ہوتا ہے آپ مجھے رُلا کر ہی دم

لیں گی۔ مائی ڈیئر لیڈی، اگر اپنی فیاضی کو یونہی ملتوی کرتی رہیں، یقین مانیں آپ مجھے واقعی رُلا دیں گی۔"

"رووو، دمتری فیودرووچ، جی بھر کر رووو! یہ تو بہت خوب صورت جذبہ ہے... تمہارے سامنے اتنا لمبا سفر ہے! آنسو تمہارا بوجھ ہلکا کر دیں گے اور تمہارا دامن خوشیوں سے بھر دیں گے۔ تم سائبیریا سے برق رفتاری سے خاص طور پر مجھے ملنے آؤ گے تاکہ میں تمہاری خوشیوں میں شریک ہو سکوں..."

"مجھ پر دیا کریں اور مجھے کچھ عرض کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں؛" متیا نے اچانک منت سماجت کرتے ہوئے کہا، "میں آخری بار آپ سے پوچھنے کی جسارت کر رہا ہوں کہ آپ مجھے اب تین ہزار کی رقم عنایت فرما دیں گی جس کا وعدہ آپ نے آج مجھ سے کیا تھا۔ اگر آپ آج نہیں دے سکتیں، پھر فرمائیں کہ میں اسے وصول کرنے کے لیے ٹھیک ٹھیک کب حاضر ہوں؟"

"کون سی رقم، دمتری فیودرووچ؟"

"وہی تین ہزار جن کا آپ نے وعدہ فرمایا تھا... جن کا آپ نے اتنی دریا دلی سے..."

"تین ہزار؟ تمہارا مطلب روبلوں سے ہے؟ ارے نہیں، میرے پاس تین ہزار کہاں سے آئے؛" مادام خوخلاکووا نے دبی دبی حیرت سے کہا۔ متیا کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"کیا؟... ابھی، بالکل ابھی ابھی... آپ نے کہا تھا... آپ نے فرمایا تھا کہ سمجھو وہ میری جیب میں پہنچ گئے..."

"ارے نہیں، دمتری فیودرووچ، تم مجھے بالکل غلط سمجھے ہو۔ اگر تمہارے دل میں اس قسم کا خیال آیا ہے تو تم مجھے واقعی غلط سمجھے ہو۔ میرا مطلب تو سونے کی تلاش تھا... یہ صحیح ہے کہ میں نے تم سے تین ہزار بلکہ اس سے کہیں زیادہ، بے پناہ طور پر زیادہ کا وعدہ کیا تھا لیکن میرا مطلب صرف سونے کی تلاش تھا۔"

"لیکن روپیہ؟ تین ہزار روبل کے متعلق کیا خیال ہے؟"

"ارے، اگر تمہارے دماغ میں اصلی روپے کا خیال سمایا ہوا ہے تو پھر میں تمہیں بتائے دیتی ہوں کہ میرے پاس کوئی روپیہ نہیں ہے۔ دمتری فیودرووچ، فی الحال میرے پاس زرِ نقد نام کی کوئی چیز نہیں۔ اس وقت تو میری اپنے بزنس منیجر کے ساتھ کھینچا تانی ہو رہی ہے اور چند روز قبل خود مجھے مائی اوسف سے پانچ سو روبل ادھار لینا پڑے تھے۔ نہیں، نہیں، میرے پاس کوئی روپیہ پیسا نہیں ہے۔ اور دمتری فیودرووچ، اگر تم جاننا ہی چاہتے ہو پھر میں تمہیں بتائے دیتی ہوں کہ اگر میرے پاس روپیہ ہوتا بھی، تو بھی میں تمہیں کچھ نہ دیتی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ میں کسی کو بھی قرض

نہیں دیتی۔ اگر آدمی قرض دینا شروع کر دے، پھر وہ دوستوں سے محروم ہو جائے گا۔ لیکن تمہیں تو میں بالکل قرض نہیں دوں گی۔ چونکہ مجھے تم سے پیار ہے میں تمہیں دمڑی بھی ادھار نہیں دوں گی، چونکہ میں تمہیں بچانا چاہتی ہوں، میں تمہیں معمولی سے معمولی رقم بھی ہرگز ادھار نہیں دوں گی۔ میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ تمہارے لیے امید کی واحد جگہ سونے کی کانیں ہیں، جی، سونے کی کانیں، اور میں بار بار یہی کہتی رہوں گی...!"

"جہنم میں جاؤ...!" متیا دہاڑا اور اس کے ساتھ ہی اس نے پوری قوت سے اپنا مکا میز پر دے مارا۔

"ارے!" مادام خوخلاکووا اچھلی اور کمرے کی دوسری جانب بھاگ گئی۔

متیا نے تھوکا، واپس مڑا اور تیز تیز ڈگ بھرتا پہلے کمرے سے اور پھر مکان سے باہر نکلا اور تاریک سڑک پر پہنچ گیا! وہ یوں چل رہا تھا جیسے اس کا دماغ ماؤف ہو چکا ہو، وہ اپنی چھاتی کو عین اس جگہ پر تھپتھپا رہا تھا جہاں اس نے دو روز قبل الیوشا کے سامنے تھپتھپائی تھی جب ان کی شام کے اندھیرے میں سڑک پر ملاقات ہوئی تھی۔ وہ اپنی چھاتی عین اسی جگہ کیوں تھپتھپا رہا تھا اور اس سے وہ کیا ثابت کرنا چاہتا تھا۔۔۔ اس کی اہمیت فی الحال ساری دنیا کے لیے راز بنی رہی اور یہ وہ راز تھا جو اس نے الیوشا پر بھی منکشف نہیں کیا تھا، لیکن اس راز میں اس کے لیے محض ذلت و رسوائی ہی نہیں تھی، اور بھی بہت کچھ تھا، اس میں اس کی تباہی اور اس کے خودکشی کے ارادے بھی تھے کیونکہ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر وہ کاتریا ایوانا کا قرض چکانے کے لیے تین ہزار روبل کا بندوبست نہ کر سکا اور یوں اپنی چھاتی سے، "اپنی چھاتی پر اس جگہ سے" ذلت و رسوائی کا داغ نہ مٹا سکا جس نے اس کے دل پر اتنا بوجھ لاد رکھا تھا اور جو اس کے ضمیر کو اتنی اذیت پہنچا رہا تھا، تو وہ خودکشی کر لے گا۔ قارئین کے سامنے ان تمام باتوں کی توضیح بعد میں کی جائے گی لیکن اب جب کہ اس کی آخری اُمید بھی بارآور ہونے میں ناکام رہی تھی، تو یہ شخص، جسے اتنی زبردست جسمانی قوت ودیعت ہوئی تھی، جونہی مادام خوخلاکووا کے گھر سے چند قدم کا فاصلہ طے کر سکا، اچانک کسی ننھے بچے کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ وہ یوں چل رہا تھا جیسے اس کے حواس بالکل ہی معطل ہو چکے ہوں اور وہ ہاتھ سے اپنے آنسو بھی پونچھتا جا رہا تھا۔ اسی حالت میں وہ قصبے کے مرکزی چوک میں پہنچ گیا اور وہاں وہ یک لخت سیدھا کسی راہ گیر سے جا ٹکرایا۔ ایک بڑھیا کے منہ سے، جسے اس نے نیچے گرانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی، کانوں کے پردے پھاڑ دینے والی چیخ نکلی۔

"اف، خدایا، تم نے تو مجھے تقریباً ہلاک ہی کر دیا تھا۔ ارے وحشی، تم آنکھیں کھول کر کیوں نہیں چلتے؟"

''کون؟ تم؟'' متیا نے اندھیرے میں بڑھیا کو نگاہیں گاڑ کر دیکھتے ہوئے باآواز بلند کہا۔ وہ اسے پہچان گیا تھا۔ یہ وہی بڑھیا تھی جو کوزما ساسوتوف کے ہاں بطور ملازمہ کام کرتی تھی۔ متیا نے اسے کل ہی دیکھا تھا اور وہ اسے یاد رہ گئی تھی۔

''اور جانی، تم کون ہو؟'' بڑھیا نے بالکل ہی مختلف لہجے سے پوچھا۔ ''تم اندھیرے میں پہچانے نہیں جا رہے۔''

''تم کوزما ساسوتوف کے ہاں رہتی ہو؟ تم اس کی ملازمہ ہو ٹھیک؟''

''جانی، ہوں تو سہی۔ میں گھر سے آ کچھ بچا کر نکلی تھی کیونکہ مجھے پراخوریچ سے ملنا تھا... ویسے میں تمہیں ابھی تک پہچان نہیں سکی۔ پتا نہیں کیوں؟''

''بڑی ماں، مجھے صرف اتنا بتا دو، کیا اگرفینا الیکساندروونا اس وقت تمہارے ہاں ہی ہے؟'' متیا بے صبری سے پھٹ پڑا۔ ''کچھ دیر پہلے میں نے خود اسے وہاں چھوڑا تھا۔''

''جانی، وہ آئی تھی۔ ذرا کی ذرا ٹھہری اور پھر واپس چلی گئی۔''

''کیا؟ واپس چلی گئی؟'' متیا کے منہ سے نکلا۔ ''وہ کب گئی تھی؟''

''وہ آتے ہی چلی گئی تھی، بس ایک منٹ ٹھہری تھی۔ اس نے کوزما کوزیچ کو کوئی قصہ سنایا۔ وہ کھلکھلا کر ہنسا اور وہ واپس چلی گئی۔''

''تم جھوٹ بول رہی ہو، تم پر خدا کی پھٹکار پڑے!'' متیا نے چلاتے ہوئے کہا۔

''اوں ہوں!'' بڑھیا نے بھی کھنکھناتی آواز میں کہا، لیکن متیا کبھی کا جا چکا تھا۔ وہ اپنی پوری رفتار سے ماروزووا کے مکان کی طرف بھاگا جا رہا تھا۔ یہ عین وہی وقت تھا جب گروشینکا مکرائی کے لیے روانہ ہو چکی تھی لیکن اسے گئے پندرہ منٹ بھی نہیں ہوئے ہوں گے کہ وہ پہنچ گیا۔ جب ''کپتان'' اچانک دھکے مارتا اندر داخل ہوا، فینیا اپنی دادی باورچن ماتریونا کے پاس باورچی خانے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی فینیا کے منہ سے چہت پھاڑ چیخ نکل گئی۔

''اپنا منہ بند کرو!'' متیا نے پوری قوت سے دہاڑتے ہوئے کہا۔ ''وہ کہاں گئی ہے؟'' لیکن پیشتر اس کے کہ فینیا کو، جس کے خوف سے ہاتھ پاؤں پھول چکے تھے، کچھ کہنے کا موقع ملتا، وہ اس کے قدموں پر گر چکا تھا۔

''فینیا، اپنے خداوند یسوع مسیح کا واسطہ ہے، مجھے بتاؤ وہ کہاں گئی ہے۔''

''جناب عالی، مجھے کچھ معلوم نہیں۔ حضور دمتری فیودروویچ، مجھے بالکل کچھ معلوم نہیں۔ آپ چاہیں تو بے شک میری جان لے لیں لیکن مجھے واقعی کچھ معلوم نہیں۔'' فینیا ہر مقدس ہستی کی قسمیں کھائے اور اپنے سینے پر صلیب کے نشان بنائے جا رہی تھی۔ ''وہ تو آپ کے ساتھ گئی تھیں...''

''وہ واپس آ گئی تھی!...''

''حضور والا، میں نے انہیں آتے نہیں دیکھا۔ میں مقدس ہستیوں کی قسم کھا کر کہتی ہوں میں نے انہیں آتے نہیں دیکھا۔''

''تم جھوٹ بول رہی ہو!'' متیا نے گلا پھاڑتے ہوئے کہا۔ ''تمہاری آنکھیں چغلی کھا رہی ہیں کہ تمہیں معلوم ہے وہ کہاں گئی ہے۔''

وہ دروازے کی جانب مڑا۔ خوف زدہ فینیا خوش تھی کہ وہ اس کے غیظ و غضب سے اتنی آسانی سے چھوٹ گئی ہے لیکن وہ خوب اچھی طرح جانتی تھی کہ اگر وہ اتنی جلدی میں نہ ہوتا تو اسے بڑی بھاری قیمت چکانا پڑتی۔ مگر متیا جلد بازی میں بھاگتے بھاگتے ایک ایسی حرکت کر گیا جس کی فینیا اور ماتریونا کو اس سے قطعاً توقع نہیں تھی اور یوں اس نے دونوں کو ششدر کر دیا۔ میز پر پیتل کا ہاون رکھا ہوا تھا۔ اس میں پیتل ہی کا تقریباً سات انچ لمبا موسل کھڑا تھا۔ کمرے سے نکلتے نکلتے، وہ ایک ہاتھ سے دروازہ پہلے ہی کھول چکا تھا، اس نے دوسرا ہاتھ آگے بڑھایا اور رکے بغیر ہاون سے موسل جھپٹا، اپنی بغلی جیب میں رکھا اور دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

''اُف خدایا! یہ کسی نہ کسی کو مار کر ہی دم لے گا!'' فینیا نے دہشت کے عالم میں اپنی مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا۔

4

اندھیرے میں

وہ کدھر بھاگا جا رہا تھا؟ بالکل واضح ہے۔ اگر وہ فیودر پاولووچ کے ہاں نہیں گئی، پھر اور کہاں جا سکتی ہے؟ اتنا تو بالکل طے ہو چکا ہے کہ جب وہ ساسوتوف کے ہاں سے نکلی ہو گی، وہ بھاگتی دوڑتی لازماً سیدھی فیودر پاولووچ کے ہاں گئی ہو گی۔ ساری سازش، سارا فریب، آئینے کی مانند عیاں ہو چکا ہے... یہ سب خیالات بگولے کی مانند اس کے دماغ میں گھوم رہے تھے۔ وہ ماریا کوندراتیونا کے ہاں بھی نہ گیا۔ ''وہاں جانے کی ضرورت نہیں، بالکل کوئی ضرورت نہیں... مجھے ذرا سی بھی کوئی ایسی حرکت نہیں کرنا چاہیے جس سے وہ چوکس ہو جائیں، خواہ مخواہ گھبرا جائیں، خوف میں مبتلا ہو جائیں... وہ جھٹ پٹ اسے (گروشینکا کو) خبردار کر دیں گی اور مجھے دغا دینے سے مطلق نہیں

ہچکچائیں گی... کوئی ساز باز ضرور ہوئی ہے اور غالباً ماریا کوندراتیونا اس میں شامل ہے، اور سمردیاکوف بھی، یہ سب کے سب بک گئے ہیں اور سرتاپا سازش میں شامل ہیں!"

اس کے ذہن میں ایک اور خیال آ گیا: وہ دوڑتا دوڑتا ایک بغلی گلی میں داخل ہو گیا، لمبا چکر کاٹ کر فیودر پاولووچ کے مکان سے آگے نکل گیا اور دمتروف سکایا گلی میں سے گزرتا پیادہ پل پار کر گیا اور مکان کے عقب میں سیدھا ایک سنسان گلی میں پہنچ گیا۔ یہ گلی بالکل سونی تھی اور اس میں زندگی کی کوئی رمق نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس گلی کی ایک جانب پڑوسی کے باغیچے کی نظارتی باڑ تھی اور دوسری طرف پتھر کی ٹھوس اونچی دیوار تھی جس نے فیودر پاولووچ کے باغیچے کو گھیر رکھا تھا۔ اس نے یہاں ایک جگہ منتخب کی۔ ایک قدیمی مقامی کہانی کے مطابق، جو اس کے سننے میں آئی تھی، غالباً یہ وہی جگہ تھی جہاں سے لزاویتا سمردیاشچیا نے دیوار عبور کی تھی۔ "اگر وہ اس دیوار پر چڑھ سکتی تھی،" اچانک اس کے دل میں خیال لپکا، خدا جانے کیوں، "پھر یقیناً میں بھی چڑھ سکتا ہوں؟" اس کے ساتھ ہی اس نے اوپر چھلانگ لگائی اور پلک جھپکنے میں وہ اپنے ہاتھوں سے دیوار کا اوپری حصہ پکڑنے میں کامیاب ہو گیا۔ پھر اس نے پورا زور لگا کر اپنے آپ کو اوپر کھینچا، ایک ٹانگ دیوار کے پار گھمائی اور دونوں طرف ٹانگیں لٹکا کر دیوار کے اوپر بیٹھ گیا۔ قریب ہی باغیچے میں مشترکہ استعمال کا تنگ غسل خانہ تھا۔ دیوار کے اوپری حصے سے اسے مکان کا روشن دریچہ بھی دکھائی دے رہا تھا۔

"بالکل ویسے ہی جیسے میں نے سوچا تھا، بڈھے کے بیڈروم میں روشنی ہو رہی ہے۔ وہ لازماً یہیں موجود ہو گی!" اور اس کے ساتھ ہی اس نے دیوار سے نیچے باغیچے میں چھلانگ لگا دی۔ اگرچہ اسے معلوم تھا کہ گریگوری بیمار ہے اور شاید سمردیاکوف بھی حقیقتاً علیل ہو گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کی آمد کی بھنک بھی کسی کے کانوں میں نہیں پڑے گی، تاہم وہ جبلی طور پر نیچے جھک گیا اور چپ کر سننے کی کوشش کرنے لگا۔ اس دوران میں اس نے ذرا سی بھی جنبش نہ کی، اپنی جگہ بالکل ساکت کھڑا رہا۔ اس کے چاروں طرف موت کی خاموشی چھائی ہوئی تھی اور اس سے بھی بدتر بات یہ تھی کہ ہوا بھی بالکل بند تھی۔

"خاموشی کے ماسوا کوئی سرگوشی سنائی نہیں دیتی،" (32) کسی سبب یہ مصرع اچانک اس کے ذہن میں در آیا۔ "میں صرف امید ہی کر سکتا ہوں کہ کسی کو میرے دیوار پھلانگنے کی آواز سنائی نہیں دی ہو گی۔۔۔ نظر تو نہیں آتا۔" کوئی ایک منٹ ساکن کھڑے رہنے کے بعد اس نے گھاس پر چپ چاپ اور دزدیدہ انداز سے پنجوں کے بل چلتے، درختوں اور جھاڑیوں کے گرد چکر کاٹتے، ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھتے اور ہر قدم پر کان لگا کر سنتے کچھ فاصلہ طے کر لیا۔ یوں روشن دریچے تک پہنچنے میں اسے پانچ منٹ لگ گئے۔ اسے معلوم تھا کہ دریچوں کے عین نیچے گلڈر (33)

اور ایلڈر (33) کی متعدد اونچی، گھیر دار اور موٹی جھاڑیاں کھڑی ہیں جن پر خوشبودار سفید شگوفے کھلتے ہیں۔ مکان کا بائیں جانب کا دروازہ جو باغیچے میں کھلتا تھا، بند تھا اور جب وہ وہاں سے گزر رہا تھا، اس نے اس پر خاص طور پر دھیان دیا تھا۔ آخر وہ جھاڑیوں کے قریب پہنچ گیا اور ان کے پیچھے چھپ گیا۔ اس نے اپنی سانس روک لی۔ "اب مجھے تب تک انتظار کرنا ہو گا،" اس نے سوچا، "جب تک وہ یہ نہ سمجھ لیں کہ اب یہاں کوئی نہیں ہے، ہو سکتا ہے کہ انہوں نے مجھے یہاں آتے سن لیا ہو اور اب کان لگائے مزید سننے کی کوشش کر رہے ہوں... مجھے کھانسنا اور چھینکنا تو مطلق نہیں ہو گا۔"

وہ ایک دو منٹ انتظار کرتا رہا لیکن اس کا دل بری طرح دھک دھک کر رہا تھا اور اسے سانس لینے میں بار بار دشواری پیش آنے لگی۔ "میرا دل دھک دھک کرنا ختم نہیں کرے گا،" اس نے سوچا، "میں مزید انتظار نہیں کر سکتا۔" وہ جھاڑیوں کے سائے میں کھڑا تھا جس کی بعید سمت کھڑکی کی روشنی سے منور تھی۔ "گلڈر کی دودھ کی مانند سفید گوندنیاں، یہ کتنی سرخ ہیں!" (34) اس نے بالکل بلاوجہ اپنے آپ سے سرگوشی کی۔ وہ دھیرے دھیرے ایک ایک قدم اٹھاتا کھڑکی کے قریب پہنچا اور پنجوں کے بل ذرا اونچا ہو کر کھڑا ہو گیا۔ اسے اپنے سامنے فیودر پاولووچ کا سارے کا سارا بیڈروم صاف نظر آ رہا تھا۔ یہ قدرے چھوٹا کمرا تھا اور سرخ سکرینوں (Screens) کی قطار کھڑی کر کے دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ فیودر پاولووچ کے بقول یہ سکرینیں چینی (Chinese) تھیں۔

"چینی،" متیا کے ذہن میں یہ لفظ تیزی سے لپکا، "اور سکرین کے پیچھے گروشینکا ہے۔" وہ فیودر پاولووچ کا بغور جائزہ لینے لگا۔ وہ اپنا نیا، دھاری دار، ریشمی ڈریسنگ گاؤن پہنے ہوئے تھا جس میں متیا نے اسے پہلے کبھی ملبوس نہیں دیکھا تھا۔ اس نے اس کے اوپر جھالر دار ریشمی پٹکا باندھ رکھا تھا۔ کالر کے نیچے اعلیٰ ولندیزی سوتی کپڑے کی صاف ستھری، نفیس قمیص باہر کی طرف جھانک رہی تھی۔ اس کی آستینوں کے کف سونے کے بٹنوں سے بند تھے۔ اس کے سر پر وہی سرخ رومال پٹی کی شکل میں لپٹا ہوا تھا جو الیوشا وہاں دیکھ چکا تھا۔ "لباس تو پورا پہن رکھا ہے،" متیا نے سوچا۔ فیودر پاولووچ دریچے کے قریب کھڑا تھا۔ وہ بظاہر اپنے خیالات میں غرق تھا۔ وہ اچانک چونک گیا اور کان لگا کر سننے لگا، لیکن جب اسے کچھ سنائی نہ دیا، وہ میز کے نزدیک چلا گیا، اس نے اپنے لیے برانڈی کا نصف گلاس انڈیلا اور اسے ایک ہی گھونٹ میں چڑھا گیا۔ پھر اس نے گہری سانس بھری، دوبارہ کچھ دیر کھڑا رہا، غیر حاضر دماغی کی کیفیت میں دیواری آئینے کے پاس چلا گیا، اپنے دائیں ہاتھ سے سر کے رومال کا ایک کنارہ اوپر اٹھایا اور اپنی خراشوں اور زخموں کا معائنہ کرنے لگا جو ابھی تک مندمل نہیں ہوئے تھے۔ "وہ اکیلا ہے،" متیا نے سوچا، "غالب امکان یہی ہے کہ وہ اکیلا ہے۔" فیودر پاولووچ آئینے سے پیچھے ہٹ گیا، اچانک دریچے کی جانب بڑھا اور باہر جھانکنے لگا۔ متیا جھٹ

پٹ پیچھے سائے میں ہٹ گیا۔

"وہ غالباً سکرین کے پیچھے ہے۔" اس خیال نے اس کا دل چھلنی چھلنی کر دیا۔ "غالباً وہ سوچتی ہے۔" فیودر پاولووچ دریچے سے پرے چلا گیا۔ "ویسے اگر وہ دریچے سے اس لیے باہر جھانک رہا تھا کہ وہ اس کی آمد کا منتظر تھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ادھر نہیں آئی ورنہ وہ تاریکی میں یوں باہر کیوں جھانکتا؟... وہ اتنا بے صبر ہو رہا ہے کہ معلوم ہوتا ہے اس کی جان پر بن آئی ہے..." متیا دوبارہ رینگتا رینگتا کھڑکی کے قریب پہنچا اور اندر جھانکنے لگا۔ بوڑھا پہلے ہی میز کے سامنے بیٹھ چکا تھا اور صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ مغموم و مایوس ہے۔ آخر وہ اپنی کہنیوں پر جھکا اور اس نے اپنا رخسار اپنی دائیں ہتھیلی پر ٹکا لیا۔ متیا اسے بڑی توجہ سے دیکھتا رہا۔

"وہ اکیلا ہے، بالکل اکیلا ہے۔" وہ بار بار گردان کرتا رہا۔ "اگر وہ یہاں ہوتی، پھر اس کا رویہ مختلف ہوتا۔" عجیب بات یہ ہے کہ اس کا دل خلاف عقل تلخ، شیریں اور عجیب و غریب جھلاہٹ سے لبریز ہونے لگا کہ وہ (گروشینکا) وہاں نہیں۔ "اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ یہاں نہیں آئی۔" اپنے جذبات کی صحیح وجہ کا اندازہ ہوتے ہی متیا نے جھٹ اپنے آپ سے کہا۔ "بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے پاس یہ جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں کہ وہ یہاں آئی ہے یا نہیں۔" متیا کو بعد ازاں یاد آیا کہ اس وقت اس کا دماغ غیر معمولی طور پر روشن تھا، کوئی بھی چیز اس کی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہو سکی تھی اور اس نے ہر چیز کا تفصیل سے مشاہدہ کیا تھا، چھوٹی سی چھوٹی تفصیل کو دیکھا پرکھا تھا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اس کے دل کو کرب، لاعلمی اور عدم فیصلے کا دکھ، تیزی سے کھائے جا رہا ہے: "خدا کے لیے کوئی تو بتائے کہ وہ یہاں آئی ہے یا نہیں؟" اس کے دل میں غصے کی آگ بھڑک رہی تھی اور اچانک اس نے فیصلہ کر لیا: اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور کھڑکی کے چوکھٹے پر ہلکی دستک دینے لگا۔ اس نے بالکل اسی انداز سے دستک دی جس کا بوڑھے اور سمردیاکوف کے مابین اتفاق ہو چکا تھا: پہلے دو مرتبہ مدھم کھٹ کھٹ، اس کے بعد تین مرتبہ یکے بعد دیگرے تیز تیز کھٹ کھٹ، کھٹ کھٹ، کھٹ کھٹ ــــ اور یہ اس امر کی علامت تھی کہ گروشینکا آ گئی ہے۔ بوڑھا چونک گیا، اس نے تیزی سے نگاہیں اوپر اٹھا کر دیکھا، وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا اور عجلت سے دریچے کی طرف لپکا۔ متیا نے جست بھری اور دوبارہ سائے میں چلا گیا۔ فیودر پاولووچ نے کھڑکی کھولی اور اپنا سر باہر نکالا۔

"گروشینکا، تم ہو؟ کون ہے؟" اس نے لرزتی آواز میں سرگوشی کی۔ "کہاں ہو، میری جان، میری پری، کہاں ہو؟" وہ بے حد مضطرب تھا اور اس کا دم پھول چکا تھا۔

"وہ اکیلا ہے۔" متیا نے نتیجہ اخذ کیا۔

"خدا کے لیے بتاؤ، تم کہاں ہو؟" بوڑھا دوبارہ پکارا۔ وہ دائیں بائیں جھانک رہا تھا اور وہ

پوری طرح کھڑکی کے باہر جھکا ہوا تھا۔ "آ جاؤ۔ آ بھی جاؤ۔ میرے پاس تمہارے لیے چھوٹا سا تحفہ ہے۔ اب آ بھی جاؤ۔ میں یہ تحفہ تمہیں دکھانا چاہتا ہوں..."

"اس کی مراد وہ لفافہ ہے جس میں تین ہزار روبل بند ہیں۔" متیا کو چٹکی بجاتے اندازہ ہو گیا۔

"پھر تم کہاں ہو؟... دروازے پر؟ اچھا میں آتا ہوں اور اسے کھولتا ہوں..."

جب بوڑھا دائیں جانب باغیچے کے دروازے کی جانب دیکھ رہا اور اندھیرے میں جھانک رہا تھا، اس کا آدھا جسم کھڑکی سے باہر لٹک رہا تھا۔ وہ گروشینکا کے جواب کا انتظار کیے بغیر ایک آدھ سیکنڈ بعد یقیناً دروازے کا تالا کھولنے کے لیے بھاگ پڑے گا۔ متیا کوئی حرکت کیے بغیر پہلو سے اسے دیکھتا رہا۔ بوڑھے کا پورا چہرہ، جس سے اسے اتنی شدید نفرت تھی، اس کی نیچے کو لٹکی ہوئی کلغی، اس کی خم دار ناک، اس کے توقع سے مسکراتے ہوئے شہوانی ہونٹ ــــ ان سب کو لیمپ کی ترچھی کرنوں نے خوب منور کر رکھا تھا جو کمرے کی بائیں جانب سے آ رہی تھیں۔ اچانک متیا کے دل میں تند و تیز اور ہیبت ناک غصے کا طوفان اٹھنے لگا۔ "یہ رہا وہ، میرا رقیب، میری زندگی کا ناسور، میری جان کا دشمن!" یہ اسی اچانک، انتقامی اور وحشیانہ غیظ و غضب کا اظہار تھا جس کا اس نے، جیسے اسے پیشگی علم ہو گیا ہو کہ ایسے ہی ہو گا، گرمائی مکان میں تقریباً چار دن پہلے الیوشا کے سامنے ذکر کیا تھا جب موخر الذکر نے اس سے سوال کیا تھا: "آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ آپ ابا کو ہلاک کر دیں گے؟"

"مجھے معلوم نہیں، مجھے واقعی معلوم نہیں۔" اس نے تب کہا تھا۔ "شاید میں اسے ہلاک نہ کروں، شاید کر دوں۔ مجھے اندیشہ ہے جونہی میری نظر اس پر پڑی، اس کا چہرہ اچانک میرے لیے بے حد گھناؤنا بن جائے گا... مجھے اس کی بے ڈول طور پر پھولی ہوئی کلغی، اس کی ناک، اس کی آنکھوں، اس کے پُر حقارت تبسم سے نفرت ہے۔ مجھے جسمانی طور پر گھن آنے لگتی ہے۔ میری خوف سے جان نکلی جا رہی ہے کہیں میرا ضبط جواب نہ دے جائے..."

اس کے جسمانی تنافر میں ہر آن اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ متیا کو اب غصے نے پاگل بنا رکھا تھا اور اسے قطعاً ہوش نہیں تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے یا کرنے جا رہا ہے۔ اور اس نے اپنی جیب سے موسل نکال لیا۔

. . . .

"یہ خدا تھا۔" متیا نے بعد ازاں کہا، "جس نے تب مجھے بچا لیا تھا۔" عین اسی لمحے علیل گریگوری واسیلی وچ کی، جو اپنے بستر پر لیٹا ہوا تھا، آنکھ کھل گئی۔ اسی شام اس نے اس خاص علاج

کا تجزیہ کیا تھا جس کا ذکر سمردیاکوف نے ایوان فیودورووچ کے سامنے کیا تھا۔۔۔ یعنی اس نے اپنی بیوی کی مدد سے اپنے سارے جسم پر اس آمیزے کی مالش کر لی تھی جو ووڈکا اور کسی انتہائی تیز خفیہ عرق کو ملا کر تیار کیا گیا تھا اور جو باقی بچ گیا تھا، اسے "ایک خاص دعا" کے ساتھ، جس کا ورد اس کی اہلیہ کر رہی تھی، نوش کر لیا تھا۔ اس کے بعد وہ سونے کے ارادے سے بستر پر لیٹ گیا تھا۔ ماریا اگناتیونا نے بھی اس آمیزے کی کچھ مقدار اپنے پیٹ میں انڈیل لی تھی اور چونکہ وہ شراب نوشی سے اجتناب کرتی تھی، اسے اپنی کوئی سدھ بدھ نہیں رہی تھی اور وہ اپنے شوہر کے قریب گھوڑے بیچ کر سوئی پڑی تھی۔

لیکن جب اس لیے گریگوری بالکل غیر متوقع طور پر جاگ گیا تو اسے اپنے ہوش و حواس میں آنے میں ایک دو پل لگ گئے اور اگرچہ اس اچانک بیداری کی وجہ سے اس کی کمر میں فوراً کچھ اس قسم کا درد ہونے لگا جیسے وہاں جلن ہو رہی ہو، تاہم وہ اٹھ کر اپنے بستر پر بیٹھ گیا۔ وہ کچھ دیر بیٹھا سوچتا رہا، پھر بستر سے نیچے اترا اور جلدی جلدی کپڑے پہننے لگا۔ شاید اسے ضمیر کی کسک محسوس ہوئی تھی کہ وہ "اس خطرناک وقت کے دوران میں" سویا رہا اور یوں آقا کی حفاظت کے فریضے سے غافل ہو گیا تھا۔ سمردیاکوف، جسے مرگی کے حملے نے معذور بنا دیا تھا، اگلے کمرے میں بے حس و حرکت لیٹا ہوا تھا۔ مارفا اگناتیونا نے کوئی جنبش نہ کی۔ "بی بی تھکاوٹ سے نڈھال ہو چکی ہے،" گریگوری نے اس پر نگاہ ڈالتے ہوئے سوچا اور کراہتا ہوا پورچ کی سیڑھیوں کی جانب چل پڑا۔ وہ البتہ پورچ میں کھڑے ہو کر چاروں طرف محض نظر دوڑانا چاہتا تھا کیونکہ اس کی کمر اور دائیں ٹانگ میں جو جان لیوا درد ہو رہا تھا، اس سے اس کے لیے چلنا دوبھر ہو رہا تھا۔ لیکن عین اسی لمحے اسے یاد آیا کہ وہ اس شام باغیچے کے گیٹ کو تالا لگانا بھول گیا تھا۔ چونکہ وہ انتہائی احتیاط پسند اور جزویات کا حد درجہ خیال رکھنے کا عادی تھا، گزشتہ کئی سالوں سے اپنی عادتوں اور طریقوں میں پختہ ہو چکا تھا، وہ سیڑھیوں سے نیچے اترا اور لنگڑاتا، ڈگمگاتا، درد سے مضحکہ خیز شکلیں بناتا باغیچے کے گیٹ کی جانب چل پڑا۔ اس کی توقع کے عین مطابق گیٹ کھلا پڑا تھا۔ وہ مشتبہ انداز سے باغیچے میں داخل ہو گیا: غالباً اس کے ذہن میں خیال آ گیا تھا کہ اسے کچھ نظر آیا ہے یا شاید کوئی آواز سنائی دی ہے۔ مگر جب اس نے بائیں جانب نگاہ دوڑائی، اس نے دیکھا کہ اس کے آقا کے کمرے کی کھڑکی پوری طرح کھلی ہے، خالی ہے اور اس میں سے کوئی باہر بھی نہیں جھانک رہا۔

"یہ کھلی کیوں ہے؟ اب گرمیوں کا موسم تو رہا نہیں!" گریگوری نے سوچا اور عین اسی لمحے اسے اپنے سامنے تیز تیز مگر بے قدموں چلتے کسی آدمی کی شکل دکھائی دی۔ تقریباً چالیس قدم کے فاصلے پر کوئی شخص چھلاوے کی طرح اندھیرے میں بھاگا جا رہا تھا، اس کی رفتار بے حد تیز تھی۔

"خدایا!" بے اختیار گریگوری کے منہ سے نکلا، وہ اپنا کمر درد بھول گیا اور سوچے سمجھے بغیر درانداز کا راستہ روکنے کے لیے تیزی سے آگے لپکا۔ اس نے مختصر راستہ اختیار کیا کیونکہ وہ درانداز کی نسبت باغیچے کو کہیں زیادہ اچھی طرح جانتا تھا۔ مؤخرالذکر اجتماعی غسل خانے کی طرف جا رہا تھا، وہ اس کے قریب سے بھاگتا دوڑتا آگے نکل گیا اور باڑ کی سمت میں بڑھنے لگا... گریگوری نے اسے نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیا اور وہ جتنا زور لگا سکتا تھا، اتنا زور لگا کر اس کے پیچھے بھاگتا رہا... وہ عین اس لمحے اس کے قریب پہنچ گیا جب بھگوڑا دیوار پر چھلانگ لگانا چاہتا تھا۔ گریگوری نے زبردست چیخ ماری، وہ تیزی سے آگے لپکا اور اس نے درانداز کی ٹانگ دونوں ہاتھوں سے پکڑ لی۔

تو یہ بات تھی، اس کا ماتھا یونہی نہیں ٹھنکا تھا، وہ اسے پہچان گیا تھا، یہ وہی تھا: "باپ کا قاتل عفریت۔"

"تم نے اپنے باپ کو مار ڈالا ہے!" بوڑھے نے گلا پھاڑتے ہوئے کہا لیکن وہ چلا چلا کر صرف اتنا ہی کہہ پایا، اس کے حلق سے مزید کوئی آواز نہ نکل سکی۔ وہ اچانک یوں نیچے گر پڑا تھا جیسے وہ آسمانی بجلی کی زد میں آ گیا ہو۔ متیا نے دوبارہ باغیچے میں چھلانگ لگائی اور زخمی آدمی کے اوپر جھک گیا۔ پیتل کا موسل ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھا اور اس نے بالکل بے دھیانی سے اسے ایک طرف گھاس پر پھینک دیا۔ دراصل موسل گریگوری سے صرف دو قدموں کے فاصلے پر گھاس پر نہیں بلکہ پگڈنڈی پر گرا تھا جو سب کو آسانی سے نظر آنے والی جگہ تھی۔ متیا چند سیکنڈ اپنے سامنے پڑے شخص کا بغور جائزہ لیتا رہا۔ بوڑھے شخص کے چہرے پر خون ہی خون تھا۔ متیا نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر پھیرا۔ بعد ازاں اسے واضح طور پر یاد آ گیا کہ اس لمحے وہ "یقینی طور پر یہ جاننے کے لیے" بے حد بے قرار تھا کہ اس کے موسل لگنے سے بوڑھے کی کھوپڑی کھل گئی ہے یا کنپٹی پر ضرب لگنے سے وہ محض "بے ہوش" ہوا ہے۔ لیکن خون تھا کہ رکنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا، معلوم ہوتا تھا جیسے زخم سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا ہو اور پلک جھپکنے میں اس کی گرم رو میں اس کی کپکپاتی انگلیاں پوری طرح بھیگ چکی تھیں۔ بعد ازاں اسے یہ بھی یاد آیا کہ اس نے اپنی جیب سے صاف ستھرا رومال نکالا تھا جو اس نے مادام خوخلاکووا کے ہاں جانے سے پہلے وہاں رکھ لیا تھا اور اس کے ساتھ اس نے بوڑھے کی کنپٹی پر دباؤ ڈالا تھا۔ یہ جانے بغیر کہ وہ کیا کر رہا ہے، اس نے بوڑھے کے چہرے اور پیشانی سے خون صاف کرنے کی کوشش کی تھی لیکن رومال بھی جھٹ پٹ خون سے شرابور ہو گیا۔

"خدایا! میں یہ سب کچھ کیوں کر رہا ہوں؟" اچانک متیا کے ذہن میں خیال آیا۔ "ممکن ہے میرے ہاتھوں اس کا سر پھٹ گیا ہو میں یہ کیسے بتاؤں گا؟... ویسے اس سے فرق بھی کیا پڑتا ہے!" اچانک مایوسی کے عالم میں اس کے منہ سے مزید نکلا، "اگر یہ بڈھا میرے ہاتھوں ہلاک ہو گیا ہے،

مر چکا ہے... بے وقوف بڈھے، دوسروں کے کاموں میں دخل دینے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے، اب
میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا!" اس نے بہت اونچی آواز سے کہا اور باڑ کی طرف بھاگ پڑا،
چھلانگ لگا کر اسے پار کیا، بغلی گلی میں جست لگائی اور دوڑنے لگا۔ اس کی مٹھی میں مڑا تڑا خون آلود
رومال تھا اور یہ اس نے دوڑتے دوڑتے اپنے کوٹ کی جیب میں اڑس لیا۔ وہ سر پر پاؤں رکھ کر
بھاگا جا رہا تھا اور چند اکا دکا اشخاص نے، جو اندھیری گلی میں اسے ملے تھے، بعد ازاں یاد کرتے
ہوئے بتایا کہ اس رات ان کا سامنا ایک ایسے شخص سے ہوا تھا جو برق رفتاری سے دوڑا جا رہا تھا۔
وہ اسی رفتار سے بھاگتے دوڑتے واپس بیوہ موروزووا کے مکان پر پہنچ گیا۔

جب وہ اس روز پیشتر وہاں سے رخصت ہوا تھا، فینیا لپک جھپک عمارت کے چوکیدار ناظار
ایوانووچ کے پاس گئی تھی اور اس نے یسوع مسیح کا واسطہ دے کر اس سے التجا کی تھی کہ وہ کپتان کو
اس روز ہی نہیں بلکہ اگلے روز بھی اندر نہ آنے دے۔ ناظار ایوانووچ نے اس کی بات دھیان سے
سنی تھی اور اس نے اس پر عمل کرنے کا وعدہ بھی کر لیا تھا لیکن بدقسمتی یہ ہوئی کہ وہ مختصر عرصے کے
لیے اوپر کی منزل پر مکان کی مالکہ کے پاس چلا گیا تھا جس نے اسے غیر متوقع طور پر بلا بھیجا تھا۔
اگرچہ اوپر جانے سے پہلے اس کی اپنے بیس سالہ بھتیجے سے ملاقات ہو گئی تھی جو نیا نیا گاؤں سے آیا
تھا اور وہ اسے تاکید کر گیا تھا کہ وہ صحن میں ہی ٹھہرا رہے تاہم وہ اس سے کپتان کا ذکر کرنا بھول گیا
تھا۔ متیا پوری رفتار سے بھاگتا گیٹ کے قریب پہنچا اور اسے زور زور سے کھٹکھٹانے لگا۔ لڑکے نے
اسے جھٹ پہچان لیا؛ متیا اسے ماضی میں شراب پینے کے لیے اکثر پیسے دیتا رہا تھا۔ اس نے فوراً
دروازہ کھول دیا، اسے اندر آنے دیا اور شگفتگی سے مسکراتے ہوئے اسے بلا تاخیر اطلاع پہنچا دی،
"حضور، اتفاق سے اگرفینا الیکساندرووا گھر پر نہیں، ویسے آپ کو معلوم ہی ہے۔"

"پراخور، پھر وہ کہاں ہے؟" متیا نے یکا یک رکتے ہوئے کہا

"وہ مکرائی چلی گئی ہیں، کوئی دو گھنٹے ہوئے تیموفائی انہیں اپنے ساتھ لے گیا تھا۔"

"کس لیے؟" متیا نے چلاتے ہوئے کہا۔

"یہ تو مجھے معلوم نہیں۔ وہ کسی افسر سے ملنے گئی ہیں۔ کسی نے انہیں پیغام بھیجا تھا اور انہیں
لے جانے کے لیے گھوڑے بھی بھیجے تھے..."

متیا نے لڑکے کو وہیں چھوڑا اور پاگلوں کی طرح فینیا کی طرف دوڑ پڑا۔

5

ناگہانی فیصلہ

فینیا اور اس کی دادی اکٹھی باورچی خانے میں بیٹھی تھیں اور سونے کی تیاریاں کر رہی تھیں۔
انہیں چونکہ ناظار ایوانووچ پر بھروسا تھا، یوں انہوں نے دروازے کا اندرونی تالا لگانے کا تکلف
نہیں کیا تھا۔ متیا ہیز دہ اندر داخل ہوا، فینیا کی جانب بڑھا اور اسے گلے سے دبوچ لیا۔

"مجھے ابھی اور اسی وقت بتاؤ وہ کہاں ہے، وہ مکرائی میں کس کے پاس ہے؟" اس نے آتش
زیر پا ہوتے اور چلاتے ہوئے کہا۔

دونوں عورتوں کی چیخیں نکل گئیں۔

"ہائے مری، ابھی بتاتی ہوں، ڈیئر دمتری فیودرووچ، بتاتی ہوں، ابھی بتاتی ہوں، میں آپ کو
سب کچھ بتا دوں گی، کچھ نہیں چھپاؤں گی، بس میرا گلا چھوڑ دیں!" فینیا نے جان کے خوف سے
تھر تھر کانپتے اور بمشکل منہ سے آواز نکالتے ہوئے کہا، "وہ افسر کے پاس مکرائی چلی گئی ہیں۔"

"کون افسر؟" متیا نے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"وہی جسے وہ جانتی تھیں، ان کا وہی افسر جو پانچ سال پہلے ان کا واقف بنا تھا، وہی جو انہیں
چھوڑ گیا تھا اور کہیں اور چلا گیا تھا!" فینیا نے رک رک کر کہا۔

دمتری فیودرووچ نے اس کے گلے پر اپنی گرفت ڈھیلی کر دی۔ وہ اس کے سامنے کھڑا تھا،
اس کا رنگ یوں پیلا پڑ چکا تھا جیسے اس پر مردنی چھا چکی ہو۔ وہ بالکل چپ چاپ تھا لیکن اس کی
آنکھوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ سب کچھ پلک جھپکنے میں سمجھ گیا ہے: سب کچھ، آخری جزئیات
تک۔ جونہی لڑکی نے زبان کھولی تھی، وہ ہر چیز بھانپ گیا تھا۔ ویسے فینیا کی اس وقت ایسی حالت
نہیں تھی کہ وہ سمجھ پاتی کہ وہ بھانپ جا چکا ہے یا نہیں۔ وہ بالکل اسی طرح چوبی صندوق پر بیٹھی رہی
جیسے وہ اس کے زبردستی اندر داخل ہونے کے وقت بیٹھی تھی، اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی
تھیں، اس کا روم روم کانپ رہا تھا اور اس نے اپنے دونوں بازو یوں آگے بڑھا رکھے تھے جیسے وہ
اپنا دفاع کرنا چاہتی ہو۔ وہ بے حس و حرکت بیٹھی اسے گھورتی رہی اور خوف و دہشت کے مارے اس
کی آنکھوں کی پتلیاں پھڑکتی رہیں۔ اس سے بھی بدتر بات یہ تھی کہ دمتری فیودرووچ کے دونوں
بازو خون آلود ہو رہے تھے۔ دوڑتے دوڑتے وہ لازماً اپنے چہرے کو چھوتا اور اس سے پسینا پونچھتا رہا
ہو گا، تبھی تو اس کی پیشانی اور دائیں گال پر خون کے دھبے پڑے ہوئے تھے۔ فینیا کی کیفیت

ہسٹیریائی ہوتی جا رہی تھی۔ بوڑھی باورچن اچھل کر کھڑی ہو چکی تھی اور وہ اسے (میتیا کو) یوں دیکھ رہی تھی جیسے اس پر سکتہ طاری ہو گیا ہو، تقریباً مخبوط الحواس ہو گئی ہو۔ دمتری فیودورووچ کوئی ایک منٹ ساکت کھڑا رہا اور پھر ایکا ایکی دھڑام سے فینیا کے قریب کرسی پر گر پڑا۔

وہ اس طرح نہیں بیٹھا ہوا تھا جیسے وہ اپنے ہی خیالات میں کھو چکا ہو بلکہ یوں جیسے خوف و دہشت نے اس کے حواس معطل کر دیے ہوں۔ اب ہر بات روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی تھی۔ یہ افسر — وہ اُس کے متعلق جانتا تھا، سب کچھ جانتا تھا کیونکہ خود گروشینکا اسے بتا چکی تھی کہ ایک ماہ قبل اسے اُس کا خط موصول ہوا تھا۔ چنانچہ ایک مہینے سے، پورے ایک مہینے سے اندر ہی اندر اس معاملے کے بارے میں کھچڑی پکتی رہی، پخت و پز ہوتی رہی یہاں تک کہ افسر پہنچ گیا اور ایک وہ خود ہے کہ اس نے اس کے متعلق ایک پل بھی نہیں سوچا تھا۔ لیکن یہ کیسے ہوا کہ اس نے اس شخص پر کوئی دھیان نہ دیا؟ آخر اس نے اس افسر کو نظر انداز کیسے کر دیا، جونہی اسے اس کے بارے میں کچھ معلوم ہوا تھا اس نے اسے کیوں بالکل فراموش کر دیا؟ اب یہ سوال اپنی ساری سنگینی کے ساتھ اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اور جب وہ سوال کی ہیبت ناک نوعیت کے بارے میں گہرا سوچ بچار کر رہا تھا، خوف سے اس کے پسینے چھوٹنے لگے۔

پھر وہ بڑے تحمل اور ملائم لہجے سے کسی نرم خو، دوست دار بچے کی طرح فینیا سے مخاطب ہوا جیسے اسے یاد ہی نہ رہا ہو کہ ایک ثانیہ قبل وہ اسے ڈرا چکا، اس کی توہین کر چکا اور اسے اتنی زبردست اذیت میں مبتلا کر چکا تھا۔ وہ اتنی صحت اور صراحت کے ساتھ اس سے سوالات پوچھنے لگا جو ان حالات میں بالکل حیران کن معلوم ہوتی تھی۔ اگرچہ فینیا اس کے خون آلود ہاتھوں کو دہشت زدہ آنکھوں سے تکتی رہی، وہ اس کے ہر سوال کا جواب تعجب خیز آمادگی اور عجلت سے دیتی رہی جیسے وہ ساری کی ساری "الہامی سچائی" بتانے کے لیے مری جا رہی ہو۔ وہ ایک ایک کر کے، بلکہ ایک قسم کے اشتیاق کے ساتھ، تمام تفصیلات بیان کرنے لگی، اس لیے نہیں کہ وہ اسے ذہنی اذیت پہنچانا چاہتی تھی بلکہ اس لیے کیونکہ اپنی نیک فطرتی کے سبب وہ اس کی کچھ نہ کچھ مدد کرنے کے لیے بے چین تھی۔ اس نے اس دن کے واقعات کو بھی پوری تفصیل سے بیان کر دیا — راکیتن اور الیوشا کب آئے اور کیا کرتے رہے تھے، وہ خود کس طرح مستعدی کے ساتھ چوکسی کرتی رہی تھی، اور پھر گاڑی میں روانہ ہونے سے پہلے گروشینکا نے کھڑکی سے کس طرح سر باہر نکال کر الیوشا سے کہا تھا: "متکا کو بتا دو: وہ ہمیشہ یاد رکھے میں نے ایک مختصر گھنٹے کے لیے اس سے محبت کی تھی۔" جب میتیا نے یہ پیغام سنا وہ اچانک مسکرا پڑا اور اس کے زرد رخسار تمتمانے لگے۔ عین اسی لمحے فینیا نے اپنے تجسس پر ذرا سا بھی خوف زدہ ہوئے بغیر اس سے کہا:

"آپ کے ہاتھ، دمتری فیودورووچ، یہ خون آلود ہو رہے ہیں!"

"ہاں،" میتیا نے اپنے ہاتھوں پر غیر حاضر دماغی سے نظر ڈالتے ہوئے میکانکی انداز سے کہا اور فوراً ان کے اور فینیا کے سوال کے بارے میں بھول گیا۔ وہ ایک بار پھر خاموش ہو گیا۔ اسے آئے تقریباً بیس منٹ گزر چکے تھے۔ اس کا ابتدائی خوف ناپید ہو چکا تھا اور اب وہ بظاہر نئے اور پکے عزم کی گرفت میں آ چکا تھا۔ ایکا ایکی وہ اٹھا اور کھوئے کھوئے انداز سے مسکرانے لگا۔

"حضور، آپ کو کیا ہوا ہے؟" فینیا نے ایک بار پھر اس کے ہاتھوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اس کی آواز میں ترس تھا جیسے وہ اس کے غم میں اس کے قریب ترین ہو۔

میتیا نے ایک بار پھر اپنے ہاتھوں پر جھلملاتی نگاہ ڈالی۔

"فینیا، یہ خون ہے،" وہ اسے عجیب عجیب نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا، "انسانی خون، اف میرے خدایا! آخر اس کے بہانے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ لیکن... فینیا، یہاں کہیں باڑ ہے (وہ اسے یوں دیکھ رہا تھا جیسے اس سے پہیلیاں بجھوا رہا ہو)، بہت اونچی اور دیکھنے میں ناقابل عبور، لیکن... کل پو پھٹنے پر، جب سورج آسمان پر جست لگائے گا، میتیا اس باڑ کو پھلانگ جائے گا... فینیا، تم کچھ نہیں سمجھ سکیں کہ میری مراد کس باڑ سے ہے... یہ کوئی اتنی اہم بات نہیں، کل تم اس کے متعلق سن ہی لو گی اور پھر تم سب کچھ سمجھ جاؤ گی... اور اب خدا حافظ! اب میں تمہیں مزید پریشان نہیں کروں گا، میں یہاں سے جا رہا ہوں، میں فیصلہ کر چکا ہوں۔ امید کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے، آخر دنیا بہ امید ہی تو قائم ہے... اس نے مجھ سے ایک گھنٹا محبت کی تھی، خدا کرے وہ متکا کرامازوف کو ہمیشہ یاد رکھے... تمہیں معلوم ہے وہ مجھے ہمیشہ متکا کہتی تھی۔"

ان الفاظ کے ساتھ وہ یک لخت باورچی خانے سے باہر نکل گیا۔ تاہم اس کی روانگی پر فینیا کو اس سے بھی زیادہ خوف محسوس ہونے لگا جتنا اسے تب محسوس ہوا تھا جب وہ دھم دھماتا اندر آیا تھا اور اسے گلے سے دبوچ لیا تھا۔

پورے دس منٹ بعد دمتری فیودورووچ نوجوان سرکاری ملازم پیوتر الیچ پرخوتین کے گھر پہنچا جس کے پاس وہ اپنے پستول گروی رکھ چکا تھا۔ تب ساڑھے آٹھ بج چکے تھے اور پیوتر الیچ چائے کی متعدد پیالیاں حلق میں انڈیلنے کے بعد بلیئرڈ کھیلنے متوچنی کرات جانے کے لیے ابھی ابھی کوٹ پہننے سے فارغ ہوا تھا۔ وہ جایا ہی چاہتا تھا کہ میتیا نے اسے آ پکڑا۔ اول الذکر نے جب اس کے خون آلود چہرے کو دیکھا تو اس کی چیخ نکل گئی۔

"خدایا، یہ آپ کو کیا ہوا ہے؟"

"خیر، تم مل ہی گئے،" میتیا نے عجلت سے کہا، "میں اپنے پستول لینے آیا ہوں۔ اور تمہارا روپیہ بھی لے آیا ہوں۔ میں تمہارا بے حد احسان مند ہوں۔ پیوترا لیچ، مجھے ذرا جلدی ہے، چنانچہ جس قدر ہو سکے عجلت سے کام لو۔"

پیوترا لیچ کی حیرت لحظہ بہ لحظہ بڑھتی جا رہی تھی ــــ اسے اچانک میتیا کے ہاتھوں میں نوٹوں کی گڈی نظر آ گئی تھی اور سب سے حیران کن اس کا روپے کو تھامنے کا انداز اور یہ حقیقت تھی کہ جب وہ کمرے کے اندر داخل ہوا تھا، وہ اپنے دائیں ہاتھ کو، جس میں وہ نوٹ پکڑے ہوئے تھا، کچھ اس طرح آگے کو بڑھائے ہوئے تھا کہ وہ ہر کس و ناکس کو صاف نظر آ سکتے تھے اور یہ ایک ایسی بات تھی جو عام حالات میں کوئی شخص کرنے کی سوچ بھی نہیں سکتا۔ سرکاری ملازم کے نوکر پیشہ چھوکرے نے، جس کا استقبالیہ کمرے میں میتیا سے آمنا سامنا ہوا تھا، بعد ازاں گواہی دیتے ہوئے کہا کہ وہ جس طرح نوٹ پکڑے کمرے میں داخل ہوا تھا اس کا مطلب یہ بنتا تھا کہ جب وہ گلی میں سے گزر رہا تھا، تب بھی اس نے اپنے آگے کی جانب بڑھے ہوئے ہاتھ میں انہیں تھام رکھا ہو گا۔ اس کے پاس جتنی رقم تھی، وہ ساری کی ساری سو سو روبل کے نوٹوں کی شکل میں تھی جسے وہ اپنی خون آلود انگلیوں سے مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھا۔ بعد ازاں جب سرکاری طور پر تفتیش کرنے والے حکام نے پیوترا لیچ سے سوال کیا کہ اس وقت اصلاً اس کے ہاتھ میں کتنا روپیہ ہو گا تو اس نے جواب دیا کہ تب اس کا اندازہ لگانا مشکل تھا، ممکن ہے دو ہزار روبل ہوں یا تین ہزار لیکن گڈی بہرحال خاصی بڑی، خاصی "دبیز" تھی۔ جہاں تک خود دمتری فیودورووچ کا تعلق ہے، پرخوتین نے بعد ازاں یہ شہادت دی کہ وہ "اپنے آپ میں معلوم نہیں ہوتا تھا ــــ یاد رکھیں کہ وہ نشے سے تو مدہوش نہیں تھا بلکہ ایک لحاظ سے خاصا پُرجوش نظر آ رہا تھا۔" پھر وہ بے حد غیر حاضر دماغ تھا لیکن اس کے ساتھ وہ عجیب و غریب انداز سے محتاط اور چوکنا بھی تھا جیسے وہ کسی معاملے کے بارے میں گہرے سوچ بچار میں مستغرق ہو مگر اس کے بارے میں فیصلہ نہ کر پا رہا ہو۔ وہ غیر معمولی طور پر جلدی میں تھا اور جب اس سے کچھ پوچھا جاتا، تو بڑے اکھڑے اکھڑے اور انوکھے انداز سے جواب دیتا۔ تاہم بعض اوقات کچھ یوں معلوم ہوتا جیسے اس پر غم و اندوہ کا کوئی بوجھ نہ ہو بلکہ اس کی طبیعت خاصی ہشاش بشاش ہو۔

"کیا بات ہے، آپ کو ہوا کیا ہے؟" پیوترا لیچ نے ایک بار پھر اپنا سوال دہرایا۔ اپنے ملاقاتی کو دیکھ کر وہ خود بوکھلا رہا تھا۔ "یہ آپ کے جسم پر اتنا خون کہاں سے آیا؟ آپ کہیں گر تو نہیں پڑے تھے یا کچھ اور تو نہیں ہو گیا تھا؟ ذرا اپنی شکل تو دیکھیں۔"

اس نے اسے بازو سے پکڑا اور گھسیٹ کر آئینے کے سامنے کھڑا کر دیا۔ میتیا کو اپنا خون آلود چہرہ نظر آ گیا، وہ بے طرح کپکپایا اور غصے سے اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

"اف، لعنت!" وہ غیظ و غضب سے بڑبڑایا۔ "حد ہو گئی!" اس نے نوٹ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ میں منتقل کر دیے اور دفعتاً جیب سے رومال نکال لیا۔ لیکن رومال بھی خون سے شرابور ہو چکا تھا (اس نے اسے گریگوری کا ہاتھ اور چہرہ پونچھنے کے لیے استعمال کیا تھا) اور اس کا کوئی حصہ بھی صاف نہیں تھا؛ بات محض اتنی نہیں تھی کہ یہ خشک ہونا شروع ہو گیا تھا بلکہ اب اس میں اکڑاہٹ بھی پیدا ہونے لگی تھی اور یہ چپچپا بھی ہونے لگا تھا۔ میتیا نے طیش میں آ کر اسے فرش پر پھینک دیا۔

"اف، لعنت! تمہارے پاس کوئی چھوٹا موٹا کپڑا ہو گا... میں ہاتھ منہ پونچھنا چاہتا ہوں۔"

"تو یہ آپ کا خون نہیں، آپ کو چوٹ وغیرہ نہیں آئی؟ بہتر ہے اپنا ہاتھ منہ دھو لیں،" پیوترا لیچ نے جواب دیا۔ "ادھر واش سٹینڈ ہے۔ آئیں، میں آپ کی مدد کرتا ہوں۔"

"واش سٹینڈ؟ خوب!... مگر میں ان کا کیا کروں؟" اس نے سو سو روبل کے نوٹوں کی گڈی کی طرف استفہامیہ انداز سے مگر نہایت ہی عجیب لہجے میں پوچھا جیسے یہ فیصلہ کرنا پیوترا لیچ کا کام ہو کہ روپے کا کیا کیا جائے۔

"اسے جیب میں ڈال لیں یا میز پر رکھ دیں، کوئی اسے چرائے گا نہیں۔"

"اپنی جیب میں؟ ہاں، اپنی جیب میں... نہیں، تم سمجھ رہے ہو گے یہ سب پاگل پن ہے،" اس نے اونچے لہجے سے کہا جیسے وہ ایکا ایکی اپنی غیر حاضر دماغی سے بیدار ہو گیا ہو۔ "دیکھو، ہم ایک وقت میں ایک ہی کام کریں گے؛ تم مجھے پستول واپس کر دو اور اپنا روپیہ لے لو، یہ رہا... کیونکہ مجھے ان کی ضرورت ہے، مجھے یہ (پستول) لازماً چاہئیں... میرے پاس فالتو وقت نہیں، بالکل نہیں..."

اور اس نے سو روبل کا ایک نوٹ کھینچا اور سرکاری ملازم کو پیش کر دیا۔

"میرے پاس ریزگاری نہیں،" پرخوتین نے کہا، "آپ کے پاس کوئی چھوٹا نوٹ نہیں؟"

"نہیں،" میتیا نے دوبارہ گڈی کو دیکھتے ہوئے کہا اور جیسے اسے اپنے الفاظ پر اعتماد نہ ہو، اس نے انگلیوں سے اوپر کے دو تین نوٹوں کو جانچا پرکھا، "نہیں، میرے پاس صرف سو سو کے ہیں،" اس نے کہا اور وہ ایک بار پھر پیوترا لیچ کو استفہامیہ انداز سے دیکھنے لگا۔

"اتنی بڑی رقم آپ کو کہاں سے ملی ہے؟" اس نے پوچھا۔ "ٹھہریں، میں اپنے نوکر کو پلوتنکوف (35) کی دکان پر بھیجتا ہوں۔ یہ رات گئے تک کھلی رہتی ہے ــــ ممکن ہے وہ آپ کے نوٹ کی ریزگاری دے دیں۔ اے، مشا!" اس نے استقبالیہ کمرے میں نوکر کو آواز دی۔

"پلوتیکوف؟ — یہ ہوئی نا بات!" متیا نے کچھ یوں جوش و خروش سے کہا جیسے یہ خیال ابھی ابھی اسے سوجھا ہو۔ "میشا!" اس نے نوکر کی جانب متوجہ ہو کر کہا جو ابھی ابھی اندر آیا تھا۔ "دیکھو، بھاگے بھاگے پلوتیکوف کی دکان پر جاؤ اور اس سے کہو کہ دمتری فیودوروِچ نے سلام بھیجا ہے اور وہ خود بھی عنقریب حاضر ہو جائے گا... لیکن سنو، اس سے کہو کہ وہ میرے آنے سے پہلے کچھ شیمپین تیار رکھیں، یہی کوئی تین درجن بوتلیں، انہیں اچھی طرح پیک کر دیں تاکہ میں انہیں اپنے ساتھ لے جا سکوں بالکل اسی طرح جس طرح انہوں نے تب پیک کی تھیں جب میں مکرائی گیا تھا..." وہ اچانک پیوتر الیچ کی طرف متوجہ ہوا۔ "تب میں چار درجن لے کر گیا تھا۔ میشا، فکر نہ کرو۔" وہ ایک بار پھر نوکر کی طرف متوجہ ہوا۔ "انہیں پہلے ہی معلوم ہے۔ ہاں، ایک بات اور، ان سے کہو کہ وہ کچھ مقدار میں پنیر، سٹراس برگ (36) پائیاں، دھوئیں میں سکھا کر محفوظ کی گئی سگ (Sig)(37)، خنزیر کی دھوئیں میں سکھا کر محفوظ کی گئی رانیں، اور سٹرجن مچھلی کے انڈے بھی ڈال دیں۔ ان کے پاس سب کچھ ہے۔ ان سب چیزوں کی مل ملا کر کل مالیت سو یا ایک سو بیس روبل ہونا چاہیے، بالکل پچھلی طرح — اور ہاں، ایک بات اور، چاکولیٹ، ٹافیوں، ناشپاتیوں، دو، تین بلکہ چار تربوزوں جیسی میٹھی اشیاء رکھوانا نہ بھولنا۔ نہیں، تربوز ایک ہی کافی ہو گا لیکن چاکولیٹ، ٹافیاں، فروٹ ڈراپس، ابلی ہوئی مٹھائیاں، لازماً ہونا چاہئیں — جب میں پچھلی مرتبہ مکرائی گیا تھا تو انہوں نے یہ سب اشیاء مجھے باندھ کر دی تھیں... تب شیمپین سمیت ان اشیاء کی مالیت تقریباً تین سو روبل بنی تھی... اس مرتبہ بھی مجھے وہی اشیاء، اور اتنی ہی مالیت کی چاہئیں۔ اور میشا، کوئی بھی چیز بھولنا مت... ہاں، چلتے چلتے یہ بھی بتاتے جاؤ کہ تم میشا ہی ہو نا؟ اس کا نام میشا ہے؟" وہ پھر پیوتر الیچ کی جانب متوجہ ہو گیا۔

"ٹھہریں!" پیوتر الیچ نے اس کی گفتگو سننے کے بعد اسے تشویش کی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے مداخلت کی۔ "کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ جب آپ خود دکان پہنچ جائیں، تو انہیں سب کچھ بتا دیں۔ یہ تو اشیاء کو گڑبڑا دے گا۔"

"ہاں، یہ واقعی گڑبڑ کر دے گا، تم نے بالکل صحیح کہا ہے! اف، میشا، تم جو اتنی تکلیف اٹھانے جا رہے ہو، اس کے عوض میں تم سے بغل گیر ہونا چاہتا تھا... دیکھو، اگر تم نے کوئی گڑبڑ نہ کی، تو تمہیں کام ختم ہونے پر دس روبل بطور انعام ملیں گے۔ چلو، بھاگو، جلدی کرو... شیمپین، اصل چیز شیمپین ہے، اس میں کوئی گڑبڑ نہیں ہونا چاہیے۔ انہیں میرے آنے تک اسے لازماً پیک کرنا ہو گا۔ اور ہاں برانڈی، نیز سرخ اور سفید دونوں قسم کی مے انگور، بالکل پچھلی طرح... کتنی تھی، انہیں معلوم ہی ہو گا، پچھلی طرح..."

"آپ میری بات کیوں نہیں سنتے؟" پیوتر الیچ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ اس کا پیمانۂ صبر لبریز ہوتا جا رہا تھا۔ "میں عرض کر رہا ہوں کہ اسے ہم آپ کے نوٹ کی ریزگاری لانے کے لیے بھیج دیتے ہیں، یہ دکان کے کارندوں کو پیغام بھی پہنچا آئے گا کہ وہ ابھی دکان بند نہ کریں۔ ریزگاری آنے کے بعد آپ خود چلے جائیں اور اپنا آرڈر دے دیں... لائیں، اپنا نوٹ نکالیں۔ میشا، اب چلتے ہو، لیفٹ رائٹ، لیفٹ رائٹ!" صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ میشا کو عمداً باہر بھیج رہا ہے کیونکہ وہ جس طرح ملاقاتی کے سامنے کھڑا تھا، معلوم ہوتا تھا اس کے پاؤں زمین میں گڑ گئے ہیں، وہ خون آلود چہرے اور نوٹوں کی گڈی پکڑے کانپتے ہاتھوں کو منہ کھولے گھور گھور کر دیکھے جا رہا تھا؛ حیرت اور دہشت سے اس کی آنکھیں پھٹی جا رہی تھیں اور غالباً وہ متیا کی ہدایات بھی کوئی خاص سمجھ نہیں پا رہا تھا، بس ہونقوں کی طرح اسے تکتا جا رہا تھا۔

"خیر، اب چلیں، میں آپ کا منہ ہاتھ دھلا دیتا ہوں،" پیوتر الیچ نے اکھڑپن سے کہا۔ "روپیہ میز پر رکھ دیں یا جیب میں ڈال لیں۔ ہاں، یہ ٹھیک ہے۔ چلیں اور اپنا یہ کوٹ اتار دیں۔"

وہ کوٹ اتارنے میں اس کی مدد کرنے لگا اور ایک بار پھر اونچی آواز میں بولا:

"دیکھیں، آپ کے کوٹ پر بھی خون ہے!"

"نہیں، کوٹ پر نہیں۔ بس یہاں آستین پر تھوڑا سا ہے... صرف وہاں ہے جہاں رومال ڈالا گیا تھا۔ لازماً جیب میں سے رِس رِس کر آیا ہو گا۔ فینیا کے ہاں بیٹھتے وقت رومال میرے نیچے آ گیا تھا اور خون ضرور بالضرور رسنے لگا ہو گا۔" متیا نے معاً غیر معمولی صاف دلی سے کہا۔ پیوتر الیچ پیشانی پر بل ڈالے سنتا رہا۔

"آخر آپ کرتے کیا رہے ہیں؟ آپ کا لازماً کسی سے جھگڑا ہو گیا ہو گا،" وہ بڑبڑایا۔

وہ بیٹھے خون دھوتے رہے۔ پیوتر الیچ نے جگ پکڑ لیا اور پانی انڈیلتا رہا۔ متیا کو بے پناہ جلدی تھی اور وہ اپنے ہاتھوں پر مناسب انداز سے صابن نہیں مل رہا تھا، (بعد ازاں پیوتر الیچ نے یاد کیا کہ اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے)۔ پیوتر الیچ نے فوراً اسے بتایا کہ وہ مزید صابن لگائے اور زیادہ زور لگا کر رگڑے۔ یہ سب کچھ ایسے تھا جیسے اس مرحلے پر وہ متیا پر حکم، مزید حکم چلانے لگا ہو۔ سر راہے یہاں یہ بتانا نامناسب نہیں ہو گا کہ اس نوجوان کو دوسروں پر حکم چلانے کا بہت شوق تھا۔

"دیکھیں، آپ نے اپنے ناخنوں کے نیچے ڈھنگ سے صفائی نہیں کی، کرتے رہیں، مزید کرتے رہیں۔ ہاں، اب ٹھیک ہے۔ اب اپنا چہرہ صاف کریں، یہاں کان کے قریب... جانے سے پہلے اپنی قمیص صاف کرنا نہیں چاہیں گے؟ ویسے آپ جا کہاں رہے ہیں؟ دیکھیں، آپ کی دائیں آستین کا کف خون سے تر ہو چکا ہے۔"

''ہاں، خون،'' میتیا نے اپنی قمیص کے کف کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

''اسے تبدیل کر لیں۔''

''اتنا وقت نہیں... دیکھو، میں کیا کروں گا مجھے معلوم ہے...'' میتیا نے تولیے سے اپنے ہاتھ اور چہرہ پونچھنے کے بعد کوٹ پہنتے ہوئے اسی بے ریائی سے کہا جیسے اسے اس پر بہت اعتبار ہو۔

''میں یہاں کف دوہرا کر لیتا ہوں، کوئی شخص بھی کوٹ کے نیچے جھانک کر نہیں دیکھے گا... دیکھو!''

''اب بتائیں آپ کیا کرتے رہے ہیں؟ آپ کا کسی سے جھگڑا ہو گیا تھا یا کوئی اور بات ہے؟ پچھلی مرتبہ کی طرح سے خانے میں کچھ ہوا تھا یا کسی دوسری جگہ پر؟ کہیں آپ کیپٹن کو ادھر ادھر گھسیٹنے اور اس کی لتاڑائی تو نہیں کرتے رہے جیسا کہ آپ نے گزشتہ مرتبہ کیا تھا؟'' پیوتر الیچ نے اسے یاد دلایا۔ اس کے لہجے میں ملامت تھی۔ ''جی، تو اس بار آپ نے کس کی پٹائی کی ہے؟... کہیں کسی کا خون تو نہیں کر دیا؟''

''فضول، بکواس!'' میتیا نے کہا۔

'''بکواس' سے آپ کی کیا مراد ہے؟''

''اس قسم کی باتیں نہ کرو،'' میتیا نے کہا اور یک لخت مسکرانے لگا۔ ''چوک میں مجھ سے ایک بڑھیا کو دھکا لگ گیا اور وہ دھڑام سے نیچے گر پڑی تھی۔''

''آپ نے کسی بڑھیا کو دھکا دے کر گرا دیا تھا؟''

''دراصل کسی بڑھیا کو نہیں بلکہ ایک بوڑھے کو،'' میتیا نے سیدھے پیوتر الیچ کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بلند آواز سے کہا۔ وہ ہنس رہا اور یوں چلا رہا تھا جیسے ماؤف الذکر بہرا ہو۔

''بوڑھا، بڑھیا، کیا فرق پڑتا ہے؟... آپ نے کسی کا خون تو نہیں کر دیا؟ یا؟''

''ہماری صلح ہو گئی ہے۔ جھگڑا ہوا ضرور تھا ــــ اور پھر صلح ہو گئی۔ پتا نہیں کہاں۔ جب ہم بچھڑے، ہم دوست بن چکے تھے۔ احمق کہیں کا... لیکن اس نے مجھے معاف کر دیا تھا... ہاں، کر دیا ہے اور اب تو یقیناً یہ بات بالکل پکی ہے... اگر وہ اٹھنے میں کامیاب ہو جاتا پھر وہ مجھے کبھی معاف نہ کرتا۔'' اچانک میتیا نے آنکھ ماری۔ ''پیوتر الیچ، لعنت ہو اس پر، میں کہتا ہوں، لعنت ہو اس پر، جہنم میں جائے وہ! تم میری بات سن رہے ہو نا؟ میں کہتا ہوں کہ وہ بے شک جہنم میں جائے۔ میں اس کا مزید ذکر کرنا یا سننا نہیں چاہتا، اتنا ہی کافی ہے! اب، فی الحال ــــ اتنا ہی کافی ہے،'' میتیا نے دو ٹوک انداز سے کہا۔

''میرا مطلب یہ تھا کہ آپ لوگوں کے ساتھ خواہ مخواہ کیوں الجھتے رہتے ہیں، احتیاط کیوں نہیں برتتے؟... آپ نے سٹاف کیپٹن سے جھگڑ کر آخر حماقت ہی تو کی تھی... پہلے آپ لوگوں کے ساتھ

ہینگ چھڑاتے ہیں اور پھر خون کے دھبوں سے سارے قصبے کو رنگین بنانا شروع کر دیتے ہیں ــــ یہ آپ کا مخصوص انداز ہے! شمپین کی تین درجن بوتلیں ــــ آخر اتنی زیادہ کیوں؟''

''بہت خوب! خیر، چھوڑو، لاؤ، مجھے میرے پستول دے دو۔ سچ پوچھو تو میرے پاس بالکل وقت نہیں۔ میرے دوست، میں واقعی یہاں رکنا اور تمہارے ساتھ گپ شپ کرنا چاہتا تھا، لیکن کیا کیا جائے میرے پاس وقت نہیں۔ بہرحال اس کی ضرورت بھی نہیں۔ دیر اتنی زیادہ ہو چکی ہے کہ اب گپ شپ نہیں ہو سکتی۔ ایپ، روپیہ کہاں گیا؟ یہ میں نے کہاں رکھا تھا؟'' اس نے زور کی چیخ ماری اور اپنی جیبوں کی تلاشی لینے لگا۔

''میز پر... آپ نے خود وہاں رکھا تھا۔ وہ رہا۔ کیا آپ بھول گئے ہیں؟ آپ واقعی روپے سے کچھ اس طرح کا سلوک کرتے ہیں جیسے یہ محنت سے نہیں کمایا جاتا، درختوں پر اگتا ہو۔ یہ رہے آپ کے پستول۔ کتنی عجیب بات ہے کہ آپ نے پانچ بجے کے کچھ ہی دیر بعد دس روبل کی خاطر اپنے پستول گروی رکھے، اور اب آپ کے پاس ہزاروں ــــ وہ تین تو لازماً ہوں گے ــــ روبل ہیں، میں شرط لگانے کو تیار ہوں۔''

''میرا خیال ہے کہ تین،'' میتیا نے مسکراتے اور رقم اپنی بائیں جیب میں اڑستے ہوئے کہا۔

''اگر آپ اسے وہاں رکھیں گے تو گنوا بیٹھیں گے۔ کیا آپ کو بیٹھے بٹھائے سونے کی کان مل گئی ہے یا ایسی ہی کوئی اور چیز؟''

'''کان؟ سونے کی کان؟'' میتیا نے گلا پھاڑتے ہوئے کہا اور کھلکھلا کر ہنسنے لگا۔ ''پرخوتین، کیا تم سونے کی تلاش میں جانا چاہتے ہو؟ یہاں ایک خاتون ہے جو تمہیں فوراً تین ہزار فراہم کر دے گی بشرطیکہ تم جانا چاہو۔ اس نے مجھے بھی یہ رقم مہیا کر دی، دیکھا، وہ سونے کی کانوں کی کتنی شوقین ہے! تم مادام خوخلا کووا کو جانتے ہو؟''

''صرف شکل سے یا لوگوں کی باتوں سے۔ کیا اس نے واقعی آپ کو تین ہزار دیے تھے؟ بالکل اسی طرح آپ کی ہتھیلی پر رکھ دیے تھے؟'' پیوتر الیچ کو بالکل یقین نہیں آ رہا تھا۔

''کل جب آفتاب، ابدی طور پر پُرشباب پھیبس (38)، خدا کی حمد و ثنا کرتا ہوا چادرِ فلک پر نمودار ہو، خوخلا کووا کے پاس چلے جانا اور اس سے پوچھ لینا کہ اس نے مجھے تین ہزار روبل دیے تھے یا نہیں۔ یہ بھی کر کے دیکھ لینا۔''

''آپ دونوں کے مابین تعلقات کی نوعیت کیا ہے، مجھے بالکل معلوم نہیں... اگر آپ کہتے ہیں تو اس نے بے شک آپ کو یہ رقم دے دی ہو گی... اور ہاں، جب اتنی بڑی رقم آپ کے ہاتھ آ گئی ہے تو آپ سائبیریا کا رُخ کرنے کی بجائے رنگ رلیاں منانے اور روپیہ لٹانے چل پڑے

ہیں... مگر سچ بتائیں آپ اس وقت جا کہاں رہے ہیں؟"

"مکرائی۔"

"مکرائی؟ اتنی گئی رات؟"

"مسترپوک (39) کے پاس سب کچھ تھا لیکن اب وہ خالی ہاتھ ہے؛" میتیا نے اچانک کہا۔

"خالی ہاتھ؟ ہزاروں کی رقم، پھر بھی کہتے ہو 'خالی ہاتھ'۔"

"میرا مطلب ہزاروں سے نہیں تھا۔ لعنت ہو ہزاروں پر! میں عورتوں کے موڈ (Mood) کی بات کر رہا تھا:

عورت کے دل کو قرار نہیں ہے—
دھوکے اور پاپ سے قرار نہیں ہے (40)۔

میں یولی سس (41) سے متفق ہوں، یہ الفاظ اسی کے ہیں۔"

"میں کچھ سمجھا نہیں۔"

"کیا میں نشے میں غرق ہوں؟"

"آپ کی حالت نشے میں غرق شخص سے کہیں بدتر ہے۔"

"پیوتر الیچ، میری تو روح نشے میں غرق ہے، غرق ہے۔ خیر چھوڑو اسے، کافی ہو گیا، کافی..."

"آپ کیا کر رہے ہیں؟"

"پستول میں گولیاں بھر رہا ہوں۔"

میتیا نے واقعی وہ ڈبا کھول لیا تھا جس میں پستول تھے اور بارود دان کا ڈھکن اتار لیا تھا۔ اب اس نے نہایت احتیاط سے پستول کے اندر کچھ بارود چھڑکا، نہایت احتیاط سے کارتوس اندر ڈالا اور اسے نیچے دھکیل دیا۔ پھر اس نے انگلی اور انگوٹھے سے گولی پکڑی اور اسے موم بتی کی روشنی کے سامنے لے گیا۔

"یہ آپ گولی کو اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں؟" پیوتر الیچ نے بے چین ہو کر پوچھا۔

"کوئی خاص بات نہیں۔ بس یونہی خیال آ گیا۔ سنو، اگر تم اس گولی سے اپنا بھیجا اُڑانے کا منصوبہ بنا رہے ہو تو پھر کیا تم اسے نالی میں ڈالنے سے پہلے اس کا اچھی طرح جائزہ نہیں لو گے؟"

"جائزہ لینے کی کیا ضرورت ہے؟"

"چونکہ اسے میرے دماغ میں گھسنا ہے، چنانچہ مجھے تجسس ہونے لگا دیکھوں تو سہی یہ نظر کیسی

آتی ہے... لیکن اب خیال آ رہا ہے کہ یہ سب خرافات ہے، نری خرافات ہے، حماقت ہے۔ لیجیے، یہ کام تو ہو گیا؛" اس نے گولی کو اندر ڈالتے اور دھکیلتے ہوئے مزید کہا۔ "مائی ڈیئر پیوتر الیچ، کوئی چیز بھی تو ایسی نہیں، کوئی چیز بھی تو ایسی نہیں جس کا کوئی مفہوم نکلتا ہو۔ سب کچھ مہمل ہے بشرطیکہ تمہیں معلوم ہو کہ میں نے جو کچھ کہا ہے اس میں کتنی بڑی سچائی ہے۔ مجھے ایک کاغذ دو۔"

"یہ رہا۔"

"نہیں، صاف ستھرا کورا کاغذ، مڑا تڑا نہیں، لکھنے کا کاغذ۔ ہاں، اس سے کام بن جائے گا۔" اور قلم پر جھپٹا مارتے ہوئے، جو میز پر پڑا تھا، میتیا نے دو سطریں تحریر کیں، کاغذ کی دو مرتبہ تہیں جمائیں اور اسے اپنی واسکٹ کی جیب میں اُڑس لیا۔ اس نے پستول کو ڈبے میں رکھا اور ڈبے کو مقفل کر دیا۔ پھر اس نے ڈبا اٹھایا، پیوتر الیچ کی جانب دیکھا اور دیر تک مسکراتا رہا۔

"آؤ، اب چلیں؛" اس نے کہا۔

"کہاں؟ ذرا ایک منٹ ٹھہریں... آپ اس گولی سے شاید اپنے بھیجے کو نشانہ بنانا چاہتے ہیں؟" پیوتر الیچ نے کسمساتے ہوئے پوچھا۔

"گولی؟ اس کی فکر مت کرو! میں محض مذاق کر رہا تھا، میں زندہ رہنا چاہتا ہوں، مجھے زندگی سے محبت ہے! یہ بات کبھی مت بھولنا۔ مجھے سنہری بالوں والے پھیبس اور اس کی حرارت بخش کرنوں سے محبت ہے... مائی ڈیئر پیوتر الیچ، تمہیں معلوم ہے لوگوں سے دور کیسے رہا جاتا ہے؟"

"دور کیسے رہا جاتا ہے؟ کیا مطلب ہے آپ کا؟"

"کھسک جانا، چھپ ہو جانا، لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہونا۔ اپنی محبوبہ کے لیے اور اپنے رقیب کے لیے راستہ ہموار کرنا تاکہ آپ کا رقیب بھی آپ کا محبوب بن جائے۔ ان معنوں میں راستہ ہموار کرنا۔ ان سے کہہ دیا جائے: سفر بخیر، خداوند تم دونوں کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ تم دونوں اپنے راستے پر چلتے رہو، چلتے رہو، جب کہ میں..."

"جب کہ آپ...؟"

"اتنا ہی کافی ہے، آؤ چلیں۔"

"خدایا!" اس کی جانب دیکھتے ہوئے پیوتر الیچ کے منہ سے نکلا۔ "مجھے کسی نہ کسی سے کہنا ہو گا کہ آپ کو وہاں جانے سے روکا جائے۔ آخر آپ کو اس وقت مکرائی جانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟"

"وہاں ایک عورت ہے، ایک عورت، اور میرے دوست، تمہارے لیے اتنا ہی کافی ہے اور مزید کچھ نہ کہو۔"

"ممکن ہے آپ کسی حد تک تند خو اور شوریدہ سر ہوں، پھر بھی میرے دل میں آپ کے لیے

ہمیشہ نرم گوشہ موجود رہا ہے... یہی وجہ ہے کہ میں پریشان ہوں۔"

"دوست، شکریہ۔ تم کہتے ہو میں تند خو ہوں، شوریدہ سر ہوں۔ تند خو اور شوریدہ سر لوگ، تند خو اور شوریدہ سر لوگ! میں بھی اپنے آپ سے یہی کہتا رہتا ہوں: تند خو اور شوریدہ سر لوگ! آہ، ادھر دیکھو، میشا واپس آ گیا ہے، میں تو اس کے متعلق بھول ہی چکا تھا۔"

میشا ہانپتا کانپتا اندر داخل ہوا۔ اس کی سانس پھول رہی تھی۔ وہ چھوٹے نوٹوں کی گڈی پکڑے ہوئے تھا۔ اس نے اطلاع دی کہ پلوتنکوف کی دکان کے تمام کارندوں کے "ہاتھ پاؤں پھول چکے ہیں۔" وہ ادھر ادھر بھاگے پھر رہے ہیں، بوتلیں، مچھلیاں اور چائے کے ڈبے اکٹھے کر رہے ہیں۔ سب کچھ عنقریب تیار ہو جائے گا۔ متیا نے گڈی سے دس روبل کا نوٹ کھینچا اور پیوتر الیچ کو تھما دیا، اس نے دس روبل کا دوسرا نوٹ میشا کی طرف اچھال دیا۔

"نہیں!" پیوتر الیچ نے چلاتے ہوئے کہا، "میرے گھر میں ایسا مت کریں؛ اس طرح اس کی عادتیں مت بگاڑیں۔ اپنا پیسا اپنے پاس رکھیں۔ یہ لیں، اسے اپنی جیب میں ڈال لیں۔ اسے لٹانے کی کیا تک ہے؟ کل کلاں خود آپ کو اس کی ضرورت پیش آ سکتی ہے اور پھر آپ مجھ سے دس روبل ادھار مانگنے پہنچ جائیں گے۔ آپ اسے بغلی جیب میں کیوں رکھ رہے ہیں؟ آپ کو معلوم ہے اس طرح تو یہ کہیں کھو جائے گا۔"

"سنو، دوست، ہم اکٹھے مکرائی کیوں نہ چلیں؟"

"میں وہاں کیوں چلوں؟"

"سنو، تم چاہو تو میں ابھی بوتل کھول لوں گا اور ہم زندگی کا جام پی لیں گے! میں پینا چاہتا ہوں، خاص طور پر تمہارے ساتھ۔ ہم نے پہلے کبھی اکٹھے نہیں پی، ٹھیک؟"

"میرا خیال ہے ہمیں مے خانے چلنا چاہیے، ہم وہاں پی لیں گے۔ چلیں؟ میں خود بھی ادھر ہی جا رہا تھا۔"

"میرے پاس مے خانے جانے کا وقت نہیں۔ اس کی بجائے آؤ ہم پلوتنکوف کی دکان پر چلے چلتے ہیں، اس کے عقبی کمرے میں بیٹھ کر پی لیں گے۔ اگر میں تم سے پہیلی پوچھوں، تمہیں برا تو نہیں لگے گا؟"

"برا ماننے کی کیا بات ہے، پوچھیں۔"

متیا نے کاغذ کا پرزہ اپنی واسکٹ کی جیب سے نکالا، اس کی تہیں کھولیں اور اسے دکھانے لگا۔ اس پر جلی حروف سے لکھا ہوا تھا:

"میں نے اپنی زندگی میں، اپنی پوری زندگی کے دوران میں جو جو جھک ماری ہے، اس کے

لیے اپنے آپ کو سزا دے رہا ہوں۔"

"میں واقعی جا رہا ہوں اور کسی نہ کسی کو بتا کر ہی دم لوں گا، میں ابھی جاتا ہوں اور کسی نہ کسی کو لازماً بتا دوں گا۔" پیوتر الیچ نے کاغذ پر تحریر پڑھنے کے بعد کہا۔

پلوتنکوف کی دکان صرف ایک بلاک دور گلی کی نکڑ پر واقع تھی۔ یہ ہمارے قصبے میں پنساری کی سب سے بڑی دکان تھی اور یہ ماننا پڑے گا کہ یہ بہت ہی اچھی دکان تھی اور اس کی ملکیت نہایت ہی متمول تاجروں کے خاندان کے پاس تھی۔ پنساری کی دکان پر جو کچھ ہونا چاہیے وہ سب وہاں موجود رہتا تھا: مے انگور کی بوتلیں جو "ملیسیف برادران" بھرتے تھے، تازہ اور خشک پھل، سگار، چائے، کافی، چینی، وغیرہ وغیرہ۔ گاہکوں کی خدمت کے لیے تین کارندے تو دکان میں ہر وقت حاضر رہتے تھے، ان کے علاوہ دو ملازم لوگوں کے گھروں پر سودا پہنچانے کے لیے ہمہ وقت مصروف رہتے تھے۔ اگرچہ ہمارے ضلع کی معاشی حالت دگرگوں ہو چکی تھی، متعدد زمیندار نقل مکانی کر گئے تھے اور تجارت میں عمومی طور پر مندا آ گیا تھا، لیکن پنساریوں کے مال کی فروخت میں ہر سال اضافہ ہوتا جا رہا تھا، گاہکوں کی کوئی کمی نہیں تھی اور ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ دکان پر متیا کا بڑے اشتیاق سے انتظار ہو رہا تھا۔ ہر شخص کو یاد تھا کہ صرف تین چار ہفتے قبل اس نے یک مشت سینکڑوں روبل کی کھانے پینے کی اشیا اور شرابیں خریدی تھیں اور ادائیگی نقد کی تھی (ویسے یہ بالکل طے ہے کہ ادھار اسے کوئی دمڑی کا بھی نہ دیتا) اور انہیں یہ بھی یاد تھا کہ اس موقع پر وہ سو سو روبل کے نوٹوں کی گڈی پکڑے ہوئے تھا اور انہیں نتائج وعواقب کی پروا کیے بغیر دل کھول کر خرچ کر رہا تھا۔ اس نے کسی کو اتنا بتانے کی بھی زحمت نہیں کی تھی کہ آخر اسے خورونوش کی اتنی زیادہ اشیا اور شرابوں کی ضرورت کیوں پیش آ گئی ہے۔ پھر اس کے بعد قصبے میں گھر گھر چرچا ہونے لگا تھا کہ گروشینکا کی معیت میں مکرائی پہنچنے پر اس نے محض چوبیس گھنٹوں کے دوران میں کوئی تین ہزار روبل بدرو میں بہا دیے تھے اور جب وہ اپنی رنگ رلیوں سے فرصت پانے کے بعد واپس آیا، اس کی جیبوں کا بالکل صفایا ہو چکا تھا اور اس کے پاس نام کو بھی دھیلا نہیں تھا۔ اس نے جپسیوں کے پورے گروہ کو بلا لیا تھا (جنہوں نے بالکل انہی دنوں مکرائی کے پڑوس میں ڈیرا ڈالا ہوا تھا)۔ انہوں نے محض دو روز میں اس سے بہت بڑی رقم ہتھیا لی اور قیمتی شراب کی کثیر مقدار ہڑپ کر لی تھی۔ وہ خود نشے سے اس قدر چور ہو چکا تھا کہ اسے پتا ہی نہ چل سکا کہ اس کے ساتھ کیا ہاتھ ہو گیا ہے۔ بعد ازاں لوگ قہقہے لگا لگا کر بیان کرتے رہے کہ متیا نے کس طرح مقامی بینڈ والوں کو شیمپین پلا پلا کر نشے میں ڈبو دیا اور دیہاتی چھوکریوں اور عورتوں کو مٹھائیوں اور سٹراس برگ پائیوں سے لاد دیا تھا۔ وہ متیا کے اپنے ایماندارانہ اور اَن پوچھے اعتراف کا بھی، خاص طور پر مے خانے میں، ٹھٹھا اڑاتے رہے (البتہ اس

کی موجودگی میں وہ اس کا ٹھٹھا اڑانے سے اجتناب کرتے تھے کیونکہ یہ چیز بڑی خطرناک ثابت ہوتی) کہ اس ساری ہم جوئی کے عوض گروشینکا نے اسے محض اپنے پاؤں پر بوسہ دینے کی اجازت مرحمت کی تھی اور اس نے اسے اس سے آگے بڑھنے کا قطعاً کوئی اذن نہیں دیا تھا۔

جب میتیا اور پیوتر الیچ دکان پر پہنچے، انہیں باہر ایک سہ اسپی گاڑی دکھائی دی، اس میں گھوڑے جتے ہوئے تھے، گھنٹیاں بندھی ہوئی تھیں، نشست پر قالیچہ بچھا ہوا تھا اور کوچوان آندری میتیا کا انتظار کر رہا تھا۔ دکان پر کارندے بہت بڑے ڈبے میں خورونوش کی اشیا اور شراب کی بوتلیں رکھ چکے تھے۔ اب وہ ڈھکن بند کرنے اور ڈبے کو گاڑی میں رکھنے سے پہلے میتیا کی آمد کے منتظر تھے۔ پیوتر الیچ ہکا بکا رہ گیا۔

"آپ کو اتنے مختصر وقت میں یہ سہ اسپی گاڑی کیسے مل گئی؟" اس نے میتیا سے پوچھا۔

"جب میں تمہاری طرف جا رہا تھا، مجھے یہاں آندری مل گیا اور میں نے اس سے کہا کہ وہ گاڑی سیدھا دکان پر لے آئے۔ وقت کیوں ضائع کیا جائے؟ پچھلی مرتبہ میں تموفائی کے ساتھ گیا تھا، لیکن وہ پہلے ہی جا چکا ہے، وہ ایک خاص ساحرہ کو اپنے ساتھ لے کر گیا ہے۔ آندری، ہمیں دیر تو نہیں ہو جائے گی؟"

"انہیں گئے صرف ایک ہی گھنٹا ہوا ہے، شاید ایک بھی نہیں!" آندری نے گرم جوشی سے جواب دیا۔ "سفر کی تیاری میں میں نے ہی تموفائی کی مدد کی تھی، چنانچہ مجھے معلوم ہے کہ وہ کس رفتار سے جا رہا ہوگا۔ دمتری فیودرووچ، وہ کتنا ہی تیز کیوں نہ چل لیں، ان کی رفتار ہماری رفتار سے بالکل زیادہ نہیں ہو سکتی۔ ہم انہیں چٹکی بجاتے پکڑ لیں گے، انہیں وہاں پہنچے ایک گھنٹا نہیں گزر پائے گا کہ ہم پہنچ جائیں گے۔" آندری نے شگفتہ روئی سے اپنی بات ختم کرتے ہوئے کہا۔

وہ سرخ مو، دبلا پتلا، ادھیڑ عمر شخص تھا۔ اس نے جسم پر پوڈیووکا(42) پہن رکھا تھا اور اس کے کندھے پر آرمیاک(43) لٹک رہا تھا۔

"اگر تم نے ان کے وہاں پہنچنے کے بعد ایک گھنٹے سے زیادہ نہ لگایا تو تمہیں پینے پلانے کے لیے پچاس روبل ملیں گے۔"

"دمتری فیودرووچ، میں آپ کو زبان دیتا ہوں کہ ہم زیادہ سے زیادہ ان کے ایک گھنٹا بعد پہنچ جائیں گے، اور سچ پوچھیں تو صرف نصف گھنٹا بعد۔"

اگرچہ میتیا (کارندوں کو) احکام دینے میں مصروف ہو گیا تھا لیکن وہ جس انداز سے بول رہا اور ہدایات جاری کر رہا تھا، وہ کچھ عجیب سا تھا ـــــ یہ منطقی کم اور بے ربط زیادہ تھا۔ وہ کوئی بات شروع کرتا، پھر اسے ادھوری چھوڑ دیتا۔ پیوتر الیچ نے دخل دینا اور اس کی مدد کرنا مناسب خیال کیا۔

"چار سو روبل کی،" میتیا نے حکم دیا۔ "چار سو روبل سے کم کی بالکل نہیں ہونا چاہیے، بالکل پچھلی طرح۔ شیمپین کی چار درجن بوتلیں، پوری چار درجن، ایک بھی کم نہیں۔"

"اتنی زیادہ کیوں؟ آخر یہ سب کس کے لیے ہیں؟ ایک منٹ!" پیوتر الیچ نے اپنا گلا پوری طرح پھاڑتے ہوئے کہا۔ "وہ ڈبا کیا ہے؟ اس میں کیا ہے؟ تمہارے خیال میں اس میں چار سو روبل کی اشیا بند ہیں؟"

کارندے، جو ادھر ادھر بھاگ دوڑ کرتے پھر رہے تھے، خوشامدی لہجے سے بتانے لگے کہ اس پہلے ڈبے میں شیمپین کی صرف نصف درجن بوتلیں بند ہیں۔ ان کے ساتھ اشتہا بڑھانے والی اشیاء، مٹھائیاں، فروٹ ڈراپس اور اسی طرح کے دیگر ضروری لوازمات رکھ دیے گئے ہیں۔ لیکن خورونوش کی بڑی اشیا یقیناً ایک گھنٹے کے اندر اندر علیحدہ ڈبوں میں بند کر دی اور دوسری خاص گاڑی میں، جس میں پچھلی مرتبہ کی طرح تین گھوڑے جتے ہوں گے، روانہ کر دی جائیں گی۔ یہ گاڑی دمتری فیودرووچ کے خود وہاں پہنچنے کے زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹا بعد پہنچ جائے گی۔

"ایک گھنٹے سے زیادہ بالکل نہیں، اس بات کا پکا اہتمام کریں کہ میرے اور اس کے وہاں پہنچنے کے درمیان کے وقفے کی مدت ایک گھنٹے سے قطعاً زیادہ نہ ہو۔ کچھ سمجھے؟ ہاں، فروٹ ڈراپس اور ٹافیاں زیادہ سے زیادہ رکھیں ـــــ لڑکیاں ان پر جان چھڑکتی ہیں۔" میتیا نے گرم جوشی سے کہا۔

"ٹافیاں تو ٹھیک ہیں لیکن آپ شیمپین کے چار ڈبوں کا کیا کریں گے؟ ایک ہی کافی ہے۔" پیوتر الیچ نے کہا۔ اس کے لیے اپنی جھنجھلاہٹ پر قابو پانا مشکل ہوتا جا رہا تھا۔ پہلے اس نے مطالبہ کیا کہ اسے بل دکھایا جائے اور پھر وہ قیمتوں کے بارے میں جھگڑا کرنے لگا۔ یوں وہ عمومی طور پر اپنے آپ کو خواہ مخواہ کی بلائے جان ثابت کرنے لگا۔ تاہم اس کی بک بک جھک جھک کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ سو روبل بچانے میں کامیاب ہو گیا۔ یوں انجام کار فیصلہ یہ ہوا کہ وہ جو اشیا فراہم کریں گے، ان کی کل مالیت تین سو روبل سے زیادہ نہیں ہو گی۔

"اُف، لعنت ہو ان سب پر!" پیوتر الیچ نے چلاتے ہوئے کہا جیسے اس کا اچانک جی بھر گیا ہو۔ "اس معاملے کا مجھ سے کیا تعلق ہے؟ یہ آپ کا روپیہ ہے، جس طرح چاہیں، لٹائیں۔ آسانی سے آیا، آسانی سے گیا!"

"ادھر آؤ، میرے کفایت شعار دوست، ادھر آؤ۔ خفا کیوں ہوتے ہو؟" میتیا اسے گھسیٹتے ہوئے دکان کے پچھلے کمرے میں لے گیا۔ "وہ ہمیں یہاں ایک بوتل پہنچا دیں گے اور ہم چند چسکیاں لے سکیں گے۔ آؤ پیوتر الیچ، میرے ساتھ چلو، تم بہت اچھے آدمی ہو اور میں تم جیسے لوگوں کو پسند کرتا ہوں۔"

میتیا ایک دبلی پتلی میز کے سامنے، جس پر انتہائی غلیظ میز پوش پڑا تھا، بید کی کرسی پر بیٹھ گیا۔

پیوتر الیچ نے اس کے سامنے کی نشست سنبھال لی۔ اتنے میں شمپین کی بوتل پہنچ گئی۔ ''آپ حضرات شاید کستورا مچھلی کھانا پسند فرمائیں۔ اوّل درجے کی کستورا مچھلی ہے، ابھی ابھی آئی ہے۔''

''لعنت بھیجو کستورا مچھلی پر!'' پیوتر الیچ نے نہایت غصے سے جواب دیا: ''میں کستورا مچھلی بھی نہیں کھاتا اور نہ ہمیں کسی اور چیز کی کوئی ضرورت ہے۔''

''ہمارے پاس مچھلی کھانے کا وقت نہیں،'' متیا نے کہا، ''اور پھر ہمیں بھوک بھی تو نہیں۔ میرے دوست،'' اس نے اچانک قدرے جلال میں آ کر کہا، ''تمہیں معلوم ہو گا مجھے اس قسم کی بدنظمی کبھی پسند نہیں آتی۔''

''آئے گی بھی کسے! میں پوچھتا ہوں، شمپین کے تین ڈبے کسانوں کے لیے! انہیں پی کر تو کوئی بھی بے حال ہو سکتا ہے۔''

''میرا مطلب یہ نہیں تھا، میں ذرا اونچے درجے کے نظم کی بات کر رہا تھا۔ مجھے غلامت سمجھو۔ مجھ میں اونچے درجے کے نظم کی، بلند تر درجے کے نظم کی کمی ہے... لیکن... اب یہ سارا معاملہ ختم ہو چکا ہے اور مجھے اس پر کوئی افسوس بھی نہیں۔ بہت تاخیر ہو چکی ہے۔ لعنت ہو ہر چیز پر! میری پوری زندگی بدنظمی سے عبارت ہے، اب وقت آ گیا ہے کہ میں اس کے متعلق کچھ کروں۔ تمہیں یہ سب کچھ مضحکہ خیز نہیں معلوم ہو رہا؟''

''مضحکہ خیز تو نہیں، البتہ آپ پاگل ضرور ہو گئے ہیں۔''

''عالم کے ارفع ترین کی تمجید
مجھ میں ارفع ترین کی تمجید!

یہ چھوٹا سا شعر کسی زمانے میں میرے دل کی پکار تھا، یہ شعر سے زیادہ نوحہ تھا... اسے میں نے خود گھڑا تھا لیکن... تب نہیں جب میں سٹاف کیپٹن کو ادھر ادھر گھسیٹے پھر رہا تھا۔''

''یہ اچانک آپ اس کا ذکر کیوں کرنے لگے ہیں؟''

''میں اس کا ذکر کیوں کرنے لگا ہوں؟ اف، فضول، واہیات! ہر چیز اپنے انجام کو پہنچ جاتی ہے، ہر چیز سلجھ جاتی ہے، آپ لکیر کھینچتے ہیں اور اس کے نیچے حاصل جمع متوازن ہو جاتا ہے۔''

''آپ کو معلوم ہونا چاہیے میں آپ کے پستولوں کو اپنے ذہن سے نہیں نکال سکتا، مجھے ان کے بارے میں سخت تشویش ہے۔''

''پستولوں کی بھی کوئی خاص اہمیت نہیں! پیو، پیو، میرے یار، پیو، یہ سوچنا چھوڑ دو: کہیں ایسا

نہ ہو جائے، کہیں ویسا نہ ہو جائے۔ مجھے زندگی سے محبت ہے، مجھے اس سے کچھ زیادہ ہی محبت ہے، مجھے اس سے کچھ اتنی زیادہ محبت ہے کہ اب یہ محبت نفرت میں بدلنے لگی ہے۔ کافی! زندگی کے نام پر، آؤ، میرے دوست، زندگی کے نام پر پیئیں، میں زندگی کا جام تجویز کرتا ہوں۔ میں اپنے آپ سے مطمئن کیوں ہوں؟ میں بدسرشت ہوں مگر میں اپنے آپ سے مطمئن ہوں۔ لیکن پھر بھی مجھے دکھ اس بات کا ہے کہ اگرچہ میں بدسرشت ہوں، میں اپنے آپ سے مطمئن ہوں۔ میں تمام تخلوق کے لیے دعائے خیر کرتا ہوں، میں اس گھڑی خدا کے لیے اور اس کی تمام تخلوق کے لیے دعائے خیر کرنے کے لیے تیار ہوں... لیکن پہلے مجھے ایک ذلیل و حقیر کیڑے کو پاؤں تلے کچلنا، نیست و نابود کرنا اور اسے رینگنے سے روکنا ہے اور دوسرے لوگوں کی زندگی جہنم میں تبدیل کرتا ہے... آؤ، ہم زندگی کے نام پر پیئیں، میرے اچھے دوست! زندگی سے بڑھ کر کون سی چیز قیمتی ہو سکتی ہے؟ کوئی بھی نہیں، کوئی بھی نہیں، بالکل نہیں! زندگی کے نام پر، شہزادیوں کی شہزادی کے نام پر!''

''ہاں آئیں اور ہم زندگی کے نام پر پیئیں، اور اگر آپ چاہیں تو آپ کی شہزادی کے نام پر بھی!''

دونوں نے اپنے اپنے جام خالی کر دیے۔ متیا جوش میں آ چکا تھا اور اس سے ٹکا نہیں بیٹھا جا رہا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اداس بھی تھا۔ یہ ایسے تھا جیسے اس کے ذہن پر کوئی زبردست، نقلب آمیز، بھاری تشویش سوار ہو گئی ہو۔

''میشا... میشا، یہ تم ہو جو ابھی ابھی اندر آیا ہے؟ میشا، میرے اچھے بچے، ادھر آؤ، یہ جام پکڑو اور آنے والی صبح کے سنہری بالوں والے پھیبس کے نام پر پی جاؤ...''

''آپ کو اسے شمپین نہیں دینا چاہیے،'' پیوتر الیچ نے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔

''چھوڑو یار، اسے بھی پینے دو، صرف میری خاطر۔''

''بہت اچھا!''

میشا نے گلاس پکڑا، غٹا غٹ چڑھایا، جھک کر سلام کیا اور باہر بھاگ گیا۔

''وہ اسے آسانی سے بھلا نہیں پائے گا،'' متیا نے کہا، ''مجھے ایک عورت سے، ایک خاص عورت سے محبت ہے! عورت کیا ہے؟ اس دھرتی کی ملکہ ہے! پیوتر الیچ، میں غمگین ہوں، بے حد غمگین ہوں! تمہیں ہیملٹ یاد ہے؟ 'ہوریشو، میں غمگین ہوں، بے حد غمگین ہوں۔' (44) ... 'افسوس، بے چارہ یورک۔' (45) شاید میں بالکل یہی ہوں — پہلے یورک، بعدازاں کھوپڑی۔''

پیوتر الیچ سنتا رہا لیکن خود اس نے اپنے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکالا۔ متیا بھی ایک پل کے لیے خاموش ہو گیا۔

''یہ تمہارے پاس کتا نما کیا چیز ہے؟'' اس نے اچانک مبہم انداز سے دکان کے کارندے سے

پوچھا۔ اس نے کونے میں سیاہ آنکھوں، لمبے اور گھنگریالے بالوں والا کوتاہ قامت کتا (poodle) دیکھ لیا تھا۔

"یہ ننھا منا پوڈل ہماری مالکہ وارورا الیکسیونا کا ہے۔" کارندے نے جواب دیا۔ "وہ اسے خود یہاں لائی تھیں مگر ساتھ لے جانا بھول گئیں۔ اب یہ مجھے انہیں واپس پہنچانا ہوگا۔"

"میں نے بالکل اس جیسا کہیں دیکھا تھا... ہاں، ورجنت میں..." میتیا نے سوچتے ہوئے کہا۔ "فرق صرف یہ ہے کہ اس کی پچھلی ٹانگ ٹوٹ چکی تھی... پیوتر ایلیچ، چلتے چلتے یاد آیا، میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا تھا تم نے کبھی چوری کی ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"وہی جو میں نے کہا ہے۔ کیا تم نے کبھی کسی کی جیب میں ہاتھ ڈالا ہے اور وہاں سے کوئی ایسی چیز نکالی ہے جو تمہاری اپنی نہیں تھی؟ میں سرکاری روپے کی بات نہیں کر رہا، اس پر تو ہر کوئی ہاتھ صاف کرتا رہتا ہے، اور ہاں تم بھی..."

"جہنم میں جاؤ!"

"میرا مطلب ہے کوئی ایسی چیز جو تمہاری اپنی نہیں تھی: سیدھے کسی کی جیب سے، کسی کے بٹوے سے، ہوں؟"

"ہاں، ایک مرتبہ جب میں نو سال کا تھا میں نے اپنی ماں کا بیس کوپک کا سکہ چرا لیا تھا جو میز پر پڑا تھا۔ میں نے اسے تب اٹھایا تھا جب سب کا دھیان کسی دوسری طرف تھا اور اسے اپنی مٹھی میں دبا لیا تھا۔"

"اور پھر؟"

"خیر، کچھ بھی نہیں۔ میں نے تین دن اسے اپنے پاس رکھا، پھر مجھے شرم آ گئی۔ میں نے چوری کا اعتراف کر لیا اور سکہ واپس کر دیا۔"

"اور پھر؟"

"قدرتی طور پر میری پٹائی ہوئی۔ مگر آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟ آپ نے بھی کبھی کچھ چرایا ہے؟"

"ہاں، چرایا تھا۔" میتیا نے کائیاں پن سے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

"آپ نے کیا چرایا تھا؟" پیوتر ایلیچ نے سراپا تجسس بن کر کہا۔

"اپنی ماں کا بیس کوپک کا سکہ جب میں نو سال کا تھا... میں نے تین دن بعد اسے واپس کر دیا تھا۔" میتیا نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"دمتری فیودرووچ، دیر ہو رہی ہے۔ کیا ہمیں چلنا نہیں چاہیے؟" آندری نے، جو دکان کے

دروازے کے اندر کھڑا تھا، اچانک آواز دی۔

"تم تیار ہو؟ واقعی؟ بہت خوب! پھر چلو، چلیں!" میتیا نے چونکتے ہوئے کہا۔ "بس آخری کہانی (46) سناؤں گا اور پھر... جانے سے پہلے آندری کو بھی ایک گلاس دے دو، جلدی! اور اس کے بعد برانڈی کا گلاس! نہلے پر دہلا ہو جائے گا۔ آندری، پستولوں کا یہ ڈبا میری نشست کے نیچے رکھ دو۔ پیوتر ایلیچ، خدا حافظ! میرے متعلق بری رائے قائم نہ کرنا۔"

"لیکن آپ کل واپس آ جائیں گے، نہیں؟"

"یقیناً آؤں گا۔"

"جناب، بل کے متعلق کیا خیال ہے؟" ایک کارندے نے اس کے پیچھے دوڑ لگاتے ہوئے کہا۔ "آپ اسے ادا نہیں کرنا چاہیں گے؟"

"بل؟ ارے ہاں، بالکل!"

اس نے ایک بار پھر نوٹوں کی گڈی نکالی، سو سو روبل کے تین نوٹ علیحدہ کیے، انہیں کاؤنٹر پر پھینکا اور تیزی سے دکان سے باہر نکل گیا۔ باقی سب لوگ بھی اس کے پیچھے پیچھے باہر آ گئے، وہ جھک جھک کر سلام عرض کر رہے اور اسے "سفر بخیر" کہہ رہے تھے۔ آندری نے ابھی ابھی جو برانڈی پی تھی، اس پر ڈکار لی اور جست لگا کر کوچوان کے ڈبے میں بیٹھ گیا۔ لیکن عین اس وقت جب خود میتیا اپنی نشست سنبھالا چاہتا تھا، اچانک اور غیر متوقع طور پر فینیا اس کے سامنے نمودار ہو گئی۔ بھاگتے بھاگتے اس کا دم پھول چکا تھا، اس نے ہاتھ باندھ رکھے تھے اور وہ چیخ مار کر اس کے قدموں پر گر گئی۔

"میرے مہربان ترین، میرے عزیز ترین دمتری فیودرووچ، میری مالکہ پر رحم فرمائیں، انہیں کوئی گزند نہ پہنچائیں! میں نے آپ کو سب کچھ بتا دیا تھا۔ اُسے بھی کوئی گزند نہ پہنچائیں، وہ ان کا پرانا (چاہنے والا) ہے، وہ ان کا ہے! اب وہ اگرفینا الیکساندرووناسے شادی کر لے گا، یہی وجہ ہے کہ وہ سائبیریا سے واپس آیا ہے... ڈیئر دمتری فیودرووچ، دوسروں کی زندگی تباہ و برباد نہ کریں، انہیں مطعون نہ کریں!"

"خوب، بہت خوب، بہت خوب، تو اصل معاملہ یہ ہے! مجھ پر یہ سوچ کر کپکپی طاری ہونے لگی ہے کہ آپ وہاں کیا گل کھلائیں گے۔" پیوتر ایلیچ نے بڑبڑاتے ہوئے اپنے آپ سے کہا۔

"اب مجھے سب کچھ سمجھ آ رہا ہے۔ یہ روز روشن کی طرح عیاں ہے، دمتری فیودرووچ!" اس نے پوری قوت سے چلّاتے ہوئے میتیا سے کہا۔ "اگر آپ اپنے آپ کو معقول شخص کہلوانا چاہتے ہیں، پھر یہ پستول فوراً مجھے واپس کر دیں، کچھ سنا آپ نے، دمتری فیودرووچ؟"

"پستول؟ میرے دوست، تم کیوں پریشان ہوتے ہو، میں انہیں راستے میں کسی کھائی میں پھینک دوں گا۔" میتیا نے جواب دیا۔ "حمیا، تمہیں یوں میرے سامنے زمین پر نہیں لیٹنا چاہیے۔ میتیا کسی شخص کو گزند نہیں پہنچائے گا، یہ احمق شخص آئندہ کبھی کسی کو گزند نہیں پہنچائے گا۔ فیمیا، ادھر دیکھو۔" اس نے اپنی نشست پر بیٹھنے کے بعد کہا۔ "میں نے وہاں تمہارے جذبات کو ٹھیس پہنچائی تھی، تمہارے دل کو زخمی کیا تھا، اس کے لیے مجھے معاف کر دو، مجھ پر رحم کرو، اس لفنگے کو معاف کر دو… لیکن اگر تم معاف نہیں کرو گی تو بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا… اب کسی چیز سے کوئی فرق نہیں پڑے گا! چلو، آندری، اب چل پڑو۔"

آندری نے اپنے گھوڑوں کو چابک دکھایا اور گھنٹیاں کھنکھنانے لگیں۔

"پیوتر الیچ، خدا حافظ، حوصلہ بلند رکھو، میری ہمدردیاں تمہارے ساتھ ہیں…"

"وہ نشے میں بھی نہیں، پھر بھی کیا مہمل باتیں کیے جا رہا ہے!" میتیا کے روانہ ہونے پر پیوتر الیچ نے دل میں سوچا۔ اسے یہ فکر کھائے جا رہی تھی کہیں میتیا کے ساتھ دھوکا نہ ہو جائے اور دکاندار کے کارندے ڈنڈی نہ مار جائیں۔ اس نے ارادہ کر لیا کہ جب تک دوسری گاڑی میں (اس میں تین گھوڑے جوتے جاتے تھے) شرابیں اور خورد و نوش کی دوسری اشیا لاد نہ دی جائیں، وہ وہیں ٹھہرا رہے گا اور نگرانی کرتا رہے گا، لیکن اچانک اس کا مزاج برہم ہو گیا، اس کے منہ سے موٹی سی گالی نکلی اور وہ مے خانے میں بلیئرڈ کھیلنے چلا گیا۔

"کھن چکر کہیں کا، مگر آدمی بہت شاندار ہے!" وہ سارا راستہ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتا رہا۔ "اب مجھے سب کچھ یاد آ گیا ہے۔ گروشینکا کا وہ افسر، میں اس کے بارے میں سن چکا ہوں۔ خیر، اگر وہ پہنچ گیا ہے، پھر… خدایا! وہ پستول! ارغ لعنت ہو! میں اس کی کھلائی تو نہیں، بھوتنیا جہنم میں جائیں، آپس میں نپٹتے رہیں، مجھے بھی نہیں ہو گا۔ یہ سارے کے سارے نرے بکواسی ہیں، ان سے ہوتا ہواتا تو کچھ نہیں، بس بک بک کرتے رہتے ہیں۔ خوب ڈٹ کر پئیں گے، آپس میں الجھیں گے، لڑیں گے، ہاتھا پائی بھی کریں گے اور پھر صلح کر لیں گے۔ وہ کوئی معاملہ طے نہیں کریں گے۔ جب وہ یہ کہہ رہا تھا، 'میں غائب ہو جاؤں گا، بہت کم منظر عام پر آؤں گا، اپنے آپ کو سزا دوں گا' تو اس کا مطلب کیا تھا؟ — یقیناً معاملہ اس حد تک بھی نہیں جائے گا۔ جب وہ مے خانے میں پی پی کر نشے میں چور ہو جاتا تھا تو درجنوں مرتبہ اس قسم کی باتیں چلا چلا کر کہتا رہتا تھا۔ اب وہ نشے سے چور نہیں۔ 'میری روح نشے میں غرق ہے'— یہ اس نے ضرور کہا تھا۔ ان حرامی پلوں کو شاعرانہ

انداز میں گفتگو کرنا بہت پسند ہے۔ لیکن میں کیا ہوں؟ اس کی کھلائی یا کچھ اور؟ ہاں، وہ لازماً کسی کے ساتھ لڑ بھڑ کر آیا تھا، اس کے ملعون چہرے پر اتنا خون کہاں سے آیا؟ پتا نہیں، اس کا کس سے جھگڑا ہوا تھا؟ مے خانے میں معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔ رومال بھی خون میں ڈوبا ہوا تھا… لعنت ہو، یہ اب بھی لازماً میرے کمرے کے فرش پر پڑا ہو گا… بیڑا غرق!"

جب وہ مے خانے پہنچا، اس کا مزاج بے حد بگڑ چکا تھا اور وہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر کھیل میں جت گیا۔ کھیل نے اس کی طبیعت میں شگفتگی پیدا کر دی۔ اس نے ایک گیم ختم کرنے کے بعد دوسری شروع کر دی، اور باتوں باتوں میں کسی دوسرے کھلاڑی کو بتانے لگا، "معلوم ہوتا ہے دمتری فیودرووچ کے ہاتھ موٹی رقم آ گئی ہے، میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے، اس کے پاس کم از کم تین ہزار روبل ہوں گے! اب وہ گروشینکا کے تعاقب میں مکرائی چلا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے وہاں وہ خوب رنگ رلیاں منائیں گے۔"

سامعین نے یہ خبر بڑے پُر اشتیاق تجسس سے سنی۔ وہ ہنسنا بھول گئے اور اس کے متعلق سنجیدگی سے گفتگو کرنے لگے۔ ان کا کھیل بھی رک گیا۔

"تین ہزار؟ اسے یہ تین ہزار ملے کہاں سے؟"

وہ اس پر مزید سوالات کی بوچھاڑ کرنے لگے۔ مادام خوخلاکوا کے حوالے پر کسی کو بھی یقین نہ آیا۔

"غالب امکان یہی ہے کہ اس نے اپنے بڑھے باپ پر ہاتھ صاف کیا ہے۔"

"لیکن تین ہزار! سمجھ میں آنے والی بات نہیں! کوئی نہ کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔"

"وہ چلا چلا کر شیخی بگھارتا رہتا تھا کہ وہ اپنے باپ کو چھوڑے گا نہیں، اسے جہنم رسید کر کے ہی دم لے گا۔ یہاں سب لوگ اسے اس قسم کی باتیں کہتے سن چکے ہیں۔ اور اس نے صاف طور پر پورے تین ہزار کا ذکر کیا تھا…"

پیوتر الیچ ان کے تبصرے سنتا رہا اور اچانک اس کے رویے میں تبدیلی آ گئی۔ اب اس کے جوابات میں پہلی جیسی گرم جوشی نہیں رہی تھی، اس کا لہجہ خشک ہو چلا تھا اور معلوم ہو رہا تھا کہ وہ بعض باتیں چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس نے میتیا کے خون آلود چہرے اور ہاتھوں کے بارے میں کچھ نہ کہا حالانکہ جب وہ ادھر آ رہا تھا اس نے پورا تہیہ کر لیا تھا کہ وہ اس کا ذکر ضرور کرے گا۔

انہوں نے تیسری گیم شروع کر دی اور بتدریج گفتگو کا رُخ دوسرے موضوعات کی طرف منتقل ہو گیا۔ لیکن تیسری گیم کے اختتام پر پیوتر الیچ نے مزید کھیلنے سے معذرت کر دی۔ اس نے اپنی چھڑی ایک طرف رکھ دی اور کچھ کھائے پیے بغیر مے خانے سے باہر نکل گیا حالانکہ وہ ارادہ یہی لے کر آیا تھا کہ وہ ڈنر یہیں کھائے گا۔ جب وہ قصبے کے چوک میں پہنچا، وہ بوکھلاہٹ کے عالم میں چلتے چلتے

رک گیا اور سوچنے لگا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ اسے اچانک احساس ہوا کہ وہ یہ معلوم کرنے فیودر پاولووچ کے ہاں جانا چاہتا تھا کہ وہاں کوئی ناخوشگوار واقعہ تو نہیں پیش آ گیا۔ "لیکن اگر انجام یہ ہوا کہ میں نے خطرے کی غلط گھنٹی بجا دی ہے تو میں خواہ مخواہ سارے گھر کو جگا دوں گا اور انہیں پریشانی میں مبتلا کر دوں گا۔ اخ، لعنت، میں ان کا رکھوالا تھوڑے ہوں!"

جب وہ گھر کی جانب جا رہا تھا، ایک بار پھر اس کا مزاج بگڑ چکا تھا اور اچانک اسے فینیا یاد آ گئی۔ "لعنت، کاش میں نے اس سے چند سوالات پوچھے ہوتے!" اس نے تاسف سے سوچا۔ "اس سے مجھے کچھ نہ کچھ اندازہ ہو جاتا کہ ہو کیا رہا ہے۔" ایکا ایکی اس کے دل میں اس کے ساتھ باتیں کرنے اور اس سے حقیقت حال معلوم کرنے کی اتنی زبردست اضطراری خواہش پیدا ہوئی کہ وہ اس کی تاب مقاومت نہ لا سکا اور صبر و تحمل کا دامن چھوڑ بیٹھا۔ اس نے بیچ راستے میں اچانک اپنی سمت تبدیل کی اور ماروزوف کے مکان کی طرف چل پڑا جہاں گروشینکا رہا کرتی تھی۔ صدر دروازے پر پہنچ کر اس نے دستک دی اور رات کے سکوت میں جب دستک کی گونج اس کے اپنے کانوں میں پڑی تو وہ کچھ کچھ اپنے آپ میں آ گیا اور غصے سے تلملانے لگا۔ اس کی دستک کا کسی نے جواب نہ دیا، سب لوگ سو چکے تھے۔ "یہاں بھی میں خواہ مخواہ ہنگامہ کھڑا کر دوں گا!" اس نے ڈوبتے ہوئے دل سے سوچا لیکن واپس مڑنے کی بجائے وہ ایک بار پھر پوری قوت سے دھڑا دھڑ دروازہ پیٹنے لگا۔ ساری گلی میں شور بچ گیا۔

"کوئی نہیں آ رہا؟ لیکن میں بھی یہاں سے ہلوں گا نہیں، دروازہ کھلوا کر ہی رہوں گا اور جب تک یہ نہیں کھلتا، میں اسے پیٹتا رہوں گا!" وہ بڑبڑایا۔ بتدریج اپنے آپ پر اس کے غصے میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا مگر اس کے ساتھ ساتھ اس کا عزم بھی پختہ تر ہوتا جا رہا تھا تاہم اس کا حاصل صرف یہ ہوا کہ وہ دروازے پر گھونسوں کی بارش کر رہا تھا، اس کی شدت لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی۔

6

لیجیے، میں آ گیا ہوں!

دریں اثنا دمتری فیودورووچ کی گاڑی پوری رفتار سے سڑک پر بھاگی جا رہی تھی۔ مکرائی میں دوست سے کچھ ہی زیادہ دور تھا لیکن آندری اپنے گھوڑے جس انداز سے ہانک رہا تھا، معلوم ہوتا

تھا کہ انہیں اپنی منزل مقصود پر پہنچنے میں سوا گھنٹے سے زیادہ نہیں لگے گا۔ کچھ یوں نظر آ رہا تھا کہ اتنی رفتار پر سفر کرنے سے متیا کا ذہن بالکل صاف ہو گیا ہے۔ ہوا تازہ اور ٹھنڈی تھی۔ رات کے نکھرے نکھرے، اجلے اجلے آکاش پر ستارے جڑے ہوئے تھے۔ یہ وہی رات تھی اور غالباً وقت بھی وہی تھا جب الیوشا زمین پر جبین رسائی کر رہا تھا اور وجد کے عالم میں قسمیں کھا رہا تھا کہ وہ ابد تک دھرتی سے پیار کرتا رہے گا۔ لیکن متیا کے دل پر بوجھ تھا، بہت بھاری بوجھ تھا۔ بے پناہ دکھوں نے اسے اپنے شکنجے میں کس رکھا تھا، اس لمحے اس کا پورا وجود ناقابل مزاحمت طور پر اس کے لیے، اپنی ملکہ کے لیے سراپا آرزو بن چکا تھا جس کا وہ آخری مرتبہ دیدار کرنے کے لیے اتنی تیزی سے جا رہا تھا۔ یہاں مجھے ایک بات بالکل واضح کر دینا چاہیے: اس کے دل میں شکوک نے قطعاً کوئی سر نہیں اٹھایا تھا۔ جب میں یہ کہتا ہوں کہ متیا کو، جو عام حالات میں بڑا حاسد تھا، اپنے دل میں اس نئے شخص، اس "افسر" اپنے اس نئے رقیب کے خلاف، جو پتا نہیں بالکل ہی غیر متوقع طور پر کہاں سے آ ٹپکا تھا، ذرا سا بھی حسد، ذرا سا بھی عناد محسوس نہیں ہو رہا تھا تو آپ کو شاید میری بات پر اعتبار نہیں آئے گا۔ اگر اس افسر کی بجائے کوئی دوسرا شخص آ دھمکتا، تو متیا کا حسد فوراً بیدار ہو جاتا اور وہ غالباً ایک بار پھر اپنے بھیانک ہاتھوں کو خون سے رنگ لیتا، لیکن اس آدمی کے لیے، جو گروشینکا کا "اولین" عاشق تھا، اس کے دل میں کوئی حسد نہیں تھا، بلکہ کسی قسم کی مخاصمت بھی نہیں تھی — حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ اس نے ابھی تک اس کی شکل تک نہیں دیکھی تھی۔ "اس حقیقت سے گریز ممکن نہیں کہ ان دونوں کے — گروشینکا کے اور افسر کے — اپنے اپنے حقوق ہیں، وہ اس کی پہلی محبت ہے جسے وہ پانچ سال گزر جانے کے باوجود بھلا نہیں پائی اور اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان پانچ سالوں کے دوران میں اگر وہ کسی سے محبت کرتی رہی ہے تو صرف اسی سے کرتی رہی ہے، پھر میں ان کے بیچ میں ٹانگ کیوں اڑاؤں؟ میں یہاں کیا کر رہا ہوں؟ میرا یہاں کیا کام ہے؟ متیا، تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ ایک طرف ہٹ جاؤ اور ان کے بیچ میں نہ آؤ۔ اگر یہ شخص نہ بھی آیا ہوتا، تو بھی سب کچھ ختم ختما ہو جاتا..."

وہ جس کیفیت میں سے گزر رہا تھا، اگر اس میں استدلال کرنے کے قابل ہوتا، اس نے کچھ اسی طرح کے الفاظ میں اپنے قلبی جذبات کا اظہار کیا ہوتا۔ لیکن مصیبت یہ تھی کہ اب اس میں استدلال کرنے کی صلاحیت ہی ختم ہو چکی تھی۔ اس کا موجودہ عزم تب وجود میں آیا تھا جب وہ ابھی فینیا کے ہاں بیٹھا ہوا تھا، فیصلہ فینیا کے اولین کلمات کے فوراً بعد سوچے سمجھے بغیر پلک جھپکنے میں ہو گیا تھا — اس نے اس پر آمنا و صدقنا کہا تھا اور اسے اس کے تمام نتائج و عواقب سمیت قبول کر لیا تھا۔ تاہم اپنے تمام تر عزم کے باوجود اس کے دل پر بوجھ تھا، ناقابل برداشت بوجھ تھا کیونکہ اس کا

عزم بھی اسے ذہنی سکون عطا نہیں کر سکتا تھا۔ بہت کچھ تھا جو اسے اذیت میں مبتلا کیے ہوئے تھا، جس نے اسے سولی پر لٹکا رکھا تھا۔ بعض اوقات اس کے ذہن پر خوف بھی سوار ہو جاتا: کیا اس نے اپنی موت کا پروانہ خود ہی تحریر نہیں کر دیا تھا؟ "میں اپنے آپ کو سزا دے رہا ہوں... ساری زندگی سزا دیتا رہا ہوں۔" اور وہ کاغذ کا پُرزہ، جس پر اس کی سزائے موت درج ہے، اس کی جیب میں موجود ہے، تیار اور منتظر ہے؛ پستول میں گولی بھری جا چکی ہے، فیصلہ ہو چکا ہے۔ وہ "سنہری بالوں والے پھیبس" کی ابتدائی حرارت بخش کرنوں کا انتظار کرے گا اور... پھر بھی اسے اس وقت سے اذیت ہو رہی تھی کہ ماضی میں جو کچھ ہو چکا ہے، جو کچھ وہ پیچھے چھوڑے جا رہا ہے، جس نے اس کی جان شکنجے میں ڈال رکھی ہے، اس کی تلافی ناممکن ہے اور اس خیال سے اس کا دل مایوسی سے چھدنے لگا۔ سفر کے دوران میں ایک لمحہ ایسا بھی آیا جب وہ اچانک آندری کو روکنا، گاڑی سے نیچے چھلانگ لگانا، اپنا بھرا ہوا پستول نکالنا اور طلوعِ سحر کا انتظار کیے بغیر ہر چیز کا خاتمہ کر دینا چاہتا تھا۔ لیکن یہ لمحہ آیا اور پلک جھپکنے میں گزر گیا۔ سہ اسپی گاڑی اپنی رفتار پر چلتی اور کوسوں پر کوس طے کرتی چلی گئی، اور جب وہ اپنی منزل کے قریب پہنچے، وہ اس (گروشینکا) کے محض تصور ہی سے جوش و خروش کے عالم میں ہانپنے کانپنے لگا اور اپنے ذہن سے دیگر تمام بھیانک اور ڈراؤنی تصاویر خارج کرنے لگا۔ وہ اس کی شکل دیکھنے کے لیے، ایک لمحے ہی کے لیے سہی، دور ہی سے سہی، کتنا تڑپ رہا تھا، کلپ رہا تھا! "وہ اب اس کے ساتھ ہے۔ اپنے اتنے لمبے عرصے کے محبوب کے ساتھ ہے، چنانچہ اب میں اسی عالم میں اس کی ایک جھلک دیکھنا چاہتا ہوں، مجھے بس اتنا ہی چاہیے۔" اس سے پہلے اسے اس عورت کے لیے کبھی اتنی محبت محسوس نہیں ہوئی تھی جو اس کے مقدر کے ساتھ اسی طرح نتھی ہو چکی تھی کہ اس کے لیے اس سے گلوخلاصی حاصل کرنا ناممکن ہو چکا تھا؛ اس سے پہلے اسے اتنے نئے جذبات کبھی محسوس نہیں ہوئے تھے، ان کا اسے کبھی تجربہ نہیں ہوا تھا، اسے کبھی توقع نہیں ہوئی تھی کہ یہ جذبات اس کے دل میں موجود ہو سکتے ہیں؛ یہ جذبات بے حد نرم و ملائم تھے اور ان کی حد پرستش کو، اتلافِ ذات کو چھونے لگی تھیں: وہ اپنی محبوبہ کی پوجا کرنا اور اس کے سامنے اپنی ذات کی نفی کر دینا چاہتا تھا۔ "اور میں واقعی ناپید ہو جاؤں گا!" اس نے اچانک ہسٹیریائی وجد کے عالم میں کہا۔

وہ ایک گھنٹے سے سرپٹ دوڑے چلے جا رہے تھے۔ میتیا خاموش تھا اور آندری نے بھی، حالانکہ وہ بڑا باتونی تھا، منہ سے ایک لفظ تک نہیں نکالا تھا جیسے اسے کچھ کہتے خوف محسوس ہو رہا ہو۔ وہ محض اپنے تینوں گھوڑوں کو، جو دبلے پتلے ضرور تھے، لیکن پھرتیلے اور جوشیلے بھی بہت تھے، محض پچکارتا، بڑھاوا دیتا اور تیز سے تیز چلنے پر اکساتا رہا۔ اچانک میتیا نے بے حد پُرتشویش لہجے سے کہا:

"آندری، اگر وہ سو چکے ہوں، پھر کیا ہو گا؟"

یہ سوچ کہ حالات اس طرح کی صورت بھی اختیار کر سکتے تھے، اب تک اس کے ذہن میں نہیں آئی تھی لیکن اب وہ انتہائی ضرر رساں قوت کے ساتھ آ موجود ہوئی۔

"دمتری فیودوروچ، غالب امکان یہی ہے کہ وہ سو چکے ہوں گے۔"

میتیا کی بھویں کچھ یوں تن گئیں جیسے وہ سخت اذیت میں مبتلا ہو: اگر واقعی ایسا ہوا، پھر کیا ہو گا؟ وہ تو اس جذباتی حالت میں... اتنی تیز رفتاری سے... بھاگا آ رہا ہے... ادھر وہ ہیں کہ محوِ خواب ہو چکے ہیں... وہ بھی نیند کے مزے لے رہی ہو گی... غصے سے اس کا خون کھولنے لگا۔

"آندری، اور تیز چلو آندری، اور تیز چلو!" وہ غیظ و غضب سے دہاڑتے ہوئے بولا۔

"اور شاید یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہ ابھی سوئے نہ ہوں!" آندری نے کچھ توقف سے کہا۔

"ادھر تیموفائی نے مجھے بتایا تھا کہ وہاں بے شمار لوگ جمع ہو چکے ہیں..."

"گاڑیوں کے اڈے پر؟"

"پاستونوفوں کے ہاں، اڈے کا ہوٹل جہاں شرفاء قیام کرتے ہیں۔"

"میں اس جگہ سے واقف ہوں۔ تمہارا 'بے شمار' سے کیا مطلب ہے؟ کتنے؟ کون؟ یہ کہاں سے آ پہنچے؟" وہ سوال پر سوال کیے جا رہا تھا۔ وہ اس غیر متوقع خبر پر بالکل گھبرا گیا تھا۔

"تیموفائی نے بتایا تھا کہ وہ سب شرفاء ہیں: دو تو قصبے سے آئے ہیں، لیکن کون مجھے معلوم نہیں، تیموفائی نے صرف اتنا کہا تھا کہ دو مقامی شرفاء ہیں، دو دوسرے ہیں جو اجنبی دکھائی دیتے ہیں، ممکن ہے ان کے علاوہ کوئی اور بھی ہو۔ اصل میں میں نے پوچھا نہیں تھا۔ اس نے بتایا تھا کہ وہ سب تاش کھیلنے میں مصروف ہو گئے تھے۔"

"تاش کھیلنے؟"

"اگر وہ تاش کھیلنے میں لگے ہوئے ہیں، پھر وہ غالباً ابھی تک سوئے نہیں ہوں گے۔ میرا خیال ہے ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی، صرف گیارہ بجا چاہتے ہیں، زیادہ نہیں۔"

"اور تیز، آندری، اور تیز!" میتیا نے بدحواس ہو کر چلاتے ہوئے کہا۔

"جناب، میں آپ سے کچھ پوچھ سکتا ہوں؟" آندری نے کچھ توقف کے بعد دوبارہ بولتے ہوئے کہا: "مجھے ڈر صرف اس بات کا ہے کہیں آپ ناراض نہ ہو جائیں۔"

"کہو، کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

"فیدوسیا مارکوونا ابھی ابھی آپ کے قدموں پر گر کر رو رو کر آپ سے التجائیں کر رہی تھی کہ آپ اس کی مالکہ یا کسی دوسرے شخص کو کوئی گزند نہ پہنچائیں... چنانچہ صاحب، اب جب کہ میں

آپ کو وہاں لیے جا رہا ہوں... اگر ضمیر کی خلش محسوس ہونے پر میرے منہ سے کوئی ایسی بات نکل گئی ہو تو میں آپ سے معافی کا خواستگار ہوں۔"

متیا نے اچانک عقب سے اسے کندھوں سے پکڑ لیا۔

"تم اپنے آپ کو کوچوان کہتے ہو، کوچوان؟" اس نے خشم ناک لہجے سے پوچھا۔

"جی..."

"پھر تمہیں دوسروں کو رستہ دینا پڑتا ہے۔ محض اس لیے کہ تم کوچوان ہو، اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم اندھا دھند دوسروں پر چڑھ جاؤ، انہیں اپنی گاڑی تلے کچل ڈالو جیسے کہہ رہے ہو، تمہیں نظر نہیں آتا میں آ رہا ہوں، تم راستے سے ہٹے کیوں نہیں، نہیں، میرے دوست، اس طرح کام نہیں بنے گا! تمہیں کوئی حق حاصل نہیں کہ تم کسی کو بھی، خواہ وہ حرامی پلا ہی ہو، اپنے گھوڑے کے سموں کے نیچے کچل ڈالو، تمہیں دوسروں کو قبرستان پہنچانے کی اجازت نہیں، اگر تم کسی دوسرے شخص کی زندگی سے کھیلتے ہو، پھر تمہیں سزا بھگتنا پڑے گی... جس لیے تم کسی کو ٹھوکر مارتے ہو، جس لیے تم کسی کی زندگی فنا کرتے ہو — پھر تمہیں جو سزا ملنے والی ہے، اسے بھگتنے کے لیے تیار ہو جاؤ اور کبھی اپنی شکل دوبارہ نہ دکھاؤ۔"

جب یہ الفاظ طوفانی رفتار سے متیا کے منہ سے نکل رہے تھے، کچھ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے اس پر ہسٹیریا کا دورہ پڑ گیا ہو۔ آندری کو تعجب تو ضرور ہوا لیکن اس نے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا۔

"دمتری فیودوروچ، حضور، آپ بالکل صحیح فرماتے ہیں، بجا فرماتے ہیں کہ انسانوں کو یا کسی بھی دوسری مخلوق کو پاؤں تلے کچلنے، ایذائیں پہنچانے یا ان کا ناک میں دم کر دینے سے معاملہ ختم نہیں ہوتا کیونکہ تمام مخلوق — جیسے گھوڑا — خدا کی مخلوق ہے۔ ایسے بھی لوگ موجود ہیں اور ان میں بعض کوچوان بھی شامل ہیں، جنہیں قطعاً معلوم نہیں ہوتا کہ گھوڑے کو کہاں یا کب روکنا ہے۔ وہ بس اندھا دھند اسے ہانکے جاتے ہیں، دھس مار کرتے چلے جاتے ہیں اور بالکل نہیں سوچتے کہ ان کی دھس مار کا نتیجہ کیا برآمد ہوگا۔ پھر ان کی روک ٹوک کرنے والا بھی تو کوئی نہیں۔"

"سارا راستہ جہنم تک؟" متیا نے اچانک مداخلت کرتے ہوئے کہا اور وہ اپنے اس اچانک اور غیر متوقع انداز سے، جو صرف اسی سے مخصوص تھا، کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ "آندری، بڑے سادہ لوح ہو!" اور اس نے ایک بار پھر کس کر اسے شانوں سے پکڑ لیا۔ "مجھے بتاؤ: دمتری فیودوروچ کرامازوف انجام کار جہنم میں پہنچے گا یا نہیں؟ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"حضور، مجھے کیا معلوم، اس کا انحصار تو آپ پر ہے کیونکہ آپ... دیکھیں نا، جناب، جب خداوند کے بیٹے کو مصلوب کیا گیا اور ان کا انتقال ہو گیا، وہ صلیب سے اتر آئے اور سیدھے جہنم

چلے گئے (47) اور انہوں نے ان تمام گنہگاروں کو آزاد کر دیا جنہیں وہاں اذیتیں دی جا رہی تھیں۔ اس پر جہنم زور زور سے کراہنے لگا کیونکہ اسے گمان گزرا تھا کہ اب اس کے پیٹ کا ایندھن بھرنے کے لیے کوئی گنہگار نہیں آئے گا، کوئی نہیں آئے گا اور پھر خداوند نے جہنم سے کہا، 'جہنم، آہیں مت بھرو کیونکہ آج کے بعد یہاں بڑے بڑے طاقت ور لوگ — حکمران، اعلیٰ عدالتوں کے جج اور قارون کے پائے کے امیر اشخاص — آئیں گے اور تمہارے یہاں اتنی ہی رونق ہوا کرے گی جتنی کہ قدیم زمانے سے چلی آ رہی ہے اور یہ سلسلہ تب تک جاری رہے گا جب تک میں دوسری مرتبہ یہاں نہیں آتا۔' یہ مانیں، بالکل یہی الفاظ کہے گئے تھے..."

"لوک کہانی۔ مجھے بہت پسند ہے۔ آندری، تمہارے جو بائیں جانب ہے، اسے ذرا چابک دکھانا!"

"تو جناب، آپ سمجھ گئے ہوں گے جہنم کن لوگوں کے لیے بنا ہے۔" آندری نے بائیں جانب کے گھوڑے کو چابک مارا۔

"لیکن، جناب عالی، ہمارے لیے تو آپ چھوٹے بچے کی مانند ہیں... آپ کے متعلق ہمارا یہی خیال ہے... حضور، ممکن ہے آپ زود رنج ہوں اور یہ حقیقت ہمیں ماننا ہی پڑے گی کہ آپ کو بہت جلد غصہ آ جاتا ہے، لیکن خداوند آپ کی بخشش کر دے گا کیونکہ آپ دل کے کھرے اور سچے ہیں۔"

"اور آندری، تمہارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا تم مجھے معاف کر دو گے؟"

"میرے معاف کرنے کے لیے ہے ہی کیا، آپ نے میرا کیا بگاڑا ہے۔"

"نہیں، میرا مطلب دوسرے لوگوں سے تھا، تمام دوسرے لوگوں سے۔ کیا تم اکیلے اس وقت اور اس سڑک پر تمام دیگر لوگوں کی جانب سے مجھے معاف کر دو گے؟ جواب دو نا، سادہ لوح بندے۔"

"اف، حضور، مجھے آپ کو آگے لے جاتے ڈر محسوس ہو رہا ہے، آپ بڑی انوکھی باتیں کرتے ہیں..."

لیکن متیا نے اس کی بات سنی ان سنی کر دی، اس کی توجہ کسی اور طرف مبذول ہو گئی تھی۔ وہ وجد کی کیفیت میں دعائیں مانگ رہا اور مجنونانہ انداز سے اپنے آپ سے کچھ کہہ رہا تھا۔

"خداوند، مجھے میری تمام خطاؤں سمیت اپنے پاس بلا لے مگر میرا محاکمہ مت کر۔ مجھے اپنے محاکمے کا موضوع بنائے بغیر پاس کر دے... خداوند، میرا محاکمہ مت کر کیونکہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں... میرا محاکمہ مت کر کیونکہ میں پہلے ہی اپنا محاکمہ خود کر چکا ہوں اور اپنے آپ کو سزا سنا چکا

ہوں۔ خداوند، میرا محاکمہ مت کر کیونکہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں۔ میں فاسق و فاجر سہی لیکن تجھ سے میں محبت کرتا ہوں، اور اگر تو نے مجھے جہنم میں بھیج دیا، میں وہاں بھی تجھ سے محبت کرتا رہوں گا... میں وہاں پکار پکار کر اعلان کرتا رہوں گا کہ میں تاابد تجھ سے محبت کرتا رہوں گا... میری بس اتنی سی التجا ہے کہ یہاں میرا دامن محبت سے بھر دے، صرف مزید پانچ گھنٹوں کے لیے اور پھر تو چاہے تو بے شک اپنی جھلسا دینے والی کرن کا نشانہ بنا ڈال... کیونکہ میں اپنے دل کی ملکہ سے محبت کرتا ہوں۔ ہاں، میں اس سے محبت کرتا ہوں، اور میں اس سے محبت کیے بنا رہ ہی نہیں سکتا۔ تو خود دیکھ سکتا ہے کہ میں سرتاپا کس چیز کی مانند ہوں۔ میں کشاں کشاں اس کے پاس جاؤں گا، اس کے پاؤں پر اپنا سر رکھ دوں گا اور اس سے کہوں گا: 'تم نے جو مجھے نظر انداز کیا، ٹھیک ہی کیا... خدا حافظ اور اپنے اس تجیے کو بھول جاؤ، آئندہ کبھی اس کی فکر نہ کرنا!'''

"مکرائی!" آندری نے اپنے چابک سے اگلی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اچانک رات کی مدھم تاریکی میں متعدد عمارتوں کی ٹھوس شکلیں دکھائی دینے لگیں جو دور دور تک ادھر ادھر بکھری ہوئی تھیں۔ مکرائی گاؤں کی آبادی کوئی دو ہزار نفوس پر مشتمل تھی لیکن اس گھڑی سب لوگ گہری نیند سوئے ہوئے تھے اور صرف کہیں کہیں اکا دکا روشنی اندھیرے میں جھلملاتی دکھائی دے جاتی تھی۔

"آندری، تیز، تیز تر، میں آ گیا ہوں!" میتیا پکارا جیسے اس پر ہذیانی کیفیت طاری ہو گئی ہو۔

"وہ ابھی جاگ رہے ہیں!" آندری نے دوبارہ چلاتے ہوئے کہا اور اپنے چابک سے پلاستونوفوں کے ہوٹل کی طرف اشارے کرنے لگا جو کہ گاؤں میں داخل ہونے والے راستے پر کھڑا تھا اور جہاں سڑک کی جانب کھلنے والی کھڑکیوں سے تیز روشنیاں باہر آ رہی تھیں۔

"وہ سبھی ابھی تک جاگ رہے ہیں!" میتیا نے شگفتہ روئی سے چہکتے ہوئے آندری کی بات دہرائی۔ "آندری، اپنی گاڑی کی کھڑکھڑاہٹ سے ساری فضا مرتعش کر دو۔ انہیں بتا دو کون آ رہا ہے۔ گھوڑے سرپٹ دوڑاؤ، گھنٹیاں خوب کھنکھناؤ، چھت اوپر اٹھا دو! انہیں معلوم بھی تو ہو کون آ رہا ہے! یہ میں ہوں! میں آ گیا ہوں!" میتیا نے وفور مسرت سے سرشار ہو کر کہا۔

آندری نے سفر کی مشقت سے نڈھال گھوڑوں کو چابک مار مار کر سرپٹ دوڑا دیا اور گاڑی واقعی کھڑکھڑاتی اونچے پورچ تک پہنچ گئی جہاں اس نے اپنے گھوڑوں کو، جن کے پسینے بہہ رہے تھے اور سانسیں پھول چکی تھیں، ساکن کھڑا کر دیا۔ میتیا نے گاڑی سے نیچے چھلانگ لگا دی اور عین اسی وقت ہوٹل کا مالک، جو سونے کا قصد کر رہا تھا، سیڑھیوں پر نمودار ہوا۔ وہ یہ جاننے کے لیے بہت متجسس تھا کہ اس انداز سے گاڑی دوڑاتے کون آیا ہے۔

"تریفون بوریسچ، یہ تم ہو؟"

ہوٹل کا مالک نیچے جھکا، اس نے غور سے دیکھا، پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا سیڑھیوں سے نیچے اترا اور خوشامدانہ انداز سے اپنی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے مہمان کی جانب بڑھا۔

"ہائی ڈیئر دمتری فیودورووچ! کیا واقعی آپ ہی دوبارہ تشریف لائے ہیں؟"

یہ تریفون بوریسچ درمیانے قد کا خوب پلا ہوا، ہٹا کٹا اور صحت مند موژیک تھا۔ اس کے چہرے پر گوشت کی اچھی خاصی تہہ چڑھی ہوئی تھی۔ اس کے اس چہرے پر خاص طور پر اس وقت خشونت برسنے لگتی تھی جب اسے مکرائی کے کسانوں سے نپٹنا ہوتا تھا اور وہ یوں دکھائی دینے لگتا تھا جیسے وہ کسی کو ایک پائی کی بھی رعایت دینے کے لیے قطعاً تیار نہ ہوگا مگر جب اسے محسوس ہوتا کہ دمتری سے نمٹائے بغیر اسے اچھا خاصا منافع کمانے کا موقع دستیاب ہوا چاہتا ہے، وہ جھٹ اپنا پینترا بدل دیتا اور چہرے پر انتہائی تملق آمیز شکل سجا لیتا۔ وہ روسی انداز سے ملبوس تھا۔ اس کی قمیص کے بٹن ایک جانب شانے تک پہنچتے تھے اور بند تھے، اور اس نے اس کے اوپر روسی انداز کا اوور کوٹ پہن رکھا تھا۔ وہ پہلے ہی اچھے خاصے سرمائے کا مالک تھا لیکن وہ مزید دولت سمیٹنے میں کوئی کسر روا نہیں رکھتا تھا۔ آدھے سے زیادہ کسان اس کے قبضۂ قدرت میں تھے اور ان کا بال بال اس کے قرضوں میں بندھا ہوا تھا۔ وہ زمینوں کے مالکوں سے زمینیں خریدتا اور پٹے پر لیتا رہتا تھا، اور کسان اپنا قرضہ بے باق کرنے کے لیے اس کی ان زمینوں پر کاشت کرتے تھے مگر وہ اپنے قرضے پھر بھی ادا نہیں کر پاتے تھے۔ وہ رنڈوا تھا اور اس کی چار جوان بیٹیاں تھیں۔ ان میں سے ایک پہلے ہی بیوہ ہو چکی تھی اور اس کے گھر میں اپنی تقریباً جوان بچیوں کے ساتھ، جو اس کی اپنی نواسیاں تھیں، رہتی تھی اور ملازمہ کی حیثیت سے اس کے گھر کا کام کاج کرتی تھی۔ ایک دوسری، جو سیدھی سادی کسان عورت تھی، کسی کلرک سے بیاہی ہوئی تھی جو ذرا اونچے درجے کے سرکاری کاغذات پر قلم گھسیٹا کرتا تھا، اور ہوٹل کے ایک کمرے کی دیوار پر خاندانی تصویروں کے جھرمٹ میں اس کلرک کا، جو فیتوں سمیت وردی میں ملبوس تھا، تصویر پہ پہچانا جا سکتا تھا۔ جب گرجے میں کوئی تہوار منایا جاتا تو تریفون بوریسچ کی دونوں چھوٹی بیٹیاں اپنے فیشنی سبز یا ہلکے نیلے ڈریس پہن لیتیں جو پشت پر تو خاصے تنگ تھے لیکن جن کے ذیل (48) گز گز بھر لمبے تھے اور دوستوں اور پڑوسیوں سے ملنے چلی جاتیں، لیکن جونہی اگلے دن کا سورج طلوع ہوتا، وہ کسی بھی دوسرے دن کی طرح جھاڑو پکڑتیں اور کمروں کی صفائی میں مصروف ہو جاتیں۔ ہوٹل کے مہمان جانے سے پہلے اپنے کمروں میں منہ ہاتھ دھونے کا پانی یا جو دیگر الم غلم اشیا چھوڑ جاتے، انہیں اٹھانے اور ٹھکانے لگانے کا کام بھی انہی لڑکیوں کے ذمے تھا۔ ہزاروں روبل کمانے اور انہیں محفوظ جگہ پر رکھنے کے باوجود تریفون بوریسچ کو عیش کوش

مہمانوں کی چھڑی اوحیڑ نے کا بڑا شوق تھا۔ وہ یہ بات بڑے مزے لے لے کر بار بار دہراتا رہتا تھا کہ کوئی ایک مہینہ بلکہ اس سے بھی کم عرصہ قبل جب دمتری فیودورووچ گروشینکا کے ساتھ رنگ رلیاں منانے آیا تھا تو اس نے ایک ہی رات میں اس سے تین سو نہیں تو دو سو روبل ضرور کما لیے ہوں گے۔ چنانچہ اب وہ پھرتی سے اس کی جانب لپکا اور بڑے پُرتپاک اور پُرمسرت انداز سے اس کا خیر مقدم کرنے لگا کیونکہ متیا جس ڈھب سے گاڑی پورچ میں لایا تھا، اُس سے اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ ایک بار پھر اسے اس سے خوب پیسا کمانے کا موقع مل جائے گا۔

"مائی ڈیئر دمتری فیودورووچ، کیا ہم واقعی اتنے خوش نصیب ہیں کہ ہمیں ایک بار پھر آپ کو خوش آمدید کہنے کا موقع مل رہا ہے؟"

"تریفون بوریچ، ذرا صبر کرو۔" متیا نے کہنا شروع کیا۔ "سب سے پہلی اور اہم ترین چیز یہ ہے: وہ کہاں ہے؟"

"اگرفینا الیکسانڈرووناً؟" ہوٹل والا متیا کے چہرے کو قریب سے بغور دیکھتے ہوئے فی الفور ساری صورت حال سمجھ گیا۔ "وہ بھی یہیں... قیام پذیر... ہیں۔"

"کس کے ساتھ؟ جلدی بتاؤ۔"

"چند دیگر مہمانوں کے ساتھ۔ ان میں ایک تو سرکاری افسر ہے، غالباً پولستانی ہے۔ جس انداز سے وہ گفتگو کرتا ہے، اس سے تو یہی مترشح ہوتا ہے۔ یہ وہی ہے جس نے انہیں لانے کے لیے یہاں سے گھوڑے بھیجے تھے۔ دوسرا اس کا کوئی دوست ہے یا ہو سکتا ہے اس کا محض سفر کا ساتھی ہو۔ کون بتا سکتا ہے؟ وہ وردی میں نہیں..."

"کیا وہ موج میلہ اڑا رہے ہیں؟ صاحب حیثیت ہیں؟"

"موج میلہ؟ نہیں، ایسی کوئی بات نہیں! ان کے متعلق پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ دمتری فیودورووچ، وہ کوئی خاص بڑے لوگ نہیں۔"

"واقعی؟ اور باقی؟ ان کے متعلق کیا کہتے ہو؟"

"دو شرفا، قصبے سے آئے ہیں۔ اس وقت وہ چرنیا (48۔الف) سے آ رہے ہیں اور رات کے لیے یہاں رک گئے ہیں۔ ایک تو جوان ہے اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ مائی اوسف کا رشتے دار ہے، فی الحال مجھے اس کا نام یاد نہیں آ رہا... اور آپ غالباً دوسرے کو بھی جانتے ہیں ــــ زمیندار ماکسی موف ــــ وہ کہتا ہے کہ وہ آپ کے قصبے کی خانقاہ میں عبادت میں شامل ہونے گئے تھے، اور تب سے ماکسی موف مائی اوسف کے اس نوجوان رشتے دار کی معیت میں ادھر ادھر گھوم پھر رہا ہے۔"

"اور کوئی نہیں؟"

"کوئی نہیں۔"

"تریفون بوریچ، ذرا ایک منٹ ٹھہرو۔ اب مجھے اہم ترین بات بتاؤ: وہ کیسی ہے؟ کیا کر رہی ہے؟"

"وہ کچھ دیر پہلے ان کے ساتھ آئی تھیں اور اب ان کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہیں۔"

"کیا وہ خوش ہے؟ کیا وہ ہنس رہی ہے؟"

"ہنسنے کے متعلق تو پتا نہیں، واقعی... سچ پوچھیں تو قدرے اداس اور مرجھائی مرجھائی معلوم ہوتی ہیں۔ نوجوان کے بالوں میں کنگھی پھیر رہی تھیں۔"

"کیا، پولستانی افسر کے؟"

"اسے تو جوان نہیں کہا جا سکتا اور وہ افسر بھی نہیں۔ نہیں، جناب، وہ نہیں۔ میری مراد نوجوان چھوکرے، مائی اوسف کے بھانجے سے ہے... اس کا نام یاد ہی نہیں رہتا۔"

"کالگانوف؟"

"جی ہاں، بالکل وہی ــــ کالگانوف۔"

"خوب، اس سے تو میں خود ہی نپٹ لوں گا۔ وہ تاش کھیل رہے ہیں۔"

"کھیل رہے تھے، اب نہیں۔ پہلے وہ چائے پی رہے تھے اور اب پولستانی نے کچھ شراب منگوائی ہے۔"

"اتنا ہی کافی ہے، میرے دوست تریفون بوریچ، اتنا ہی کافی ہے۔ اب مجھ پر چھوڑ دو۔ اب اہم ترین بات بتاؤ: ادھر کوئی جپسی ہیں؟"

"دمتری فیودورووچ، اب اس علاقے میں جپسی نہیں رہے، انہیں حکام نے بھگا دیا ہے۔ البتہ روزھدیستونکایا میں چند یہودی ضرور ہیں۔ وہ مجیرے اور وائلن بجا لیتے ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو ہم انہیں بلا سکتے ہیں۔ وہ آ جائیں گے۔"

"بالکل بلاؤ، لازماً بلاؤ!" متیا نے بلند آواز سے کہا۔ "کیا تم گزشتہ روز کی طرح لڑکیوں کو، خاص طور پر ماریا کو، سٹیپانیدا اور ارینا کو بھی، بلا سکتے ہو؟ اکٹھے مل کر گائیں گی تو دو سو روبل ملیں گے۔"

"اتنی رقم میں تو میں سارے گاؤں کو جگا سکتا ہوں خواہ وہ گہری نیند ہی کیوں نہ سو گئے ہوں۔ لیکن، مائی ڈیئر دمتری فیودورووچ، کیا یہاں کے لوگ، بلکہ سچ پوچھیں تو لڑکیاں بھی، اس قابل ہیں کہ ان کی اس طرح ناز برداری کی جائے؟ کیا اس طرح کے جاہل، اَن گھڑ اور اُجڈ لوگوں پر اتنی بڑی رقم لٹانا مناسب ہے؟ یہ بھلا کس نے سنا ہو گا کہ ہمارے مزحیک سگار پیتے ہیں اور گزشتہ مرتبہ آپ

نے ان کی اسی طرح تواضع کی تھی۔ ان حرام زادوں سے تو بدبو کے بھبکے آتے ہیں۔ اور رہیں لڑکیاں، وہ سب کی سب جوؤں سے بھری پڑی ہیں۔ ذرا سوچیں، اتنا پیسا برباد کرنے کی ضرورت کیا ہے! میں اپنی بیٹیوں کو جگا دیتا ہوں۔ وہ ابھی ابھی سوئی ہیں۔ میں انہیں ان کے چوتڑوں پر ٹھڈے مار کر جگا دوں گا، وہ آپ کے لیے گائیں گی بھی اور معاوضہ بھی کوئی وصول نہیں کریں گی۔ اور پچھلی مرتبہ آپ نے ان بدبخت موژیکوں کو شیمپین پلا دی تھی، ہونہہ! یہ منہ اور مسور کی دال!"

تریفون بوریسچ کو اصلاً میتیا سے کوئی ہمدردی نہیں تھی، وہ زبانی کلامی اس کا جس طرح بھلا چاہ رہا تھا اس میں وہ دراصل نری منافقت برت رہا تھا۔ گزشتہ بار خود اس نے اس کی شیمپین کی نصف درجن بوتلوں پر ہاتھ صاف کر دیا تھا اور میز کے نیچے سے اس کا سو روبل کا نوٹ اٹھا لیا تھا، اسے تروڑ مروڑ کر اپنی مٹھی میں بھینچ لیا تھا اور یوں اسے پار کر دیا تھا۔

"تریفون بوریسچ، پچھلی مرتبہ میں نے یہاں چند ہزار روبل لٹا دیے تھے، تمہیں یاد ہے؟"

"جی ہاں، جناب عالی۔ آپ نے واقعی پیسے کو ہاتھ کا میل سمجھا تھا۔ میں کیسے بھول سکتا ہوں؟ آپ نے تین ہزار سے کم کیا خرچ کیے ہوں گے۔"

"میں اس بار بھی اتنے ہی لایا ہوں۔ سمجھے؟"

اور اس نے جیب سے نوٹوں کی گڈی نکالی اور اسے ہوٹل والے کی عین ناک کے نیچے لہرانے لگا۔

"اب سنو اور غور سے سنو۔ ایک گھنٹے میں انگوری شراب کی پیٹیاں، کھانے پینے کی اشیا اور مٹھائیاں پہنچ جائیں گی — میں چاہتا ہوں کہ یہ سب کچھ فوراً اوپر پہنچا دیا جائے۔ اور وہ پیٹی جو آندری کے پاس ہے، اسے تو ابھی اوپر لے چلو اور شیمپین انڈیلنا شروع کر دو... لیکن اصل چیز ہے — لڑکیاں، لڑکیاں! لڑکیوں کو فوراً بلاؤ اور اس بات کا خاص طور پر اہتمام کرو کہ جو لڑکیاں بھی آئیں ان میں ماریا لازماً شامل ہو..."

وہ ایک بار پھر گاڑی کی طرف مڑا اور اس نے بوتلوں کی پیٹی اور پستولوں کا ڈبا نیچے اتار دیا۔

"آندری، اب ہمارا حساب کتاب ہو جائے! یہ پندرہ روبل تو تمہاری گاڑی کے کرائے کے ہیں اور پچاس ووڈکا کے لیے... اس لیے کہ تم یہاں آنے کے لیے رضامند ہو گئے تھے، تم نے بڑی مہربانی کی تھی... اپنے آقا کرامازوف کو یاد رکھو!"

"حضور، آپ یہ نہ کریں،" آندری تذبذب میں پڑ گیا۔ "میں پانچ روبل بخشش کے طور پر رکھ لوں گا، اس سے زیادہ بالکل نہیں لوں گا۔ تریفون بوریسچ میرا گواہ ہے۔ میں جانتا ہوں میں حماقت کر رہا ہوں لیکن کیا کیا جائے..."

"تمہیں ڈر کس بات کا ہے؟" میتیا نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ "خیر، میری طرف سے تم بے شک جہنم میں جاؤ۔ اگر تمہاری یہی مرضی ہے تو یہ لو!" اس نے پانچ روبل کا نوٹ اس کی جانب اچھالتے ہوئے کہا۔ "اور ہاں، تریفون بوریسچ، اب تم مجھے بلا اطلاع اوپر لے چلو لیکن پہلے مجھے ان کا بغور جائزہ لینے دو اور اس بات کا خاص اہتمام کرو کہ وہ مجھے دیکھنے نہ پائیں۔ کیا وہ نیلے کمرے میں ہیں؟"

تریفون بوریسچ نے اندیشہ مند نگاہوں سے میتیا کی جانب دیکھا تاہم وہ اس کا حکم مؤدبانہ طور پر اور بلا تامل بجا لایا: وہ سنبھل سنبھل کر پاؤں رکھتا اسے سامنے کے ہال کمرے میں لے گیا اور پھر فوراً ہی سیدھا ایک بڑے کمرے میں چلا گیا جو اس کمرے سے ملحق تھا جس میں مہمان بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں سے اس نے روشن موم بتی اٹھائی اور کہیں باہر چھوڑ آیا۔ پھر وہ خاموشی سے میتیا کو اندر لے گیا اور اسے ایک اندھیرے کونے میں کھڑا کر دیا جہاں سے وہ ملحقہ کمرے کے مکینوں کو آسانی سے دیکھ سکتا تھا جبکہ وہ خود ان کی نگاہوں سے اوجھل رہ سکتا تھا۔ لیکن میتیا نے ان کا دیر تک مشاہدہ نہیں کیا کیونکہ وہ ان لوگوں کی جانچ پرکھ کے لیے ذہنی طور پر تیار نہیں تھا۔ اس کی نظر اس (گروشینکا) پر پڑ چکی تھی اور اس کا دل دھک دھک کرنے لگا تھا، اس کے سامنے ہر چیز گھومنے لگی تھی۔ وہ میز کے قریب بازوؤں والی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے پاس دو نشستی صوفے پر نوجوان اور خوش شکل کالگانوف براجمان تھا۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھی اور کچھ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے ہنس رہی ہو جبکہ کالگانوف اپنی نظریں کسی اور جانب ہٹائے اونچے اور قدرے جھنجلائے ہوئے لہجے میں ماکسی موف سے کچھ کہہ رہا تھا جو گروشینکا سے پرے میز کی دوسری طرف بیٹھا ہوا تھا۔ ماکسی موف کسی چیز پر دل کھول کر قہقہے لگا رہا تھا۔ لیکن وہ دو نشستی صوفے پر بیٹھا ہوا تھا جب کہ صوفے کے پاس کرسی پر ایک اور اجنبی اپنی نشست سنبھالے ہوئے تھا۔ دو نشستی صوفے پر جو شخص فروکش تھا، وہ اپنی گردن پچھلی جانب نہوڑائے ہوئے تھے اور پائپ کے کش لگا رہا تھا۔ میتیا کو جو کچھ نظر آ رہا تھا، اس سے اس نے اندازہ لگایا کہ یہ شخص کوتاہ قامت اور قدرے بھاری جُرم ہے، اس کا چہرہ چوڑا چکلا ہے اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی بات پر خفا ہو رہا ہے۔ جہاں تک اس کے ساتھی دوسرے اجنبی کا تعلق تھا، میتیا کو وہ غیر معمولی طور پر لمبا تڑنگا دکھائی دیا۔ لیکن وہ اس سے زیادہ اور کسی چیز کا اندازہ نہ لگا سکا۔ ان لوگوں کو دیکھ کر اس کی اندر کی سانس اندر اور باہر کی باہر رہ گئی۔ اس سے ایک سیکنڈ بھی چپ چاپ کھڑے نہ رہا جا سکا، اس نے پستولوں کا ڈبا ایک چوبی الماری کے اوپر رکھا اور وہ سانس روکے، ٹھنڈا پسینا چھوڑتے اور ڈوبتے دل کے ساتھ سیدھا نیلے کمرے میں ان کے پاس چلا گیا۔

''اُوئی!'' گروشینکا کی، جس کی سب سے پہلے اس پر نظر پڑی تھی، چیخ نکل گئی۔

7

اوّلین اور غیر متنازعہ فیہ

میتیا لمبے لمبے ڈگ بھرتا تیزی سے سیدھا میز کے پاس پہنچ گیا۔

''حضرات!'' اس نے اونچی آواز میں تقریباً چلاتے اور ہر لفظ پر ہکلاتے ہوئے کہا، ''میرا... میرا آپ کے رنگ میں بھنگ ڈالنے کا کوئی ارادہ نہیں! آپ حضرات پریشان نہ ہوں۔ میں یہاں ٹھہروں... ٹھہروں گا نہیں... یقین مانو میں... میں یہاں ٹھہروں گا نہیں۔'' اس نے اچانک گروشینکا کی جانب مڑتے ہوئے کہا جو اپنی بازوؤں والی کرسی پر بیٹھے بیٹھے کالگانوف کی طرف جھک گئی تھی اور مضبوطی سے اس کا ہاتھ تھامے ہوئے تھی۔ ''میں... میں تو محض ادھر سے گزر رہا تھا۔ یہاں صرف صبح تک قیام کروں گا۔ حضرات، کیا آپ ادھر سے گزرنے والے مسافر کو... صبح تک... اپنی صحبت میں بیٹھنے کا موقع عنایت کریں گے؟ صرف صبح تک، آخری بار، اس کمرے میں؟''

اس نے یہ آخری الفاظ اس کوتاہ قامت، فربہ اندام شخص سے کہے تھے جو ورنشستی صوفے پر بیٹھا ہوا تھا اور پائپ پی رہا تھا۔ اس آدمی نے بڑی پُر از طمطراق گمبھیرتا سے اپنے منہ سے پائپ نکالا اور انتہائی تحکمانہ انداز سے بولا:

''Panie (49) (جناب)، یہ نجی محفل ہے۔ یقیناً اس ہوٹل میں اور کمرے بھی ہیں۔''

''خدایا، دمتری فیودورووچ! ارے، تم یہاں کیا کر رہے ہو؟'' اچانک کالگانوف کے منہ سے نکلا۔ ''آداب، آؤ، بیٹھو۔''

آداب، مائی ڈیئر فیلو... بڑی نوازش ہے تمہاری! میں ہمیشہ تمہارا احترام کرتا رہا ہوں...'' میتیا نے شگفتہ روئی سے جواب دیا اور بڑے اشتیاق سے اپنا ہاتھ میز کے پار اس کی طرف بڑھا دیا۔

''اوئے، مار ڈالا! تم نے تو میری انگلیاں ہی توڑ ڈالیں۔'' کالگانوف نے ہنستے ہوئے کہا۔

''یہ ہمیشہ اسی طرح ہاتھ ملاتا ہے!'' گروشینکا کی آواز کانوں میں رس گھولتی سنائی دی۔ وہ معذرت خواہانہ انداز سے مسکرائی اور اچانک یوں دکھائی دینے لگا جیسا اسے میتیا کے رنگ ڈھنگ

سے یقین آ گیا ہو کہ وہ کوئی ہنگامہ نہیں کھڑا کرے گا؛ تاہم وہ ابھی تک اسے متوحش نگاہوں سے تکے جا رہی تھی لیکن زبردست تجسس بھی اس کی ساری توجہ کا مرکز بن گیا تھا۔ اس کے رویے سے کسی ایسی چیز کا اظہار ہو رہا تھا جس پر وہ بالکل ششدر رہ گئی تھی۔ اسے یہ ہرگز توقع نہیں تھی کہ وہ اس گھڑی آ دھمکے گا اور ان کے ساتھ اس انداز سے گفتگو کرنے لگے گا۔

''آداب!'' بائیں جانب سے ماکسی موف کی پُر تملق آواز گونجی۔ میتیا اس کی جانب بھی متوجہ ہو گیا۔

''آداب، تم بھی یہیں ہو، سبحان اللہ! تمہیں دیکھ کر مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے۔ حضرات، حضرات، میں...'' وہ ایک بار پھر اس شخص کی طرف متوجہ ہو گیا جس کے منہ میں پائپ تھا اور جسے وہ علانیہ اہم ترین آدمی سمجھتا تھا۔ ''میں ہوا کے گھوڑے پر یہاں آیا ہوں... میں اپنی زندگی کا آخری دن، آخری ساعت، اس کمرے میں، بالکل اس کمرے میں گزارنا چاہتا ہوں جہاں میں نے پرستش کی ہے... اپنی ملکہ کی... محترم، میں آپ سے معافی کا خواستگار ہوں!'' اس نے تیز تیز بولتے ہوئے کہا، ''میں بھاگا بھاگا یہاں آیا ہوں اور میں نے قسم کھائی تھی... خیر، فکر نہ کریں، یہ میری آخری رات ہے! محترم، آئیں، ہم دوستی کے نام پر پیتے ہیں! انگوری شراب پہنچا ہی چاہتی ہے... یہ میں اپنے ساتھ لایا ہوں۔'' پھر اس نے اچانک کسی سبب نوٹوں کی گڈی نکالی۔ ''محترم، مجھے اجازت دیں! میں چاہتا ہوں کچھ گانا وانا، کچھ ہلا گلا ہو جائے، ہم چھت سر پر اٹھا لیں، بالکل گزشتہ روز کی طرح... لیکن کیڑا، ناکارہ کیڑا کھوڑا، زمین کے ساتھ ساتھ رینگتا رہے گا اور پھر ایک روز ختم ہو جائے گا! اف، میں اس، اپنی آخری رات کو اپنے یوم مسرت کے طور پر منانا چاہتا ہوں!...''

اسے اپنی سانس قابو میں رکھنے میں دشواری پیش آ رہی تھی اور اگرچہ وہ بہت کچھ، بہت کچھ کہنا چاہتا تھا، اس کے منہ سے جو کچھ نکلا، وہ بس یہی چند عجیب و غریب الفاظ تھے۔ پولستانی بالکل ساکن بیٹھا بھی اسے، کبھی اس کے نوٹوں کی گڈی کو اور کبھی گروشینکا کو دیکھتا رہا۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔

''اگر میری Krolowa اجازت دے...'' اس نے کہنا شروع کیا۔

''Krolowa (50)، میری جوتی، کیا اس کا مطلب Koroleva (ملکہ ہے)؟'' گروشینکا اچانک بیچ میں بول پڑی۔ ''جس انداز سے تم، تم سب باتیں کر رہے ہو، میرا جی چاہتا ہے اس پر خوب خوب ہنسوں، قہقہے لگاؤں۔ میتیا، بیٹھ جاؤ۔ ہاں، تو تم کیا کہہ رہے تھے؟ بس اتنی دیا کرو کہ کوئی ہنگامہ نہ کرو۔ تم ہنگامہ دنگا تو نہیں کرو گے؟ واقعی؟ میں تمہیں خوش آمدید کہتی ہوں، بس مجھے ذرا دہشت...''

"میں؟ میں؟ اور تمہیں ڈراؤں گا؟" متیا اچانک بازو بلند کرتے ہوئے چیخ پڑا۔ "اُف، میری فکر نہ کرو، مجھ پر کوئی توجہ نہ دو، میں تمہارے راستے کا روڑا نہیں بنوں گا..." وہ اچانک کرسی پر گر گیا اور زار و زار رونے لگا۔ اس پر سب لوگ، جن میں وہ خود بھی شامل تھا، دھک سے رہ گئے۔ اس نے اپنا چہرہ اپنے سامنے کی دیوار کی طرف کر رکھا تھا اور وہ کرسی کی پشت کو یوں پکڑے ہوئے تھا جیسے اس کے ساتھ ہم آغوش ہو رہا ہو۔

"خیر، خیر، ایسی بھی کیا مصیبت ہے، ذرا اپنی صورت تو دیکھو کیا احمق نظر آتے ہو!" گروشینکا نے پُر ملامت انداز سے کہا۔ "یہ جب بھی مجھے ملنے آتا تھا، ہمیشہ بس اسی قسم کی حرکتیں کرتا رہتا تھا۔ یہ اچانک کچھ کہنا شروع کر دیتا اور مجھے مطلق کچھ معلوم نہ ہو پاتا کہ یہ کہہ کیا رہا ہے۔ ایک مرتبہ تو یہ بالکل اسی طرح زار و زار رونے لگا تھا اور اب دوسری مرتبہ شروع ہو گیا ہے — کیا تمہیں اپنے آپ پر شرم نہیں آتی؟ یہ تم رو کیوں رہے ہو؟ یہ یوں رو رہا ہے جیسے اس کے پاس رونے کی کوئی معقول وجہ ہو!" اس نے اپنے لہجے میں ایک قسم کی جھنجھلاہٹ پیدا کرتے اور اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے پُر اسرار انداز سے کہا۔

"میں... میں رو تو نہیں رہا... خیر، آپ لوگوں کے حال چال کیسے ہیں؟ آداب!" اس نے خلاف توقع اپنی کرسی پر رخ بدلتے ہوئے اچانک کہا اور ہنسنے لگا مگر یہ اس کی درشت، کھچی کھچی اور اکھڑی اکھڑی ہنسی نہیں تھی جو وہ عادتاً ہنسا کرتا تھا بلکہ یہ قدرے دبی دبی، طویل تر، پُر اضطراب اور پُر کپکپاہٹ ہنسی تھی۔

"تو حضرت پھر شروع ہو گئے... کیوں دکھی ہو رہے ہو، حوصلہ کرو، ہمت باندھو!" گروشینکا اس کی دل جوئی کرنے لگی۔ "متیا، میں خوش ہوں، بہت خوش ہوں کہ تم چلے آئے ا تم جانتے ہو میرا دل واقعی باغ باغ ہو گیا ہے۔ سنا تم نے؟ میں بہت خوش ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ یہ ہمارے پاس ٹھہرا رہے۔" اس نے بڑی تمکنت سے کہا۔ بظاہر وہ سب لوگوں سے مخاطب تھی حالانکہ صاف نظر آ رہا تھا کہ اس کے الفاظ کا اصل ہدف وہ شخص تھا جو دو نشستی صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ "یہ میرا اصرار ہے، میرا اصرار ہے! اگر یہ چلا گیا، پھر میں بھی چلی جاؤں گی، کوئی برا مانتا ہے تو مانتا رہے لیکن میرا یہ قطعی فیصلہ ہے، مجھے کسی کی پروا نہیں!"

"میری ملکہ کا لفظ قانون کا درجہ رکھتا ہے!" پولستانی شخص نے نازبردارانہ انداز سے گروشینکا کے ہاتھ پر بوسہ دیتے ہوئے کہا۔ "جی، آپ ہماری محفل میں تشریف رکھیں!" اس نے متیا کی جانب متوجہ ہو کر شائستگی سے کہا۔ متیا اچھل کر کھڑا ہو گیا اور دکھائی یوں دے رہا تھا جیسے وہ ایک دفعہ اور تقریر جھاڑنا چاہتا ہو، لیکن جو کچھ اس کے منہ سے نکلا، وہ بالکل مختلف تھا۔

"میرے محترم حضرات، آئیں، کچھ نوشانوشی ہو جائے!" اس نے تقریر شروع کرنے کی بجائے بس اتنا ہی کہنے پر اکتفا کیا۔

سب حاضرینِ محفل کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

"خدایا!" گروشینکا نے قدرے مضطرب ہو کر کہا۔ "میرا خیال تھا یہ پھر تقریر شروع کر دے گا۔ متیا، اب ذرا سنو،" اس نے بارعب انداز سے کہا، "اب اچھلنا کودنا چھوڑ دو لیکن تم نے شمپین پینے کی جو تجویز پیش کی ہے، وہ بہت بڑھیا ہے۔ میں خود بھی پینا چاہوں گی۔ جہاں تک ان میٹھی شرابوں کا تعلق ہے جو کھانوں کے ساتھ پی جاتی ہیں، وہ مجھے مطلق پسند نہیں۔ لیکن بہترین بات یہ ہوئی ہے کہ تم یہاں آ گئے ہو، ورنہ ہم سب یہاں بہت بور ہو رہے تھے... کیا تم ایک بار پھر رنگ رلیاں منانے نکل پڑے ہو؟ تم سے اپنا روپیہ اپنی جیب میں کیوں رکھا نہیں جاتا؟ یہ تمہیں اتنا سارا روپیہ ملا کہاں سے ہے؟"

متیا نے، جو ابھی تک مڑے تڑے نوٹوں کی گڈی ہاتھوں میں پکڑے ہوئے تھا اور جسے ہر شخص نے، خاص طور پر دونوں پولستانیوں نے بڑے غور سے دیکھا تھا، کھسیانا ہو کر جلدی سے دوبارہ اپنی جیب میں اُڑس لی۔ وہ اتنا شرمندہ تھا کہ اس کا چہرہ لال سرخ ہو گیا۔ عین اسی لمحے ہوٹل کا مالک ٹرے پر شمپین کی کھلی بوتل اور چند گلاس رکھے اندر آ گیا۔ متیا نے بوتل پر جھپٹا مارا مگر وہ اتنا بدحواس ہو چکا تھا کہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس کا کرے تو کیا کرے۔ آخرکار کالگانوف نے ہاتھ بڑھایا، بوتل پکڑی اور گلاسوں میں شمپین انڈیلنے لگا۔

"یہ کافی نہیں، ایک اور بوتل، ایک اور بوتل!" متیا نے ہوٹل کے مالک سے چلا کر کہا اور جن حضرات کے ساتھ اس نے دوستی کا جام پینے کی اتنے زور شور اور سنجیدگی سے تجویز پیش کی تھی، ان کے گلاسوں سے اپنا گلاس ٹکرانا بھول کر اور ان کا انتظار کیے بغیر وہ اپنا گلاس غٹاغٹ پی گیا۔ اس کا چہرہ ایکا ایکی متغیر ہو گیا تھا۔ اندر آتے ہی اس کے چہرے پر جو غم و الم اور گمبھیرتا جھلک رہی تھی، وہ اب ناپید ہو چکی تھی اور اس کی بجائے اس کے رویے میں بچوں کی معصومیت جیسی کوئی شے آ گئی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس کی بے قرار طبیعت میں یکا یک ٹھہراؤ آ گیا ہے اور اس پر خود سپردگی کی کیفیت طاری ہو گئی ہے۔ وہ ہر شخص کو پُر عجز اور پُر مسرت انداز سے دیکھ رہا تھا، کبھی کبھی وہ پُر اضطراب طور پر کھی کھی کرنے لگتا اور اس سارے عرصے کے دوران میں اس کے چہرے پر اس شرارتی پالتو کتے کی منتظرانہ کیفیت جھلکتی رہی جسے معافی دے دی گئی ہو اور جسے دوبارہ کمرے کے اندر آنے کی اجازت مل گئی ہو۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہر چیز بھول چکا ہے اور وہ اپنے ہونٹوں پر بچوں کی سی مسکراہٹ سجائے اپنے گرد و پیش فرطِ مسرت سے نگاہیں گھماتا رہا۔ اس کی ہنسی تھی کہ بند ہونے

کا نام ہی نہیں لے رہی تھی اور بیچ بیچ میں وہ نظریں جما کر گروشینکا کو دیکھنے لگتا۔ بالآخر اس نے اپنی کرسی گھسیٹی اور اس کی بازوؤں والی کرسی کے بالکل قریب کر لی۔ بتدریج وہ دونوں پولستانیوں کا جائزہ لینے میں کامیاب ہو گیا حالانکہ وہ ان کے بارے میں کوئی واضح رائے قائم نہیں کر سکا تھا۔

وہ شخص، جو دو نشستی صوفے پر بیٹھا ہوا تھا، اس نے اسے اپنے انداز نشست و گفتگو، طرز عمل، پولستانی لہجے اور سب سے بڑھ کر اپنے پائپ سے بہت متاثر کر لیا تھا۔ "خیر، اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" متیا نے دل میں سوچا۔ "یہ بڑی اچھی بات ہے کہ یہ پائپ پیتا ہے۔" اس شخص کے فربہی مائل اور قدرے ڈھلکے ڈھلکے خد و خال، یہ لازماً پورے چالیس سال کا ہو چکا ہو گا، اس کی ننھی ناک، اس کی شوخ، عمدگی سے تراشی ہوئی اور رنگی ہوئی مونچھوں نے متیا کے ذہن میں کوئی سوالات یا شکوک پیدا نہ کیے۔ یہاں تک کہ اس کی انتہائی گھٹیا درجے کی سائبیرین وگ بھی، جس کے بال اس نے انتہائی احمقانہ انداز سے سنوار کر اپنی کنپٹیوں تک پھیلا لیے تھے، متیا کو حیران کرنے میں ناکام رہی۔ "اگر یہ وگ ہے تو بھی کیا فرق پڑتا ہے؟" اس نے بے نیازی سے سوچا۔ جہاں تک دیوار کے قریب بیٹھے دوسرے پولستانی کا تعلق ہے، وہ دو نشستی صوفے پر بیٹھے پولستانی سے عمر میں چھوٹا تھا، محفل کو گستاخانہ، متکبرانہ اور سرتابانہ انداز سے گھور گھور کر دیکھ رہا تھا اور عمومی گفتگو کو خاموش حقارت سے سن رہا تھا۔ متیا کو اس میں خاص طور پر جو چیز چونکا دینے والی نظر آئی، وہ اس کی غیر معمولی قامت تھی جو صوفے والے پولستانی کے مقابلے میں زبردست تضاد پیش کر رہی تھی۔ "اگر یہ شخص اٹھ کر کھڑا ہو جائے،" متیا کے ذہن میں بجلی کی تیزی سے خیال آیا، "یہ تقریباً سات فٹ اونچا ہو گا۔" دوسری بات جو متیا کے دماغ میں اچانک آئی، وہ یہ تھی کہ یہ آدمی صوفے پر بیٹھے شخص کا دوست اور چمچہ ہے یا ایک لحاظ سے اس کا باڈی گارڈ ہے اور یہ کہ پائپ والے کوتاہ قامت شخص کا واضح طور پر اس پر حکم چلتا ہے۔ لیکن اسے یہ تمام باتیں بھی بالکل درست اور مناسب نظر آئیں۔ ننھا پالتو کتا آن کی آن میں رقابت کا سارا جذبہ کھو چکا تھا۔ وہ ابھی تک گروشینکا کے رویے اور اس کے بعض الفاظ کے مبہم لہجے کو نہیں سمجھ سکا تھا۔ وہ جو کچھ سمجھ پایا تھا (اور اس پر اس کا دل وفور مسرت سے جھوم رہا تھا)، صرف یہ تھا کہ وہ اس کے ساتھ بڑی شفقت سے پیش آ رہی ہے، اسے "معاف" کر چکی ہے اور اسے اپنے قریب بیٹھنے کی اجازت دے چکی ہے۔ اسے اپنے گلاس سے انگوری شراب کی چسکیاں لیتے دیکھ کر وہ پھولے نہیں سما رہا تھا۔ تاہم محفل کی خاموشی نے اسے اچانک چونکا دیا اور وہ بے تاب نگاہوں سے تمام حاضرین کا بہ نظر غائر جائزہ لینے لگا۔ "حضرات، آپ یہاں یوں گم صم کیوں بیٹھے ہیں، آپ کو کس چیز کا انتظار ہے؟" اس کی متبسم نگاہیں کہتی نظر آ رہی تھیں، "آپ لوگ کوئی ہلا گلا کیوں نہیں کرتے؟"

"یہ شخص جھوٹی سچی کہانیاں سنا کر ہمیں محظوظ کرتا اور ہنساتا رہا ہے۔" کالگانوف نے ماکسی موف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جیسے وہ متیا کے قلبی خیالات پڑھ چکا ہو۔

متیا نے تیزی سے اپنی نگاہیں پہلے کالگانوف پر اور پھر جھٹ پٹ ماکسی موف پر منتقل کر دیں۔

"جھوٹی سچی کہانیاں؟" متیا نے اپنا مختصر چوبی قہقہہ لگایا، "ہا، ہا، ہا!" بظاہر یہی نظر آ رہا تھا کہ وہ بڑا محظوظ ہوا ہے۔

"ہاں، ذرا سوچو۔ اس کا دعویٰ ہے کہ بیس کی دہائی کے دوران میں ہماری ساری گھوڑ سوار فوج نے پولستانی عورتوں کے ساتھ شادیاں رچائی تھیں لیکن یہ بالکل بکواس ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"پولستانی عورتوں کے ساتھ؟" متیا نے اس کے الفاظ دہرائے۔ اس کا لہجہ غمازی کر رہا تھا کہ وہ بے حد خوش ہوا ہے۔

کالگانوف گروشینکا کے ساتھ متیا کے تعلقات کی نوعیت بہت اچھی طرح جانتا تھا اور اس نے اس پولستانی شخص کے بارے میں بھی بہت کچھ بھانپ لیا تھا لیکن اسے ان میں سے کسی میں بھی کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی، غالباً بالکل ہی کوئی دلچسپی نہیں تھی کیونکہ اسے جس شخص میں سب سے زیادہ دلچسپی تھی، وہ ماکسی موف تھا۔ وہ اور ماکسی موف اس ہوٹل میں بالکل اتفاقاً یک جا ہو گئے تھے اور ان دونوں پولستانیوں سے ان کا زندگی میں پہلی بار واسطہ پڑا تھا۔ جہاں تک گروشینکا کا تعلق ہے، وہ ازیں پیشتر ہی اس سے مل چکا تھا بلکہ ایک مرتبہ کسی شخص کی معیت میں اس کے گھر بھی ہو آیا تھا۔ اس موقع پر گروشینکا کو اس میں کوئی کشش نظر نہیں آئی تھی لیکن اب وہ اسے مسلسل پُر مہر نگاہوں سے دیکھے جا رہی تھی۔ متیا کی آمد سے پہلے اس نے اس کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے کی بھی کوشش کی تھی مگر وہ اپنی جگہ مٹی کا بت بنا بیٹھا رہا اور اس نے کسی خاص ردعمل کا اظہار نہ کیا۔ وہ نوجوان آدمی تھا، اس کی عمر بیس سال سے زیادہ نہیں تھی اور اس نے جو ملبوسات زیب تن کر رکھے تھے، ان سے اس کی خوش ذوقی اور نفاست پسندی جھلک رہی تھی۔ اس کے چہرے کی اجلی رنگت بہت بھلی معلوم ہو رہی تھی اور اس کے سر کے ہلکے بھورے بالوں کی اپنی ہی شان تھی۔ اور اس کے پیلے چہرے پر دلآویز ہلکی نیلی آنکھیں سجی ہوئی تھیں جن سے ذہانت ٹپک رہی تھی لیکن بعض اوقات یہ معلوم کرنا دشوار ہو جاتا کہ وہ کہنا کیا چاہتی ہیں اور اتنے نو عمر شخص میں ان باتوں کا پایا جانا حیران کن امر تھا، اس کے باوجود وہ بعض اوقات کچھ اس انداز سے باتیں کرتا اور ادھر اُدھر دیکھتا نظر آتا جیسے وہ یہ سب کچھ بچوں کی طرح غیر شعوری طریقے سے کر رہا ہو۔ مجموعی طور پر اس کے متعلق کہا جا سکتا تھا کہ اس شخص کے بارے میں پیشگی اندازہ لگانا مشکل ہے کہ اگلے ہی لمحے یہ کیا کہہ دے گا یا کیا کر بیٹھے گا بلکہ بظاہر شفیق اور نرم خو ہونے کے باوجود وہ ایک لحاظ سے من موجی اور متلون مزاج تھا۔ بعض

اوقات اس کے چہرے پر یہ بھی جھلکنے لگتا کہ یہ شخص ضدی، بچلا اور ہٹ کا پکا ہے۔ دیکھنے میں وہ آپ کی جانب دیکھتا اور آپ کی باتیں سنتا معلوم ہوتا لیکن اصلاً وہ محض اپنے ہی خیالات میں گم ہوتا۔ ایک لمحے وہ کاہل، ست الوجود اور صلح جو دکھائی دیتا لیکن اگلے ہی لمحے وہ انتہائی معمولی بات پر غصے سے آگ بگولا ہو جاتا۔

"ذرا سوچیں، میں گزشتہ چار روز سے اس کی معیت میں جگہ بہ جگہ گھومتا پھر رہا ہوں۔" اس نے اپنے الفاظ قدرے چبا چبا کر اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ تاہم اس کے بات کرنے کا یہ انداز بناوٹ سے خالی تھا اور بالکل فطری معلوم ہو رہا تھا۔ "اس دن سے، جب تمہارے بھائی نے اسے دھکا دے کر کلاش سے نیچے گرا دیا تھا، کچھ یاد آیا؟ اس موقع پر اس کے بارے میں میرا تجسس بیدار ہو گیا اور میں اسے اپنے ساتھ گاؤں لے گیا مگر یہ ہر وقت بچی جھوٹی کہانیاں سناتا اور گپیں ہانکتا رہتا ہے، اور اس کی یہ حرکت میرے لیے بڑی شرمندگی کا باعث بنتی جا رہی ہے۔ ہم واپس جا رہے ہیں..."

"ان حضرت (Pan) کی بھی کسی پولستانی خاتون سے ملاقات نہیں ہوئی اور جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں، وہ بالکل بعید از امکان ہے۔" پائپ والے شخص نے ماکسی موف سے مخاطب ہو کر اظہار خیال کیا۔

پائپ والا شخص اچھی طرح روسی بول رہا تھا، درحقیقت اس سے کہیں بہتر جس کا اس نے اظہار کیا تھا۔ لیکن جب بھی وہ روسی الفاظ استعمال کرتا، وہ انہیں اس طرح توڑ مروڑ دیتا جیسے وہ روسی نہیں پولستانی بول رہا ہو۔

"تو تم گھوڑ سوار فوج میں ملازمت کر چکے ہو؟ ہونہہ؟" کالگانوف نے فوراً اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "ہم گھوڑ سوار فوج کا ذکر کر رہے تھے۔ تو تم گھوڑ سوار ہو؟"

"سچ پوچھیں تو یہ قطعاً گھوڑ سوار نہیں، ہا، ہا، ہا!" متیا نے چلاتے اور ہنستے ہوئے کہا جو بڑے شوق سے ان کی باتیں سنتا رہا اور مسلسل اپنی نگاہیں اس شخص کی جانب گھماتا رہا تھا جو بات کر رہا ہوتا۔ وہ یہ شاید اس توقع پر کر رہا تھا کہ خدا جانے اسے کیا کچھ سننے کو مل جائے۔

"نہیں، جناب:" ماکسی موف نے اس کی نگاہوں سے نگاہیں ملاتے ہوئے کہا، "میرے کہنے کا مطلب صرف یہ تھا کہ پولینڈ میں بچیریوں کو... چنچل اور خوب صورت دوشیزاؤں کو... صرف اتنا کرنا ہوتا ہے... کہ انہیں ہمارے چھوکروں کے سامنے... صرف ایک مزورکا رقص کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے... جونہی کوئی پولستانی دوشیزہ... کسی روسی لونڈے کے ساتھ، صرف ایک بار مزورکا رقص کرتی ہے، وہ اس کے اختتام پر بلونگڑی کی طرح اس کی گود میں آ بیٹھے گی... سفید،

دودھیا بلونگڑی... اور اس کا پولستانی ابا اور پولستانی اماں بس دیکھتے رہیں گے اور کریں کرائیں گے کچھ نہیں، کھلی چھٹی دے دیں گے... اس سب کچھ کی کھلی چھٹی دے دیں گے اور اگلی صبح فلاں (51) واپس آ جائے گا اور اپنا ہاتھ پیش کر دے گا... جناب، یہ بالکل صحیح ہے... اپنا ہاتھ پیش کر دے گا، ہی، ہی، ہی!" ماکسی موف نے دبی دبی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

"Pan (صاحب) tajdak (لفنگا) ہے۔" کرسی پر بیٹھے طویل القامت شخص نے اچانک غصے سے پھنکارتے ہوئے اور ٹانگ پر ٹانگ رکھتے ہوئے کہا۔ متیا کی نظر ایک بے حد لمبے چوڑے میلے کچیلے بوٹ پر پڑی جس کا تلا بہت موٹا اور کیچڑ سے آلودہ تھا۔ مجموعی طور پر دونوں پولستانیوں کے کپڑے خاصے غلیظ تھے۔

"تو اب نوبت لفنگوں تک پہنچ گئی۔ آخر اسے دوسروں کو گالی دینے کی کیا ضرورت تھی؟" گروشینکا نے یک لخت برہم ہو کر کہا۔

"**Pani Agrippina(52), pan widziat v polskim kraju chtopki, a nie szlachetne panie**" (میری محترم خاتون، اگرافنا، ان صاحب نے پولینڈ کی صرف دیہاتنیں دیکھی ہیں، ان کا اشراف کی خواتین سے کبھی واسطہ نہیں پڑا۔) پائپ والے شخص نے گروشینکا کی جانب متوجہ ہو کر کہا۔

"**Mozesz na to rachowac,**" (اس میں شک ہی کیا ہے)، کرسی پر بیٹھے شخص نے حقارت سے کہا۔

"لیجیے، پھر شروع ہو گئے! آخر تم اسے کیوں بات کرنے نہیں دیتے؟ جب کوئی شخص بات کر رہا ہو، اسے ٹوکنے کی کیا ضرورت ہے؟ ایسے لوگوں کی باتیں سن کر بہت لطف آتا ہے۔" گروشینکا نے جواباً تلملا کر کہا۔

"**Pani**، میں تمہیں ٹوک نہیں رہا۔" وگ والے شخص نے خاصی دیر تک گروشینکا کو بغور دیکھتے ہوئے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا اور پھر بامعنی وقفے کے بعد دوبارہ اپنا پائپ چوسنے لگا۔

"میرا خیال ہے ہمارا پولستانی دوست بالکل صحیح کہہ رہا ہے۔" کالگانوف ایک بار پھر جوشیلا ہونے لگا تھا جیسے زیر بحث موضوع واقعی بہت اہم ہو۔ "بہر حال یہ پولینڈ بھی گیا تو ہے نہیں، پھر یہ پولینڈ کے بارے میں گفتگو کیسے کر سکتا ہے؟ تمہاری شادی پولینڈ میں تو نہیں ہوئی تھی، ہونہہ؟ یا شاید ہوئی ہو گی؟"

"نہیں، محترم، میری شادی پولینڈ میں نہیں، روس کے صوبے سمولینسک میں ہوئی تھی۔ لیکن، جناب، اصل نکتہ یہ ہے کہ یہ فلاں اسے یعنی کچھ عرصہ بعد میری ہونے والی بیوی کو اس کی اشرافی

اماں، خالہ، چچیری اور ایک بالغ بیٹے سمیت سیدھا پولینڈ سے لایا تھا... وہ انہیں لے تو آیا لیکن سیدھا میرے دروازے پر چھوڑ گیا، خدا اس کا بھلا کرے، وہ بہت اچھا جوان تھا اور لطیفیوں میں شامل تھا۔ وہ اسے لایا تو اس ارادے سے تھا کہ وہ خود اس سے شادی کرے گا مگر انجام کار اسے اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کی سعادت حاصل نہ ہو سکی کیونکہ وہ اتفاق سے لنگ مارتی تھی۔"

"تو تم نے لنگڑی کو حبالہ عقد میں لے لیا؟" بے اختیار کالگانوف کے منہ سے نکلا۔

"بالکل جناب، میں نے اس سے نکاح کر لیا تھا۔ لیکن یہ بات کہ وہ لنگڑا کر چلتی تھی، ان دونوں نے مجھ سے چھپائے رکھی۔ میرا خیال تھا کہ وہ محض کدکڑے لگاتی پھرتی ہے... وہ ہمہ وقت اچھلتی کودتی رہتی تھی اور میں اس بھروسے میں رہا کہ وہ محض اپنی شگفتہ مزاجی کے باعث ایسا کرتی ہے۔"

"تمہارے ساتھ شادی کا سوچ کر اس کی خوشی سے باچھیں کھلی رہتی ہوں گی اور اسی باعث کدکڑے لگاتی رہتی ہوگی۔" کالگانوف نے بچوں جیسی کھنکھناتی آواز میں گلا پھاڑ کر کہا۔

"جی ہاں، اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ لیکن بعد میں اس کی بالکل مختلف وضاحت میرے سامنے آئی۔ شادی کے بعد، جب تمام رسوم ختم ہو چکی تھیں، اس نے اسی رات میرے سامنے اعتراف کر لیا تھا اور مجھے بتا دیا تھا کہ اسے اس بات کا ہمیشہ افسوس رہے گا کہ اس نے اپنی اوائل عمری میں خواہ مخواہ جوہڑ میں چھلانگ لگائی اور یوں اپنی ٹانگ تڑوالی تھی۔"

کالگانوف اور کچھ نہ کر سکا، بس ہنستے ہنستے دہرا ہو گیا اور بڑی مشکل سے صوفے سے گرتا گرتا بچا۔ گروشینکا بھی اپنی ہنسی پر قابو نہ پا سکی۔ رہا متیا، اس پر تو وجد طاری ہو گیا۔

"آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس مرتبہ یہ بالکل سچ کہہ رہا ہے، بالکل کوئی جھوٹی بات نہیں گھڑ رہا۔" کالگانوف نے جھٹ سر پر اٹھاتے اور متیا کی جانب رخ کرتے ہوئے کہا۔ "اور آپ لوگوں کی اطلاع کے لیے یہ بھی عرض ہے کہ یہ ایک نہیں، دو مرتبہ شادی کرا چکا ہے۔ جس کا یہ ذکر کر رہا ہے وہ اس کی پہلی بیوی تھی — اور کیا آپ لوگ یقین کریں گے کہ اس کی دوسری بیوی گھر سے بھاگ گئی تھی اور ابھی تک زندہ ہے۔ کیوں، کیسی رہی؟"

"واقعی؟ مجھے بالکل معلوم نہیں تھا۔" متیا نے اچانک ماکسی موف کی جانب متوجہ ہو کر کہا۔ اس کے چہرے پر جو تحیر تھا، وہ دیدنی تھا۔

"جی جناب، وہ واقعی بھاگ گئی تھی اور مجھے اس کی اس حرکت کے نتائج بھگتنا پڑے۔" ماکسی موف نے قدرے انکساری سے کہا۔ "ایک موسیو کے ساتھ، جناب۔ اور بدترین بات یہ ہوئی کہ اس نے (مجھ سے شادی کرنے کے بعد) سب سے پہلا کام یہ کیا کہ مجھ سے میری جاگیر، میرا

گاؤں اور میری باقی ساری املاک اپنے نام کرا لیں۔ 'تم پڑھے لکھے آدمی ہو' اس نے دلیل دیتے ہوئے کہا تھا، 'تمہیں روٹی کمانے میں کبھی دقت پیش نہیں آئے گی' اور یوں میں دھوکا کھا گیا۔ ایک واجب التعظیم بشپ نے ایک مرتبہ مجھ سے کہا تھا، 'تمہاری ایک بیوی کے پاؤں میں لنگ تھا جبکہ دوسری غیر معمولی طور پر آتش پا نکلی۔' ہی، ہی!"

"اس کی باتیں سنیں، ذرا اس کی باتیں سنیں!" کالگانوف نے کھد بداتے ہوئے کہا، "اگر یہ جھوٹے سچے قصے گھڑ رہا ہے — اور جھوٹے سچے قصے گھڑنا اس کا محبوب مشغلہ ہے — تو بھی یہ کام یہ دوسروں کو خوش کرنے کے لیے کرتا ہے — یقیناً اس میں کوئی خرابی نہیں، آپ مانتے ہیں نا؟ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ مجھ کو اس کی اس ادا پر بعض اوقات پیار آ جاتا ہے۔ اس میں بس ضرور بھرا ہوا ہے لیکن یہ کینہ پرور ہرگز نہیں، بشرطیکہ آپ میری بات سمجھ گئے ہوں۔ آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ مجھ سے متفق ہیں یا نہیں؟ بعض لوگ کسی خاص وجہ سے گھٹیا اور قابل نفرین طرز عمل اختیار کر لیتے ہیں کیونکہ انہیں اس میں کچھ فائدہ حاصل ہونے کی توقع ہوتی ہے لیکن یہ اس قسم کا طرز عمل اس لیے اختیار کرتا ہے کیونکہ اس کی فطرت ہی ایسی ہے، اس کے علاوہ یہ کوئی اور طرز عمل اختیار کر ہی نہیں سکتا... مثلاً اس کا دعویٰ ہے (اور کل تو یہ ساری رات اپنے اس دعوے کے حق میں دلائل کے انبار لگاتا رہا) کہ گوگول نے جب اپنا ناول 'مردہ روحیں' (53) لکھا تھا تو اسی کو سامنے رکھ کر لکھا تھا۔ اگر آپ لوگوں کو یاد ہو تو اس میں ایک کردار زمیندار ہے۔ اس کا نام ماکسی موف ہے جس کی نازدریوف دھنائی کرتا ہے۔ نازدریوف پر بعدازاں اس الزام میں مقدمہ چلایا جاتا ہے کیونکہ اس نے نشے کے عالم میں زمیندار ماکسی موف کی برچ کے ڈنڈے سے پٹائی کر کے اس کی ذاتی اہانت کی تھی — آپ حضرات کو یاد آیا؟ خیر، اس منظر کو پھر دھیان میں لائیں — اس کا دعویٰ ہے کہ گوگول کا ماکسی موف یہی تھا اور ڈنڈے سے پٹائی بھی اس کی ہوئی تھی۔ سوچیں، جو کچھ یہ کہہ رہا ہے کیا وہ قابل یقین ہے؟ اگر نزدیک ترین زمانہ بھی لیں تو چیچی کوف نے اپنا سفر بیس کی دہائی کے شروع میں کیا ہوگا، اس کے بعد ہرگز نہیں۔ یوں تاریخوں میں کوئی مطابقت بالکل نہیں بنتی۔ اگر یہ بات ہے، پھر اس کے جسم پر کوڑے برسائے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یوں اس کا دعویٰ غلط ٹھہرتا ہے۔"

یہ کہنا تو مشکل ہے کہ آخر کالگانوف اتنا جوشیلا کیوں ہو رہا تھا مگر اس کا جوش و خروش تھا بالکل اصلی۔ متیا پورے خلوص سے اس کا حمایتی بن گیا تھا۔

"اگر اس کی برچ کے ڈنڈے سے کسی نے پٹائی کر بھی دی تھی تو بھی کیا فرق پڑتا ہے؟" اس نے زوردار قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"جسے آپ ڈنڈے سے پٹائی کہتے ہیں، صحیح معنوں میں وہ پٹائی نہیں تھی۔" ماکسی موف نے غیر متوقع طور پر دخل اندازی کرتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟ دو ہی صورتیں ہیں: یا تو تمہاری پٹائی ہوئی تھی یا پھر نہیں ہوئی تھی۔"

"Ktora godzina, panie? (جناب، کیا وقت ہوا؟) پائپ پینے والے شخص نے جماہی لیتے ہوئے کرسی پر بیٹھے ہوئے طویل القامت شخص سے پوچھا۔ موخرالذکر نے محض کندھے اچکا دیے: دونوں میں سے کسی کے پاس بھی گھڑی نہیں تھی۔

"تم دونوں گپ شپ میں کیوں شریک نہیں ہوتے؟ اگر تم گفتگو نہیں کر سکتے تو کم از کم دوسروں کو تو کرنے دو۔ اگر تم بور ہو رہے ہو تو اس کا مطلب یہ تھوڑے ہی ہے کہ دوسرے بھی مونہوں میں گھنگنیاں ڈال کر بیٹھے رہیں۔" گروشینکا نے ایک بار پھر طیش میں آ کر جوابی حملہ کیا، صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ جان بوجھ کر انہیں مشتعل کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

معلوم ہو رہا تھا کہ متیا پر پہلی بار کوئی چیز منکشف ہوئی ہے۔ اس مرتبہ پولستانی نے واضح طور پر جھلا کر جواب دیا:

"Pani, ja nic nie mówie, przeciw, nic nie powiedziatem" (مادام، میں نے تو کوئی اعتراض نہیں کیا، میں نے تو کچھ نہیں کہا۔)

"پھر بہت اچھا، اور تم اپنی کہانی جاری رکھو۔" گروشینکا نے ماکسی موف کو اکساتے ہوئے کہا۔ "تم کیوں چپ ہو گئے ہو؟"

"مادام، کہنے کو کوئی خاص بات ہے ہی نہیں، یہ سب اچھی خاصی بکواس ہے۔" ماکسی موف نے دوبارہ منہ کھولتے ہوئے کہا۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ بہت خوش ہے اور قدرے ڈراما کر رہا ہے۔ "گوگول کا طرزِ اسلوب ویسے بھی تمثیلی (54) ہے کیونکہ اس نے جتنے بھی نام پیش کیے ہیں، وہ سب تمثیلی ہیں۔ نوزدریوف نوزدریوف نہیں بلکہ ماسوف تھا۔ جہاں تک کووشنیکوف کا تعلق ہے — یہ بالکل غلط ہے کیونکہ اس کی اس کے اصل نام سے کوئی مشابہت نہیں جو حقیقتاً شکوریوف تھا۔ لیکن فینارڈی (55) واقعی فینارڈی ہی تھا، بات صرف اتنی ہے کہ وہ اطالوی نہیں، روسی تھا۔ مادام، اس کا اصل نام پیتروف تھا۔ رہ گئی میمزیل (56) فینارڈی، وہ فی الحقیقت ننھی منی خوش شکل دوشیزہ تھی، خاصی تنگ پتلون پہنتی تھی۔ ویسے اس کی ٹانگیں متناسب اور خوب صورت تھیں اور ان ٹانگوں کو وہ لانبی جرابوں سے ڈھانپے رکھتی تھی۔ اس کی سکرٹ بہت چھوٹی ہوتی تھی اور اس پر چمکدار ستارے ٹنکے ہوتے تھے۔ وہ ادھر ادھر خوب کودکڑے مارتی تھی لیکن صرف چار مت نہ کہ چار گھنٹے... لیکن وہ سب کو اپنا فریفتہ بنا لیتی تھی..."

"لیکن تمہاری برچ کے ڈنڈے سے پٹائی کیوں ہوئی تھی؟ انہوں نے برچ کے ڈنڈے سے تمہاری ذھنائی کیوں کی تھی؟" کالگانوف زچ ہو کر چلایا۔

"پیاں (57) کی وجہ سے۔" ماکسی موف نے جواب دیا۔

"پیاں کون ہے؟" متیا نے چلاتے ہوئے پوچھا۔

"جناب، مشہور فرانسیسی مصنف پیاں کی وجہ سے۔ ہم سب اس میلے کے دوران میں، جس کے متعلق میں آپ کو بتا چکا ہوں، اس وقت مے خانے میں اشراف کے ساتھ انگوری شراب پی رہے تھے۔ مجھے باقاعدہ دعوت نامہ ملا تھا اور میں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ میں نے پُرمغز مقولوں (58) کی گردان شروع کر دی: 'بوائیلو (59)، یہ تم ہو؟ کیا مضحکہ خیز پوشاک ہے!' اور بوائیلو جواب دیتا ہے کہ وہ چہروں پر نقاب پہن کر آنے والوں کے بال میں یعنی حمام میں جا رہا ہے۔ کچھ، کچھ، کچھ ان کا خیال تھا کہ میرا اشارہ ان کی جانب تھا، یوں انہوں نے اسے اپنی ذات پر حملہ سمجھا۔ اس پر میں نے ایک اور سنا دیا، سب پڑھے لکھے لوگ اس سے واقف ہیں اور جناب، یہ واقعی بہت کاٹ دار ہے:

تم سافو ہو، میں فاؤن، مان لیا
لیکن مجھے تو یہ پریشانی لاحق ہے
کہ تمہیں معلوم نہیں کون سا راستہ سمندر کی طرف جاتا ہے۔(60)

اس پر وہ اور بھی ناراض ہو گئے اور نہایت بے ہودہ انداز سے دُشنام طرازی کرنے لگے۔ بدقسمتی یہ ہوئی کہ صورتِ حال کو سنبھالنے کی غرض سے میں نے عین اسی لمحے پیاں کے بارے میں ایک اور نہایت عالمانہ واقعہ سنانا شروع کر دیا کہ اسے فرانسیسی اکادمی کا رکن بننے سے کس طرح روکا گیا اور اس نے اپنا انتقام لینے کے لیے کس طرح اپنی قبر کا کتبہ خود ہی لکھ دیا:

Ci-git Piron gui ne fut rien
Pas même academicien. (61)

اور یوں وہ برچ کے مٹھے سے میری پٹائی کرنے لگے۔"

"لیکن کیوں؟ آخر کیوں؟"

"میری علمیت کی وجہ سے۔ ایسی وجوہ کا کوئی شمار نہیں جن کے طفیل آدمی کی برج کے مٹھے سے چلائی ہو سکتی ہے۔" ماکسی موف نے جھجھکے اور سکول ماسٹروں والے لہجے سے اپنی بات ختم کرتے ہوئے کہا۔

"اوئی، کافی ہو گیا۔ میرا خیال ہے یہ سب باتیں بالکل بور کرنے والی ہیں، میں مزید کچھ نہیں سننا چاہتی حالانکہ میرا خیال تھا کہ بہت مزہ آئے گا۔" گروشینکا نے اچانک مداخلت کرتے ہوئے کہا۔ متیا بدحواس نظر آنے لگا اور اس نے جھٹ پٹ ہنسنا بند کر دیا۔ طویل القامت پولستانی کھڑا ہو گیا اور پشت پر ہاتھ باندھے ایک ایسے آدمی کے انداز سے کمرے کے چکر لگانے لگا، جو بور ہو رہا ہو اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر سمجھتا ہو اور جسے احساس ہو کہ وہ غلط لوگوں میں پھنس گیا ہے۔

"آہا، اسے دیکھو ذرا، کیسے کمرے میں گردش کر رہا ہے!" گروشینکا نے اس پر پُر حقارت نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

متیا بے چینی سے پہلو بدلنے لگا۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ اسے دو نشستی صوفے پر بیٹھا آدمی اپنی طرف جھنجلائی نظروں سے دیکھتا نظر آ گیا تھا۔

"Panie!" متیا نے گلا پھاڑتے ہوئے کہا، "مائی ڈیئر سر، آئیں، کچھ پینے پلانے کا شغل ہو جائے! آپ بھی، جناب!" اس نے دوسرے پولستانی کی طرف بھی اشارہ کرتے ہوئے کہا، "آپ دونوں حضرات!" اور اس نے چٹکی بجاتے تین گلاس اٹھائے اور ان میں شیمپین انڈیل دی۔

"Panowie، پولینڈ کے نام پر، میں آپ کے پولینڈ کے نام پر جام تجویز کرتا ہوں! یہ رہا پولینڈ کے نام کا جام!"

"Bardzo mi to mito, panie, wypijew" (بڑی خوشی سے، جناب۔ یہ رہا پولینڈ کے نام کا جام)، دو نشستی صوفے والے شخص نے پُر شفقت گمبیرتا سے کہا اور اپنا گلاس اٹھا لیا۔

"اور دوسرے Pan بھی، ان کا اسم شریف کیا ہے؟ یور ہائی نس، ایکسی لینسی، اپنا گلاس اٹھا لیں۔"

"Pan Wrublewski" (مسٹر ورو بلیوسکی)۔ صوفے پر بیٹھے شخص نے جواب دیا۔

"حضرات، پولینڈ کے نام پر، ہُرا!" متیا نے اپنا گلاس اٹھاتے ہوئے باآواز بلند کہا۔

ان تینوں نے اپنے اپنے گلاس غڑاپ سے پی لیے۔ متیا نے آناً فاناً بوتل پکڑی اور گلاس دوبارہ بھر دیے۔

"حضرات، اب روس کے نام پر، دوستی کے نام پر۔"

"ایک مجھے بھی انڈیل دو۔ میں بھی روس کے نام پر پینا چاہتی ہوں۔"

"میں بھی!" کالگانوف نے کہا۔

"مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں ہو گا... بوڑھی دادی اماں (62) روس کے نام پر، بہت پیاری بڑی بی ہے!" ماکسی موف نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"تو سب پینے لگے ہیں، خوب!" متیا پکارا۔ "ہوٹل والے، کچھ اور بوتلیں!" باقی تینوں بوتلیں بھی، جو متیا اپنے ساتھ لایا تھا، پیش کر دی گئیں۔ متیا نے گلاس بھر دیے۔

"روس کے نام پر، ہُرا!" اس نے دوبارہ جام صحت تجویز کرتے ہوئے کہا۔ پولستانی کے سوا باقی سب نے اپنے اپنے جام چڑھا لیے اور گروشینکا نے تو ایک ہی سانس میں اپنا گلاس خالی کر دیا۔ پولستانیوں نے اپنے گلاسوں کو ہاتھ تک نہ لگایا۔

"panowie، کیا بات ہے؟" متیا پکارا۔ "آپ لوگ پی کیوں نہیں رہے؟"

ورو بلیوسکی نے اپنا گلاس پکڑا، اوپر اٹھایا اور گرج دار آواز میں بولا:

"اس روس کے نام جو 1772 (63) سے پہلے کی سرحدوں میں تھا!"

"Oto bardzo pieknie!" (یہ ہوئی نا بات!) دوسرے پولستانی نے چلاتے ہوئے کہا اور پھر ان دونوں نے بھی ایک ہی سانس میں اپنے اپنے گلاس چڑھا لیے۔

"panowie، آپ دونوں نرے کاٹھ کے اُلو ہیں!" پیشتر اس کے کہ متیا اپنی زبان کو لگام دے سکتا، بے اختیار اس کے منہ سے نکل گیا۔

"Pan-ie!، کیا کہا؟" دونوں پولستانیوں نے دھمکی آمیز انداز سے کہا۔ وہ متیا کے سامنے اکڑباز اور لڑاکے مرغوں کی طرح کھڑے تھے۔

ورو بلیوسکی خاص طور پر غصے سے لال بھبھوکا ہو رہا تھا۔

"Ale nie mozna nie miec slabosci do swojego kraju" (آدمی اپنے وطن سے محبت کیوں نہ کرے،) اس نے چیخم چھاڑ مچاتے ہوئے کہا۔

"بکواس بند کرو!" گروشینکا نے بڑے بارعب اور تحکمانہ انداز سے کہا اور زور سے اپنا پاؤں فرش پر پٹخ دیا۔ "یہاں کوئی جھگڑا نہیں ہو گا! میں کوئی جھگڑا نہیں ہونے دوں گی!" اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور اس کی آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔ شراب نے اس پر اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا تھا۔ متیا فی الواقعی پریشان ہو گیا۔

"Panowie، مجھے بے حد افسوس ہے! سارا قصور میرا ہے، میں یہ حرکت دوبارہ کبھی نہیں کروں گا۔ مسٹر ورو بلیوسکی، جو کچھ ہوا، دوبارہ بالکل نہیں ہو گا۔"

"میں چاہتی ہوں تم اپنی زبان کو لگام دیے رکھو!" گروشینکا نے جھنجلاتے ہوئے اسے ڈانٹ

پلائی۔ ''تم بڑے ہی احمق ہو، بیٹھ جاؤ اور چپ رہو!''

سب کی زبانوں پر تالے لگ گئے، وہ بیٹھ گئے اور ایک دوسرے کی جانب دیکھنے لگے۔

''حضرات، یہ سراسر میرا قصور ہے:'' میتیا ایک بار پھر شروع ہو گیا۔ گروشینکا کے لہجے میں جو کاٹ تھی، وہ اسے کچھ ہی نہیں سکا تھا۔ ''آپ حضرات یہاں بیٹھے بیٹھے بور نہیں ہوئے؟... ہمیں کچھ تو کرنا چاہیے... تاکہ یہ بوریت دور ہو اور کچھ مزہ آئے۔''

''تم نے بالکل صحیح کہا ہے، واقعی یہ بوریت کاٹ کھانے کو دوڑتی ہے:'' کالگانوف نے ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا۔

''کیوں نہ تاش کھیلی جائے، پہلے کی طرح:'' ماکسی موف نے ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

''تاش؟ واہ کیا سوجھی ہے!'' میتیا نے تائید کرتے ہوئے کہا، بشرطیکہ panowie....''

''pozno, panie!'' (جناب، میرا خیال ہے رات بہت ہو چکی ہے۔) صوفے والے شخص نے بادلِ ناخواستہ جواب دیا۔

''آپ ٹھیک کہتے ہیں:'' وروبلیوسکی نے تائید کرتے ہوئے کہا۔

''pozno؟ یہ pozno کیا ہوتا ہے؟'' گروشینکا نے پوچھا۔

''اس کا مطلب ہے، دیر ہو چکی ہے کیونکہ رات خاصی گزر چکی ہے:'' صوفے والے شخص نے وضاحت کی۔

''ان کے لیے ہمیشہ دیر ہوتی رہتی ہے، انہیں ہمیشہ کچھ نہ کچھ ناممکن نظر آتا رہتا ہے:'' گروشینکا نے جھنجلاہٹ سے چلاتے ہوئے کہا۔ ''یہ خود تو بور ہو ہی چکے ہیں لیکن دوسروں کو بھی بور ہوتے دیکھنا چاہتے ہیں۔ میتیا، تمہارے آنے سے پہلے ان دونوں میں سے کوئی بھی ایک لفظ تک کہنے کو تیار نہیں تھا، بس میرے سامنے یوں بننے کی کوشش کر رہے تھے جیسے یہ بہت بڑی شے ہوں...''

''میری دیوی:'' صوفے والے شخص نے چلاتے ہوئے کہا۔ ''Co mowisz to sie stanie (آپ جو چاہیں گی، وہی ہو گا)... Widze, nietaske, i jestem smutny (مجھے دکھائی دے رہا ہے کہ آپ کے مزاج برہم ہو رہے ہیں، اسی لیے میں غمگین ہوں۔)

''Jestem gotow, panie (محترم، میں تیار ہوں)، اس نے میتیا کی جانب متوجہ ہو کر کہا۔

''pan، شروع آپ کریں:'' میتیا نے جیب سے روبلوں کے نوٹ نکالتے ہوئے کہا۔ ''pan میں چاہتا ہوں۔ آپ مجھ سے ڈھیر ساری رقم جیتیں۔ تاش اٹھائیں اور پتے بانٹیں۔''

''میرا خیال ہے ہوٹل والے کی تاش منگوا لینا چاہیے:'' کوتاہ قامت شخص نے محکم اور سنجیدہ لہجے

سے کہا۔ ''To najlepszy sposob'' (میرے خیال میں یہ مناسب تجویز ہے)، وروبلیوسکی نے پسندیدگی سے کہا۔

''ہوٹل والے کی؟ بہت اچھا، میں سمجھ گیا، آپ کہتے ہیں تو ہوٹل والے ہی کی چلے گی! panowie، آپ کی تجویز معقول ہے! تاش!'' میتیا نے ہوٹل والے کو حکم دیا۔

ہوٹل والا تاش کی بند ڈبیا لے آیا اور اس نے میتیا کو مطلع کیا کہ بھی لڑکیاں پہنچ گئی ہیں، یہودی اپنے مجیروں کے ساتھ عنقریب آ جائیں گے لیکن جو سہ اسپی گاڑی خورونوش کی اشیا اور شرابیں لا رہی ہے، اس کی آمد کے ابھی تک کوئی آثار نظر نہیں آئے۔ میتیا نے جست لگائی اور ہدایات دینے اگلے کمرے میں چلا گیا۔ مگر ابھی تک صرف تین لڑکیاں آئی تھیں اور ان میں ماریا شامل نہیں تھی۔ اس کے علاوہ اسے خود معلوم نہیں تھا کہ اسے کیا ہدایات جاری کرنا چاہئیں یا وہ بھاگم بھاگ باہر کیوں آیا ہے۔ وہ محض حکم دینے لگا تھا کہ لڑکیوں کو بسکٹ اور ٹافیاں دے دی جائیں۔ ''اور ہاں، آندری کو کچھ ووڈکا، کچھ ووڈکا دے دو!'' اس نے جلد جلدی سے ایک اور حکم دے دیا۔ ''میں نے اسے خواہ مخواہ ناراض کر دیا تھا!'' اچانک ماکسی موف نے، جو اس کے پیچھے پیچھے آ گیا تھا، اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

''مجھے پانچ روبل چاہئیں:'' اس نے میتیا کے کان میں کہا: ''میں بھی چھوٹی سوئی شرط لگانا چاہتا ہوں، ہی، ہی!''

''بہت اچھا، بہت خوب! پانچ کیوں، دس لو!'' اس نے دوبارہ نوٹوں کی گڈی جیب سے نکالی اور دس روبل کا نوٹ ڈھونڈ لیا۔ ''ارے ہاں، اگر ہار جاؤ، پھر بے شک اور مانگ لینا...''

''بھلا، یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے، جناب، ضرور مانگوں گا:'' ماکسی موف نے جوش و خروش سے ہانپتے ہوئے کہا اور جلدی سے واپس چلا گیا۔ میتیا بھی بلاتاخیر لوٹ آیا اور معذرت کرنے لگا کہ اس نے سب لوگوں سے خواہ مخواہ انتظار کرایا۔ دونوں پولستانی پہلے ہی اپنی اپنی نشستیں سنبھال چکے تھے اور تاش کی گڈی کھول جا چکی تھی۔ ان کے چہروں پر پہلے کی نسبت کہیں زیادہ بشاشت بلکہ ایک حد تک ملنساری بھی جھلک رہی تھی۔ صوفے والے شخص نے نئے سرے سے پائپ سلگا لیا اور پتے بانٹنے کے لیے تیار ہو گیا۔ اب اس کے چہرے پر گھمبیرتا چھا چکی تھی۔

''Na, miejsca panowie!'' (حضرات، اپنی اپنی نشستوں پر تشریف رکھیں)، وروبلیوسکی نے کہا۔

''میں مزید کھیلنا نہیں چاہتا:'' کالگانوف نے جواب دیا۔ ''میں پہلے ہی ان سے پچاس روبل

ہار چکا ہوں۔"

"Pan byt nieszczesliwy (یہ صاحب ذرا بدقسمت رہے)۔ اس مرتبہ شاید ان کی قسمت یاوری کر جائے:" صوفے والے شخص نے حاشیہ آرائی کی۔

"منگ بچا کیا ہے؟ شرط کتنی ہے؟" متیا کی بے تابی بڑھتی جا رہی تھی۔

"pan، اس کا انحصار سراسر آپ پر ہے، سو لگائیں چاہے دو سو۔"

"چاہے دس لاکھ!" متیا کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"شاید pan کیپٹن نے pan پودوائیسوکی (64) کے متعلق سنا ہو؟"

"پودوائیسوکی؟ پودوائیسوکی کون؟"

"وارسا میں ایک جوئے کا اڈا ہے، یہاں جس کا جتنا جی چاہے، اتنے کا داؤ لگا سکتا ہے۔ ایک روز وہاں ایک شخص آیا۔ اس کا نام پودوائیسوکی تھا۔ اسے وہاں ایک ہزار زلوتی (65) نظر آئے۔ اس نے اس رقم کا داؤ لگانے کی پیشکش کر دی۔ 'پان پودوائیسوکی، آپ نقد رقم لگائیں گے یا محض قول دیں گے:' جوئے کی رقوم کے منتظم نے اس سے پوچھا۔ 'pan، میں اپنی عزت داؤ پر لگا رہا ہوں:' pan پودوائیسوکی نے جواب دیا۔ 'pan، یہ تو بڑی اچھی بات ہے:' منتظم نے جواب دیا اور پتے بانٹنے لگا۔ پودوائیسوکی جیت گیا اور اس نے ایک ہزار زلوتی اٹھانا چاہے۔ منتظم نے اس کا ہاتھ روک دیا اور بولا 'وہ نہیں، یہ لیں:' اس نے ایک دراز کھولی، دس لاکھ زلوتی نکالے اور پودوائیسوکی کو تھما دیے۔ 'pan، آپ نے اپنی عزت کی قسم کھا کر داؤ لگایا تھا، ہم نے اپنی عزت کی قسم کھا کر آپ کا داؤ قبول کیا تھا۔' پودوائیسوکی دس لاکھ (66) لے کر چلتا بنا۔"

"یہ صحیح نہیں ہے:" کالگانوف نے کہا۔

"Panie Kalganov, w szlachetnej kompanii tak movic nie przystoi."

(محترم کالگانوف، شائستہ محفلوں میں دوسروں کی باتوں کی تردید نہیں کی جاتی)۔

"میں کسی پولستانی قمار باز کو دس لاکھ دیتے دیکھنا چاہتا ہوں!" متیا کے منہ سے نکلا لیکن اس نے فوراً ہی پینترا بدل دیا۔ "panie، میں نے جو کچھ کہا ہے، اس پر مجھے افسوس ہے، میرا قطعی یہ مطلب نہیں تھا۔ میرا خیال ہے وہ دس لاکھ ادا کر دے گا، بالکل کر دے گا، اور کچھ نہیں تو اپنی عزت کی خاطر ادا کر دے گا، اپنی polsky (پولستانی) عزت کی خاطر ادا کر دے گا:" اس نے ان کے پولستانی لہجے کی نقالی کرتے ہوئے کہا۔ "آپ کو میری پولستانی کیسی لگی؟ ہا، ہا! یہ رہے میرے دس روبل، غلام پر۔"

"اور میں اپنا یہ روبل ملکہ پر لگاتا ہوں، خوب صورت ننھی منی پان کی ملکہ پر، اپنے دل کی رانی

پر، اپنے دل کی رانی پر، ہگی، ہگی:" ماکسی موف نے جھریوں میں چھپتے ہوئے اپنی ملکہ نیچے رکھ دی اور جلدی سے میز کے قریب ہو گیا اور اپنے سینے پر صلیب کا نشان بنانے لگا جیسے وہ اپنا پتا دوسرے لوگوں کی نگاہوں سے چھپانا چاہتا ہو۔

متیا جیت گیا اور ماکسی موف بھی۔

"وہی دوبارہ!" متیا نے چلاتے ہوئے کہا۔

"میں ایک اور چھوٹا سا روبل لگاتا ہوں، ایک چھوٹا سا نوٹا چھوٹا روبل روبل:" ماکسی موف مسرت سے سرشار ہو کر بڑبڑایا۔ اب جبکہ اس کا پہلا روبل جیت چکا تھا اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں رہا تھا۔

"ہار گیا!" متیا کے منہ سے چیخ نکلی۔ "ساتے پر دگنا!"

وہ پھر ہار گیا

"بس کرو!" کالگانوف نے اچانک کہا۔

"دوبارہ دگنا، دگنا۔" متیا اپنا داؤ دگنا کرتا رہا اور ہر بار ہارتا رہا۔ لیکن چھوٹا روبل جیتتا رہا۔

"پھر دگنا!" متیا جھلا کر چیخا۔

"Dwiescie przegrates, panie. Jeszce stawisz dwiescie?" (جناب، آپ پہلے ہی دو سو ہار چکے ہیں۔ کیا آپ مزید دو سو لگانا چاہتے ہیں؟) دو نشستی صوفے والے شخص نے پوچھا۔

"کیا، میں دو سو ہار چکا ہوں؟ کیا فرق پڑتا ہے، یہ رہے مزید دو سو، پورے دو سو دگنے پر!" اور وہ اپنی جیب سے نوٹ نکالتے ہوئے ملکہ پر رکھنا چاہتا تھا کہ کالگانوف نے اچانک اس پر ہاتھ رکھ دیا۔

"چھوڑیں، جانے دیں، کافی ہو گیا ہے!" اس نے کھنکناتی ہوئی آواز میں کہا۔

"یہ تم نے پتے پر ہاتھ کیوں رکھ دیا؟" متیا نے اسے شعلہ بار نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کافی ہو چکا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ مزید کھیلیں۔"

"کیوں؟"

"محض اس لیے۔ اپنا مزید نقصان نہ کریں اور ہاتھ اٹھا لیں۔ میں یہی آپ سے عرض کر رہا ہوں۔ میں آپ کو مزید کھیلنے نہیں دوں گا!"

متیا ہکا بکا ہو کر اسے دیکھنے لگا۔

"متیا بس کرو۔ یہ غالباً ٹھیک کہتا ہے۔ تم موجودہ صورت میں بھی پہلے ہی کافی ہار چکے ہو:"

گروشینکا نے اپنے لہجے کو عجیب بناتے ہوئے کہا۔

دونوں پولستانی اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ ان کی شکلوں سے خشونت ٹپک رہی تھی۔

"Zartuyesz, panie?" (جناب، آپ مذاق کر رہے ہیں؟) کوتاہ قامت شخص نے کالگانوف کو گھور گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"Jak sie, odwazasz to robic, panie!" (تمہیں یہ جرات کیسے ہوئی؟) مسٹر وزوبلیوسکی نے بھی پوری قوت سے گلا پھاڑتے ہوئے کالگانوف سے کہا۔

"بند کرو، یہ چیخ چہاڑ بند کرو!" گروشینکا نے چلاتے ہوئے کہا۔ "ان کی شکلیں تو دیکھیں، اکڑفوں، کہیں کے!"

میتیا ان سب کو باری باری دیکھتا رہا، پھر اسے یک لخت گروشینکا کے چہرے پر کوئی ایسا تاثر نظر آیا کہ وہ دھک سے رہ گیا اور عین اسی لمحے بجلی کے کوندے کی طرح ایک بالکل ہی نیا خیال اس کے ذہن میں در آیا۔

"Pani Agrippina!" (محترمہ اگرفینا) کوتاہ قامت شخص، جو غصے سے لال پیلا ہو رہا تھا، کچھ مزید کہنا چاہتا تھا کہ اچانک میتیا اس کی جانب بڑھا اور اس نے اس کے کندھے پر چپت جما دی۔

"Jasnie wielmozny." (بادشاہو، زور آورو)، "ادھر تشریف لے چلیں، آپ سے ایک دو باتیں ہو جائیں۔"

"Czego chcesz, panie?" (آپ کیا چاہتے ہیں؟)

"آئیں اور اُدھر دوسرے کمرے میں چلے چلیں، میں آپ کے ساتھ ایک دو باتیں کرنا چاہتا ہوں، یہ آپ ہی کے بھلے کی ہیں، آپ مایوس نہیں ہوں گے۔"

کوتاہ قامت شخص ٹھٹکا گیا اور وہ اندیشہ مند نگاہوں سے میتیا کو دیکھنے لگا۔ تاہم وہ اس واحد شرط پر فوراً مان گیا کہ وزوبلیوسکی ان کے ساتھ چلے گا۔

"وہ تمہارا باڈی گارڈ ہے، ہونہہ؟" میتیا نے باآواز بلند کہا۔ "اچھا، چلیں، اگر وہ آنا چاہتا ہے تو بے شک اسے بھی اپنے ساتھ لے چلیں، ہمیں اس کی بھی ضرورت ہے اور حقیقت ہم اس کے بغیر کچھ کر ہی نہیں سکتے! حضرات، آئیں چلیں۔"

"میتیا، کہاں جا رہے ہو؟" گروشینکا نے بے چین ہو کر پوچھا۔

"ہم بس ایک منٹ میں واپس آ جائیں گے۔" میتیا نے جواب دیا۔ اس کے چہرے مہرے اور طور طریقوں سے دلیری ٹپک رہی تھی اور ایک گھنٹا پہلے جب وہ اس کمرے میں داخل ہوا تھا تب

اس کے چہرے مہرے سے جس چیز کا اظہار ہو رہا تھا، اس سے یہ بالکل مختلف چیز تھی۔ وہ پولستانیوں کو دائیں جانب کے کمرے میں لے گیا، اس بڑے کمرے میں نہیں جہاں جپسی لڑکیوں کا طائفہ جمع ہو رہا تھا اور جہاں میز پر کھانے پینے کی اشیا رکھی جا رہی تھیں بلکہ ایک خواب گاہ میں، جہاں ٹرنک، سفری سوٹ کیس اور دو بڑے پلنگ رکھے ہوئے تھے جن پر چھینٹ کے غلافوں میں لپٹے تکیوں کا انبار پڑا تھا۔ کوتاہ قامت شخص اور میتیا اس میز کے اردگرد ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھ گئے جبکہ لمبا تڑنگا وزوبلیوسکی پشت پر ہاتھ دھرے ایک جانب کھڑا ہو گیا۔ دونوں پولستانیوں کے چہرے پر درشتی جھلک رہی تھی لیکن صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ تجسس سے دبلے ہوئے جا رہے ہیں۔

"Czm moge, stuzyc, panie?" (جناب، میرے لائق کیا حکم ہے؟) کوتاہ قامت شخص نے کہا۔

"panie، خدمت یہ ہے، میں تفصیل میں نہیں جاؤں گا، آپ یہ روپیہ لے لیں:" اس نے جیب سے نوٹ نکالتے ہوئے کہا۔ "اگر آپ چاہیں تو تین ہزار لے لیں مگر یہاں سے تشریف لے جائیں۔"

پولستانی، اسے استفہامیہ انداز سے دیکھنے لگا، اس کی نگاہیں میتیا کو چھیدے جا رہی تھیں۔

"Trzy tysiace panie?" (تین ہزار، جناب؟) اُس نے وزوبلیوسکی سے نظروں کا تبادلہ کرتے ہوئے کہا۔

"Trzy, panowie, trzy!" تین ہزار، حضرات، تین ہزار!) pan، میں جان گیا ہوں آپ سمجھدار آدمی ہیں۔ تین ہزار لیں اور یہاں سے تشریف لے جائیں۔ کہیں بھی، خواہ جہنم میں! اور وزوبلیوسکی کو اپنے ساتھ لے جائیں ـــــ سنا آپ نے؟ لیکن، فوراً، اسی وقت، سمجھے، pan؟ وہ رہا دروازہ۔ آپ کا یہاں ہے ہی کیا ـــــ کوٹ، فرکوٹ؟ میں لے آتا ہوں، آپ کو تکلیف اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ وہ اسی وقت آپ کے لیے سہ اسپی گاڑی میں گھوڑے جوت دیں گے اور... do widzenia, panie (خدا حافظ!) خیر، آپ لوگ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟"

میتیا پُراعتماد انداز سے جواب کا انتظار کرنے لگا۔ اسے اپنے آپ پر پورا بھروسا تھا۔ پولستانی کے چہرے پر عزم نظر آیا۔

"A ruble, panie?" (جناب، رقم کے متعلق کیا خیال ہے؟)

"رقم، pan؟" میتیا نے دریافت کیا۔ "ہم یوں کرتے ہیں کہ کوچوان کے کرائے اور پہلی قسط کے لیے پانچ سو روبل تو ابھی دے دیتا ہوں اور باقی اڑھائی ہزار کل صبح قصبے میں پہنچتے ہی ادا کر دوں گا۔ یہ میرا وعدہ رہا، یہ آپ کو لازماً مل جائیں گے خواہ مجھے کہیں نقب ہی کیوں نہ لگانا پڑے!"

پولستانیوں نے آپس میں نگاہوں کا تبادلہ کیا۔ کوتاہ قامت شخص کے چہرے پر خشونت برسنے لگی۔

"چلیں، فی الحال پانچ سو نہیں، ساڑھے سات سو لے لیں اور وہ بھی نقد!" میتیا نے بدمزگی بھانپتے ہوئے اپنی پیشکش میں اضافہ کر دیا۔ "pan، کیا بات ہے؟ آپ کو مجھ پر اعتبار نہیں؟ آپ مجھ سے یہ توقع نہیں کر سکتے کہ میں آپ کو تین ہزار کی رقم ابھی یک مشت ادا کر دوں گا! اگر میں اتنی رقم حاضر کر بھی دوں، اس بات کی کیا ضمانت ہوگی کہ آپ اگلے ہی روز پھر اس (گروشینکا) کے پاس نہیں آ دھمکیں گے؟... ویسے بھی اس وقت میرے پاس تین ہزار ہیں بھی نہیں، یہ قصبے میں میرے مکان میں پڑے ہیں۔" میتیا کا دل ڈوبتا جا رہا تھا مگر وہ احمقانہ انداز سے بولتا چلا گیا، ہر لفظ کے ساتھ اس کی امیدیں بتدریج کم ہوتی جا رہی تھیں۔ "میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ وہاں چھپا کر رکھے ہوئے ہیں..."
پلک جھپکنے میں کوتاہ قامت شخص کے چہرے پر غیر معمولی وقار اور وجاہت کے آثار نمودار ہو گئے۔

"Czy nie potrzebujesz jeszcze czego?" (تمہیں اور کوئی درخواست تو نہیں کرنا؟) اس نے طنزیہ انداز سے دریافت کیا۔ "Pfui! Ah, pfui!" (تمہیں اپنے آپ پر شرم آنا چاہیے۔) اور اس نے نفرت سے فرش پر تھوک دیا۔ وروبلیوسکی نے بھی اس کی پیروی کرتے ہوئے تھوک دیا۔

"pan، کہیں یہ بات تو نہیں کہ آپ میری پیشکش پر مطمئن نہیں،" میتیا نے کہا۔ مایوسی کے عالم میں اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ سب کچھ ختم ہو چکا ہے۔ "یا آپ کو توقع ہے کہ آپ کو گروشینکا سے زیادہ مل جائے گا؟ سچ پوچھو تو میں کہوں گا کہ تم دونوں نرے بڑے لفنگے ہو، اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں!"

"Jestem do zywego dotkniety!" (تم نے میری سنگین توہین کی ہے!) کوتاہ قامت شخص کا چہرہ اچانک چقندر کی طرح سرخ ہو گیا اور صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ مزید ایک لفظ بھی سننے کو تیار نہیں، چنانچہ وہ شدید برہمی کے عالم میں اکڑتا باہر چلا گیا۔ مسٹر وروبلیوسکی بھی دائیں بائیں جھولتا اس کے پیچھے پیچھے چلا گیا۔ میتیا کا منہ لٹک گیا اور وہ بالکل بوکھلا گیا، تاہم وہ بھی باہر نکل آیا۔ میتیا کو اندیشہ تھا کہیں گروشینکا بھڑک نہ اٹھے۔ اسے یہ بھی خدشہ تھا کہ پولستانی ہنگامہ کھڑا کر دے گا اور چھت سر پر اٹھا لے گا۔ اور حقیقتاً ہوا بھی یہی۔ وہ کمرے میں آیا اور تحکمانہ انداز سے گروشینکا کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

"Pani Agrippina" (محترمہ اگرفینا)، "Jestem do zywego dotkniety!" (میری زبردست توہین ہوئی ہے۔) اس نے غصے سے بپھرتے ہوئے کہا۔
لیکن معلوم ہوتا تھا کہ گروشینکا کا صبر و تحمل اچانک جواب دے گیا ہے جیسے کسی نے اس کی پھوڑی پر پاؤں رکھ دیا ہو۔
"روسی، روسی میں بات کرو!" اس نے اس پر دہاڑتے ہوئے کہا، "میں پولستانی کا ایک لفظ بھی سننا نہیں چاہتی! اب تو تمہاری روسی اچھی بھلی تھی، یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ تم پانچ سالوں میں اسے بھول چکے ہو گے؟" وہ غیظ و غضب سے لال بھبھوکا ہوئی جا رہی تھی۔
"Pani Agrippina..." (محترمہ اگرفینا...)
"میں اگرفینا ہوں، گروشینکا ہوں، روسی بولو ورنہ میں تمہاری کوئی بات نہیں سنوں گی!"
پولستانی، جس کی انا کو سخت ٹھیس پہنچی تھی، غصے سے ہانپ رہا تھا اور ٹوٹی پھوٹی روسی میں تیز تیز اور کچھ اس قسم کے بناوٹی انداز سے کہنے لگا جیسے وہ کوئی بہت ہی اہم ہستی ہو:
"مس اگرفینا، میں یہاں ماضی کو بھلا دینے اور معاف کرنے کے لیے آیا تھا، آج سے پہلے جو کچھ ہوا ہے، میں اسے فراموش کرنے آیا تھا..."
"معاف کرنے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟" گروشینکا نے اپنی نشست سے اچھل کر کھڑے ہوتے اور اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا، "تم مجھے معاف کرنے آئے ہو؟"
"Tak jest, pani." (محترمہ، تم ٹھیک کہتی ہو) میں بزدل نہیں، دلیر آدمی ہوں، میں تنگ نظر بھی نہیں، بلکہ حوصلہ مند اور کشادہ دل ہوں۔ مگر جب میں نے تمہارے یاروں کو دیکھا میں bytem zdziwiony (حیران رہ گیا)۔ pan میتیا نے مجھے اس pokoju (کمرے) میں Trzy tysiace (تین ہزار) کی رشوت پیش کی تھی تاکہ میں یہاں سے چلا جاؤں۔ میں نے pan کے منہ پر تھوک دیا۔"
"کیا؟ اس نے میرے لیے تمہیں رقم پیش کی تھی؟" گروشینکا یوں چلائی جیسے اس پر ہسٹیریا کا دورہ پڑ گیا ہو۔ "میتیا، یہ ٹھیک ہے؟ تمہیں اس کی جرأت کیسے ہوئی؟ کیا میں بکاؤ مال ہوں؟"
"panie، panie (حضرات)" میتیا نے احتجاج کرتے ہوئے کہا، "یہ خاتون بالکل پاکیزہ اور بے عیب ہے اور میں ان کا کبھی یار نہیں رہا۔ یہ جھوٹ ہے..."
"اس کے سامنے میرا دفاع کرنے کی کوشش مت کرو۔" گروشینکا نے چیختے ہوئے کہا، "میں اس لیے پاکیزہ نہیں کہ میں کوئی پاک دامن ہوں اور نہ اس لیے کہ میں کوزما سے خائف تھی بلکہ اس لیے تاکہ میں اس کے سامنے اپنی گردن فخر سے بلند رکھ سکوں تاکہ جب میری اس سے دوبارہ

ملاقات ہو تو میں اس سے کہہ سکوں، 'تم لفنگے ہو!' کیا اس نے واقعی تم سے روپیہ وصول نہیں کیا؟"

"یہ کرنا چاہتا تھا، بالکل کرنا چاہتا تھا!" متیانے اونچی آواز سے کہا۔ "بات صرف اتنی تھی کہ یہ تین ہزار یک مشت بٹورنا چاہتا تھا جبکہ میں اسے صرف ساڑھے سات سو پیشگی دینے پر تیار تھا۔"

"خیر، اب سب کچھ آئینے کی طرح صاف ہو گیا ہے۔ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ میرے پاس روپیہ ہے۔ اس کے منہ میں پانی بھر آیا اور یہ مجھے شادی کی پیشکش کرنے کے لیے واپس آ گیا۔"

"**Pani Agrippina**" پولستانی نے چیختے ہوئے کہا، "میں **lajdak** (لفنگا) نہیں، میں معزز آدمی ہوں، **szlachcic** (پولینڈ کا اشراف زادہ) ہوں! میں تمہیں اپنی شریک حیات بنانے کے لیے **przylyt** (آیا تھا)، لیکن اب مجھے ایک بالکل ہی نئی **pani** نظر آئی ہے! یہ وہ نہیں جسے میں جانتا تھا یہ تو بالکل **uparty i bez wstydu** (من تیا، آوارہ مزاج اور بے حیا) ہے۔"

"پھر وہیں چلے جاؤ جہاں سے آئے ہو! اگر تم نے کوئی ٹیڑھی ویڑھی کی تو میں ہوٹل والوں سے کہوں گی وہ تمہیں دھکے مار کر باہر نکال دیں اور وہ تمہیں نکال بھی دیں گے!" گروشینکا نے دہاڑتے ہوئے کہا۔ اب اس کے ضبط کے سارے بند ٹوٹ چکے تھے۔ "میں کتنی بڑی احمق تھی، کتنی بے وقوف تھی کہ اپنے آپ کو پانچ سال تک اذیت میں مبتلا رکھا، میں اپنے آپ کو اس کی وجہ سے نہیں، محض بغض کی وجہ سے اذیت دیتی رہی۔ نہیں، یہ وہ نہیں ہو سکتا! وہ اس جیسا بالکل نہیں تھا۔ اسے دیکھ کر تو خیال آتا ہے کہ یہ وہ نہیں بلکہ اس کا باپ معلوم ہوتا ہے! یہ تمہیں وگ کہاں سے ملی تھی؟ وہ تو ہیرو تھا اور یہ کچھ بھی نہیں۔ وہ ہنستا تھا اور میرے سامنے نغمے الاپتا تھا... اور میں ـــ میں نے پانچ سال رو رو کر اپنی آنکھیں پھوڑ لیں۔ میں بھی کیسی احمق ہوں! مجھ پر خدا کی پھٹکار ہو! میں ذلیل ہوں، قابل نفرت ہوں، اس لائق ہوں کہ لوگ مجھ پر ہنسیں، میرا ٹھٹھا اڑائیں!"

وہ دھڑام سے کرسی پر گر پڑی اور اس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا۔ اسی لمحے مکرائی کی جیسی لڑکیوں نے جو بالآخر اکٹھی ہو گئی تھیں، بائیں جانب کے کمرے میں رقص کی چنچل دھن پر نغمہ چھیڑ دیا۔

"یہ سدوم (67) ہے!" مسٹر وِروبلیوسکی نے دہاڑتے ہوئے کہا۔ "ہوٹل والے، ان بے حیا لوگوں کو یہاں سے نکالو!"

ہوٹل والا جو کچھ دیر سے دروازے کے قریب کھڑا اپنے مہمانوں کو تجسس نگاہوں سے دیکھ رہا تھا اور جسے اندازہ ہو گیا تھا کہ ان کا آپس میں جھگڑا ہوا چاہتا ہے، جھٹ پٹ کمرے کے اندر آ گیا۔

"یہ تم نے اتنی جہنم دہاڑ کیوں مچا رکھی ہے؟" وہ کچھ ایسی ناشائستگی سے وِروبلیوسکی پر چڑھ دوڑا جس کے متعلق یہ بیان کرنا ناممکن ہے کہ اس نے یہ وتیرہ کیوں اختیار کیا۔

"کم ظرف خنزیر!" مسٹر وِروبلیوسکی دہاڑا۔

"کیا کہا، کم ظرف خنزیر؟ ارے، خنزیر کے تخم تم ہو! یہ تم نے ابھی کھیل کے لیے کون سے پتے استعمال کیے تھے؟ میں نے تمہیں پتوں کی گڈی دی تھی لیکن تم نے اسے چھپا لیا! تم نشان زدہ پتے استعمال کر رہے تھے! میں تمہیں تاش کے کھیل میں دھوکا دہی کے الزام میں سائبیریا بھجوا سکتا ہوں کیونکہ یہ جعلی کرنسی بنانے کے مترادف ہے..."

اس کے ساتھ ہی وہ دو نشستی صوفے کے قریب گیا، تکیے اور گدے کے درمیان ہاتھ ڈالا اور تاش کے پتوں کی گڈی، جو ابھی تک بند تھی، باہر نکال لی۔

"یہ رہی میری گڈی، یوں کی توں بند ہے!" اس نے اسے اوپر اٹھایا تاکہ سب کو نظر آ سکے۔ "جہاں میں کھڑا تھا، وہاں سے میں نے اسے میری گڈی کو صوفے کے پیچھے دھکیلتے اور اس کی جگہ اپنی رکھتے دیکھ لیا تھا ـــ تم اشراف زادے نہیں ہو، دھوکے باز ہو!"

"میں نے اسے دو مرتبہ ہیرا پھیری کرتے دیکھا تھا!" کالگانوف نے کہا۔

"ہیجئے من، کتنی شرم کی بات ہے، کتنی شرم کی بات ہے!" گروشینکا نے مٹھیاں بھینچے اور واقعی شرم سے لالوں لال ہوتے ہوئے کہا۔ "خدایا، یہ کتنا بدل گیا ہے!"

"شبہ تو مجھے بھی ہوا تھا!" متیانے چلاتے ہوئے کہا۔ لیکن ابھی اس کے منہ سے الفاظ پوری طرح نکلے بھی نہیں تھے کہ مسٹر وِروبلیوسکی، جو شرم سے پانی پانی اور غصے سے لال پیلا ہو رہا تھا، گروشینکا کی طرف بڑھا اور اس کے سامنے مکا لہراتے ہوئے دہاڑا، "پیڈوا!"

لیکن ابھی اس نے بمشکل یہ لفظ کہا ہو گا کہ متیا اس پر جھپٹ پڑا، اس پر دونوں ہاتھوں سے جھپا مارا، اسے اوپر اٹھایا اور پلک جھپکتے میں دائیں طرف کے کمرے میں لے گیا جہاں سے وہ ابھی ان دونوں کے ساتھ آیا تھا۔

وہ ہانپتا کانپتا الٹے پاؤں واپس آیا اور اعلان کرنے لگا، "میں اسے فرش پر پٹخ آیا ہوں۔ حرامی پلے نے کچھ دیر تو ہاتھ پاؤں مارے لیکن اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ وہ ہمیں دوبارہ پریشان کرے گا..." اس نے دوہرے دروازوں میں سے ایک بند کر دیا اور دوسرے کا پٹ ہاتھ میں پکڑے کھلا رکھتے ہوئے کوتاہ قامت شخص سے اونچی آواز میں کہنے لگا:

"تم تو وہاں نہیں جانا چاہو گے، کیا خیال ہے ہائی نس کا، اکسی لینسی کا؟ **Prepraszam!**" (اس طرف سے، جناب!)

"مائی ڈیئر دمتری فیودرووچ،" ترپفون بوریسچ نے واویلا کرتے ہوئے کہا، "ارے میاں، آپ ان کے پاس جو رقم ہارے تھے، وہ ان سے واپس کیوں نہیں لیتے؟ انہوں نے رقم جیتی نہیں تھی بلکہ

آپ سے چھپائی تھی۔"

"میں اپنے پچاس روبل واپس نہیں لینا چاہتا،" کالگانوف نے اونچی آواز سے کہا۔

"میں بھی اپنے دو سو روبل واپس نہیں چاہتا، مجھے ان کی ضرورت نہیں،" متیا نے بلند آہنگ لہجے سے کہا۔ "میں کبھی واپس نہیں لوں گا، یہ اپنے پاس ہی رکھیں۔"

"متیا، بہت خوب! واہ! شاباش! مجھے تمہاری یہ ادا پسند آئی ہے!" گروشینکا نے چلّاتے ہوئے کہا۔ اس نے جس لہجے سے اپنی بات کہی تھی، اس سے صاف کینہ جھلک رہا تھا۔

کوتاہ قامت شخص، جس کا چہرہ غیظ و غضب سے سرخ ہو رہا تھا لیکن جس نے اپنے سکون کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا تھا، دروازے کی جانب چل پڑا تھا لیکن وہ اچانک رُک گیا اور گروشینکا کی طرف مڑ کر کہنے لگا،

"Pani, jezeli chcesz isc za mna, idzmy, jezeli nie — bywaj zdrowa!" "خاتون محترم، اگر آپ میرے ساتھ چلنا چاہیں — تو آئیں، تشریف لائیں، اگر نہیں — پھر خدا حافظ!"

اور وہ غصے سے تلملاتا، بل کھاتا اور اپنے آپ کو ہم چو ما دیگرے نیست سمجھتا اینٹھتا ہوا دروازے سے باہر نکل گیا۔ وہ انفرادی خصائص کا مالک شخص تھا اور اتنا کچھ ہو جانے کے باوجود اس نے اُمید کا دامن چھوڑنے سے انکار کر دیا اور سمجھتا رہا کہ خاتون اس کے پیچھے پیچھے چلی آئے گی۔ وہ اپنے کو کچھ زیادہ ہی اہم ہستی گردانتا تھا۔ متیا نے اس کے نکلتے ہی دروازہ دھماکے سے بند کر دیا۔

"ان کے کمرے کے باہر تالا لگا دیں،" کالگانوف نے کہا۔ لیکن قفل کی چابی گھومنے کی آواز ان کی جانب سے آئی۔ انھوں نے اپنے آپ کو اندر مقفل کر لیا تھا۔

"بہت اعلیٰ!" گروشینکا نے ایک بار پھر کینے اور سفاکی سے کہا۔ "بہت اعلیٰ، ان کے ساتھ یہی ہونا چاہیے تھا۔"

8

ہذیان

اس کے بعد جو کچھ ہوا، وہ دعوتوں کی دعوت تھی، رنگ رلیاں ہی نہیں بلکہ تقریباً خرمستیاں

تھیں۔ جس نے سب سے پہلے سے انگور طلب کی وہ گروشینکا تھی۔ "میں پینا چاہتی ہوں، میں نشے میں غرق ہو جانا چاہتی ہوں، بالکل پہلے کی طرح۔ تمھیں یاد ہے، متیا، تمھیں یاد ہے، گزشتہ بار کی طرح؟" معلوم ہوتا تھا کہ متیا کی اپنی کیفیت ہذیانی ہوتی جا رہی ہے اور اسے پیشگی اندازہ ہو رہا ہے کہ اب خوشی اس کے قدموں میں ہو گی۔ تاہم گروشینکا اسے مسلسل دھتکارتی رہی اور اس نے ایک بار بھی اسے اپنے قریب تک پھٹکنے نہ دیا۔ "جاؤ، مزے کرو، ان سے کہو کہ وہ ناچیں، گوئیں، دھومیں مچائیں، ہر ایک سے کہو کہ وہ رنگ رلیاں منائے، جھونپڑی اور سٹوو کو رقص کرنے دو۔ (68) آؤ، اتنا ہنگامہ اور شور و غل کریں کہ چھت اڑ جائے، بالکل اسی طرح جس طرح پچھلی مرتبہ ہوا تھا!" وہ بہیم اونچی آواز میں بولے جا رہی تھی۔ وہ بُری طرح جوش میں آ چکی تھی۔ متیا ادھر ادھر بھاگا پھر رہا تھا اور ہدایات پر ہدایات دیے جا رہا تھا۔ گانے والیوں کا طائفہ ملحقہ کمرے میں جمع ہو چکا تھا۔ جس کمرے میں وہ اب تک بیٹھی رہی تھیں، وہ کوئی زیادہ فراخ نہیں تھا، علاوہ ازیں چھینٹ کا پردہ ٹانگ کر اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ اس کی دوسری جانب ایک اور جہازی پلنگ بچھا ہوا تھا جس کے اندر پر بھرے ہوئے تھے اور جس کے اوپر پردے کی چھینٹ جیسے کپڑے کے تکیوں کا انبار لگا ہوا تھا۔ اس ہوٹل کے چاروں "استقبالی" کمروں میں پلنگ موجود تھے۔ گروشینکا دروازے کے بالکل قریب فروکش ہو گئی تھی جہاں متیا نے اس کے لیے بازوؤں والی کرسی رکھ دی تھی۔ پچھلی مرتبہ جب وہ یہاں رنگ رلیاں منانے آئے تھے تو وہ بالکل اسی جگہ بیٹھی تھی اور وہ سنگیت کاروں اور رقاصوں کو گاتے اور ناچتے دیکھتی رہی تھی۔ لڑکیاں بالکل وہی تھیں۔ یہودی بھی اپنی سارنگیوں اور بربط نما چھیداروں کے ساتھ پہنچ چکے تھے۔ اور آخرکار وہ سہ اسپی گاڑی بھی، جس کا اتنی دیر سے انتظار ہو رہا تھا، شرابیں اور خورونوش کی دیگر اشیا لے کر پہنچ ہی گئی۔

متیا سے اپنی جگہ بیٹھا نہیں جا رہا تھا، وہ ادھر ادھر بھاگا پھر رہا تھا۔ کمرا مقامی لوگوں، کسان مردوں اور عورتوں سے بھر چکا تھا۔ یہ لوگ آتے ہی سو گئے تھے مگر جب انھیں احساس ہوا کہ گزشتہ مہینے کی طرح انھیں ایک بار پھر غیر متوقع تفریح مہیا کی جا رہی ہے، وہ کسی نہ کسی طرح اپنے آپ کو جگانے میں کامیاب ہو گئے۔ متیا ہر آنے والے کا استقبال کر رہا اور ہر جانے والے کے ساتھ بغل گیر ہو رہا تھا، نو واردوں کے چہرے پہچان رہا، بوتلیں کھول رہا اور ہر کہ و مہ کے لیے انگور انڈیل رہا تھا۔ لڑکیوں کے ماسوا کسی کو بھی شیمپین کا کوئی خاص شوق نہیں تھا؛ مردوں کی جان رَم، برانڈی اور خاص طور پر گرم پنچ میں اٹکی ہوئی تھی۔ متیا نے حکم دیا کہ لڑکیوں کے لیے گرم چاکولیٹ ساری رات دستیاب رہنا چاہیے اور یہ کہ چائے اور پنچ کے لیے تین ساواروں میں پانی ہر وقت ابلتا رہنا چاہیے تا کہ اتفاقیہ مہمانوں کی بھی (ڈھنگ سے) تواضع کی جا سکے۔ ہر شخص کو کھلی چھٹی تھی، جس کا جو جی

چاہے وہ وہی شے لے سکتا تھا۔ قصہ مختصر، یہ سب کچھ کسی پُرخلل، انوکھے اور طرفہ انجام کی ابتدا تھا۔ تاہم معلوم ہوتا تھا کہ متیا کی دلی مراد پوری ہوگئی ہے کیونکہ وہ وہی کچھ کر رہا تھا جس کے کرنے میں اسے لطف آتا تھا اور جوں جوں ہنگامے میں انوکھاپن آتا گیا، توں توں اس کے جوش و خروش میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اگر کسی کسان نے اس سے مالی امداد کا مطالبہ کر دیا ہوتا، وہ یقیناً اپنی جیب سے پوری گڈی نکال لیتا اور گننے کا تکلف کیے بغیر ہر کس و ناکس میں بانٹنا شروع کر دیتا۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ ہوٹل کے مالک تریفون بوریچ نے متیا کو خود متیا سے بچانے کے لیے ساری رات جاگنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ ہمہ وقت اس کے آس پاس منڈلاتا رہا اور اس کے مفادات کی کڑی نگرانی کرتا رہا۔ بر سبیل تذکرہ، یہاں بتاتا چلوں کہ تریفون بوریچ خود بہت کم پیتا تھا—— اس نے پنچ کا صرف ایک گلاس پیا۔ نازک مواقع پر وہ منت سماجت اور شیریں بیانی سے اسے کسانوں کی سگار اور رائن کی بے حد مہنگی انگوری شراب سے تواضع کرنے سے روک دیتا جیسا کہ اس نے "کسی اور وقت" کیا تھا اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ اسے روپیہ بانٹنے کی بالکل اجازت نہ دیتا۔ اسے خاص طور پر یہ اعتراض تھا کہ لڑکیاں میٹھی شرابیں پی رہی، قسم قسم کی مٹھائیاں کھا رہی اور گلچھرے اڑا رہی ہیں۔

"یہ مستخریاں جوؤں کی ماری ہوئی ہیں، دمتری فیودورووچ!" وہ کہتا، "میں انہیں یہ سمجھانے کے لیے کہ ان کا یہاں بلایا جانا ہی ان کے لیے کتنی بڑی عزت افزائی ہے، ان کے چوتڑوں پر ٹھڈے مارنا چاہوں گا—— یہ ہیں ہی اس لائق!"

متیا کو پھر آندری یاد آگیا اور اس نے فوراً حکم دیا کہ اسے کچھ پنچ بھیج دیا جائے۔ "میں نے اسے ناراض کر دیا تھا" اس نے روہانسی صورت بنا کر رقیق القلب لہجے سے دہرایا۔ شروع میں کالگانوف پینا نہیں چاہتا تھا اور لڑکیوں کا طائفہ اسے بالکل نہیں بھایا تھا، مگر شیمپین کے دو گلاس چڑھتے ہی اس کے چہرے پر زبردست شگفتگی جھلکنے لگی اور وہ اینڈ اینڈ کر مختلف کمروں کے چکر پر چکر کاٹنے لگا، وہ ہنستا اور ہر شخص اور ہر چیز کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملاتا جا رہا تھا جن میں سازوں کی موسیقی اور صوتی نغمے بھی شامل تھے۔ ماکسی موف، جو نشے میں چور اور مسرت سے مغلوب ہو چکا تھا، مسلسل اس کے دامن سے چمٹا رہا۔ گروشینکا، جو خود بھی قدرے مخمور ہو چکی تھی، متیا کی توجہ کالگانوف کی طرف دلاتی رہی، "کیا اچھا لڑکا ہے! کیا پیارا لڑکا ہے!" اور متیا خوش ہو کر کالگانوف اور ماکسی موف کی جانب بھاگتا اور انہیں گلے لگا لیتا۔ اوہ، وہ بڑی توقعات باندھے ہوئے تھا: ابھی تک اس (گروشینکا) نے اس سے کوئی ایسی بات نہیں کہی تھی، اسے کوئی ایسا اشارہ نہیں دیا تھا جس سے اس کی امیدوں کا کوئی جواز مل سکتا؛ بلکہ قرائن سے یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ عمداً لیت و لعل کر رہی ہے، جان بوجھ کر معاملے کو معرض التوا میں ڈال رہی ہے حالانکہ یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ کبھی

کبھار اس کی طرف پیار بھری بلکہ پُراشتیاق نظریں بھی ڈال لیتی۔ آخرکار اس نے اسے مضبوطی سے بازو سے پکڑا اور پوری قوت سے اپنی جانب گھسیٹ لیا۔ اس وقت وہ دروازے کے قریب بازوؤں والی کرسی پر بیٹھی تھی۔

"کاش تمہیں معلوم ہوتا کہ جب تم اندر آئے تھے تم کیسے لگ رہے تھے اور پھر تم آئے بھی کیسے تھے!... تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا! کیا تم واقعی مجھ سے پیچھا چھڑانا اور اس کے حوالے کرنا چاہتے تھے؟ کیا تمہاری واقعی یہی خواہش تھی؟"

"میں تمہارے رنگ میں بھنگ نہیں ڈالنا چاہتا تھا!" متیا خوشی سے سرشار ہو کر بڑبڑایا۔

لیکن اسے (گروشینکا کو) اس کے جواب کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

"خیر، اب جاؤ اور خوب مزے اڑاؤ..." اس نے ایک بار پھر اسے وہاں سے چلے جانے کا حکم دے دیا۔ "اور ہاں، رو مت، جب مجھے تمہاری ضرورت ہوگی، میں تمہیں بلا لوں گی۔"

اور وہ چلا گیا جب کہ وہ خود دوبارہ گیت سننے اور رقص دیکھنے میں مصروف ہوگئی، تاہم اس نے اسے نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دیا۔ وہ خواہ کہیں بھی ہوتا، وہ تقریباً ہر پندرہ منٹ بعد اسے بلا لیتی اور وہ دُم ہلاتا جھٹ اس کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔

"خیر، اب میرے پاس بیٹھو اور مجھے بتاؤ کل تمہیں کیسے معلوم ہوا تھا کہ میں یہاں آ رہی ہوں؟ سب سے پہلے کس نے تمہیں یہ اطلاع پہنچائی تھی؟" وہ پوچھتی۔

اور متیا ساری کہانی بے ربط، اکھڑے اکھڑے اور پُرجوش انداز سے سنانے لگتا۔ اس کا لہجہ عجیب سا ہونے لگتا، اس کی تیوریاں چڑھنے لگتیں اور وہ بولتے بولتے اچانک خاموش ہو جاتا۔

"یہ تمہاری پیشانی پر بل کیوں پڑے ہوئے ہیں؟" وہ اس سے سوال کرتی۔

"کوئی خاص بات نہیں... میں اپنے پیچھے ایک بیمار آدمی چھوڑ آیا ہوں۔ مجھے اُمید ہے کہ اس کی حالت سنبھل جائے گی۔ اگر مجھے اتنا معلوم ہو جائے کہ اس کی طبیعت بحال ہو جائے گی تو میں اپنی زندگی کے دس سال دینے کو تیار ہوں!"

"اچھا! اگر وہ بیمار ہے پھر اسے بھول جاؤ۔ کیا تمہارا یہی ارادہ تھا کہ تم کل اپنے آپ کو گولی مار لو گے؟ تم بھی کیا احمق آدمی ہو! آخر کس لیے؟ مجھے تم جیسے خبطیوں سے محبت ہے!" اب وہ شُد بُد بولنے لگی تھی اور اس کے الفاظ کی اصوات ایک دوسرے میں خلط ملط ہونے لگی تھیں۔ "چنانچہ تم میرے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار ہو؟ لہٰذا، کیا تم واقعی یہ عزم لے کر آئے تھے کہ کل تم اپنے آپ کو گولی مار لو گے؟ احمق کہیں کے! نہیں، تم ذرا انتظار کرو، ہو سکتا ہے کہ میں کل تمہیں کچھ بتا سکوں... کل—— آج نہیں، کل۔ تم آج ہی سننا چاہتے ہو گے، واقعی؟ مگر میں آج بتانا نہیں

چاہوں گی... اچھا، اب تم جاؤ، ووڈو اور مزے کرو۔"

تاہم جب اس نے اگلی مرتبہ اسے بلایا، وہ واقعی پریشان اور الجھی الجھی نظر آ رہی تھی۔

"تم اداس کیوں ہو؟ مجھے صاف نظر آ رہا ہے تم اداس ہو... ہاں، مجھے نظر آ رہا ہے،" اس نے اس کی آنکھوں میں غور سے جھانکتے ہوئے مزید کہا۔ "اگرچہ تم اپنے کسان دوستوں کے ساتھ بڑے جوش اور ولولے کے ساتھ ہاتھ ملاتے اور ان کے ساتھ معانقے کرتے پھر رہے ہو، مجھے صاف نظر آ رہا ہے کہیں نہ کہیں گڑبڑ ضرور ہے۔ سنو، میں چاہتی ہوں کہ تم جی بھر کر مزے اڑاؤ، میں لطف اندوز ہو رہی ہوں اور تمہیں بھی ہونا چاہیے... یہاں کوئی ہے جس سے میں محبت کرتی ہوں۔ ذرا بوجھو کون ہے وہ... اوخ، دیکھو، میرا بلونگڑا سو گیا ہے، یہ انگوری شراب کا اثر ہے، وہ کچھ زیادہ ہی پی گیا ہے۔"

وہ کالگانوف کی بات کر رہی تھی: شراب پہلے ہی اس پر اپنا رنگ جما چکی تھی اور ایک لمحے کے لیے اسے صوفے پر بیٹھے بیٹھے اونگھ بھی آ گئی تھی۔ مگر یہ محض نشہ نہیں تھا جس نے اس پر نیم خوابیدگی طاری کر دی تھی بلکہ کسی سبب وہ قدرے اداس ہو گیا تھا یوں سمجھیں جیسا کہ اس نے خود کہا تھا وہ "بور" ہو گیا تھا۔ انجام کار اسے لڑکیوں کے گیتوں پر جھنجھلاہٹ ہونے لگی تھی جو جوں جوں پینے پلانے کا سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا جا رہا تھا، توں توں بے ہودہ اور فحش ہوتے جا رہے تھے۔ ان کی رقص کاری کا بھی یہی حال تھا: دو لڑکیوں نے ریچھوں کا بھیس بدل لیا تھا اور سٹیپانیدا، جو کہ ایک شوخ چشم اور دیدہ دلیر لونڈیا تھی، اپنے ہاتھ میں بید کی چھڑی پکڑے یوں بن رہی تھی جیسے وہ انہیں سدھانے کی "استاد" ہو اور وہ واقعی ان کی "مہارت کی نمائش" کرنے لگی۔ "ماریا، ہوشیار، خبردار، اپنی ٹانگ جھلاؤ ورنہ اس بید کا مزہ چکھنے کے لیے تیار ہو جاؤ!" آخر میں "ریچھ" انتہائی ناشائستہ انداز سے فرش پر لڑھک گئے اور اس کے ساتھ ہی کسان مردوں اور عورتوں کا مجمع نہایت کرخت انداز اور کانوں کے پردے پھاڑ دینے والے شور و غل کے ساتھ ہنسنے لگا۔ "ہاں، ہاں، انہیں ہنسنے دو۔" گروشینکا بناوٹی انداز سے اخلاقی درس پلاتے ہوئے کہے جا رہی تھی۔ "اگر یہ لطف اٹھانا چاہتے ہیں، پھر کیوں لطف نہ اٹھائیں، کیوں دل کھول کر نہ ہنسیں؟"

اس کے برعکس کالگانوف یوں دکھائی دے رہا تھا جیسے اس کا پاؤں کسی غلیظ اور بدبودار چیز پر پڑ گیا ہو۔ "گھٹیا لوک کلچر کے ان گھٹیا مظاہروں پر مجھے ابکائیاں آنے لگتی ہیں،" اس نے ان کی جانب پشت کرتے ہوئے کہا۔ "یہ ان کی بہاریہ رسوم ہیں جب یہ ساری رات سورج کا تہوار مناتے رہتے ہیں۔" لیکن اسے غصہ خاص طور پر اس نئے گیت (69) پر آیا تھا جو عام اسلوب سے ہٹ کر بنایا گیا تھا اور جسے کسی لوک رقص کی چنچل دھن کی سنگت میں گایا جا رہا تھا۔ یہ گیت ایک مسافر کے

بارے میں تھا جس کا تعلق دیہاتی اشرافیہ سے تھا۔ یہ شخص اپنے سفر کے دوران میں مختلف دیہاتوں میں جاتا اور وہاں کی لڑکیوں سے سوال کرنے لگتا تھا: "تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟"

مالک نے لڑکیوں کو دیکھا، ٹٹولا،
پیار کریں گی کہ نہیں پیار کریں گی؟

مگر ان لڑکیوں کو محسوس ہوتا کہ وہ گاؤں کے اس مالک سے پیار نہیں کر سکتیں:

وہ تو میری کرے گا کس کے ٹھکائی
ایسا پیار کرنے سے میں باز آئی۔

پھر کہیں سے ایک جپسی گھومتا گھماتا آ گیا اور اس نے بھی لڑکیوں سے وہی سوال پوچھا:

جپسی نے لڑکیوں کو دیکھا، ٹٹولا،
پیار کریں گی کہ نہیں پیار کریں گی؟

لیکن وہ جپسی سے پیار نہیں کر سکتی تھیں کیونکہ ——

وہ تو کرتا پھرے گا بھی چوری چکاری
روؤں گی جی بھر کے میں دکھ کی ماری۔

بے شمار لوگ لڑکیوں سے یہی سوال کرنے ادھر آئے۔ ان میں ایک فوجی جوان بھی تھا:

فوجی نے لڑکیوں کو دیکھا، ٹٹولا،
پیار کریں گی کہ نہیں پیار کریں گی؟

لیکن فوجی کو حقارت کے ساتھ مسترد کر دیا گیا:

چل دے گا تو بھی تو لے اپنا تھیلا
پیچھے پیچھے جاؤں گی میں بن کے تھیلا۔

اس کے بعد ایک انتہائی بے ہودہ اور فحش گیت کی باری آ گئی۔ اسے کچھ اس قسم کی بے حیائی سے گایا گیا کہ کسی کو بھی کوئی شک ہی نہ رہا کہ گیت کے پردے میں کیا کہا جا رہا ہے مگر یہ گیت حاضرین کے دل ضرور گرما گیا۔ آخر میں کسی سوداگر کی باری آئی:

ساہو نے لڑکیوں کو دیکھا، ٹٹولا،
پیار کریں گی کہ نہیں پیار کریں گی؟

ہوا یہ کہ وہ سب کی سب اس پر فدا ہو گئیں کیونکہ جیسا کہ گیت میں کہا گیا تھا:

ساہو کے گھر میں تو سونا ہی سونا،
میں نے بھی خوشی اس کی رانی ہونا۔

اس پر کالگانوف غصے سے بلبلا اٹھا
"یہ گیت غالباً ابھی ابھی گھڑا گیا ہے:" اس نے بلند آواز سے تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔ "سمجھ میں نہیں آتا آخر اس قسم کی چیزیں لکھتا کون ہے! میرا خیال ہے اگر کوئی ریلوے والا یا کوئی یہودی قسمت آزمانے آ جائے، یہ ان پر دیوانہ وار نثار ہونے لگیں گی۔" اور غصے سے جلتے بھنتے اس نے وہیں کھڑے کھڑے اعلان کر دیا کہ وہ بور ہو چکا ہے۔ وہ دونشستی صوفے پر بیٹھ گیا اور جھٹ پٹ نیند کی آغوش میں چلا گیا۔ اس کا بچوں کا سا خوب صورت چہرہ پہلے سے زیادہ پیلا ہو گیا اور اس کا سر پچھلی جانب گدے پر جا گرا۔
"دیکھو، یہ کتنا خوش شکل ہے:" گروشینکا نے میتیا کو اپنے پاس بلا کر کہا۔ "میں ابھی ابھی اس کے بالوں میں کنگھی کر رہی تھی: یہ بالکل کتان جیسے اور بے حد گھنے ہیں..."
اور اس کے اوپر پیار سے جھکتے ہوئے اس نے اس کی پیشانی پر بوسہ ثبت کر دیا۔ پلک جھپکنے میں کالگانوف نے اپنی آنکھیں کھول دیں، گروشینکا کی جانب دیکھا، اٹھنے کی کوشش کی اور کچھ اس

انداز سے جیسے وہ اپنے ہی خیالات میں الجھا ہوا ہو، پوچھنے لگا: "ماکسی موف کہاں ہے؟"
"ذرا اس کی بھی سنو، پوچھتا ہے ماکسی موف کہاں ہے:" گروشینکا نے ہنسی سے دہرے ہوتے ہوئے کہا۔ "تمہیں اس کی ضرورت نہیں، کچھ دیر کے لیے میرے پاس بیٹھو۔ میتیا، بھاگے بھاگے جاؤ اور اس کے لیے اس کا ماکسی موف تلاش کر کے لے آؤ۔"
عقدہ یہ کھلا کہ اس سارے عرصے کے دوران میں ماکسی موف ناچنے والیوں کے ساتھ رہا تھا، صرف کبھی کبھار اپنے لیے میٹھی شراب کا گلاس انڈیلنے کی خاطر دوسری طرف چلا جاتا تھا۔ وہ پہلے ہی چاکولیٹ کی دو پیالیاں پی چکا تھا۔ اس کا مسکین چہرہ تمتما رہا تھا، اس کی ناک قرمزی ہو رہی تھی اور اس کے چہرے پر جذباتیت برس رہی تھی۔ وہ بھاگا بھاگا آیا اور اعلان کرنے لگا کہ وہ ایک "خاص دھن" کے ساتھ Sabotiere (70) ناچنا چاہے گا۔
"جہاں تک اونچے طبقے کے ان شستہ رقصوں کا تعلق ہے، یہ تو مجھے بچپن ہی میں سکھا دیے گئے تھے، ہاں، واقعی..." اس نے مزید کہا۔
"میتیا، جاؤ، اس کے پاس جاؤ۔ میں یہیں سے اسے ناچتے دیکھوں گی۔"
"میں بھی آ رہا ہوں، میں بھی دیکھنا چاہتا ہوں:" کالگانوف نے معصومیت سے گروشینکا کی اس کے پاس بیٹھنے کی پیشکش ٹھکراتے ہوئے کہا۔
اور وہ سب رقص دیکھنے چل دیے۔ ماکسی موف نے واقعی اپنا رقص شروع کر دیا لیکن قرائن بتا رہے تھے کہ میتیا کے ماسوا کوئی بھی اس سے کوئی خاص متاثر نہیں ہوا۔ سارا رقص اچھل کود اور جسم کو بل دینے پر مشتمل تھا، رقاص اپنی ایڑیوں سے دائیں بائیں ٹھوکریں لگانے اور ہر اچھال پر اپنے تلووں پر اپنی ہتھیلی مارنے کا عمل دکھا رہا تھا۔ کالگانوف مطلق متاثر نہ ہوا مگر میتیا بے حد خوش تھا اور ایک مرتبہ تو وہ رقاص کے ساتھ گرم جوشی سے بغل گیر بھی ہو گیا۔
"خیر، تمہارا شکریہ! تم تھک گئے ہو گے؟ ادھر کیا دیکھ رہے ہو؟ کوئی بسکٹ وغیرہ چاہیے یا سگار کا کش لگانا پسند کرو گے؟"
"سگرٹ مل جائے تو بہت اچھا رہے گا۔"
"کچھ پینا تو نہیں چاہو گے؟"
"میٹھی شراب کی ایک آدھ چسکی... کوئی چاکولیٹ مل سکتے ہیں؟"
"بہت۔ دوست، ادھر دیکھو، میز پر ان کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ جتنے چاہو، اٹھا لو۔"
"نہیں، مجھے صرف ایک ہی چاہیے... ونیلا کے ذائقے والا... ہم جیسے بوڑھوں کو یہی مرغوب ہے۔ ہی، ہی!"

"میرے دوست، مجھے افسوس ہے اس قسم کے ہمارے پاس نہیں۔"

"سنو۔" اچانک بڑے میاں نے جھکتے ہوئے متیا کے کان میں کہا: "وہ خوب صورت لڑکی... وہی جس کا نام ماریوشکا ہے۔ دیکھ رہے ہو نا؟... کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ میرا اس سے تعارف کرا دیں؟... یہ میں... میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ... آپ بڑے مہربان ہیں..."

"تو یہ ہیں تمہارے ارادے! نہیں، میرے دوست، میں یہ کام نہیں کر سکتا۔"

"میرا مطلب کسی کو کوئی گزند پہنچانا نہیں تھا۔" ماکسی موف نے بڑی آزردگی اور دل شکستگی سے کہا۔

"خیر، بہت اچھا، بہت اچھا! میرے دوست، یہ لڑکیاں یہاں محض گانے اور ناچنے کے لیے آتی ہیں، پھر بھی... اخ، لعنت ہے! ایک منٹ ٹھہرو... تم بیٹھ کر کچھ کھا کیوں نہیں لیتے؟ ارے میاں، کھاؤ، پیو، عیش کرو۔ کچھ پیسے ویسے چاہئیں؟"

"شاید بعد میں..." ماکسی موف نے دانت نکوستے ہوئے کہا۔

"بہت اچھا، بہت اچھا..."

متیا کے سر میں شدید درد ہو رہا تھا۔ وہ استقبالیہ میں سے گزرتا چوبی گیلری میں چلا گیا جو اندرونی صحن کے گرد بنی ہوئی تھی۔ تازہ ہوا نے اسے نئی توانائی بخش دی۔ متیا تاریکی میں ایک کونے میں اکیلا کھڑا رہا اور پھر ایکا ایکی اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ اس کے منتشر خیالات اب پھر یکجا ہونے لگے۔ اس کے تمام جذبات یک جان ہو کر واحد حس میں داخل ہو گئے اور اسے روشنی نظر آ گئی! ہیبت ناک، بھیانک روشنی! "اگر میں نے اپنے آپ کو گولی مارنا ہی ہے، پھر اس سے بہتر وقت اور کون سا ہو سکتا ہے؟" یہ سوچ کوندے کی طرح اس کے ذہن میں لپکی۔ "کیوں نہ پستول لے آؤں، اور اس اندھیرے، غلیظ کونے میں ابھی اور یہیں سارا قصہ چکتا کروں؟" وہ تقریباً ایک منٹ یونہی کھڑا رہا اور کوئی فیصلہ نہ کر سکا۔ جب وہ سراپا گاڑی میں برق رفتاری سے ادھر آ رہا تھا، تب بھی اس رسوائی کا، جو چوری کرنے کے نتیجے میں اس کے حصے میں آنا تھی، خوف اس پر غالب آنے لگا تھا اور پھر اس خون کا، اس سارے خون کا... مگر تب اس طرح سوچنا آسان تھا، بے حد آسان! اس وقت خیال یہی تھا کہ سب کچھ اپنے انجام کو پہنچ چکا اور ختم ہو چکا ہے؛ وہ اسے (گروشینکا کو) کھو چکا تھا، اس سے دست بردار ہو چکا تھا، اسے دوسروں کو سونپ چکا تھا — اس کی نگاہوں میں وہ خود اپنا وجود کھو چکی تھی — اف، اس وقت میں نے اپنے لیے جو سزا تجویز کی تھی، وہ کہیں زیادہ نرم تھی، وہ کم از کم ناگزیر اور اہل نظر آئی تھی، کیونکہ سوچ یہی تھی کہ زندہ رہنے میں رکھا ہی کیا ہے! مگر اب؟ جب اور اب کے مابین کوئی موازنہ نہیں ہو سکتا۔ اب کم از کم ایک پریشان کن

خیال، ایک اذیت ناک تصور سے چھٹکارا حاصل کیا جا چکا ہے: "سابق"، غیر متنازعہ فیہ کا منحوس اور ڈراؤنا بھوت کوئی نشان چھوڑے بغیر غائب ہو چکا ہے۔ وہ جس نے دل میں خوف پیدا کر دیا تھا، بالکل معمولی، بے حیثیت، مضحکہ خیز شے نکلی — جسے آسانی سے اٹھایا اور خواب گاہ میں بند کر دیا گیا۔ اب وہ ماضی کی شے بن چکا ہے، اس کی واپسی کے تمام امکانات معدوم ہو چکے ہیں۔ وہ شرمسار ہو چکی ہے اور اس کی آنکھیں اسے صاف صاف بتا رہی ہیں کہ اب وہ حقیقتاً کس سے محبت کرتی ہے۔ ہاں، اب وقت آ گیا ہے کہ زندہ رہا جائے... لیکن وہ زندہ نہیں رہ سکتا، بالکل نہیں رہ سکتا، اف، کیا غضب ہے! "خدایا، رحم فرما، اور اس شخص کو جو (میرے پیچھے) باڑ کے پاس آ گیا تھا (اور جسے میں نے زخمی کر دیا تھا) دوبارہ زندگی بخش دے، اس خوفناک پیالے کو میرے پاس سے ہٹا لے! (۲۷) خدایا، تو نے یقیناً اپنے معجزے بالکل مجھ جیسے گنہگاروں کے لیے دکھائے ہیں! کاش وہ بوڑھا مرا نہ ہو، زندہ ہو! اف، میں اب بھی اس دوسری ذلیل اور شرم ناک حرکت کی تلافی کر سکتا ہوں، میں مسروقہ رقم واپس کر دوں گا، لوٹا دوں گا، میں کسی نہ کسی طرح اسے وہیں رکھ آؤں گا... (جب یہ رقم واپس ہو جائے گی) میری ذلت، میری شرمساری کا کوئی نشان باقی نہیں رہے گا، سوائے اس کے کہ (اپنی اس حرکت پر) میں تا ابد شرمسار ہوتا رہوں گا! لیکن نہیں، نہیں! یہ سب ناممکن، بزدلانہ خواب ہیں! اف، پھٹکار ہو ان پر!"

تاہم روشن امید کی ایک کرن تاریکی کو چھیدتی دکھائی دی۔ وہ مڑا اور سرپٹ بھاگتا کمرے میں واپس چلا گیا — اس کے پاس، اس کے پاس، اپنی ملکہ کے پاس، ہمیشہ کے لیے! "یقیناً اس کی محبت کا ایک گھنٹا، ایک منٹ، ایک پل، کسی بھی چیز سے بڑھ کر ہے، اس کے عوض مجھے زندگی بھر کی رسوائی مول لینا پڑے تو بھی مجھے منظور ہے!" اس شوریدہ سر، تند و تیز خیال نے اسے پوری طرح اپنی گرفت میں لے لیا۔ "اس کے پاس، صرف اس کے پاس، اس کی صورت دیکھنے کے لیے، اس کی باتیں سننے کے لیے، ہر چیز کو بھول جانے کے لیے اور سوچنا بالکل ہی ترک کرنے کے لیے، خواہ اس کا دورانیہ ایک رات ہو، ایک گھنٹا ہو یا ایک پل!"

ابھی وہ گیلری سے باہر نکل بھی نہیں پایا تھا کہ اس کا سامنا ہوٹل کے مالک تریفون بوریچ سے ہو گیا۔ موخرالذکر افسردہ، بجھا بجھا اور مضطرب نظر آ رہا تھا اور متیا کے دل میں خیال آیا کہ وہ شاید اسے ہی ڈھونڈنے نکلا ہے۔

"بوریچ، کیا بات ہے؟ کیا تم مجھے تلاش کر رہے ہو؟"

"نہیں تو، جناب، ایسی کوئی بات نہیں۔" ہوٹل والے نے کچھ یوں کہا جیسے وہ بے دھیانی میں پکڑا گیا ہو۔ "مجھے کیا ضرورت ہے کہ آپ کو ڈھونڈتا پھروں اور آپ... آپ تھے کہاں؟"

"لیکن تم نے منہ کیوں لٹکا رکھا ہے؟ تم ناراض تو نہیں؟ اب تمہیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا... تم بہت جلد سو سکو گے۔ وقت کیا ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ تین بج چکے ہیں، شاید اس سے بھی زیادہ!"

"فکر نہ کرو، یہ ہلا گلا بہت جلد ختم ہو جائے گا۔"

"چھوڑیں صاحب، میں برا نہیں مانتا۔ بلکہ میں تو عرض کروں گا کہ آپ کا جب تک جی چاہے، یہ سلسلہ جاری رکھیں..."

"اسے ہوا کیا ہے؟" میتیا پل کی پل سوچتا رہا اور پھر اس کمرے میں بھاگ گیا جہاں لڑکیاں رقص کر رہی تھیں مگر وہ وہاں نہیں تھی۔ وہ نیلے کمرے میں بھی نہیں تھی؛ وہاں صرف کالگانوف تھا اور وہ دو نشستی صوفے پر لیٹا جھپکی لے رہا تھا۔ میتیا نے پردوں کے پیچھے جھانکا— ہاں، وہ وہیں تھی۔ وہ کونے میں ٹرنک پر بیٹھی ہوئی تھی، پلنگ پر بازو ٹکائے اور بازوؤں پر اپنا سر جھکائے زار زار رو رہی اور اپنی سسکیوں کو دبانے کی پوری کوشش کر رہی تھی تاکہ وہ کسی کو سنائی نہ دیں۔ جب اس کی نظر میتیا پر پڑی، اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے اپنی طرف بلایا جس پر وہ اندھا دھند بھاگتا اس کی طرف لپکا اور گروشینکا نے مضبوطی سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"میتیا، میتیا، مجھے اس سے واقعی محبت تھی، تمہیں کچھ اندازہ ہے!" وہ اس سے سرگوشیوں میں کہنے لگی۔ "مجھے اس سے بے پناہ محبت تھی، میں پورے پانچ سال، پانچ سال کا پورا عرصہ، اس سے محبت کرتی رہی۔ مگر سوال یہ ہے: کیا میں اس سے محبت کرتی تھی یا محض اپنے کینے اور بغض سے؟ ہاں، اس سے! ارے ہاں، اس سے! یہ بالکل غلط ہے کہ میں اس سے نہیں بلکہ اپنے کینے اور بغض سے محبت کرتی رہی ہوں! اس وقت میری عمر ہی کیا تھی، یہی سترہ سال! تب وہ مجھ پر بے حد مہربان تھا، بے حد شگفتہ مزاج تھا، وہ مجھے گیت گا کر سنایا کرتا تھا... یا یہ محض میرا وہم تھا کہ وہ اس قسم کا ہے، آخر میں تھی ہی کیا؟ ایک احمق اور عقل سے کوری لڑکی... اور اب، اف خدایا، اب اسے ذرا دیکھو تو سہی، یہ وہ شخص ہے ہی نہیں، یہ بالکل بدل گیا ہے۔ اس کی تو شکل بھی اس سے نہیں ملتی، یہ تھا وہ نہیں، میں تو اسے پہچان بھی نہ پائی۔ جب میں تموفائی کی گاڑی میں ادھر آ رہی تھی میں سارا وقت، سارا راستہ، یہی سوچتی رہی تھی: 'میں اس سے کیسے ملوں گی، میں اس سے کیا کہوں گی، ہم کس طرح ایک دوسرے سے نظریں ملائیں گے؟...' میں اس سے ملنے کے لیے مری جا رہی تھی لیکن اندر سے میری روح منجمد ہو چکی تھی اور جب میں یہاں پہنچی تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اس نے مجھ پر گویا موت کی بالٹی انڈیل دی ہو۔ وہ مجھ سے یوں مخاطب ہونے لگا جیسے وہ کوئی سکول ماسٹر ہو، عالم فاضل لوگوں کی طرح موٹے موٹے الفاظ استعمال کر رہا تھا، مجھے پند و نصائح کر رہا تھا، کھوٹے

کھرے کی تمیز بتا رہا تھا۔ اس کا رویہ کچھ اس قسم کا تھا جیسے اسے اپنی شخصیت اور کارناموں پر بہت ناز ہو، وہ مجھ سے یوں ملا جیسے وہ کوئی آسمانی مخلوق ہو اور میں ایک بالکل ہی لا شے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں اس سے کہوں تو کیا کہوں۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میری زبان پر تالے لگ گئے ہوں۔ پہلے تو مجھے خیال گزرا کہ وہ لم ڈھینگ پولستانی کی موجودگی کی وجہ سے کھسیانا ہو رہا ہے۔ میں وہاں بیٹھی ان دونوں کی شکلیں دیکھ اور اپنے دل میں سوچ رہی تھی: مجھے اس سے گفتگو کرنے کے لیے کوئی بات کیوں نہیں سوجھ رہی؟ میرا خیال تھا کہ یہ اس کی بیوی ہے جس نے اسے تباہی کے غار تک پہنچایا ہے، وہی جس سے اس نے مجھے چھوڑنے کے بعد شادی کر لی تھی... یہ جو تبدیل ہوا ہے اس کی ذمے دار وہ تھی۔ میتیا، یہ بڑی بھیانک صورت حال ہے! اف، مجھے کتنی ندامت، کتنی شرمندگی ہو رہی ہے، مجھے کتنی شرمساری ہو رہی ہے، میتیا، تم اس کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔ اف، میری تو پوری زندگی رسوائی کی طویل داستان ہے! لعنت ہو ان پانچ سالوں پر، لعنت ہو ان پر، لعنت!"

اور وہ ایک بار پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور اس نے میتیا کا ہاتھ دوبارہ کس کر پکڑ لیا جیسے اس پر امید کے تمام دروازے بند ہو چکے ہوں۔

"میتیا، ڈارلنگ، ٹھہرو، ابھی مت جاؤ، میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں،" وہ دھیمے سے بولی اور اچانک سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھنے لگی۔ "دیکھو، مجھے بتاؤ میں کس سے محبت کرتی ہوں؟ یہاں ایک شخص ہے جس سے میں محبت کرتی ہوں۔ یہ شخص کون ہے؟ بس میں یہی بات تم سے پوچھنا چاہتی ہوں۔" اور اس کے اشک آلود چہرے پر مسکراہٹ ٹمٹمانے لگی، نیم تاریکی میں اس کی آنکھیں جگمگانے لگیں۔

"ایک دراز قامت اور خوش اندام شخص کمرے میں داخل ہوا اور میرا دل خوشی سے اچھلنے لگا۔ 'احمق، میرے دل نے مجھ سے سرگوشی کی، 'یہ ہے وہ شخص جس سے تم محبت کرتی ہو۔' تم آ گئے اور ہر چیز نور و انگبین بن گئی۔ 'خیر، یہ ڈرتا کس چیز سے ہے؟' میں نے دل میں سوچا۔ اور تم خوف زدہ تھے، واقعی خوف زدہ تھے، تمہارے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا۔ 'واقعی،' میں نے دل میں سوچا، 'یہ ان دونوں سے خوف زدہ نہیں!' کیا تمہیں کسی سے خوف آ سکتا ہے؟' 'یہ تو مجھ سے خوف زدہ ہے،' میں نے سوچا، 'صرف مجھ سے۔' 'ارے احمق، فینیا نے تمہیں لازماً بتا دیا ہوگا کہ میں نے کھڑکی میں سے چلا چلا کر الیوشا سے کہا تھا کہ میں نے اپنے منتکا سے ایک گھنٹے کے لیے محبت کی تھی اور اب میں کسی اور سے... محبت کرنے جا رہی ہوں۔ میتیا، میتیا، میں بھی کتنی بڑی احمق تھی، میرے دل میں یہ خیال آیا ہی کیسے کہ مجھے تمہارے بعد کسی اور سے محبت ہو سکتی ہے۔ میتیا، تم مجھے معاف کر دو

گے، تم نے مجھے معاف کر دیا ہے یا نہیں؟ تمہیں مجھ سے محبت ہے؟ تم مجھ سے محبت کرتے ہو؟"

وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی اور اس نے متیا کو کندھوں سے اپنی گرفت میں لے لیا۔ وفورِ مسرت سے متیا کی زبان گنگ ہو گئی، وہ اس کی آنکھوں، اس کے چہرے، اس کے تبسم کو بغور دیکھنے لگا، پھر اس نے اچانک اسے اپنے بازوؤں میں بھینچ لیا اور اسے دھڑا دھڑ چومنے لگا۔

"یہ جو میں تمہیں ستاتی رہی ہوں، تمہیں اذیتیں پہنچاتی رہی ہوں، کیا تم میری یہ ساری حرکتیں معاف کر دو گے؟ میں محض بغض کی وجہ سے تم سب کے لیے آفتِ جاں بنی رہی۔ میں نے محض بغض کی وجہ سے اس بے چارے قابلِ رحم بڑے میاں کو باؤلا بنا دیا... تمہیں وہ وقت یاد ہے جب تم نے میرے گھر میں ڈٹ کر شراب پی اور جام فرش پر پٹخ دیا تھا؟ آج مجھے یہ واقعہ یاد آ گیا اور خود میں نے ایک گلاس توڑ ڈالا۔ متیا، میری جان، تم مجھے چوم کیوں نہیں رہے؟ تم نے مجھے صرف ایک بار چوما اور پھر پیچھے ہٹ گئے، مجھے صرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے اور میری بک بک سنتے رہے... وہاں کھڑے کیا کر رہے ہو؟ مجھے چومو... شدومد سے چومو۔ ہاں، یہ بہتر ہے۔ مجھ سے محبت کرو، مجھ سے محبت کرتے رہو۔ آج سے میں تمہاری باندی ہوں، ساری زندگی کے لیے باندی ہوں! باندی بننے میں کتنا مزہ آتا ہے! مجھے چومو، مجھے مارو، مجھے اذیت پہنچاؤ، جو جی چاہے میرے ساتھ کرو... میں واقعی اس کی مستحق ہوں کہ مجھے اذیت دی جائے... نہیں، ٹھہرو، رک جاؤ، بعد میں، میں اس طرح نہیں چاہتی..." اور اس نے اچانک اسے پرے دھکیل دیا۔

"متنکا، اب تم جاؤ، میں ڈٹ کر پینا چاہتی ہوں، میں مدہوش ہو جانا چاہتی ہوں، میں نشے میں غرق ہو جانا چاہتی ہوں۔ میں رقص کرنا چاہتی ہوں، چاہتی ہوں، چاہتی ہوں!"

اس نے اپنے آپ کو چھڑایا اور پردوں میں سے گزرتی باہر نکل گئی۔ متیا اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا جیسے وہ خود بھی مخمور ہو چکا ہو۔ "اب کیا ہوگا، اب کیا ہوگا، مجھے قطعاً پروا نہیں۔" اچانک اس کے ذہن میں برق کوندے کی طرح خیال لپکا: "میں اس ایک منٹ کی خاطر ساری دُنیا دینے کو تیار ہوں۔" گروشینکا نے واقعی شیمپین کا ایک اور گلاس ایک ہی جرعے میں حلق سے نیچے اتار لیا اور دیکھتے ہی دیکھتے نشے سے بالکل مغلوب ہو گئی۔ وہ وفورِ مسرت سے جھومتی بے اختیار اس بازوؤں والی کرسی پر، جس پر وہ پہلے بیٹھی رہی تھی، گر پڑی۔ اس کے رخسار تمتما رہے تھے، اس کے ہونٹ دہک رہے تھے، اس کی آنکھیں نم ناک ہو رہی تھیں، ان میں خود سپردگی جھلک رہی تھی اور وہ بے تاب آرزو سے مچل رہی تھیں۔ اس کی یہ کیفیت دیکھ کر کالگانوف کو بھی اپنا دل پھڑ پھڑاتا محسوس ہوا اور وہ اس کے قریب چلا گیا۔

"جب تم سو رہے تھے تمہیں محسوس ہوا تھا میں تمہارا بوسہ لے رہی ہوں؟" وہ اس سے

سرگوشیوں میں بولی۔ "اب مجھ پر خمار طاری ہو چکا ہے، بالکل ہو چکا ہے... تمہارا کیا حال ہے؟ تم مدہوش نہیں ہوئے؟ متیا کیوں نہیں پی رہا؟ متیا، تم کیوں نہیں پی رہے؟ میں پی رہی ہوں مگر تم نہیں..."

"میں پہلے ہی مخمور ہو چکا ہوں، جو صورتِ حال ہے اس میں میں مدہوش ہو چکا ہوں... مجھ پر تمہارا نشہ غالب آ چکا ہے اور اب میں مے انگور پی کر بھی مدہوش ہو جانا چاہتا ہوں۔"

وہ ایک اور گلاس چڑھا گیا— خود اسے یہ عجیب سا محسوس ہوا— یہ آخری گلاس تھا جسے پینے کے بعد وہ ڈگمگانے لگا، غیر متوقع طور پر ڈگمگانے لگا، ایک لمحہ قبل اسے لگا تھا کہ وہ بالکل ہوش میں ہے اور یہ بات اسے اچھی طرح یاد تھی مگر اگلے ہی لمحے اسے محسوس ہونے لگا کہ وہ نشے میں غرق ہو چکا ہے۔ اس کے بعد ہر چیز گھومنے، چکرانے لگی جیسے اس پر ہذیانی کیفیت طاری ہو گئی ہو۔ وہ ادھر ادھر گھوم پھر رہا تھا، ہنس رہا تھا، ہر ایک سے باتیں کر رہا تھا اور وہ یہ سب کام یوں کر رہا تھا جیسے اسے احساس ہی نہ ہو کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ جیسا کہ اس نے بعد ازاں یاد کیا، اس سارے عرصے کے دوران میں ایک ہٹیلا خیال، جو اس کا پیچھا نہیں چھوڑ رہا تھا، اسے اندر ہی اندر جھلسائے جا رہا تھا، بار بار اس کے ذہن میں دراندازہو رہا تھا جیسے "میری روح میں کوئی دہکتی ہوئی سلاخ" گھس آئی ہو۔ وہ اس کے قریب آتا، اس کے پاس بیٹھ جاتا، اس کی شکل دیکھتا، اس کی باتیں سنتا... وہ خود بھی بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے لگی تھی اور اشاروں کنایوں سے لوگوں کو اپنی طرف بلانے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کر رہی تھی۔ طائفے کی کوئی رقاصہ اس کے قریب آتی، وہ یا تو اس کا بوسہ لیتی اور اسے جانے دیتی یا پھر اس کے جسم پر صلیب کا نشان بنانے لگتی۔ اس کے متعلق ہر لمحہ یہی گمان ہونے لگا تھا کہ وہ اب روئی کہ اب روئی۔ ماکسی موف، جسے وہ "پیر چرخوذ" کہتی رہتی تھی، اسے مسلسل محظوظ کرتا رہا۔ وہ علی التواتر بھاگم بھاگ اس کے پاس آتا اور اس کے ہاتھ پر، اس کی ہر "نرم و نازک انگلی" پر بوسے دیتا رہا اور بالکل آخر میں وہ ایک قدیم گیت کی دھن پر، جسے وہ خود ہی الاپ رہا تھا، رقص کا مظاہرہ بھی کرنے لگا اور جب وہ ٹیپ کے ان بندوں پر پہنچتا، اس کے پاؤوں میں بجلی بھر جاتی اور اس کی اچھل کود میں خاص طور پر شگفتگی آ جاتی:

چھوٹا سا سؤر (وہ) بولے، قواں قواں قواں،
چھوٹا سا بچھڑا بولے، بھیں بھیں بھیں،
چھوٹی بطخیا بولے، قاں قاں قاں،
چھوٹا سا ہنس بولے، غاں غاں غاں۔

مرغی بڑے کمروں میں اینڈتی پھرے،
کٹ کٹ کٹاک بولے، کٹ کٹ کٹاک،
کٹ کٹ کٹاک بولے، کٹ کٹ کٹاک!

"میتا اسے کچھ دے دو،" گروشینکا نے کہا۔ "بے چارہ مفلس غریب ہے، اسے کچھ تحفتاً دے دو۔ اف، یہ بے چارے غریب، قسمت کے مارے، افلاک کے ستائے!... بے چاروں کو کیا کچھ نہیں برداشت کرنا پڑتا!... میتا، سنو، میں شاید کسی خانقاہ میں چلی جاؤں اور راہبات میں شامل ہو جاؤں۔ ہاں، میں ایک روز واقعی وہاں چلی جاؤں گی اور وہیں کی ہو کر رہ جاؤں گی۔ آج الیوشا نے مجھ سے ایک ایسی بات کہی تھی جسے میں تاحیات نہیں بھلا سکوں گی... ہاں، بالکل کہی تھی... پر چھوڑو اسے، آؤ، آج ہم رقص کرتے ہیں۔ خانقاہ چلے ہی جانا ہے، پر آج تو رقص کر لیں، جی بھر کر رقص کر لیں۔ آج میں خوب شرارتیں کرنا چاہتی ہوں، نٹ کھٹی بن جانا چاہتی ہوں۔ میرے دوستو، شرارتوں اور نٹ کھٹیوں سے کیا فرق پڑتا ہے، خدا معاف کر دے گا، وہ غفور الرحیم ہے۔ اگر میں خدا ہوتی تو سب کو معاف کر دیتی۔ میرے پیارو، چھوٹے بڑے گنہگارو، آج سے تم سب کو معافی مل جائے گی! لیکن میں عفو کی تلاش میں جا رہی ہوں: 'مہربان اور شفیق لوگو تم اس احمق عورت کو معاف کیوں نہیں کر دیتے؟ تم جانتے ہو کہ میں حیوان ہوں۔ لیکن میں عبادت کرنا، دعا مانگنا چاہتی ہوں۔ میں نے ایک شخص کو ایک مرتبہ واقعی پیاز کی گٹھی پیش کی تھی۔ میں بد ہی سہی مگر میں عبادت کرنا اور دعا مانگنا چاہتی ہوں۔ میتا، اب انہیں رقص کرتے رہنے دو، مداخلت مت کرو، اڑچنیں مت ڈالو... اس دنیا کے تمام لوگ بلا استثنا اچھے ہیں۔ یہ دنیا، یہ دھرتی بہت اچھی جگہ ہے۔ ہم بد سہی، پھر بھی دنیا اچھی چیز ہے۔ ہم بد ہیں، ہم نیک ہیں، ہم دونوں ہی ہیں — بد بھی اور نیک بھی... ہاں، واقعی مجھے بتاؤ، میں تم سے پوچھنا چاہتی ہوں، تم سب میرے قریب آ جاؤ، میں تم سے پوچھنا چاہتی ہوں، تم سب مجھے اتنا ضرور بتاؤ: میں اتنی اچھی کیوں ہوں؟ میں اچھی ہوں، بہت اچھی ہوں... پر میں اتنی اچھی کیوں ہوں؟" اور گروشینکا بے معنی گفتگو کرتی رہی۔ وہ مسلسل مخمور سے مخمور تر ہوتی جا رہی تھی اور آخرکار اس نے فیصلہ کن انداز سے اعلان کیا کہ وہ خود رقص کرنا چاہتی ہے۔ وہ کرسی سے اٹھی مگر ڈگمگانے لگی۔ "میتا، مجھے مزید شراب مت پینے دو خواہ میں کتنی ہی ضد کروں — مجھے اسے ہاتھ بھی مت لگانے دو۔ شراب سے مجھے کوئی سکون نہیں ملتا۔ ہر چیز — سنو اور باقی سب چیزیں — گھوم رہی ہے۔ میں ناچنا چاہتی ہوں۔ ان سب لوگوں کو مجھے رقص کرتے دیکھنے دو... انہیں دیکھنے دو کہ

میں کتنا اچھا، کتنا زبردست رقص کرتی ہوں..."

وہ اپنے ارادوں میں واقعی سنجیدہ تھی۔ اس نے جیب سے ایک سفید سوتی رومال نکالا اور اس کا ایک کونا اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑ لیا تاکہ وہ اسے رقص کے دوران میں لہرا سکے۔ میتا ادھر ادھر بھاگا پھر رہا تھا اور ہر شخص کو چپ چاپ بیٹھنے کی تلقین کر رہا تھا۔ لڑکیاں بھی خاموش ہو گئیں۔ وہ رقص کی دھن بجانے کے لیے اشارے کی منتظر تھیں۔ جب ماکسی موف کو احساس ہوا کہ گروشینکا خود رقص کرنا چاہتی ہے، تو وہ خوشی سے چہچہانے اور اس کے اردگرد اچھل کود کرنے لگا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ گلوکاری بھی کر رہا تھا:

ٹانگیں چھریری، (وہ) پہلو سڈول،
چھوٹی سی دم، کسی کسی گول مول۔

لیکن گروشینکا نے اپنا رومال لہرایا اور اسے بھگا دیا۔

"شی شی! میتا، یہ لوگ آتے اور دیکھتے کیوں نہیں؟ ان سب کو آنے دو اور انہیں مجھے دیکھنے دو... انہیں نظارہ کرنے دو! جنہیں تم نے مقفل کر دیا تھا، انہیں بھی آنے دو... تم نے انہیں تالے کے اندر بند کیوں کیا تھا؟ انہیں بتا دو کہ میں رقص شروع کرنے والی ہوں، انہیں مجھے رقص کرتے دیکھنے دو... انہیں بھی نظارہ کرنے دو..."

میتا نشے سے ڈگمگاتا، لڑکھڑاتا مقفل دروازے کی طرف بڑھا اور اس پر دھڑا دھڑ گھونسے برسانے لگا۔

"تم، پولیسو، دولیسو، باہر نکلو، وہ ناچنا چاہتی ہے، وہ تمہیں اپنا رقص دکھانا چاہتی ہے، وہ چاہتی ہے تم اسے رقص کرتے دیکھو۔"

"**Lajdak!**" (پاجی!) ایک پولستانی نے چلاتے ہوئے کہا۔

"اور تم **podlajadk**(74) ہو! (اور تم بھی پاجی، تمہارا باپ بھی پاجی!) تم معمولی، بے حیثیت پاجی ہو، اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہو!"

"کاش تم پولینڈ کا ٹھٹھا اڑانا بند کر دو،" کالگانوف نے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔ نشے سے اس کا حال بھی ابتر ہو رہا تھا۔

"چپ کرو، یار، جب میں اسے پاجی کہتا ہوں، اس کا یہ مطلب تھوڑے ہی ہے کہ میں سارے پولینڈ پر کیچڑ اچھال رہا ہوں۔ ایک **lajdak** سے سارا پولینڈ نہیں بن جاتا۔ چنانچہ زنگے،

تم اپنا زبان بند رکھو اور گولیاں چوستے رہو۔"

کوئی ذرا ان حضرات کو دیکھے! معلوم ہوتا ہے تہذیب انہیں چھو کر بھی نہیں گزری۔ دوسرے کو چوم چاٹ کر دوستی کیوں نہیں کر لیتے؟" گروشینکا نے کہا اور وہ رقص کرنے کے لیے آگے بڑھی۔

طائفے نے ایک مقبول عام لوک گیت چھیڑ دیا: "شاہین، میرے شاہین، پرواز کرو، پرواز کرتے رہو!"

گروشینکا نے اپنے سر کو پچھلی جانب جھکا دیا، اپنے لب نیم وا کیے، مسکرائی، اپنا رومال لہرایا اور اچانک بے بسی سے لڑکھڑاتی ڈگمگاتی کمرے کے عین وسط میں کھڑی ہو گئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کے ساتھ ہوا کیا ہے۔

"میری طبیعت ٹھیک نہیں۔" اس نے تھکی تھکی آواز میں کہا۔ "مجھے افسوس ہے میری طبیعت حاضر نہیں... مجھ سے رقص نہیں... یہ میرا قصور ہے..."

وہ پہلے طائفے کے سامنے جھکی اور پھر مزید چار مرتبہ چاروں جانب دوزانو ہوئی: "یہ سارا میرا قصور ہے... مجھے افسوس ہے..."

"نوجوان خاتون کچھ زیادہ ہی پی گئی ہے، یہ پری پیکر دوشیزہ کچھ زیادہ ہی پی گئی ہے۔" چاروں اطراف سے آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

"یہ تو ہوش و حواس کھو چکی ہے۔" ماکسی موف نے احمقانہ انداز سے دبی دبی ہنسی ہنستے ہوئے لڑکیوں سے کہا۔

"میتیا، مجھے یہاں سے لے چلو... میتیا، مجھے لے چلو۔" گروشینکا نے کہا۔ وہ بالکل نڈھال ہو چکی تھی۔ میتیا تیزی سے اس کی طرف لپکا، اس نے اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹا اور اپنے انمول بوجھ کو اٹھا کر پردے کے پیچھے لے گیا۔ "خیر، اب وقت آ گیا ہے کہ میں یہاں سے چلتا ہوں۔" کالگانوف نے سوچا۔ وہ نیلے کمرے سے باہر نکلا اور اس نے اپنے پیچھے دہرے دروازوں کے سارے پٹ بھیڑ دیے۔ لیکن بڑے کمرے میں جشن اسی آن بان سے جاری رہا۔ میتیا نے گروشینکا کو پلنگ پر لٹا دیا اور اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں پر پیوست کر دیے۔

"مجھے مت چھوؤ..." وہ اس سے ملتجیانہ آواز میں سرگوشی کرنے لگی۔ "مجھے بس ابھی مت چھوؤ... میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ میں تمہاری ہوں، چنانچہ مجھے مت چھوؤ... مجھ پر رحم کرو... ان کی موجودگی میں نہیں... جب تک وہ آس پاس ہیں ہمیں اس قسم کی کوئی حرکت نہیں کرنا چاہیے۔ وہ یہیں ہے۔ یہاں اس قسم کی حرکت بالکل بھیانک ہوگی..."

"تمہارا کیا سر آنکھوں پر! میں اس قسم کا خیال بھی دل میں نہیں لاؤں گا... میں تمہاری پوجا کرتا ہوں..." میتیا نے ہکلاتے ہوئے کہا۔ "ہاں، یہاں یہ حرکت بالکل بھیانک ہوگی! اف، یہاں یہ نری رذالت ہوگی۔" اور وہ اسے اپنی آغوش سے آزاد کیے بغیر پلنگ کے قریب دوزانو ہو گیا۔

"تم پہلے حیوان صفت ہو لیکن مجھے معلوم ہے تم شریف النفس بھی ہو۔" گروشینکا بڑی مشکل سے کہہ پائی۔ "ہمیں یہ کام جائز، دیانت دارانہ انداز سے اور علانیہ کرنا چاہیے تاکہ کوئی ہم پر انگلی نہ اٹھا سکے کہ ہم حرام کاری کے مرتکب ہو رہے ہیں... اب کے بعد سب کچھ آبرومندانہ انداز سے ہو گا... ہمیں بھی آبرو کا پاس کرنا چاہیے... ہمیں بھی اچھا بننا چاہیے، جانور نہیں بلکہ اچھے... مجھے یہاں سے لے چلو، یہاں سے بہت دور لے چلو، کچھ سنا تم نے؟... میں چاہتی ہوں تم مجھے یہاں سے لے چلو، دور، بہت دور..."

"ارے ہاں، بالکل، بالکل!" میتیا نے اسے مضبوطی سے اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا۔ "میں تمہیں لے چلوں گا، ہم یہاں سے تیزی سے فرار ہو جائیں گے... میں تمہاری صحبت میں ایک سال گزارنے کے لیے اپنی پوری زندگی کی قربانی دے سکتا ہوں۔ کاش مجھے صرف اتنا معلوم ہوتا کہ اس خون کا کیا بنے گا!"

"خون، کیسا خون؟" گروشینکا نے سراسیمہ ہو کر اس کی بات دہرائی۔

"فکر نہ کرو!" میتیا نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "گروشینکا، تم آبرومندی کا ذکر کر رہی ہو لیکن میں چور ہوں، میں نے کاتکا کا روپیہ چرایا ہے... مجھے اپنے آپ پر شرم آ رہی ہے، بے حد شرم آ رہی ہے!"

"کاتکا کا؟ تمہارا مطلب اس نوجوان خاتون سے ہے؟ نہیں، تم نے کچھ نہیں چرایا۔ اس کی رقم اسے واپس کر دو، روپیہ میں تمہیں دوں گی۔ تم پریشان کیوں ہو رہے ہو؟ جو کچھ میرے پاس ہے، وہ اب سب تمہارا ہے۔ اب ہمیں روپے پیسے کی پرواہ کیا ہے؟ ہم اسے یونہی اڑاتے رہیں گے۔ یہ بالکل یقینی بات ہے کہ ہمارے جیسے لوگ فضول خرچی سے باز رہ ہی نہیں سکتے۔ ہمارے لیے بہتر یہی ہے کہ ہم زمینوں پر چلے جائیں اور کھیتی باڑی کریں۔ میں ان ننھے ہاتھوں سے کھیتوں میں کام کرنا چاہتی ہوں۔ ہمیں کام کرنا ہوگا، سنا تم نے؟ یہ الیوشا کا حکم ہے۔ میں تمہاری محض داشتہ نہیں ہوں گی، میں ہمیشہ تمہارے ساتھ وفاشعاری کا دم بھرتی رہوں گی، میں تمہاری باندی ہوں گی، میں تمہارے لیے کام کروں گی۔ ہم دونوں نوجوان خاتون کے پاس چلیں گے، دونوں اس سے معافی مانگیں گے اور پھر ہم کہیں دور چلے جائیں گے۔ اگر اس نے ہمیں معاف نہ کیا، تو بھی ہم کہیں اور چلے جائیں گے۔ چنانچہ اس کا تو تم روپیہ واپس کر دو لیکن اپنی محبت مجھے دے دو... اب اپنی محبت

اسے مت دو، یہ میری ہے اور یہ تم اسے نہیں دے سکو گے۔ اگر تم نے اس سے محبت کی، میں اپنے ہاتھوں سے اس کا گلا گھونٹ دوں گی... میں سوئی سے اس کی آنکھیں چھید دوں گی..."

"میں تم سے محبت کرتا ہوں، صرف تم سے، کسی اور سے نہیں۔ اگر مجھے سائبیریا جانا پڑا تب بھی میں تم سے محبت کرتا رہوں گا..."

"سائبیریا؟ کیوں؟ خیر، اگر تم بھی چاہتے ہو پھر سائبیریا میں بھی، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا... سائبیریا میں برف ہی برف ہے... اور مجھے برف پر گاڑی میں سفر کر کے مزہ آتا ہے... ہمیں گھنٹیاں لگوانا ہوں گی... دیکھو، کیا تمہیں گھنٹیوں کی ٹنٹناہٹ سنائی دے رہی ہے؟ یہ ٹنٹناہٹ کہاں سے آ رہی ہے؟ کوئی آ رہا ہے... ارے، یہ ٹنٹناہٹ تو بند ہو گئی ہے..."

وہ بالکل نڈھال ہو چکی تھی، اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور پھر اچانک یوں لگا جیسے وہ ایک پل کے لیے سو گئی ہو۔ ایک گھنٹی واقعی کہیں فاصلے پر ٹنٹنائی تھی اور پھر اچانک بند ہو گئی تھی۔ متیا نے اپنا سر اس کے سینے پر ٹکا دیا۔ اسے پتا ہی نہ چل سکا کہ گھنٹی کی ٹنٹناہٹ کب بند ہوئی تھی اور نہ اسے یہ معلوم ہو سکا کہ گھوکاری اچانک کیسے رک گئی تھی اور ساری عمارت پر شوروں کے غل غپاڑے کی جگہ اچانک مرگ آ سا سکوت کیسے طاری ہو گیا تھا۔ گروشینکا نے اپنی آنکھیں کھولیں۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟ مجھے لازماً جھپکی آ گئی ہو گی؟ ارے ہاں... گھنٹی... میری واقعی آنکھ لگ گئی تھی اور میں خواب دیکھنے میں محو ہو گئی تھی: میں برف پر گاڑی چلا رہی تھی... گھنٹی بجے جا رہی تھی لیکن میں سوئی ہوئی تھی۔ میں اپنے محبوب کے ساتھ تھی، میں تمہارے ساتھ تھی... کہیں دور، بہت دور۔ میں نے تمہاری کمر میں اپنے بازو حمائل کر رکھے تھے، میں تمہارے ساتھ ہم آغوش ہو رہی تھی اور میں بہت قریب تمہارے بوسے لے رہی تھی مگر مجھے پھر بھی سردی محسوس ہو رہی تھی اور برف جگمگا رہی تھی... تمہیں معلوم ہے جب رات کو برف جگمگاتی ہے اور چاند چمکتا ہے، آدمی کو محسوس ہونے لگتا ہے جیسے وہ دھرتی سے بہت اوپر اٹھ گیا ہو... میری آنکھ کھل گئی، اور میرا محبوب میری آغوش میں تھا۔ کیا خوب صورت..."

"تمہاری آغوش میں..." متیا اس کے لباس، اس کی چھاتیوں، اس کے ہاتھوں پر لگاتار بوسے ثبت کرتے ہوئے بڑبڑایا۔ اور اچانک اسے کسی عجیب و غریب چیز کا احساس ہوا اور اسے خیال گزرا کہ وہ اسے نہیں، اس کے چہرے کو نہیں، اس کی آنکھوں میں نہیں، بلکہ اس کے سر کے اوپر سے کہیں آگے، بہت آگے، نگاہیں گاڑ کر اور عجیب انداز سے بے حس و حرکت ہو کر کچھ دیکھ رہی ہے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کے چہرے پر حیرانگی، بلکہ تقریباً ایک قسم کا خوف چھا گیا۔

"متیا!" اس نے زیر لب کہا، "وہ کون ہے، ادھر، جو ہمیں دیکھ رہا ہے؟" متیا نے گردن گھمائی

اور اس نے واقعی دیکھا کہ کسی شخص نے پردے ہٹا دیے ہیں اور نظر کچھ یوں آ رہا تھا جیسے وہ انہیں تاک رہا ہو۔ وہ اکیلا نہیں تھا، اس کے ساتھ اور لوگ بھی تھے۔ متیا اچھل کر کھڑا ہو گیا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا مداخلت کار کی جانب چل پڑا۔

"ادھر، جناب، مہربانی فرما کر ادھر آ جائیں۔" آواز نے نرم مگر تاکید اور پُر اصرار انداز سے کہا۔

متیا پردے کے عقب سے آگے آ گیا اور بت بن کر کھڑا ہو گیا۔ تمام کمرا لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ یہ وہ لوگ نہیں تھے جو ازیں پیشتر وہاں موجود تھے، یہ سب کے سب نو وارد تھے، اس نے ان لوگوں کو پہلے وہاں نہیں دیکھا تھا۔ وقتی طور پر اس کے جسم پر کپکپاہٹ طاری ہو گئی اور وہ گھبرا کر ذرا پیچھے ہٹ گیا۔ وہ پلک جھپکنے میں انہیں پہچان گیا تھا۔ وہ طویل القامت، زرد رو، بھاری بھرکم بوڑھا شخص، جس نے جسم پر کوٹ اور سرکاری ٹوپی کا طرّہ لگا رکھا ہے، چیف آف پولیس میخائل مکاروف ہے۔ دوسرا شخص، جو شکل صورت سے دق کا مریض مگر لباس اور طور طریقوں سے نفاست پسند معلوم ہوتا ہے — "جس کے بوٹ ہمیشہ یوں چمکتے رہتے ہیں جیسے ان پر ابھی ابھی پالش کیا گیا ہو" — نائب سرکاری وکیل ہے۔ "اس کے پاس چار سو روبل کی گھڑی ہے، یہ اس نے خود مجھے ایک مرتبہ دکھائی تھی۔" اور وہ مختصر نوجوان... اس کا نام متیا کی زبان پر آتے آتے رہ جاتا: "میں اسے جانتا ہوں، اس سے پہلے بھی مل چکا ہوں۔ وہ تحقیقاتی مجسٹریٹ ہے۔ ابھی ابھی سینٹ پیٹرزبرگ کے لاء سکول سے فارغ ہو کر آیا ہے۔ اور وہ جو ادھر کھڑا ہے، ضلعی پولیس آفیسر ماوریکی ماوریکیووچ ہے۔" اس کے بارے میں کسی غلط فہمی کا امکان نہیں تھا، متیا اسے خوب اچھی طرح جانتا تھا۔ اور وہ لوگ کون ہیں جنہوں نے فیتے لگا رکھے ہیں، یہ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ اور وہ دونوں اجنبی، یہ تو محض دو کسان ہیں... اور ادھر دہلیز پر کالگانوف اور تریفون بوریچ کھڑے ہیں۔

"حضرات... حضرات، کیا بات ہے؟" متیا نے اچانک کہنا شروع کیا اور اچانک خوف و ہراس سے مغلوب ہو کر وہ اپنا پورا گلا پھاڑ کر چلایا!

"اوہ، سمجھا!"

مختصر نوجوان دھکم دھکا کرتا آگے بڑھا اور متیا کی طرف قدم اٹھاتے ہوئے پُر وقار لیکن قدرے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں بولا:

"ہمیں اپنا فرض... مختصراً یہ کہ آپ آگے، ہاں یہ ٹھیک ہے، اس (دو نشستی) صوفے کے قریب آ جائیں... ہمیں آپ سے کچھ وضاحت درکار ہے۔"

"بڑے میاں!" متیا نے پاگلوں کی طرح چلاتے ہوئے کہا: "بڑے میاں کا خون!... میں سمجھ

گیا!"

اور وہ دھڑام سے ایک قریب پڑی کرسی پر یوں گر پڑا جیسے کسی نے اس کے سر پر تیشہ دے مارا ہو۔

"تو تم سمجھ گئے ہو؟ ہونہہ؟ یہ سمجھ گیا ہے!" چیف آف پولیس نے متیا کے روبرو ہوتے ہوئے کہا۔ "قاتل، شیطان! تمہارے باپ کا خون چلا چلا کر تمہارے خلاف گواہی دے رہا ہے!" وہ غصے سے پاگل ہو رہا تھا، اس کا جسم سرتاپا کانپ رہا تھا اور اس کا چہرہ لال بھبوکا ہو رہا تھا۔

"یہ خلاف قواعد ہے!" کوتاہ قامت نوجوان شخص نے مداخلت کرتے ہوئے کہا، "میکائیل مکارچ! یوں نہیں، جناب، یوں نہیں... آپ جو کچھ کر رہے ہیں، وہ ضوابط کے بالکل خلاف ہے۔ مجھے آپ سے اس کی توقع نہیں تھی..."

"لیکن حضرات، یہ ناقابل یقین ہے، قطعاً ناقابل یقین ہے!" چیف آف پولیس اپنی بات پر مصر رہا۔ "ذرا اس کی شکل تو دیکھیں۔ آدھی رات کا عالم ہے، یہ نشے میں اتنا غرق ہو چکا ہے کہ اسے اپنا بھی کوئی ہوش نہیں... اس پر طرہ یہ، اس کی بغل میں ایک آوارہ اور بدچلن عورت ہے، جبکہ اس کے ہاتھ اپنے باپ کے خون سے رنگے ہوئے ہیں... قطعی ناقابل یقین!"

"مائی ڈیر میکائیل مکارچ، میں اصرار کرتا ہوں آپ فوراً اپنے جذبات پر قابو پائیں،" نائب سرکاری وکیل نے پھنکارتے ہوئے کہا، "ورنہ مجھے مجبوراً کارروائی..."

مگر کوتاہ قامت مجسٹریٹ نے اسے اپنی بات ختم کرنے کا موقع ہی نہ دیا، وہ متیا کی جانب متوجہ ہوا اور اس نے اسے بلند، جھجم اور گھمبیر آواز میں مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"ریٹائرڈ لیفٹیننٹ کرامازوف، میں تمہیں مطلع کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ تم پر کل رات اپنے باپ کو قتل کرنے کا الزام ہے..."

اس نے مزید بھی کچھ کہا لیکن اگرچہ متیا سن رہا تھا، اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ وہ پُروحشت آنکھیں پھاڑے ہر ایک کو گھور گھور کر دیکھے جا رہا تھا۔

نویں کتاب

عدالتی تحقیقات (75)

1
سول ملازم پرخوتین کی ملازمت کا آغاز

یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ پیوتر الیچ پرخوتین، جسے ہم نے تاجر مارموزوف کی بیوی کے مضبوط و محکم مقفل دروازے کو اپنی پوری قوت کے ساتھ پیٹتے دیکھا تھا، آخرکار کامیاب رہا اور اسے اندر آنے کی اجازت مل گئی۔ فینیا نے، جو دو گھنٹے پیشتر ہی اس قدر خوف زدہ ہو چکی تھی اور وہ ابھی تک اتنی پریشان اور مضطرب تھی کہ اس کے لیے بستر پر لیٹنا محال ہو چکا تھا، اب جو اتنے پُرزور اور پُرشور انداز سے دروازے کو پٹتے سنا تو اس کے رہے سہے ہوش و حواس بھی غائب ہونے لگے اور (اس حقیقت کے باوجود کہ وہ اپنی آنکھوں سے اسے روانہ ہوتے دیکھ چکی تھی) سوچنے لگی کہ دمتری فیودوروچ دوبارہ واپس آ گیا ہو گا کیونکہ اس قسم کا شور و غل اور ہنگامہ صرف وہی برپا کر سکتا تھا۔ دریں اثنا ڈیوڑھی دار جاگ چکا تھا اور شور و غل کا سبب معلوم کرنے کے لیے صدر دروازے کی جانب جا رہا تھا کہ فینیا بھاگم بھاگ اس کے پاس پہنچی اور اس سے التجا کرنے لگی کہ وہ اسے اندر نہ آنے دے۔ مگر ڈیوڑھی دار کو سوال جواب کرنے کے بعد جب معلوم ہوا کہ آنے والا شخص کون ہے